هَل تربصون بنا الا احدى الحسنيين ونحن نتربص بكم ان يصيبكم الله بعذاب من عنده او بايدينا

لمحاتِ جاویدان

حیاتِ امام حسین علیہ السلام

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین حاج سید ہاشم رسولی محلاتی

منشورات قرآن و سُنت

تربصون بنا إلا إحدى الحسنيين ونحن نتربص بكم أن يصيبكم الله بعذاب من عنده أو بأيدينا (۵۲ ۔ ۹)

لمحاتِ جاویدان

حیاتِ امام حسین علیہ السلام

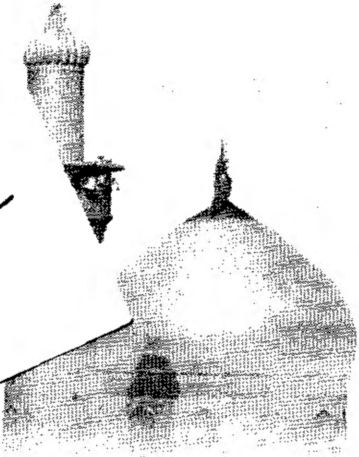

اپنے بچوں کیلئے scan کیا
سید نذر عباس

C1-A

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین حاج سید ہاشم رسولی محلاتی

منشورات قرآن و سنت

1-5291921
0321-5291922

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب۔ لمحاتِ جاویدان حیات امام حسینؑ

مولف ۔ حجۃ السلام والمسلمین حاج سید ہاشم رسولی محلاتی

مترجم ۔ مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی قمی

ناشر ۔ منشورات قرآن وسنت

کمپوزر ۔ سید محمد باقر شرف الدین موسوی

پرنٹرز ۔ کلر گراف پرنٹرز اردو بازار لاہور

تعداد ۔ ۱۰۰۰

سال اشاعت۔ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ ق

ملنے کا پتہ۔ فرحان پلازہ گلی نمبر ۴ بلاک نمبر ۴ چیچہ وطنی ۰۳۰۰-۶۹۰۴۵۷۸ ـ ۰۳۰۰-۶۹۲۴۱۸۲

کلر گراف پرنٹرز رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ ۰۳۲۲-۴۱۹۹۰۴۵

ا

تعارف منشورات قرآن وسنت

ادارہ ہذا منشورات قرآن وسنت اسلامی عقائد, احکام, اخلاق تاریخ, اجتماعیات اور اقتصادیات کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرنے کے ہدف کے تحت وجود میں آیا ہے اس اہم بلند اور وسیع مقصد کے حصول کی راہ میں ادارہ اس سے قبل اپنی چند منشورات دار الثقافۃ القرآنیہ کے نام سے شایع کر چکا ہے بانیان کی نظر میں گذشتہ نام میں دو بنیادی خلاء ہونے کی بنا پر نیا نام یعنی منشورات قرآن وسنت کو منتخب کیا ہے۔

پہلا خلا

معاشرے میں جس گروہ نے بھی اسلام کے ایک مصدر کو اٹھایا ہے وہ ہمیشہ اسی میں محو اور گم ہو گیا ہے۔ جس نے صرف سنت کو اٹھایا ہے وہ قرآن کا ذکر تک نہیں کرتا۔ اور جس نے قرآن کا نام اٹھایا اس نے حدیث وسنت کو مسترد کیا ہے جیسا کہ قرآنیون کا کہنا ہے۔ جس کی بنا پر دونوں گروہ آج ایک جامع و جاوید اس نظام کیلئے الحادی قوانین اور کفر و شرک کے ساختہ و پرداختہ نظام کے سامنے کشکول گدائی لئے کھڑے نظر آتے ہیں بلکہ حدیث میں غوطہ زن اور گم شدہ گروہ نے احادیث کی اسناد کی تحقیق وجستجو کو روکنے اور اس سمت کی طرف رخ کرنے والوں کو ہمیشہ کیلئے سر بہ زیر کرنے کی غرض سے چوب ارتداد اٹھایا ہوا ہے۔ ان دونوں کے مقابلہ میں تیسرا گروہ قرآن وسنت کا نام لینے میں کراہت وعار محسوس کرتا ہے اور ہر جگہ عترت کا رٹا لگاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کی سند وحجت کا ذکر آتے ہی فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ تفسیر عترت کے تحت اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کیونکہ قرآن کے کسی مطلب میں استقلال نہیں اور ہماری رسائی بھی اس تک نہیں ہے یہ لوگ بھی پہلے دونوں گروہوں کی مانند آئین ودستور زندگی میں لنگڑے ہیں۔ جبکہ قرآن نے مختلف آیات میں واضح الفاظ میں سنت کی پیروی واتباع کرنے کا حکم دیا ہے (وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا) اور تمہیں جو کچھ رسولؐ عطا فرمائیں لے لو۔ اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ (فاذا التبست الامور علیکم کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرآن) جب فتنے رات کی تاریکی کی مانند تم پر ہجوم لے آئیں تو تم قرآن کی پناہ لے لو۔

(میزان الحکمہ ج ۸ ص ۶۴)

امامؑ کا عراق کی جانب سفر کرنے پر مخالفین کے دو گروہ پیش کیے اور اس سفر میں ان مقامات کا ذکر کیا جہاں امام حسینؑ نے قیام فرمایا پھر کربلا کے واقعات اور اہل بیت و اصحاب کی شہادتوں کے بعد امام حسینؑ کی شہادت کا بیان ہے اور آخر میں امام حسینؑ کے فضائل و اخلاق پر علیحدہ سے بحث تحقیق پیش کی ہے اس طرح اس کتاب کے تمام موضوعات کو سترہ ابواب میں تقسیم کیا ہے اس کتاب کے تعارف میں اگر اتنا کہہ دیا جائے کہ یہ امام حسینؑ کے موضوع پر درس خارج کی حیثیت رکھتی ہے تو اس لئے بہتر ہوگا کہ اس میں امام حسینؑ سے متعلق بہت سے اختلافی موضوعات پر موجود اقوال و نظریات کو پیش کرنے کے بعد ان پر تائید یا تنقید پیش کی ہے کہ جس طرح درس خارج میں مجتہد اعظم اپنے شاگردوں کے سامنے تقریر کرتا ہے چنانچہ ممکن ہے کچھ پڑھنے والوں کے نزدیک کوئی موضوع مناسب نہ ہو لیکن اگر وسعت ذہنی کے ساتھ اس کے فوائد کی جانب توجہ دی جائے تو شاید یہ مشکل بھی حل ہو جائے کیوں کہ جیسا کہ میں نے درس خارج سے تشبیہ دی ہے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب محقق و مدقق افراد کیلئے زیادہ مفید ہے اس میں بہت سے شبہات جو دشمن کی جانب سے اس موضوع پر پیش کئے جا سکتے ہیں حل شدہ موجود ہیں بہرحال انتہائی مفید اور جامع کتاب ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اگرچہ یہ ترجمہ میرا پہلا کام نہیں لیکن پھر بھی ضخامت کی وجہ سے اگر کہیں ادبی کوتاہی محسوس ہو تو معاف فرمائیں گے۔ بارگاہ پروردگار میں امام حسینؑ کو وسیلہ قرار دے کر دعا کرتا ہوں کہ ہمیں امام حسینؑ اور آپ کے مقدس قیام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بصیرت عطا فرما اور اس کوشش کو فلاح و سعادت کا سبب قرار دے آمین۔ اور خصوصی دعا کرتا ہوں مولانا باقر شرف الدین موسوی کیلئے کہ جنھوں نے اس خدمت کا موقع فراہم کیا۔

سید شہنشاہ حسین نقوی

مؤلف کے مختصر حالاتِ زندگی

حجۃ الاسلام والمسلمین استاد مولانا سیّد ہاشم رسول محلاتی سن ۱۳۴۸ھ ق میں ماہ رمضان کی شب ۲۸ کو شہر محلات میں متولّد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسی شہر میں حاصل کی، بعد میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ جو خود بھی محلات کے بزرگ علمائے کرام میں سے تھے قم المقدسہ تشریف لے آئے اور باقریہ اسکول (قم) میں تعلیم کو جاری رکھا جو کہ مرحوم برقعی کے زیر انتظام مصروف تعلیم و تربیت تھا۔ پھر والد کی حوصلہ افزائی پر دینی علوم کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ اس زمانہ میں حکومت شاہ کی جانب سے علماء پر اتنی سختی تھی کہ جس کے نتیجہ میں دینی مدارس میں طالب علموں کی تعداد بہت کم ہو چکی تھی۔ البتہ جب استاد محلاتی تعلیم حاصل کرنے مدرسہ میں آئے تو ایران سے شاہ کا فرار ہونا محسوس کیا جا رہا تھا۔ لیکن ملک کے سیاسی حالات نا مساعد ہونے کی وجہ سے مدرس اور ہم کلاس کا تلاش کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ مگر خوش قسمتی سے پڑھائی میں ساتھ دینے کیلئے مرحوم آیت اللہ سیّد مصطفیٰ خمینیؒ جو کہ اپنے والد گرامی (حضرت امام خمینیؒ) کی تشویق اور حوصلہ افزائی سے پڑھنے آئے تھے، جیسے دوست کی رفاقت نصیب ہوئی۔ اسی طرح استاد ہاشم رسول محلاتی کے ساتھیوں میں حضرت آیت اللہ شیخ محمد فاضل لنکرانیؒ کا نام لیا جا سکتا ہے جن کا شمار آج حوزۂ علمیہ قم کے جید علمائے عظام اور مراجع تقلید میں کیا جاتا ہے۔

استاد محلاتی نے شرح لمعہ، معالم الاصول، معانی البیان، بدیع، مطول، قوانین اور کفایۃ الاصول کیلئے حضرت آیت اللہ شہید صدوقیؒ، حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ اسد اللہ نور الٰہی اصفہانی، آیت اللہ شہید مطہریؒ آیت اللہ شیخ عبد الجواد اصفہانی، آیت اللہ مجاہدی تبریزی اور آیت اللہ سید محمد باقر طباطبائی جیسے بزرگ اساتید کے آگے تلمذ کیا۔ آپ نے اصول و فقہ کا درس خارج حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ سے پڑھا اور جب تک امام خمینیؒ کو تر کی جلاوطن نہ کر دیا گیا ان ہی کے درس میں شرکت کرتے رہے۔ البتہ جلاوطنی کے بعد استاد نے مجبور ہو کر ۱۳۴۴ھ ش (مطابق ۱۳۸۶ھ ق) میں تہران ہجرت فرمائی اور وہاں نو تعمیر شدہ مسجد

امام صادقؑ میں نماز جماعت، بیان احکام اور محلہ کے جوانوں کی تربیت جیسے امور سنبھالے۔ مگر افسوس چند ماہ بعد ہی والد گرامی کی رحلت کے سبب یہ بہترین مصروفیت چھوڑنا پڑی۔ اس کے علاوہ آپ نے بارہا مقامات مقدسہ عراق کی زیارت کا شرف پایا اور وہاں بھی مختصر مدت ہی سہی، لیکن مرحوم آیت اللہ محسن الحکیم طباطبائیؒ، آیت اللہ شاہرودیؒ اور دیگر اساتید سے درس خارج وغیرہ میں استفادہ کیا۔

استاد کو شروع ہی سے حدیث، تفسیر اور تاریخ سے بہت لگاؤ تھا، لہٰذا جوں ہی صرف ونحو، فقہ واصول وغیرہ سے فراغت پاتے مذکورہ موضوعات پر توجہ دیتے اور مورد پسند عناوین پر مشتمل کتابیں جمع کرتے تھے آپ مالی مشکلات اور باقاعدہ ان موضوعات پر لکھی گئی کتابوں کی کمی جیسے مسائل سے دوچار ہونے کے باوجود سنجیدگی فکری وذہنی صلاحیت اور فن تصحیح واشاعت کے ماہر اساتید کی مدد سے کامیاب ہوتے چلے گئے۔

جب آقائے طباطبائی کے پرنٹنگ پریس کا قم میں افتتاح ہوا تو استاد اور آپ کے چند دوستوں منجملہ مرحوم حجۃ الاسلام آقائے میرزا محمد حسین دانش آشتیانی اور حجۃ الاسلام آقائے شیخ علی سہرابی خمینی دام توفیقہ کو دعوت دی گئی کہ وہ ایک ادارہ قائم کریں کہ جس کے توسط سے مختلف کتابیں چھاپی جائیں، چنانچہ پیشکش قبول کرتے ہوئے یہ طے پایا کہ مناقب شہر ابن آشوب تصحیح اور حاشیوں اور لغات کی توضیح کے بعد چھاپی جائے، لہٰذا حاشیہ اور تصحیح کا کام حجۃ الاسلام والمسلمین استاد رسول محلاتی اور مرحوم آقائے دانش آشتیانی کے سپرد کیا گیا۔ اس طرح استاد کی تصحیح کا یہ پہلا کام چار جلدوں پر مشتمل منظر عام پر آیا، جبکہ اس کے بعد استاد کی ہمت سے ہی ''دار السلام'' حاجی نوری اور مرحوم اردبیلی کی ''کشف الغمہ'' چھاپی گئی۔

آپ کے قلمی آثار اور استاد کی تألیفات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلا حصہ: مختلف کتابوں کے حاشیوں کی تصحیح اور اضافہ وتعلیق

۱. تفسیر مجمع البیان، تألیف: علامه طبرسی، اشاعت علمیه اسلامیه ۱۰ جلد

۲. تفسیر نور الثقلین، تألیف: شیخ عبد علی هویزی، اشاعت علمیه قم. ۵ ج

۳. دار السلام، حاجی نوری، اشاعت علمیه قم. ۴ ج

۴. تفسیر عیاشی، اشاعت علمیه قم، ۲ ج

۵. مناقب شهر ابن آشوب، اشاعت علمیه قم، ۴ ج

۶. کشف الغمه، مرحوم علی بن عیسی اربلی، ۳ ج

۷. مرآة العقول. مرحوم علامه مجلسیؒ، اشاعت حیدری تهران، ۱۰ ج

۸. اثبات الهداة. شیخ حرّ عاملیؒ. اشاعت علمیه قم، ۷ ج

۹. ایقاظ الهجعه فی اثبات الرجعه، تألیف: شیخ حرّ عاملیؒ، اشاعت علمیه قم، ۱ ج

۱۰۔ مقتضب الاثر فی النص علی الائمہ الاثنیٰ عشر ، اشاعت علمیه قم ، ۱ ج

۱۱۔ نفقات الثلاثه ،مرحوم آیت الله شیخ اسماعیل محلاتی ، اشاعت علمیه قم ، ۱ ج

دوسرا حصہ: تراجم

۱۔ ترجمه : روضۂ کافی ،مرحوم کلینیؒ ،اشاعت علمیه اسلامیه ، حیدری تهران ، ۲ ج

۲۔ ترجمه : ارشاد مفید ، اشاعت علمیه اسلامی ، حیدری تهران ، ۲ ج

۳۔ ترجمه : تفسیر مجمع البیان ، اشاعت کتابفروشی فراهانی ، ۱ ج

۴۔ ترجمه :سوره مبارکه انعام ، اشاعت کتابفروشی فراهانی ، ۱ ج

۵۔ ترجمه : صحیفۂ علویه ، اشاعت کتابفروشی نظیفی تهران ، ۲ ج

۶۔ ترجمه : الانصاف فی النصّ علی الائمه اثنیٰ عشر من الاشراف ، اشاعت علمیه قم ، ۱ ج

۷۔مقاتل الطالبین ، اشاعت کتابفروشی صدوق تهران ، ۱ ج

۸۔ سیرۂ ابن هشام ، اشاعت کتابفروشی اسلامیه تهران ، ۲ ج

تیسرا حصہ : تألیفات

۱۔ کیفر گناه ، اشاعت دفتر نشر فرهنگ اسلامی تهران ، ۱ ج

۲۔ مبارزه با گناه ، اشاعت علمیه اسلامیه تهران ، ۱ ج

۳۔ تاریخ انبیاء ، اشاعت دفتر نشر فرهنگ اسلامی تهران ، ۲ ج

۴۔ تاریخ زندگانی رسولِ خداؐ ، تهران ،۳ ج

۵۔تاریخ زندگانی حضرت فاطمهؑ ودختران آنحضرتؐ ، اشاعت علمیه اسلامیه تهران ، ۱ ج

۶۔ تاریخ تحلیلی اسلام اشاعت وزارت ارشاد اسلامی ،۳ ج (مجلۂ پاسدارِ اسلام کے چند مقالے)

۷۔ تاریخ زندگانی امیرالمؤمنین علیؑ ، اشاعت علمیه اسلامیه تهران ،۲ ج

۸۔ تاریخ زندگانی امام حسنؑ ، اشاعت دفتر نشر فرهنگ اسلامی ، ۱ ج

۹۔ جنبه های اخلاقی وسیرۂ عملی حضرت امام رضاؑ ، اشاعت دانشگاه مشهد ، ۱ ج

۱۰۔ شرح تألیفات شیخ طوسیؒ وشرح آنها ، اشاعت دانشگاه مشهد ، ۱ ج

۱۱۔ زندگانی امام حسینؑ ، اشاعت دفتر نشر فرهنگ اسلامی تهران ، ۳ ج ؎۱

؎۱ نقل از مجلہ کیہان فرہنگی سال سوم اسفند ماہ ۱۳۵۶ھ ش

پہلا باب

ولادت

ہم ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کی ولادت سے متعلق بہت سی روایات حضرت امام حسنؑ کی زندگانی پر مشتمل کتاب میں تحریر کر چکے ہیں، لہٰذا اب اس موضوع پر نقل ہونے والی دوسری روایات پیش خدمت ہیں۔

تاریخ ولادت

شیعہ، اہل سنت، اہل حدیث اور دیگر تاریخ نگاروں نے منجملہ علامہ مجلسیؒ، شیخ مفیدؒ، علی بن عیسی ربلی ابوالفرج ابن شہر آشوب، ابن اثیر جزری اور ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ کے نزدیک مشہور ہے حضرت امام حسینؑ کی ولادت ہجرت کے چوتھے سال مدینہ منورہ میں ہوئی [1] جبکہ بعض دوسرے مورخین (مرحوم کلینیؒ اور اہل سنت کے عالم دین واقدی وغیرہ) حضرتؑ کی ولادت باسعادت تیسرے سال ہجرت میں مانتے ہیں۔ [2]

مہنہ اور دن کے بارے یہ مشہور ہے کہ آپ کی ولادت پانچویں شعبان کو ہے عموم اہل حدیث اور اوپر ذکر شدہ افراد نے اسی قول کو اختیار کیا ہے [3] لیکن تین شعبان المعظم، ربیع الاول کے آخری ایام اور تیرہ ماہ رمضان المبارک بھی نقل ہوئی ہے [4] جن میں ربیع الاول اور رمضان المبارک کا نظریہ مشہور نہیں، لیکن پانچویں شعبان المعظم کا خیال اہل تاریخ کے نزدیک تین شعبان المعظم کی بنسبت کمزور ہے جیسا کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحارالانوار میں فرماتے ہیں:

" المشهور في ولادته صلوات الله عليه انه ولد لثلاث خلون من شعبان ... " [5]

اس طرح مشہور ترین قول تین شعبان المعظم کے بارے میں ہے جس کی بہترین دلیل مصباح میں شیخ صدوقؒ کی روایت اور وہ توقیع (تحریر) ہے جو امام حسن عسکریؑ کے وکیل ابوالقاسم ابن علاء ہمدان کیلئے امام کی جانب سے لکھی گئی تھی، البتہ مشہور ترین قول تنہا اس روایت سے ثابت نہیں ہوسکتا، کیونکہ علامہ مجلسیؒ فن حدیث میں ہم سے کہیں زیادہ ماہر و حاذق تھے اس لئے اس مقام پر ان کا قول مقبول اور مورد اطمینان ہے۔ واللہ اعلم۔

ام الفضلؓ نے خواب دیکھا!

ابن حجر وغیرہ روایت کرتے ہیں:

"رسول اللہؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلبؓ کی زوجہ ام الفضل نے (جنکا اسم مبارک لبابہ تھا) ایک ایسا خواب دیکھا جس نے انہیں مضطرب و پریشان کردیا، چنانچہ تعبیر خواب کیلئے رسول اللہؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور فرمایا: رایت ان عضواً من اعضائک فی بیتی: "میں نے خواب دیکھا کہ آپؐ کے اعضائے بدن کا ایک عضو میرے گھر میں ہے۔"

چنانچہ رسول اللہؐ نے خواب کی تعبیر یوں بیان فرمائی:

تلد فاطمة غلاماً ترضعينه بلبن قثم: فاطمہؑ کے یہاں بیٹا ہوگا اور تم اسے اپنے بیٹے قُثم کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔" ۶

کچھ ہی روز بعد امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے اور ام الفضلؓ (لبابہ) انہیں اپنے گھر لے گئیں۔ ۷

قصہ ولادت اور انتخاب اسم

رسول اللہؐ کی سبط اکبر امام حسنؑ کے قصہ ولادت میں جو روایات شیخ صدوقؒ سے نقل ہوئی ہیں ان میں آیا ہے:

"جب امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے تو نومولود کو حضورؐ کی خدمت میں لے جایا گیا، تا کہ حضرتؐ بچے کا نام منتخب کریں۔ مگر حضرتؐ نے فرمایا:

"میں نام رکھنے میں خداوند عزوجل پر سبقت نہیں لے سکتا۔"

چنانچہ اسی اثناء میں حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی:

"علیؑ کی نسبت وحیثیت تمہارے ساتھ ایسی ہے جیسے ہارون کو موسیٰ سے تھی، لہٰذا اپنے اس فرزند کا نام فرزند ہارون کے نام پر رکھو۔"

حضرتؐ نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا: ہارون کے فرزند کا نام کیا تھا؟ عرض کی: اس کا نام شبیر تھا، حضرتؐ نے فرمایا میری زبان عربی ہے، جبرئیلؑ نے فرمایا: پھر اس کا نام "حسین" رکھیں اور اس طرح حضرتؐ نے مولود کا نام حسینؑ انتخاب فرمایا۔" ۸

ولادت کے بعد

ولادت امام حسینؑ سے متعلق امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

"جب امام حسینؑ دنیا میں تشریف لائے تو رسول اللہؐ نے ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں

---

۶ قُثم (قاف پر پیش اور ثاء پر زبر) حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور لبابہ کے فرزند کا نام ہے۔

میں اقامت کہی، آپؐ نے ساتویں روز فرمایا کہ اس کے سر کے بال تراشے جائیں اور ان کے ہم وزن چاندی بطور صدقہ دی جائے، بھیڑ کا عقیقہ کیا اور پھر اسے دائیہ تک پہنچا دیا جائے۔" ۹
ایک اور روایت میں اسماءؑ بنت عمیس ۱۰ سے نقل ہوا ہے:
"حضرتؐ نے ولادت کے ساتویں روز خاکی رنگ بھیڑوں کا عقیقہ کیا اور مستحقین کو ان کی دورانیں اور چند دینار عطا کئے اور اس کے علاوہ سر کے بال تراش کر ہم وزن چاندی بطور صدقہ دی پھر آخر میں نومولود کے سر پر خَلوق ۱۱ کا عطر ملا۔" ۱۲

لسانِ پیغمبرؐ سے ذکر شہادت

اہل سنّت کی روایات میں روایت فوق کی مانند اسماءؑ بنت عمیس وغیرہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں:
"میں بعد از ولادت بچے کو رسول اللہؐ کی خدمت میں لے گئی، آپؐ نے اسے گود میں لے کر گریہ کرنا شروع کیا۔"
میں نے عرض کی: یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہو جائیں آخر رونے کا کیا سبب ہے؟
حضرتؐ نے فرمایا:

ان ابنی ھذا ستقتلہ الفئتہ الباغیہ من امتی لا ان لھم اللہ شفاعتی "اے اسمائے! میرے اس فرزند کو میری ہی امت کا ستمگر ٹولہ قتل کر دے گا خدا انہیں میری شفاعت سے محروم رکھے۔"
اسماءؑ فرماتی ہیں پھر حضرتؐ نے فرمایا:

یا اسماء لا تخبری فانھا قربتہ عھید لولدۃ "اے اسماء اس بات کو فاطمہ تک نہ پہنچانا، کیونکہ اس موقع پر ان کیلئے یہ خبر غم مناسب نہیں۔" ۱۳
مؤلف لکھتے ہیں:
اس طرح کی اور روایات شیعہ کتب میں تفصیل کے ساتھ نقل ہوئی ہیں جس طرح شیخ صدوقؒ اپنی امالی میں سلسلہ سند کے ساتھ ام اسماءؑ سے حسنینؑ کی داستان ولادت نقل کرتے ہوئے امام حسینؑ کے بارے میں کہتے ہیں:
"میں جب حسینؑ کو آغوش پیغمبرؐ میں دے چکی تو میں نے دیکھا آپؐ گریہ فرما رہے ہیں اور گود کی میں موجود حسینؑ سے فرمایا: انہ سیکون لک حدیث اللھم العن قاتلہ لا تعلمی بذلک فاطمہ "اے میرے لال تیری قسمت میں دکھ ہے، اے خدا اس کے قاتل پر تیری لعنت ہو اور دیکھو (اسماء) یہ خبر فاطمہؑ کو مت دینا۔"

اسماءؓ روایت کرتی ہیں، ولادت کے ساتویں روز رسول اللہؐ کی فرمائش پر میں نومولود کو لے کر آئی حضورؐ نے بچے کا عقیقہ کیا، سر کے بال اتار کر ہم وزن چاندی صدقہ دی اور گود میں لٹا کر فرمایا:

یاابا عبدالله عزیزٌ علی ''اے ابا عبداللہ! مجھ پر سخت دشوار ہے۔

یہ فرما کر آپؐ بہت روئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپؐ نے روز ولادت بھی گریہ فرمایا اور آج بھی، آخر گریہ کا سبب کیا ہے؟

تب حضورؐ نے فرمایا:

ابکی علی ابنی هذا تقتله فئة کافرة من بنی امیه لعنهم الله لاانالهم الله شفاعتی یوم القیامة یقتله رجلٌ یثلم والدین ویکفربالله العظیم ''میں اپنے اس فرزند پر رو رہا ہوں جسے بنی امیہ کے ظالموں اور کافروں کا گروہ قتل کردے گا، خدا ان پر لعنت کرے اور قیامت میں میری شفاعت سے انہیں محروم رکھے اس کا قاتل وہ شخص ہے جو دین کی حرمت پامال کردے گا اور خداوند متعال کا منکر ہوگا۔''

پھر فرمایا:

اللهم انی اسئلک فیهما ما سئلک ابراهیم فی زریت، اللهم احبهما واحب من یحبهما والعن من یبغضهما ملاء السماء والارض ''اے خدا! میں اپنے ان دونوں بیٹوں کے بارے میں سوال کررہا ہوں جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کے بارے میں کیا تھا، اے بارالہا! ان دونوں کو عزیز و دوست رکھ اور جو بھی ان دونوں کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور تو ان کے دشمنوں سے زمین و آسمان کے برابر دشمنی رکھ۔'' [۱۴]

فرشتے کی شفاء یابی

ولادت امام حسینؑ کی مناسبت سے شیعہ اور سنی روایات میں اختصار و تفصیل اور متنوں کے اختلاف کے باوجود فرشتوں کا رسول اللہؐ کی خدمت میں تہنیت اور مبارک باد پیش کرنے کیلئے زمین پر اتر نا بیان ہوا ہے، چنانچہ ان روایات میں سے مختصری ایک روایت اس طرح نقل ہوئی ہے۔

شیخ صدوقؒ سند کے ہمراہ اپنی کتاب ''امالی'' میں امام صادقؑ سے نقل کرتے ہیں:

''جب امام حسینؑ نے گیتی پر قدم رکھا تو خداوند عزوجل نے جبرئیل امینؑ کو حکم دیا کہ ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ رسول اللہؐ کی خدمت میں مبارک بادی کیلئے جائیں، لہٰذا جبرئیل امین حکم الٰہی پر عمل کرتے ہوئے ہزار فرشتوں کے ہمراہ زمین پر نازل ہوئے، لیکن جب ان کا گذر ایک جزیرے سے ہوا جہاں ''فطرس'' نامی فرشتہ جو عرش الٰہی کے حاملوں میں سے تھا اور اپنی ذمہ داریوں

میں کوتاہی کی وجہ سے سزا کے طور پر بال و پر شکستہ اس جزیرہ میں گرا ہوا تھا جو سات سو سال وہاں عبادت میں مصروف تھا۔

فرشتہ، جبرئیل امینؑ کو دیکھ کر پوچھا: کہاں جارہے ہو؟

حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا:

خدا نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک نعمت عطا کی ہے اور ہم انہیں تہنیت و تبریک کہنے کیلئے جارہے ہیں۔

فطرس نے کہا: مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو شاید حضرت محمدؐ میرے حق میں دعا کریں۔

چنانچہ جبرئیل امینؑ فطرس فرشتے کو اپنے ساتھ حضورؐ کی محفل میں لے آئے اور خدا کی جانب سے امام حسینؑ کی ولادت پر مبارک باد پیش کر کے فطرس کا تمام قصہ سنایا تو آپؐ نے فطرس سے فرمایا: اپنا جسم حسینؑ سے مس کرو، تاکہ اس کے بعد شفا یافتہ زندگی گزار سکو۔

لہٰذا فطرس نے جوں اپنا بدن اس بابرکت اور محبوب الٰہی بچے سے مس کیا تو فوراً کھوئے ہوئے بال و پر لوٹنے لگے، چنانچہ رسول اسلامؐ سے یہ کہتا ہوا اپنے دست رفتہ مقام کی جانب چلا۔ [15]

''اے رسول خداؐ خدا آپ کی امت اس بچے کو ماردے گی، لیکن میں آج کا احسان اس طرح اتاروں گا کہ جو بھی زائر اس کی زیارت کرے گا میں اس کی زیارت امام حسینؑ تک پہنچادوں گا اور جو اس پر سلام بھیجے گا میں وہ سلام حسینؑ تک پہنچادوں گا اور اسی طرح جس نے بھی حسینؑ پر درود پڑھا وہ درود میں لے کر جاؤں گا اور یہ کہہ کر فطرس آسمانوں کی جانب پرواز کر گیا۔''

مؤلف کہتے ہیں:

''البتہ اس مضمون کی احادیث مناقب شہر ابن آشوب، خرائج راوندی، الزیارات اور سرائر وغیرہ میں نقل ہوئی ہیں۔ [16] جبکہ بعض روایات میں اس سے کہیں زیادہ تفصیل بیان ہوئی ہے اور فرشتے کا نام بھی ''صلصائیل'' ذکر ہوا ہے۔ [17] اور شیخ صدوقؒ کی کتاب اکمال الدین اور اہل سنت کی کئی دوسری کتابوں میں شفا یافتہ فرشتے کا نام دردائیل بیان ہوا ہے۔ [18] واللہ اعلم۔''

حواشی وحوالہ جات

۱ [بحارالانوار ج ۴۳ ص ۱۹۸، ۱۹۹، ارشاد مفید (مترجم) ج ۲ ص ۳۳، مقاتل الطالبین (مترجم) ص ۷۶، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸، الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۱، حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۱ ص ۲۸، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۴۵]

۲ [بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۰۰، استیعاب، حاشیہ الاصابہ ج ۱ ص ۳۷۷]

۳ [بحارالانوار، جلد ۴۳، ص ۱۹۸، ۲۰۰ اور دوسرے مصادر جو پہلی نمبر میں ذکر ہوا]

۴ [ربیع الاول اور ماہ رمضان کا قول مرحوم شیخ نے تہذیب اور شہیدؒ نے دروس میں نقل کیا ہے مگر علامہ مجلسیؒ نے ان دونوں اقوال کو اختیار کرتے وقت شیخ وشہید کا محل رجوع ذکر نہیں کیا چنانچہ بہتر یہی ہے کہ بحارالانوار ج ۴۴ ص ۲۰۴ پر رجوع کیا جائے]

۵ [بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۰۱]

۷ [الاصابہ ج ۴ ص ۴۶۱، **مستدرک الصحیحین** ج ۳ ص ۱۲۷، شیعہ حوالوں میں علامہ مجلسیؒ نے اس روایت کو کچھ اختلاف کے ساتھ شیخ جعفر بن نما سے مثیر الاحزان اور اپنی مذ دنامی کتاب میں بھی نقل کیا ہے و بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۴۲، ج ۴۴ ص ۲۴۶ اور کشف الغمہ میں بطور مرفوع اس روایت کو ام فضل سے نقل کیا ہے اور امالی صدوق ومناقب ابن شہر آشوب میں اسی طرح کی ایک روایت ام فضل سے نقل ہوئی ہے (بحار ج ۴۳ ص ۲۴۳، ۲۴۱)]

۸ [**"یا محمد العلی الاعلی یقرئک السلام ویقول لک علیٌ منک کھارون من موسیٰ فسمّ ابنک ھذا باسم ابن ھارون "** حارالانوار ج ۴۳، ص ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۱]

۹ [بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۴۳، ۲۵۷، ملحقات احقاق الحق ج ۱۱ ص ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۱]

۱۰ [یہ روایت جو اسماء سے نقل ہوئی ہے وہ اہل سنت کی روایات کے مطابق بنت عمیس ہی ہیں جو آئندہ صفحات پر بیان ہوگا کہ یہ حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کی شادی کی بھی راوی ہیں۔ جبکہ یہ اسماء حضرت جعفر طیار کی زوجہ تھیں جو بعثت کے ساتویں سال (پانچ سال قبل از ہجرت) تک اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ میں تھیں اور فتح خیبر کے بعد مدینہ لوٹ کر آئی ہیں (یعنی جناب فاطمہؑ کا عقد اور امام حسینؑ کی ولادت انکی غیر موجودگی میں ہوئی) خیال ہے کہ یہ اسماء جنکی رفت وآمد زہراءؑ کے گھر میں تھی کوئی اور خاتون ہیں کہ جنہیں راویوں نے غلطی سے بنتِ عمیس لکھ دیا اور اس طرح دیگر اہل قلم بھی غلط فہمی کا شکار ہوگئے (البتہ ہم یہ تذکر "زندگانی حضرت فاطمہ ودختران آن حضرتؐ" میں تنقیص کے ساتھ دے چکے ہیں۔ لہٰذا قارئین محترم وہاں رجوع کر سکتے ہیں) (زندگانی حضرت فاطمہؑ ودختران حضرتؐ ص ۳۷، ۳۸)]

۱۱ [خلوق سرخی مائل ایک قسم کا عطر ہے جو زعفران اور کئی دوسرے عطروں سے مل کر بنتا ہے]

۱۲ [بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۳۹]

۱۳ [ملحقات احقاق الحق ج ۱۱ ص ۳۱۳ منقول از تاریخ الخمیس وینابیع المودۃ اور دیگر کتب]

۱۴ [بحارالانوار ج ۴۴ ص ۲۵۰، ۲۵۱، بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضورؐ نے نومولود کی ولادت سے قبل وحی کے ذریعے بچے کی تقدیر اور شہادت کا حال بیان فرمادیا تھا۔ اسی طرح بعض روایات میں ملتا ہے کہ ولادت سے قبل جب

فاطمہؑ بچے کہ حالات سے آگاہ ہوئیں تو اپنے بابا رسول اکرمؐ سے فرمایا: " لیس لی حاجة فیها یا ابة " ۔ بابا مجھے یہ بچہ نہیں چاہئے ۔ اور بعض روایات میں ہے کہ سورۂ احقاف آیہ ۱۵ یعنی " ووصینا الانسان بوالدیه احساناً حملتهُ امه کرهاً و حمله و فصاله ثلاثون شهرا " امام حسینؑ اور جناب فاطمہؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ماں نے سختی کے ساتھ حمل و وضع حمل کیا اور یہی خبر شہادت تھی کہ ایام حمل و وضع حمل میں فاطمہؑ نے سختی اور سختی سے دن گزارے ۔ چنانچہ دو مولود ہی دنیا میں ایسے ہیں جن کے ایام حمل چھ ماہ اور چوبیس ماہ شیر خواری کے بنتے ہیں (ایک حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے امام حسینؑ) لہٰذا امام حسینؑ کیلئے حمل و شیر خواری کے تیس مہینے ہیں جسکا ذکر آیت میں ہوا ہے ۔ اس موضوع پر مزید معلومات اور روایات کی حیثیت و اعتبار جاننے کیلئے بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۴۵، ۲۵۴ پر رجوع فرمائیں ۔]

۱۵ [" اما ان امتک ستقتله وله علی مکافاة الا یزوره زائر الا ابلغته عنه ولا یسلم علیه مسلم الا ابلغته سلامه ولا یصلی علیه مسلم الا ابلغته صلواته ثم ارتفع " ۔ بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۴۴، ۲۵۱، ج ۴۴ ص ۱۸۲]

۱۶ [بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۴۴، ۲۵۱، ج ۴۴ ص ۱۸۲]

۱۷ [مثلاً روایت شیخ کتاب الغیبۃ میں (بحارالانوار) ج ۴۳ ص ۲۵۸، ۲۵۹]

۱۸ [بحارالانوار ج ۴۳ ص ۲۴۸، وملحقات احقاق الحق ج ۱۱ ص ۲۸۴، ۲۹۶]

محفل سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸ - C1

دوسرا باب

ایام نونہالی میں ماں، باپ اور نانا کا سایہ

ایام نونہالی میں ماں، باپ اور نانا کا سایہ

یہ دور امام حسین علیہ السلام کی زندگی کا بہترین اور یادگار دور کہا جاتا ہے، کیونکہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں سے انتہائی پیار و محبت کا اظہار فرمایا جس کی وجہ سے اس زمانے میں پوری امت بلکہ دوسرے بھی ان کا احترام کرتے تھے، جو روایات امام حسنؑ سے متعلق ہیں وہ حضرت کی زندگانی پر مشتمل کتاب کے دوسرے حصہ میں تحریر کی گئی ہیں اور ان روایات میں سے جو امام حسینؑ سے حضرت کی محبت و لگاؤ کے متعلق وارد ہوئی ہیں ذیل کے روایات ہیں:

۱۔ حسین منی و انا من حسین علیہ السلام

اہل سنت کے ساٹھ سے زیادہ علمائے کرام نے سند اور متن کے مختصر سے اختلاف کے ساتھ رسول اللہؐ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ [1]

بخاری نے کتاب ''الادب المفرد'' میں یعلی بن مرہ سے جو بزرگان اہل سنت میں سے ہیں روایت نقل کی ہے:

''ایک روز ہم رسول خداؐ کے ہمراہ کسی کے ہاں کھانے پر مدعو تھے کہ اچانک راستے میں ''حسینؑ'' نظر آئے حسینؑ کو دیکھ کر حضرتؐ باہیں پھیلائے ہوئے بچے کی جانب تیزی سے بڑھے، لیکن حسین بن علیؑ نانا سے کھیلنے اور انہیں ہنسانے کی غرض سے ادھر ادھر دوڑنے لگے، آخر جب آپؐ نے حسینؑ کو پالیا تو ایک ہاتھ ٹھوڑی پر رکھا اور دوسرا حسینؑ کے سر پر رکھا اور اپنا رخسار حسینؑ کے رخسار سے ملا کر فرمایا:

حسین منی و انا من حسین احب اللہ من احب حسینا، الحسین سبط من الاسباط ''حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں، اے خدا! جو حسینؑ سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر،

حسینؑ میرے کنبے کا ایک فرد ہے۔" [۲]

مؤلف کہتے ہیں :

"کتاب "النہایہ" میں ابن اثیر جزری نے اس حدیث کو سبط کے مادہ اور اصل میں نقل کرتے ہوئے سبط من الاسباط کے معنی کار خیر کرنے میں امتوں میں میری امت بیان کئے ہیں۔

مجمع البحرین میں مرحوم طریحی نے ایک اور معنی کا احتمال دیتے ہوئے فرمایا ہے: ممکن ہے، اس حدیث میں لفظ سبط سے مراد "قبیلہ ہو" یعنی میری اولاد حسینؑ سے چلے گی، کیونکہ سبط کے ایک معنی درخت کے ہیں جس کے ایک تنے سے بہت سی شاخیں نکلتی ہیں۔"

۲۔ امام حسینؑ کی محبت پر ایک بہترین حدیث

اہل سنت کے کچھ علما مثلاً علامہ گنجی نے کفایۃ الطالب میں، حاکم نیشاپوری نے معرفت الحدیث میں، محبّ الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں اور دمیری نے حیاۃ الحیوان میں یہ روایت مختلف اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے نقل کی ہے:

"رسولِ خداؐ اپنے فرزند حسینؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر اپنے سینے اور پیروں پر بیٹھاتے اور فرماتے تھے: حزقه حزقه ترق عین بقة ، اللهم انی احبه فاحبه واَحِبَّ من یُحِبُّهُ [۳] "اے چھوٹے پیروں والے آ؛ اے پشہ آنکھوں والے آ؛ اے اللہ! میں اسے چاہتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اس کے چاہنے والوں کو بھی دوست رکھ۔"

مؤلف کہتے ہیں:

"ابن اثیر جزری اپنی کتاب نہایۃ میں اس حدیث کو "حزق" کے مادہ واصل میں نقل کرتے ہیں: رسول اللہؐ حسنؑ وحسینؑ کو اپنے ہاتھوں پر اچھالتے ہوئے مندرجہ بالا جملے ارشاد فرماتے تھے، اور حسینؑ اپنے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے رسول اللہؐ کے سینہ مبارک تک آ جاتے۔

ابن اثیر مزید کہتے ہیں:

"حزقہ" ایسے ضعیف وناتوان شخص کو کہا جاتا ہے جو کمزوری اور ضعف کے سبب چھوٹے چھوٹے اور نزدیک نزدیک قدم رکھ کر چلتا ہے۔ خیال ہے! یہ چھوٹے قد والے آدمی کو کہا جاتا ہے جس کا پیٹ کچھ نکلا ہوا ہو۔ یاد رہے رسول اللہؐ یہ جملہ بچوں سے مذاح، پیار اور کھیل کی غرض سے کہا کرتے تھے اور عین بقہ چھوٹی آنکھوں کی جانب کنایہ واشارہ ہے۔ (ابن اثیر اتمام کلام)

اسی طرح بعض دوسرے ادیبوں سے نقل ہوا ہے (مچھر کی آنکھ) اس فرزند کے چھوٹے ہونے سے استعارہ ہے اس لئے کہ کوئی چیز بھی پشہ کی آنکھوں سے زیادہ چھوٹا نہیں ہوتی ہے۔"

۔حاج فرہاد مرزا کی کتاب "قمقام" میں لکھا ہے:

"رسول اللہؐ نے اس حدیث کے ذریعے کربلا کی خونچکاں اور پر درد داستان کی خبر دی ہے، کیونکہ دانشوروں کے تحقیقات کے مطابق، مچھر کی آنکھ کی بناوٹ چھوٹے ہونے کے باوجود ایک جالیدار شیشے کی طرح ہے اور مچھر ان جالیوں کے پیچھے سے دیکھتا ہے... گویا رسول اللہؐ اس پاک و مطہر بدن کو دیکھ رہے تھے جو وارد شدہ جراحات کی وجہ سے صاف وشفاف، جالی دار اور سوراخ سوراخ جسم کی صورت اختیار کر چکا تھا اور ان کو اس طرح تشبیہ فرما رہے تھے۔"

۳۔حضرت یوسفؑ سے امام حسینؑ کی شباہت

اہل سنت کے معروف عالم علامہ گنجی شافعی اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں ربیعہ سعدی سے مستند روایت نقل کرتے ہیں:

"جب لوگ اصحاب رسولؐ کی فضیلت اور ایک دوسرے پر برتری میں اختلاف ؎ کرنے لگے تو میں اپنے مرکب پر سوار ہو کر حذیفہ یمانیؓ سے مدینہ ملنے گیا حذیفہ نے مجھ سے فرمایا: کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے جواب دیا کوفہ کا باشندہ ہوں۔

حذیفہؓ نے فرمایا: اہل کوفہ خوش نصیب ہیں۔

میں نے کہا: اہل کوفہ میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اصحاب رسولؐ میں کون زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اور میں آپ سے اس بارے میں سوال کرنے آیا ہوں۔

حذیفہ نے کہا: تم درست آئے ہو، میں وہی کہوں گا جو میں نے دیکھا اور سنا ہے۔

پھر حذیفہ نے اپنی بات کو یوں آگے بڑھایا: ایک دن رسول خداؐ ہمارے پاس آئیں، چنانچہ گویا جس طرح تمہیں دیکھ رہا ہوں ان کو دیکھتا ہوں کہ حسینؑ بن علیؑ ان کے شانہ پر سوار تھے۔ اور گویا وہ منظر اب بھی میری نگاہوں میں ہے جب حضرتؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حسینؑ کے پیروں کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا اور فرماتے جا رہے تھے: ۵

"اے لوگو! مجھے معلوم ہے تم میرے بعد بزرگوں کے بارے میں اختلاف کرو گے، تو جان لو کہ! یہ حسین بن علیؑ جس کے نانا محمدؐ سید الانبیاء اور نانی خدیجہ بنت خویلد دنیا کی تمام عورتوں میں سب سے پہلے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائی، یہ حسینؑ بن علیؑ جو ماں باپ کے حوالے سے سب میں اونچا ہے باپ علی بن ابیطالبؑ جو رسول خداؐ کا بھائی، وزیر اور چچازاد ہے اور وہ ایمان لانے میں دنیا کے تمام مردوں پر سبقت رکھتا ہے اور ماں فاطمہؑ بنت محمدؐ جو عالمین کی عورتوں کی سیدہ ہے۔ یہ حسین

بن علیؑ ہے جو چچا اور پھوپھی کی جانب سے بے مثال ہے۔ان کے چچا جعفر بن ابو طالبؑ ہے جنت میں اپنے دو پروں کی وجہ سے مشہور ہے وہ جہاں چاہے پرواز کر سکتا ہے اور پھوپھی ام ہانی بنت ابو طالبؑ ہے یہ حسین بن علیؑ ہے جو ماموں اور خالہ کے حوالہ سے یگانۂ روزگار ہے،ان کا ماموں قاسم بن محمد ہے اور خالہ زینب بنت محمد ہے۔

پھر حسینؑ کو زمین پر اتارا جو ڈگمگاتے ہوئے چلنے لگے۔

پھر رسول خداؐ نے فرمایا:

اے لوگو! یہ حسینؑ بن علیؑ ہے جس کے جد وجدہ، ماں باپ، چچا اور پھوپھی، ماموں اور خالہ خود اور بھائی سب کے سب بہشت میں ہیں، سچ ہے کہ جو مقام حسین بن علیؑ کو دیا گیا وہ یوسف بن یعقوبؑ کے علاوہ کسی پیغمبر کی اولاد کو نصیب نہیں ہوا۔ [۷]

تین وضاحتیں

اول

علامہ گنجی شافعی حدیث نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"اس حدیث کی سند ایسی ہے کہ مختلف شہروں کے روحانی پیشوا، علماء منجملہ محمد بن جریر طبری اپنی کتاب میں اور امام اہل حدیث عراقی لوگوں کے محدث و مورخ ابن ثابت خطیب اپنی کتاب تاریخ میں اور اسی طرح محدث اہل شام راویوں کے شیخ و بزرگ ابن عساکر دمشقی نے اس حدیث کو اپنی تاریخ کے ایک سو پینتیسویں جزء میں مناقب حسین بن علیؑ کے باب میں ذکر کیا ہے۔"

دوم

اس حدیث کے راوی جنکا نام ربیعہ بن سعدی نقل ہوا۔وہ در حقیقت ربیعہ بن ناجز ازدی ہیں جو رجال اور تراجم کی کتابوں میں ربیعہ اسدی کوفی کے نام سے معروف ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسدی کو سعدی لکھ دیا گیا ہو۔یہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے اصحاب واعوان میں شامل تھے اور حضرتؑ کی رکاب میں لڑتے رہے اور انہوں نے یہ روایت علیؑ ہی سے نقل کی ہے۔

یہ بات بھی قرائن سے واضح ہوتی ہے کہ ربیعہ اسدی کا مدینہ جاکر حذیفہ بن یمان سے ملاقات کرنا تاکہ اختلاف کا حل تلاش کر سکیں۔خلفاء ثلاثہ میں سے عثمانؓ کے زمانے میں تھا کیونکہ اس زمانے میں لوگ اصحاب رسول اللہؐ کی برتری اور فضیلت میں اختلاف نظر رکھتے تھے،لیکن اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد خاندان پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کی تفضیل کے قائل تھے حذیفہ بن یمان بھی بزرگ اصحاب اور علیؑ کے خاص چاہنے والوں میں سے تھے جو اپنے

آخری ایام، خلافت عثمانؓ کے دور، میں کوفہ آ گئے تھے اور وہیں انتقال فرمایا۔
البتہ علیؑ کی خلافت کے تقریباً چالیس روز درک کئے جب تک امیر المؤمنینؑ مدینہ میں ہی تھے، لیکن اس سے پہلے کہ علیؑ کوفہ تشریف لائیں رحلت فرما گئے تھے، چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان نقل حدیث کے ذریعے حضرت علیؑ اور دیگر افراد خاندان من جملہ امام حسینؑ کی فضیلت بیان کرنا چاہتے تھے۔

سوم

امام حسینؑ کے بارے میں اس طرح کی احادیث اہل سنت کی دوسری کتابوں میں اختلاف اسناد کے ساتھ بیان ہوئی ہیں، لہٰذا تحقیقی جائزہ کیلئے ملحقات احقاق الحق: ج۱۱ص۲۷۲،۲۸۳ اور ہماری کتاب "زندگانی امام حسینؑ" کے حصہ دوم میں مفصل اہل سنت کی کتابوں سے نقل شدہ اسی مضمون کی احادیث دیکھی جا سکتی ہیں۔

۴۔ حضرت جابرؓ سے ایک روایت

اہل سنت کے دس سے زیادہ بزرگ علماء نے مختلف السند روایت حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کی ہے:
"میں نے پیغمبر اسلامؐ سے حسین بن علی علیہما السلام کے بارے میں سنا:

من احب ان ینظر الی سید شباب اهل الجنة فلینظر الی الحسینؑ بن علیؑ

"جو سردار جوانان اہل جنت کو دیکھنا چاہے وہ حسینؑ بن علیؑ کو دیکھ لے۔" ۷

مؤلف کہتے ہیں:

ہم نے کتاب زندگانی امام حسنؑ میں معروف حدیث **ان الحسنؑ والحسینؑ سید شباب اهل الجنة** کو اہل سنت کی کتب سے بطور تفصیل نقل کی ہے وہاں رجوع فرمائیں (ج۱،ص۹۶)۔

۵۔ ابوہریرہ سے ایک روایت

بعض سنی علماء مثلاً حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں، مناوی نے الکواکب الدریہ میں اور خوارزمی نے مقتل الحسینؑ میں اور اسی طرح دوسرے علمائے اہل سنت نے بھی مختلف اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت نقل کی ہے:

"حسینؑ کا بچپن تھا ایک روز وہ رسول اللہؐ کی آغوش میں آ بیٹھے، آپؐ نے اپنا دہانِ مبارک کھول دیا تو حسینؑ نے بھی اپنا دہان کھول کر سرکار دو جہاں کے منہ پر رکھ دیا، اس کیفیت کے بعد حضرتؐ نے فرمایا: اللهم انی احبه فاحبه واحب من یحبه "اے خدا! میں اسے چاہتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ اور اس کے چاہنے والوں کو بھی دوست رکھ۔" ۸

مؤلف کہتے ہیں:

"امام حسن علیہ السلام کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایت آپ کی زندگانی پر مشتمل کتاب حصہ دوم میں نقل کی گئی ہے۔

۶۔ رسول اللہؐ اپنی زبان اور انگشت مبارک چوسنے کیلئے دہانِ امام حسینؑ میں رکھ دیتے تھے

شیعہ اور بعض اہل سنت کی کتابوں میں آیا ہے کہ رسول اللہؐ مختلف مواقع پر "حسینؑ" کی بھوک اور پیاس مٹانے کیلئے کبھی اپنی زبان اور کبھی انگشت مبارک امام کے دہان پاک میں رکھتے اور امام حسینؑ چوس کر اپنا اشتہاء مٹاتے تھے، چنانچہ اس مضمون کی ایک روایت جواز طریق اہل سنت ہم تک پہنچی ہے کچھ اس طرح ہے:

اخطب خوارزم جابر بن عبداللہ سے نقل کرتے ہیں:

كنامع النبیّ معه الحسينؑ بن علیؑ فعطش ،فطلب له النبیّ ماء أ فلم يجده،فاعطاه لسانه فمصهحتی روی

"ہم ایک موقع پر رسول اللہؐ کے ہمراہ تھے، آپؐ کے ساتھ حسینؑ بھی تھے، میانِ راہ حسینؑ کو پیاس لگی تو حضورؐ نے پانی طلب کیا، لیکن وہاں آب میسر نہ ہوسکا، لیکن تب رسول اللہؐ نے اپنی لسانِ مبارک حسینؑ کے دہاں میں رکھ دی اور حسینؑ اسے چوستے رہے یہاں تک کہ خوب سیراب ہو گئے۔" ۹

اہل سنت سے ایک اور روایت مناقب شہر بن آشوب میں اس طرح نقل ہوئی ہے:

"جب امام حسینؑ متولد ہوئے تو فاطمہ زہراؑ کیلئے بیماری کے سبب انہیں دودھ پلانا مشکل تھا چنانچہ حسینؑ کیلئے دائی تلاش کی گئی لیکن کوئی مناسب خاتون نہ ملنے کے بعد رسول اللہؐ نے دستور دیا ہر روز بھوک کے وقت حسینؑ کو میرے پاس لایا جائے۔ آپؐ اپنا انگھوٹھا بچے کے منہ میں رکھ دیتے اور نومولود اسے چوستا، کیونکہ خداوند متعال نے امام حسینؑ کا رزق رسول اللہؐ کے ابہام (انگوٹھے) میں رکھا تھا۔"

جبکہ ایک روایت میں یہ وارد ہوا ہے جس طرح کبوتر اپنے منہ سے بچے کے منہ میں غذا منتقل کرتا ہے، اسی طرح حضورؐ بھی اپنے منہ سے حسینؑ کے منہ میں غذا منتقل کرتے تھے، تغذیہ کا یہ سلسلہ چالیس شب و روز جاری رہا یہاں تک کہ حسینؑ کا گوشت و پوست محکم ہونے لگا۔ ۱۰

لیکن یہ بات کہ امام حسینؑ نے کسی خاتون کا شیر نہیں پیا حتیٰ اپنی مادر گرامی جناب فاطمہؑ کا بھی دودھ نہیں پیا، بلکہ ہمیشہ رسول اللہؐ کی انگشتِ مبارک سے دودھ پیتے تھے۔ ۱۱ سید ہاشم معروف حسنی ۱۲ نے ان روایات کے سند و دلالت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس سے قطع نظر کے بعض ایسی روایات سے منافی بھی ہیں جن میں

صراحت سے آیا ہے حضرتؑ نے اپنی مادر نامدار یا ام الفضل یا ام ہانی سے دودھ پیا ہے، چنانچہ اس مضمون کی چند روایات باب اول میں بیان ہو چکی ہیں ۱۳ اور ام الفضل کی ایک روایت میں اس طرح بیان ہوا ہے: فولدت حسیناً فَاَعطَیتُهِ فَاَرضَعتُهُ حَتّٰی تَحَرَّکَ ۱۴

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ام الفضل کہتی ہیں:

"رسول خداؐ اس وقت داخل ہوئے جب میں حسین بن علیؑ کو اپنے بیٹے قُثم کے دودھ سے دودھ پلا رہی تھی پھر رسول خداؐ نے چاہا حسینؑ کو اپنے گود میں لے لیں، میں نے حسینؑ، حضرت کو دیا، اتنی دیر میں طفل نے حضرتؐ کے دامن پر پیشاب کیا، میں نے اپنے ہاتھوں کو بچے کی طرف اٹھایا۔ اسی دوران رسول اللہؐ نے فرمایا: میرے بیٹے کو ناراض نہ کرنا اور اُسے پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر آپؐ نے پاک کیا۔" ۱۵

ایک اور روایت میں جسے ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں نقل کیا ہے، اس طرح آیا ہے ام الفضل کہتی ہے:

رسول خداؐ نے فرمایا:

اے ام الفضل! جو حرکت تم نے میرے بیٹے سے کیا، اُس نے میرے دل کو ٹھیس لگائی۔ ۱۶

البتہ اب جو روایت نقل کر رہے ہیں وہ شاید گزشتہ تمام روایات کے بارے میں باصطلاح اہل فن وجہ جمع اور فیصلہ کن ثابت ہو سکے جسے شہر بن آشوب نے "برہ بنت امیر خزائی" نامی ایک خاتون سے نقل کی ہے:

"جن ایام میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بطن مبارک میں امام حسنؑ تھے، ایک دفعہ حضورؐ کا مدینہ سے دور کسی شہر کا سفر پیش آیا تو آپؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: مجھے جبرئیل امینؑ نے تمہارے یہاں متولد ہونے والی بچے کی خوشخبری سنائی ہے اگر یہ بچہ میری غیر موجودگی میں متولد ہو تو اسے دودھ نہ پلانا، یہاں تک کہ میں واپس لوٹ آؤں، برّہ بنت امیہ کہتی ہیں:

"میں ولادت امام حسنؑ کے تین روز بعد زہراؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی! اس بچے نے اب تک دودھ نہیں پیا، لائیے میں اسے دودھ پلا دوں، آپؑ نے منع فرمایا، لیکن مہر مادری نے مجبور کیا کہ دودھ پلا دیا جائے، اور جب حضورؐ سفر سے واپس تشریف آور ہوئے تو آپؐ نے پوچھا: فاطمہؑ بیٹی کیا کیا؟ آپؑ نے فرمایا: باباؐ مجھے ممتا نے رہنے نہ دیا، لہٰذا بچے کو دودھ پلا دیا ہی تو آپؐ نے فرمایا: ہاں شاید خدا کا یہی ارادہ تھا۔" ۱۷

بالکل اسی طرح جب امام حسینؑ بطن مادر میں تھے تو پیغمبر اسلامؐ نے ایک سفر پر روانہ ہونے سے قبل زہراؑ سے فرمایا:

"جبرئیل نے مجھے مژدہ دیا ہے تم بہت جلد ایک بابرکت بچے کی ماں بنوگی مگر دیکھو اسے ہرگز دودھ نہ دینا یہاں تک کہ میں لوٹ آؤں۔"

فاطمہؑ نے فرمایا: بابا! ایسا ہی ہوگا۔

چنانچہ امام حسینؑ کی ولادت کے موقع پر پیغمبر اسلامؐ مدینے میں تشریف فرما نہیں تھے مگر آتے ہی فرمایا: بیٹی فاطمہ! تم نے دودھ کے بارے میں کیا کیا؟

فاطمہؑ نے فرمایا: میں نے اپنے بچے کو دودھ نہیں پلایا۔ یہ سن کر حضور مقبولؐ نے امام حسینؑ اسے اتنی بے تابی سے چوسنا شروع کیا کہ حضرتؐ کو کہنا پڑا میری جان ذرا آرام سے! میری جان ذرا آرام سے!

پھر فرمایا:

"خدا نے وہی کیا جو اس کا ارادہ تھا کہ یہ (امامت) تجھے اور تیری نسل میں رہے۔"

اس مقام پر سیّد طباطبائی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے:

ذادُوا عَنِ الْماءِ ظَمآناً مراضعه ُ	مِنْ جَدّه الْمُصْطَفیٰ السّاقی اَصابِعُه
یُعْطیه اِبهامَه آناً و آونَةً	لِسانَه فَاسْتَوَتْ مِنْهُ طَبائِعُه
غَرْسٌ سَقاهُ رَسُولُ اللّهِ مِنْ یَدِه	وَطابَ مِنْ بَعْدِ طیبِ الْاَصْلِ فارِعُه

"رسول اللہؐ کی انگشت سے نکلنے والا دودھ حسینؑ کی بھوک مٹاتا تھا، کبھی زبان سے اور کبھی انگوٹھے سے وہ دودھ نہیں، بلکہ صفات رسول اللہؐ منتقل ہو رہے تھے، رسول اللہؐ کا لگایا ہوا پودا جسے خود آپؐ نے پانی دیا وہ اپنی شاخوں (آئمہؑ) کے ساتھ پھل پھول رہا ہے۔"

۷۔ امام حسینؑ کی نسبت پیغمبر اسلامؐ کا اظہار محبت

اہل سنت کے مشہور عالم دین ترمذی نے اپنی صحیح ترمذی میں ابن عباسؓ سے یوں روایت کی ہے:

"پیغمبر اسلامؐ نے امام حسینؑ کو اپنے شانوں پر بٹھا رکھا تھا کہ راستے میں امام حسینؑ سے ایک شخص نے کہا: نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ یا غُلامُ! "اے بچے کیا خوب سواری ہے؟" تو فوراً رسول اللہؐ نے فرمایا: وَنِعْمَ الرّاکِبُ هُوَ یہ کہو کہ کیا خوب سوار ہے۔[۱۸]

مکاشفۃ القلوب میں جناب ابو حامد غزالی اور کئی دوسرے علماء نے بھی عبداللہ بن شداد سے نقل کیا ہے:

"ایک دفعہ جب رسول اللہؐ نماز جماعت کی اقتداء و امامت فرما رہے تھے، اسی اثناء میں امام حسینؑ تشریف لائے اور سجدے کی حالت موجود پیغمبرؐ کی گردن پر بیٹھ گئے، حضرتؐ نے سجدے کو اتنا طول دیا کہ لوگ گمان کرنے لگے کہ شاید کوئی بات ہوگئی ہے، چنانچہ جب امام حسینؑ اترے تو نماز تمام ہونے پر عرض کیا گیا:

یارسول اللہؐ آپؐ نے اتنا طولانی سجدہ لیا کہ ہم سوچ رہے تھے کہ شاید کوئی بات ہوگئی ہے، تو حضورؐ نے فرمایا: میرا بیٹا سوار تھا اور مجھے پسند نہیں تھا کہ اسے خود اتار دوں، چنانچہ میں نے اسے اس کے مزاج پر چھوڑ دیا کہ جو چاہے کرے۔'' ۱۹

المعجم الکبیر میں طبرانی اسی طرح کئی اور علماء نے بھی یزید بن ابی زیاد سے روایت کی ہے:

''رسول اللہؐ حضرت عائشہؓ کی گھر سے تشریف لا رہے تھے کہ آپؐ کا گزر فاطمہؑ کے گھر سے ہوا، جہاں سے امام حسینؑ کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ آپؐ فوراً گھر میں تشریف لائے اور فاطمہؑ سے فرمایا:

اَلَمْ تَعْلَمِی اَنَّ بُکَائَهُ یُؤْذِینِی ''کیا تمہیں نہیں معلوم اس کا رونا مجھے اذیت پہنچاتا ہے؟ ۲۰

ذخائر العقبیٰ میں جناب محب الدین طبریؒ نے یعلی بن مرہ سے نقل کیا ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ اَخَذَ الْحُسَیْنَ وَقَنَّعَ رَاْسَهُ وَوَضَعَ فَاهُ عَلٰی فِیهِ فَقَبَّلَه ''بے تحقیق رسول اللہؐ نے حسینؑ کو اپنی گود میں اس طرح لٹایا ہوا تھا، بچے کا سر حضورؐ کے ہاتھ پر تھا اور آپؐ اپنے لب حسینؑ کے لبوں پر رکھ کر پیار کر رہے تھے۔'' ۲۱

مودۃ القربیٰ میں ابن شہاب ہمدانی نے خود امام حسینؑ سے روایت نقل کی ہے: رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا:

یَا بُنَیَّ اِنَّکَ لَکَبِدِی، طُوبٰی لِمَنْ اَحَبَّکَ وَاَحَبَّ ذُرِّیَّتَکَ، فَالْوَیْلُ لِقَاتِلِکَ ''اے حسینؑ! تو میرا جگر ہے، چنانچہ وہ خوش قسمت ہے جو تجھ سے اور تیری اولاد سے محبت کرے اور وائے ہو تجھے مارنے والے پر'' ۲۲

ابن صباغ مالکی نے اپنی کتاب فصول المهمة میں سند کے ساتھ ام سلمہؓ سے روایت کی ہے:

''جبرئیل امینؑ رسول اللہؐ کی خدمت میں تشریف فرما تھے اور اس وقت حسینؑ میرے پاس تھے کہ اچانک حسینؑ حضورؐ کے نزدیک چلے گئے تو آپؐ نے انہیں اپنے زانو پر بٹھالیا یہ دیکھ کر جبرئیلؑ نے فرمایا: اَتُحِبُّهُ یَا مُحَمَّدُ: اے محمدؐ کیا آپؐ اس بچے کو چاہتے ہیں؟

حضرتؐ نے فرمایا: بالکل ایسا ہی ہے یہ مجھے بہت عزیز ہے۔

جبرئیلؑ نے مزید فرمایا:

اَمَا اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُهُ، وَاِنْ شِئْتَ اَرَیْتُکَ تُرْبَةَ الْاَرْضِ الَّتِی یُقْتَلُ فِیهَا ''لیکن آپؐ کی امت اسے مار دے گی اور اگر آپؐ چاہیں تو میں وہ زمین دکھاؤں جہاں یہ بچہ مارا جائے گا''

پھر جبرئیل نے اپنے پر کھول کر حضرتؐ کو سرزمین کربلا دکھائی۔'' ۲۳

معجم الکبیر میں طبرانی نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے:

''حضورؐ نے مجھ سے فرمایا:
اے ام سلمہ! میرے حجرے کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور کسی کو اندر آنے نہ دینا۔
ام سلمہؓ کہتی ہے:
چنانچہ میں وہاں بیٹھی تھی کہ اچانک حسینؑ آئے اور میری طرف بڑھتے بڑھتے وہ حجرے میں رسول اللہؐ تک جا پہنچے، میں نے عرض کی! یا رسول اللہؐ میں آپؐ پر قربان معذرت چاہتی ہوں کہ دستور پر اطاعت نہ کر سکی میں حسینؑ کو روک لیتی، لیکن وہ دیکھتے ہی دیکھتے آپؐ تک پہنچ گئے۔
حضرتؐ نے فرمایا: کوئی بات نہیں۔
پھر کچھ مدت بعد مجھے محسوس ہوا کہ کافی دیر سے حسینؑ حضرتؐ کے پاس ہیں، چنانچہ جا کر دیکھا کہ حسینؑ حضرتؐ سینے پر سو رہے ہیں اور حضرتؐ کے دست مبارک میں کوئی چیز ہی جسے دیکھ دیکھ کر آپؐ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں نے گریہ کا سبب پوچھا تو آپؐ فرمایا:
نَعَمْ اَتَانِی جِبْرَئِیلُ فَاَخْبَرَنِی اَنَّ اُمَّتِی یَقْتُلُوْنَه ، وَاَتَانِی بِالتُّربةِ الَّتِی یُقْتَلُ عَلَیْها، فَهِیَ الَّتِی اُقَلِّبُ بِکَفِّی
جبرئیل خبر دینے آئے تھے کہ میری امت حسینؑ کو مار دے گی اور انہوں نے یہ خاک مجھے دی ہے کہ حسینؑ اس خاک پر مارا جائے گا۔'' [۲۴]
ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تہذیب میں اعمش سے اور وہ ام سلمہؓ سے یوں روایت کرتے ہیں:
''رسول اللہؐ میرے گھر تشریف فرما تھے اور حسنؑ و حسینؑ آپؐ کے سامنے کھیل رہے تھے کہ اسی ہنگام جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور فرمایا:
اِنَّ اُمَّتَکَ تَقْتُلُ ابنک هذا مِنْ بَعْدِک ،وَاَوْمَأَ بیدِهِ الی الحسین ''آپؐ کے بعد آپؐ کی امت اس فرزند کو قتل کر دے گی۔'' [۲۵]
حضرتؐ نے جب یہ خبر سنی تو امام حسینؑ کو سینے سے لگا کر بہت گریہ کیا۔
ام سلمہؓ مزید نقل کرتی ہیں:
آپؐ نے ایک مٹھی خاک کربلا مجھے دیتے ہوئے اسے سونگھا اور فرمایا:
ویح کرب وبلاء ہائے! اندوہ وبلا سے۔
ام سلمہؓ فرماتی ہیں اس وقت حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:
یا اُمَّ سَلَمَةَ اِذا تَحَوَّلت هذه التُّرْبَةُ دَماً فاعْلَمی اَنَّ اَبنی قَد قُتِلَ ''اے ام سلمہ! جب یہ خاک خون میں تبدیل ہو جائے تو جان لینا کہ میرا حسینؑ مارا گیا۔''
راوی کہتا ہے، ام سلمہؓ نے اس خاک کو شیشے کی ایک طرف میں رکھ دیا تھا لیکن ہر روز اسے دیکھ کر فرماتی

تھیں اے خاک، وہ کیسا دن ہوگا جب تو خون میں تبدیل ہو جائے گی۔" ۲۶؎

مقتل خوارزمی میں ایک ایسی روایت ہے جس سے قاتل امام حسینؑ کی پستی وذلالت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے بیٹے یزید کو وصیت کرتے ہوئے کہا:

"مجھے ابن عباسؓ نے حدیث سنائی ہے کہ رسول اللہؐ کی رحلت کے وقت میں آپؐ کے بستر کے نزدیک تھا اور اس حالت آخر میں بھی پیغمبرؐ نے حسینؑ کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے :

هذا مِنْ اَطائبِ اُرومَتي و اَبْرار عِتْرَتي و خِيارُ ذُرّيتي، لا بارَكَ اللّهُ فيمن لَمْ يَحْفَظْهُ مِنْ بَعْدي

"یہ میری نسل کے طیبین وطاہرین اور میرے خاندان کے نیک وصالح فرزندوں میں سے ہے خدا اس کی زندگی کو برباد کرے جو میری وجہ سے بھی اس کی حرمت کا لحاظ نہ رکھے۔"

اس کے بعد کچھ دیر نیند کی سی کیفیت رہی اور دوبارہ فرمایا:

يا حُسَيْنُ اِنَّ لي وَلِقاتِلِكَ يَوْمَ الْقِيامَة مَقاماً بَيْنَ يَدَيْ رَبّي وخُصومَةً، وقَدْ طابَتْ نَفْسي اِذْ جَعَلَنِيَ اللّهُ خَصْماً لِمَنْ قاتَلَكَ يَوْمَ القِيامة "اے حسینؑ! روز قیامت میں تیرے قاتل کے سامنے خصمانہ انداز میں کھڑا ہوں گا اور میں خوشحال ہوں کہ قیامت میں خدا مجھے تیرے قاتل کا دشمن قرار دے۔"

اس کے بعد معاویہ نے یزید سے کہا:

اب وہ حدیث جو خود میں نے رسول اللہؐ سے سنی ہے تیرے گوشگذار کر رہا ہوں، آپؐ نے فرمایا:

اَتاني يَوماً حَبيبي جَبْرَئيلُ فَقالَ. يا مُحَمَّدُ اِنَّ اُمَّتَكَ تَقْتُلُ ابْنَكَ حُسَيْناً وَقاتِلُهُ لَعينُ هذه الْاُمَّةِ، وَ لَقَدْ لَعَنَ النَّبِيُّ قاتِلَ حُسَيْنٍ مِراراً "ایک روز میرے دوست وحبیب جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: آپؐ کی یہ امت آپؐ کے فرزند حسینؑ کو مار دے گی لہٰذا اسکا قاتل ملعون امت ہے۔" ۲۷؎

مؤلف کہتے ہیں:

"خیال ہے، ابن عباسؓ کی روایت کے بعد معاویہ کی روایت بنوامیہ کے ہمدردوں نے اپنی جانب سے اضافہ کی ہے، تاکہ اس جرم وخیانت کا بوجھ امیر شام سے اتار کر یزید کے کاندھوں پر ڈال دیا جائے۔"

۸۔ امام حسینؑ اور ان کے محبّ جنتی ہیں

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی امالی میں جناب حذیفہ یمان سے مستند روایت نقل کرتے ہیں:

"میں نے خود دیکھا حضرت رسول اللہ حسین بن علیؑ کا ہاتھ تھامے ہوئے یوں فرما رہے تھے:

يا اَيُّها النّاسُ هذا الْحُسَيْنُ بنُ عَليٍّ فاعْرِفوهُ، فوالّذي نَفْسي بِيَدِهِ اِنَّه لَفِي الْجنَّةِ ومُحِبّيهِ في الجنَّة

، ومُجتبی مُجلّیہ فِی الجنۃ ''اے لوگو! اسے پہچان لو یہ حسین بن علیؑ ہے، مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک یہ جنت میں ہے اور اس کا چاہنے والا بھی جنت میں ہے اور اس کے محبوں کے محب بھی جنت میں ہیں۔'' ۲۸

۹۔ ایک قابل توجہ حدیث

جناب ابن شہر آشوب نے اپنی مناقب میں ابن حماد سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے:

''پیغمبرؐ حسنؑ و حسینؑ کو شانوں پر بٹھانے کیلئے زمین پر بیٹھ گئے اور انہیں اس طرح بٹھایا کہ دونوں کا ایک پیر حضرتؐ کے سینے پر اور دوسرا (کمر) پشت پر تھا پھر فرمایا:

نِعْمَ الْجملُ جَملُکُما ! ''تم دونوں کا کیا خوب (مرکب) اونٹ ہے۔'' ۲۹

مفصل حدیث اس طرح سے ہے:

اِنَّ النَّبِیَّ بَرَکَ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ فَحَمَلَھُما وَخالَفَ بَیْنَ اَیْدِیھِما وَ اَرْجُلِھِما وَقالَ نِعْمَ الْجملُ جَملُکُما

مرحوم علامہ مجلسیؒ جملے و خالف بین ایدیھما و ارجلھما کا تجزیہ تین معنی میں کرتے ہیں:

۱۔ اس طرح بٹھایا ہو گا کہ دونوں کا رخ ایک دوسرے کا مقابل تھا۔

۲۔ دونوں کی پشت ایک دوسرے کے مقابل تھی۔

۳۔ ایک کی پشت اور دوسرے کا چہرہ حضرتؐ کی جانب تھی۔

ممکن ہے چوتھا معنی اس طرح ہو ایک فرزند کو دائیں کاندھے پر سامنے کی جانب اور دوسرے بیٹے کو بائیں کاندھے پر پشت کی سمت بٹھا رکھا تھا۔ بہر حال رسول اللہؐ کے اس قول و فعل سے ایک مشترکہ امر سمجھ میں آتا ہے وہ پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس درجہ ان دونوں بچوں کو عزیز رکھتے تھے اور ان سے پیار و محبت کا انتہائی اظہار فرماتے تھے۔

۱۰۔ یہ بھی ایک اور دلچسپ روایت

ابن شہر آشوب نے حسن بصری اور ام سلمہؓ سے روایت کی ہے:

''ایک روز جبرئیل امینؑ رسول اللہؐ کی خدمت میں مشرف تھے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ حضرت کے قریب تشریف لائے، لیکن جبرئیل امینؑ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے انہیں ''دحیہ کلبی'' ۳۰ سے تشبیہ دینے لگے اس وقت جبرئیلؑ نے اپنا ہاتھ اس طرح بڑھایا گویا کوئی شے ہاتھ میں لے رہے ہیں

---

۳۰ دحیہ بن خلیفہ کلبی رسول خداؐ کے صحابہ میں سے تھے جو خوبصورتی میں ضرب المثل تھے اور ارباب تراجم جیسے ابن اثیر اسد الغابہ اور ابن حجر الاصابہ میں لکھتے ہیں کبھی جبرئیل دحیہ بن خلیفہ کلبی کی صورت میں رسول خداؐ کے سامنے حاضر ہوتے

کہ اچانک سیب انار اور بہ ظاہر ہوئے اور انہیں دونوں کو بطور ہدیہ پیش کیا، دونوں بچے پھلوں کو لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے۔

آپؐ نے تینوں پھلوں کو سونگھ کر فرمایا: انھیں اپنے بابا اور مادر گرامی کے پاس لے جاؤ۔

بچے ناناؐ کے دستور پر عمل کرتے ہوئے انہیں حضرت فاطمہؑ اور امام علیؑ کی خدمت میں لے گئے، لیکن حضرتؐ کے انتظار میں انہیں استعمال نہ کیا گیا، جب حضرتؐ تشریف لائے تو سب نے مل کر انہیں تناول کیا، لیکن تعجب یہ تھا کہ انہیں جتنا کھایا جاتا وہ کم نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی رحلت تک وہ کئی بار استعمال پر ختم نہ ہوئے، چنانچہ امام حسینؑ فرماتے ہیں:

وہ اپنی اصلی حالت میں باقی تھے مگر جب ہماری مادر گرامی کی شہادت ہوئی تو ان میں سے انار مفقود ہو گیا پھر سیب اور بہ موجود تھے اور اسی طرح جب ہمارے بابا کی شہادت ہوئی تو کیا دیکھا کہ بہ بھی مفقود ہے اور بالآخرہ ایک وقت اس خاندان پر ایسا آیا کہ کربلا میں دشمن نے میرا محاصرہ کر کے پانی بند کر دیا، چنانچہ مجھے جب بھی پیاس لگتی اس سیب کو سونگھ لیتا تو میری تشنگی خاموش ہو جاتی تھی لیکن وقت ایسا بھی آیا کہ شدتِ پیاس نے مجھے مار ڈالا تب اس سیب کو کھاتے ہوئے گویا اپنی موت کو دیکھ رہا تھا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ واقعہ بابا نے مجھے اپنی شہادت سے ایک ساعت قبل سنایا اور جب میرے بابا شہید ہوئے تو اس نشیب (قتل گاہ) سے اس سیب کی خوشبو آ رہی تھی، میں نے بہت تلاش کیا، لیکن مجھے سیب نظر نہ آیا اور جب قبر مبارک کی زیارت کی تو وہی خوشبو قبر سے آ رہی تھی، چنانچہ ہمارے مخصوص شیعہ جب بھی میرے بابا امام حسینؑ کی زیارت کا شرف ہو تو وقت سحر اس سیب کی خوشبو سونگھیں گے۔"

[۳۱]

تھے رسول خداؐ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جبرئیل دحیہ کلبی کی صورت میں میرے پاس آیا۔

حواشی وحوالہ جات

۱ [ان بزرگ علمائے اہل سنت کے نام اور ان کی کتابوں سے مزید آ گاہی کیلئے ملحقات احقاق الحق ج ۱۱ص ۲۶۵، ۲۷۹ پر رجوع فرمائیں]

۲ [الادب المفرد ص ۱۰۰ طبع قاہرہ، مسند احمد بن حنبل ج ۴ص ۱۷۲، سنن بن ماجہ ج ۱ص ۴۶، صحیح ترمذی ج ۱۳ص ۱۹۵، فائق زمخشری ج ۲ص ۱۸ اور دیگر کتاب]

۳ [ملحقات احقاق الحق، ج ۱۱ص ۲۹۳ کہ جس میں مذکورہ کتابوں اور کچھ دیگر کتابوں سے نقل ہوا ہے، نہایۃ ابن اثیر ج ۱ص ۲۲۳]

۴ [روایت کے اختتام پر مؤلف نے توضیح دی ہے کہ شواہد وقرائن سے استفادہ ہوتا ہے کہ یہ اختلاف نظر خلفائے ثلاثہ کے زمانہ سے مربوط ہے]

۵ [" اَيُّهَا النَّاسُ لَأَعْرِفَنَّ ما اخْتَلَفْتُم فيهِ مِنَ الْخَيار بَعْدی، هذاالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ خَيْرُ النَّاسِ جَدّاً وجدّةًجَدُّهُ مَحَمّدٌ رسوُلُ اللّهِ سَيِّدُ النَّبِيِّين ، وَجَدَّتُهُ خَديجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ سابِقَةُ نِساءِ الْعالَمينَ اِلَى الْايمانِ باللّه وَرسوُلِه هذاالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍ خَيْرُ النّاسِ أباً وَخيْرُالنّاسِ اُمًّا ، اَبوُهُ عَلِيُّ بْنُ اَبيطالِبٍ اَخوُ رَسولِ اللّه وَوزيرُهُ وَابْنُ عَمِّه وَسابِقُ رِجالِ الْعالَمينَ اِلَى الْايمانِ باللّهِ وَ رَسولِه وَاُمُّهُ فاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَيِّدَةُ نِساءِ الْعالَمينَ هذَالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ خَيْرُ النّاسِ عَمّاً وَخَيْرُ النّاسِ عَمَّةً ، عَمُّهُ جَعْفَرُ بْنُ ابيطالِبٍ الْمُزَيَّنُ بِالْجَناحَيْنِ يَطيرُ بِهِما فِی الْجَنّة حَيْثُ يَشاءُ ، وَعَمَّتُهُ اُمُّ هانی بِنْتُ اَبی طالِبٍ ، هذا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ خَيْرُ النّاس خالاً وخالَةً خالُهُ الْقاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ رسوُلِ اللّه ، وخالَتُهُ زَيْنَبُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ . ثُمَّ وَضَعَهُ عَنْ عاتِقِهِ فدرج بَيْنَ يَدَيْهِ وحَبَا .ثُمّ قالَ :اَيُّها النّاسُ هذا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ جَدُّهُ وَجَدَّتُهُ فِی الْجَنَّةِ ، وَاَبوُهُ وَاُمُّهُ فِی الْجَنَّةِ وعَمُّهُ وَعَمَّتُهُ فِی الْجَنّةِ ، وَخالُهُ وخالَتُهُ فِی الْجَنَّةِ ، وَهُوَ وَ أَخوُهُ فِی الْجَنَّةِ ، اِنَّهُ لَمْ يُؤْتَ اَحَدُ مِنْ ذُرِّيَةِ النَّبِيِّينَ ما اُوتِیَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ما خَلا يوُسُف بْنَ يَعْقُوبَ " . کفایۃ الطالب، ص ۲۷۲]

۶ [معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ بھی امام حسینؑ کی مانند عالی المنصب ہونے کے سبب اور ایسے ہی (جد وجدہ، ماموں، خالہ، ماں باپ ...) رشتوں کی وجہ سے زیادہ محترم تھے۔]

۷ [ملحقات احقاق الحق، ج ۱۱، ص ۳۵۹، ۲۹۱]

۸ مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۱۷۸، مقتل الحسین خوارزمی، ص ۱۴۹، اسعاف الراغبین در حاشیہ نو الابصار، ص ۲۰۶، ودیگر کتب جو ملحقات احقاق الحق ج ۱۱ ص ۲۹۶۔۲۹۷ میں مذکور ہے]

۹ [منقول از مقتل الحسین، اخطب خوارزم، ص ۱۵۲]

۱۰ [مناقب، ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۵۰]

۱۱ [جیسے روایت ۱۴، ج ۴۴، بحار، ص ۱۹۸، اور روایت ۲۰، از ج ۴۳ بحار، ص ۲۴۵]

۱۲ [الائمۃ الاثنی عشر، ج ۲، ص ۱۰]

۱۳؎ [فصل اول، ص۳]

۱۴؎ [طبقات، ابن سعد، ج۸، ص۲۷۸]

۱۵؎ [" دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ وَ اَنَا اُرْضِعُ الْحُسَيْنَ بْنُ عَلِيٍّ بَلَبَنِ ابْنٍ كانَ لى يُقالُ لَهُ قُثَم ، فَتَناوَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ وَنَا وَلْتُهُ اِيّاهُ فَبالَ عليْهِ فاهْوَيْتُ بِيَدى اِلَيْهِ ، فَقالَ : لا تزرمى ابْنى ، وَرَشَّهُ بِالْماءِ .... " مقتل الحسین، ص۱۴۴]

۱۶؎ [" يا اُمَّ الْفَضْلِ لَقَدْ اَوْجَعَ قَلْبى ما فَعَلْتِ بِه " تذکرۃ الخواص، ص۲۴۳]

۱۷؎ ["لَمّاحملت فاطمَةُ بالْحَسَن خرَجَ النَّبيُّ فِي بَعْضِ وُجوُهِهِ فَقالَ لَها : اِنَّكِ سَتَلِدينَ غُلاماً قَدْ هَنَّانى بِه جَبْرَئيلُ ، فَلا تُرْضِعيه حتّى اصيرَ اِلَيْكِ ، قالَتْ : فَدَخلْتُ عَلى فاطمَةَحينَ وَلَدَتِ الْحَسَنَ وَلَهُ ثَلاثٌ ما ارْضعَتْهُ فَقُلْتُ لَها اَعْطينيه حَتّى اُرْضِعَهُ ، فقالَتْ : كَلّا ثُمّ ادْرَكَتْها رِقَّةُ الاُمُّهاتِ فَارْضَعَتْهُ فلَمّا جاء النَّبيُّ قالَ لَها : ماذا صَنعْتِ ؟ قالَتْ : اَدْرَكَتْنى عَلَيْهِ رِقَّةُ الْاُمَّهات فأَرْضَعْتُهُ فَقالَ اَبَى اللّٰهُ عزَّوَجَلَّ اِلّا ما اَرادَ .

فَلَمّا حَمَلَتْ بِالْحُسَيْنِ قالَ لَها يا فاطِمَةُ اِنَّكِ سَتَلِدينَ غُلاماً قَدْ هَنَّانى به جَبْرَئيلُ فَلا تُرْضِعيهِ حَتّى اَجيءَ اِلَيْكَ وَلَوْ اَقَمْتُ شهْراً ، قالَتْ : اَفْعَلُ ذٰلكَ ، وَخرَجَ رَسُولُ في بعْضِ وُجوُهِه ، فَوَلَدَتْ فاطِمَةُ الْحُسَيْنَ عليه السلام فَما اَرْضَعَتْهُ حَتّى جاء رسولُ اللّٰهِ فَقالَ لَها : ماذا صَنَعْتِ ؟ قالَتْ : ما اَرْضَعْتُه ، فَأَخَذَهُ فَجَعَلَ لِسانَه فى فَمِه فَجَعل الْحُسَيْنُ يَمُصُّ حَتّى قالَ النَّبيُّ ايهاً حُسَيْنُ اَيهاً حُسَيْنُ ثُمَّ قالَ : اَبَى اللّٰهُ اِلّا ما يُريدُ ، هِيَ فيكَ وفي وُلْدِكَ يَعني الْإمامَةَ . " مناقب ابن شہرآشوب، ج۳، ص۲۵۴]

۱۸؎ [صحیح ترمذی، ج۱۳، ص۱۹۸]

۱۹؎ [" بَيْنَما رسولُ الله يُصَلّي بِالنّاسِ اذا جائهُ الْحُسَيْنُ فَرَكِبَ عُنُقَهُ وَهُو ساجِدٌ فاطالَ السُّجوُدَ بالنّاسِ حَتّى ظَنّوا اَنَّه قَدْ حَدَثَ اَمْرٌ ، فَلَمّا قَضى صَلاتَه قالوا قَدْ اَطَلْتَ السُّجودَ يا رسول الله حتّى ظَنَنّا انّه قد حَدثَ اَمْرٌ ؟ فَقالَ : اِنّ ابنى قد ارْتَحلَني ، فَكَرِهْتُ اَنْ اُعَجِّلَهُ حَتّى يَقْضى حاجته " ملحقات احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۰۶]

۲۰؎ اور ۲۱؎ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۱۱و۳۱۴، ۳۱۶]

۲۲؎ [ملحقات حقاق الحق، ج۱۱، ص۳۱۶]

۲۳؎ [فصول المهمة، ص۱۵۴۔ مختصر اختلاف کے ساتھ ام سلمہؓ سے اس طرح کی بہت سی روایات علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں ہے۔ (ملحقات احقاق، ج۱۱، ص۳۳۹، ۳۶۲)]

۲۴؎ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۳۹]

۲۵؎ [کفایت الطالب میں حافظ گنجی نے اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن اس میں: " و ناوله كفاً من التراب " (یعنی جبرئیل نے اس جگہ سے ایک مٹھی خاک رسول اللہ کو دی) کا جملہ بھی موجود ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ جملہ بھلا دیا گیا ہے]

۲۶ [تہذیب التہذیب ، ج۲، ص۳۴۷]

۲۷ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۶۶]

۲۸ [بحارالانوار، ج۴۳، ص۲۶۲]

۲۹ [مناقب، ج۳، ص۳۸۷]

۳۱ [مناقب ابن شہرآشوب، ج۳، ص۳۹۱، ۳۹۲]

تیسرا باب

رحلتِ رسول اللہؐ سے شہادتِ امیر المؤمنینؑ تک

زندگانی امام حسن علیہ السلام میں بھی ذکر ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کیلئے سب سے زیادہ شیریں ایام وہ مختصر شب و روز تھے جس میں آپ کے نانا رسول اللہؐ کی مہر و محبت کا سایہ سر پر تھا، لیکن افسوس رحلت رسول اللہؐ اس خاندان کیلئے تسلی و تشفی کے بجائے مصیبت و مظلومیت کا آغاز بن کر سامنے آئی، چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر روز ایک نئی مصیبت لے کر طلوع ہوتا تھا یہاں تک کہ ظلم و تعدی کے ایام کربلا کی سرزمین پر منتہی ہوئے۔

پیغمبر اسلامؐ کی رحلت یوں تو تمام مسلمانوں کیلئے ناگوار حادثہ تھی، لیکن ان کے خاندان مطہر خاص طور پر امام حسینؑ کیلئے یہ واقعہ ناقابل برداشت تھا۔ اسی حادثہ سے منافقوں کو جرأت ہوئی کہ خاندان رسالتؐ کو مختلف راستوں سے، ظلم و تعدی غلط بیانی و فریب دہی کے ذریعے، امت کی رہبری سے دور رکھیں اور اس طرح اپنا دیرینہ مقصد پا سکیں۔ بہرحال پیغمبرؐ کے اس پاک طینت اور عظیم المرتبت فرزند کی روح مسلسل مصائب و آلام کی وجہ سے متاثر ہوتی رہی اور حضرت حسینؑ بن علیؑ اس غیر معمولی استعداد اور فہم و ذکا کے باوجود روز بروز ان رنج و آلام سے روحانی طور پر مجروح ہوتے چلے گئے۔

وقت رحلت حسنین علیہما السلام کی سفارش

شیخ صدوقؒ اپنی امالی میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مستند حدیث نقل کرتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ کی رحلت سے تین روز قبل آپؐ کو حضرت علیؑ سے گفتگو کرتے سنا:

سَلَامُ اللّٰہِ عَلَیْکَ اَبَا الرَّیْحَانَتَیْنِ، اُوصِیکَ بِرَیْحَانَتَیَّ مِنَ الدُّنْیَا، فَعَنْ قَلِیلٍ یَنْهَدُّ رُکْنَاکَ وَاللّٰہُ خَلِیفَتِی عَلَیْکَ "درود و سلام ہو تم پر اے میرے دو ریحانوں (خشبو اور پھول) کے والد گرامی! میں تمہیں اپنے ان دنیاوی دو پھلوں کی سفارش کرتا ہوں (اے علیؑ!) بہت جلد تمہاری زندگی کے دو ستون منہدم ہو جائیں گے اور میرا اللہ ہی تمہارا محافظ ہے۔"

اس حدیث کا ادامہ یوں ہے:

فَلَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰہِ قَالَ عَلِیٌّ: هٰذَا اَحَدُ رُکْنَیَّ الَّذِی قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ، فَلَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ قَالَ

عَلِیٌّ هذا الثّانی الّذی قالَ لی رَسُولُ اللّهِ

"جب رسول اللہؐ نے رحلت فرمائی تو مولائے کائناتؑ نے فرمایا:

"یہ میری زندگی کے ان دوستونوں میں سے ایک تھا جو ٹوٹ گیا اور جب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شہادت ہوئی تو فرمایا: یہ وہ دوسرا استون تھا جس کی جدائی کی خبر پیغمبرؐ نے مجھے سنادی تھی۔" ۲

ہم نے زندگانی امام حسنؑ باب سوم میں اس روایت کو اہل سنت کی کتابوں سے بروایت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نقل کیا ہے۔ ۳ اسی طرح زندگانی امام حسنؑ کے باب سوم میں رسول اللہ کی وہ روایات بھی جس میں دونوں شہزادوں سے آپؐ نے اظہار محبت فرمایا ہے، ابن عباسؓ سے نقل کی ہیں، جس میں امام حسینؑ کا بستر رسول اللہؐ کے نزدیک جانا اور حضرتؐ کا انہیں اپنے سینے سے لگا کر سخن فرمانا بیان ہوا ہے۔

اس کے علاوہ مقتل الحسینؑ خوارزمی سے روایت نقل ہوئی ہے:

"رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت حسنینؑ حضرتؐ کے نزدیک تشریف لائے اور حسنینؑ نے خود کو حضرتؐ کے سینے سے لگایا اور رونے لگے۔ حضرت علیؑ نے چاہا کہ بچوں کو جدا کر دیں، لیکن رسول اللہؐ نے فرمایا:

دَعْهُما یَتَمَتَّعانِ مِنّی وَ اَتَمَتَّعُ مِنهُما فَسَتُصیبُهُما بَعْدی اُثْرَةٌ... "اے علی! انہیں چھوڑ دو تا کہ یہ مجھ سے اور میں ان سے سکون پاسکوں اس لئے کہ یہ میرے بعد ناگوار حالات میں مبتلا ہوں گے۔"

پھر آپؐ نے عیادت کیلئے آنے والے اصحاب سے فرمایا:

قَدْ خَلَّفْتُ فیكُمْ كِتابَ اللّهِ وَ عِتْرَتی اَهْلِ بَیْتی، فَالْمُضَیِّعُ لِكِتابِ اللّهِ كَالْمُضَیِّعِ لِسُنَّتی، وَالْمُضَیِّعُ لِسُنَّتی كَالْمُضَیِّعِ لِعِتْرَتی، اِنَّهُما لَنْ یَفْتَرِقا حَتّی یَرِدا عَلَیَّ الْحَوْض

"بے شک میں تمہارے درمیان اپنی دو یادگار چیزیں کتاب خدا اور میری عترت چھوڑے جا رہا ہوں لہٰذا جس نے بھی کتاب خدا کو چھوڑا اس نے گویا میری سنت کو ترک کیا اور جو بھی میری سنت کو انکار کرے وہ میری عترت کو چھوڑنے والا ہے بے شک یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آملیں۔" ۴

فراق مادر

پیغمبرؐ کی رحلت نے امام حسینؑ کی لطیف روح کو بہت متاثر کیا اور ابھی زندگی کی آٹھویں بہار ہی دیکھی تھی کہ رسول اللہؐ کے سبط اصغر پر دوسری مصیبت آپ کی ستم دیدہ، زخمی اور غمزدہ مادر گرامی کی مظلومانہ شہادت کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

امام حسینؑ نے اپنی مادر گرامی کو فراق پدر میں ہمیشہ گریہ کناں پایا اور گریہ اس وقت دوچند ہو جاتا تھا جب

بی بی دونوں کو بغیر رسولِ خدا کے تنہا دیکھتی تھیں:

''بی بی نے رحلت پدری کا اتنا صدمہ لیا کہ ہمیشہ سر پر پٹی باندھے رہتی تھیں اور روز بروز لاغر و ضعیف ہوتی جا رہی تھیں۔ آنسو بھری آنکھوں، شکستہ دل اور لحظہ لحظہ رونما ہونے والی بے حالی کی کیفیت کبھی اپنے فرزندوں امام حسنؑ و امام حسینؑ سے فرماتیں: کہاں ہیں وہ جو تمہیں اپنا بیٹا کہتے تھے' کہاں ہیں تمہیں عزت دینے والے جو تمہیں اپنے شانوں پر بٹھاتے تھے اور جو تم دونوں کو اسقدر چاہتے تھے کہ انہیں تمہارا پیدل چلنا گوارا نہ تھا' میری آنکھیں انہیں دیکھنے کو ترس گئی ہیں کہ بابا آئیں اور تمہیں دروازہ کھول کر آواز دیں اور ہمیشہ کی طرح شانوں پر سوار کریں''۔ ۵

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ سیدہؑ جناب حسنینؑ کا ہاتھ تھام کر دن میں کسی بھی وقت بقیع میں تشریف لے جاتیں اور ایک گوشے میں بیٹھ کر گریہ فرماتی تھیں اور جب رات ہو جاتی تو علیؑ انہیں گھر لے جاتے۔

ماں کا جنازہ

کشف الغمہ میں علی بن عیسی اربلی نے زہراء علیہا السلام کی داستان شہادت اسماءؓ بن عمیس کی زبانی یوں رقم کی ہے:

''جب زہراؑ کی (شہادت) روح پرواز ہونے لگی تو میں نے چاہا حضرت پر چادر ڈال دوں کہ اچانک امام حسنؑ و امام حسینؑ گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: اسماء ہماری ماں اس وقت آرام نہیں فرماتی ہیں۔

اسماء نے عرض کی: آپ کی مادر گرامیؑ آرام نہیں فرما رہی ہیں، بلکہ آپؑ سے جدا ہو چکی ہیں۔ یہ سن کر امام حسنؑ نے خود کو ماں کے جنازے پر گرا دیا اور چہرہ مطہر کے بوسے دیتے ہوئے فرمایا:

یا اُمّاهُ کَلّمینی قَبْلَ اَنْ تُفارِقَ رُوْحی بَدَنی!

''اے میری ماں! جان دینے سے پہلے مجھ سے بات کریں۔''

ادھر امام حسینؑ ماں کے پیروں کو بوسے دے رہے تھے اور فرما رہے تھے:

یـا اُمّـاه اَنا ابْنُکَ الْحُسَین ، کَلّمینی قَبْلَ اَنْ یَتَصَدَّ عَ قَلْبی فَامُوتُ! ''ماں میں آپ کا حسینؑ ہوں مجھ سے کلام کریں اس سے پہلے میرا کلیجا پھٹ جائے اور میں مر جاؤں۔''

اسماءؓ فرماتی ہیں:

میں نے یہ منظر دیکھ کر دونوں سے عرض کی:

''اے فرزندان رسولؐ! جائیں اور اپنے بابا علی مرتضیٰؑ کو خبرِ غم سنائیں، دونوں بچے غمزدہ حالت میں سوئے مسجد روانہ ہوئے۔ اصحاب نے رونے کا سبب پوچھا تو بچوں نے ماں کی جدائی کا

مرثیہ پڑھا امیر المومنینؑ بے تابانہ بیت غم کی جانب روانہ ہوئے اور کچھ دیر بعد تجہیز و تکفین کے انتظام کیے۔ " ۶

ایک اور روایت کے مطابق علامہ مجلسیؒ نے امام حسینؑ کا جسد مادر سے وداع ہونا یوں تحریر فرمایا ہے:

"جب علیؑ نے غسل میت سے فراغت پائی اور جنازہ تیار ہو گیا تو حضرتؑ نے اپنے بچوں اور زہراؑ کی معروف کنیز فضہ کو آواز دی آخری رخصت کو آجائیں فرمایا:

یـا زَیْـنَـبُ ! یـا سُکَیْنَۃُ یا فِضَّۃُ ! یا حَسَنُ ! یا حُسَیْنُ ! ھَلُمّوا تَزَوَّدوُا مِنْ اُمِّکُمْ فَھٰذَا الفِراقُ وَاللِّقاءُ الْـجَـنَّۃَ! "اے زینب! اے سکینہ! اے فضہ! اے حسنؑ! اے حسینؑ! آؤ اپنی ماں سے آخری بار ملاقات کر لو کیونکہ پھر یہ دیدار بہشت میں ہوگا۔" ۷

اس وقت امام حسنؑ اور امام حسینؑ آہ و فغاں کے ساتھ یہ نوحہ پڑھ رہے تھے :

"آہ وافسوس ہمارے دل کی آگ نانا اور مادر گرامی کی مصیبت میں کبھی خاموش نہیں ہوگی۔"

حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

اِنّی اُشْہِـدُ اللّـٰہَ اَنَّھـا قَـدْ حَنَّتْ وَاَنَّتْ وَمَدَّتْ یَدَیْھا وَ ضَمَّتْھُما اِلَی صَدْرِھا مَلِیّاً ، وَاِذاً بِھاتِفٍ مِنَ السَّـمـاءِ یُنـادی: یا اَبَا الْحَسَن اِرْفَعْھُما عَنْھا فَلَقَدْ اَبْکَیا وَاللّٰہِ مَلائِکَۃَ السَّماواتِ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اس گریہ وزاری کے شور میں فاطمہؑ نے اپنے دونوں ہاتھ نکالے اور بہت دیر دونوں بچوں کو اپنے سینے سے لگائے رکھا تب اچانک ہاتف غیبی کی صدا آئی:

اے ابوالحسنؑ ان دونوں کو سینۂ زہراؑ سے اٹھالو، خدا کی قسم اس منظر کو دیکھ کر آسمان پر فرشتے گریہ کناں ہیں۔

میں نے فوراً بچوں کو ان کی ماں سے جدا کر کے بندِ کفن باندھ دیئے۔" ۸

آخری رسومات

روایات میں ہے امام حسنؑ و امام حسینؑ نماز جنازہ اور جسم اطہر کی تدفین میں بھی موجود تھے، چنانچہ کتاب خصال میں شیخ صدوقؒ نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے:

"جنازہ میں فقط چھ افراد: ابوذر غفاریؓ، سلمان فارسیؓ، مقدادؓ، عمارؓ، حذیفہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ شامل تھے۔" ۹

ایک حدیث ابن شہر آشوب نے تاریخ طبری سے یوں نقل کی ہے:

"حضرت فاطمہؑ کو تاریکی شب میں دفن کیا گیا اور بی بی کے جنازے میں جناب عباسؓ، علیؑ، مقدادؓ اور زبیرؓ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔"

مرحوم ابن شہر آشوب مزید یوں فرماتے ہیں:

- ایک روایت کے مطابق حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، جناب عقیلؓ، جناب سلمانؓ، جناب ابوذرؓ جناب مقدادؓ، جناب عمارؓ اور جناب بریدہؓ نماز جنازہ میں شریک تھے۔
- ایک دوسری روایت میں ان اسماء گرامی کے علاوہ ابن عباسؓ اور آپ کے فرزند فضل کا نام بھی آیا ہے۔
- اور اسی طرح ایک اور روایت میں جناب حذیفہؓ اور جناب عبداللہ بن مسعودؓ کا نام بھی ملتا ہے۔ [۱۰]

ماں کی شہادت کے بعد

امام حسینؑ کیلئے ناقابل برداشت مصیبت مادر گرامی کی وہ جان گھلانے والی مظلومانہ شہادت تھی جس نے فاطمہؑ کے تمام بچوں کی لطیف روح پر غیر معمولی اثر چھوڑا۔ اگر چہ فاطمہؑ کے بعد امیر المومنینؑ کے بیت الشرف میں چند اور مخدرات بھی قدم فرما ہوئیں، لیکن بچوں کی نسبت صدیقہ کبریٰؑ کی جگہ کون پُر کرسکتا تھا۔ ہاں بچوں پر ماں کا فراق اور باپ کا حق ضایع ہونا اور امیر المومنینؑ کا گوشہ نشینی میں تلخ زندگی بسر کرنا جسے خود علیؑ ان جملوں میں فرماتے ہیں:

فَصَبَرْتُ وَ فِي الْعَيْنِ قَذىً وَفِي الْحَلْقِ شَجى ''میں نے ایسی کیفیت میں صبر کیا گویا آنکھ میں خار اور حلق میں ہڈی پھنسی ہو۔''

لہٰذا نانا کی رحلت اور ماں کی شہادت کے ساتھ والد کی غربت وتنہائی کا عالم اولادِ زہراء علیہا السلام کیلئے غم افزائی کا سبب تھا، کیونکہ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ یہ غیر معمولی ہوش وزکاوت اور خداداد صلاحیتوں والے والد گرامی پر ڈھائے جانے والی جانسوز مصیبتوں سے غافل رہے ہوں۔ خاص طور پر حکومت وقت کی جانب سے امیر المومنینؑ پر عائد کی جانے والی مصیبتوں اور بندشوں سے خوب واقف تھے۔ مثلاً خمس اور دوسرے مالی حقوق ایک ایسی حدیث کے ذریعہ ضائع کئے جارہے تھے جس کے تنہا سامع ابوبکرؓ تھے رسول اللہؐ نے فرمایا:

نَحْنُ مَعاشِر الْأَنْبِياءِ لاَ نُوَرِّثُ ما تركْناهُ صدقةٌ [۱۱]

البتہ فدک کا غصب کیا جانا ہی اہل بیت رسولؐ یعنی امیر المومنینؑ اور آپؑ کی آلؑ واولاد کیلئے مالی اور اقتصادی تنگی کا بڑا سبب تھا، کچھ مدت بعد عمرؓ کے دور میں تو کئی دوسری مشکلات سامنے آنے لگیں، چنانچہ تاریخ نگاروں نے لکھا ہے، دوسرے دور خلافت میں کسی بھی اصحاب رسول اللہ کا بغیر اجازت کے مدینہ سے خارج ہونا ممنوع تھا، اس میں امیر المومنینؑ بھی شامل تھے یعنی علیؑ ممنوع الخروج تھے۔ خود اس سیاست نے خاندان عصمت وطہارتؑ کو ذہنی لحاظ سے تنگ حالی میں مبتلا کر رکھا تھا معلوم نہیں عمرؓ نے کس سیاست

کی بناء پر اس حکم کو دیا ہوا تھا چنانچہ مشہور اسکالر ڈاکٹر طٰہٰ حسین جیسے حضرات خلیفہ وقت کی اس سیاست کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ ڈرتے تھے کہ کہیں اصحاب رسولؐ دوسرے شہروں میں جا کر فتنہ انگیزی نہ کریں۔۱۲ کیونکہ جب عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آپؓ نے یزید ابن ابی سفیان اور سعید بن عاص جیسوں کو تو حکومتی منصبوں پر فائز کیا ہے مگر علیؑ بن ابی طالبؑ، عباسؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہ کو بالکل اہمیت نہیں دی؟

تو انہوں نے جواب دیا:

جہاں تک علیؑ بن ابی طالبؑ کی بات ہے تو ان کی شان ومنزلت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ انہیں حکومت میں کوئی منصب دیا جائے، کیونکہ وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہیں اور رہا دوسری شخصیات کا ذکر تو مجھے ان سے مختلف شہروں میں فتنہ وفساد کا ڈر لگا رہتا ہے۔''

یہاں ابن ابی الحدید معتزلی کا حاشیہ ذکر کرنا مناسبت رکھتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''جو مختلف شہروں میں ان حضرات سے فتنہ وفساد کا خوف کھاتا ہوا سے اس وقت اس فتنے کا خیال کیوں نہ آیا جب انہی حضرات کو چھ نفری شوریٰ میں شامل کیا، تا کہ یہ زمام حکومت جسے چاہیں دے دیں۔'' ۱۳

لہٰذا ان سختیوں، خلاف قانون ظالمانہ بے جا بندشوں کے ذریعے چاہا گیا کہ امیر المومنینؑ خانہ نشین ہو کر سیاست ومعاشرتی مسائل سے لاتعلق ہو جائیں بلکہ ایک مؤلف کا بیان ہے، یہ سیاست علیؑ کو بھلا دینے کا ذریعہ تھی۔۱۴

البتہ حکومت کی جانب سے امیر المومنینؑ کو اس وقت اہمیت دی جاتی تھی، جب مجبوراً احکام فقہی، قضاوت اور مختلف مسائل میں اسلام کی حقیقی موقف معلوم کرنا ہوتا تھا، کیونکہ رسول اللہؐ علی بن ابی طالبؑ کے علاوہ کوئی اور ایسی شخصیت نہ تھی جو دین خدا کا محافظ اور نگہبان ہو، شاید اسی وجہ سے دوسرے اصحاب کی طرح امیر المومنینؑ کو جلا وطن کرنا نہایت مشکل امر تھا۔

میرے بابا کے منبر سے اتر آ!

ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الاصابہ میں روایت نقل کرتے ہیں:

''ایک روز عمرؓ منبر پر بیٹھے خطاب کر رہے تھے کہ اتنے میں حسین بن علیؑ وہاں تشریف لائے تو نزدیک آ کر فرمایا:

اِنْزِلْ عَنْ مِنبَرِ أبِی وَاذْهَبْ اِلی مِنْبَرِ أبِیکَ ''میرے بابا کے منبر سے اتر واور اپنے بابا کے منبر پر جاؤ!''

امام حسینؑ کے اس جملے نے عمرؓ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، لیکن انہوں نے جواب میں کہا:

لَمْ یَکُنْ لَابِی مِنْبَرٌ ''اے حسینؑ! میرے بابا کا تو کوئی منبر نہیں؟''

امام حسینؑ فرماتے ہیں:

اس وقت حضرت عمرؓ نے مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھالیا اور جب منبر سے اترے تو گھر لے جا کر کہا:

مَنْ عَلَّمَکَ ؟ یہ تمہیں کس نے سکھا کر بھیجا تھا؟ [۱۵]

میں نے جواب دیا: مجھے کسی نے نہیں سکھایا۔

یہ سن کر عمرؓ بولے: اے حسینؑ! ہمارے گھر آتے رہا کرو!

امام حسینؑ فرماتے ہیں:

ایک روز میں ان کے گھر گیا تو معلوم ہوا معاویہ کے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں اور ان کا بیٹا عبداللہ بن عمرؓ در خانہ پر منتظر تھا، لیکن چند لمحے بعد جب وہ جانے لگا تو میں بھی لوٹ گیا، کچھ روز بعد جب عمرؓ نے مجھے دیکھا تو کہا:

اے حسینؑ! آپؑ آئے نہیں؟ جواب دیا کہ آیا تھا، لیکن تمہارے بیٹے کی طرح میں بھی لوٹ آیا اس لئے کہ تم معاویہ کے ساتھ بات کر رہے تھے! اس پر عمرؓ نے کہا:

فَاِنَّمَا اَنْبَتَ مَا تَرىٰ فِی رُؤُسِنَا اللّٰهُ ثُمَّ اَنْتُمْ [۱۶] تم عمر کے بیٹے سے زیادہ لائق ہو، کیونکہ یہ مقام و عظمت ہمارے لئے جو دیکھ رہے ہو وہ پہلے ہمیں ملا ہے پھر تمہیں۔ [۱۷]

عثمانؓ کا دورِ حکومت

بلآخر دوسرا دورِ خلافت جس میں اہل بیتِ طہارتؑ کو انتہائی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا گزر گیا، چنانچہ جس کی جانب امیر المومنینؑ خطبہ شقشقیہ میں اشارہ فرماتے ہیں:

فَصَبَرْتُ عَلىٰ طُوْلِ الْمُدَّةِ وَشِدَّةِ الْمِحْنَةِ حَتّىٰ اِذَا مَضىٰ لِسَبِیْلِه

امیر المومنینؑ کے گھرانے کو بھی ان تمام مسائل کا شدت سے سامنا کرنا پڑا، لیکن ان حضرت نے اپنے بعد خلافت کا مسئلہ اور پیچیدہ بنا دیا، کیونکہ اب تک خاندان بنوامیہ جو دشمنی اہل بیت پر متفق تھے، ان میں کھل کر دشمنی کرنے کی جرأت نہ تھی، بلکہ پس پردہ اور محتاط سیاست کے مالک تھے، لیکن تیسرے دور حکومت میں نہ فقط مرکزی حکومت پر ان کا تسلط تھا، بلکہ مختلف صوبوں پر تعینات ہونے والے گورنر بھی اس خاندان سے والسطہ تھے اور اس طرح آہستہ آہستہ رسول اللہؐ کے مخلص خیر خواہ اور سچے سپاہی تمام کلیدی منصبوں سے محروم کر دیئے گئے، اسی وجہ سے اصحاب کی ایک بڑی تعداد گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہی تھی، لیکن جب حضرت عمار یاسرؓ، ابوذر غفاریؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ جیسے اصحابِ کبار اپنے دینی فریضے پر عمل کرتے ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو انجام دیتے تو انہیں ضرب و شتم، اہانت و بے حرمتی کا منہ

دیکھنا پڑتا تھا اور اگر زیادہ بولتے تو سزا کے طور پر جلاوطنی اور اسیری کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی تھیں، چنانچہ محقق حضرات کیلئے ہم نے زندگانی امیر المومنینؑ میں یہ واقعات تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ ۱۸
تاریخ اسلام کے اس حادثہ کا ذکر خود امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ خطبہ سوم میں اس انداز میں کیا ہے:

فَیَالَلّٰهِ وَلِلشُّورٰیٰ، مَتَیٰ اعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الاَوَّلِ مِنْهُمْ حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی هٰذِهِ النَّظَائِرِ ا لٰکِنِّی اَسْفَفْتُ اِذْا سَفُّوا، وَطِرْتُ اِذْ طَارُوا فَصَغَا رَجُلٌ لِضِغْنِهِ وَمَالَ الآخَرُ لِصِهْرِهِ مَعَ هَنٍ وَ هَنٍ، اِلٰی اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجاً حِضْنَیْهِ بَیْنَ نَثِیلِهِ وَ مُعْتَلَفِهِ، وَقَامَ مَعَهُ بَنُو اَبِیهِ یَخْضِمُونَ مَالَ اللّٰهِ خِضْمَةَ الاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِیعِ

"اے خدا! میں تجھ سے اس وجود میں آنے والی شوریٰ کے بارے میں مدد مانگتا ہوں۔ آخر یہ کیسے لوگ ہیں جو میرے اور ان دونوں کے بارے میں شک و تردید کا شکار ہوئے اور مجھے ان دونوں کے برابر جاننے لگے اور اب بات یہاں تک آ پہنچی کہ ان (اہل شوریٰ) لوگوں کا مجھے ہم ردیف شمار کیا جا رہا ہے، لیکن میں نے پھر بھی صبر و شکیبائی سے کام لیتے ہوئے ہر نشیب و فراز میں انکا ساتھ دیا۔ کوئی مجھ سے پوچھے کہ اس طولانی مدت میں کس طرح صبر و تحمل سے کام لیا ہے۔ ان میں سے ایک نے حسد و کینے کی خاطر پھر ایک بار میرے حق سے روگردانی کی (سعد بن ابی وقاص) جبکہ اس دوسرے (عبدالرحمٰن بن عوف) نے عثمانؓ سے دامادی کی نسبت برقرار رکھنے کیلئے حق سے ہاتھ دھویا اور اسی طرح دوسرے نامناسب کاموں کے سبب اس نے ایسا کام انجام دیا، یہاں تک کہ اس گروہ کا تیسرا فرد کھڑا ہوا، حالانکہ اپنے دونوں حصوں تہہ و بالا کو پر کر لیا اور اس طرح خاندان والے عزیز و اقارب سب جمع ہو گئے اور مال خدا کو مزہ لے لے کر یوں کھا رہے تھے جیسے اونٹ موسم بہار کی گھاس کھاتا ہے۔"

فتح ایران، افریقا اور دیگر واقعات میں
حسنینؑ کی شرکت پر اہل تاریخ میں سے چند ایک کا اظہار خیال

تاریخ طبری اور کتاب العبر ۱۹ وغیرہ میں وارد ہوا ہے امام حسنؑ و امام حسین علیہما السلام عثمانؓ کے زمانے میں ان جنگوں میں شریک تھے، جس میں عقبہ بن نافع، عبداللہ بن سرح، عثمانؓ کے برادر رضاعی، سالار جنگ تھے اور جنگ کا اختتام بعض افریقی علاقوں کی فتح پر ہوا۔ اسی طرح امام حسینؑ ایران سے ہونے والے معرکوں میں خاص طور پر فتح طبرستان میں شرکت فرمائی اور نمایاں کارکردگی رہی۔

چنانچہ معروف اسکالر سید ہاشم معروف حسنی لکھتے ہیں:

"فتوحات میں شرکت فقط انہی دو کتابوں میں ملتی ہے، جس کی بناپر ان کی صحت پر تردد پیدا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ان جنگوں پر مشتمل بہت سے تاریخی حقائق پہلے ہی مہمل و پوشیدہ ہیں اور انھیں نقل نہیں کیا گیا۔"

سید ہاشم مزید فرماتے ہیں:

"مذکورہ مطلب صحیح ہے، لیکن بعض مواقع پر عدم نقل خود عدم وقوع پر قرینہ ہوا کرتا ہے، لہٰذا کچھ اور شواہد سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حضرات حسنینؑ ان معرکوں میں شریک نہ تھے خاص طور پر جب علیؑ مسند خلافت و زعامت مسلمین میں مظلومانہ رویے کا شکار ہوئے ہوں! چنانچہ آپؑ نے خود خطبہ شقشقیہ میں اس تعدی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے: اَرٰی تُراثی نَهباً اور جس کی میراث تاراج ہو چکی ہو۔"

اس خاندان عصمت کے نزدیک غاصبین کا حکومت کرنا مذموم وممنوع تھا تو کیسے حکمرانوں کی امرونہی، عزل وتقرر اور جنگ وصلح پر مہر جواز ثبت کی جاسکتی تھی چنانچہ اس مثالی قانون کے تحت انتظامی حکومت اور فوجی امور میں شریک کار نہ ہونا ہی قریب فہم ہے البتہ بقائے اسلام، اتحاد مسلمین اور الٰہی آئین کی سربلندی کی خاطر عوامی جلسوں اجتماعات اور دیگر رسومات میں خلاف طبع ہی سہی شرکت فرمایا کرتے تھے۔

الحاصل مورخین کا ابہام کے ساتھ جنگوں میں شرکت کو نقل کرنا خود عدم شرکت پر بہترین دلیل ہوسکتی ہے کیونکہ ایک دو غیر معتبر حدیثوں کا نقل ہوجانا اتنے اہم مسئلے کو ثابت نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم

ان روایات کے علاوہ ایک اور نے بے جا غیر معتبر روایت کو اس طرح نقل کیا ہے کہ بعض کا کہنا ہے:

"امام حسینؑ جنگ قسطنطنیہ میں بھی شریک تھے جو معاویہ کے حکم سے اسکے فاسق فرزند یزید بن معاویہ کی سپہ سالاری میں لڑی گئی تھی۔" [۲۰]

جبکہ خود مؤلف نے اس روایت کو غیر معتبر جانتے ہوئے قبول نہیں کیا ہے۔ انہی بے اعتبار اور غیر مستند روایات میں یہ بھی حکایت کیا گیا ہے:

"جب مدینے اور دوسرے علاقوں کے انقلابیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر چڑھائی کی اور نتیجتاً عثمانؓ مارے گئے تو امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے ان کے گھر کا دفاع کیا۔"

کیونکہ روایات اہل سنت کی چند کتابوں کے علاوہ کہیں اور ذکر نہیں ہوئی ہیں، لہٰذا خیال ہے یہ روایات سیاست دانوں کی طرف سے اپنے اغراض ومقاصد کے حصول کیلئے سیاسی آلۂ کار لوگوں نے جعل وساخت کی ہوں، چنانچہ سبط اکبر امام حسنؑ کے بارے میں ایسی روایات کے مجہول ہونے پر شرح وتفصیل دی گئی [۲۱] مزید تصدیق کیلئے قارئین رجوع کرسکتے ہیں، البتہ آئندہ صفحات پر چند روایات بیان کی جائیں گی۔

حضرت ابوذرؓ کی جلاوطنی کا غم انگیز واقعہ

حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے بزرگ صحابی کی شام و ربذہ کی جانب جلاوطنی پر مشتمل داستان کا تھوڑا (حصہ) زندگانی امام حسنؑ جلد اول میں تحریر ہوچکی ہے، انھیں یہ مصائب تعلیمات اسلام، قوانین قرآن اور سنت پیغمبرؐ کے دفاع اور حق پرستی کے جرم میں تحمل کرنا پڑی۔ ۲۲ بیان ہوچکا کہ حضرت عثمانؓ کے دستور کے مطابق جب حضرت ابوذرؓ کو شہر سے نکالا جانے لگا تو مدینے کے کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ انہیں رخصت کرنے جاتا گویا اس اسلامی پیرو کے ساتھ ایک ایسے مجرم سا سلوک رکھا گیا، جسے حکومت اسلامی اور نظام الٰہی میں تخریب کاری کے جرم میں شہر بدر کیا جا رہا ہو۔

لیکن امیر المؤمنینؑ نے اس پروپگنڈے اور خیانت پر مبنی تصور کو مٹانے کیلئے اس عظیم المرتبت صحابی رسولؐ کی قدر دانی اور عزّت و احترام کرتے ہوئے شہر بدری کے وقت انہیں دونوں امام حسنؑ، امام حسینؑ جناب عقیلؑ بھتیجوں داماد عبداللہ بن جعفرؓ اور عمار بن یاسرؓ کے ہمراہ جا کر حکومت کی پروا کیے بغیر رخصت کیا اور نہ فقط رخصت کیا بلکہ علیؑ کے ہمراہ آنے والے ہر ایک فرد نے ابوذر غفاریؓ سے حاکم کے ظالمانہ رویے پر تنقید کی جو کہ تاریخ کے صفحات پر موجود ہے۔ ۲۳

چنانچہ رخصت کے وقت امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا:

يـا عـمـاه اِنَّ اللّٰهَ تعالى قادِرٌ انْ يُغيِّرَ ما ترى ، و اللّٰهُ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ في شَأْنٍ ، وَقَدْ مَنَعَكَ الْقَوْمُ دُنْياهُمْ دينَكَ ، فَمٰا أَغْناكَ عَمّا مَنَعُوكَ وَاَحْوَجَهُمْ اِلٰى ما مَنَعْتَهُمْ فاسْئَلِ اللّٰهَ الصَّبْرَ وَالنَّصْرَ وَاسْتَعِذْ بِهِ مِنَ الْجَشَعِ وَالْجَزَعِ فَاِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الدّينِ وَالْكَرَمِ ، وَاِنَّ الْجَشَعَ لاٰ يُقَدِّمُ رِزْقاً وَ الْجَزَعَ لاٰ يُؤَخِّرُ اَجلاً

''اے چچا جان! بے شک خداوند متعال اس بات پر قادر ہے کہ موجودہ صورتحال جسے آپؓ دیکھ رہے ہیں بدل ڈالے، کیوں کہ خدا کیلئے ہر دن ایک علیحدہ حیثیت رکھتا ہے اسی خدا نے آپؓ کو ان لوگوں کی دنیا سے روکے رکھا اور آپؓ بھی ان سے اپنے دین کی حفاظت کرتے رہے، لہٰذا کیا خوب ہے جسے وہ آپؓ سے روک رہے ہیں آپؓ ہی اس شے سے بے نیاز ہیں اور وہ محتاج ہیں اس چیز کے جس کی آپؓ کو پروا ہے، چچا جان! خدا سے صبر و شکیبائی اور کامیابی کی دعا کریں اور حرص و بے قراری سے اس کی پناہ مانگیں اس لیے کہ صبر و استقامت دینداری اور انسان کی عظمت کا لازمہ ہے جبکہ حرص سے رزق نہیں بڑھتا اور نہ ہی بے تابی سے موت ٹلتی ہے۔''

ابوذر جو کہ ضعیف العمر صحابی رسولؐ تھے، امام حسینؑ اور دیگر آنے والے افراد کے جملات سن کر رونے لگے اور فرمایا:

رَحِـمَـكُمُ اللّٰهُ يا اَهْلَ بَيْتِ الرَّحْمَةِ ، اِذٰا رَاَيْتُكُمْ ذَكَرْتُ بِكُمْ رَسُولَ اللّٰهِ ؐ مالِي بِالْمَدينَةِ سَكَنٌ وَلاٰ

شجنٌ غیرُکُمْ ، انّی ثقلْتُ علی عُثْمانَ بالحِجازِ کَما ثَقُلْتُ علی مُعاوِیَۃَ بِالشّامِ ، وَکَرِہَ اَنْ اُجاوِرَ اَخاہُ وابْنَ خالِہِ بالمِصْرَیْنِ فَافْسِدَ النّاسَ عَلَیْھِما ، فَسَیَّرَنی الیٰ بَلَدٍ لَیْسَ لی بِہِ ناصِرٌ وَلا دافِعٌ اِلّا اللّٰہ وَاللّٰہِ ما اُرِیدُ اِلّا اللّٰہ صاحِباً ، وَما اَخشیٰ مَعَ اللّٰہِ وَحْشَۃً

''اے خاندان رحمت! خدا آپ لوگوں پر رحمت نازل کرے میں جب آپ لوگوں کی زیارت کرتا ہوں تو مجھے رسول اللہؐ کی یاد ستاتی ہے، میرا مدینے میں آپ لوگوں کے علاوہ اور کون ہے۔ میں جس طرح شام میں معاویہ کیلئے بھاری تھا اسی طرح حجاز کی سرزمین پر عثمانؓ کیلئے مزاحم رہا، اسی لئے وہ مجھے اپنے بھائی اور ماموں زاد بھائی کے شہروں میں نہیں بھیج رہا کہ کہیں وہاں بھی لوگوں کو ان کے خلاف تیار نہ کردوں ۲۴ بلکہ مجھے ایسی سرزمین کی جانب شہر بدر کررہے ہیں جہاں خدا کے علاوہ نہ تو کوئی آشنا ہے اور نہ ہی کوئی یار و مددگار، لہٰذا نہ تو خدا کے علاوہ کسی سے مدد کا طالب ہوں اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی سے خوف زدہ ہوں۔''

اس گفتگو کے بعد علیؑ اور آپؑ کے ساتھی اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور خلیفہ وقت کے کارندے ابوذرؓ کو ربذہ کی جانب لے گئے۔ خلیفہ نے یہ ماجرا سن کر علیؑ کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ آپؑ نے ہمارے حکم کو نظر انداز کیا اور مروان کو بُرا بھلا بھی کہا۔ حضرتؑ نے بھی اس کا جواب دیا۔ اور جب عثمانؓ اس پر معترض ہو کر بولے جس طرح مروان کو تم نے گالی دی ہے وہ بھی تمہیں گالی دینا چاہے۔ تو علیؑ یہ سن کر غضبناک ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے، ایسا نہیں ہوگا۔ اُٹھ کھڑے ہوئے، کچھ اور کلام کا تبادلہ ہوا! بالآخر بعض مہاجر و انصار کی مداخلت پر مصالحہ پر منتج ہوا۔ البتہ اس واقعہ کو ابن ابی الحدید وغیرہ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ۲۵

قتل عثمانؓ کی داستان

بعض تاریخ نگاروں سے ہٹ کر جو تحقیقی بات زندگانی امام حسنؑ میں پیش کی گئی ہے وہ یہ تھی کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ، امیر المؤمنینؑ کے حکم پر عثمانؓ کے گھر پہرا دے رہے تھے، یہاں تک کہ حملہ آوروں کی زد میں آ کر امام حسنؑ زخمی ہوئے۔ بالکل بے بنیاد اور حقیقت سے عاری نظریہ ہے، کیونکہ عثمانؓ کی جانب سے قانون شکنیاں اور خلاف ورزیاں اتنی زیادہ تھیں کہ کسی بھی الٰہی فرد خاص طور پر امیر المؤمنینؑ اور آپؑ کے معصوم فرزندوں کیلئے اُن کا دفاع اور حمایت کرنے کا کوئی مناسب مقام نہیں تھا، کیونکہ بات اس حد تک خراب ہو چکی تھی کہ دنیا کے فریب خوردہ لاابالی شخصیات مثلاً طلحہؓ، زبیرؓ اور عمرو بن عاص وغیرہ بھی ان کی حمایت کرنے کیلئے تیار نہیں تھے، بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ انہی شخصیات نے تو لوگوں کو قتل خلیفہ پر آمادہ کیا

---

۲۴ دو شہروں سے مراد بصرہ اور مصر ہے، کیونکہ بصرہ میں ماموں زاد عبداللہ بن عامر تھا اور مصر میں حاکم کا بھائی عبداللہ بن ابی سرح تھا۔

تھا، چنانچہ زندگانی امام حسنؑ میں ان تمام شواہد کو ذکر کیا ہے جو اس بات پر دلیل ہو سکتے ہیں۔۲۶
لہذا ہمارے نزدیک مسلم ہے ایسی تمام روایات اور خبریں شاید بے آبرو خاندان بنی اُمیہ کو مسلمانوں کے درمیان اہمیت دینے اور ان کے کاموں کو مشروعیت دینے کیلئے جعل وساخت کی گئی ہیں یا دوسرے مقاصد پوشیدہ ہیں۔ واللہ اعلم

والد کی حکومت کے دوران

خلفاء ثلاثہ کے ادوار میں جو کچھ ہوا وہ قتل عثمانؓ پر تمام ہوا۔ اس کا اور امیر المؤ منینؑ کی پچیس سالہ گوشہ نشینی کا بھی زمانہ گزر گیا بالآخر مسلمان اس نتیجے پر پہنچے کہ اب سوائے علی بن ابی طالبؑ کے کوئی اور مسلمانوں کی رہبری اور لوگوں کی راہ حق وعدالت کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتا۔

لیکن افسوس مسلمانوں کو یہ خیال بہت دیر سے آیا جبکہ بے راہ روی، نادرست عادتیں، آسائش طلبیاں نفس پرستی ریاست طلبی اور ذخیرہ اندوزی جیسی بیماریاں لوگوں میں سرایت کر چکی تھیں یعنی یہ امراض شوق شہادت ایثار اور فدا کاری وترک دنیا وغیرہ جیسی صفات حسنہ کی جگہ لے چکی تھیں، لہذا علی علیہ السلام کیلئے بھی ان تمام کجرویوں اور خرافات کو مٹا کر حق وحقیقت پر عمل کروانا دشوار تھا کیوں کہ اب پانی سر سے گزر چکا تھا، چنانچہ اس بات کا اظہار خطبہ شقشقیہ میں امیر المؤ منینؑ نے فرمایا ہے۔ حضرتؑ کی حق طلبانہ سیاست لوگوں کو ہضم نہ ہو سکی اور خونین مخالفتیں شروع ہونے لگیں آپؑ کی ذات کیلئے ہر روز ایک نئے انداز کی مشکل پیش آ رہی تھی یہاں تک کہ ناکثین، قاسطین اور مارقین کا مقابلہ کرنا پڑا اور آخر الامر مارقین میں سے ایک شقی کے ہاتھوں شب انیسویں ماہ مبارک رمضان کی سحر کے وقت محراب عبادت میں شہادت کو پہنچے اور کجرویوں اور انحرافات سے جنگ کرتے ہوئے اپنی جان دیدی۔

امیر المؤ منینؑ سے لوگوں کی بیعت کا دن

احتجاج طبرسی میں روایت ہے، جب لوگوں نے علی بن ابی طالبؑ کی بیعت کر لی تو آپؑ امام حسنؑ وامام حسینؑ کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور امام حسنؑ سے فرمایا:

"بیٹا حسن! اٹھو اور حاضرین سے خطاب کرو، تاکہ میرے بعد قریش تمہیں فراموش نہ کریں۔"

چنانچہ امام حسنؑ بر سر منبر گئے اور حمد وثنائے پروردگار کے بعد فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ سَمِعْتِ جَدِّی رَسُولَ اللّٰهِ یَقُوْلُ: اَنَا مَدِینَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا وَهَلْ تُدْخَلُ الْمَدِینَةُ اِلَّا مِنْ بَابِهَا

"میں نے اپنے جد رسول اللہؐ سے سنا ہے آپؐ فرما رہے تھے:

"میں علم کا شہر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ کیا کوئی شخص شہر میں بغیر دروازے کے داخل ہو سکتا ہے؟

حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور امام حسنؑ کو سینے سے لگا کر پیار کیا، پھر امام حسینؑ سے فرمایا:

"بیٹا حسینؑ تم بھی اٹھو اور خطاب کرو، تا کہ میرے بعد قریش یاد سے نہ نکال دیں اور دیکھو تمہارا خطاب تمہارے بھائی کے خطاب کا پیرو ہونا چاہیے۔"

چنانچہ امام حسینؑ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے پروردگار اور محمد و آل محمد پر درود و سلام کے بعد فرمایا:

مَعاشِرَ النّاسِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہؐ وَھُوَ یقولُ اِنَّ علیاً ھُوَ مَدینۃُ ھُدیً ، فَمَنْ دَخَلَھا نَجی وَمَنْ تَخلَّفَ عَنْھا ھلک "میں نے رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک علی بن ابی طالبؑ ہدایت کا شہر ہیں لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہو گیا وہ ہدایت یافتہ اور اسی طرح جو اس شہر سے دور ہوا وہ ہلاک ہوا۔"

حضرت امیر المومنینؑ اپنے مقام سے اٹھے اور امام حسینؑ کو پیار کیا اور پھر خود نے یوں خطاب فرمایا:

مَعاشِرَ النّاسِ اشْھَدُوا أنَّھُما فَرْخا رَسُولِ اللّٰہِ وَوَدیعَتُہُ الَّتی اسْتَوْدَعھُما ، وَاَنَا اَسْتَوْدِعُکُھما ، مَعاشِرَ النّاسِ وَرَسُولُ اللّٰہِ سائِلُکُم عَنْھُما "اے لوگو! گواہ رہنا کہ رسول خداؐ کے یہ دو بچے تمہارے درمیان ان کی امانت ہیں اور میں بھی انہیں تمہارے درمیان امانت کے طور پر چھوڑ دوں گا، یاد رہے کہ رسول اللہؐ تم سے اپنی امانت کے بارے میں ضرور سوال کریں گے۔" [۱۷]

رکاب پدر میں ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ

امام حسین، امیر المومنین علیہ السلام کے دیگر فرزندوں کی مانند اپنے بابا کی رکاب میں بے وفاؤں و بیعت شکنوں (ناکثین) ستمگروں (قاسطین) اور تارکین دین (مارقین) سے ہونے والی جنگوں میں ہر جگہ باپ کی رکاب میں رہے اور امام حسینؑ جہاں جیسی ضرورت محسوس فرماتے اور بابا مانع بھی نہ ہوتے تو خود ان دشمنان خدا و مسلمین سے نبرد آزمائی کیلئے تشریف لے جاتے، اسی طرح آپ کے خطابات میں سے ایک خطاب جو آپؑ نے جنگ صفین روانہ ہونے سے قبل فرمایا، وہ تاریخ کے صفحات پر موجود ہے، چنانچہ اہل کوفہ سے فرمایا:

یا اَھلَ الْکوفَۃِ أَنْتُمُ الْاَحِبَّۃُ الْکُرَماءُ وَالشِعارُ دُونَ الْدِّثارِ، جِدُّوا فی اِطْفاءِ ما وَ تَرَبَیْنَکُمْ وَتَسْھیلِ ما تَوَعَّرَ عَلَیْکُمْ ، الا اِنَّ الْحَرْبَ شَرُّھا وَرِیعٌ وَ طَعْمُھا فَظیع، فَمَنْ اَخَذَلَھا اُھبَّتَھا واسْتَعَدَّ لَھا عُدَّتَھا وَلَمْ یَأَلَمْ کُلومُھا قَبْلَ حُلولِھا فَذاکَ صاحِبُھا ، وَمَنْ عاجَلَھا قَبْلَ او ان فُرْصَتِھا وَاسْتِبْصارِ سَعْیِہ فیھا فَذاکَ قَمَنُ اَنْ لا یَنْفَعَ قَوْمَہ ، وانْ یُھْلِکَ نَفْسَہ ، نَسْئَلُ اللّٰہ بِقُوَّتِہ اَنْ یَدْعمکُم بِالْفَیْئَۃ

"اے اہل کوفہ! تم عظیم دوست اور ظاہری لباس نہیں۔ بلکہ اصل لباس کی مانند ہو، یہ آگ جو تمہارے درمیان لگائی گئی ہے اسے خاموش کرنے اور اپنے راستے میں موجود نشیبوں کو مٹانے کی بھرپور کوشش کرو۔ جان لو کہ جنگ برے اثرات رکاوٹوں اور تلخ مسائل کی صورت میں سامنے آتا

ہے اور جو بھی جنگی ساز و سامان آمادہ کرے اور زخموں سے پہلے ان کے دردوں کا احساس نہ کرے وہی جنگ و فساد کا بانی ہوتا ہے، البتہ جو جنگ شروع ہونے سے پہلے عقل و فہم اور سمجھ داری سے کام لیے بغیر جنگی امور میں جلد بازی سے کام لے وہ اپنے لوگوں کو بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اس لیے اس کا مر جانا بہتر ہے اور ہم خداوند متعال سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی قوت سے آپ تمام لوگوں کو واپس لوٹ جانے میں مدد فرمائے۔" ۲۸

جنگ صفین و نہروان میں

جنگ جمل کی طرح صفین میں بھی امام حسینؑ اپنے پدر گرامی کی رکاب میں دشمنان اسلام سے جنگ کی، اگر چہ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے، حضرت علیؑ نے اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہؐ کی نسل منقطع نہ ہو جائے حسنینؑ کو میدانِ جنگ میں جانے خاص طور پر دوبدو لڑنے سے منع فرمایا، چنانچہ یہ مطلب نہج البلاغہ میں بھی آیا ہے:

اِمْلِكُوا عَنِّی هٰذَا الْغُلَامَ فَاِنِّی اَنْفَسُ بِهٰذَيْنِ . يَعْنِی الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ . لِئَلَّا يَنْقَطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُولِ اللّٰه

"اس جوان (امام حسن) کو روک لو کیونکہ مجھے ان دونوں کے جانے سے ڈر ہے کہ کہیں رسول اللہؐ کی نسل منقطع نہ ہو جائے۔" ۲۹

اس طرح بعض روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ امیر المؤمنینؑ اپنے فرزند محمد حنفیہ کو ان دنوں کا سپر بنا کے رکھا، لہذا محمد حنفیہ سے لوگوں نے کہا کہ دیکھو! علیؑ تمہیں تو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں، لیکن حسنؑ و حسینؑ کو اذن جہاد نہیں دیتے تو محمد حنفیہ نے ہی جواب دیا تھا:

اَنَّهُمَا عَيْنَاهُ وَاَنَا يَمِيْنُهُ فَهُوَ يَدْفَعُ عَنْ عَيْنِهِ بِيَمِيْنِهِ "بے شک یہ علیؑ کی دو آنکھیں ہیں اور میں ان کا دست راست ہوں لہذا میرے بابا اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتے ہیں۔" ۳۰

اس جواب سے والد و بھائیوں کی نسبت ادب و احترام کا بہترین اندازہ ہو سکتا ہے۔

زندگانی امام علیؑ میں ایک اور نقطہ ہم نے بیان کیا ہے، عباس بن بکار نے حضرت ابن عباسؓ سے مستند روایت نقل کی ہے:

امیر المؤمنینؑ نے جنگ میں ایک روز اپنے فرزند محمد حنیفہ کو بلا کر فرمایا: "دشمن کے میمنے پر حملہ کرو!" حکم پا کر محمد حنفیہ اپنے دستے کے ہمراہ حملہ آور ہوئے اور انہیں شکست دے کر زخمی حالت میں لوٹ آئے اور بابا جان کو دیکھ کر فرمایا:

العطش! بابا مجھے پیاس لگی ہے امام نے کچھ پانی اپنے فرزند کو پلایا اور باقی ان کی زرہ اور بدن پر ڈال دیا۔

راوی کہتا ہے:

میں نے خود زرہ کی حلقوں سے خون کے قطروں کو گرتے ہوئے دیکھا، کچھ دیر فرصت دینے کے بعد پھر حکم دیا: اے محمد! دشمن کے میسرے پر حملہ کرو۔

محمد بن حنفیہ بھی پہلے کی طرح اپنے گروہ کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور جب میدان سے دشمن کے قدم اکھاڑ دیئے تو زخموں سے چور چور اپنے بابا کی خدمت میں پانی پانی کہتے ہوئے لوٹ آئے۔

امیر المومنینؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور پہلے کی طرح اپنے فرزند کو پیار کیا اور کچھ دیر آرام کرنے کا فرمایا اور پھر فرمایا: بیٹا! اب قلب لشکر پر حملہ کرو! چنانچہ محمد حنفیہ نے قلب لشکر پر حملہ کیا، لیکن بہت زیادہ زخمی ہونے کے سبب لوٹ تو آئے مگر بابا کو دیکھ کر رونے لگے۔ علیؑ نے اٹھ کر پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا:

فِداکَ ابُوکَ لَقَدْ سَرَرْتَنی وَاللهِ یا بُنی فَما یُبْکیکَ أَفَرَحٌ اَمْ جَزَعٌ "میں تم پر قربان جاؤں، خدا کی قسم تم نے اپنے بابا کو بہت خوش کیا، مگر بتاؤ یہ گریہ کس لئے ہے؟ یہ خوشی کے آنسوں ہیں یا بے تابی کے؟

محمد حنفیہ نے جواب دیا:

کیسے نہ روؤں، آپ نے تین بار بغیر مہلت دیئے مجھے موت کے منہ تک پہنچایا مگر میں زندہ بچ آیا جبکہ میرے دونوں بھائیوں کو اذن جہاد نہیں دیتے۔

امام نے محمد کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا:

یَا بُنَیَّ اَنْتَ اِبنی وَهذان ابنا رَسُولِ اللّٰہ اَفَلا اصُونُهُما؟ عزیزم تم میرے فرزند ہو اور یہ دونوں رسول اللہؐ کے فرزند ہیں کیا مجھے ان کی حفاظت نہیں کرنا چاہیے۔

یہ سن کر محمد نے جواب دیا:

بَلىٰ یا اَبَه جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِداکَ وَفِدا هُما "کیوں نہیں بابا جان! خدا مجھے آپؐ پر اور ان دونوں پر قربان کرے۔" [۳۱]

روایات و احادیث سے یہی استفادہ ہوتا ہے کہ امام حسینؑ جنگ صفین کی طرح مسئلہ حکمیت، جنگ نہروان اور دوسرے تمام مسائل میں سائے کی طرح امیر المومنینؑ کے ہمراہ موجود رہے اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس تلخی اور سختی سے والد گرامی کے حق میں ہونے والی تمام بے وفائیاں اور لوگوں کی جانب سے ہونے والی سختیاں مشاہدہ فرماتے رہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ حضرتؑ نے تاریخ اسلام کے اس تلخ اور المناک حادثے کو کس طرح برداشت کیا ہوگا کہ جب عالم انسانیت کی مثالی شخصیت امیر المومنینؑ کو اموی اور خارجی سازش کے تحت ضربت لگائی گئی اور وہ تاریخی عظیم المرتبت شخصیت محراب عبادت میں غلطان بہ خون ہو کر جام شہادت پی گیا۔

جس طرح امیر المؤمنینؑ نے رسول اللہؐ کے سبط اکبر امام حسنؑ کی تربیت پر خاص توجہ مبذول رکھی اور ان کی پرورش روح میں کوئی دقیقہ فروگذار نہیں رکھا، یہاں تک کہ اپنے بعد کے دستور العمل کو وصیت کی صورت میں بیان کرڈالا کہ جس کا کچھ حصّہ ''زندگانی امام حسنؑ'' میں ذکر کیا گیا ہے، بالکل اسی طرح سبط اصغر امام حسینؑ پر بھی حضرتؑ نے اپنی توجہ خاص عنایت فرمائی یعنی امیر المؤمنینؑ نے اپنے دلبند اور عزیز فرزند کو قدم قدم پر تعمیری مفید اور رہنما مشورے، نصیحتیں اور تذکرات دینے سے دریغ نہیں فرمایا جس میں سے کچھ پیش خدمت ہیں۔

امام حسینؑ سے امیر المؤمنینؑ کی وصیت

حضرت علیؑ نے اپنی دلچسپ، سبق آموز اور زندگی کیلئے مفید وصیتیں کی جو تمام اولاد مثلاً، امام حسینؑ سے فرمائیں وہ اصول کافی اور دیگر احادیث کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ من جملہ وہ معروف وصیت جو ان جملات سے شروع ہوتی ہے:

> بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم : ھٰذٰا مٰا اَوْصیٰ بِہٖ عَلِیُّ بْنُ اَبیطالِب ... یہاں تک کہ فرمایا: ثُمَّ انّی اُصیکَ یٰا حَسَنُ وَجَمیعَ اَھْلِ بَیْتی وَوُلْدی وَمَنْ بَلَغَہُ کِتابی بِتَقْوَیَ اللّٰہِ ... یہ وصیت ترجمے کے ساتھ کتاب زندگانی حضرت علیؑ میں ذکر کرچکے ہیں۔ (ج ۲ ص ۳۴۴، ۳۴۰)

اس کے علاوہ ایک اور وصیت جو ابن شیخ کی امالی اور ورام بن ابی فراس کی تنبیہ الخواطر (جو کہ مجموعہ ورام کے نام سے معروف ہے) میں سند کے ساتھ نقل ہوئی ہے، جب امیر المؤمنین علیؑ کا بظاہر احتضار تھا تو آپؑ نے امام حسنؑ و امام حسینؑ، محمد حنفیہ اور دوسرے تمام چھوٹے فرزندوں کو طلب کیا اور ان سے جو وصیت فرمائی اس کے آخری جملات یہ ہیں:

> یا بُنَیَّ عاشِرُوا النّاسَ عِشْرَۃً اِنْ غِبْتُمْ حَنُّوا اِلَیْکُمْ وَ اِنْ فُقِدْتُمْ بَکَوْا عَلَیْکُمْ ، یا بَنِیَّ اِنَّ الْقُلُوبَ جُنُودٌ مُجَنَّدَۃٌ تَتَلاحَظُ بِالْمَوَدَّۃِ وَ تَتَناجیٰ بِھا ، وَ کَذٰلِکَ ھِیَ فِی الْبُغْضِ فَاِذا اَحْبَبْتُمُ الرَّجُلَ مِنْ غَیْرِ خَیْرٍ سَبَقَ مِنْہُ اِلَیْکُمْ فَارْجُوہُ ، وَاِذا اَبْغَضْتُمُ الرَّجُلَ مِنْ غَیْرِ سُوءٍ سَبَقَ مِنْہُ اِلَیْکُمْ فَاحْذَرُوہُ

''اے میرے بچو! لوگوں کے درمیان اس طرح رہو کہ جب تم ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو تو وہ تمہاری فکر میں رہیں اور اگر مر جاؤ تو ان کی آنکھیں تم پر گریہ کناں ہوں، اے میرے بچو! بے شک، دل صف بستہ لشکروں کی طرح ہیں جو کہ محبت و دوستی سے جڑے ہوئے ہیں، البتہ دشمنی اور عداوت میں بھی اسی طرح ہیں، لہٰذا اس صفت سے پرہیز کرو کہ کسی شخص سے بغیر ثبوت کے موصول ہوئے اعتماد، محبت اور دوستی کرنے لگے اور اسی طرح برائی کے ثابت ہوئے بغیر اس سے دشمنی اور عداوت کرنے لگو'' [۳۲]

البتہ اس وصیت کا آخری حصہ اِنّ القلوب جنود مجنّدۃ ...دقیق نکات کا حامل ہے جو کہ بعض دوسری روایات میں بھی آیا ہے جس کی شرح و تفصیل ضروری تھا، لیکن موضوع سے نکل جانے کا ڈر مانع ہے، جبکہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جا چکی۔ ۳۳

نہج البلاغہ میں بھی جو وصیت نقل ہوئی ہے وہ مختصر سے فرق کے ساتھ اصول کافی والی ہی وصیت ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ نہج البلاغہ میں امام حسنؑ و امام حسینؑ سے وصیت فرمائی ہے، جبکہ اصول کافی وغیرہ میں تمام اولاد سے خطاب ہے، اس مقام پر نہج البلاغہ میں سیّد رضی علیہ الرحمہ کی منتخب وصیت ملاحظہ ہو:

جب علیؑ، ابن ملجم کی ضربت سے زخمی ہوئے تو آپؑ نے امام حسنؑ و امام حسینؑ سے وصیت فرمائی:

وَ مِن وَّصِيَّةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلامُ ، لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِما السَّلامُ لمّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَّعَنَهُ اللّٰهُ : أوصِيكُما بِتَقْوَى اللّهِ ، وَأن لا تَبْغِيَا الدُّنْيا وان بَغَتْكُما ، وَلا تَاْسَفا علی شيءٍ مِنْها زُوِيَ عَنكُما، وَ قُولا بِالْحَقِّ ، وَاعْمَلا لِلْأجْرِ ، وَكونا لِظَالِمٍ خَصْماً ، وَّلِلْمَظْلُومِ عَوْناً . أوُصِيكُما وَجَمِيعَ وَلَدِي وَأَهْلِي وَ مَن بَلَغَهُ كتابي بتقْوَى اللّهِ ، وَ نَظْم اَمرِكُمْ ، وَصَلاح ذاتِ بَيْنِكُمْ ، فِإنّي سَمِعْتُ جَدَّكُماً يَقُولُ : صَلاحُ ذاتِ الْبَيْنِ أفْضَلُ مِنْ عامَّةِ الصَّلاةِ وَالصِّيامِ ، واللّهَ اللّهَ فِي الْأيْتامِ ، فَلا تُغِبّوا اَفْواهَهُمْ ، وَلا يَضِيعوُا بحَضْرَتِكُمْ ، وَاللّهَ اللّهَ فِي جِيرانِكُمْ ، فَإنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ ، ما زالَ يوُصِي بِهِمْ حَتّى ظَنَنا أنّهُ سَيُوَرِّثُهُمْ ، وَاللّهَ اللّهَ فِي الْقُرْآنِ لا يَسْبِقُكُمْ بالْعمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ ، وَاللّهَ اللّهَ فِي الصَّلاةِ فَانَّها عَمُودُ دِينِكُمْ ، وَاللّهَ اللّهَ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ ، لا تُخَلُّوهُ ما بَقِيتُم، فَإنَّهُ ان تُرِكَ لَمْ تُناظَروُا ، وَاللّهَ اللّهَ فِي الْجِهادِ بِامْوالِكُمْ وَأنفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ ، وَعَلَيْكُمْ بالتَّواصُلِ وَالتَّباذُلِ وَاِيّاكُمْ وَ التَّدابُرِ وَالتَّقاطُعِ ، لا تَتْرُكوُا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنكَرِ فَيُوَلّى عَلَيْكُمْ اَشْرارُكُمْ ثُمَّ تَدْعوُنَ فَلا يُسْتَجابُ لَكُمْ ، ثُمَّ قالَ : يا بَنِي عَبْدالْمُطَّلِبِ لا اُلْفِيَنَّكُمْ تَخوضوُنَ دِماءَ الْمُسْلِمينَ خَوْضاً تَقُولُونَ : قُتِلَ اَمِيرُالْمُؤْمِنِينَ ، قُتِلَ اَمِيرُالْمُؤْمِنِينَ ، اَلا لا يُقْتَلَنَّ بِي الا قاتِلِي . انظُرُوْا اِذا اَنامُتُّ مِن ضَرْبَتِهِ هذِهِ فَاضْرِبوُهُ ضَرْبَةًبِضَرْبَةٍ ، وَّلا يُمَثَّلُ بالرَّجُلِ فَإنّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّهِ يَقوُلُ : اِيّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقوُرِ "

- "تم دونوں کو تقویٰ الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں اور کبھی حصول دنیا کی تلاش مت کرنا اگر وہ تمہاری تلاش میں لگی ہو اور دنیا کی کسی شے کے چھین لئے جانے پر افسوس نہ کرنا ہمیشہ حق بات کہو اور دنیا کا کام اجر و آخرت کیلئے کیا کرو ظالم کے دشمن اور مظلوم کے یار و مددگار رہنا۔
- تم دونوں تمام اولاد، خاندان اور ہر اس خط کے پانے والے کو وصیت کرتا ہوں، تقویٰ الٰہی اور اپنے امور میں نظم و ضبط کے ساتھ اپنے درمیان اصلاح کو برقرار رکھو اس لئے کہ تمہارے جد بزرگوار رسول اللہؐ سے میں نے سنا ہے لوگوں کے درمیان اصلاح رکھنا تمام نمازوں اور روزوں

سے افضل ہے، خدا کیلئے یتیموں کا خیال رکھنا، کبھی ان کے دہان پر نوبت نہ لگانا اور کبھی تمہارے ہوتے ہوئے وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔

- خدارا، خدارا! پڑوسیوں کا خیال رکھنا کیونکہ رسول اللہ ان کی سفارش اس طرح فرماتے تھے ہمیں گمان ہونے لگتا کہ شاید پڑوسیوں کو وارثوں میں شمار فرمائیں گے۔
- خدارا خدارا (توجہ رکھو!) نماز کو ہرگز فراموش مت کرنا کیوں کہ یہ ستون دین ہے۔
- خدارا خدارا! پروردگار کے گھر کو یاد رکھنا، اسے کبھی خالی نہ چھوڑنا اور اگر تم نے اسے خالی چھوڑ دیا تو خدا تمہیں نہیں بخشے گا۔
- خدارا خدارا! مال و جان اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرتے رہے اور ہمیشہ یاد رکھو جود و بخشش اور باہمی روابط برقرار رکھنا یعنی ترک تعلقات سے پرہیز رکھنا۔
- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو کبھی نہ بھلانا ورنہ تمہارے درمیان موجود بدکردار لوگ تم پر حاکم بن جائیں گے پھر دعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہوگی۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا:

اے بنی عبد المطلب ! میں تمہارے ہاتھوں کو مسلمانوں کے خون میں اس بہانے سے رنگین نہ دیکھوں کہ امیر المومنینؑ کو مارا گیا ہے۔ میرے قاتل کے سوا کسی اور کو میرے بدلے میں نہ مارا جائے اور یاد رکھو اگر یہی ضربت دنیا سے رخصت کا سبب بنے تو بدلے میں ایک ضربت مارنا، اور اس کے بدن مردہ کی بے حرمتی نہ کرنا اس لیے کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ پامالی بدن سے پرہیز کرو اگر چہ وہ خطرناک کتے کا ہی کیوں نہ ہو۔ (نہج البلاغہ باب رسائل: شمارہ ۴۷)

جامع اور درس آموز وصیت

علیؑ کی وصیتوں میں سے جو فقط امام حسینؑ کیلئے نقل ہوئی ہے، اسے علی بن شعبہؒ نے تحف العقول میں تفصیلاً تحریر کیا ہے، البتہ کتاب اعجاز اور ایجاز ابی منصور ثعالبی میں جو وصیت وارد ہوئی ہے وہ اسی کا خلاصہ ہے[35] لیکن ہم یہاں پر وہی تحف العقول والی کامل وصیت منتخب ترجمے کے ساتھ نقل کر رہے ہیں:

- اے میرے بیٹے! میں فقر و بے نیازی میں تقویٰ پروردگار کی وصیت کرتا ہوں اور خشم و خوشحالی میں حق بات کی اور فقر و غنا کے وقت اعتدال کی، دوست و دشمن سے عدالت کی، سعی و کوشش کے وقت نشاط کی سختی اور آسائش میں راضی برضائے الٰہی رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔
- اے میرے عزیز فرزند! جس شر کا نتیجہ جنت ہو وہ شر نہیں اور جس خیر کا نتیجہ جہنم و عذاب الٰہی ہو اسے خیر مت سمجھنا، جنت کے مقابلے میں کوئی بھی نعمت غیر اہم اور بے قدر ہے اور اسی

طرح دوزخ اور عذاب الٰہی کے مقابل ہر آزمائش اور فکر میں خیر اور راحت ہے۔

- اے میرے بیٹے! جو اپنے عیبوں کو دیکھتا ہوا سے دوسروں کے عیب دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی اور جو تقوی اور پرہیز گاری کا لباس اتار دے کسی بھی شے سے خود کو نہیں ڈھانپ سکتا اور جو تقدیر پر راضی ہو وہ ہاتھ سے گئی چیزوں پر غم زدہ نہیں ہوتا، جو دوسروں پر ظلم وتعدی کی تلوار اٹھائے وہ اسی تلوار کا لقمہ بنتا ہے جو اپنے بھائی کیلئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے، جو دوسروں کی پردہ داری کرتا ہے خود اسی کے شرم ناک اور رسوا کنندہ اعمال ظاہر ہوتے ہیں، جو اپنی خطاؤں کو بھول جائے وہ دوسروں کی غلطیوں کو اہمیت دیتا ہے جو بغیر تیاری کے مشکلات کا مقابلہ کریگا جان لو وہ ہلاک ہو جائے گا، جو بغیر سوچے سمجھے موجوں سے ٹکرائے گا اس کا مقدر غرق ہو جانا ہے، جو خود بینی اور اپنے رائے پر اکتفا کرے وہ شخص گمراہ ہو جائے گا جو فقط اپنی عقل کے ذریعے بے نیاز ہونا چاہے اس کے قدم لڑکھڑائیں گے، جو لوگوں پر بڑائی اور تکبر کریگا وہ ذلیل وخوار ہو جائے گا جو علماء اور دانشمندوں سے ہم نشینی رکھے گا اس کے احترام و وقار میں اضافہ ہوگا جو پست وکمینہ لوگوں سے میل جول رکھے گا وہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہو جائے گا، جو لوگوں کو بے وقوف اور احمق سمجھے گا لوگ اسے گالیاں دیں گے، جو بُرے مقامات پر رفت وآمد کریگا وہ مورد تہمت قرار پائیگا جس نے شوخی کی وہ ہلکا شمار کیا جائے گا اور جو جس کام میں زیادہ مصروف رہے گا وہ اسی سے کام میں معروف ہو جائیگا، جو زیادہ بولتا ہوگا اس کی گفتگو میں لغزش اور خطا بھی زیادہ ہوگی اور جس کی لغزشیں زیادہ ہو جائیں اس کی شرم وحیا کم ہو جاتی ہے اور جس کی شرم وحیا جاتی رہے وہ پرہیز گاری و پارسائی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور یاد رکھو! ایسے لوگوں کے دل مردہ ہو جاتے ہیں اور جس کے دل مردہ ہو جائیں انکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

- اے میرے فرزند! جو دوسروں کے عیبوں کو دیکھ کر بھی انہیں اپناتا ہے وہ خود احمق ہے، جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہوگا وہ اپنی زندگی میں قلت اموال پر بھی قانع نظر آئے گا، جو یہ جان لے کہ اس کی باتیں بھی اعمال کا حصہ ہیں وہ مفید گفتگو سے ہٹ کر بولنا چھوڑ دے گا۔

- اے میرے فرزند! مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو سزا سے ڈرتا ہو لیکن گناہ چھوڑنے پر تیار نہ ہو اور اسی طرح تعجب اس پر ہے جو جزائے پروردگار کا امیدوار تو ہو لیکن نہ تو نیک اعمال انجام دیتا ہو اور نہ ہی توبہ کرتا ہو۔

- اے میرے فرزند! سوچ بچار نورانیت اور بینش عطا کرتا ہے، مگر غافل و بے خبر لوگوں کا نصیب

تاریک اور جاہل ونادان لوگوں کا مقدر گمراہی ہوتا ہے، سعادت مند وہی ہوگا جو دوسرے لوگوں کے حالات سے نصیحت لے، ادب باز ماندگان کیلئے بہترین میراث ہے، خوش اخلاقی انسان کا بہترین ساتھی اور رفیق ہے، قطع رحم سے زندگی گھٹا دیتی ہے، الٰہی احکام کی نافرمانی کے ساتھ دولت اور بے احتیاجی نہیں ہوتی۔

- اے میرے فرزند! مشکلات سے چھٹکارا دس طریقوں سے ممکن ہے نو خاموشی میں اور باقی رہا ایک وہ کم عقلوں، نادانوں اور احمقوں سے ترک صحبت میں پوشیدہ ہے۔ اے میرے فرزند! جو محافل میں خدا کی نافرمانیوں کو اپنا زیور بنائے خدا ذلت وخواری اس کے شامل حال کر دیتا ہے اور جو شخص علم ودانش کی جستجو کرتا ہے دانشمند ہو جاتا ہے۔
- اے میرے فرزند! علم ودانش ایسے جسم کی مانند ہے جس کا سر لوگوں کی خاطر تواضع کرنا ہے، اس کی بیماری بدمزاجی اور کج خلقی میں ہے، ایمان کے خزانوں میں سے ایک، مصیبت وناگوار حالات میں بردباری اور صبر وتحمل ہے، فقر وناداری کا زیور عفت وپاکدامنی ہے، توانگری اور ثروت مندی کا زیور خدا کے حضور شکر گزاری ہے، زیادہ رفت وآمد آزردگی خاطر اور افسردگی لاتا ہے، مختلف کاموں میں علم اور اس کے اختیار سے پہلے اطمینانِ خاطر کا ہونا دور اندیشی اور احتیاط کے خلاف ہے، انسان کا خود پسند اور خود بین ہونا عقل کی بے بسی پر دلیل ہے۔
- اے میرے فرزند! عجب ان نگاہوں پر کہ جن کی وجہ سے بعد میں افسوس ہوتا ہے اور عجب ان باتوں پر جن کی وجہ سے نعمتیں ہاتھ سے چھن جاتی ہیں۔
- میرے بیٹے! اسلام سے بڑھ کر کوئی عزت وشرف اور تقوی و پرہیز گاری سے بڑھ کر کوئی بزرگواری نہیں ہوسکتی اور زہد وورع سے بڑھ کر کوئی قلعہ نہیں: خدا کے حضور قبولیت کیلئے "توبہ" سے زیادہ کامیاب اور موافق شفیع اور وسیلہ نہیں ہے، صحت وتندرستی سے زیادہ نفیس کوئی لباس نہیں جو بھی اپنی رسیدہ روزی پر قناعت واکتفا کرے اسے جلدی راحت نصیب ہوگی اور اس نے اپنے لئے سکون دل مہیا کرلیا۔
- اے میرے بیٹے! لالچ وحرص رنج وآلام کی کنجی ہے سختیوں کی سواری ہے، اور یہ انسان کو پستی میں لیجا کر گناہوں میں گھسیٹتی ہے اور یہی حرص تمام برائیوں کا مرکز ہے دیکھو! ادب واخلاق سیکھنے کیلئے یہ کافی ہے اس سے اجتناب کرو جو دوسروں میں بُری لگتی ہے۔ [۳۶]
- تمہارا برادر دینی تم پر وہی حق رکھتا جو تم اس پر رکھتے ہو، جس شخص نے خود کو سخت ومشکل کام میں اس کے انجام اور نتائج کو جانے بوجھے بغیر ڈال دیا اس نے خود کو ناگوار حادثات کے سامنے

کھڑا کر دیا۔کوئی عمل کرنے سے پہلے تدبیر تم کو پشیمانی سے محفوظ رکھتی ہے، جو کاموں میں دوسروں کے مشوروں کو اہمیت دے وہ مقامات لغزش وخطا کو بہتر جانتا ہے۔صبر ناداری کی ڈھال ہے،بخل اور کنجوسی پیراہن ہے مسکینی اور ناداری کا۔۳۷ حرص ولالچ علامت ہے فقر و محتاجی کی، خوش اخلاق افراد اور مہذب فقیر بہتر ہیں بد مزاج دولتمند سخی سے، ہر شے کیلئے روزی پہنچتی ہے اور خوراک مخصوص ہے فرزند آدم کی مخصوص روزی موت ہے۔

- اے میرے فرزند! کسی گناہگار کو رحمت الٰہی سے ناامید نہ کرنا کیونکہ کتنے ہی لوگ گناہ کو عادت بنالیتے ہیں، لیکن ان کی زندگی کا خاتمہ نیکی پر ہوتا ہے اور کتنے ہی لوگ نیک اچھے اور عاملِ خیر نظر آئے ہیں، لیکن وقتِ آخر گناہ میں مبتلا ہو کر راہی دوزخ ہوتے ہیں، دوزخ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔
- اے عزیز فرزند! بعض اوقات معصیت کار نجات یافتہ ہو جاتا ہے، لیکن بہتیرے عمل خیر والے بدبختی اور ہلاکت کے کنویں میں جا گرتے ہیں..جو اپنی زندگی کا دستور صدق وسیدھی راہ کو قرار دے اس پر مشکلات زندگی آسان ہو جاتی ہیں، انسانی نفس کی بالیدگی اور نجات نفس کی مخالفت کرنے میں ہے، ساعتیں عمر کو گھٹاتی ہیں، وائے ہو ان ستمگروں کے حال پر کہ جنکا فیصلہ کرنے والا سب حکمرانوں کا حاکم اور چھپا کر کام کرنے والوں کے راز کا جاننے والا ہے۔
- اے میرے فرزند! روز جزا کیلئے بدتر زادِ راہ بندگان خدا پر ستمگری، ظلم اور زبردستی کرنا ہے اور ہر (ظلم) ایسا گھونٹ ہے جو حلق میں خراش کر دیتا ہے اور ایسا نوالہ ہے جو گلوگیر ہو جاتا ہے، جب تک پہلی نعمت نہ چھن جائے کوئی دوسری نعمت نصیب نہیں ہوتی، جان لو آسائش سے سختی، نعمت وخوشحالی سے دشواری زندگی سے موت اور تندرستی سے بیماری کس قدر نزدیک ہے۔۳۸ چنانچہ خوش اقبال ہے وہ انسان جس کا علم وعمل، جس کی پسند وناپسند، جس کا ترک کرنا، جس کا بولنا اور خاموش رہنا اسی طرح جس کی گفتار وکردار بھی خدا کیلئے خالص ہے اور خوش نصیب ہے وہ عالم جو باعمل ہو نیز کوشش کرتا ہو اور موت سے ڈرتا ہو اور اس صورت کیلئے ہر حال میں آمادہ اور تیار ہو اگر ان سے پوچھا جائے تو ان کا جواب خیر خواہی اور نصیحت ہوتا ہے اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں تو وہ خاموشی اختیار کرتے ہیں، ان کا بولنا بھی درست ہوتا ہے ان کی اور خاموشی بھی اس لئے کہ بات کرنے سے عاجز ہیں ان کا جواب ہوتی ہیں وائے ہو ان کی حالت پر جو محرومیت ذلت وخواری اور نافرمانی میں مبتلا ہوں، لہٰذا اُسی چیز کو اپناتے ہیں جس کے بارے میں دوسروں کو پسند نہیں کرتے جو خود انجام دیتے ہیں مگر اسی کی بات پر دوسروں کی

عیب جوئی کرتے ہیں۔

اے میرے بیٹے! یہ جان لو کہ درحقیقت جس کا انداز گفتگو نرم ہے وہ لوگوں کی نگاہ میں عزیز ہے۔خداوند متعال تجھے ترقی،فلاح اور کامیابی کی توفیق عنایت کرے اور تمہیں اپنے فرمانبرداروں میں قرار دے۔درحقیقت وہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔

پدر بزرگوار کے آخری مراسم

جیسا کہ" زندگانی امیر المؤمنینؑ"میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا،چالیسویں سال ہجری میں امیر المؤمنینؑ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا اور امام حسینؑ نے بڑے بھائی امام حسن مجتبیٰؑ کی مدد سے اپنے بابا کے جنازے کی کوفہ میں تدفین فرمائی۔البتہ مدتوں حضرتؑ کی قبر مطہر سوائے اہل بیتؑ اور ان کے خاص افراد مخفی رہی اور آخرالامر خلیفہ عباسی ہارون الرشید کے زمانے میں ایک واقعہ کے نتیجہ میں قبر مطہر آشکار ہوا۔

حواشی وحوالہ جات

ا [زندگانی امام حسنؑ کے باب دوم میں تفصیل جو روایات تحریر کی گئی ہیں ان میں سے ایک حدیث میں امام حسنؑ امام حسینؑ کو ریحان یعنی خوشبو اور پھولوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔]

۲ [بحار الانوار، ج۴۳، ص۲۶۲]

۳ [زندگانی امام حسنؑ، تیسری فصل]

۴ [حیاۃ الامام الحسینؑ، باقر شریف، ج۱، ص۲۴۰]

۵ ["ما زالَتْ بَعْدَ أبيهَا مُعَصَّبَةَ الرَّأْسِ ناحِلَةَ الْجِسْمِ ، مُنْهَدَّةَ الرُّكْنِ باكِيَةَ الْعَيْنِ، مُحْتَرِقَةَ الْقَلْبِ ، يُغْشى عَلَيْها ساعَةً بَعْدَ ساعَةٍ ، وَتَقُولُ لِوَلَدَيْها : أَيْنَ أَبُوكُمَا الَّذى كانَ يُكْرِمُكُما وَيَحْمِلُكُما مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ ؟ أَيْنَ أَبُوكُمَا الَّذى كانَ أَشَدَّ النّاسِ شَفَقَةً عَلَيْكُما فَلا يَدَعُكُما تَمْشِيانِ عَلَى الْأَرْضِ ؟ وَلا أَراهُ يَفْتَحُ هذا الْبابَ أَبَداً ، وَلا يَحْمِلُكُما عَلى عاتِقِه كَما لَمْ يَزَلْ يَفْعَلُ بِكُما"۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج۳، ص۳۶۲]

۶ [کشف الغمہ، ج۲، ص۱۲۶]

۷ [اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جناب ام کلثوم کا ایک نام سکینہ بھی تھا، لیکن ہمارے پاس موجود کتابوں میں یہ بات نہیں ملتی۔ ادھر علامہ مجلسی نے بھی اس حدیث کو خاص معتبر مآخذ سے نقل نہیں کیا ہے، چنانچہ بحار الانوار ج۴۳ ص۱۷۹ پر رجوع فرمائیں]

۸ [شمس طہرانی نے اس منظر کو یوں نظم کیا ہے۔ جب جسم جناب زہراؑ کو مولائے کائناتؑ نے غسل دے کر گویا پھول کو کفن میں پنہاں کیا، تو اسی اثناء میں آپؑ کے نور چشم تشریف لائے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے ماں کی جانب روانہ ہوئے، اے اماں اپنے یتیموں کو ایک بار پھر محبت سے گود میں لے لیں، یہ کیا ہوا جو ہمیں اپنے دل سے نکال دیا اور ہم سے آنکھیں بند کر لیں، اور پھر خود ماں کے جنازے پر گرا دیا گو نور علیؑ محسوس ہونے لگا تب ان ماہ پاروں کی محبت میں روح پلٹنے لگی، اور ہاتھ پھیلا کر دونوں کو آغوش میں لے لیا اور ایسا گریہ ہوا کہ بے ہوش ہونے لگے تب اچانک آسمان سے ندا آئی کہ اے خدا کے فرشتوں کے والی، ان دو بلبلوں کو شاخوں سے اڑا دو کیونکہ ان کے شور سے یہاں شور ہو رہا ہے۔]

۹ [خصال صدوق، ص۳۶۰، چاپ تہران]

۱۰ [مناقب، ج۳، ص۳۶۳]

۱۱ اور ۱۲ [الفتنۃ الکبری، ج۱، ص۱۷]

۱۳ [شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۹ ص۲۹، ۳۰]

۱۴ [حیاۃ الامام الحسین علیہ السلام ج۱ ص۲۹۷]

۱۵ [گویا عمر یہ سوچ رہے تھے کہ بچے کو کسی نے سکھا کر روانہ کیا ہے اور شاید علیؑ سے بدگمانی کرتے ہوئے تصدیق چاہتے تھے۔]

۱۶ [الاصابہ ج۱ ص۳۳۲ والبتہ یہ واقعہ احتجاج طبرسی میں کچھ مختلف انداز میں ذکر ہوا ہے لیکن کتاب ابن عساکر میں

الفاظ کی یہی نشست و برخاست ہے بنابراین ان کتابوں کے علاوہ "ادب الحسین ص ص ٦٦، ٦٧" ملاحظہ کریں]

١٧ [روایات اور تاریخ کے گوشہ و کنار میں (عرب پرستی کا) نظریہ دکھائی دیتا ہے چنانچہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے بھی رسول اللہ کی تمام زحمتوں کا صلہ یہ جانا ہے کہ قوم عرب کو عظمت ملی ہے اور خاندان رسول کو بھی عظمت عرب ہونے میں ہے۔]

١٨ [ج ا ص ٣٤٥، ٣٤٩ اسی طرح حضرت ابوذرؓ کی مک بدری کا حال زندگانی امام حسنؑ کے باب چہارم میں ملاحظہ فرمائیں]

١٩ [تاریخ طبری، ج ۵ ص ۵۸۵۷ کتاب العبر ابن خلدون ج ٢ ص ١٣٥١٢٨]

٢٠ [سیرۃ الائمہ الاثنی عشر، ہاشم معروف، ج ٢ ص ٢٥]

٢١ [زندگانی امام حسنؑ ج ١ ص ١٣٧-١٣٩]

٢٢ اور ٢٣ [زندگانی امام حسنؑ ج ١ ص ١٢٣]

٢٥ [شرح ابن ابی الحدید، ج ٢ ص ٣٧٥-٣٧٦ - حیاۃ الامام الحسن باقر شریف، ج ١ ص ٢٨٥]

٢٦ [زندگانی امام حسن علیہ السلام ج ١ ص ١٣٤-١٣٧]

٢٧ [احتجاج طبرسی]

٢٨ [شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ١ ص ٢٨٤]

٢٩ اور ٣٠ [شرح ابن ابی الحدید، ج ١ ص ١١٨]

٣١ [بحار الانوار، ج ٤٥ ص ٣٢٨]

٣٢ [امالی، ابن الشیخ ص ٢٧ و تنبیہ الخواطر، ج ٢ ص ٧٥]

٣٣ [مبارزہ با گناہ، تالیف مؤلف ص: ٣٢٥، فارسی زبان شاعر کہتا ہے:

ذرّہ ذرّہ کاندر این ارض وسماست — جنس خود را همچو کاه و کهرباست

ناریان مر ناریان را جاذبند — نوریان مر نوریان را طالبند

در جهان هر چیز چیزی جذب کرد — گرم گرمی را کشید وسرد سرد

٣٤ [سیرۃ الائمۃ الاثنی عشر، ہاشم معروف حسنی، ج ٢ ص ٢٠]

٣٥ [تحفۃ العقول ص ٨٨، ٩١ یابنی اوصیک بتقوی اللّٰہ فی الغنی والفقر وکلمة الحق فی الرضیٰ والغضب والقصد فی الغنیٰ ولفقر. بالعدل علی الصدیق والعدوّ. وبالعمل فی النشاط والکسل. والرّضی عن اللّٰہ فی الشّدّة والرّخاء. ایْ بنیّ ما شرّ بعده الجنّة بشرّ، ولا خیرٌ بعده النّار بخیر. وکل نعیم دون الجنّة محْقورٌ. وَکُلُّ بلاءٍ دونَ النّار عافیة واعلم ای بنیّ انّهُ أبصر عیب نفسه شغل عن عیب غیر ومن تعری من لباس التقوی لم یستتر بشيٍ من اللّباس. ومن رضی بقسم اللّٰہ لم یحزن علی ما فاتة. ومن سلَّ سیف البغی قتل به ومن حفر بئراً لأخیه وقع فیها. ومن هتک حجاب غیره انکشفت عورات بیته و من نسی خطیئته استعظم خطیئة غیره. ومن کابد الأمور عطب. ومن اقتحم الغمرات غرق. ومن اعجب برأیه ضلّ. ومن استغنیٰ بعقله زلَّ. ومن تکبّر علی

الناس ذل . ومن خالط العلماء وُقِرّ. ومن خالط الأنْذال حقر . ومن سفه على النّاس شتم . ومن دخل مداخل السّوء اتُّهم . ومن مزح اسْتخفّ به . ومن اكثر من شي ء عرف به . ومن كثر كلامه كثر خطاؤه ، ومن كثر خطاؤهُ قلّ حياؤه ُ، ومن قَلَّ حياؤه قلّ ورعه ، ومن قل ورعه مات قلبه ، ومن مات قلبه دخل النار .

اى بنيّ من نظر في عيوب النّاس ورضي لنفسه بها فذاك الأحمق بعينه . ومن تفكّر اعتبر ، ومن اعْتبر اعْتزل ، ومن اعتزل سلم . ومن ترك الشهوات كان حُرّا . ومن ترك الحسد كانت له المحبّة عند الناس .

أى بنيّ عزّ الْمؤمن غناه عن الناس . والقناعة مالٌ لا ينفد . ومن اكثر ذكر الموت رضي من الدنيا باليسير ومن علم انّ كلامه من عمله قلّ كلامه الّا فيما ينفعه . اى بنيّ العجب ممّنْ يخافِ العقاب فلم يكفّ ، ورجاالثواب فلم يتُب ويعمل .اى بنيّ الفكرة تورث نوراً . والغفلة ظُلمة . والجهاد له ضلالةٌ ، والسّعيد من وعظ بغيره . ولأدب خير ميراثٍ . وحُسن الخلق خير قرين . ليس مع قطيعة الرَّحم نماءٌ ، ولا مع الفجور غنيّ . أىْ بنيّ العافية عشرةُ اجزاءٍ تسعة منها في الصّمت الّا بذكر اللّهِ وواحدٌ في ترك مجالسة السّفهاء . أى بنيّ من تزيّا بمعاصي اللّهِ في المجالس اورثه اللّه ذلاً . ومن طلب العلم علم . أى بنيّ راس العلم الرّفق ، وآفته الخرق، ومن كنوز الايمان اصبر على المصائب . والعفاف زينة الفقر والشّكر زينة الغنىٰ كثرة الزّيارة تورث الملالة والطمأنينة قبل الخبرة ضدّ الحَزْمِ وَاعْجابُ المَرْءِ بنفسِهِ يَدُلُّ عَلىٰ ضعفِ عقله . أى بنيّ كم نظرة جلبت حسرة وكم من كلمة سلبتْ نعمةً . اى بنيّ لا شرف أعلى مِن الاسلام . ولا كرم أعزّ من التّقوىٰ . ولا معقل أحرز من الورع ولاشفيع أنجح من التّوبة . ولا لباس أجمل من العافية . ولامال أذهب بالفاقة من الرّضىٰ بالقوت . ومن اقْتصر على بلغة الكفاف تعجّل الرّاحة وتبوّء خفض الدّعة .

أى بنيّ الحرص مفتاح التّعب ومطيّة النّصب وداع الى التّقحّم في الذّنوب والشّره جامع لمساوى العيوب وكفاك تأديباً لنفسك ماكرهتهٌ من غيرك لأخيك عليك مثل الّذى لك عليه . ومن تورّط في الأُمور بغير نظر في العواقب فقد تعرّض لنّوائب . التّدبير قبل العمل يؤمنك النّدم . من اسْتقبل وجوه الآراء عرف مواقع الخطاء الصّبر جنّةٌ من لفاقة . البخل جلباب المسكنة . الحرص علامة الفقر . وصول معدم خير من جاف مكثرٍ لكلّ شيءٍ قوت ، وابن آدم قوت الموت .أىْ بنيّ لا تؤيس مذنباً ، فكم من عاكف على ذنبه ختم له بخير ، وكم من مقبل على عمله مفسد في آخر عمره صائرٍالى النّار ، نعوذ بِاللّه منها .

أىْ بنيّ كم من عاص نجا وكم من عامل هوىٰ . من تحرّى الصّدق خفّت عليه المؤن. في خلاف النّفس رشدها . السّاعات تنتقص الأعمار. ويلٌ للباغين من أحكم الحاكمين وعالم ضمير المضمرين .

يابنيّ بئس الزّاد الى المعاد العدوان على العباد . في كلّ جرعة شرقٌ ، وفي كلّ اكلة غصص . لن

تنال نعمة الا بفراق اخرىٰ . ما اقرب الرّاحة من النّصب و البؤس من النّعيم و الموت من الحياة و السّقم من الصّحّة . فطوبى لمن أخلص لِلّٰه عمله و علْمه و حُبّه و بغضه و أخذه و تركه و كلامه و صمته و فعله و قوله و بخّ بخّ لعالم عمل فجدّ و خاف البيات فأعدّ و استعدّ ، ان سئل نصح و ان ترك صمت كلامه صوابٌ و سكوته من غير عيّ جوابٌ . و الويْل لمن بلى بحرمان و خذلان و عصيان فاستحسن لنفسه مايكرهه من غيره و أزرى على النّاس بمثْل ما يأتي و اعْلم أي بُنيّ أنّه من لانت كلمته و جبت محبّته . وفقك اللّٰه لرشدك و جعلك من أهل طاعته بقدرته انّه جوادٌ كريمٌ۔"]

۳۶ [حضرت لقمان حکیم کے حکمت آمیز کلمات میں آیا ہے کہ: ادب کس سے سیکھا؟ فرمایا: بے ادبوں سے!]

۳۷ [کیوں کہ بخیل انسان جتنی بھی دولت رکھتی ہو پھر بھی فقیر ہے۔]

۳۸ [یعنی انسان کسی حال میں بھی، نہ تو خوش اور نہ ہی دل تنگ اور مایوس ہو جائے، اس لیے کہ ان (خوشی وغمی) کا کوئی اعتبار نہیں کتنی جلد تغیر و تبدل کا شکار ہو جائیں۔]

چوتھا باب

شہادتِ پدر کے بعد

زندگانی امام حسن علیہ السلام میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا کہ امام علیؑ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ نے امام حسنؑ کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن شام میں معاویہ بن ابی سفیان نے خلافت کا دعویٰ کر کے امام حسنؑ سے جنگ کی تیاری شروع کی، چنانچہ امام حسنؑ نے بھی لشکر حرب اپنے چچازاد عبیداللہ بن عباس کی سپہ سالاری میں بسوئے شام روانہ کیا تا کہ خود امامؑ نئے لشکر کو لے کر ان سے ملحق ہوسکیں، لیکن امیر شام نے عبیداللہ بن عباس کو پانچ لاکھ نقد درہم دیئے اور باقی پانچ لاکھ درہم حکومت شام سے تعاون کرنے کے بعد دینے کی پیش کش کی اور وہ دنیا کی رنگینی پر اس طرح فریفتہ ہوئے کہ لشکر حق کا ساتھ بھی چھوڑا اور بغیر کسی کو سالار بنائے آٹھ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ فوجی شام سے جا ملے۔ البتہ تنہا عبیداللہ نے دین کو دنیا پر فروخت نہیں کیا بلکہ بہت سے مشہور ایسے ہی فوجی سربراہوں نے جو علیؑ کے زمانے کی جنگوں سے خستہ بھی تھے اور ضعیف الایمان بھی تھے امیر شام کی داد و دہش پر توجہ دی تا کہ ناجائز اور بے حساب مال و دولت سے استفادہ کر سکیں لہٰذا امام حسنؑ کی اکثر فوج دنیا طلب اور منافقوں پر مشتمل تھی، چنانچہ تقاضائے زمانہ اور معاویہ کی فریب کاری کی صورت میں ناچار اس سے کیا۔

صلح امام حسنؑ پر امام حسینؑ کا موقف

بعض مورخین نے چند روایات کا سہارا لے کر جو تحقیق کے بعد غیر معتبر ثابت ہوئیں یہ کہنا ہے کہ امام حسینؑ اپنے بھائی کا معاویہ سے صلح کے سخت مخالف حتیٰ آپؑ نے کئی مقامات پر اس کا اظہار بھی فرمایا ان جملہ روایات میں سے ابن اثیر، اسد الغابہ میں اور دوسرے نقل کرتے ہیں کہ مخالفینِ صلح میں خود ایک شخصیت حسینؑ بن علیؑ کی تھی جنھیں اس سے کراہت تھی چنانچہ حسینؑ نے بھائی سے فرمایا:

أنشدک اللّٰہ ان تصدّق احدوثۃ معاویۃ وتکذّب احدوثۃ أبیک؟ ”خدا کی قسم کیا آپؑ نے معاویہ کو سچا نہیں بنا دیا اور اپنے بابا کو جھٹلا نہیں دیا ہے۔“

اس پر امام حسنؑ نے جواب دیا: اسکت انا اعلم بھذا الامر منک ”خاموش رہو میں اس مسئلے میں تم سے زیادہ آگاہ ہوں۔“ ۱

مختصر تبدیلی کے ساتھ اس گفتگو کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یوں نقل کیا ہے:

جب امام حسینؑ نے بھائی کو اپنے ارادے (صلح) میں پختہ پایا تو مخالفت چھوڑ کر امام حسنؑ سے فرمایا:

أنت اکبر ولد علیّ وأنت خلیفتی وأمرنا لأمرک متبعٌ فافعلْ ما بدالک ”آپ علیؑ کے بڑے فرزند اور ہمارے خلیفہ ہیں، لہٰذا جو چاہیں اسی پر عمل کریں آپؑ ہمیں تابع اور فرمانبردار پائیں گے۔“ ۲

بہر حال جو بھی امام حسنؑ و امام حسینؑ کی منزلت سے آشنائی رکھتا ہوگا اور اگر اسے ان کے مقام و مرتبت و عصمت و امامت سے آگاہی ہے تو یقیناً اس کیلئے مندرجہ بالا روایات کی ساخت و ساز اور جعل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا، جیسا کہ بیان ہو چکا یہ دونوں ہستیاں آیہ تطہیر کے اعلیٰ مصداق ہونے کی وجہ سے مقام عصمت کے مالک ہیں اور من جانب اللہ رہبر و امام ہونے کی وجہ سے مفترض الطاعہ، سب پر ان کی اطاعت واجب ہے، لہٰذا یہ جو بھی انجام دیتے ہیں وہ خدا کی طرف سے عائد ذمہ داری کے مطابق ہوتی ہے بنابراین اس نظریہ کو دوسروں سے زیادہ یہ خود جانتے ہیں، لہٰذا پھر اس طرح کی روایات اور مباحث کیلئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی جبکہ ان کے مقابل ہمارے مدعیٰ کو ثابت کرنے کیلئے معتبر ترین اور علم حدیث کے قواعد پر پورا اترنے والی بہت سی روایات موجود ہیں، چنانچہ چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ مشہور روایت (جو ہم نے تشریح بیان کے ساتھ زندگانی امام حسنؑ میں نقل کی ہے) یہ ہے کہ آئمہ علیہم السلام جو کام انجام دیتے تھے وہ خدا کا حکم ہوتا تھا۔ ۳

۲۔ جس میں امام حسینؑ کا امام حسنؑ کی نسبت غیر معمولی احترام اور ان کی تعظیم کرنا بیان ہوا ہے جو امام باقرؑ سے بھی نقل ہوا ہے: ما تکلّم الحسین بین یدی الحسن اعظاماً له ۴

امام حسینؑ احترام کی خاطر بھائی کے حضور کلام نہیں فرماتے تھے۔

۳۔ جس کی تفصیل متن کے ساتھ بعد میں بیان ہوگی۔ اس میں آیا ہے:

جب معاویہ ابن ابی سفیان نے حصولِ بیعت کیلئے امام حسنؑ امام حسینؑ اور امیر المؤمنینؑ کے چند اصحاب کو بلایا تو جوں ہی حضرت قیس بن سعد سے سوال ہوا تو انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے امام حسینؑ کو دیکھا تو امام نے فرمایا: یا قیس انه امامی، یعنی الحسنؑ ۵ اے قیس امام حسنؑ ہمارے امام و رہبر ہیں۔

۴۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ امام حسنؑ کی شہادت انچاس یا پچاس ہجری قمری میں واقع ہوئی، جبکہ معاویہ ۶۰ ہجری میں اس دنیا سے رخصت ہوا اور اسی سال واقعہ کربلا کا آغاز ہوا یعنی تقریباً دس

سال کا عرصہ یا کچھ زیادہ امام حسینؑ امت کے مطاع و رہبر تھے، لہٰذا آپؑ ہی کی اطاعت سب پر فرض تھی لیکن بھائی کے دستخط شدہ صلح کا احترام محفوظ رکھنے کیلئے ہر عمل سے جو صلح امام حسنؑ سے مخالفت کا پہلو رکھتا ہو گریز کیا یہاں تک جب بہت سے شیعوں نے قیام اور معاویہ سے جنگ کی رائے دی تو آپ نے صبر و تقیہ کا حکم صادر فرمایا اور انہیں لکھ بھیجا کہ جو ہم معاویہ سے طے کر چکے ہیں اس پر پابند رہیں گے، اور جان لو کہ میں معاویہ کی موت کے بعد لائحہ عمل پیش کروں گا۔

(آئندہ صفحات پر تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے)

چنانچہ زندگانی امام حسنؑ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا کہ ایک طرف حالات و شرائط اور عوام کو معاویہ کا فریب دینا، دوسری جانب لوگوں کا جنگ اور احقاق حق سے خستگی اور عوام کا فرزند رسول کے خون کو معمولی جاننا وغیرہ اسی طرح کے وہ دلائل ہیں جن سے بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ اگر امام حسینؑ بھی اپنے برادر امام حسنؑ کی جگہ یعنی شہادت امیر المؤمنین کے بعد منصب امامت پر فائز ہوتے تو وہی کرتے جو امام حسنؑ نے صلح کے ذریعے کیا۔

اسی طرح اگر امام حسنؑ شہادت امام حسینؑ کے بعد امامت پر فائز ہوتے اور معاویہ کے بعد یزید کا زمانہ پاتے تو قیام و شہدت کے علاوہ کسی اور راہ کو نہ اپناتے۔

شیعہ بزرگ عالم دین مرحوم شرف الدینؒ کے بقول:

"یہ دو بھائی ایک رسالت کے دو چہرے تھے یعنی ہر ایک کی ذمہ داری اپنے زمانے کے حالات و شرائط کے مطابق تھی جو اہمیت کے لحاظ سے بھی اور فداکاری و جان نثاری کے حوالے سے بھی معادل اور ہم وزن تھی۔ امام حسنؑ کو جان کی پروانہ تھی اور راہ خدا میں حسینؑ سے بڑھ کر کوئی صابر اور درگذر کرنے والا نہ تھا، ایک نے اپنی جان کو خاموشی کے جہاد میں صرف کیا، تاکہ گرم جنگ کیلئے فرصت اور موقع فراہم ہو سکے یعنی اگر یوں لکھا جائے تو مناسب ہوگا کہ شہادت کربلا حسینی ہونے سے پہلے حسنی تھی۔"

صاحبان نظر اور اہل عقل کا کہنا ہے:

"امام حسنؑ کا روز ساباط (مقام صلح) امام حسینؑ کے روز عاشورا سے کہیں زیادہ فداکاری کے مفہوم کو اوج عطا کرتا ہے، اس لئے کہ امام حسنؑ نے مظلومانہ انداز میں ایک زبردست بہادر کا کردار ادا کیا۔ شہادت عاشورا اس اعتبار سے حسنی تھی کہ امام حسنؑ نے ہی اس کی بنیاد رکھی اور حسینی بے مثال کارنامے کے وسائل فراہم کئے۔

امام حسنؑ کی مکمل کامیابی حکیمانہ صبر و شکیبائی کے ذریعے حقیقت کو آشکار کرنے میں تھی، لہٰذا جس

کے آشکار ہونے کے بعد ہی امام حسینؑ کو اس پر شکوہ نصرت و کامیابی کا سہرا نصیب ہوا اور اگر یہ کہا جائے تو بجا ہوگا کہ یہ دو پاک گوہر ایک ہی داستان کے بنانے والے تھے، چنانچہ حکیمانہ صبر و تحمل کا کردار امام حسنؑ نے ادا کیا اور جنگ، رجز، شور مردانہ قیام کا نقش امام حسینؑ نے باندھا تا کہ یہ دو کردار اپنی کامل تک نیک کے ذریعے ایک ہی ہدف و مقصد تک رسائی پا سکیں۔"

شیعہ مشہور بزرگ عالم معروف کاشف الغطاء علیہ الرحمہ کے کہنے مطابق:

معاویہ بن ابی سفیان کے مظالم و جرائم جو اس نے اپنے ایام حکومت میں انجام دیئے مثلاً جلیل القدر صحابی رسول اللہؐ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا اسی طرح دوسرے بزرگ صحابی رسول عمرو بن حمق خزاعی کو قتل کروایا خود جعدہ بنت اشعث کے ذریعے امام حسنؑ کو شہید کروایا اور یہاں تک کہ لوگوں سے یزید کی جو کہ فسق و فجور میں مشہور تھا بیعت لینے کے وقت کیا کچھ مظالم روا نہیں رکھے گئے؟!

چنانچہ ایسے بہت سے واقعات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"دیکھو کہ امام حسنؑ کی صلح نے معاویہ کی کیسی مٹی پلید کی؟ اور کس طرح اس کی تمام کوششوں پر پانی پھیر ڈالا اور شوم افکار کی تمام تر ستون لرزان کر دکھائے حتی کہ حق آشکار اور باطل ملیامیٹ ہوا۔"

چنانچہ واضح سی بات ہے کہ ان حالات میں امام حسنؑ کیلئے صلح ایک نہایت ضروری عمل تھا، اسی طرح یزید کے مقابل جنگ و قیام امام حسینؑ کیلئے ایک اہم فریضہ تھا البتہ یہ دو بظاہر مختلف اقدام اس وقت کے سیاسی حالات کے تقاضے کی وجہ سے معرض وجود میں آئے۔ بنابراین اگر صلح امام حسنؑ کہ جس نے امیر شام کو رسوا کیا اور شہادتِ امام حسینؑ جس نے یزید کی ننگ و عار اور شرم گین زندگی کا دفتر بند اور سفیانی حکومت کا مقدر تاریک کر دیا نہ ہوتی یعنی اگر رسول اللہؐ کے دو سبط حسنینؑ اپنی محنت پیش نہ فرماتے تو نہ فقط بہت سی مشقتیں ضایع ہوتیں، بلکہ خود آئین اسلام بھی ابوسفیان کے آئین میں جو فسق و فجور، جھوٹ و دغا، شراب و میخانہ، بدکار عورتوں، بندر، چیتوں سے کھیلیں اور نیک و صالح لوگوں کو نابود کرنے پر مشتمل ہو جاتا! ۶

معاویہ سے صلح امام حسینؑ کا موقف

اس ایک نکتے کی جانب توجہ ضروری ہے بعض روایات میں امام حسینؑ کا صلح نامہ سے خوش نہ ہونا، لیکن بعد میں امام حسنؑ سے گفت و شنید اور علت و اسباب صلح کو دریافت کرنے کے بعد رضایت کا اظہار فرمانا وارد ہوا ہے، من جملہ ایک مرسل و خالی السند روایت جسے ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے:

"یعنی امام حسینؑ گریاں حالت میں اپنے برادر کے پاس گئے مگر خنداں صورت میں واپس لوٹے تو نزدیکیوں نے اس کیفیت پر سوال کیا۔ تو اس پر امام حسینؑ نے فرمایا:

مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ میں انہیں سکھانے جا رہا تھا اور ان سے کہا کہ کس بات نے آپ کو خلافت چھوڑنے پر ابھارا ہے جواب دیا کہ اس بات نے جس نے ہمارے بابا کو ابھارا تھا۔" ۷

مگر یہ روایت مرسل اور خالی السند ہونے کے علاوہ اسی عبارت پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کا بقیہ حصہ روایت میں شک وشبہ اور دیگر روایات سے مخالفت کو ظاہر کرتا ہے چنانچہ باقی ماندہ روایت یوں ہے:

" قال: فطلب معاوية البيعة من الحسين فقال الحسن يا معاوية لا تكرهه فانّه لا يبايع ابداً أو يقتل ا ولن يقتل حتّى يقتل اهل بيته ، ولن يقتل اهل بيته حتّى يقتل اهل الشّام"

معاویہ نے امام حسینؑ سے بیعت کی درخواست کی تو امام حسنؑ نے معاویہ سے فرمایا:

اے معاویہ! اس فعل پر اسے مجبور مت کرو کیوں کہ وہ (حسینؑ) ہرگز بیعت نہیں کریگا یہاں تک کہ مار دیا جائے اور وہ نہیں مارا جائے گا یہاں تک کہ اس کا پورا خاندان مار دیا جائے اور اس کا خاندان نہیں مارا جائے گا یہاں تک کہ اہل شام کو مار دیا جائے!۔"

جیسا کہ کہا گیا ہے (مندرجہ ذیل) آگے آنے والی روایت بھی مرسل وخالی السند ہونے کے علاوہ دوسری بہت سی روایات سے مخالفت رکھتی ہے مثلاً یہ حدیث رجال کشی میں اس کی سند کے ساتھ نقل ہوئی ہے جسے غلام محمد بن راشد نے فضیل سے روایت کی ہے میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا ہے:

معاویہ نے امام حسنؑ کو خط لکھا:

آپؑ حسینؑ اور اصحاب علیؑ میرے پاس (شام) ضرور آئیں۔

چنانچہ حضرت اپنے ساتھیوں من جملہ قیس بن سعد عبادہ کے ہمراہ معاویہ کے پاس پہنچے۔

معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا: اٹھیں میری بیعت کریں۔ امام نے اٹھ کر بیعت کی۔

پھر وہ امام حسینؑ سے بولا! تم بھی میری بیعت کرو۔ امام نے بیعت کی۔

اور پھر قیس سے کہا کہ بیعت کرے اس پر قیس نے امام حسینؑ کی جانب دیکھا تا کہ اسے کوئی دستور دیں تو امام حسینؑ نے فرمایا: اے قیس! میرا امام وہ (امام حسنؑ کی جانب اشارہ) ہے۔" ۸

اسی طرح یہ اس حدیث کی بھی مخالف ہے جو "اخبار الطّوال" نامی کتاب سے نقل ہوئی ہے جس آیا ہے جو نہی معاویہ سے صلح کی مصروفیت تمام ہوئی تو عدی بن ہاشم عبیدہ بن عمر کے ساتھ امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی:

"تم نے عزت کے بدلے خواری خریدلی، زیادہ دے کر تھوڑا قبول کرلیا، آج میری بات مان لیں پھر چاہیں تو کبھی میری بات نہ مانئے گا آیئے امام حسنؑ اور انکی صلح کو چھوڑ کر کوفہ اور دوسرے علاقے کی شیعہ لوگوں کو جمع کریں اور مجھے میرے دوست کے ساتھ اپنا فرمانروا بنائیں تا کہ ہم

اچانک ننگی تلواروں کے ساتھ پسر ہند (معاویہ) پر حملہ کرسکیں۔

امام حسینؑ نے ان کے جواب میں فرمایا:

انّا قـدبایعنا و عاهدنا و لا سبیل لنقضِ بیْعتنا "ہم نے بیعت اور عہد و پیمان باندھا ہے اور ہمارے پاس بیعت توڑنے کا کوئی راستہ نہیں۔" ۹

اسی طرح یہ روایت شیخ مفیدؒ کے سخن سے بھی مخالفت رکھتی ہے؟ جسے انہوں نے اپنی کتاب ارشاد میں اصحاب سیرہ سے نقل کیا ہے:

جوں ہی امام حسنؑ کی شہادت واقع ہوئی تو عراق کے شیعوں میں تحرک پیدا ہوا تو انہوں نے امام حسینؑ کو لکھا:

"معاویہ سے منصب خلافت واپس لیں تا کہ ہم آپ کی بیعت کریں، لیکن امام نے اس نظریہ سے خودداری کرتے ہوئے انہیں یاددھانی کروائی کہ ہمارے اور معاویہ کے درمیان عہد و پیمان ہے جس کا توڑنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک مدت وعدہ پورا نہیں ہو جائے اور اس بارے میں ہم معاویہ کی وفات کے بعد سوچیں گے۔" ۱۰

اور اسی طرح وہ (پہلی) روایت مندرجہ بالا خط اور اس کے جواب سے بھی مخالفت رکھتی ہے جو حضرت امام حسینؑ سے نقل ہوا ہے۔

جعدہ بن ھبیرہ کا امام حسینؑ کے نام خط

جعدہ بن ھبیرہ، امیرالمؤمنینؑ کے بھانجے اور "ام الحسین" نامی آپ کی ایک دختر کے شوہر اور اس طرح امام حسینؑ کے پھوپھی زاد بھائی اور بہنوئی تھے جو کوفے میں سکونت پذیر تھے، جنگ جمل کے موقع پر امیرالمؤمنینؑ جب کوفہ پہنچے تو پہلے انہی کے گھر تشریف فرما ہوئے تھے۔ ۱۱

بہرحال امام حسینؑ سے نسبی رشتہ داری اور حسبی قرابت داری کے علاوہ یہ اس خاندان عصمت وطہارت کے شیعوں اور معروف دوستداروں میں شمار کیے جاتے تھے اور جوں ہی حکومت معاویہ سے امام حسینؑ کی مخالفت کا علم ہوا تو جعدہ نے امام حسینؑ کے نام ایک خط اس مضمون پر مشتمل لکھا:

"یعنی امابعد تحیت وسلام کے بعد عرض ہے کہ! بلاشبہ جو لوگ آپؑ کے شیعوں میں یہاں (کوفہ میں)

---

۱۱ یہ وہی ہیں جن کیلئے حضرت ام کلثوم نے ماہ رمضان کی شب اکیس کو بابا کی خبر شہادت سن کر فرمایا: بابا جان آج جعدہ کو مسجد جانے کا دستور صادر فرمادیں۔ امام نے بظاہر فور قبول کیا مگر فورا ہی فرمایا "موت سے فرار نہیں" اور خود حسب دستور مسجد تشریف لے گئے اور جب حضرتؑ زخمی ہوگئے تو جعدہ جو کہ پہلی صف میں تھے امامت کیلئے آگے بڑھا اور انہی کی امامت میں کوفہ والوں نے اپنی نماز کو تمام کیا۔

ہیں وہ سب اپنی نگاہوں کو آپؑ کی جانب لگائے ہوئے ہیں اور یہ لوگ مقام ومنزلت میں کسی کو آپکے برابر نہیں جانتے یہ لوگ آپؑ کے بھائی حسنؑ کا نظریہ معاویہ سے جنگ کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں اور آپکو بھی دوستوں کے ساتھ نرم اور دشمنوں کے مقابل تند اور دستور الٰہی کیلئے سخت جانتے ہیں لہٰذا اگر آپؑ صد در صد اپنا حق لینے کا ارادہ رکھتے ہیں اور قیام فرمانا چاہتے ہیں تو ہمارے پاس (کوفے) تشریف لے آئیں کیوں کہ ہم نے آپ کی راہ میں مرنے پر خود کو آمادہ کرلیا ہے۔

امام حسینؑ نے جواب میں لکھا:

''جہاں تک میرے بھائی امام حسنؑ کا تعلق ہے تو مجھے امید ہے کہ انہیں کامیابی کے ساتھ اپنی راہ میں ثابت قدم رکھے اور رہی میری بات، تو سن لو کہ فی الحال میں مصلحانہ قیام کا ارادہ نہیں رکھتا، چنانچہ آپ لوگوں پر خدا اپنی خاص رحمت نازل کرے زمین سے لگے رہیں اور اپنے گھروں کو گھات بنا کر بیٹھ جائیں اور جب تک معاویہ زندہ ہے لوگوں کی بدگمانی سے بچے رہیں لہٰذا جوں ہی خدا امیر شام کو موت سے ہمکنار کرلے بشرط اینکہ میں قید حیات میں ہوں تب آپ کیلئے اپنی رائے کو ضرور لکھوں گا۔'' [۱۲]

اس طرح یہ بات نتیجہ کے طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی امام حسنؑ کی پیروی کو اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے لہٰذا معاویہ کے ساتھ صلح کو قبول بھی کیا اور اس پر پابند رہے اسی لیے جب تک معاویہ زندہ رہا بھائی کے کیے ہوئے معاہدے کا احترام کیا (جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے) ۔البتہ یہاں دو نکتوں کی جانب توجہ مبذول کروانا ضروری ہے۔

دو نکات کے ذریعے اختلاف روایات کا حل

اول: جیسا کہ بعض نے وضاحت کی ہے، ان روایات میں ''بیعت ومعاہدہ'' کا لفظ اپنے اصطلاحی معنیٰ میں استعمال نہیں ہوا ہے، بلکہ حکومت معاویہ کے سامنے صلح وسکوت مراد ہے یعنی پھر اس کا مطلب یہ ہوگا۔ روایات کی تعبیرات اور عبارتوں میں اقوال علماء تسامح وتغافل کا شکار رہے ہیں جبکہ اصطلاحی لحاظ سے بیعت کے معنیٰ کسی کو اولی الامر جاننا اسی طرح حاکم اور اس کی حکومت کی پیروی حمایت، دفاع اور طرفداری کا عہد وپیمان باندھنا ہے جو کہ اس مقام پر بالکل درست وصحیح نہیں ہے۔ کیونکہ نہ تو امام حسنؑ اور نہ ہی امام حسینؑ بلکہ کسی بھی زمانے کے ظالم وجابر شخص کی کسی بھی امام نے نہ تو بیعت کی اور نہ ہی کوئی عہد وپیمان باندھا چنانچہ ہم نے زندگانی امیر المومنینؑ اور زندگانی امام حسنؑ میں بیان کیا ہے ان دونوں مقدس ہستیوں نے خلافت کو زمانے کے تقاضے اور مصلحت

اسلام کی خاطر چھوڑ دیا، مگر موقع پاتے ہی فعلاً وقولاً حکومتوں سے اپنی مخالفت اور عدم رضایت کا اظہار فرماتے تھے مثلاً خطبہ شقشقیہ وغیرہ میں امیر المؤمنینؑ اور امام حسنؑ کے خطبات میں اس کے نمونے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح زندگانی امام حسینؑ میں آئندہ صفحات پر بیان ہوں گے کہ امام حسینؑ کو بھی جوں ہی موقع فراہم ہوتا تو آپؑ حکومتِ شام سے مخالفت کا اظہار فرماتے، اس پر اعتراض کرتے اور حکومت کی کارستانوں کو عوام کے گوش گزار فرماتے تھے، حتیٰ اگر چاہتے تو معاویہ کی جانب جانے والے بیت المال کے اموال کو ضبط کروا کر استعمال کر لیتے تھے۔

چنانچہ اس مطلب پر شاہد آئندہ صفحات میں روایت ملاحظہ فرمائیں گے، لہٰذا شاید ہی کوئی ان روایات اور مناقب شہر ابن آشوب والی روایات، دونوں کو صحیح مانے اور دونوں (متضاد) کیلئے معنی و مفہوم کا قائل ہونا عقل سے دور دکھائی دیتا ہے۔

دوم: یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ امام حسینؑ معاویہ سے صلح کرنے پر دل سے راضی نہ تھے کیوں کہ خود امام حسنؑ بھی دل سے راضی نہ تھے بلکہ کوئی بھی متدین اور مومن اس پر دل سے راضی نہ تھا چنانچہ جیسا کہ بیان ہو چکا کہ امام وقت حضرت حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام نے ایک طرف تو جب اپنے ہی ساتھیوں کی سستی، کاہلی، نفاق اور لوگوں کا دو چہرہ مشاہدہ کیا اور دوسری جانب امیر شام اور اس کے ساتھیوں کی شیطنت لوگوں کو دھوکہ اور غلط بیانیوں کے علاوہ دوسرے اسباب کو ملاحظہ فرمایا تو آپؑ اس نتیجے پر پہنچے کہ معاویہ کی حقیقت آشکار کرنے کیلئے اور خاص طور پر اسلام و مسلمین کی حفاظت کی خاطر سوائے صلح اور ترک خلافت کے کوئی اور راستہ سامنے نہیں رہا ہے، لہٰذا اس کام میں کمال اکراہ کے باوجود ناچار ہو کر صلح نامہ پر دستخط فرمایا بالکل اپنے پدر بزرگوار امیر المؤمنینؑ کی مانند گوشہ نشینی اور پیچھے ہٹنے پر تیار ہوئے۔

چنانچہ خطبہ شقشقیہ میں فرماتے ہیں: فصبرت وفي العين قذىً وفي الحلق شجىً أرى تراثي نهبا ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: فجزى قريشاً عنّي الجوازي فانّهم ظلموني حقّي واغتصبوني سلطان ابن امّي [۱۳] یا دوسری اور گفتار جسے ہم نے حضرت کی زندگانی پر مشتمل کتاب میں نقل کیا ہے۔[۱۴]

حتیٰ خود امام حسنؑ صلح کرنے اور اعتراضات کا ہدف قرار پانے کے بعد فرماتے ہیں:

"میں نے یہ امر (صلح) اس لیے قبول کیا ہے کہ میرا کوئی یار و مددگار نہ تھا ورنہ میں اپنے رات و دن ایک کر کے اسے ختم کر دیتا اور میرے اور اسکے درمیان فیصلہ کرنے والا خدا ہوتا..." [۱۵]

بنابر ایں یہ بات قابل قبول ہے کہ امام حسینؑ اپنے برادر امام حسنؑ کی طرح دل سے صلح پر راضی نہ تھے، مگر مصلحتِ اسلام کی خاطر کڑوا گھونٹ پینا قبول کیا، لہٰذا اس مضمون کی جو روایات ہم تک پہنچی ہیں انہیں اس

معنی پر حمل کیا جائے من جملہ "انساب الاشراف" میں ایک روایت وارد ہوئی ہے:

"جب معاویہ سے صلح کا ماجرا گزر چکا تو کوفہ کے چند بزرگ جو کہ اہل بیتؑ کے شیعوں میں سے تھے مثلاً جندب بن عبداللہ، مسیب بن نجبہ سلیمان بن صرد خزاعی وغیرہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے امام اس وقت کوفے کے دارالامارہ میں نوکروں، غلاموں کو سامان اٹھانے کا دستور دے رہے تھے، جب ان حضرات نے سلام کے بعد گزشتہ واقعہ سے ناخوشی کا اظہار کیا۔ تو یوں گویا ہوئے:

میں بھی اس واقعہ (صلح) سے خوش نہیں ہوں، لیکن میرے بھائی نے جب یہی ارادہ کیا تو دل سے ناگوار ہونے کے باوجود اطاعت کرنا ضروری تھا اور حضرت امام حسینؑ نے ان آیت سے استشہاد کیا کہ خداوند متعال فرماتا ہے:

﴿فَعَسىٰ اَنْ تَكْرَهوُا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيراً﴾ "یعنی ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور خدا اسی میں خیر کثیر قرار دے۔" [۱۶]

اسی طرح ایک اور مقام پر خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَعَسىٰ اَنْ تَكْرَهوُا شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَكُم وَعَسىٰ اَنْ تُحِبُّوا شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾ "اور یہ ممکن ہے جسے تم برا سمجھتے ہو وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور جسے تم دوست رکھتے ہو وہ برا ہو خدا سب کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔" [۱۷]

یہ سن کر جندب بن عبداللہ نے عرض کی:

"خدا کی قسم ہمیں تو یہ پریشانی ہے کہ کہیں آپؑ (اہل بیتؑ) مورد ظلم و ستم قرار نہ پائیں ورنہ ہماری کیا حیثیت ہے کیونکہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ یہ لوگ مستقبل قریب میں ہم سے دوستی کیلئے ہاتھ بڑھائیں گے لیکن ڈر اس بات کا ہے کہ خدانخواستہ ہم ظالموں اور مجرموں کی مدد و نصرت کریں کیونکہ ہم آپؑ کے شیعہ اور ان کے دشمن ہیں۔" [۱۸]

صلح کے بعد، اور مدینہ واپسی

جیسا کہ زندگانی امام حسنؑ میں ذکر ہو چکا، بعد از صلح، رسول خداؐ کے سبط اکبر امام حسنؑ اپنے خاندان کے ہمراہ اپنے اصلی جائے پیدائش مدینہ طیبہ لوٹ آئے اور امام حسینؑ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح مدینے میں سکونت پذیر ہوئے اور جیسا کہ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں امام حسینؑ نے معاویہ کے خلاف قیام کرنے اور صلح کا معاہدہ توڑنے کے خواہاں لوگوں کو یہی جواب دیا:

"ہم نے معاویہ سے عہد کیا اور اس پر پابند بھی ہیں لہٰذا جب تک وہ زندہ ہے ہم کوئی اقدام نہیں

کریں گے۔"

شہادت امام حسنؑ کا غم انگیز ماجرا

امام حسنؑ صلح کے بعد اپنے خاندان مع ابا عبداللہ الحسینؑ کے مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے اور وہاں ذاتی امور کے علاوہ عبادت اور لوگوں کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔ اس توقف کے دوران بھی معاویہ اور اس کے درباریوں سے شام اور مدینے میں ٹکراؤ ہوتے رہے۔ خط و پیغامات کے ذریعے ردو بدل ہوتی رہی جو کہ تفصیل سے ذکر ہو چکی ہے۔

بالآخر امام حسنؑ کے دس سالہ توقف کے بعد معاویہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اپنے شیطانی ارادے یعنی اپنے فاسق بیٹے یزید کی ولی عہدی کو کیونکر عمل میں لائے جو کہ صلح نامہ کی شرائط کے اور قوانین اسلام کے بھی خلاف تھ، لیکن اس عظیم جرم کی انجام دہی کیلئے امیر شام کے نزدیک سب سے اہم رکاوٹ رسول اللہؐ کے سبط اکبر امام حسن مجتبیٰؑ کا وجود تھا، لہٰذا وہ یزید کو ولی عہد بنانے میں اتنا پختہ ارادہ رکھتا تھا کہ اس راہ میں ہر بڑے جرم و خطا کیلئے تیار تھا، بنابرایں اس نے یہ مصمم ارادہ کرلیا کہ امام حسنؑ کو جس طرح ممکن ہو قتل کروادے۔

چنانچہ اس گھناوئے جرم کیلئے جعدہ بنت اشعث بن قیس (زوجۂ امام حسنؑ) سب سے بہتر انتخاب تھی۔ معاویہ نے اس کو ایک خط لکھا اور اس کے ساتھ سو ہزار (ایک لاکھ) درہم روانہ کروایا اور وعدہ دیا کہ اگر حسن بن علیؑ کو مسموم کر دیا تو اپنے بیٹے یزید سے تمہارا عقد کروں گا۔ بالآخر یہ ہولناک جرم انجام پایا رسول اللہؐ کا معصوم فرزند اس مجرم عورت کے ہاتھوں مسموم ہو کر شہید ہوئے۔

شہادت کے وقت جو وصیتیں آپؑ نے اپنے چھوٹے بھائی حسینؑ سے ارشاد فرمائیں ان میں سے ایک یہ تھی:

> جنازے کو غسل و کفن دینے کے بعد میرے جد رسول اللہؐ کے مرقد کی جانب لے جانا، تا کہ ان سے تجدید دیدار کروں لیکن شاید لوگ یہ گمان کریں کہ تم رسول اکرمؐ کے پہلو میں مجھے دفنانا چاہتے ہو لہٰذا اگر جمع ہو کر تمہارے مقابل آجائیں تو تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میری خاطر ایک قطرہ بھی خون مت بہنے دینا۔

جب امام حسینؑ نے وصیت پر عمل کرنا چاہا تو عائشہؓ کے ہمراہ کئی لوگ آگے آئے، امام حسینؑ اور ان کے درمیان گفتگو ہوئی، عائشہؓ نے کہا:

> لا تدخلوا بیتی من لا اُحبّه ،ان دفن الحسن فی بیتی لتجزّ هذه وأومات الی ناصیتها "میرے گھر میں اسے مت داخل کرو جسے میں پسند نہیں کرتی اگر حسنؑ میرے گھر میں دفن کیا گیا تو میرے سر کے اگلے بال کٹ جائیں گے (اعتراض کا محاورہ)۔"

ہم نے زندگانی امام حسنؑ کی جلد۲ میں عائشہؓ کی بات تجزیے کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے ضمن میں جو سوالات ابھرتے ہیں انہیں ذکر کیا ہے مثلاً:

پہلا سوال: اس شخصیت سے کیوں عائشہؓ کو الفت و محبت نہیں کہ جس کی محبت پر رسول اللہؐ کی بہت سی روایات ملتی ہیں؟ یعنی حضرتؐ نے امام حسنؑ کی محبت لوگوں پر فرض قرار دی، لیکن عائشہؓ ان سے نفرت کرتی تھیں؟

دوسرا سوال: رسول اللہؐ کا گھر کیوں کر عائشہؓ سے مربوط تھا! جب کہ عائشہؓ خود رسول اللہؐ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا:

نحن معاشر الانبياء لا نورّث ذهباً ولا فضّة ولا داراً ولا عقاراً؟ ''ہم (خدا کے پیغمبر) کوئی شے سونا چاندی، گھر اور زمین ارث کے طور پر نہیں چھوڑتے۔''

تیسرا سوال: اگر یہ حدیث دوسری کسی حدیث کے ذریعے تخصیص پا چکی ہے تو کیسے رسول اللہؐ کی زوجہ کے باپ کے یعنی سُسَر (خسر) کیلئے دفن ہونا جائز تھا، لیکن فرزند رسول اللہؐ کیلئے جائز نہیں؟ البتہ اس مقام پر اور بہت سے سوالات ہیں۔

مثلاً احتجاج طبرسیؒ کی روایت میں آیا ہے جب عائشہؓ نے کہا:

نحّوا ابنكم عن بيتي! ولا يهتك على رسول الله حجابه ''اپنے جوانوں کو میرے گھر سے دور لے جاؤ اور رسول اللہؐ کی ہتک حرمت مت کرو۔''

یہ سن کر امام حسینؑ نے جواب دیا۔ (جواب متن اور ترجمہ کے ساتھ پہلے بیان ہو چکا) [19]

حواشی وحوالہ جات

۱ [اسد الغابۃ، ج۳ ص۲۰ کامل ابن اثیر ج۳ ص۴۰۵]

۲ [تاریخ ابن عساکر، ج۴ ص۲۱]

۳ [کتاب زندگانی امام حسنؑ، ج۲ ص۲۶]

۴ [حیاۃ الامام حسن، ج۲ ص۲۵۲ منقول از مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۱۴۳]

۵ [بحار الانوار ج۴۴ ص۶۱]

۶ [پوری طرح یہ دو مقالے زندگانی امام حسنؑ ج۲ میں موجود ہیں۔ مولف کہتے ہیں: اس حصے کو تحریر کرتے وقت عجیب اتفاق یہ ہوا ہے کہ اقوام متحدہ کی جانب سے عراق و ایران جنگ بند کرنے کی قرارداد پر اسلامی جمہوریہ ایران نے دستخط کردیئے ہیں یہ قرارداد ۵۹۸ کے عدد سے معروف ہے، آٹھ سال ایران عراق جنگ کے بعد جو شرق و غرب کے اتحاد واسلام دشمن طاقتوں کے بے حساب مدد سے ایران کے خلاف لڑی گئی لہٰذا جس کے بے تحاشہ نقصانات بھی سامنے آئے، حکومت اسلامی اور انقلاب اسلامی کے رہبر کبیر (امام خمینیؒ) اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اسلامی مملکت اور اسلام کے بنیادوں کو محفوظ رکھنے کی غرض اگر چہ سخت ودشوار ہے لیکن جنگ بندی کو قبول کرلیں اور یہ اقدام جبکہ تلخ ودشوار تھا لیکن واضح طور پر مختلف بیانوں اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعے ملکی اور غیر ملکی اسکالروں، سیاست دانوں اور دانشمندوں نے اسلامی جمہوریہ ایران کے اس حکیمانہ اور شجاعانہ اقدام کی سراپا تعریف کی جبکہ ذی ربط اور مقامات بالا کے تمام افراد اقرار کررہے ہیں کہ جنگ کے زمانے میں استعماری طاقتوں نے ایران کے خلاف اپنی تمام کوششوں کے باوجود دنیا کے آگے ظاہر کیا کہ ایران جنگ طلب اور خون ریزی کو پسند کرتا ہے جبکہ عراق صلح طلب اور امنیت کا خواہان ہے مگر پس پردہ وسیع پیمانے پر عراق کو کیمیکل بم، زہریلی گیسوں اور دوسرے بہت سے پیچیدہ انداز کے کشندہ آلات واوزار سے بھی لیس کرتے رہے تا کہ ایران کیلئے جنگ بندی کی قرارداد پر دستخط کے علاوہ کوئی اور راہ باقی نہ رہ پائے اگر چہ بہت سے انقلابی، شہادت طلب اور فداکار جوانوں کیلئے جو کہ صحیح حالات ومشکلات سے واقفیت بھی نہیں رکھتے اس صلح نامہ کو قبول کرنا بہت دشوار ہے حتیٰ کہ ہم جیسے لوگوں کیلئے بھی جو مسائل کو نزدیک سے مشاہدہ کرتے رہے ان کیلئے صلح امام حسنؑ جو کہ معاویہ کی جانب سے وسیع پیمانے پر پروپیگنڈے اور قدرت کے استعمال کے بعد سامنے آئی مجسم ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ والحمد للہ علی کلّ حال]

۷ [''ودخل الحسين عليه السّلام على اخيه باكياً ثمّ خرج ضاحكاً ! فقال له مواليه : ما هذا ؟ قال : اتعجب من دخولى على امام أريد ان اعلّمه فقلتُ : ماذا دعاك الى تسليم الخلافة ؟ فقال : الّذى دعا اباك فيما تقدّم'' مناقب ج۴ ص۳۴]

۸ [''انّ معاوية كتب الى الحسن بن على صلوات الله عليهما ان اقْدم انت و الْحسين وأصحاب علىٍّ ، فخرج معهم قيس بن سعد بن عبادة الانصارى فقدموا الشّام ، فأذن لهم معاوية وأعدّ لهم الخطباء فقال . يا حسن قُم فبايع ، فقام وبايع ، ثمّ قال للْحسينُ : قُمْ فَبايعْ ، فقام فبايع ثمّ قال : ياقيس

قم فبايعْ ، فالتفت الى الْحسين ؑ ينظر ما يأمره ، فقال : يا قيس انّه امامي . يعني الْحسن ؑ "بحارالانوار، ج ۴۴، ص ۶۱ نقل از رجال کشی۔]

۹؎ [" يا ابا عبدالله شريتم الذّلّ بالعزّ ، قبلتم القليل وتركتم الكثير اطعنا اليوم وأعصنا الدّهر ، دع الحسن ومارأى من الصّلح ، واجمع اليک شيعتک من اهل الْكوفة وغيرها وولّني وصاحبي هذه المقدّمة فلا يشعر ابن هندٍ الّا ونحن نقارعه بِالسّيوفِ "حیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ ص ۱۱۶، الاخبار الطّوال دینوری ص ۲۰۳ سے منقول ہے البتہ انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۵۱، یہ گفتار حجر بن عدی سے منسوب کی گئی ہے انہوں نے مختصر فرق کے ساتھ یہ گفتگو امام حسینؑ سے کی تو امامؑ نے یہی جواب دیا۔]

۱۰؎ [" لمّا مات الْحسن ؑ تحرّكت الشّيعة بالْعراق وكتبوا الى الْحُسين ؑ في خلع معاوية والبيعة له ، فامتنع عليهم وذكر انّ بينه وبين معاوية عهداً وعقداً لايجوز نقضه حتّى تمضِي المدّة فاذا مات معاوية نظر في ذلک "ارشاد مفید (مترجم) ج ۲ ص ۲۹، انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۵۲ میں ان شیعوں کے نام بھی لکھے ہیں مثلاً بنو جعدہ وغیرہ۔]

۱۱؎ [" امّا بعد فانّ من قبلنا من شيعتک متطلّعة ٌ انفسهم اليک ، لا يعدلون بک احداً ، وقد كانوا عرفوا رأى الْحسن اخيک في الحرب ، وعرفوک باللّين لاوْليائک والْغلظة على اعْدائک والشّدّة في أمر الله فان كنت تحبّ ان تطلب هذا الْامر فاقدم علينا فقد وطّنّا انفسنا على الموت معک "

" امّا اخي فانّي أرجو ان يكون الله قد وفّقه وسدّده وامّا انا فليس رأْيي الْيوم ذاک فالصقوا : رحمكم الله . بالأرض واكمنوا في البيوت واحترسوا من الظّنّة مادام معاوية حيّا فان يحدث الله به حدثاً وأنا حيّ كتبت اليكم برأيي والسّلام" حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۲۲۹، ۲۳۰ نقل از اخبار الطّوال ص ۲۳۰، انساب الاشراف، ج ۱ حصہ اول]

۱۳؎ [نہج البلاغہ (نامہ ۳۶)]

۱۴؎ [زندگانی امیر المؤمنین، ج ۱، ص ۲۴۹ و ۲۵۴]

۱۵؎ [" واللهِ ما سلّمت الامر اليْه الّا أنّي لم أجد انصاراً ولوْ وجدت انصاراً لقاتلته ليلي ونهاري حتّى يحكم اللهُ بيْني وبينه... "احتجاج طبرسی، ص ۱۴۹]

۱۶؎ [سورۂ نساء، آیہ ۱۹]

۱۷؎ [سورۂ بقرہ، آیہ ۲۱۶]

۱۸؎ ["ولله مابنا الّا انْ تضاموا فما نحن؟ فانّا نعلم انّ القوم سيطلبون مودّتنا بكلّ ما قدروا عليه ولكن حاش لله انْ نوازر الظّالمين ونظاهر المجرمين ونحن لكم شيعةٌ ولهم عدوٌّ " انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۴۹]

۱۹؎ [" قديماً هتكْت انت وابوک حُجاب رسول الله ؐ وادخلت بيته من لا يحبّ رسول الله ؐ قربه ، وانّ الله يسئلک عن ذلک يا عايشة ، انّ أخي أعلم أمرني ان اقرّبه من أبيه رسول الله ليحدّث به

عهداً ، واعْلمي انّ اخي أعلّم النّاس باللّهِ ورسوله ، وأعْلم بتأويل كتابه من ان يهتک على رسول اللّه ستره ، لأنّ اللّه تبارک وتعالى يقول : " لا تدخلوا بيوت النّبى آلا ان يؤذن لكم " وقد أدخلت أنت بيت رسول اللّه الرّجال بغير اذنه وقد قال اللّه عزّوجلّ : " يا ايّها الّذين آمنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النّبى " ولعمرى لقد ضربتِ أنت لابيک وفاروقه عند اُذنِ رسول اللّه المعاول ، وقد قال اللّه عزّ وجلّ : " انّ الّذين يغضّون اصواتهم عند رسول اللّه اولئک الّذين امْتحن اللّه قلوبهم للتّقوىٰ " ولعمرى لقد ادخل ابوک وفاروقه على رسول اللّه بقربهما منه الأذى ، وما رعيا من حقّه ما امرهما به على لسان رسول الله ان اللّه حرّم على المؤمنين أمواتاً ما حرّم منهم احياءً ، وباللّه يا عايشة لو كان هذاالّذى كرهتّه من دفن الحسن عند ابيه جائزاً فيما بيننا و بين اللّه لعلمتِ انّه سيد فن وان رغم معطسک ! " احتجاج طبرسی،ادب الحسین،نقل از احقاق الحق،ج۱۱]

پانچواں باب

بھائی کی شہادت کے بعد

شہادت امام حسن علیہ السلام کے بعد اسلامی رہبری کی سنگین ذمہ داری امام حسینؑ کے دوش پر آئی اس طرح امام حسینؑ کی امامت اور اس کی دشواریوں کا دور شروع ہوا۔ معاویہ بن ابی سفیان اپنی ننگ و عار اور نفاق و کفر سے پُر حکومت کے دس سال گزار چکا ہے اور اس مدت میں جھوٹ، فریب، ظلم و تجاوز کے ذریعے وہ جتنا کرسکتا تھا اسے اموی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کیا لہٰذا اپنے مقاصد کو توسیع بخشنے کیلئے بیت المال کو بے حساب خرچ کرنے کے علاوہ اس کے جتنے مخالف تھے انہیں درہم و دینار کی جھنکار اور مقام و منصب کی گرمی سے فریب دے چکا تھا۔ ہاں فقط ایک یہی خاندان اور اس کے شیعہ تھے جنہوں نے دیانت اور تقویٰ کا ثبوت دیتے ہوئے اسلامی اقدار کی مکمل حفاظت کی اور معاویہ کی دھمکیوں، پُرکشش پیشکشوں اور ہر طرح کی لالچ کو ٹھکرا کر پُر وقار استقامت کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ بلاشبہ یہی وہ شخصیات تھیں کہ جن کی رہنمائی فرزند رسولؐ حضرت امام حسینؑ فرما رہے تھے۔

اس کی علت بھی عیاں تھی بہر حال معاویہ کا انداز سیاست ایسا ہی تھا، اس نے رعب، وحشت اور گھٹن کی فضاء کو حاکم بنادیا تھا، لہٰذا لوگوں میں حق بیانی مفقود اور جرأت اظہار مر چکا تھا اور شجاعت و بہادری نامی صفت ناپید ہوچکی تھی، لیکن امام حسینؑ اور آپؑ کے مختصر اصحاب نے اطمینان قلب کے ساتھ حق گوئی اور حق پرستی کو اپنا شیوہ اور اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے ردعمل یعنی شہادت کیلئے بھی خود کو آمادہ کررکھا تھا۔ لہٰذا امیر شام کا حقیقی چہرہ اور اس کے اسلام و مسلمین کے ساتھ وہ نامناسب سلوک و رویہ کو آشکار کرنے اور اپنی مندرجہ بالا بات پر دلیل پیش کرنے کی خاطر اس کے چند کارناموں کی فہرست آپ کی نگاہوں سے گزارنا ہیں، اگرچہ پچھلی کتابوں زندگانی امیر المومنینؑ اور زندگانی امام حسنؑ میں بعض واقعات تحریر کئے جا چکے ہیں، بنابراین کوشش یہی ہوگی کہ مطالب کی تکرار نہ ہونے پائے۔

کتب اہل سنت میں معاویہ کا کردار

تاریخی اعتبار سے یہ بات مسلم ہے کہ خلافت بلکہ حکومت معاویہ بھی اس کے صحیح معیار پر پوری نہیں اترتی اور جیسا کہ ہم نے زندگانی امیر المؤمنینؑ میں ذکر کیا یہ حکومت عوام سے فریب، جھوٹ، دھوکہ دھی اور ظلم وتجاوز پر استوار تھی چون کہ یہ وہ بات ہے جسے صراحت کے ساتھ خود معاویہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

''خدا کی قسم میں نے تم سے جنگ نہیں کی کہ تم نماز پڑھو یا روزہ رکھو یا حج بجالاؤ اور نہ ہی زکات دلوانے کیلئے بلکہ اس قوت آزمائی کا واحد سبب تم لوگوں پر حکومت کرنا تھا سو وہ خدا نے مجھے دے دی اور یاد رکھو مجھے تمہاری عدم رضایت کی کوئی پروا نہیں۔'' [۱،۲]

اس کے بعد انتہائی بے پروائی سے کہا:

''اور جان لو کہ میری جانب سے حسن بن علیؑ کو جو بھی عہد و پیمان دیا گیا تھا وہ میرے زیر پا ہے اور میں اس کی کسی شرط پر بھی وفادار نہیں رہوں گا۔

ابن ابی الحدید اس گفتگو کے بعد ابی اسحاق سبیعی سے معاویہ کے بارے میں نقل کرتا ہے:

وکان واللہ غدّاراً ''خدا کی قسم بے وفائی اور عہد شکنی معاویہ کی عادت تھی۔''

اسی طرح عبدالرحمٰن بن شریک نخعی کوفی سے بھی نقل کرتا ہے:

ھذا واللہِ ھو التھتکُ ''خدا کی قسم معاویہ کا یہ فعل حرمت شکنی ہے۔''

مندرجہ بالا یہ اقوال ابن حجر جیسے لوگوں کیلئے لمحہ فکریہ اور جواب کی حیثیت رکھتے ہیں جو آج بھی معاویہ کے دفاع میں کتابیں لکھتے ہیں، اس پر لعن وطعن کو جائز قرار نہیں دیتے حتی اسے عادل اور صحیح العمل مسلمان کا درجہ دے کر اس کی حمایت کا پتھر سینوں پر مارتے ہیں اور محبت کا دم بھرتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ کیا یہی ایک مسلمان کا شیوہ ہے کہ بے شرمی کے ذریعے پردہ داری بھی کرے اور پیمان شکنی پر ذمہ داری کے ساتھ فخر ومباحات بھی کرتا ہوا دکھائی دے۔ جو صراحت کے ساتھ اسلامی قوانین کو پاؤں تلے روندے اُسے کیونکر عادل جانیں اور پھر اسے رسول اللہؐ کے عادل اصحاب میں شمار کر کے اس کا دفاع کریں؟

جو کام معاویہ اور ابن حجر جیسے لوگ کر گئے ہیں اس کا فیصلہ آئندہ عہد کی تاریخ اور مسلمان کریں گے نہ اُن

۲۔ یہ بھی معاویہ کے حیلوں اور مکاریوں میں سے بلکہ تاریخ کی ناانصافیوں میں سے ہے کہ اپنے غلط کئے ہوئے کام کو خدا سے منسوب کر کے اسے خدا کا فیصلہ شمار کیا جائے گویا ان افراد نے قرآن کی تلاوت نہیں کی جہاں خدا پیغمبرؐ کی تصدیق کر رہا ہے: وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ''اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا بھی نہیں۔'' (کہف/۵۱)

کے طرفدار اور نہ اُن کے وظیفہ خور۔

حدیث کا مابقی

تمام اہل تاریخ نے لکھا ہے، معاویہ پیمان شکنی کے مذکورہ بالا اظہار کے بعد اس انداز میں کہ خالد بن عرفطہ اس کے آگے اور حبیب بن حمار کاندھے پر پرچم اٹھائے چل رہا تھا کوفہ آیا، پھر منبر کوفہ پر بیٹھ کر امام حسنؑ و امام حسینؑ کی موجودگی میں حضرت علیؑ کی نسبت بدزبانی کی اور پھر امام حسنؑ کا موضوع چھیڑا کر حضرت کو نامناسب الفاظ سے یاد کیا۔ جس پر امام حسینؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے، تاکہ جواب دیں، لیکن امام حسنؑ نے فوراً بھائی کا ہاتھ تھام کر انہیں بٹھا دیا اور خود اٹھ کر فرمایا:

ایھا الذاکر علیاً ! انا الحسن وابی علیّ ، وانت معاویة وآبوک صخرٌ ، اُمّیْ فاطمة واُمّک هندٌ وجدی رسول اللّٰه وجدّک حرْبٌ ، وجدّتی خدیجة، جدّتک فتیلة، فلعن اللّٰه اَخملنا ذکراً و الأمنا حسباً ؛ وشرّنا قدیماً وحدیثاً واقدمنا کفراً ونفاقاً ...فقال طوائفٌ من اهل المسجد آمین

”اے علی بن ابی طالبؑ کی نسبت بدزبانی کرنے والے! میں حسن ہوں اور میرا باپ علیؑ ہے، تو معاویہ اور تیرا باپ صخر ہے، میری ماں فاطمہ اور تیری ماں ہند ہے، میرے جد رسول اللہؐ اور تیرا جد حرب ہے میری جدہ خدیجہ اور تیری جدہ فتیلہ ہے، اب آ خدا سے اس پر لعنت کروائیں جو زیادہ گمنام اور حسب میں زیادہ پلید ہے اور خدا کی اس پر لعنت ہو جو ماضی و حال میں بدتر اور کفر و نفاق میں قدیم تر ہے۔

- امام کی اس نفرین پر مسجد میں موجود لوگوں نے آمین کہا۔
- ابوالفرج لکھتے ہیں: راوی حدیث (یحییٰ بن معین) نے کہا: میں بھی آمین کہتا ہوں۔
- حدیث کا دوسرا راوی جس نے برائے ابوالفرج نقل کیا یعنی ابوعبیدہ نے کہا ہے، جس نے میرے لئے حدیث نقل کی یعنی فضل بن حسن بصری نے کہا: میں نے بھی آمین کہا۔
- آخر میں ابی الحدید بھی جنہوں نے ابوالفرج سے یہ حدیث نقل کی ہے کہتے ہیں: میں بھی کہتا ہوں: آمین!

معاویہ کے دیگر جرائم بطور اختصار [۳]

شراب نوشی

احمد بن حنبل اپنی کتاب مسند میں عبداللہ بن بریدہ سے مستند روایت نقل کرتے ہیں:

---

[۳] عصر حاضر کے ایک معروف مؤلف نے جرائم و گناہان میں یزید اور اس کے باپ کا مقایسہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ”معاویہ کے جرائم یزید سے کئی گنا تھے اگر حکومت کے حصول سے قبل کے جرائم جن کا ارتکاب معاویہ حصول

حکومت کیلئے کیں اوران کی جوانی سلطنت کے دور میں کیں، مددیں تو درحقیقت مبہوت کن اور حیرت انگیز ہیں۔ معاویہ کے نزدیک حصول حکومت اور نفسانی خواہشات کی تکمیل، جاہ طلبی اور زندگی کی لذتوں کے علاوہ کوئی اور ہدف نہ تھا۔ لہٰذا اپنے حیوانی ہدف تک رسائی کیلئے کسی قسم کے جرم وگناہ عار نہ کیا کیوں کہ وہ علیؑ اور خاندان علیؑ سے دشمنی رکھتا تھا، چنانچہ ان کی نسبت کسی بھی طرح کے ظلم وزیادتی سے دریغ نہیں کرتا تھا۔"

مذکورہ بالا تاریخ نویس نے حصول سلطنت کے بعد معاویہ بن ابی سفیان کے نامشروع انجام دیئے ہوئے کاموں کو تاریخی حوالوں سے ذکر کرتے ہیں: دین کی جن خلاف ورزیوں کو معاویہ کھلے بندوں، بے حجابانہ انجام دیتا تھا ہم ان کی مختصر فہرست بعنوان مثال پیش کررہے ہیں:

۱۔شراب نوشی۔(الغدیر،ج۱،ص۱۷۹)

۲۔ریشمی لباس پہننا۔(الغدیر،ج۱۰،ص۲۱۶)

۳۔سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال۔(الغدیر،ج۱۰،ص۲۱۶)

۴۔گانا،موسیقی سننا۔(شرح ابن ابی الحدید،ج۱۶،ص۱۶۱)

۵۔قضاوت برخلاف اسلام۔(الغدیر،ج۱۰،ص۱۹۶)

۶۔چوری حد کو یعنی حدود الٰہی کو ترک کرنا۔(الغدیر،ج۱۰،ص۲۱۴)

۷۔ولد الزنا کو مقام واہمیت دینا۔(شرح ابن ابی الحدید ج۱۶،ص۱۸۷)

۸۔علیؑ سے جنگ کرنا جس میں پچھتر ہزار اور شاید اس سے بھی زیادہ افراد قتل ہوئے۔(مروج الذہب،ج۲،ص۳)

۹۔شیعیان علیؑ کے قتل وغارت گری کیلئے فوج کا بھیجنا۔(الغدیر ج۱۱،ص۱۶،۱۷،۱۸)

۱۰۔قتل مالک اشترؒ۔(مروج الذہب،ج۲،ص۴۱۹)

۱۱۔حجر بن عدیؒ اوران کے ساتھیوں کو پھانسی دینا۔(الغدیر،ج۱۱،ص۵۲)

۱۲۔عمرو بن حمقؒ کو پھانسی دینا۔(الغدیر،ج۱۱،ص۴۱)

۱۳۔مصر پر حملہ اور حضرت علیؑ کے نمائندے محمد بن ابی بکر کا قتل۔(مروج الذہب،ج۲،ص۴۰۹)

۱۴۔شیعیان علیؑ کا قتل عام۔ (الغدیر،ج۱۱،ص۲۸)

۱۵۔حضرت علیؑ کی مذمت میں حدیث گڑھنا۔ (الغدیر،ج۱۱،ص۲۸)

۱۶۔عثمان بن عفان کی مدح میں حدیث جعل کرنا۔(الغدیر،ج۱۱،ص۲۸)

۱۷۔نماز جمعہ کے خطبات میں حضرت علیؑ پر سب وشتم کرنا۔(الغدیر،ج۱۱،ص۲۵۷)

۱۸۔امام حسنؑ کا قتل۔ (مروج الذہب،ج۲،ص۴۲۷)

۱۹۔زبردستی یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کرنا۔(کامل ابن اثیر،ج۳،ص۵۰۳تا۵۱۱)

۲۰۔بدھ کے روز نماز جمعہ پڑھائی۔(مروج الذہب،ج۳،ص۳۲)

۲۱۔معاویہ امام حسنؑ کے قتل کے علاوہ ان تمام مندرجہ بالا کاموں کو نہایت جرأت کے ساتھ بے دریغ انجام دیتا تھا۔ (البتہ بعض واقعات آئندہ صفحات پر تفصیل سے نقل کریں گے)

''عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں: کہ میں اپنے بابا کے ہمراہ معاویہ کے پاس گیا اس نے ہمیں عزت دی فرش پر بٹھایا اور ہمارے لئے کھانا منگوایا چنانچہ جب ہم نے کھانا کھالیا تو شراب منگوائی گئی اس نے شراب پیتے ہوئے بابا کی جانب بڑھایا تو میرے والد نے کہا: جب سے رسول اللہؐ نے حرام قرار دی ہے میں نے اسے منہ سے نہیں لگایا۔'' ۴

اس کے علاوہ اور بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں، لیکن ہم اسی ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں، چنانچہ مزید معلومات کیلئے الغدیر ج ۱۰ ص ۱۸۰ پر موجود روایات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

معاویہ کی سود خواری

امام مالک اور نسائی وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں عطاء بن یسار سے روایت نقل کرتے ہیں:

''معاویہ نے سونے یا چاندی کا ایک ظرف اس کے وزن سے زیادہ قیمت میں فروخت کیا تو ابودرداء (صحابی رسول اللہؐ) نے اس سے کہا، میں نے خود رسول خداؐ سے سنا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں دونوں جنسوں کا بغیر کم وزیاد کے برابر ہونا ضروری ہے۔ اس پر معاویہ نے جواب دیا میری نگاہ میں یہ معاملہ صحیح ہے!

ابودرداء نے کہا:

''کوئی ہے جو مجھے معاویہ کے پاس موجود عذر سمجھائے، میں رسول خداؐ کی بات کر رہا ہوں اور وہ اپنی رائے سنا رہا ہے؟ لہٰذا جس سرزمین پر تو سکونت پذیر ہے میں وہاں نہیں رہ سکتا۔''

چنانچہ ابودرداء شام سے ہجرت کر کے عمرؓ بن خطاب کے پاس شکایت لے کر آئے تو انہوں نے معاویہ کو خط کے ذریعے ایسے معاملات سے منع کیا۔ ۵

حکم رسولؐ کے خلاف اپنے باپ کے زنا زادہ کو خود سے نسبت دینا

ابوسفیان کے ساتھ اس کے بیٹے معاویہ کے ذریعے زیاد بن عبید (زیاد بن ابیہ یا زیاد بن سمیہ) کا بعنوان فرزند ملحق ہونا تاریخ کا شرم انگیز، رسوا کن اور قبیح ترین حادثہ ہے۔ یوں معاویہ کے ریکارڈ میں ایک اور نامناسب حرکت کا اضافہ ہوا جو شریعت محمدی کی مخالفت کا واضح ثبوت بھی ہے۔

زیاد، عبید نامی شخص کے گھر میں پیدا ہوا جو حارث بن کلدہ ثقفی طائف میں زمانہ جاہلیت کے معروف طبیب کا غلام تھا اور زیاد کی ماں سمیہ فارس کے حکمرانوں میں سے کسی حاکم کی کنیز تھی، چنانچہ جب وہ حکمران بیمار ہوا تو حارث بن کلدہ سے معالجہ کروایا اور شفا پانے پر یہ کنیز طبیب کو بطور ہدیہ دے دی۔

پھر کچھ مدت بعد حارث نے سمیہ کو اپنے غلام عبید کے ساتھ بیاہ دیا، ادھر جب ابوسفیان طائف کے سفر پر گیا تو اس نے سمیہ کے ساتھ فعل حرام (زنا) کا ارتکاب کیا بنابرایں خود ابوسفیان کے بقول ''زیاد کا نطفہ

اس زنا سے قرار پایا ہے" اور اس طرح زیاد، عبید کے گھر پیدا ہوا۔ (قصہ کی تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔)

جب معاویہ مطلق العنان حاکم بن گیا تو اسی زیاد کو فارس کا گورنر منتخب کیا اور کچھ ہی مدت بعد جب معاویہ کو زیاد کی بے باکی، بے حیائی، مکاری اور بے راہ روی کی تعریف سننے کو ملی تو اپنی حکومت کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کیلئے یہ سیاست اپنائی کہ اسے اپنے ہی خاندان کا فرد ظاہر کرے۔ لہٰذا اس سے قبل معاویہ جب بھی اسے خط لکھتا تو زیاد بن عبید لکھتا تھا، لیکن اب جو خط لکھا تو اس میں زید بن ابوسفیان لکھ کر مخاطب کیا اور اسے شام آنے کی دعوت دی اور یہ خط بھی اپنے اور زیاد جیسے چالباز اور مکار شخص مغیرہ بن شعبہ کے ذریعے روانہ کیا۔

تاریخ نگاروں مثلاً یعقوبی نے اپنی تاریخ (ج۲ص ۱۵۸۔۱۵۹) میں مسعودی نے مروج الذہب (ج۲ص ۵۶) میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ (ج۵ص ۴۰۹) میں، ابن ابی الحدید نے (ج۴ص ۷۰) میں اور ابن اثیر نے کامل (ج۳ص ۱۹۲) میں اور اسی طرح بہت سے دیگر صاحبانِ قلم نے اس داستان کو مختصر ردوبدل کے ساتھ یوں لکھا ہے:

"امیر المؤمنین علیؑ کی شہادت کے بعد معاویہ نے زیاد بن عبید کی قدرت اور شخصیت سے ڈرتے ہوئے اسے مختلف خطوط لکھے اور بالآخر ایک خط میں اسے برادرم اور فرزند ابوسفیان کہہ کر مخاطب کیا اور حامل نامہ مغیرہ بن شعبہ نے بھی زیاد بن عبید معاویہ تک پہنچانے میں اپنی زبان کا فن استعمال کیا۔ بہر حال زیادہ بن عبید کو شام لے آئے اور اس کی آمد پر مسجد میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا تاکہ زیاد بن عبید کو خاندانِ ابوسفیان کا فرد ظاہر کیا جائے، چنانچہ جب مجمع اکٹھا ہو گیا تو معاویہ منبر پر جا بیٹھا اور نیچے زینے پر زیاد کو بٹھا کر حاضرین سے خطاب کیا اور اس میں کہا کہ جو لوگ گواہی کیلئے تیار ہیں کہ زیاد میرا بھائی یعنی ابوسفیان کا بیٹا ہے وہ اپنے مقام پر کھڑے ہو جائیں! اس پر چند افراد نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔

من جملہ ابو مریم سلولی شراب فروش نے تفصیل بیان کرتے ہوئے گواہی دی:

ہاں! زمانۂ جاہلیت تھا اور میں طائف میں شراب فروشی کرتا تھا کہ ایک روز ابوسفیان میرے پاس آئے اور کہا: "اے ابو مریم میرے لیئے فاحشہ اور زانیہ عورت لے کر آؤ"

میں نے کہا:

میں تو حارث بن کلدہ کی کنیز (سمیہ) کے علاوہ جو کہ اس کے غلام عبید کی زوجیت میں ہے کسی فاحشہ کا سراغ نہیں رکھتا۔

ابوسفیان نے کہا:

کوئی بات نہیں اسی کو لے آؤ اگر چہ وہ گندی ہے۔ یہ سن کر زیاد بن عبید اٹھ کھڑا ہوا اور غصّے کی حالت میں بولا! اے ابومریم زبان کو لگام دے، ہم نے گواہی مانگی تھی نہ گالم گلوچ!

ابومریم نے کہا:

اسی میں بہتری ہے کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، تا کہ جو میں نے دیکھا ہے اسی کی گواہی دوں چنانچہ میں اس عورت کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تو ابوسفیان کی شخصیت و بزرگی سے آگاہ ہے، اس نے نزدیکی کیلئے عورت مانگی ہے کیا تو چلنے کو تیار ہے؟

سمیہ نے کہا:

ہاں تیار ہوں مگر کچھ دیر صبر کر اس لیے کہ عبید ابھی بھیڑ چرانے (جنگل) گیا ہے وہ واپس آ جائے تو رات کا کھانا دوں گی اور جب وہ سو جائے گا پھر تیرے ساتھ چلوں گی۔

ابومریم کہتا ہے:

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ میں نے دیکھا وہ عورت غرور سے چلتی ہوئی آ رہی ہے۔ میں اسے ابوسفیان کے پاس لے گیا وہ صبح تک ابوسفیان کے ساتھ رہی اور صبح ہونے پر جب ابوسفیان باہر آیا تو میں نے پوچھا: کیسی تھی؟ تو

ابوسفیان بولا: اگر بغل کی بدبو نہ ہوتی تو اچھی عورت تھی۔

ایک دوسرے مقام پر ابومریم سے یہ واقعہ اس طرح نقل ہوا ہے:

میں جوں ہی اس عورت کو ابوسفیان کے پاس لایا تو وہ (ابوسفیان) اس کی آستین پکڑ کر اندر لے گیا اور میں گھبرا کر اسی بند دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ گیا، یہاں تک کہ ابوسفیان ماتھے کا پسینہ خشک کرتا ہوا باہر آیا تو میں نے پوچھا، کیسی تھی؟ تو اس نے جواب دیا:

"اے ابومریم اگر منہ کی بدبو اور پستان گرے نہ ہوتے تو میں نے آج تک ایسی عورت نہ دیکھی تھی!"

بعض اہل تاریخ نے اس شرم انگیز داستان کا اختتام اس طرح کیا ہے:

جب ابومریم اپنی بات پوری کر چکا تو زیاد اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور لوگوں کو خاموش کرواتے ہوئے کہا:

ايّها النّاس انّ معاوية و الشّهود قد قالوا ما سمعتمْ ولسْت أدري حقّ هذا منْ باطله و هو و الشّهود أعْلم بما قالوا و انّما عبيد ابٌ مبرور "اے لوگو! معاویہ اور اس کے گواہ جو کہہ چکے وہ تم نے سن لیا، مجھے معلوم نہیں کیا حق ہے اور کیا باطل کیونکہ معاویہ اور اس کے گواہ (مجھ سے) بہتر جانتے ہیں لیکن مجھے اتنا ضرور کہنا ہے کہ عبید ایک اچھا باپ تھا۔

اس داستان کے اختتام پر کہا جائے کہ زھے بے شرمی و بے حیائی!

بہر صورت معاویہ نے انتہائی بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ پیغمبرؐ کے صریح وواضح دستور کی مخالفت بھرے مجمع میں انجام دی۔ آپؐ نے فرمایا:

"فرزند اسی کا شمار کیا جائے جس کی عقد میں وہ عورت ہو اور زانی کی سزا پتھر ہے۔" ۶

حسن بصری سے نقل ہوا ہے، معاویہ میں چار ایسی صفات تھیں جن میں سے ایک کی وجہ سے بھی اسے فاسق وفاجر کہا جا سکتا ہے، چنانچہ ان چار میں سے ایک زیاد سے نسبی رشتہ جوڑنا ہے جو رسول اللہؐ کے قول:

الْولد للفراش وللعاهر الْحجر ۷ کی کھلی مخالفت ہے۔

ابو یحیی کہتے ہیں:

"رسول اللہؐ کے احکام میں سے پہلا حکم جو پامال ہوا وہ یہی جو زیاد کے بارے میں انجام دیا گیا۔" ۸

معاویہ کے اس عمل پر عرب کے بہت سے مشہور شاعروں نے (ملامت آمیز) کلام کہا ہے من جملہ عبدالرحمن بن حکم وغیرہ سے یہ اشعار نقل ہوئے ہیں:

الا ابْلغْ معاوية بْن صخر — قدْ ضاقتْ بما تأتي الْيدانل
اتغْضب ان يقال أبوک عفّ — وترْضیٰ أنْ يقال: أبوک زانِ
فأشْهد انّ رحمک منْ زيادٍ — کرحم الفيل منْ ولد الْاتان
واشْهد انّها حملتْ زياداً — وصخرٌ منْ سميّة غير دانِ

"کوئی معاویہ سے کہہ لے کہ تیرے اس عمل سے ہمارے ہاتھ بندھ گئے ہیں، کہ کیا تو اپنے باپ کی تعریف سن کر ناراض ہوتا ہے اور اس کی برائی (زنا کاری) پر خوش ہوتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں تیرا اور زیاد کا رحم (ماں) گویا ایسے کہ جیسے ہاتھی کسی اور جانور کے ساتھ ایک شکم سے متولد ہوا ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان اگر سمیہ سے نزدیک نہیں ہوا تو پھر یہ (زیاد) کس کا نطفہ ہے۔"

دوسرے ایک اور شاعر کا کلام ہے:

زيادٌ لسْتُ أدْري منْ أبوه — ولکنّ الْحمار ابوزيادِ

"میں نہیں جانتا کہ زیاد کا باپ کون ہے مگر جانتا ہوں کہ گدھا زیاد کا باپ ہے"۔

اہل سنت کے ایک معروف اس کالر سکتواری کی تحریر جسے وہ اپنی کتاب محاضرۃ الاوائل میں لکھتے ہیں:

"احکام رسول اللہؐ میں سے جو پہلا حکم بانگ دہل پایمال ہوا وہ معاویہ کا زیاد کے بارے میں یہ دعویٰ تھا کہ زیاد میرا بھائی ہے، جبکہ خود ابوسفیان نے ان الفاظ میں زیاد سے بے زاری کا اظہار کیا کہ یہ میرا بیٹا نہیں اور نہ ہی خاندانِ اُمیہ سے اس کا کوئی تعلق ہے، لیکن جب معاویہ حکمران ہوا تو اسے اپنے قرابت داروں میں سے قرار دے کر فارس کا گورنر بنایا اور زیاد نے ہر طرح کا طغیان

سرکشی اور ظلم و زیادتی بد اخلاقی اور بے ادبی خاندان پیغمبرؐ کے ساتھ روا رکھا۔" ۹

حدود الٰہی کا تعطل

ماوردی اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ ایک چور کو معاویہ کے پاس لایا گیا تو اس نے چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا چور کی ماں نے کہا:

یا امیر المؤمنین اجعلْھافی ذنوبکَ التی تتوبُ منْھا؟فخلّی سبیلھا "اے معاویہ اس گناہ کو بھی اپنے ان گناہوں جز قرار دے جن سے توبہ کریگا اور معاویہ نے اسے رہا کر دیا۔ ۱۰

اب ذرا معاویہ کے طرفداروں سے پوچھا جائے کہ آیا احکام الٰہی عمل کرنے کیلئے ہم تک پہنچے ہیں یا ایک عورت کی فرمائش پر ترک کرنے کیلئے؟ جبکہ قرآن میں حکم پروردگار ہے:

تلْک حُدودُ اللّٰہِ فلا تعْتدُوھا ،ومنْ یتعدّ حدود اللّٰہِ فأولٰئک ھمْ الظّالمون "لیکن یہ حدود الٰہی ہیں جن سے تجاوز نہ کرنا اور جو حدود الٰہی سے تجاوز کرے گا وہ ظالمین میں شمار ہوگا۔" (بقرہ/۲۲۹)

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے:

ومنْ یعْصِ اللّٰہَ ورسولہُ ویتعدّ حدود یدْخلہُ ناراً خالداً فیھا "اور جو خدا اور رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے تجاوز کر جائے گا خدا اسے جہنم میں ہمیشہ کیلئے داخل کر دے گا۔" (نساء/۱۴)

دوسری بات یہ ہے کہ ایسے گناہوں کی توبہ یوں ہی قبول کی جائے گی جس میں تمام مسلمانوں کا حق پامال ہوا ہو وہ کسی شخص ثالث کی توبہ سے معاف کر دیا جائے گا؟ البتہ اساسی اعتراض تو یہ ہے کہ آیا حدود الٰہی کا چھوڑنا کسی کے اپنے اختیار میں ہے؟ جبکہ مذکورہ آیات میں کوئی استثناء بھی نظر نہیں آتا۔

یہ آیات قتل نفس کی آیات کی طرح ہے کہ جس میں ارشاد الٰہی ہے:

ومنْ یقْتُلْ مؤمناً متعمّداً فجزاؤُہُ جھنّم خالداً فیھا "اور جو بھی کسی مؤمن کو قصداً قتل کرے گا اس کی جزاء جہنم ہے۔" (نساء/۹۳)

تیسری بات یہ کہ فرض کریں یہ سب مسائل معاویہ کے نزدیک حل شدہ تھے لیکن اسے یہ اطمینان کہاں سے حاصل ہوا کہ موت اسے توبہ کرنے کی مہلت دے گی اور وہ اس دنیا سے جانے سے قبل ان تمام گناہوں کی توبہ بھی کرے گا؟ دوسری روایت سے ایسے ہی اعتراضات سامنے آتے ہیں جنہیں آپ قارئین بہتر جانتے ہیں۔

بروز بدھ نماز جمعہ کا انعقاد

مروج الذہب میں مسعودی لکھتے ہیں:

"جنگ صفین کے بعد کوفے کا رہنے والا ایک شخص اونٹ پر سوار دمشق میں داخل ہوا تو اچانک

شام کا رہنے والا ایک شخص اس سوار سے اُلجھنے لگا کہ یہ (ناقہ) اونٹ اا میرا ہے جسے تو نے جنگ صفین میں چھینا تھا اس پر کوفی سوار نے صراحتاً انکار کیا۔ بالآخر یہ جھگڑا حاکم شام تک پہنچا، حاکم نے شامی سے گواہ طلب کیے تو شامی نے اپنے دعوے کی پیروی میں پچاس گواہ پیش کر دیئے ان سب نے کہا کہ یہ ناقہ شامی کا ہے، چنانچہ معاویہ نے بھی شامی کے دعوے اور گواہان کے بیان کے مطابق فیصلہ شامی کی موافقت میں کیا اور کوفی پر لازم حکم دیا کہ اونٹ شامی کو دیدے۔ کوفی سوار نے کہا:

اے خدا! تو ہی اصلاح کرے کیونکہ یہ جمل (اونٹ) ہے (ناقہ) اونٹنی نہیں!

لیکن معاویہ نے حکم دیدیا اس پر عمل کیا جائے...! مگر جوں ہی لوگ متفرق ہوئے تو امیر شام نے کوفی اونٹ سوار کو بلایا اور اونٹ کی قیمت دریافت کر کے اس کی دوگنی قیمت دیکر اُسے راضی کیا اور کہا:

أَبْلِغْ علياً أَنّي أُقابِلُهُ بمأة أَلْفٍ مافيهِمْ مَنْ يفرِقُ بين النّاقة والجمل ''علیؑ سے جا کر کہنا میں ایک لاکھ ایسے فوجیوں کو تم سے جنگ کیلئے لا رہا ہوں جن میں ایک بھی ایسا نہیں جو ناقہ و جمل میں تمیز رکھتا ہو'' ۱۲

مسعودی اس داستان کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

''معاویہ کی بے چون وچرا اطاعت اور اس کی اندھی تقلید کا حال یہ ہو چکا تھا کہ جنگ صفین کیلئے نکلتے وقت معاویہ نے انہی لوگوں کو نماز جمعہ بدھ کے دن پڑھادی۔'' ۱۳

مؤلف لکھتے ہیں:

''اگر ہم امیر شام کے جرائم کا یہاں ذکر کرنے لگیں تو ایک جدا کتاب مرتب ہو جائے البتہ ان چند نامشروع اقدامات کا ذکر اس جرم عظیم کیلئے مقدمہ ایک ہے کہ جس کی وجہ سے امام حسینؑ کا عظیم خونی قیام رونما ہوا یعنی یزید جیسے فاجر و فاسق کی ولی عہدی۔ بنابرایں چند اور کارناموں کو بعنوان فہرست ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی تفصیل الغدیر: ج ۱۰ میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ زندگانی امام حسنؑ میں کچھ نقل کیا تھا وہ یہ تھے:

۱۔ سفر میں نماز قصر کے بجائے پوری نماز پڑھنا۔ ۱۴

۲۔ عیدالفطر اور عیدالضحیٰ میں اذان کہنا۔ ۱۵

اا عربی زبان میں ''ناقہ'' شتر مادہ کو کہتے ہیں اور جمل شتر نر کو کہتے ہیں۔

۱۲ اگر خیال یہ ہے کہ وہ ناقہ و جمل کے درمیان تمیز نہ رکھتے ہوں تو ایسا بھی نہیں تھا بلکہ " الناس علی دین ملوکھم " کا قاعدہ رائج تھا جب انہوں نے بارہا جھوٹ و غلط بیانی کو حاکم کی طرف سے دیکھا ہو تو پھر کیوں اپنے ہم وطن کے حق میں جھوٹ کو بُرا جانیں، لہٰذا جھوٹی گواہی دے رہے تھے کہ یہ ناقہ فلاں کا ہے۔

۳۔ ایک وقت میں سگی دو بہنوں سے عقد معاویہ کے فتویٰ میں جائز قرار دیا۔ ۱۶

۴۔ حجر بن عدی، رُشید ہجری اور عمرو بن حمق خزاعی کے علاوہ بہت سے بزرگ اصحاب رسول کو قتل کروایا جس پر بزرگان دین نے اعتراض بھی کیا۔ ۱۷

۵۔ رسول اللہؐ اور خلفاء اربعہ کی سنت کے خلاف عیدین کا خطبہ نماز عیدین پر مقدم کر دیا۔ ۱۸

۶۔ حجاز، عراق اور مصر کے بہت سے لوگوں پر اقتصادی پابندیاں عائد کیں جبکہ شام اور اس کے اطراف کے باشندے لشکر ستمگر اور وظیفہ خوار پر بے حساب داد و دہش کی بارش رہی۔ ۱۹

۷۔ اپنی خرچیوں اور سالانہ تخمینے کے بہانے سے جس کی ملکیت چاہی ضبط کر لی۔ ۲۰

۸۔ ریشم اور دیبا کا لباس پہننا، سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال اور اسلام کے قانون کے خلاف عمل کرتے ہوئے سونے چاندی اور جواہرات سے مرصّع چیزیں زیب تن کرنا۔ ۲۱

۹۔ ابوہریرہ، سمرۃ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ جیسے زر خرید لوگوں کے ذریعے اپنی، ابوسفیان اور خاندانِ بنی امیہ کی مدح وتعریف میں اور علیؑ واہل بیتؑ کی مذمت میں احادیث گڑھوانا۔ اہل تحقیق کیلئے زندگانی امیر المؤمنینؑ اور زندگانی امام حسنؑ میں ان خود ساختہ احادیث کی مثالیں موجود ہیں۔ ۲۲

۱۰۔ پیغمبرؐ کی لسانِ مبارک سے امیر المؤمنینؑ کیلئے لاتعداد فضائل ومناقب نقل ہونے کے باوجود محفل ومجالس اور منبروں سے حضرت علیؑ پر سب وشتم کرنے کا حکم۔ ۲۳

۱۱۔ شیعیان علیؑ کو ڈرانا، دھمکانا اور ان کے اموال کو زبردستی ضبط کروانا، ان کے رہائشی اور کاروباری مقامات کو شیعہ ہونے کے جرم میں تباہ وبرباد کرنا اور عبداللہ بن ہاشم مرقال، عدی بن حاتم طائی، صعصعہ بن صوحان، عبداللہ بن خلیفۂ طائی جیسے شیعوں کے بارے میں حکم صادر کیا کہ سرکاری اور غیر سرکاری ادارے اور عدالتیں انکی گواہی قبول نہ کریں، بیت المال کے دفتر سے ان کے نام مٹانے کا حکم اور تمام حکومتی اداروں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو نوکریاں، مشاغل اور کام نہ دیا جائے، تا کہ یہ گروہ ہر لحاظ سے شکستہ اور عقب ماندہ ہو جائے۔ ۲۴

یزید کی ولی عہدی

بالآخر معاویہ کے اس عظیم جرم کا ذکر ہے، جس کی خاطر دوسرے بہت سے جرائم کا مرتکب ہوا، کیونکہ اسلام ومسلمین پر جتنے بھی مصائب وآلام گزرے یہ جرائم ان سب کا سرچشمہ تھے۔ بلاشبہ امام حسینؑ اور آپ کے انصار اسی جرم کے خلاف اپنی جانوں سے کھیل گئے اور شہادت کو پہنچے، لہٰذا جرم وفساد کا یہ جرثومہ جو معاویہ کے وسیلہ سے مسلمان پر مسلط ہوا اس کو بہتر انداز میں پہچاننے اور قیام امام حسینؑ کی گہرائی تک

رسائی کیلئے یزید بن معاویہ کی زندگی کے رنگ وڈھنگ کا جاننا ضروری ہیں۔

یزید ۲۵ یا ۲۶ ہجری قمری میں پیدا ہوا، اس کی ماں "میسون بنت بجدل کلبی" تھی، بحارالانوار میں کتاب الزام الناصب میں آیا ہے بجدل کلبی کا ایک غلام تھ جو ہمبستری کرتا تھا، چنانچہ یزید کا نطفہ اسی سے ٹھہرا جس کی جانب نسابہ کلبی نے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے:

فانْ یکن الزّمان اُتی علینا — بقتل التّرک والموت الْوحیّ

فَقدْ قتل الدّعیّ وعبد کلب — بارضِ الطّفّ اولاد النّبیّ

"اگر آج ہم پر بُرا وقت آیا ہے تو کیا مصیبت ہے؟ کیوں کہ کل ابن زیاد اور یزید نے کرب وبلا میں اولادِ نبی کے ساتھ اس سے زیادہ ظلم کیا تھا"

تیسرے مصرعے میں دُعِیّ سے مراد ابن زیاد اور عبد کلب سے مراد یزید ہے۔ [25]

بہرصورت یزید پیدا ہونے کے بعد ماموں، نانا اور ننھیالی رشتہ داروں میں شام کے دیہات بنی کلاب میں جوان ہوا کیونکہ وہ لوگ مسیحیت چھوڑ کر تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے، اسی لئے ان کے درمیان شراب نوشی اور سگ بازی عام تھی، لہٰذا یزید بھی بچپن ہی سے ان کا عادی تھا اور بقول علائلی یزید کی تربیت خالص مسیحی تربیت تھی۔ [26] اس کی شکل وصورت اور جسمانی کیفیت یہ تھی گھنے بال، چہرے پر چیچک کے داغ اور پھیکا پن تھا جبکہ اخلاق وکردار میں اپنے دادا اور باپ کی طرح دوغلا اور ہتک کرنے والا، غدار تھا۔

میر سید علی ہندی کہتے ہیں:

"اگرچہ یزید سیاست بازی اور شیطنت میں باپ کا ہم پلہ نہ تھا لیکن سنگ دلی اور غداری میں معاویہ کے مانند تھا، اسی طرح اس کی طبیعت میں شفقت وعدالت بھی ناپید تھی وہ لوگوں کا خون بہتا دیکھ کر لذت پاتا اور دوسروں کے قتل اور اذیت پر مسرور ہوتا تھا، اس کے ہم نشین کتے اور بندر تھے جو اس کی درندہ صفتی پر بہترین گواہ تھے۔"

یزید وہی ہے جس کیلئے امام حسینؑ نے ولید بن عتبہ کے طلب بیعت پر فرمایا:

انّ یزید بن معاویة رجلٌ فاسقٌ شاربٌ للخمْر، وقاتلٌ للنّفس المحرّمةِ معْلنٌ بالفسْق والفجور، و مثلی لا یُبایعُ مثلہ "بلاشبہ یزید بن معاویہ فاسق، شراب خور اور نفس محترمہ کا قاتل ہے اور علی الاعلان گناہ ونافرمانی خدا کو انجام دیتا ہے۔ مجھ جیسا کبھی بھی اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔" [27]

شکار کا عاشق

یزید کی ایک بہت ہی واضح صفت حیوانات کا شکار تھا کہ جس میں وہ اپنا اکثر وقت صرف کرتا تھا، بنابرایں تاریخ فخری میں آیا ہے:

''یزید اپنے شکاری کتوں کو سونے کے ہار، ہاتھ میں کڑے اور پازیب حتیٰ انہیں زر بفت پہناتا تھا اور ہر ایک کتے کیلئے خاص غلام معین تھا۔'' ۲۸

کتابِ ہٰذا کے مؤلف اس بارے میں ایک داستان نقل کرتے ہیں:

''عبیداللہ بن زیاد نے کوفے کے ایک شہری پر چار لاکھ دینار کا جرمانہ عائد کیا اور اس رقم کو وصول کر کے بیت المال میں جمع کروایا، ادھر وہ شخص کوفے سے دمشق گیا، تاکہ یزید سے عبیداللہ بن زیاد کی شکایت کرے، جب دمشق پہنچا تو یزید کا سراغ لیا، چنانچہ معلوم ہوا کہ شکارگاہ گئے ہوئے ہیں، یہ شخص یزید کی غیر موجودگی میں دمشق میں رہنا مصلحت سے خالی جان کر شہر سے باہر خیمہ لگا کر انتظار کرنے لگا، چنانچہ ایک روز سونے چاندی اور جواہرات سے مزین قیمتی لباس پہنے ہوئے پیاس سے بے حال ایک کتا خیمے میں گھس آیا یہ شخص سمجھ گیا ہو، نا ہو یہ یزید بن معاویہ کا کتا ہے لہٰذا اسے پانی اور غذا دے کر اسے پیار کرنے لگا، اسی اثنا میں ایک خوبصورت جوان بہترین گھوڑے پر بادشاہوں کی شان و بان سے مزین گرد و غبار میں اٹا ہوا وہاں آن پہنچا، اس شخص نے کھڑے ہو کر سلام کیا، سوار نے پوچھا کیا تو نے یہاں سے کوئی کتا گزرتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس پر اس مرد کوفی نے کہا جی حضور آپ کا کتا میرے خیمے میں ہے، پانی پی کر آرام کر رہا ہے، یہ سن کر یزید گھوڑے سے اُترا اور خیمے میں آکر آرام سے بیٹھے ہوئے کتے کی رسی ہاتھ میں تھام کر جانے لگا، موقع غنیمت جان کر اس شخص نے اپنی مشکل بیان کر دی شکایت سن کر عبیداللہ بن زیاد کے نام تحریر لکھی کہ اس کا مال بھی لوٹا دو اور اسے قیمتی خلعت بھی عطا کرو۔ اور اپنے کتے کو لے کر چلتا بنا اور یہ کوفی بھی دمشق کے بجائے کوفہ کی جانب رواں نہ ہو گیا۔

یزید کو بندروں سے بہت پیار و محبت

مورخین نے لکھا ہے، یزید کو بندروں سے بہت لگاؤ تھا حتیٰ اس کا ایک خاص بندر تھا جس کی یزید نے ''ابو قیس'' کنیت رکھی تھی۔ لکھا ہے، وہ جب بھی شراب پیتا تھا تو اپنا جھوٹا (باقی ماندہ) جام اس کے منہ میں لگا دیتا تھا اور کہتا تھ: یہ بندر بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے ہے مگر گناہوں کی وجہ سے مسخ ہو کر بندر ہو گیا ہے، یہاں تک کہ بعض گھوڑ دور کے مواقع پر اسے ایک سرکش گدھے پر بٹھا کر مقابلہ میں شرکت کرواتا تھا ایک بار جب ابو قیس مقابلے میں جیت گیا تو یزید نے خوشی کے عالم میں یہ اشعار کہے:

تمسّک أبا قیسٍ بفضل زمامها   فلیس علیها ان سقطت ضمان

فقدْ سبقتْ خیْل الْجماعة کلّها   وخیْل أمیر المؤمنین أتان

''ابو قیس لگام اچھی طرح تھامنا کیونکہ اگر گھوڑے نے گرا دیا تو اسے کچھ نہیں کہا جا سکتا، ابو قیس تیرا گھوڑا

سب پر سبقت لے رہا ہے کیونکہ میرا (ابرکا) گھوڑا ہوا کی طرح چلتا ہے۔"

پھر ایک مرتبہ مقابلہ میں شرکت کیلئے ابوقیس کو سواری پر بٹھایا مگر وہ ہوا کے جھونکوں سے سنبھل نہ سکا اور زمین پر گرا اور مر گیا تو یزید پر اتنا غم طاری ہوا کہ اسے کفن دے کر دفن کروایا اور کئی روز تک سوگ منایا اور اہل شام کو حکم دیا گیا کہ ابوقیس کی تعزیت پیش کرنے حاکم کے پاس آئیں۔

حد یہ ہے کہ اس بندر کے غم میں مندرجہ ذیل مرثیہ کے اشعار کہے:

كَمْ كرام وقوم ذو ومحافظة	جاؤنا ليعزّوا في أبي قيس
شيخ الْعشيرة أمضاها وأجملها	على الرّؤوس وفي الأعناق والرّيس
لا يبْعد اللّه قبراً أنت ساكنه	فيه جمالٌ وفيه لحْية التّيس

"کتنے ہی بزرگ اور قوم کے لوگ (اے ابوقیس!) تیری تعزیت کیلئے میرے پاس آئے ہیں ابوقیس تو کتنا جمیل، حسین تھا اور تو بھی تو اس قوم کا بزرگ تھا، اے ابوقیس! خدا نے اس قبر کا خیال کیا ہے جس میں تو سو رہا ہے بالکل اسی طرح جس طرح ایک صاحب ریش اپنی ریش کا خیال کرتا ہے"۔

اور یزید کی ان حرکتوں سے رسوائی اس مقام تک پہنچی کہ ایک شاعر نے اس کے بارے میں کہا:

زيد صديق القرد ملّ جوارنا	فحنّ الى الارض القرود يزيد
فتبّاً لمنْ أمسى علينا خليفةً	صحابتهُ الْأدنونَ منْه قرودٌ ۲۹

"یزید انسانوں کی آبادی سے نکل کر بندروں کی آبادی میں جا بسا: لعنت ہو ہم لوگوں پر کہ جن پر یزید خلافت کر رہا ہے کہ جس کی دوستی پست ترین بندروں سے ہے۔"

یزید ہمیشہ شراب میں مست رہتا تھا

یہ بات بھی تاریخی اعتبار سے مسلم ہے کہ یزید کے صفات میں ایک صفت اس کا دائم الخمر ہونا تھا، بلکہ یہاں تک لکھا گیا ہے کہ اس کی موت کا اصلی سبب حد سے زیادہ شراب نوشی تھا۔ ۳۰ اور لکھتے ہیں، کبھی کسی نے یزید کو عادی حالت میں نہیں دیکھا، بلکہ ہمیشہ شراب میں مست پایا گیا۔ ہم زندگانی امام حسنؑ میں بھی اہل سنت کی مشہور و معروف کتابوں سے اس کی جانب اشارہ کر چکے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ سید امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب عبداللہ بن حنظلہ شام سے مدینہ واپس لوٹ کر آئے تو بنی امیہ کے خلاف قیام امام حسینؑ سے متعلق یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

"خدا کی قسم اگر ہمیں آسمان سے بطور عذاب پتھر برسنے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم کبھی یزید کے خلاف قیام نہ کرتے کیونکہ وہ ماں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ نکاح کو حلال جانتا ہے، شراب پیتا ہے، تارک الصلاۃ ہے، خدا کی قسم اگر کوئی ایک بھی میرا ساتھ نہ دے تب بھی اسے امتحان الٰہی سمجھتے ہوئے تنہا اس سے جنگ کروں گا۔ ۳۱

اُس کے ساتھیوں میں سے عبداللہ نے بھی کہا:

''ہم اس کے ہاں سے آ رہے ہیں جو بے دین، شارب خمر، سگ باز، طنبور نواز ہے۔''

منذر بن زبیر یزید کے بارے میں کہتے ہیں:

''خدا کی قسم وہ شراب خوار ہے اور شراب کے نشے میں اتنا مست ہو جاتا ہے کہ نماز تک چھوڑ دیتا ہے'' ۳۲

ابوعمر بن حفص یزید کے بارے میں کہتا ہے:

''خدا کی قسم میں نے یزید کو شراب کی وجہ سے نماز چھوڑتے ہوئے دیکھا'' ۳۳

اور یہ شعر تو خود یزید سے نقل ہوا ہے:

دع المساجد للعبّاد یسکنها   واجلس علی دکّة الخمّار واسقینا

''مسجد نمازیوں کیلئے چھوڑ دو ہماری مسجد تو شراب خانہ ہے جہاں پینے پلانے کا تذکرہ ہوتا ہے۔''

جب اس کے باپ معاویہ نے روم فتح کرنے کیلئے یزید کو روانہ کیا تو یہ غذقذونہ میں (دیرمران نامی) ایک شہر میں اپنے لشکر کے ہمراہ قیام پذیر ہوا اور (ام کلثوم نامی) ایک عورت کے ساتھ عیاشی میں کئی روز تک مصروف رہا جبکہ وہاں کی آب وہوا نامساعد ہونے کی وجہ سے لشکر والے پھوڑے، پھنسیوں اور بخار کے مرض میں مبتلا پڑے تھے اور بہت سے لوگ تو امراض کی وجہ سے خزاں کے پتوں کی طرح گر کر مر بھی چکے تھے، مگر جب بھی یزید سے جلد از جلد وہاں سے چلنے کا اور یہ مقام چھوڑ دینے کہا جاتا تا کہ لوگ ہلاکت سے بچ جائیں تو یہ اشعار جواب کے طور پر پڑھتا:

ما انْ ابالی بما لاقتْ جموعهم   بالْغذقذونة منْ حمّی ومن موم

اذا اتکأت علی الْانماطِ فی غُرف   بدَیر مرّان عندی امّ کلثوم

''مجھے اس سے کیا کہ لوگ پھوڑے پھنسیوں اور بخار میں مر رہے ہیں مجھے تو دیر مرّان میں آرام و تکیے اور بہترین بستر مل گئے ہیں اور پھر مزہ تو یہ کہ ام کلثوم بھی میرے پاس ہے۔''

نیز یہ کفر آمیز اشعار اس کے ہیں جو شراب کی تعریف میں کہتا ہے:

شمیسة کرم برْجها قعْر دنّها   ومشرقُها السّاقی ومغربهافمی

اذا انزلتْ منْ دنّها فی زجاجة   حکتْ نفراً بین الْحطیم وزمزم

فانْ حرمتْ یوماً علی دین احمد   فخذْ ها علی دین الْمسیح بْن مریم

''میرا سورج انگور سے بنتا ہے کہ جس کا بُرج پیمانہ شراب کی تہ میں ہے، جو مشرق یعنی دست ساقی سے طلوع ہو کر مغرب یعنی میرے دہان میں غروب ہوتا ہے، یہ جوں ہی صُراحی سے جام میں ڈھلتا ہے تو اس کی صدائے غلغل اور تہ وبالا ہوتے سے جو حُباب بنتے ہیں وہ بالکل ان حاجیوں کا شور لگتا ہے جو کعبہ

اور چاہ زمزم کے درمیان راز و نیاز کر رہے ہوتے ہیں، اور اگر شراب دین محمد میں حرام ہے تو کیا ہوا میں اسے دین مسیح کے مطابق پی رہا ہوں"۔ ۳۴

یزید کے بارے میں مسعودی مروج الذہب میں یوں رقم طراز ہیں:

"یزید عیاشی کا ایسا مُتلا تھا کہ وہ شکاری جانوروں، کتوں، مخصوص بندروں، شکاری درندوں (چیتوں) اور ان کے ساتھ شراب کی محفلوں کا شوقین تھا، ایک مرتبہ کا ذکر ہے وہ بزم شراب میں بیٹھا تھا اور پسر زیاد اس کی بغل میں بیٹھا تھا (یہ واقعہ شہادت امام حسینؑ کے بعد کا ہے۔) تو یزید ساقی کو دیکھ کر بولا: ایک جام شراب دے تا کہ میری جان کو قرار آئے اور ایسا ہی ایک جام پسر زیاد کو دے، کیونکہ یہ میرا راز در ہے اس نے میری حکومت کو مضبوط بنایا ہے اور جان لو یہ میرا حاصل حیات ہے، پھر حکم دیا کہ گانے والیاں گلوکاری شروع کریں۔ یزید کا فسق و فجور اس کے نزدیکیوں، دوستوں اور گورنروں میں بھی سرایت کر گیا تھا، بلکہ ان پر غالب آ کر ان کی طبیعتوں کا بھی حصہ بن گیا تھا، چنانچہ اسی کے دور حکومت میں مدینہ اور مکہ جیسے مقدس شہروں میں بھی گیت گانے عام ہوئے اور لاابالی کو رواج ملا یہاں تک کہ لوگ اعلانیہ طور پر شراب نوشی کرتے تھے۔" ۳۵

ابوقیس کی داستان جو ہم پہلے ذکر کر چکے اور ایک عرب شاعر یزید کی مذمت میں اشعار نقل کر کے مزید مسعودی کہتے ہیں:

"جب لوگ یزید اور اس کے عمال کے ظلم و ستم تلے دبنے لگے اور اس کے ظلم و تجاوز روز بروز بڑھنے لگا اور جب اس کا فسق نواسہ رسولؐ کی قتل سے سب پر آشکار ہوا اور شراب خواری عام ہوئی اور اسی طرح فرعونی، بلکہ اس سے بھی بدتر انداز حکومت خاص و عام پر ظاہر ہونے لگا تو مدینہ کے لوگوں نے اس کے تعین کردہ گورنر کو شہر سے نکال باہر کیا۔" ۳۶

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

"یعنی یزید کا نام شراب خوار پڑ گیا تھا اور اسے شرابی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔" ۳۷

ابوالفرج اغانی میں لکھتے ہیں:

"یزید کے حاشیہ نشینوں میں اخطل نامی ایک عیسائی شاعر تھا جو ہمیشہ اسکے ساتھ رہتا تھا وہ اور یزید مل کر شراب پیتے، غناء و موسیقی سنتے حتی یزید سفر میں بھی اسے اپنے ہمراہ رکھتا تھا چنانچہ یزید کی ہلاکت کے بعد جب عبدالملک بن مروان حاکم ہوا تو اس (اخطل) شاعر کو دربار میں بلایا اور اعزازی طور پر اسے اپنا مقرب قرار دیا حتی وہ ان لوگوں میں سے ہوا جو بغیر اجازت کے دربار میں آ سکتے تھے وہ خزی (ریشمی) جبہ پہنتا تھا اور سونے کی زنجیر گلے میں ڈالے رہتا تھا، لکھا ہے کہ اس

کی داڑھی سے شراب کے قطرات ٹپکتے رہتے تھے۔" ۳۸

کفر کا اظہار یزید کی اپنی زبانی

مروج الذہب میں مسعودی لکھتے ہیں:

"جب عبداللہ بن زبیر نے مکے میں یزید کے خلاف قیام کیا، یزید نے سرکوبی کیلئے لشکر روانہ کیا اور عبداللہ کے نام خط میں یہ دو بیت لکھ کر بھیجے:

ادع الٰھک فی السّماء فانّنی ادعو علیک رجال عکٍّ واشعرا ۳۹

"تو آسمانوں سے اپنے خدا کو پکار اور میں تجھ سے جنگ کیلئے عک واشعر (قبیلوں) کے لوگوں کو بلاؤں گا۔"

اور ابن زبیری نے شہادت امام حسینؑ کے بعد یزید کی عقائد وخیالات کی عکاسی ان اشعار میں کی ہے:

لیْت اشْیاخی ببدْرٍ شھدوا جزع الخزرج منْ وقْع الاسلْ

لاھلّوا واسْتھلّوا فرحاً ثمّ قالوا یا یزید لا تشلْ

قدْ قتلْنا القومنْ اشْیاخھم وعدلْناہ ببدْرٍ فاعْتدلْ

لعبتْ ھاشم بالملکِ فلا خبرٌ جاء ولا وحیٌ نزلْ

لسْت منْ خنْدف انْ لمْ انْتقمْ منْ بنی احمد ما کان فعلْ

"کاش آج بدر کے بزرگ ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے قوم خزرج پر کیسے تلواریں چلائی ہیں تو وہ ضرور مجھ سے خوش ہو کر آفرین کہتے کیونکہ میں نے ان کے بزرگ کو قتل کر کے بزرگان بدر کا بدلہ لیا ہے، بنی ہاشم حکومت کے طالب تھے ورنہ نہ تو کوئی وحی آتی تھی اور نہ ہی کوئی خبر، میں اپنے بزرگوں کا نہیں اگر محمدؐ کی اولاد سے انتقام نہ لے لوں۔"

تین سالہ خلافت میں تین بے مثال ہولناک حادثات

مورخوں نے عموماً لکھا ہے، یزید کی حکومت تین سال چھ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی، لیکن یزید کی عدم سیاست اسلام کے مقدس دستورات سے سرپیچی اور بے حیائی نے اس مختصر سی مدت میں تین ایسے ہولناک اور بے مثال جرم انجام دیئے جس نے نہ فقط بنی امیہ کی تاریخ کو بے نقاب کر ڈالا، بلکہ درحقیقت تاریخ اسلام کو داغ دار کر دیا (جس کی تفصیل تو آئندہ صفحات پر بیان ہوگی) یہاں سرسری طور پر ذکر کرتے ہیں:

پہلا سال: امام حسین اور آپؑ کے اصحاب کی شہادت اور اولاد وخاندان رسول اللہ کا زنگ وروم کے کفار کی طرح اسیر بنا کر گلی گلی قریہ قریہ گھمانا، حتیٰ ان کے بے گناہ عورتوں اور بچوں کو کربلا، کوفہ اور شام وغیرہ میں شہید کرنا جسے نقل کرتے ہوئے قلم شرمسار ہے۔

دوسرا سال: مدینہ منورہ کے لوگوں سے جنگ کرنے کیلئے لشکر جرار روانہ کرنا جو تین دن وہاں رہا اور اس کیلئے تاریخ کا عظیم ترین جرم مباح قرار دیا گیا جو قبر مطہر پیغمبرؐ کے گرد لشکر شام نے انجام دیا

اور مسجد نبوی میں خون کی ندی بہائی، کنواری لڑکیوں کی عزت محفوظ نہ رہی اور کوئی گھر باقی نہ رہا، وغیرہ وغیرہ۔اس کی تفصیل بعد میں پڑھیں گے۔

سال سوم: مکہ مکرمہ کے گھروں کو ویران کیا گیا، حرم الٰہی اور بیت اللہ میں ہزاروں انسانوں کا قتل عام کیا گیا خانہ کعبہ پر آتش باری کر کے منجنیق سے ایک حصہ تباہ کر دیا اس قسم کے ہولناک جرائم میں یزید کے اہلکار مشغول رہے، یہاں تک کہ خدا نے مزید مہلت نہ دی شام کی فوج جو ابھی تک اپنے ہولناک جرائم میں مشغول تھی خبر مرگ یزید سن کر مجبوراً راہی شام ہوئی ورنہ اگر وہ زندہ رہتا تو خدا جانے اور کہاں تک یہ عمل جاری اور کیا کچھ نہ کر گزرتا۔

یزید کی بے دینی اور حرمت شکنیوں کے اسباب کیا تھے؟

تاریخ نویسوں نے یزید کے ان تمام کارناموں، حرمت شکنیوں حتی مسلمانوں کے عمومی افکار کا احترام جس کی ظاہری حفاظت اور رعایت کی سیاست کم وبیش اس کا باپ معاویہ اور دوسرے لحاظ کرتے رہے یزید نے قطعی نہ کی۔اس کیلئے مختلف علل واسباب تحریر کئے گئے ہیں خاص طور پر اس کی نشو ونما اور تربیت شام کے مسیحیوں کے درمیان ہونا ہی خود اسلامی تعلیمات سے دوری کا اہم سبب تھا کیونکہ تاریخ کا بیان ہے:

''معاویہ نے یزید کی ماں میسون بنت بجدل کو ان ایام میں طلاق دی تھی جب وہ یزید سے حاملہ تھی، لہٰذا میسون کو اس کے آبائی قبیلے ''کلب'' میں جو مسیحیوں کے علاقے میں بادیہ نشین تھا واپس لوٹا دیا گیا اور یہ قبیلہ عیسائیوں کے ساتھ کثرت معاشرت کی وجہ سے انہی کی عادات ورسومات سے مانوس تھا اور آئین نصرانیت ان کے ذہنوں پر (اسلام سے) زیادہ غالب تھا۔ بظاہر ایسے ماحول میں جب یزید کی نشو ونما ہو اور حد یہ ہے کہ حصول علم کیلئے عیسائی معلم کے سپرد کیا گیا، پھر آداب مسیحیت کے ساتھ عرب کا تند وتیز خلق وخو امتزاج پا گیا چنانچہ لاوبالی پن، خیانت اسکی طبیعت کا جزء اور شراب نوشی، بندروں، کتوں اور وحشی جانوروں سے پیار اور ہتک حرمت یزید کے وجود کا حصہ قرار پا گیا اور ایسے میں حکومت وقدرت نے اسے بہت کچھ کرنے کا موقع فراہم کیا۔''

البتہ نصرانیت اور اس کے تعلیمات پر باقی رہنے کا سبب اخطل نامی وہ دائم الخمر شاعر تھا جو یزید کے دربار میں مختار کل ہونے کے علاوہ سائے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔

لیکن ''سیرۃ الآئمہ الاثنی عشر'' کے مؤلف کا نظریہ ہے:

مسیحیوں کی گود میں پروان چڑھنا ان تمام بے رحمیوں ہتک آمیزیوں اور مقدساتِ اسلام کی توہین کا واحد سبب نہیں ہو سکتا یعنی فقط ماحول ایک انسان کو اس حد تک درندہ صفت، شہوت ران اور سخت دل بنا دے کہ وہ اپنی چند سالہ زندگی میں ایسے اعمال انجام دے جو نہ تو کوئی عیسائی اور نہ

ہی کوئی صحرا نشین (غیر تعلیم یافتہ وجاہل) عرب بدوانجام دیتا ہے کیونکہ صحرا نشین عرب اگر چہ بیابانوں میں تہذیب وتمدن سے دور ہوتے ہیں پھر بھی وہ ایسے اخلاق حسنہ اور پسندیدہ رسومات مثلاً وعدہ کی وفا خوش اخلاقی پڑوسیوں کا لحاظ، جودوکرم، شجاعت وحمایت، عزت وآبرو، ناموس کی حفاظت جیسے اچھے صفات وغیرہ

کے مالک ہوتے ہیں کہ جن کی اسلام نے بھی تائید کی ہے، جبکہ یزید بن معاویہ کوان اخلاق حمیدہ و کریمہ صفات کی بوتک نصیب نہ ہوئی، چنانچہ اس کی تاریخ زندگی ان صفات سے عاری نظر آتی ہے، کیونکہ یزید کی شرمناک زندگی کے نمونے مثلاً بہنوں، پھوپھیوں اور محارم کے ساتھ عقد نہ تو بادیہ نشین عربوں کے ہاں جہاں یزید کی نشونما ہوئی اور نہ ہی پڑوس میں رہنے والے عیسائیوں کے یہاں ملتے ہیں۔

مؤلف کے خیال میں ان تمام درندہ صفات کا ہونا، اس کی دیوسیرتی اور بے حیائی کا سرچشمہ خاندان امیہ کی طینت وسرشت ہے بلاشبہ یزید کے آباء واجداد کی اسلام دشمنی، کفر، شرک اور بنی ہاشم سے نفرت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے دادا، باپ اور اس شجرۂ خبیثہ کا وارث تھا۔ کیا یہی ابوسفیان اور معاویہ نہ تھے جو رسول اللہ کی وفات سے دوسال قبل تک اسلام کی نابودی کیلئے اپنی تمام سعی وکوشش بروئے کالا رہے تھے؟ اور اسلام کے مقابل جنگ خندق میں وہ لشکر جمع کرنا، اسپر بے تحاشا اخراجات برداشت کرنا کس کا کام تھا؟! مگر جب ایک طرف اپنی تمام کوششوں کو بے ثمر ہوتے دیکھا اور دوسری جانب جزیرۃ العرب میں اسلام کی سرفرازی اور حجاز کے تمام اقتصادی مراکز میں اپنے قدم اکھڑتے دیکھے تو مجبور ہو کر ظاہری طور پر اسلام قبول کرنا پڑا لیکن در پردہ خیالات شوم میں اسلام کے خلاف نقشہ کشی اور بنی ہاشم کی نابودی کیلئے دستورالعمل مرتب کیا جانے لگا۔ (جن کی بہت سی مثالیں گذشتہ صفحات پر تحریر ہو چکی ہیں) اس طرح شجرۂ خبیثہ کی وراثت اور تہذیب وتمدن سے دور صحرا کی زندگی جو جاہلیت وحماقت پر مبنی تھی، مسیحیت ونصرانیت کے آداب کے ساتھ امتزاج پاکر یزید کے مفسد وظالم وجود کی صورت میں سامنے آئی جس نے تین سال اور چند ماہ کے دور حکومت میں بے سابقہ جرائم کا ارتکاب کیا۔'' [۴۹]

ان گناہوں کا بڑا ذمہ دار معاویہ تھا

بہر حال پلٹ کر یہی کہا جائے گا کہ ان تمام گناہوں اور جرائم کا بوجھ امیر شام کی گردن پر ہے، کیونکہ نہ تو وہ سیم وزر دھونس ودھمکی اور مکروفریب کے ذریعے اسے مسلمانوں پر ولی عہد بنا کر مسلط کرتا اور نہ ہی یہ تمام واقعات پیش آتے، جبکہ امام حسینؑ اور دیگر اسلامی شخصیات اس کام کے سخت مخالف تھے، لہٰذا معاویہ کو

پہلے ہی دن اس شیطانی اور ضد اسلام خیال (ولی عہدی) کے خطرات سے آگاہ کر دیا تھا، لیکن ایک طرف امیر شام کی یزید سے محبت اور درباریوں کی حمایت اور دوسری جانب مکر و فریب، رشوت و داد و دہش، تصنع اور جعلی دستاویز نے مل کر تاریخ اسلام کے ایک بڑے حادثے کو جنم دیا۔

کیونکہ امیر شام کا یہ سانحہ آفرید اقدام بنی امیہ کی غاصب و ظالم حکومت کے خلاف امام حسینؑ کے مصلحانہ قیام کا سبب بنا۔ البتہ اس واقعہ کو آغاز تا انجام بغور پڑھنے کیلئے مستقل باب پیش کریں گے۔

سہیل سکینہؑ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸۔ 61

حواشی وحوالہ جات

۱ [" واللّٰه انّی ما قاتلتکم لتصّلوا ولا لتصوموا ولا لتحجّوا ولا لتزکّوا ، انکم لتفعلون ذلک وانّما قاتلتکم لأتـأمّر علیکم وقد أعطانی اللّٰه ذلک وأنتم له کارهون " ـ " ألا وانّ کلّ شیء أعطیت الْحسن بن علیٌ تحت قدمیّ ہاتَین لا أفی به "شرح ابن ابی الحدید، ج۱۶ص۴۶]

۴ ["دخلْت أنا و أبی علیٰ معاویة فأجلسنا علی الفراش ، ثمّ اُتینابالطّعام فأکلناثم اُتینابالشّراب فشرب معاویةؓ ، ثمّ ناول أبی ثمّ قال :ما شربْته منذ حرّمه رسول اللّٰه ..."مسند احمد بن حنبل، ج۵۰ص۳۴۷]

۵ ["انّ معاویة باع سقایةً من ذهبٍ أو ورقٍ بأکثر من وزنها، فقال له أبو الدرداء : سمعت رسول اللّٰہؐ عن مثل هذا الّا مثلاً بمثلٍ ؟ فقال معاویة : ماأری به بأساً ! فقال له أبو الدّرداء : من یعذرنی من معاویة؟ أنا اخبره عن رسول اللّٰه وهویخبرنی عن رأیه؟ لا اساکنک بأرضٍ أنت بها ، ثمّ قدم أبو الدّرداء علی عـمربـن الخطّاب فذکر له ذالک فکتب عمر الی معاویة ان لاتبع ذلک الّا مثلاً بمثلٍ وزناً بوزْنٍ " موطا مالک، ج۲ص۵۹، سنن نسائی، ج۷ص۲۷۹، سنن بیہقی، ج۵ص۲۸۰ اور ایسی ہی ایک اور روایت عبادہ بن صامت وغیرہ سے کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل ہوئی ہے، الغدیر ج۱۰ص۱۸۴تا۱۸۶]

۶ ["اْلولدللفراش وللعاهرالْحجر ،ألا ومن ادّعی الی غیرأبیه ،اَوْ تولّی غیر موالیه رغبةً عنهم فعلیْه لعْنة اللّٰه والملائکة والنّاس أجمعین ولا یقبل منه صرفٌ ولا عدلٌ "۔صحیح بخاری ج۲،ص۱۹۹، فرائض وصحیح مسلم ج۱ ص۴۷۱، رضاع وصحیح ترمذی ج۱ص۱۵۰، سنن نسائی ج۲ص۱۱۰، سنن ابی داود، ج۱ص۳۱۰، سنن بیہقی ج۷ص۴۰۲]

۷ [تاریخ ابن عساکر، ج۵، ص۳۸۱وتاریخ طبری، ج۶ص۱۵۷، کامل ابن اثیر، ج۳، ص۲۰۹]

۸ [تاریخ ابن عساکر ج۵ص۴۱۲]

۹ [نقل از محاضرۃ الاوائل، ص۱۳۶]

۱۰ [تاریخ ابن کثیر، ج۸ص۱۳۶، محاضرۃ السکواری، ص۱۶۴ واحکام السلطانیہ ص۲۱۹]

۱۳ [مروج الذہب، ج۲ص۴۷]

۱۴ [الغدیر، ج۱۰ص۱۹۰]

۱۵ [الغدیر، ج۱۰ص۱۹۱]

۱۶ [الغدیر، ج۱۰ص۱۹۹]

۱۷ [اگر ان بزرگانِ دین کے حالات شہادت تفصیل کے ساتھ مطلوب ہوں تو ہماری کتاب زندگانی امام حسنؑ کی طرف رجوع کریں۔]

۱۸ [الغدیر، ج۱۰ص۲۱۱]

۱۹ [حیاۃ الامام الحسینؑ، ج۲ص۱۳۳، ۱۲۸]

۲۰ [ایضاً]

۲۱ [الغدیر ج ۱۰ص ۲۱۵وحیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ص ۱۴۴]

۲۲ [زندگانی امام حسنؑ، ج ۲،ص ۱۷۸،۱۸۲۔حیاۃ الامام حسینؑ، باقر شریف، ج ۲ص ۱۵۴،۱۵۸!]

۲۳ [زندگانی امام حسنؑ، باب ہفتم مؤلف ہذا]

۲۴ [زندگانی امام حسنؑ باب ہفتم]

۲۵ [بحارالانوار، ج ۴۴،ص ۳۰۹]

۲۶ [حیاۃ الامام الحسین؛ ج ۲،ص ۱۸۰]

۲۷ [سیرۃ الائمۃ الاثنی عشر، ہاشم معروف،ص ۴۱،حیاۃ الامام الحسینؑ، ج ۲،ص ۲۵۵]

۲۸ [ترجمہ تاریخ فخری ص ۱۷۲]

۲۹ [حیاۃ الامام حسین، ج ۲ص ۱۸۲نقل از جواہر المطالب وانساب الاشراف]

۳۰ [حیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ص ۱۸۴]

۳۱ [" واللّٰه ما خرجنا علی یزید حتّی خفنا انْ نرمی بالْحجارۃ من السّماء انّه رجلٌ ینکحُ الامّھات والْبنات والاخوات، ویشرب الخمر ویدع الصّلاۃ ، واللّٰه لوْ لم یکنْ معی أحدٌ من النّاس لا بْلیت للّٰه فیه بلاءً حسناً" ۔ " قدمْنا من عنْد رجلٍ لیْس له دینٌ یشْرب الْخمر ویعزفُ بالطّنابیر ویلعب بالکلاب " تاریخ ابن عساکر، ج ۷،ص ۱۸۴]

۳۲ ["...واللّٰه انّه لیشرب الخمر ، واللّٰه انّه لیسْکر حتّی یدع الصّلاۃ ." البدایۃ والنہایۃ، ج ۸ص ۲۱۶ ،کامل، ابن اثیر، ج ۴ص ۴۵]

۳۳ [" واللّٰه رأیت یزیدبن معاویۃ یترُک الصّلاۃ مسْکراً..." البدایۃ والنہایۃ، ج ۸،ص ۲۱۶،کامل، ابن اثیر، ج ۴ص ۴۵]

۳۴ [تتمۃ المنتہی ،ص ۴۳]

۳۵ [مروج الذہب ج ۲ص ۹۴۔ " وکان یزید صاحب طربٍ وجوارح وکلاب وقرود وفھود ومنادمۃ علی الشّراب وجلس ذات یوم علی شرابه وعنْ یمینه ابْن زیادٍ وذلک بعْد قتل الحُسیْن فاقبل علی ساقیه فقال :

اسقنی شربۃ تروّی مشاشِی ۔ ثمّ صلْ فاسق مثلھا ابْن زیاد

صاحب السّر والْامانۃ عنْدی ولتسْدید مغنمی وجھادی

" ثمّ امر المغنّین فغنّوا ،وغلب علی أصحاب یزید وعمّاله ماکان یفعله من الفسوق وفی ایامه ظھر الْغناء بمکّۃ والْمدینۃ واسْتعْملت الْملاھی وأظْھر النّاس شرب الشّراب .."]

۳۶ [ولمّا شمل النّاس جور یزید وعمّھم ظلْمه وما ظھر منْ فسقه منْ قتله ابْن بنت رسول اللّٰه وانْصاره وما ظھر من شرب الخمور وسیره سیرۃ فرعون بلْ کان فرعون أعْدل منْه فی رعیّته وأنْصف لخاصته وعامّته ،أخْرج اھل الْمدینۃ عامله..."]

۳۷ [" وكان يسمّى يزيد السكران الخمير " مروج الذہب ج ۲ ص ۹۵]

۳۸ [اغانی، ج ۷ ص ۱۷۰]

۳۹ [مروج الذہب ج ۲ ص ۹۵]

۴۰ [سیرۃ الائمۃ الاثنی عشر ہاشم معروف حسنی، ص ۳۴۔۳۵]

چھٹا باب

یزید کی ولی عہدی

معاویہ کو مشورہ دینے والا پہلا شخص

مورخین نے لکھا ہے:

امیر شام کی جانب سے مغیرہ بن شعبہ[1] کوفہ میں گورنر تھا، بیشتر مورخوین نے لکھا ہے، سب سے پہلا شخص یہی تھا جس نے معاویہ کے ذہن میں یزید کی ولیعہدی کی شیطانی فکر ڈالی اور یہ بھی اس وجہ سے تھا کہ معاویہ اسے معزول کر کے اپنے چچازاد سعید بن عاص کو والی کوفہ مقرر کرنا چاہتا تھا، لہٰذا مغیرہ (جو عرب کے معروف چالاک سیاست بازوں میں سے تھا) نے یہ چاہا کہ کسی طرح معزولی کے ارادے سے معاویہ کو باز رکھے چنانچہ اسی منصوبے کے تحت مغیرہ شام گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ سب سے پہلے خود یزید کو ولی عہدی کا خواب دکھلائے اور پھر اس کا ارادہ تھا یزید کے ہمراہ جا کر معاویہ کو اس کی رائے دے۔ وہ مطمئن تھا کہ وہ معزولی سے باز رکھ کر اپنا مقصد پالے گا پس شام پہنچتے ہی اپنے ساتھیوں سے کہا:

"اگر آج میں مقام امارت وریاست حاصل نہ کر سکا تو گویا میں نے کچھ نہ کیا۔"

پھر یزید سے ملاقات کی اور بولا:

اے یزید! اصحاب پیغمبر تو مر چکے اور قریش کے بزرگ بھی اس دنیا سے رخت سفر باندھ چکے، فقط ان کی اولاد ہیں جن میں تم سب سے برتر و مدبر اور سیاست و سنت اور دانائی میں لائق تر ہو، لیکن

---

[1] مغیرۃ بن شعبہ ثقفی، صدر اسلام کا ایک منافق اور چالاک سیاست باز آدمی ہے، چنانچہ امیر المؤمنینؑ سے منقول ایک روایت کے مطابق: "وہ کبھی اسلام کے آگے تسلیم نہ ہوا۔" اسی طرح دوسری روایت میں عمار یاسرؓ سے فرمایا: "خدا کی قسم مغیرہ وہ شخص ہے جو ہمیشہ حق کو باطل کے ذریعے پنہان کرتا ہے، وہ دین پر اس وقت عمل کرتا ہے جب اسے اپنی دنیا سے ہم آہنگ پاتا ہے اسلام میں بہت سے فتنے اور فساد جنہوں اس نے تاریخ اسلام کا رخ سیدھی، سچی راہ سے موڑ کر انحراف پر لگا دیا اسی کی شیطنت اور خباثت کی وجہ سے تھے، ہر شر و فتنے کا سرچشمہ یہی ہوتا تھا۔" کتب تراجم میں مزید شرح و تفصیل موجود ہے۔ (قاموس الرجال: ج۹ ص۸۴)

معلوم نہیں کیوں امیر المومنین لوگوں سے تمہاری خلافت کیلئے بیعت نہیں لیتے ؟

یزید بولا: کیا یہ کام ممکن ہے؟

مغیرہ نے جواب دیا: کیوں نہیں!

اس مکالمہ کے بعد یزید فوراً معاویہ کے پاس گیا اور مغیرہ بن شعبہ کی فکر سے معاویہ کو آگاہ کیا۔

جس پر معاویہ نے مغیرہ کو بلایا اور کہا: اے مغیرہ یزید کیا کہہ رہا ہے؟

مغیرہ نے کہا: اے امیر! عثمان کے بعد رونما ہونے والا اختلاف اور خون ریزی یاد ہوں گے؟ لہذا اس سے پہلے کہ آپ کسی حادثے کا شکار ہوں یزید کی بیعت حاصل کریں کیوں کہ یزید آپ کا جانشین اور عوام کا اچھا رہبر ہوسکتا ہے اور اس طرح کسی بھی خونریزی سے محفوظ رہا جاسکتا ہے!

معاویہ نے (کچھ سوچ کر) کہا: اس کام میں کون میری مدد کرے گا ؟

مغیرہ نے جواب دیا: اہل کوفہ کی بیعت میرا ذمہ، بصرہ کے لوگوں سے زیاد بیعت لے گا اور اگر ان دونوں صوبوں نے بیعت کر لی تو پھر کسی میں جرأت نہیں کہ مخالفت کر سکے اور اگر مخالفت ہوئی بھی تو بے سود رہے گی۔

معاویہ نے مسکراتے ہوئے خوشی کے انداز میں کہا: اگر ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے تم اپنے منصب پر واپس جاؤ مگر اس موضوع پر اپنے نزدیکیوں سے بحث و گفتگو کرو تا کہ اس کے مطابق اقدام کریں۔

مغیرہ معاویہ کے دربار سے اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے درمیان پہنچا تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟

تو مغیرہ نے کہا: ''میں نے معاویہ کا قدم ایسی رکاب میں رکھا ہے جس کا فاصلہ امتِ محمد سے بہت زیادہ ہے اور (آج) ایسا شگاف ڈال کر آیا ہوں جو کبھی پُر نہیں ہوگا'' [۲]

پھر مغیرہ جیسے ہی کوفہ پہنچا اور وہاں اپنے اعتماد کے افراد سے یزید کی ولی عہدی پر مفصل داستان سرائی کی چنانچہ وہ لوگ فوراً تسلیم ہوئے اور اپنی اپنی بیعت کا اعلان کیا، اس کے بعد مغیرہ نے اپنے فرزند موسیٰ بن مغیرہ کے ہمراہ دس یا اس سے زیادہ افراد کو تیس ہزار درہم دے کر شام روانہ کیا۔

وہ لوگ شام پہنچ کر معاویہ سے ملے اور اسے یزید کی ولی عہدی اور خلافت اور اس کی بیعت لینے کیلئے حوصلہ افزائی کی اور اس کام پر رغبت دلائی تو معاویہ نے انہیں کہا:

ابھی جاؤ اور اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا اور آئندہ کیلئے تیار رہنا۔

پھر موسیٰ بن مغیرہ سے پوچھا: تیرے باپ نے کتنے درہم دے کر ان کا دین خریدا ہے؟

موسیٰ نے جواب دیا: تیس ہزار۔

اس پر معاویہ نے کہا. بلاشبہ انکا دین وایمان خود ان کے نزدیک کتنا بے قدر و قیمت ہو گیا ہے۔ ۳؎
ایک دوسری روایت نقل ہوئی ہے:

مغیرہ نے اپنے بیٹے عروۃ کے ہمراہ چالیس خاص افراد کو معاویہ سے ملاقات کیلئے روانہ کیا، وہ جب معاویہ سے ملے تو امیر شام سے گفتگو کی۔ اے امیر! مغیرہ نے ہمیں آپ کے پاس امت محمدؐ کے ایک اہم مسئلے پر غور کیلئے روانہ کیا ہے، اے امیر! آپ کی عمر زیادہ ہو چکی ہے، لہٰذا ہمیں آپ کے بعد لوگوں میں انتشار کا ڈر ہے، آپ ہمارے لیے کوئی قطب بنا جائیں، تا کہ ہم اس سے متوسل رہیں!۔

معاویہ نے کہا: آپ لوگوں کی نظر میں کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہم امیر کے فرزند یزید کو بہتر جانتے ہوئے انتخاب کرتے ہیں۔

معاویہ نے پوچھا: کیا سچ کہہ رہے ہو؟ وہ یک زبان ہو کر بولے! ہاں۔

امیر معاویہ نے کہا: کیا یہ تم سب کی متفقہ رائے ہے؟

کہنے لگے: ہماری اور ان تمام لوگوں کی یہی رائے ہے جو کوفے میں ہمارے پیرو ہیں۔

معاویہ نے یہ سن کر عروۃ بن مغیرہ سے پوچھا: تیرے باپ نے انکا دین وایمان کتنے میں خریدا ہے؟

عروۃ نے کہا چار لاکھ درینار میں۔

اس پر معاویہ نے کہا: بلاشبہ بہت ہی کم قیمت میں ان کا دین خریدا ہے۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا:

ہم آپ لوگوں کی تجویز پر ضرور غور کریں گے، البتہ اور جلد بازی کی جگہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا بہتر ہے۔ ۴؎

اس قصہ کے اختتام پر یہ ذکر کرنا برا نہیں کہ مغیرہ بن شعبہ اس بار گناہ اور تاریخ کے سیاہ ترین سانحہ کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکا، چنانچہ اہل تاریخ نے لکھا ہے، مغیرہ امام حسن کی شہادت کے چند مہینے بعد پچاس ہجری میں دنیا سے رخت سفر باندھ گیا اور حاکم بصرہ زیاد بن ابیہ نے کوفہ پر بھی امارت حاصل کر لی (جس کی تفصیل مناسب مقام پر بیان ہوگی) ،البتہ یہ انجام بہت سے مغیرہ جیسے مغز فروش سیاست دانوں کا ہوا ہے ،جنہوں نے معاویہ جیسے حکمرانوں کے ساتھ بیٹھ کر تاریخ اسلام میں شرمناک اور واہیات اقدامات کیے ہیں، لہٰذا تاریخ میں عمرو بن عاص، زیاد ابن ابیہ اور مغیرہ جیسے لوگوں کی داستانیں موجود ہیں۔ (عمرو بن عاص کے حالات زندگی ہم نے زندگانی امیر المؤمنین ج ۲ میں تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں ۵؎ اور زیاد بن ابیہ کے حالات آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔)

حکمرانوں کیلئے درس عبرت

تاریخ کی یہ داستان درحقیقت تمام حکمرانوں کیلئے عبرت انگیز درس ہے، لہٰذا آج بھی حکمرانوں کو چاہیے مغیرہ بن شعبہ جیسے خودغرض، مجرم، کھلے لاابالی اور تقویٰ سے عاری لوگوں کو اہم عہدہ پر تعینات نہ کریں اور نہ ہی ایسے لوگوں کو اپنا مشیر اور وزیر قرار دیں جو ذاتی مقام و منصب کے تحفظ کی خاطر تمام مسلمانوں، بلکہ اپنے اولیاءِ نعمت کی بھی مصلحت کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں کیونکہ ان لوگوں کی نگاہوں میں فقط شہوت پرستی اور حب ریاست ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے خدا، قرآن اور پیغمبروں کی سنت کو نصیحت کے طور پر جو ان سے نقل ہوئی ہے:

وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا "اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا بھی نہیں۔"

(کہف ر۵۱)

اوران کے اقوال وارشادات کو کہ جن میں فاسق، بے ایمان اور منافق لوگوں سے مشورہ کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے، ہرگز فراموش نہ کریں، چنانچہ معاویہ جس کی فطرت اور عادت میں کفر و نفاق تھا اس نے اسلامی دستورات پر توجہ نہ دیتے ہوئے عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور زیادہ بن ابیہ اور ان جیسے دیگر منافق، فاسق اور جرائم پیشہ افراد کو اپنی حکومت کے اہم امور کا نظم و نسق دنیا میں اپنی یہ رسوائی اور آخرت میں عذاب الٰہی کا سامان مہیا کیا، بلکہ پورے خاندان امیہ لعنت اور نفرین کا مستحق قرار پایا۔ (آئندہ صفحات پر ہم اس بات پر بھی توجہ دیں گے کہ معاویہ نے یزید کی ولی عہدی کیلئے فاسق لوگوں سے جو مشورے کئے۔)

زیاد بن ابیہ سے معاویہ کا اس معاملہ میں رائے طلب کرنا

کامل التواریخ میں ابن اثیر تحریر کرتے ہیں:

"مغیرہ بن شعبہ کی رائے کے بعد معاویہ کا یزید کی بیعت کے بارے میں ارادہ مزید مستحکم ہوگیا چنانچہ امیر شام نے اس بارے میں زیاد بن ابیہ (بصرہ کا گورنر) کو خط لکھ کر اس کی رائے طلب کی جیسے ہی معاویہ کا پیغمبر زیاد کے پاس پہنچا، اپنے خاص مشیر عبید بن کعب نمیری کو بلایا اور اس موضوع پر تفصیل سے رائے طلب کی معاویہ کے موصول شدہ خط کا تذکرہ کیا، مگر کیونکہ یزید کے لاابالی اور اس کے برے اعمال سے آگاہ تھا لہٰذا نمیری سے کہا:

تو معاویہ کے پاس جا اور انھیں سمجھا کر کسی طرح اس کو اس ارادے سے باز رکھ اور اس کو کہا خود معاویہ کو بھی اس قدم کے اٹھانے میں لوگوں کی نفرین کا وہم اور خوف ہے، کیونکہ یزید لاابالی آدمی ہونے کے علاوہ شکار سے بہت زیادہ لگاؤ رکھتا ہے۔[1] لہٰذا تو معاویہ سے جا کر یزید کے کردار پر گفتگو کر تا کہ وہ اس کام میں جلدبازی سے کام نہ لیں۔

عبید نے کہا: کیا اس کے علاوہ امیر شام کو سمجھانے کا کوئی اور راستہ ہے؟

زیاد نے کہا: اور کون سا راستہ ہو سکتا ہے؟

نمیری نے کہا: میرے خیال میں معاویہ کی بات رد کرنے اور ان کے فرزند کی برائی کرنے سے بہتر یہ ہوگا کہ میں خود یزید سے مل کر اسے آگاہ کروں کہ امیر شام نے زیاد بن ابیہ سے مشورہ مانگا ہے اور میں یزید سے خواہش ظاہر کروں کہ وہ اپنے لاابالی حرکات سے باز رہے، تاکہ رائے عامہ اس بارے میں بہتر ہو۔ اس طرح معاویہ کی مخالفت بھی نہ ہو اور جو تم چاہتے ہو وہ بھی پورا ہو جائے۔

زیاد نے کہا: اچھی رائے ہے۔ تم جاؤ، چنانچہ اگر کامیاب ہو گئے تو مقصد حل ہو جائے گا ورنہ ہم نے خیر خواہی کر دی۔

اس طرح نمیری نے شام پہنچ کر یزید سے ملاقات کی اور اپنا مدعا بیان کیا پھر معاویہ سے مل کر اس کام میں جلد بازی نہ کرنے کی سفارش کی کہ جسے امیر شام نے قبول کیا۔" ۷

کیوں معاویہ نے اس ہولناک جنایت اور فساد کی جڑ کو مسلمانوں پر تحمیل کیا؟

معاویہ کے اس جرم میں اور مسلمانوں پر مسلط کرنے کا واحد محرک اپنے فرزند یزید سے شدید محبت تھی ورنہ خود بارہا یزید میں مسلمانوں پر حکومت کی لیاقت وصلاحیت کے فقدان کا اقرار کر چکا تھا، چنانچہ معاویہ کی گفتگو اور کلمات کے مابین تاریخ میں یوں ثبت ہوا ہے:

لَولاهَوایَ فِي یَزِیدٍلأَبصَرتُ رُشدِي "اگر میری یزید سے شدید محبت نہ ہوتی تو میں نے اپنی رشد و صلاح اور بھلائی دیکھ لیا تھا۔" ۸

اسی طرح ایک اور مقام پر یزید کو مخاطب کر کے کہا:

مَاأَلقَي اللهَ بِشَيءٍ أَعظَمَ فِي نَفسِي مِن اِستِخلَافِي اِیَّاکَ "خدا کو ملاقات کرتے وقت میرے پاس تجھے اپنا جانشین بنانے سے سنگین اور بڑا جرم نہیں۔" ۹

اور جب سعید بن عثمان نے اعتراض کیا:

عَلَامَ جَعَلتَ وَلَدَکَ یَزِیدَ وَلِيَّ عَهدِکَ؟ فوالله لَأَبِي خَیرٌ مِن أَبِیهِ وَأُمِّي خَیرٌ مِن أُمِّهِ وَأَنَاخَیرٌ مِنه؟ "کس معیار پر اپنے فرزند یزید کو اپنا ولی عہد بنا دیا خدا کی قسم میرا باب اسکے باپ سے، میری ماں اس کی ماں سے اور خود میں اس سے بہتر ہوں؟"

تو معاویہ نے جواب میں کہا:

فَوَاللهِ مَایَسُرُّنِي أَنَّ لِي بِیَزِیدَمِلأَ الغُوطَةِ ذَهَباً مِثلَکَ "قسم بخدا! اگر مجھے تیری مثل سونے سے بھری خندق بھی مجھے مل جائے تب بھی میرے نزدیک یزید سے زیادہ عزیز کوئی نہیں۔" ۱۰

ایک اور نقل میں ہے کی اس سے کہا:

وَاللہ لَومُلِئت لِی الغَوطۃُ رِجَالاً مِثلَک لکَانَ یَزِیدُ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنکُم کُلکُم "قسم بخدا! اگر غوطہ شام بھی تم جیسے لوگوں سے بھر جائے تب بھی یزید میرے نزدیک تم سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہے۔" [۱]

اور اسی محبت کی وجہ سے کبھی معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اس کی شہوت رانی، لاابالی پن اور جگہ جگہ ہتک حرمت سے نہیں روکا، بلکہ اگر کبھی کچھ کہا بھی تو یہ کہتا تھا، کرنا چاہتے ہو تو اعلانیہ نہیں بلکہ پس پردہ انجام دینا، چنانچہ اپنے اشعار میں یزید سے یہ کہا:

اِنصِب نَهَاراً فِي طِلاَبِ العُلىٰ وَاُصبِر عَلىٰ هَجرِ الحَبِيبِ القَرِيبِ
حَتّٰى اِذَاالّيلُ اَتىٰ بِاالدُّجاَ وَاكتَحَلَت بِاالغمضِ عَينُ الرَّقِيبِ
فَبَاشِرِ الّيلَ بِمَاتَشتَهِي فَاِنَّمَاالّيلُ نَهَارُ الاَرِيبِ
كم فَاسِقٍ تَحسَبُهُ نَاسِكاً قَدبَاشَرَالّيلَ بِاَمرٍ عَجِيبِ [۲]

اس شیطانی ہدف تک پہنچنے کیلئے معاویہ نے کوئی کسر نہیں چھوڑی

روایات میں ہے دین کے بزرگوں نے بتایا ہے:

حب الشي يعمي و يصم "کسی چیز سے زیادہ محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔"

چنانچہ معاویہ بھی اپنے فاسق، فاجر، لاابالی اور بدکردار بیٹے سے محبت میں اتنا اندھا ہو چکا تھا کہ اسکے نزدیک بیٹے کو مسلمانوں پر بعنوان خلیفہ اپنا ولی عہد بنانا اہم تھا چاہے اس راہ میں کسی بھی طریقہ کو اپنانا پڑے، لہٰذا اپنی طبیعت کے مطابق تمام تر مالی، جانی اور افرادی وسائل استعمال کئے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

خطیبوں اور شاعروں کو خریدا

یہ بات تو واضح ہے کہ زمانہ جاہلیت میں، عرب شاعروں کا لوگوں کی نگاہ میں خاص مقام تھا، چنانچہ تاریخ کا بیان ہے، سالہا سال چلنے والی بعض جنگوں کا سبب کسی معروف شاعر کا کہا ہوا قصیدہ ہوتا تھا یا اسکے برعکس صلح وصفائی اور امن وآشتی کا سبب بھی کلام شاعر ہوتا تھا، کبھی تو قوم وقبائل کی آبروریزی کا موجب بنتا یا کبھی منظوم کلام کی وجہ سے خاندان وعشیرہ کی عزت افزائی ہوا کرتی تھی۔ بہر حال یہ واقعات تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں۔

مگر اسلام کے ظہور کے بعد اور قرآن مجید نے اس جاہلانہ طرز فکر سے مقابلہ کرنا شروع کیا، چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَمَاعَلَّمنَاہُ الشِّعرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ﴾ یا آیت ﴿ الشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الغَاوُونَ ﴾ اور اس طرح کی دوسری آیت سے شاعروں کے کا بازار ماندھ پڑنے لگا، پس رفتہ رفتہ عربی قصائد اور عرب شاعروں کے اشعار نے اپنا رنگ کھونا شروع کیا جن کی وجہ سے کل تک کے سیاستدان اور فریب کار شخصیات

اپنا مقصد پورا کرتے تھے۔

لیکن افسوس قیادت ورہبری میں انحراف کے سبب جب معاویہ جیسے بے تقویٰ اور بے دین افراد کا اسلامی منصبوں پر تقرر ہونے لگا تو عرب کا یہ غلط طریقہ دوسرے بہت سے کلچروں کی طرح رسول اللہؐ کی زحمتوں پر پانی پھیرنے کیلئے دوبارہ زندہ ہونے لگا یعنی ایک بار پھر اُجرت پر کام کرنے والے بے ضمیر اور قلم فروش شاعروں نے خدا سے غافل حکمرانوں کی سیاست چمکانے کا بیڑا اٹھایا اور ایسے حکمرانوں کی یہ ضرورت بھی تھی لہٰذا ان دین فروش اور مزدور شاعروں میں سے ایک نام ''عجاج'' کا ہے جس نے چند درہم و دینار یا کچھ لباس اور گھوڑوں کی خاطر یہ اشعار یزید کیلئے کہے:

اِذَازُلزِلَ الاَقدَامَ لَم تُزَلزَلِ — عَن دِینِ مُوسیٰ وَالرَّسُولِ المُرسَلِ
وَکُنتَ سَیفَ اللهِ لَم یُغلَلِ — یُفرَعُ أَحیَاناًوَحِیناً یَختَلِي

اس نے ان اشعار میں کمال بے شرمی سے یزید جیسے ننگین وجود کو راہ اسلام کے مجاہدوں، خدا کیلئے تلوار چلانے والوں اور حضرت موسیٰؑ و رسول کریمؐ جیسے پیغمبروں کی صف میں شامل کیا ہے۔ اسی طرح ایک اور ضمیر فروش شاعر ''مسکین دارمی'' ہے جسے معاویہ نے حکم دیا، یزید کی بیعت کیلئے لوگوں کو ترغیب دلاتے رہو لہٰذا جب ولی عہدی کی مخالفت کرنے والوں من جملہ سعید بن عاص، مروان بن حکم اور عبداللہ بن عامر وغیرہ کو معاویہ کے پاس بلایا گیا تو یہی شاعر معاویہ کی مدح میں گویا ہوا:

اِنْ أُدْعَ مِسکِناًفَاِنّیَ ابْنُ مَعْشَرِ — مِنَ النَّاسِ أَحْمِی مِنْهُمْ وَأَذُودُ
أَلَالَیْتَ شِعْرِی مَایَقُولُ ابْنُ عامِرٍ — وَمَرْوَانُ أَمْ مَاذَایَقُولُ سَعِیدُ
بَنِی خُلَفَاءِ اللهِ مَهْلاًفَاِنَّمَا — یَبُوِّئُهَاالرَّحْمٰنُ حَیْثُ یُرِیدُ
اِذَاالْمِنْبَرُ الْغَرْبِیُّ خَلاهُ رَبُّهُ — فَاِنَّ أَمِیرَ الْمُؤْمِنِینَ یَزِیدُ
عَلَی الطَّائِرِ الْمَیْمُونِ وَالْجَدُّصَاعِدٌ — لِکُلِّ أُنَاسٍ طَائِرٌوَجُدُودُ
فَلَازِلْتَ أَعْلَی النَّاسِ کَعْباً — وَلَمْ تَزَلْ وُفُودٌ تُسَامِیهَاالَیْکَ وُفُودُ
وَلَازَالَ بَیْتُ الْمُلْکِ فَوْقَکَ عَالِیاً — تُشَیَّدُأَطْنَابٌ لَهُ وَعَمُودُ
قُدُورُابْنِ حَرْبٍ کَالْجَوَابِی وَتَحْتَهَا — أَثَافٍ کَأَمْثَالِ الرِّئَالِ رُکُودُ ۱۳

اسی طرح ایک شاعر ''احوص'' ہے جس نے یزید کی خدمت اپنی شاعری کے ذریعے انجام دی وہ ملاحظہ ہوں:

مَلِکٌ تَدِینُ لَهُ المُلُوکُ مُبَارَکٌ — کَادَت لَهَیبَتِه الجِبَالُ تَزَلُ
یُجبی لَهُ بَلخٌ وَدِجلَةُ کُلُّهَا — وَلَهُ الفُرَاتُ وَمَاسَقَی وَالنِّیلُ ۱۴

خوف و ہراس و دہشت اور مخالفین کا قتل

معاویہ بھی دنیا کے دیگر سیاست باز حاکموں کی طرح اپنی شاہانہ پرواز میں کسی رکاوٹ کو پہلے وعدہ وعید اور لالچ حتی خوف و ہراس سے دور کرتا ورنہ نامعلوم افراد کے ہاتھوں اسے ختم کروادیا کرتا تھا، اس طرح قاتل بھی محفوظ رہتا اور رکاوٹ بھی ہٹ ہوجاتی، چنانچہ امام حسن مجتبیٰؑ کی داستان شہادت بھی ہے کہ جعدہ بنت اشعث کے ہاتھوں زہر دلوا کر تاریخ کا وہ ہولناک حادثہ رونما کروایا جسے بھلایا نہیں جاسکتا۔ سعد بن ابی وقاص بھی انہی افراد میں سے تھا جنھیں یزید کی ولی عہدی پر اعتراض تھا اس لئے جب امیر شام یزید کی بیعت لینے لگا تو پہلے اسے مسموم کروایا۔ ۱۵ ان مخالفین میں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید بھی تھا جو شامیوں کے نزدیک نہایت محترم تھا۔ لکھا ہے، جب شامیوں سے یزید کی خلافت پر رائے مانگی گئی تو اہل شام نے عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کو اپنا نمائندہ بنا کر معاویہ کے پاس بھیجا، جب عبدالرحمٰن کے ذریعے شام کے لوگوں کا ارادہ معلوم ہوا تو عبدالرحمٰن کے قتل کا ارادہ کیا، تا کہ یزید کی ولی عہدی مخالفت سے دوچار نہ ہوجائے۔

اس بارے میں ابن عبدالبرؒ اپنی کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:

> ''امیر شام مناسب موقع کے انتظار میں تھا کہ اچانک عبدالرحمٰن مریض ہوگیا۔ تو امیر شام نے اپنے با اعتماد یہودی طبیب کو بلا کر معالجہ کیلئے روانہ کیا، تا کہ علاج کے بہانے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، چنانچہ یہودی طبیب نے ایسا زہر دیا جس سے وہ سخت اسہال کا شکار ہوا اور نقاہت کے سبب اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔''

ابن عبدالبر مزید لکھتے ہیں:

> ''یہی بات سبب بنی کہ عبدالرحمٰن کے بھائی مہاجر بن خالد نے اس یہودی طبیب سے بھائی کا بدلہ لینے کا قصد کیا، چنانچہ ایک روز یہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شام آیا اور رات کی تاریکی میں جب یہودی طبیب قصر شام سے باہر آرہا تھا تو اس پر حملہ کیا جس پر طبیب کے ساتھی فرار ہوگئے مگر طبیب کو اسی مقام پر مار دیا گیا۔'' ۱۶

اسی طرح مدینہ کی ایک اور معروف شخصیت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھے، جسے اسی جرم میں جان سے ہاتھ دھونا پڑی چنانچہ جب معاویہ بیعت یزید کی مہم پر مدینہ آیا تو ابن ابی بکر کو راضی کرنے کیلئے ایک لاکھ درہم روانہ کیے مگر انھوں نے یہ کہہ کر واپس کردیئے کہ میں اپنا دین ان پیسوں میں نہیں بیچ سکتا۔ پھر چند روز بعد لوگوں نے سنا کہ ابن ابی بکر جو مدینہ سے مکہ تشریف لے جارہے تھے راستے میں کسی بیماری کے سبب انتقال کرگئے۔ بہرحال تاریخ کے گوشہ و کنار اور ان قرائن سے معلوم ہوتا ہے ان کا سبب مرگ

بھی سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن خالد والا ہی تھا۔ ۱۷

مخالفین کی جلاوطنی، خوف و رعب اور طاقت کا استعمال

ڈرانا، دھمکانا اور بے جا رعب دہشت قدیمی سیاستدانوں، تاریخ کے حکام جور اور کہنہ ظالموں کا وطیرہ رہا ہے جس کی مثالیں زندگانی امیر المومنینؑ اور زندگانی امام حسنؑ نامی کتابوں میں پیش کی جا چکی، وہاں عرض کیا گیا کہ مختلف خاندانوں کے ساتھ حب اہل بیتؑ کے جرم میں وہی سیاست استعمال کی گئی جس کی بنیادیں قتل و غارتگری خوف و دہشت کا ماحول، اغواء و دھونس دھمکی پر استوار تھیں۔

البتہ معاویہ بن ابی سفیان نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ تاریخ کے عظیم انسان حجر بن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں، عبدالرحمٰن بن حسان، صیفی بن فسیل، قبیصہ بن ربیعہ، شریک بن حداد وغیرہ اور اس طرح رشید ہجری عمروؓ بن حمق خزاعی، جویریہؓ بن مسہر، عبداللہؓ بن یحییٰ، محمدؓ بن ابی حذیفہ، عبداللہؓ بن ہاشم مرقال عبداللہؓ بن خلیفہ طائی اور عدیؓ بن حاتم جیسے سینکڑوں شریف النفس اور پرہیزگار لوگوں کو امیر المومنین علیؑ کی طرفداری کے جرم میں شہید یا قید یا کسی دور و دراز جگہ جلاوطن کر دیا جہاں کی آب و ہوا خراب تھی۔ حد یہ کہ معاویہ نے بے دفاع خواتین پر بھی رحم نہ کیا۔ بہت سی بافضیلت اور فصیح خواتین مثلاً ام الخیر بارقیہ، سودہ بنت عمارہ ہمدانی، زرقاء بنت عدی بن غالب، ام البراء بنت صفوان، بکارہؑ ہلالیہ اور دارمیہ حجونیہ وغیرہ کو ڈرایا اور دھمکی دی گئی جو تاریخ میں ثبت ہیں... (تفصیل زندگانی امام حسنؑ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

- کیا بسر بن ارطاہ وہ جنایت کار نہ تھا جس نے ماجرائے حکمیت کے بعد معاویہ کے حکم پر سرزمین یمن اور دیگر علاقوں میں تیس ہزار انسانوں کے منہ انگارے ڈال کر جلایا اور تلوار سے قتل کر دیا۔ ۱۸
- کیا وہ سمرہ بن جندب نہ تھا جس نے زیاد بن ابیہ کی طرف سے عارضی حکومت میں فقط بصرہ میں چھ ماہ سے کم مدت میں آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ ۱۹
- کیا تاریخ کا بے مثال خونخوار زیاد بن ابیہ نہ تھا جسے ابوسفیان سے سرزد ہونے والے اس شرمناک اور رسوا کن واقعہ کے باوجود، اپنا بھائی اور ابوسفیان کا بیٹا کہہ کر بصرہ اور کوفہ کے لوگوں پر اس طرح مسلط کیا کہ وہ پورے بارہ سال عراق کے دونوں شہروں کا مطلق العنان حاکم تھا، اپنے زمانہ حکومت میں لوگوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، آنکھیں نکلوالیں اور بے گناہ لوگوں کو مروا ڈالا۔ فقط مسجد کوفہ کے آگے اسی ہاتھ کاٹے گئے۔ ۲۰

چنانچہ ابن اثیر اس کے بارے میں رقم طراز ہیں:

وَكَانَ زِيَادٌ اَوَّلَ مَنْ شَدَّدَ اَمْرَ السُّلْطَانِ وَاَكَّدَ الْمُلْكَ لِمُعَاوِيَةَ وَجَرَّدَ سَيْفَهُ وَاَخَذَ بِالظِّنَّةِ وَعَاقَبَ عَلَى الشُّبْهَةِ "معاویہ کی حکومت اور سلطنت کو مستحکم بنانے والا پہلا شخص زیاد تھا جس نے اپنی ننگی تلوار

معاویہ کے دشمنوں کے سامنے کردی ذراسی تہمت لگا کر گرفتار کرتا اور شبہ پر اذیتیں دیتا تھا۔" ۲۱

چنانچہ اہل تاریخ نے لکھا ہے:

جس روز اسے موت آئی اس نے ستر شیعیان علیؑ اپنے منبر کے پائے کے پاس کھڑے کئے ہوئے تھے تاکہ انھیں اذیت دے، یا علیؑ سے برائت کا طالب تھا، اوران پر لعنت بھیجیں ورنہ ان کو قتل کردیا جائے ابھی وہ بالائے منبر بیٹھا ڈرا، دھمکا ہی رہا تھا کہ اچانک اس کے ہاتھ میں اتنا شدید درد اٹھا کہ بے حال ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اسے گھر لے جایا گیا مگر اسی کے سبب موت واقع ہوگئی۔" ۲۲

بہر حال معاویہ اور اس کے ظلم برسانے والے عمال کی جانب سے ظالمانہ قتل وغارت اس حد کو پہنچ گئے تھے کہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

وقُتِلت شيعتنا بِكُلِّ بَلدَةٍ ، وَقُطِعَتِ الايدِى وَالأَرجلُ عَلىٰ الظِّنَّةِ وَكَانَ مَن يُذكَرُ بِحُبّنا وَالانقطاعِ اِلَينَا سُجِنَ اَو نُهِبَ مَالُهُ اَو هُدِمَت دَارُهُ "ہمارے شیعوں کو ہر شہر میں قتل کیا گیا، شک پر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، جو بھی ہمارا محب ہوا اور ہمارے ساتھ رفت وآمد رکھتا اسے یا اسیر بنالیا جاتا یا پھر اس کی عزت وآبرو، مال وجان اور گھر کو ویران کردیا جاتا ہے۔" ۲۳

اسی طرح امام حسینؑ نے معاویہ کو جو خطوط لکھے ان میں سے ایک خط میں آیا ہے...انشاء اللہ آئندہ صفحات پر خط کا مکمل متن وترجمہ پیش کیا جائے گا۔۲۴

یزید کیلئے بیعت لینے میں معاویہ نے ہر وسیلے کو استعمال کیا، جب لالچ ودولت سے کام نہ بنتا تو اسی کی راہ کو اختیار کرتا۔ اس بیعت کے ماجرا کو بخوبی واضح کرنے کیلئے لازم ہے کہ تفصیل سے واقعات نقل کئے جائیں۔

مختلف شہروں میں نامہ رسانی اور مفصل سیمینار کا انعقاد

ابن اثیر جزری کتاب کامل میں اور طبری اپنی تاریخ میں چھپن ہجری کے بعد کے واقعات لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

جب زیاد بن ابیہ مرگیا۲۵، معاویہ نے بیعت یزید لینے کا مصمم ارادہ کیا۔۲۶ اس نے اس مہم کا آغاز مختلف مقامات پر خط لکھ کر کیا، چنانچہ ایک خط مدینہ میں تعینات صوبیدار مروان بن حکم کو لکھا کہ وہ لوگوں سے بیعت یزید کا مطالبہ کرے، چنانچہ مروان نے ایک بڑے مجمع میں تقریر کے ذریعے اس پیغام کو عوام تک پہنچایا جس پر مدینہ کی فقط چار شخصیات کے علاوہ سب نے رضایت یا سکوت کا اظہار کیا۔ وہ شخصیات حضرت اباعبداللہ امام حسینؑ، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر اور عبد

اللہ بن زبیر تھے۔

مروان نے جیسا دیکھا ویسا ہی خط معاویہ کیلئے لکھا اور اُدھر معاویہ نے مختلف شہروں میں موجود کارندوں کو بھی خطوط لکھے کہ وہ یزید کی تعریف وتوصیف کے بعد سوال بیعت کریں اور جب سب راضی ہو جائیں تو وفود کی صورت میں انھیں شام روانہ کریں لہٰذا کچھ ہی روز بعد وفود کی صورت میں لوگ شام روانہ ہونے لگے، لکھا ہے عراق کا قافلہ احنف بن قیس کی سالاری میں اور مدینہ سے بھی ایک وفد محمد بن عمرو بن حزم کی سالاری میں وارد شام ہوا۔

بعد آزاں جب وفود آپہنچے تو معاویہ نے اپنے ایک نزدیکی ساتھی ضحاک بن قیس فہری سے کہا:

جب میں ان آنے والوں کے جلسہ سے خطاب کر چکوں تو سب سے پہلے تم کو اُٹھنا اور لوگوں کو مرکز خلافت یعنی یزید کی بیعت پر آمادہ کرنا ہے اور مجھے بھی ان لوگوں کے سامنے اس کام پر ترغیب دینا ہے۔

بہر حال جب یہ سازش کامیاب ہوگئی تو معاویہ نے خلافت، کے مسئلہ اس کی اسلام میں اہمیت اور یزید کے فضائل علم ودانش اور اسکے سیاستداں ہونے پر تفصیل سے خطاب کیا اور آخر میں ان لوگوں سے بیعت یزید کا کی پیش کش کی۔ پھر ضحاک نے طے شدہ پروگرام کے تحت یزید کے فضائل پیش کئے اور معاویہ سے مطالبہ کیا کہ وہ یزید کو اپنا جانشین مقرر کرے۔ بعدازاں معاویہ کے امور کا سرکردہ عمرو بن سعید اشرق آیا اور بالکل وہی ضحاک والے جملات دہرائے۔ پھر یزید بن مقنع جو امیر شام کا خاص نمک خوار تھا اٹھا اور ضحاک بن قیس وعمرو بن سعید کی طرح خطاب کرتے ہوئے کہا:

یہ (معاویہ کی جانب اشارہ) اگر اس دنیا سے رخصت ہوگئے تو ہمارے لئے یہ (یزید کی طرف اشارہ کیا) امیر المومنین ہے اور جو اس بات کو قبول نہیں کرے گا تو پھر یہ (تلوار کی جانب اشارہ) ہے۔ ۲۷

ابن اثیر مزید لکھتے ہیں:

معاویہ نے بیعت یزید کیلئے ہر ممکن تدبیر اور چال کو استعمال کیا، ہر دوست و دشمن کی رضایت کو حاصل کر کے اپنا حامی بنالیا لہٰذا جب شام وعراق کی جانب سے مطمئن ہوگیا تو ایک ہزار سواریوں کے ہمراہ عازم حجاز ہوا، چنانچہ مدینہ سے نزدیک ایک علاقہ میں حضرت امام حسینؑ، عبداللہ بن زبیر، اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے ملاقات ہوئی تو وہاں معاویہ نے ان سے ترش روئی برتی اور اس کا انداز گفتگو سخت وتندرہا ان کی طرف توجہ نہ دی اور اسکے بعد جب مدینہ کے عوام سے خطاب کیا کہ جس میں یزید کی تعریف کی اور اس کی خلافت وبیعت کو لازمی قرار دیا اور خطاب کے درمیان

دھونس اور دھمکی کے تمام ہتھیار استعمال کیئے مخالفت کرنے والوں کیلئے سخت لہجہ استعمال کیا اور کہا:

مَن اَحقّ مِنهُ بالخِلافَةِ فِي فَضلِهِ وَعَقلِهِ وَمَوضِعِهِ ؟ وَمَا اَظُنُّ قَوماً بِمُنتَهِينَ حتّٰى تُصِيبَهُم بَوائِقَ تَجتُثُّ اُصولَهُم وَقَدأَنذَرتُ اِن اَغنَتِ النُّذُر "تم میں سے کون ہے جو عقل، فضل اور حیثیت کے اعتبار سے اس (یزید) سے زیادہ خلافت کا حق دار ہے۔ میرے خیال میں خلافت یزید کے مخالفین اس وقت تک دست بردار نہیں ہوں گے جب تک انھیں اس کا خمیازہ بھگتنا نہ پڑے اور خمیازہ بھی ایسا جو ان کی بنیادوں کو نابود کر دے اور بس مجھے اسکے علاوہ کچھ نہیں کہنا۔

اور ایک شعر پڑھ کر اپنا خطاب ختم کر دیا اور سیدھا عائشہؓ کی خدمت میں گیا وہ پہلے ہی سن چکی تھیں کہ معاویہ نے حسین بن علیؑ کو قتل کی دھمکی دی ہے اور حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کیلئے کہا ہے:

لَاَقتُلَنَّهُم اِن لَم يُبَايِعُو اگر حسینؑ وغیرہ نے بیعت نہ کی تو انھیں میں قتل کروں گا۔

عائشہؓ نصیحت کرتے ہوئے کہا: سنا ہے تم نے قتل کی دھمکی دی ہے؟

معاویہ نے جواب دیا:

آپ ہی بتائیں کہ جو بیعت انجام پا چکی یہ لوگ مخالفت کر رہے ہیں تو میں کیونکر انجام بیعت کو توڑ دوں۔

عائشہؓ نے کہا: ان سے نرمی کرو، مجھے امید ہے مستقبل میں حمایت کریں گے۔

اس کے بعد ابن اثیر لکھتے ہیں:

معاویہ اس واقعہ کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ حسینؑ بن علیؑ اور عبداللہ بن زبیر اور دوسرے افراد بھی مکہ روانہ ہوئے، تمام راستہ میں اور مکہ پہنچ کر بھی مدینہ کے برخلاف امیر شام نے غیر معمولی احترام اور عزت کا سلوک روا رکھا۔ یہاں تک کہ ایک روز انھیں بلایا اور یزید کی ولی عہدی کا مدعا پیش کیا اور چاہا کہ اپنی صریحی اور قطعی رائے سے آگاہ کریں، لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا، چنانچہ معاویہ کی ایک دو بار تکرار پر عبداللہ بن زبیر نے کلام کیا:

ہم کہتے ہیں کہ تم ان تین کاموں میں سے کسی ایک کو اختیار کرو۔ یا رسول اللہؐ کی طرح خلافت کو آزاد چھوڑ دو، تاکہ یہ کام لوگ انجام دیں یا پھر ابوبکرؓ کی طرح کسی غیر خاندان کی فرد کو خلیفہ بناؤ ورنہ پھر عمرؓ کی مانند جانشینی کو شوریٰ پر چھوڑ دو۔

معاویہ نے پوچھا: کیا ان تین راہوں کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں؟

عبداللہ بن زبیر نے کہا: نہیں۔

معاویہ نے کہا: ٹھیک ہے، میں اب تک تو درگزر سے کام لے رہا تھا، لیکن بعدازیں میں تلوار کی زبان میں تم سے بات کروں گا۔

اس کے بعد حکم دیا کہ ان میں سے ہرایک کے سرپر دو دو شمشیرزن برہنہ تلوار لے کر کھڑے ہو جائیں پھر بولا:

قسم بخدا میں جو کہہ رہا ہوں اگر اسے نہ مانا اور میری بات رد کی تو کچھ کہنے سے پہلے یہ تلواریں سروں پر گر جائیں گی اور حکم دیا انھیں باہر لاؤ اور مسجد لے چلو اور وہاں منبر پر جا کر تقریر میں کہا:

یہ لوگ مسلمانوں کے بزرگ اور برگزیدہ ہستی ہیں جن کی رائے اور مشورہ کے بغیر کوئی کام انجام نہیں پاتا، لہٰذا انھوں نے یزید کی ولی عہدی قبول کرتے ہوئے بیعت کرلی ہے اب آپ حضرات بھی خدا کے نام پر یزید کی بیعت کریں۔

جب یہ دیکھا تو لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن جب اس خودساختہ جلسہ سے معاویہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ روانہ ہوا تو دوسرے لوگوں نے امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر کہا، آپ تو فرما رہے تھے کہ یزید کی بیعت نہیں کریں گے پھر یہ کیا ہوا؟

انھوں نے کہا: ہم نے بیعت نہیں کی۔

لوگوں نے پوچھا: پھر یہ سارا ماجرا کیا تھا؟

آپ نے کہا: ہمیں مار دیا جاتا۔

اس واقعہ کے بعد اُدھر جب مدینے کے لوگوں نے بھی یزید کی بیعت کرلی تو معاویہ (اپنا مقصد پا کر) شام روانہ ہوگیا۔ ۲۸

یہ تھا کامل ابن اثیر میں نقل ہونے والا وہ بیعت یزید کا ماجرا کہ جس کا ترجمہ آپ نے حاشیوں کو ہٹا کر ملاحظہ فرمایا، البتہ ہم نے بغیر کسی اعتراض اور بحث کے اصل عبارت نقل کردی ہے۔

ایک نکتہ پر توجہ

قارئین محترم کی اطلاع کیلئے فقط ایک لطیف پہلو پر توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر اس روایت کا آخری حصہ صحیح ہے کہ امام حسینؑ نے مجلس میں معاویہ کے جلاّدوں کی تلواروں کے خوف سے سکوت اختیار کیا اور معاویہ کی افواہوں اور جھوٹ کے مقابل کسی بات کا اظہار نہ کیا اور لب بستہ رہے، تو امام کے اس عمل کو مارے جانے کے خوف پر محمول نہ کیا جائے اس لئے کہ حضرتؑ نے بعد کے سالوں میں ثابت کیا کہ اس راہ میں نہ صرف اپنی بلکہ اپنے ساتھیوں اور فرزندوں کی جانیں قربان کردیں گے، لیکن بنی اُمیہ اور یزید کی ننگ و عار ذلت و پستی کی حکومت کے حوالے اپنا تن نہیں کریں گے، بلکہ امام نے اس موقع کو مناسب نہ جانا

کہ اعلانیہ اظہار مخالفت کرتے اور اس کام کیلئے ابھی زمین تیار نہ تھی۔ اگر اس روز امام اس راہ میں شہید ہو گئے ہوتے تو آپؑ کا خون ضایع جاتا اور اس روز وہ نتیجہ حاصل نہ کر سکے ہوتے جو آپؑ بعد میں زمین ہموار کر کے، اپنے کام کیلئے حالات سازگار بنا کر بنی اُمیہ کے چہرے کو ہر طرح سے بے نقاب کرنے کے بعد اپنے قیام اور شہادت سے حاصل کیا۔

اس وقت امام حسینؑ نے اسلام کی مصلحت اس میں دیکھا کہ سکوت کریں اپنی جان آیندہ کیلئے محفوظ رکھیں تا کہ عظیم تر انقلاب، زیادہ موثر شہادت بیش بہا مراتب حاصل ہوں، جب پس منظر فراہم ہو گیا، لوگ معاویہ اور بنو امیہ کے ظلم اور فریب کے ہاتھوں سے بخوبی واقف اور آگاہ ہو گئے تو پھوڑا، پھنسی، پیپ اور مسلمانوں کے خون سے بھرے اس جسم کو نشتر لگانے میدان نینوا میں شکر کفر اور ستم کے مقابل آکر اپنی جان، اپنے جوانوں اور ساتھیوں کی جان اپنے محترم دین اسلام پر فدا کرتے ہیں اور روز قیامت تک کیلئے اس دلیرانہ اور خونین قیام سے اسلام اور مسلمین کو فائدہ پہنچایا اور راہِ خدا میں اور اسلام کیلئے ہر قیام کیلئے نمونہ اور مثال بنا دیا۔

اس پس منظر کو اس واقعہ کے چار سال کے طولانی عرصہ (۵۶ھ سے ۶۰ھ جب معاویہ مرگیا) تک کیلئے اٹھار کھا جس کی وضاحت آئندہ ابواب میں آئے گی۔

سبیل سکینہ حیدرآباد

معاویہ کے بیعت یزید لینے کے بعد کیا ہوا

جیسا کہ بیان ہو چکا، بیعت یزید کے ماجرا کے بعد امام حسینؑ نے نظام معاویہ اور یزید کی اعلانیہ مخالفت کا آغاز کیا اور حکومت امیر شام کے خلاف مسلح قیام کا ماحول تیار کرنے لگے، لہٰذا خصوصی یا عمومی محافل و مجالس میں موقع پاتے ہی بنی امیہ کے مظالم کو لوگوں کے گوش گزار فرماتے تھے چنانچہ آہستہ آہستہ امام حسینؑ کا بیت الشرف مرکز بن گیا ان محروموں، مظلوموں اور ستم زدہ لوگوں کا جن کے ناک میں دم آچکے تھے اور ان کی حکومت سے راضی نہ تھے۔ خاص طور پر عراق کے شیعوں کیلئے جو معاویہ کے گورنروں کی جانب سے انتہائی مظالم تحمل کر چکے تھے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر معاویہ کے جاسوسوں نے امیر شام کو لکھ کر تمام حالات سے آگاہ کرتے ہوئے ممکنہ قیام کا خوف ظاہر کیا لیکن معاویہ ایک عجیب تذبذب میں گرفتار تھا اور نہیں جانتا تھا کہ حضرت سے ٹکر کس نوعیت کا لے، مگر ایک روز مروان بن حکم سے اس موضوع پر غور و خوص کیلئے خصوصی نشست رکھی اور امام حسینؑ کے ساتھ کیا سلوک کرے، مشورہ کیا جس میں مروان نے کہا:

اَرىٰ ان تُخرِجَهُ مَعَکَ فِي الشّامِ و تقطَعهُ مِن اَهلِ العِراقِ وَ تَقطَعهُم عَنه ''میرا مشورہ یہ ہے کہ کسی طرح اس (حسینؑ) کو اپنے پاس شام لے آؤ تا کہ اہل عراق کو ان سے اور ان کو اہل عراق سے جدا کر دو۔

سبیل سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸۔ C1

اس پر معاویہ نے کہا:

اَرَدتَ وَاللّٰہِ اَن تَستَرِیحَ مِنہُ وَتَبتَلِیَنِي بِہ ، فَاِن صَبَرتُ عَلَیہِ صَبَرتُ عَلیٰ مَااُکرِہُ وَاِن اَسَاتَ عَیہِ قَطَعتُ رَحمہ "قسم بخدا! مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو اپنی جان چھڑا کر مجھے مشکلات میں گرفتار کروانا چاہتا ہے، کیونکہ اگر میں ان کا مدارات کروں تو گویا اپنی پریشانی پر صبر کروں اور اگر ان سے بدی کروں تو قطع رحم انجام دوں گا۔"

ایک اور دوسری جگہ پر نقل ہوا ہے، جب مروان مدینہ کا گورنر تھا۔ ۲۹

مروان نے معاویہ کو خط لکھا:

"مجھے بتایا گیا ہے کہ عراق اور حجاز کے معزز حضرات، حسین بن علیؑ کے گھر رفت و آمد کر رہے ہیں جس پر یہ خیال ظاہر کیا جاسکتا ہے حسینؑ قیام کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن میری تحقیق بتاتی ہے کہ فی الحال ایسا نہیں کریں گے، مستقبل میں ان پر ایسا کوئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا جتنا جلدی ممکن ہو خط کے ذریعے مجھے اپنے خیالات سے آگاہ کریں۔"

چنانچہ معاویہ نے جواب لکھا:

"تمہارا خط ملا کہ جس کے مضمون سے مجھے آگاہی ہوئی (اے مروان) حسین ابن علیؑ سے بچے رہنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی بات پر ان سے الجھ پڑو، دیکھو جب تک وہ کچھ نہ کہیں تم کسی قسم کا تعرض نہ کرنا کیونکہ جب تک وہ خاموش ہیں ہمیں خواہ مخواہ کشمکش کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جب تک وہ بیعت کی پابندی میری حکومت میں کرتے ہیں اور کوئی تنازعہ نہیں کرتے میں ان سے تعرض نہیں کروں گا، لہٰذا جب تک کوئی چیز سب پر ظاہر نہ ہو جائے تم جو کچھ دیکھو چھپا کر رکھو۔" ۳۰

انساب الاشراف میں نقل ہوا ہے مروان نے معاویہ کے نام ایک اور ذیل کے مضمون کا نامہ لکھا:

اَمَّا بَعدُ فَقَد کَثُرَ اختِلَافُ النَّاسِ اِلیٰ حُسَینِ ، وَاللّٰہِ اِنِي لَاَریٰ لَکُم مِنہُ یَومًا عَصِیبًا "یاددہانی کروانا ضروری سمجھتا ہوں کہ حسین بن علیؑ کے پاس لوگوں کی رفت و آمد زیادہ ہو چکی ہے۔ قسم بخدا مجھے نظر آ رہا ہے کہ حسینؑ کے ہاتھوں، آپ کا مستقبل خراب ہے۔"

معاویہ نے جواب لکھا:

---

۲۹ ابن اثیر اپنی کتاب کامل میں نقل کرتے ہیں کہ معاویہ نے ۴۹ ہجری میں مروان کو مدینہ کی گورنری سے معزول کر کے سعید بن عاص کو وہاں منصوب کیا پھر ۵۴ ہجری میں سعید کو معزول کر کے دوبارہ مروان کو مدینہ کا گورنر بنایا پھر ۵۷ ہجری میں اسے معزول کر کے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کا والی بنایا اور یہی مرگ معاویہ تک یعنی ۶۰ ہجری تک مدینے کا گورنر رہا۔

اَتـرُک حُسَیناً مَاتَرَکَکَ ،وَلَم یُظهِرلَکُم عَدَاوَتَہٗ ،وَیُبدِصَفحَتَہٗ ،وَاکمُن عَنہُ کُمُونَ الثَّرٰی ''جب حسین تمہیں کچھ نہ کہیں اور تم سے اظہار دشمنی نہ کریں یعنی جب تک اپنا حقیقی موقف آشکار نہ کریں تم بھی انھیں اپنے حال پر چھوڑ دو البتہ ان کی تاک میں زمین کی رطوبت کی طرح بیٹھے رہو۔'' [۳۱]

امام حسینؑ کے نام معاویہ کا خط

اگر چہ معاویہ نے یہ سیاست اپنائی تھی کہ جہاں تک ہو سکے امام حسینؑ سے نرمی برتے، مگر اُس جیسا دنیا پرست انسان ہمیشہ ایک وضع سیاست پر قائم نہیں رہ سکتا، لہٰذا نمائندوں کی جانب سے پے در پے خطوط اور پیغاموں سے بےچین تھا۔ بالآخر امام کو اس مضمون کا خط تحریر کیا۔

''میں نے آپ کے بارے میں بہت سی باتیں سنی ہیں جو اگر صحیح ہیں تو مجھے آپ سے اس رویہ کی امید نہ تھی اور اگر جھوٹ ہیں تو یقیناً آپ کا ان باتوں سے دور رہنا ہی بہتر ہے اس طرح آپ کا مقام بھی محفوظ رہے گا اور عہد و پیان الٰہی پر بھی پابند رہیں گے، بنا بر ایں اب کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کے بدلے میں مجھے قطع رحم کرنا پڑے اور آپ کے خلاف بُرے اقدام لوں، کیونکہ اگر آپ میرا انکار کریں گے تو میں بھی وہی کروں گا اور اگر میری نسبت فریب اور دھوکہ بازی سے کام لیا تو میں بھی تم سے فریب کاری اور دھوکہ بازی کروں گا۔ پس اے حسین! مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے اور فتنہ و فساد برپا کرنے سے ڈرو۔

البتہ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: میں نے سنا ہے کہ آپ کو عراق کے چند لوگوں نے میرے خلاف دعوت قیام دی ہے، جبکہ آپ کے بابا اور بھائی کے ساتھ عراقیوں نے جو کچھ کیا اس کا آپ کو تجربہ ہے۔'' [۳۲]

امام حسینؑ کا دندان شکن جواب

پس امام حسینؑ نے معاویہ کو جواب لکھا: [۳۳]

اَمَّـابَعدُ فَقَدبَلَغَنِی کِتَابُکَ تَذکُرُفِیہِ اَنَّہُ انتَهَت اِلَیکَ عَنِّی اُمُورٌاَنتَ عَنهَارَاغِبٌ وَاَنَابِغَیرِهَاعِندَکَ جَدِیرٌ،وَاَنَّ الحَسَنَاتِ لَایَهدِی لَهَاوَلَایُسَدِّدُاِلَیهَااِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی ۔اَمَّـامَاذَکَرتَ اَنَّہُ رَقِیَ اِلَیکَ عَنِّی ، فَاِنَّہُ اِنَّمَـارَقَاهُ اِلَیکَ الـمَلَاقُـونَ الـمَشَّـاءُونَ بِـالنَّمِیمَۃِ،المُفَرِّقُونَ بَینَ الجَمعِ،وَکَذَبَ الغَاوُونَ ،مَـااَرَدتُ لَکَ حَربـاًوَلَـاعَلَیکَ خِلَافاً وَاِنِّی لَاَخشَی اللّٰہَ فِی تَرکِ ذٰلِکَ مِنکَ وَمِنَ الاِعذَارِ فِیہِ اِلَیکَ وَاِلٰی اَولِیَائِکَ الـقَـاسِطِینَ حِزبِ الظَّلَمَۃِ۔اَلَستَ القَـاتِلَ حُجرَبنَ عَدِیٍّ اَخَـاکِـندَۃَ،وَاَصحَابَہُ المُصَلِّینَ العَابِدِینَ الَّذِینَ کَانُوایُنکِرُونَ الظُّلمَ،وَیَستَعظِمُونَ البِدَعَ،وَیَاْمُرُونَ بِـالمَعرُوفِ ،وَیَنهَونَ عَنِ المُنکَرِ،وَلَایَخَافُونَ فِي اللّٰہِ لَومَۃَ لَائِمٍ؟قَتَلتَهُم ظُلماًوَعُدوَاناً،مِن بَعدِمَااَعطَیتَهُم الْاَیـمَانَ الـمُغَلَّظَۃَ وَالمَوَاثِیقَ المُؤَکَّدَۃَ ،جُرأَۃً عَلَی اللّٰہِ وَاستِخفَافاًبِعَهدِہٖ؟ ۔اَوَلَستَ قَاتِلَ عَمرِوبنِ

الحمق الخزاعیّ صاحبَ رسولِ اللہ(ص) العبدَ الصالحَ الّذی أبلَتْهُ العِبادةُ،فنحلَ جسمُه واصفرّ لونُه؟فقتلتَه بعدَ ما آمنتَه وأعطیتَه ما لَوْ فَهِمَتْهُ العُصْمُ لنزلتْ مِن رُؤوسِ الجِبالِ؟ ۔اَوَلستَ بمُدّعِی زیادِبنِ سُمیّةَ المَوْلُودِعلی فِراشِ عُبیدِ ثقیفٍ،فزعمتَ أنّه ابنُ أبیکَ وقدقالَ رسولُ اللہ(ص):الوَلَدُلِلْفِراشِ وَلِلْعاهِرِ الحَجَرُ؟فترکتَ سُنّةَرسولِ اللہ(ص)تعمُّداً وتبعتَ هواکَ بغیرهُدیً مِنَ اللہ؟ثُمّ سلّطتَهُ علی أهلِ الاسلامِ یقتُلُهم ویقطعُ أیدیَهُم وأرجُلَهم،ویَسْمُلُ أعیُنَهم،ویُصَلِّبُهم علی جُذوعِ النخلِ،کأنّکَ لستَ مِن هذهِ الاُمّةِ ولیسوا منکَ؟ ۔اَوَلستَ قاتِلَ الحضرمی الّذی کتبَ فیه اِلَیکَ زیادٌ أنّه علیٰ دینِ علیّ کرّمَ اللہُ وجهَهُ ،فکتبتَ اِلَیهِ أنِ اقتُلْ کُلَّ مَنْ کانَ علی دینِ علیّ ؟فقتَلَهُمْ،ومثّلَهم بأمرِکَ؟ودینُ علیٍّ هُوَدینُ ابنِ عمّه (ص)الّذی أجلَسَکَ مجلِسَکَ الّذی انتَ فیه ،ولَوْلاذلِکَ لکانَ شرفُکَ وشرفُ آبائکَ تجشّمَ الرّحلتَیْنِ رحلةَالشّتاءِ والصَّیفِ! ۔وقلتَ فیماقلتَ:اُنظُرْلنفسِکَ ودینِکَ ولامّةِ محمّدٍ(ص)واتّقِ شقَّ عصاهذهِ لاأعظم لِنفسي وَلِديني ولامّةِ (ص)أفضلَ مِنْ اَنْ اُجاهِرَکَ،فإنْ فعلتُ فإنّهُ قُربةٌ اِلَی اللہِ،وإنْ ترکتُه فانّی اَستغفِرُ اللہَ لِذَنبی ،وأسألُه توفیقَهُ لارْشادِأمری ۔وقلتَ فیماقلتَ:انّی إنْ أنکرْتُکَ تُنکِرُنی ، واِنْ اَکِدْکَ تکِدْنی فکِدْنی مابَدالَکَ.فانّی أرجواَنْ لایَضُرَّنی کیدُکَ واَنْ لایکونَ علی أحدٍاضرَّمنه علیٰ نفسِکَ،لِانّکَ قدرکبتَ جهلَکَ وتحرّصتَ علی نقضِ عهدِکَ ۔ولعَمری ماوَفَیْتَ بشرْطٍ ،ولقدنقضتَ عهدَکَ بقتلِ هؤلاءِ النّفرِالّذینَ قتلتَهم بعدَالصُّلحِ وَالْایْمانِ وَالعُهودِوالمَواثیقِ،فقتلتَهم مِنْ غیرِأنْ یکونواقاتَلوااوقتلوا،ولَمْ تفعلْ ذلکَ بِهِمِ الالِذِکرِهِم فضلَناوتعظیمِهم حقّقنا،مخافةَ أمرٍلعلّکَ اِنْ لَمْ تقتُلْهُمْ مُتَّ قَبْلَ أنْ یفعلوا،أوْماتواقبلَ أنْ یدرِکوا ۔فأبْشِرْیامعاویةُ بالقِصاصِ ،واستَیقِنْ بالحِسابِ،واعلَمْ أنَّ للہِ تعالی کتاباً لا یُغادِرُ صغیرةًولاکبیرةًالاأحصاها.ولیسَ اللہُ بناسٍ لِأخذِکَ بالظِّنَّةِ وقتلِکَ اَولیاءَهُ علیٰ التُّهَمِ ،ونَفْیِکَ ایّاهُم مِنْ دُورِهِم الی دارِ الغُربةِ وأخذِکَ النّاسَ ببیعةِ ابنِکَ الغُلامِ الحَدَثِ یشربُ الشّرابَ،ویلعبُ بالکِلابِ ماأراکَ الاقدخسِرتَ نفسَکَ ،وبترتَ دینَکَ ، وغشَشتَ رعیّتَکَ وسمعتَ مقالةَ السّفیهِ الجاهلِ،واخفتَ الوَرِعَ التّقیَّ!"

"مجھے تمہارا خط جس میں تم نے میری طرف سے خبریں ملنے کا تذکرہ کیا ہے،موصول ہوا۔تم نے لکھا جو باتیں پہنچی ہیں ان کا کذب ہونا بہتر ہے اور میرا وجود تمہارے نزدیک اس سے دور ہے تو سنو! مجھے نیک کاموں میں خدا کے سوا کسی بھی ہادی کی ضرورت نہیں لہٰذا آپ ہدایت کی زحمت نہ فرمائیں۔

میرے بارے میں کچھ اطلاعات پہنچائی گئی ہیں مجھے یقین ہے یہ کام چاپلوس افراد کا ہے جو چغل خوری کر کے اختلاف پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ان گمراہ لوگوں نے جھوٹ کہا ہے میں تم سے جنگ

واختلاف کا قصد نہیں رکھتا، البتہ تم سے جنگ نہ کرنے کی صورت میں خداوند متعال سے سخت خائف ہوں، اس طرح تم اور تمہارے ظالم دوست جو کہ حزب ستمگار ہیں دونوں کی نسبت عذر خواہی سے بھی ڈرتا ہوں۔

❁ کیا تو حجر بن عدی کندی اور ان کے عابد و نماز گزار دوستوں کا قاتل نہیں ہے جنھوں نے ظلم کا انکار کیا، بدعتوں کو آشکار کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو بخوبی انجام دینے کے علاوہ راہ خدا میں ملامتوں سے بے خوف تھے اور تو ہی نے انھیں ظلم و ستم اور دشمنی میں مار، ااس کے باوجود وہ تمام جھوٹی قسمیں اور وہ تاکید کے ساتھ عہد و پیمان باندھے۔

❁ کیا یہ سب خدا کے حضور وعدے کو سبک اور معمولی شمار کرنے کے علاوہ بارگاہ ایزدی میں جرأت کا اظہار نہیں ہے؟ کیا تو عمرو بن حمق خزاعی کا قاتل نہیں جو صحابی پیغمبر اسلامؐ اور خدا کا صالح بندہ تھا جس کا بدن عبادت کی وجہ سے لاغر اور رنگ زرد ہو چکا تھا اس صحابی رسول کو تو نے ایسے وعدے وو عید اور امان نامے دیئے تھے کہ اگر پہاڑی ہرنوں کو دیتا تو وہ بھی پہاڑ چھوڑ کر نیچے آ جاتے۔

❁ کیا تو وہی نہیں جس نے زیاد بن سمیہ کو جو قبیلہ ثقیف میں عبید کے بستر پر متولد ہوا اپنے باپ ابوسفیان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کیا، جبکہ خود پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: پیدا ہونے والا بچہ صاحب بستر کا شمار کیا جائے اور بدکار کی سزا پتھر ہے۔

❁ مگر تو نے عمداً سنت رسول کو ترک کیا اور من جانب اللہ ہدایت چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی کرتے ہوئے زیاد بن سمیہ کو مسلمانوں پر مسلط کیا، تاکہ قتل کرے، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے، ان کی آنکھیں کھوپڑی سے نکالے اور ان کے جنازوں کو کھجور کے درخت پر لٹکا کر سولی دے۔ گویا تو اس اُمت سے نہیں اور یہ اُمت بھی تجھ سے نہیں۔

❁ اس کے علاوہ کیا تو اس مرد حضرمی کا قاتل نہیں جس کے متعلق زیاد نے تجھے خبر دی کہ وہ علی ابن ابی طالبؑ کے آئین کا پیرو ہے، اس پر تو نے جواب دیا جو بھی آئین و دستورات علیؑ پر قائم ہے اسے مار دو زیاد نے بھی اسے قتل کیا اور حکم کے مطابق اسکے ہاتھ، پیر اور ناک و کان کاٹے۔

❁ (اے معاویہ!) علی ابن ابی طالب کا آئین و دستور تو وہی (ان کے چچا زاد بھائی) پیغمبرؐ کا آئین ہے جس کی بدولت آج تو وہاں ہے جس جگہ تو بیٹھا ہے اگر یہ حالات نہ ہوتے تو تیری اور تیرے آباء و اجداد کی شرافت تمام تلاش، رنج و کوشش سردیوں اور گرمیوں میں کوچ کرنا اور انتہائی مشقتیں برداشت کرنا تھا۔[۳۴]

---

۳۴ سورۂ قریش کی جانب اشارہ ہے جس میں ارشاد ہوا: لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ۔

تم نے لکھا کہ اپنی نگرانی اپنے آئین کی نگرانی اور امت محمدیہ کا خیال کرتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد اور اختلاف سے پرہیز کروں۔ سچ تو یہ ہے کہ میرے نزدیک اس امت کیلئے تیری حکومت سے بڑا کوئی فتنہ وجود نہیں رکھتا اور اس طرح اپنے دین وآئین اور امت رسول کی خاطر تیرے مقابل قیام کے علاوہ کوئی اور صورت بہتر نظر نہیں آتی چنانچہ اگر اس کام کو کر گزرا تو قرب الٰہی کا بہترین وسیلہ ہوگا ورنہ مجھے اپنے گناہ پر استغفار کرنا پڑے گا لہٰذا اس مہم کیلئے پروردگار عالم سے ہدایت وارشاد کا طالب ہوں۔

تم نے لکھا تھا کہ اگر میں نے چالاکی سے کام لیا تو تم بھی میری نسبت مکر وفریب کا استعمال کرو گے، تو بس سنو! جیسا بھی انداز مکر وفریب نظر میں آئے تم میرے لیے انجام دو، مجھے امید ہے تمہاری کوئی حرکت میرے لیے نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ اسکا نقصان خود تمہارے اوپر پڑے گا کیونکہ تم جہل ونادانی کے مرکب پر سوار ہو اور اپنے پیمان شکنی کے حریص ہو۔

۞ مجھے اپنی جان کی قسم تم نے جو بھی شرائط باندھے کسی ایک کی بھی پابندی نہیں کی، تم نے ان افراد کے قتل سے اپنے عہد کو توڑ ڈالا تم نے صلح کے بعد سارے وعدے، قسم اور عہد وپیمان توڑے۔ ان لوگوں کو جبکہ انھوں نے نہ کسی سے جنگ کی اور نہ کسی کو قتل کیا تم نے بلاوجہ مار ڈالا۔ یہ کام فقط اس دلیل کے تحت کیا کہ ہمارے فضائل بیان کرتے تھے اور ہمارے حق کو عظیم جانتے تھے۔ تم اس چیز سے ڈر کر انھیں قتل کروا رہے تھے۔ شاید وہ اس سے پہلے ہی مر جاتے یا نہیں۔ ہوسکتا تھا تم پہلے مر جاتے۔

پس اے معاویہ!

تجھے قصاص مبارک ہو اور روز جزاء کے حساب پر یقین رکھو، جان لے! خدا کے نزدیک ایسی کتاب ہے جس میں اعمال کی ہر چھوٹی بڑی شے کو محفوظ کیا جاتا ہے لہٰذا خداوند متعال تجھے کبھی فراموش نہیں کرے گا کیونکہ تو نے لوگوں کو شک کی بنا پر گرفتار کیا اور اولیاءِ خدا پر تہمت لگا کر قتل کیا انھیں دور دراز بیابانوں میں جلاوطن کر دیا اور اپنے نوجوان، شراب خوار اور سگ باز بیٹے کی لوگوں سے بیعت لے رہے ہو۔

اے معاویہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خود کو زیان اور خسران میں مبتلا اور اپنے دین کو نابود کر رہے ہو، تم نے اپنی حکومت کی زیردست رعیت کو فریب ودھوکے میں رکھا اور احمق وبے عقل لوگوں کی باتوں

خدا نے نبوی اصحاب فیل کی داستان میں پنہاں قریش کو دی گئی نعمت کا ذکر کیا جو سبب بنی کہ با آسانی تجارتی قافلے تلاش معاش اور مناسب درآمد کیلئے گرمیوں میں شام اور سردیوں میں یمن کی جانب بھیجے جائیں۔

پرکان دھرتے ہو مگر پارسا اور صاحبان کردار کو خوف زدہ رکھا۔

امام نے اس خط کے ذریعے اپنے موقف کا اعلان کر دیا

امام حسینؑ اس تاریخی اور اہم خط کے ذریعے نہ فقط اس زمانہ کے لوگوں کیلئے بلکہ طول تاریخ کے تمام لوگوں کیلئے مندرجہ ذیل اہم امور کو واضح کر دیا:

۱۔ اب تک اموی سربراہ معاویہ کی جانب سے زیر تسلط خلافت کے گوش کنار میں یہ پروپیگنڈا کیا ہوا تھا کہ حسین بن علیؑ حکومت معاویہ اور اس کے تمام کاموں سے راضی ہیں کیونکہ وہ ان کے بھائی حسنؑ کی صلح کی رُو سے جو کچھ کر گزرے اس سے مخالفت نہیں رکھتے۔

لیکن امام حسینؑ نے اپنی اس تحریر کے ذریعے معاویہ اور اس کے رفقاء کی قطعی اور صریح مخالفت کا اعلان کر دیا ان کے تمام کاموں کو کوئی سوال لائے اور جرائم وتجاوزات پرسے پردہ اٹھایا اور کیونکہ امام نے خط لکھنے کے وقت تک نہ تو اپنی مخالفت کا اظہار کیا تھا اور نہ ہی معاویہ اور اس شرکاء کار سے اعلان جنگ جس کیلئے خدا کے حضور استغفار اور اس سے خائف ہونے کو یوں بیان فرمایا:

وَانِي لَاَخشي الله في تَركِ ذَالِكَ مِنكَ وَمِنَ الاعذارِ فِيهِ اِلَيكَ

۲۔ امام نے اس خط کے ذریعے معاویہ کے کریہہ اور کفر آمیز چہرے سے پردہ اُٹھایا، کیونکہ خط میں کئی مقامات پر اسے قاتل، ستمگار اور عہد شکن متعارف کیا ہے جو اپنے مخالفوں کو وعدوں، قسموں اور یقین دہانی کے بعد قتل کر دیتا ہے۔ اس طرح ایک جگہ یہ بھی ذکر فرمایا، معاویہ نے اعلانیہ اسلامی قوانین اور فرامین پیغمبرؐ جیسے: اَلوَلَدُ لِلفِراشِ وَ لِلعَاهِرِ الحَجَرُ کی مخالفت کی ہے، تا کہ اس زمانے اور آئندہ کے لوگوں کے گوش گزار ہو جائے جو ابن حجر اور اس جیسے بیہودہ اور غلط گوئی کرنے والے لوگوں کیلئے بہترین جواب بھی ہو سکتا ہے، جن کی کوشش یہ رہی کہ معاویہ کو صحابی رسول اللہؐ اور اصول اسلام کا پابند بنا کر پیش کریں۔ بالآخر امام حسینؑ اسے رسول اللہؐ کی جگہ پر تکیہ زن ہونے کی فریب کاری ایک طرف اور دوسری طرف حضور کے دین پر پابند نہ ہونے کے جرم میں لوگوں کے قتل کا ان الفاظ میں ذمہ دار قرار دیا: کَانَّکَ لَستَ مِن هٰذِهِ الامّةِ وَلَيسُوا مِنکَ گویا تو اس اُمت سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ لوگ تجھ سے ہے۔

۳۔ امام حسینؑ کو ڈرانے، دھمکانے اور رعب میں لینے کی سیاست نے راستہ کھول دیا اور حضرت کو خود معاویہ اور اس کے کارگزاروں کے بارے میں اعلانیہ مخالفت پر لے آیا اور اس کی حرکتوں کو برملا کیا اور اسے اس کی حکومت کے بارے میں اپنے موقف سے آگاہ کیا۔ حتی یہ بھی فرمایا کہ مخالفت کا نتیجہ جنگ کی صورت میں ظاہر ہوگا:

وَاِنّي لاَعلمُ فتنةً اعظمَ علىٰ هٰذهِ الاُمّةِ مِن وِلايَتِكَ عَلَيهاوَلاأعظَمَ لِنفسِي وَلِديني وَلِاُمّةِ مُحمد اَفضَلَ مِن ان اُجاهِدَكَ ،فَاِن فَعَلتَ فاِنّهُ قُربَةٌ اِلَى الله" اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:فَكِدني مابَدالَكَ البتہ اظہار مخالفت پر مبنی فقط یہی خط نہیں، بلکہ اس موضوع پر خصوصی خطاب، تقاریر اور عوامی سطح پر انشاء گری، اموال حکومت کو ضبط و استعمال کرنا اور معاویہ کو جنگ کی دعوت دینا(کہ جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظ فرمائیں گے)اور وہ موارد ہیں جو امام حسینؑ اور معاویہ کی نسبت تاریخ میں موجود ہیں۔

امام اموال حکومت ضبط کر کے معاویہ کو خط لکھا

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں خود لکھتے ہیں :

" ایک کاروان یمن سے معاویہ کیلئے مال لے جا رہا تھا، اس کا گزر مدینہ سے ہوا جوں ہی امام حسینؑ نے حکم دیا:

اس مال کو ضبط کر لیا جائے اور محتاج و نیاز مند شیعہ اور کچھ حصہ اپنے خاندان میں تقسیم کر دیا جائے۔

بعد ازاں اس مضمون کا خط بنام معاویہ مرقوم فرمایا:

مِنَ الحُسَين ابن عَلِيّ اِلىٰ مُعاوِيَةَ ابن اَبي سُفيان ،اَمّابَعدفَاِنَّ عيراًمَرَّت بِنامِنَ اليَمَنِ تَحمِلُ مالاً وَحُلَلاً وَعَنبراً وَطيباً اِلَيكَ لِتُودِعَهاخزا ئِنَ دِمشقَ وَتَعُلُّ بِهابَعدَالنَهلِ بَني اَبِيكَ ،وَاِنّي احتَجتُ اِلَيها فَاَخَذتُهاوالسلام

" یہ خط حسین بن علیؑ کی جانب سے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام۔

امابعد! یمن سے لباس، عطر، عنبر اور دیگر اموال سے لدا ہوا ایک کاروان ہماری طرف سے گزر کر تمہاری طرف دمشق کے خزانے میں جمع کرنے کیلئے روانہ تھا،تا کہ تمہارے باپ کی اولاد اور تمہارے رفقاء یکے بعد دیگرے مستقبل میں اس سے عیاشی کر سکیں بہر کیف مجھے اس کی ضرورت تھی لہذا میں نے اسے رکھ لیا ہے۔والسلام۔" ۳۵

معاویہ بن ابی سفیان کے جواب سے قبل خود اس نامے میں موجود نکات کی جانب توجہ ضروری ہے۔

۱۔ جیسا کہ گذشتہ خط میں ذکر کیا گیا تھا کہ امام حسینؑ معاویہ کی حکومت کو با قاعدگی کا مقام نہیں دیتے تھے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کا ذمہ دار تسلیم کرتے تھے، لہٰذا برخلاف دوسروں کے جنھوں نے خطابات اور ناموں میں اسے امیر المومنین کے لقب سے خطاب کیا، آپ نے اس عنوان سے ذکر نادرست اور ناحق جانا۔

۲۔ امام اس خط کے ذریعے معاویہ کی بدیانتی اور بے تقویٰ ہونے کو خود اس پر بلکہ تمام انسانوں پر اس

طرح آشکار فرما رہے ہیں: بیت المال کو مسلمانوں، مجاہدوں اور دیگر واقعی حقداروں کے بجائے اسے دمشق کے خزانوں میں اس لیے جمع کر رہا ہے، تا کہ تیرے بھائی اور رشتے دار عیش کریں، جبکہ ان اموال کے اصل حقدار محتاج و نیازمند خاص طور پر مدینہ کے ضرورت مند جو رسول اللہؐ کے حقیقی پیروکار ہیں۔

۳۔ امام حسینؑ نے اس عمل سے خلافت معاویہ کو لوگوں کے آگے غیر شرعی اور غاصبانہ قرار دیا۔ اس طرح ثابت کر دیا کہ اسے خراج، زکات اور دیگر واجبات اخذ و خرچ کرنے کا کوئی حق نہیں، کیونکہ یہ سب حاکم شرعی کی ذمہ داری ہے اور وہ خود حضرتؑ ہیں جنھیں اموال بیت المال کو اسلامی دستورات کے مطابق خرچ کرنے کا حق ہے، چنانچہ خط کے جواب میں معاویہ نے شاید خود کو امیر المومنین اور حاکم شرعی ثابت کرنے کی سعی و تلاش تو کی مگر وہ غافل تھا کہ اس کا کردار امام کے فعل و گفتار کو بے اثر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، اسی طرح امیر شام تاریخ کے ہونے والے اس فیصلے سے بھی بے خبر تھا کہ جہان انسانیت حسین بن علیؑ کے اقوال و اعمال کو صحیح و غلط کی جانچ کیلئے معیار کے طور پر قرار دے گا جبکہ گفتار و کردار معاویہ کو جھوٹ فریب، زبردستی، ظلم و تجاوز جیسے عناوین کے ذریعے یاد کیا جائے گا۔

بہر حال معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت امام حسینؑ کے نام خط کا جواب تحریر کیا:

جواب کا مختصر ترجمہ یہ ہے:

"امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان کی جانب سے حسین بن علی کے نام (حسین!) تمہارا خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا، یمن سے شام جانے والا کاروان جو ہمارے لیے مال و اسباب لا رہا تھا مدینہ سے گزرنے لگا تو تم نے اسے ضرورت کی وجہ سے ضبط کر لیا ہے، جبکہ اس مال و دولت کا مجھ تک پہنچ کر میرے ہی ہاتھوں سے خرچ ہونا شائستہ تر تھا، کیونکہ اس مال کو والی ہی اخذ و خرچ کر سکتا ہے، البتہ اگر میرے پاس آ پہنچتا تو میں بھی تمہارے حق کی ادائیگی میں بخل سے ہرگز کام نہ لیتا مگر میرا خیال ہے کہ تمہارے سر میں شور و انقلاب کی گرمی بھری ہوئی ہے۔ خیر اچھا ہی ہوا یہ واقعہ میرے ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا کیونکہ میں تو تمہاری قدر جانتے ہوئے درگزر کر رہا ہوں پر ذرا اس بات کا ہے کہ تمہارا واسطہ کسی ایسے فرد سے نہ پڑ جائے جو اونٹنی کا دودھ دھونے کے برابر بھی مہلت نہ دے۔" ۳۶

منیٰ میں عظیم اجتماع سے خطاب

سلیم بن قیس کی کتاب میں نقل ہوا ہے:

معاویہ کی موت سے ایک سال قبل جب امام حسینؑ، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر حج پر گئے تو آپ نے منیٰ میں موجود صلاح میں معروف اصحاب و تابعین کو ایک خیمے میں اجتماع کی دعوت دی چنانچہ جب آپ کا دستور ملا تو سات سو تابعین سے زیادہ اور تقریباً دو سو اصحاب رسول اللہؐ[۳۷] وہاں تشریف لائے۔ امام حسینؑ ان کے درمیان کھڑے ہوئے، مجمع سے حمد و ثنائے پروردگار کے بعد یہ خطاب فرمایا:

أَمَّـا بَـعْدُ فَإِنَّ هذه الطَّاغِيَةَ قَدْ فَعَلَ بِنَا وَبِشِيعَتِنَا مَا قَدْ رَأَيْتُمْ وَعَلِمْتُمْ وَشَهِدْتُم، وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكُم عَنْ شَيْءٍ فَـإِنْ صَـدَقْتُ فَصَدِّقُونِي، وَإِنْ كَذِبْتُ فَكَذِّبُونِي، اسْمَعُوا مَقَالَتِي وَاكْتُمُوا لِي، ثُمَّ ارْجِعُوا إِلَى أَمْصَارِكُم وَقَبَائِلِكُم مَـنْ آمَـنْتُمُوهُ وَوَثِقْتُم بِهِ فَادْعُوهُم إِلَى مَا تَعْلَمُون فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَنْدَرِسَ هذا الْحَقُّ وَيَذْهَبَ، وَاللهُ مُتِمُّ نُورِه وَلَوْ كَرِهَ الكَافِرُونَ. قَالَ الرَّاوِيُ فَمَا تَرَكَ الْحسينُ شَيْئاً مِمَّا أَنْزَلَ اللهُ فِيهِم إِلَّا تَلَاهُ وَفَسَّرَهُ، وَ لَا شَيْئاً مِمَّا قَالَه رسـولُ اللهِ فِي أَبِيهِ وَأَخِيه وَأُمِّهِ وَفِي نَفْسِه وَأَهْلِ بَيْتِه إِلَّا رَوَاه، وَفِي كُلِّ ذٰلِكَ، يَقُول أَصحابُه اللّهُمَّ نَعْ قد سَمِعْنَا وَشَهِدْنَا وَمِمَّا نَاشَدَهُم (ع) أَنْ قَالَ: أَنْشُدُكُم أَتَعْلَمُونَ أَنَّ عليَّ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ كَانَ أَخَا رسـولِ اللهِ حِيـنَ آخَـى بَيـنَ أَصْـحَابِه، فَآخَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ نَفْسِه، وَقَالَ أَنْتَ أَخِي وَأَنَا أَخُوكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِـرَةِ؟ قَـالُـوا: اللّهُمَّ نَعَمْ، قَالَ: أَنْشُدُكُم هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ اشْتَرَىٰ مَوْضِعَ مَسْجِدِه وَ مَـنَـازِلِـه فَابْتَنَاهُ ثُمَّ ابْتَنَى فِيهِ عَشْرَةَ مَنَازِلَ تِسْعَةً لَهُ وَجَعَلَ عَاشِرَهَا فِي وَسَطِهَا لِأَبِي، ثُمَّ سَدَّ كُلَّ بَابٍ شَارِعٍ إِلَـى الْـمَسْـجِد غَيْرَ بَابِه، فَتَكَلَّمَ فِي ذٰلِكَ مَنْ تَكَلَّمَ، فَقَالَ: مَا أَنَا سَدَدْتُ أَبْوَابَكُمْ وَفَتَحْتُ بَابَه، وَلٰكِنَّ اللهَ أَمَرَنِـي بِسَـدِّ أَبْـوَابِكُم وَفَتْحِ بَابِه، ثُمَّ نَهَى النَّاسَ أَنْ يَنَامُوا فِي الْمَسْـجِد غَيْرَه وَمَنْزِلُه فِي مَنْزِلِ رَسُولِ اللهِ فَـوُلِـدَ لِـرَسُـولِ اللهِ وَلَهُ فِيه أَوْلَادٌ؟ قَالُوا: اللّهُمَّ نَعَمْ. "أَنْشُدُكُم أَفَتَعْلَمُونَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَرَصَ عَلَى كُـوَّةٍ قَـدْرَ عَـيْـنَيه يَدَعُهَا فِي مَنْزِلِه إِلَى الْمَسجِد فَأَبَىٰ عَلَيه، ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ مَسْجِداً طَـاهِـراً لَا يَسْـكُنُهُ غَيْرِي، وَغَيْرَ أَخِي وَبَنِيه؟ قَالُوا: اللّهُمَّ نَعَمْ. أَنْشُدُكُم أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ فِي غَـزْوَةِ تَبُـوكَ: أَنْـتَ مِنِّـي بِـمَـنْـزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَىٰ، وَأَنْتَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي؟ قَالُوا: اللّهُمَّ نَعَمْ. أَنْشُدُكُـم أَتَـعْـلَـمُـونَ أَنَّ رَسُـولَ اللهِ حِيـنَ دَعَـا الـنَّـصَـارَىٰ مِنْ أَهْلِ نَجْرَانَ إِلَى الْمُبَاهَلَةِ لَمْ يَأْتِ إِلَّا بِهِ وَبِـصَـاحِبَتِـه وَابْـنَـيْـهِ قَـالُـوا: اَلـلّٰهُـمَ نَـعَـمْ. أَنْشُدُكُم أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ دَفَعَ إِلَيْهِ اللِّوَاءَ يَوْمَ خَيبَر، ثُمَّ قَـالَ: لَأَدْفَـعُـهُ إِلَـى رَجُلٍ يُحِبُّهُ اللهُ وَرسولُه، وَيُحِبُّ اللهَ وَرسولَهُ كَرَّاراً غَيْرَ فَرَّارٍ فَيَـفْتَحُهَا اللهُ عَلَىٰ يَدِهِ؟ قَالُوا: اللّهمّ نَعَم. أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رسولَ اللهِ بَعَثَهُ بِالْبَرَائَةِ وَقَالَ لَا يُبَلِّغُ عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ رَجُلٌ مِنِّي؟ قَالُوا: اللّهمّ نَعَم. أَتَـعْـلَـمُـونَ أَنَّ رسولَ اللهِ لَمْ يَنْزِلْ بِه شِدَّةٌ قَطُّ إِلَّا قَدَّمَهُ لَهَا، ثِقَةً بِه، وَإِنَّهُ لَمْ يَدْعُه بِاسْمِه قَطُّ، إِلَّا يَقُولُ يَا أَخِي! قَـالُـوا: اَلـلّٰهُـمَّ نَـعَـمْ. أَنْشُـدُكُـم أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رسولَ اللهِ قَضَىٰ بَيْنَهُ وَبَيْنَ جَعْفَرٍ وَزَيْدٍ فَقَالَ: يَا عَلِيُّ أَنْتَ مِنِّي

[۳۷] تابعین اسے کہا جاتا ہے جس نے خود رسول اللہؐ کو درک نہیں کیا ہو بلکہ اصحاب پیغمبرؐ کے ہمراہ رہے ہوں، جبکہ صحابی اسے کہتے ہیں جس نے حضور مقبولؐ کو درک کیا اور ان کی زیارت کی ہو۔

وانامِنک وانتَ وَلیُ کُلّ مؤمنٍ بَعْدی؟قالُوا: اللّٰھُمّ نَعَمْ.اَنْشِدُکُم اتَعْلَمُونَ اَنّہ کانَتْ لَہُ مِنْ رَسُولِ اللہِ کُلَّ یَوْمِ خَلْوۃٌ، وکُلّ لَیْلَۃٍ دخْلۃٌ،اِذاسَألَہُ أعْطاہ،واذاسکت اَبْداہ ؟قالُوا اللّٰھُمّ نعمْ.اُنشدُکُمْ باللہِ اتَعْلَمُونَ انَّ رسولَ اللہِ فضَّلَہُ عَلیٰ جعْفرٍوحَمْزۃِحینَ قالَ لفاطِمَۃَ عَلَیْھاالسَّلامُ:زَوَّجْتکِ خَیْرَاَھْلِ بَیْتی،اَقْدَمَھُم سِلْماوَاَعْظَمَھُم عِلْماً؟ قالُوا اللّٰھُمّ نَعَم.فَلَمْ یَدَعْ(ع)شَیْئاًاَنْزَلَہُ اللہُ فی علیّ بْن ابیطالب خاصَّۃًوفی أھْلِ بَیْتہ منَ القُرآن ولاعَلیٰ لسانِ نَبیِّہِ الاَنَاشَدَھُم فَیَقُول الصَّحابَۃُ اللّٰھمّ نعمْ قَدسَمِعْناہ،ویقُولُ التابعُ: اللّٰھمّ نَعَمْ ،قدحدّثَنیہ مَنْ اَثِقُ بِہِ فلانٌ وفلانٌ.ثمّ ناشَدَھُم أنّھم قَدْسَمِعُوہ (رسولَ اللہ)یقولُ :مَنْ زَعَمَ انّہ یُحِبُّنی ویبغِضُ عَلِیّاً ،فقدکَذَب ؟ لَیسَ یُحِبّنی ویبغضُ علیاً،فقالَ لہ قائلٌ :یارسولَ اللہِ،وکیف ذلک ؟قالَ .لانّہ منّی وأنامنہ،مَنْ اَحَبَّہ فَقَدْ اَحبَّنی ومن احبَّنی فقداَحبَّ اللہ،ومن اَبغَضَہ فقداَبْغضنی ومن اَبْغَضَنی فَقَدابْغَضَ اللہ ؟فقالُوا:اللّٰھمّ نَعَمْ. قَدْ سَمِعْناہ وَتفَرّقُوا علی ذلک

''حمد وثنائے الٰہی کے بعد!

بتحقیق اس سرکش انسان نے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے ساتھ کیا کیا آپ حضرات بخوبی واقف ہیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھنے پر گواہ بھی ہیں، اب میں آپ حضرات سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اگر سچ کہوں تو ضرور تصدیق فرمائیں اور اگر غلط گوئی ہو تو اس کی ضرور تکذیب کریں، البتہ میری باتوں کو غور سے سماعت فرما کر اسے مخفی اور پوشیدہ رکھیں اور جب اپنے لوگوں میں واپس جائیں تو جن پر آپ کا اعتماد ہو انھیں حقیقت سے آشنا کریں، کیونکہ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ کہیں حق کو پرانا گردان کر ختم نہ کر دیا جائے البتہ خدا اپنے نور کا محافظ ہے اگر چہ کافروں کو یہ بات گراں ہی کیوں نہ گزرے۔

پھر امام نے وہ تمام آیات جو اہل بیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں تلاوت اور تفسیر بیان فرمائی اور اس طرح پیغمبرؐ کی وہ روایات جو آپؑ کے والد حضرت علیؑ اور والدہ فاطمہ زہرؑا اور خود آپ کے بارے میں تھیں بیان فرمائیں۔

ہر ایک پر تمام حاضرین اور اصحاب نے تصدیق کی اور کہا: قسم بخدا ہم نے یہ سب کچھ سنا ہے اور گواہ رہے۔

❁ میں تم سے قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا علیؑ بن ابی طالبؑ وہی نہیں جنھیں رسول اللہؐ نے عقد اخوت کے موقع پر جب تمام اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنا رہے تھے تو انھیں اپنا بھائی فرمایا، اس وقت حضورؐ نے فرمایا: ''اے علیؑ! دنیا و آخرت میں تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں۔''

سب یک زبان ہو کر بولے! قسم بخدا سچ ہے۔

❁ قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو، رسول اللہؐ نے اپنی مسجد اور ساتھ دس گھروں کیلئے زمین مول لے کر مکانات تعمیر کروائے جن میں سے نو اپنے لئے اور ایک میرے والد کیلئے مختص فرمایا۔

اس کے بعد مسجد میں کھلنے والے تمام دروازوں کو مسدود کروایا مگر ان کا دروازہ کھلا رہنے دیا، چنانچہ یہ واقعہ سبب بنا کہ بہت سے لوگوں نے زبان اعتراض کھولی۔ بس اس وقت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہارے دروازوں کو بند اور اس کے دروازے کو کھلا رہنے کا حکم نہیں دیا ہے، بلکہ یہ خدا ہے جس نے تمہارے دروازوں کو بند اور اس کے دروازے کو کھلا رہنے کا دستور صادر فرمایا ہے اور فرمایا ان کے علاوہ آج کے بعد کوئی مسجد میں سونے کا حق نہیں رکھتا، اے لوگو! ان کا گھر رسول اللہؐ کے گھر میں تھا، چنانچہ ان کی اور رسول اللہؐ کی اولاد اس مقدس مقام پر متولد ہوئی؟

سب یک زبان ہو کر گویا ہوئے، قسم بخدا تصدیق کرتے ہیں۔

❁ قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا عمرؓ بن خطاب نے دو آنکھوں کے برابر اپنی ایک چھوٹی سی کھڑکی مسجد کی طرف کھلوانے کی تمام تر کوشش نہ کی؟ مگر رسول اللہؐ نے اجازت نہ دیتے ہوئے خطبہ ارشاد فرمایا: بلا شبہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ مسجد کو پاکیزہ قائم رکھو، لہٰذا میرے علاوہ فقط میرے بھائی اور اس کی اولاد مسجد میں رہ سکتی ہے؟

سب یک زبان ہو کر بولے، قسم بخدا ہم تصدیق کرتے ہیں۔

❁ قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو پیغمبر اسلامؐ نے انھیں غدیر خم کے روز منصوب فرمایا اور بلند آواز سے ان کی ولایت کا اعلان فرمایا حتیٰ حاضرین کو حکم دیا کہ غائبین تک اس اعلان کی اطلاع پہنچا دیں۔

سب نے خدا کی قسم کھا کر تصدیق کی۔

❁ قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو، رسول اللہؐ نے غزوۂ تبوک میں فرمایا: تمہارا مقام میری نسبت ویسی ہی ہے جیسے ہارون کا موسیٰ سے ہے، تم میرے بعد ہر مومن پر ولی اور فرمانروا ہو؟

سب نے تصدیق کا اظہار کیا۔

❁ قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو، پیغمبر اسلامؐ نے جب نجران کے نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی تو اپنے ہمراہ انھیں، انکی زوجہ اور دو فرزندوں کے علاوہ کسی اور کو نہ لائے؟

سب نے تصدیق کا اظہار کیا۔

❁ قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو، حضرتؐ نے روز خیبر پرچم جنگ ان کے ہاتھوں میں یہ کہہ کر دیا، یہ علم اس مرد کو دوں گا جسے خدا اور اس کا رسولؐ دوست رکھتے ہوں گے اور وہ بھی خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہوگا، وہ ایسا حملہ آور ہے جس کے فرار کا تصور نہیں، چنانچہ خداوند متعال نے انہی کے ہاتھوں کامیابی نصیب فرمائی؟

سب گویا ہوئے ہم تصدیق کرتے ہیں۔

- قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو، رسول اللہؐ نے انھیں سورۂ برأت کی تبلیغ کیلئے یہ فرما کر روانہ کیا اس کو بجز میرے یا وہ مرد جو مجھ سے ہو کوئی ابلاغ نہیں کرے؟

سب نے تصدیق کا اظہار کیا۔

- قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو حضورؐ پر جو بھی سختی اور دشواری وارد ہوئی تو آپؐ اُسے دفع کرنے کیلئے انتہائی وثوق و اعتماد کے ساتھ علی بن ابی طالب کو روانہ فرماتے اور آپؐ نے کبھی انھیں بھائی کے علاوہ نام لے کر نہیں پکارا اور فرماتے تھے میرے بھائی کو لے آؤ؟۔

سب نے تصدیق کی، ہاں!

- قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرمؐ نے ان کے اور جعفر و زید کے درمیان قضاوت کی تو ان سے فرمایا، اے علی! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے اور میرے بعد ہر مومن کے ولی اور فرمانروا ہو؟

سب نے یک زبان ہو کر کہا سچ ہے۔

- قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ علی ابن طالب کو ایک اہم امتیاز حاصل تھا وہ ہر روز رسول خداؐ سے خصوصی ملاقات کرتے اور ہر شب حضرتؐ کے خاص دیدار کو تشریف لے جاتے وہ حضرتؐ سے جو شے مانگتے فوراً انھیں مل جاتی تھیں اگر انھیں چپ لگ جاتی تو حضرت ان سے آغاز سخن فرماتے؟

سب نے جواب دیا ہم تصدیق کرتے ہیں۔

- قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم جانتے ہو رسول اللہؐ نے علی بن ابی طالبؑ کو حضرت جعفرؓ، حمزہؓ پر فاطمہ زہراءؑ سے ازدواج کے وقت یہ فرما کر برتری عطا کی، اے فاطمہ! میں اپنے خاندان کے بہترین انسان سے تمہارا عقد کر رہا ہوں جو اسلام کے اعتبار سے سب پر مقدم حلم و بردباری میں دوسروں سے افضل اور علم و دانائی میں تمام لوگوں سے زیادہ دانشمند ہے؟

سب نے تصدیق کی ہاں!

- قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: میں آل آدم میں زیادہ اہمیت کا حامل ہوں میرا بھائی علی آقا و سردار عرب ہے، فاطمہؑ زنان بہشت کی سردار ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اہل بہشت کے سید و سردار ہیں؟

جواب دیا ہاں!

✿ قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو رسول اللہؐ نے علی بن ابی طالبؑ کو بعد از رحلت اپنے غسل پر مامور فرمایا اوران سے فرمایا: علی میرے غسل میں جبرئیل تمہاری مدد کریں گے؟

سب نے یک زبان ہوکر کہا جی ہاں سچ ہے۔

✿ قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو، رسول اللہؐ نے ظاہری زندگی کے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا: میں تمہارے درمیان دوگراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت اہل بیت پس ان سے تمسک رکھنا تاکہ ہرگز گمراہ نہ ہونے پاؤ گے۔

سب نے جواب دیا: خدا کی قسم ہاں!۔

الغرض حضرت امام حسینؑ نے اس محفل میں جو قرآنی آیات اور روایات پیغمبرؐ، حضرت علیؑ اور آل علیؑ کی فضیلت میں ارشاد فرمائی تھیں کسی کو فروگزار نہ کیا اور ہر ایک پر انھیں قسم دے دے کر شہادت طلب کی جس پر تمام اصحاب نے گواہی دی، جبکہ تابعین حضرات نے فرمایا: جی ہاں اعتماد و وثوق کے قابل فلاں فلاں صاحبان نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

✿ تب امام حسینؑ نے قسم دے کر پوچھا کیا تم نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا: جو یہ گمان کرے کہ میرا دوست دار ہے مگر علیؑ سے نفرت کرے وہ جھوٹا ہے، کیونکہ ایک ہی وقت مجھ سے محبت اور علیؑ سے نفرت ناممکن ہے، چنانچہ محفل رسول میں موجود ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ یہ کیونکر ممکن ہے؟ فرمایا: یہ اس لئے کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں جو بھی اس سے پیار کرے بلاشبہ مجھ سے پیار کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرے گویا خدا سے محبت کرتا ہے، اسی طرح جو اس سے دشمنی اور بغض رکھتا ہو یقیناً وہ مجھ سے دشمنی اور نفرت کرتا ہے اور یہ واضح سی بات سے جو مجھے مبغوض رکھے وہ خدا کا دشمن ہے۔

سب نے کہا قسم بخدا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اس روایت کو بھی سنا ہے۔

خطاب ختم ہونے پر تمام اصحاب و تابعین منتشر ہو گئے۔

امام حسینؑ سے نقل ہونے والے گذشتہ خط اور اس خطاب سے جو معاویہ کی موت سے ایک سال قبل واقع ہوا صاف ظاہر ہوتا ہے، جس طرح امام نے بار ہا بار اپنے اصحاب اور یاران سے تذکرہ کر چکے تھے اس وقت مسلحانہ قیام کو مصلحت نہیں سمجھتے تھے اور معتقد تھے جب تک معاویہ زندہ، اگر آپ قیام کریں چاہے مارے جائیں یا زندہ رہیں معاویہ کے فریبکارانہ، جھوٹے، مسموم اور خلاف واقع تبلیغات کے بمباری میں امام کی تحریک بیہود، بے ثمر اور مطلوبہ نتیجہ نہیں بخشے گا۔

مگر ان تمام کے باوجود امام اس دور میں بھی مناسب موقع پاتے ہی بہت سے سربستہ رازوں کو افشاء اور

عوام کو حقیقت حال سے آشنا اور بے دریغ اپنی ذمہ داری پر عمل کرتے ہوئے انھیں متوقع خطرات سے ہوشیار فرماتے رہے۔

مرگ معاویہ

طبری اور دوسروں نے ۶۰ ہجری کے حوادث میں لکھا ہے، امسال ماہ رجب میں معاویہ کی موت واقع ہوئی اس نے انیس سال اور چند ماہ خلافت کی تھی کہ پچھتر (۷۵) سال یا زیادہ عمر میں موت آگئی۔ تاریخ کا بیان ہے وہ آخر ایام میں اپنے کیے ہوئے اعمال جن میں خاص طور پر حجر بن عدیؒ کے قتل پر جو اس کے حکم سے ہوا تھا بظاہر پریشان حال تھا، لہٰذا اس نے ان جملوں کو کئی بار دھرایا:

وَیلِي مِنکَ یَاحُجر اِنَّ لی مَعَ ابنِ عَدِیٍ یَوماً طَویلا ''اے حجر! تیرے قتل کی وجہ سے مجھ پر وائے ہو بلاشبہ پسر عدی کے مقابل (عدل الٰہی میں) طولانی دن گزارنا پڑے گا۔'' ۳۹

اور ابن اثیر کی کامل التواریخ کے مطابق، معاویہ نے وصیت کی:

''مرنے کے بعد میرے ذاتی اموال میں سے آدھا مال بیت المال کے خزانے میں جمع کروادیا جائے تاکہ باقی ماندہ دولت پاک ہو جائے۔'' ۴۰

اسی طرح ایک اور مقام پر نقل ہوا ہے، معاویہ نے ہنگام مرگ وصیت کی:

''میں نے رسول اللہ کا عطا کردہ پیراہن اور آپؐ کے تراشے ہوئے ناخن جنھیں میں نے جمع کیا تھا نہایت حفاظت کے ساتھ رکھے ہیں، لہٰذا پس از مرگ اس پیراہن کو مجھے پہنایا جائے اور ناخن پیس کر چشم و دھان پر بکھیر دیا جائے شاید خدا اسی کی برکت سے مجھ پر رحم کرے۔'' ۴۱

مؤلف لکھتے ہیں:

اس سے قطع نظر کہ یہ نقل اور روایات معتبر سند نہیں رکھتیں۔ اگر بفرض محال یہ بات صحیح بھی ہوتب بھی ایک سوال سامنے آتا ہے، کیا رسول خداؐ نے جو پیراہن معاویہ کو دیا یا حضرتؐ کے ناخن معاویہ کو قتل و غارتگری اور بے تحاشہ جرائم کے مقابل عذاب الٰہی سے نجات کا سبب بن سکتے ہیں؟!

یہ بات تو تاریخ، روایات اور واقعات میں کہنہ ہو چکی ہے، ایسی ندامت، پریشان حالی اور پشیمانی تاریخ اسلام کے بہت سے ستمگروں، ظالموں اور بے رحم انسانوں کو ہنگام مرگ لاحق ہوتی ہیں جس کا ایک نمونہ معاویہ کے ہم نشین ستمگر عمرو بن عاص کی اختتام زندگی میں نظر آتا ہے جو زندگانی امیر المومنینؑ کی جلد دوم میں تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے، لہٰذا قرآن مجید میں موجود اقوال الٰہی اور اہل سنت کے بہت سے بزرگ علماء کے اقوال ایسی پشیمانی کو بے ثمر شمار کرتے ہیں البتہ ہم نے اثبات کی ہے کہ ہنگام مرگ ایسی توبہ گوئیاں بے سود ہوا کرتی ہیں۔ ۴۲

مرتے وقت یزید کو معاویہ کی وصیت

ابن اثیر اور طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے، جب معاویہ کی موت نزدیک آئی تو اپنے بیٹے یزید کو بلا کر کہا:

"اے میرے بیٹے میں نے تمام سخت امور اور نشیب و فراز تیرے لیے ہموار کر دیئے ہیں اور بہت سے کام سنوار دیئے اسی طرح دشمنوں کو تیرے لیے رام اور عرب گروہ کو تیرے لیے خاضع بنا دیا ہے، جبکہ کوئی کسی کیلئے ایسا نہیں کرتا اب اہل حجاز کو خاص اہمیت دینا تیرا کام ہے جو تیرے لیے اصل و بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں، لہذا اگر ان میں سے کوئی ملاقات کو آئے تو ان کا اکرام ضرور کرنا اور اگر کوئی غائب و پنہان ہو تو اس کی احوال پرسی کرنا۔

اہل عراق کا خاص خیال رکھنا اگر وہ تم سے ہر روز حاکم کی معزولی چاہیں تو یقیناً اس کام کو کرنا کیونکہ فرمانروا کو عزل کرنا تجھ پر لاکھوں تلواروں کے کھینچنے سے زیادہ آسان ہے، اہل شام کے بارے میں بھی خاص توجہ دینا یہ تیرا حفاظتی سرمایہ اور ذخیرہ بنے رہیں، تا کہ اگر اپنے دشمن کے ارادے خراب دیکھو تو ان سے مدد لینا، البتہ انھیں جنگ تمام ہونے کے بعد فوراً شام روانہ کر دینا کیونکہ اگر دوسرے شہر میں رہ گئے تو ان کا اخلاق تبدیل ہو جائیگا۔

مجھے امر خلافت میں نزاع کا کسی سے خوف نہیں بجز چار حضرات: حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے، لیکن عبداللہ بن عمر ایسا عبادت گزار انسان ہے جسے عبادت نے آرام طلب بنا دیا ہے، لہذا سب کی بیعت کا سن کر وہ بھی بیعت کر لے گا اور حسین بن علی ایک خوددار انسان ہے جسے اہل عراق نہیں چھوڑیں گے اور قیام پر ضرور ابھاریں گے اگر اس نے قیام کیا اور تو اس پر غالب آ گیا تو درگزر سے کام لینا کیونکہ وہ صلہ رحمی اور عظیم حق اور پیغمبر اسلامؐ سے زیادہ نزدیک رشتہ داری میں ہیں اور ان کی جانب سے (لوگوں پر) حق رکھتا ہے، جبکہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر وہی کرے گا جو اسکے دوست کریں گے، اسے عورتوں اور لہو و لعب کے علاوہ کسی سے سروکار نہیں رہا عبداللہ بن زبیر تو وہ شیر کی طرح تو حملہ کرے گا اور لومڑی کی مانند تجھے فریب دے گا، لہذا اگر اس نے ایسا کیا اور تو غالب آ گیا تو اسکے ایک ایک ساتھی کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا، اس کے لوگوں کا جتنا خون بہا سکو بہا دینا۔ [۴۳]

یہ تھا وہ وصیت نامہ کا متن جسے تاریخ نویسوں نے نقل کیا ہے، جبکہ بہت سے اہل نظر اور تحقیق اس کے جعلی اور خودساختہ ہونے پر خود متن سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے، وصیت نامہ بنانے والوں کا ہدف معاویہ کے حلم اور اس کی بردباری، اہل حجاز اور خاندان رسول اللہؐ کے ساتھ احسان و نیکی کرنے کی

مثال پیش کرنا تھی، تا کہ یزید کے جرائم کا بوجھ معاویہ اور اس کے بے شرم خاندان کے کاندھوں سے اٹھایا جاسکے، اسی طرح کی اور بہت سی خود ساختہ روایات مختلف کتابوں میں نقل ہوئی ہیں جنکا یہاں نقل کرنا ضروری نہیں۔ ۴۴

وصیت نامے کے جعلی ہونے پر مندرجہ ذیل چند امور شواہد کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ اس وصیت نامے میں محمد بن ابی بکر کا نام آیا ہے، جبکہ تاریخ گواہ ہے کہ انھیں کئی سال پہلے خود معاویہ کی سازش کا شکار بنا کر اس جہان سے رخصت کر دیئے گئے تھے۔

۲۔ طبری، ابن اثیر اور دیگر مورخین کا بیان ہے کہ یزید مرگ معاویہ کے وقت شام میں موجود نہ تھا، بلکہ حوارین نامی سرزمین پر زندگی گزار رہا تھا جہاں اسے بیماری یا موت کی خبر سنائی گئی تھی، تا کہ وہ جلد از جلد شام لوٹ آئے جبکہ وصیت نامے کی ابتداء میں آیا ہے کہ معاویہ نے یزید کو اپنی بالین پر بلا کر مذکورہ وصیت کی، لہٰذا شاید اسی وجہ سے ابن اثیر نے وصیت نامے کے بعد لکھا ہے، بعض کہتے ہیں معاویہ نے وصیت نامہ دو افراد ضحاک بن قیس اور مسلم بن عقبہ کے سپرد کیا، تا کہ وہ یزید تک پہنچادیں۔

۳۔ اہل حجاز کے ساتھ نیکی اور احسان کی سفارش دوسری اور روایات سے تردید کرتی ہے جنھیں مورخین نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے یزید سے کہا: آخر الامر اہل مدینہ تیری مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے، لہٰذا اگر ایسا ہو تو انھیں کچلنے کیلئے مسلم بن عقبہ کو جو ہمارا با اعتماد آدمی ہے روانہ کر دینا۔ ۴۵

اہل مطالعہ خوب جانتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ وہ جلاّد اور خونخوار آدمی ہے جس نے یزید بن معاویہ کے حکم پر شہادت امام حسینؑ کے بعد اہل مدینہ کو واقعہ "حرّہ" میں سرکوب کرنے کیلئے مرقد پیغمبرؐ کے نزدیک مدینہ جیسے مقدس شہر کے لوگوں پر وہ مظالم روا رکھے جسے نقل کرنے سے قلم شرمسار ہے۔

۴۔ اسی طرح اہل عراق کے بارے میں سفارش کا وہ جملہ جس میں کہا گیا: اگر وہ کسی گورنر کو معزول کروانا چاہیں تو اسے فوراً عزل کر دیں، دیگر نقل ہونے والی روایات سے تناسب نہیں رکھتا، کیونکہ خود معاویہ نے یزید سے عبید اللہ بن زیاد کو عراق کا گورنر منسوب کرنے کی تاکید کی ۴۶ جو ظلم و تجاوز اور خونخواری میں اموی سلطنت کا خاص فرد تھا جس نے شہادت امام حسینؑ اور واقعہ کربلا میں حضرتؑ اور آپؑ کے خاندان عصمت کے ساتھ عجیب انداز ظلم روا رکھا جس کی وجہ سے آج تاریخ اسلام کا چہرہ سیاہ نظر آتا ہے اسی شخص نے پوری دنیا، تمام ملل و اقوام اور دوست دشمنوں کے درمیان یزید کو منفور اور ملعون شمار کروایا۔

۵۔ بہرحال یہ وصیت نامہ خود کردار معاویہ کے بھی منافی ہے، وہ یزید سے حسین بن علیؑ کیلئے وصیت

کرے کہ اگر حسینؑ نے قیام کیا اور تم کامیاب ہو گئے تو درگزر اور نیکی سے کام لینا، کیونکہ اس کا رحم اور خاندان اونچا ہے، لیکن خود نے امام حسنؑ کے ساتھ جو بالکل امام حسینؑ والی تمام خصوصیت کے مالک تھے ایسا نہ کیا، جبکہ امام حسنؑ تو صلح کر کے خلافت سے ہاتھ اٹھا کر مدینہ میں عبادت، تبلیغ اور ذاتی امور میں مصروف رہے، پھر بھی انھیں جعدہ بنت اشعث کے ذریعے مسموم کروادیا وہ بھی تو رسول اللہؐ سے نزدیکی رشتہ رکھتے تھے۔ اسی طرح خود امام حسینؑ کے ساتھ کون سے لحاظ وادب کا خیال رکھا؟ چنانچہ جب یزید کی بیعت کیلئے مدینہ گیا تو آپؑ سے انتہائی بے ادبی سے گفتگو کی حتی حضرتؑ کو بیٹھنے کو بھی نہ کہا اور دو جلاد کھڑے کر دیئے کہ اگر میری مخالفت کریں تو سر قلم کر دیا جائے۔

کیا یہی معاویہ نہ تھا جس نے رُشید ہجری اور حجر بن عدی کو ان کے ساتھیوں کے ہمراہ فجیع طریقے سے شہید کروایا؟

بہر حال مجموعی طور پر نقل شدہ اس وصیت نامے میں جھوٹے اور خود ساختہ ہونے کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ یقیناً سلطنت بنی امیہ کے دروغ پردازوں نے اسکے ذریعے معاویہ کے کاندھوں کو اہل بیتؑ پر کیے ہوئے مظالم کے جرم سے سبک کر کے اسکے بیٹے یزید کے دوش پر ڈالنے کی کوشش کی ہے یعنی یزید نے مقدسات اسلام کی توہین معاویہ کی اجازت سے نہیں بلکہ اسکے دستورات کے خلاف انجام دی ہے گویا معاویہ کا یزید کے شرم انگیز کارناموں سے کوئی واسطہ نہیں۔

حاشیہ وحوالہ جات

۲ [تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۵ پر یوں نقل ہوا ہے کہ مغیرہ نے معاویہ سے اس طرح کہا: " یاامیرالمؤمنین کبرت سنّی وضعفتْ قوّتی وعجزت عن العمل وقدْ بلغتْ من الدّنیا حاجتی واللّٰہ ما آسی علی شیْءٍ منْها الّا علی شیْءٍ واحدٍ قدرت بہ قضاء حقّک ووددْتُ انّہ لا یفوتنی اجلی وانّ اللّٰہ احْسن علی معونتی .قال، وماھو؟ قال :کنْت دعوْت اشراف الْکوفہ الی البیعۃ لیزید بن امیرالمؤمنین بولایۃ الْعھْد بعْد امیرالْمؤمنین فأجابوا الی ذلک ووجدْتھم سراعاً نحْوہ ، فکرھْتُ انْ اُحْدِث امراً دونَ رأی امیرالمؤمنین فقدمت لاشافھہٗ بذلک وأسْتعفیہ من العمل ؟ "اور یہی بات سبب بنی کہ معاویہ نے کوفہ کی امارت اسی کے پاس باقی رہنے دی بلکہ قسم دے کر کہا۔" فنشدتک باللّٰہ الّا رجعت فتمّمت ھذا " پس جب یہ معاویہ کے پاس سے واپس آیا تو اپنے غلام سے کہا: " فواللّٰہ وضعْت رجل معاویۃ فی غرْزٍ لایخْرجھا الا سفک الدّماء!" "وضعْت رجل معاویۃ فی غرزٍ بعید الغایۃ علی امّۃ محمّدٍ وفتقْتُ علیھم فتْقاً لا یرْتق ابداً"]

۳ [کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۰۳]

۴ [کامل ابن اثیر، ج ۳ ص ۵۰۴]

۵ [زندگانی امیرالمؤمنانؑ ج ۲ ص ۲۷۷ مؤلف ہذا]

۶ [تاریخ یعقوبی میں اس طرح آیا ہے کہ جب معاویہ کا خط زیاد بن ابیہ تک پہنچا تو اس نے اپنے خاص مشیر سے کہا: "معاویَۃَ وَقُلْ لَہٗ:یاامیرَالمُؤْمنینَ اِنّ کتابَکَ وَرَدَعَلَ بِکَذاقمایَقولُ النّاسُ اِذادَعوْناھُمْ اِلیٰ بَیْعَۃِ یَزیدَوَھُوَیَلعَبُ بِالکِلابِ وَالقُرُودوَیَلبَسُ المُصْبَغَ وَیُدْمِنُ الشّرابَ ویُمْسِ عَلَی الدُّفُوفِ،وَبِحَضْرَتِھِمْ الحُسَیْنُ بْنُ علی وعَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَباسٍ وَعَبْدُاللّٰہِ بنِ الزُّبَیْرِوَعَبْدُاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ وَلکِنْ تَأْمُرُہٗ یَتَخَلّقُ بِاَخْلاقِ ھٰؤلاءِ حَوْلاًاَوْحَوْلَیْنِ فعسانااَنْ نُمَوِّہَ عَلَی النّاسِ"

اور جب معاویہ نے یہ جواب پایا تو طیش میں آ کر بولا۔"وَیْلی عَلی ابْنُ عَبیدالقَدْبَلَغنی اَن الحادی حدالہ اَنّ الْاَمیرَبَعْدی زِیاد،واللّٰہ لأَرُدَّنَہٗ الی اُمِّہ سُمَیَۃَ وَالیٰ اَبیہِ عُبَیدا" (تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۶۰) عربوں میں معروف ضرب المثل ہے کہ (وَیلٌ لِمَن کَفَّرَہٗ نُمرود) وائے ہو اس پر جس کی نمرود تکفیر کرے) بہرحال یزید اتنا پست ہو چکا تھا کہ زیاد بن ابیہ جو خود حلال زادہ نہیں تھا اور فساد وظلم وعصیان کا مجسمہ تھا وہ بھی یزید کی ولی عہدی کو معاویہ کے حق میں بہتر نہ جانتے ہوئے اسے منفی رائے دے رہا تھا]

۷ [کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۵۰۵]

۸ [مناقب ومثالب قاضی نعمان مصری، ص ۸، ۶، اس مقام پر معاویہ اور اس کے طرفداروں کیلئے ان آیات کی تلاوت مناسب ہوگی۔ اَفَرَأَیتَ مَن اتَّخَذَاِلٰھَہٗ ھَواہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰہُ اللّٰہ عَلی علمٍ (جاثیہ،۲۳) ,وَلاتُطِع مَن اَغفَلنَاقَلبَہٗ عَن ذِکرِنَاوَاتَّبع ھواہُ (کہف۔۲۸) "وَمَن اَضَلُّ مِمَّنِ اتّبَعَ ھَواہُ بِغَیرِھُدًی مِن اللّٰہ،، (قصص،۵۰) اوراسی طرح دیگر آیت]

۹ [حیاۃ الامام الحسینؑ، ج۲، ص۱۹۷]

۱۰ [اوفیات الاعیان، ج۵، ص۳۸۹]

۱۱ [البدایۃ والنھایۃ، ج۸، ص۸۰]

۱۲ [''معاویہ اپنے فرزند کو دورخی اور نفاق کا درس دے رہا ہے: اے یزید! اپنا دن تو علم و معارف کے حصول میں گزار دے لیکن رات تمہاری اپنی ہے اور جب وہ زیادہ گہری ہو جائے تو جو دل چاہے انجام دینا کیونکہ کتنے ہی فاسق ہیں جنھیں تم سمجھتے ہو کہ وہ رات عبادت میں گزارتے ہیں جبکہ بہت ہی عجیب کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔'' البدایہ والنھایہ: ج۸، ص۹۲۲]

۱۳ [''یعنی اگر چہ میرا نام مسکین ہے لیکن میں قوم کے ایک بزرگ کا فرزند ہوں۔ اے ابن عامر، مروان اور سعید کیا یہی نہیں کہ خدا جہاں چاہے اپنی خلافت کو رکھ دیتا ہے، خدا نے جس منبر کو خالی رکھا تھا اس پر یزید کو خدا نے ہی بٹھایا ہے، ہر انسان و ہر قوم کیلئے خوشی کا پرندہ ہوتا ہے اور بنی امیہ کا مسرت آور پرندہ یزید ہے، اے یزید! تو ایسی حیثیت کا مالک ہوا ہے کہ لوگ مبارک باد کیلئے آرہے ہیں تیرے باپ معاویہ کی سخاوت کا کیا کہنا کہ ابھی تک دیگوں کے نیچے آگ روشن ہے''۔ چنانچہ اس نشست کے بعد معاویہ اور یزید کے ہاتھوں علیحدہ علیحدہ اس دروغ گوئی پر انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ اغانی ابوالفرج، ۲، ص۲۱۲]

۱۴ [''آپ ایسے حاکم ہیں کہ ایک دوسرے آپ کی اطاعت کریں، آپ کی ہیبت سے پہاڑ ہٹ جاتے ہیں۔ آپ کی سلطنت کی شان یہ ہے کہ ایک کو نافرات دوسرا نیل اور تیسرا بلخ و دجلہ سے جڑا ہوا ہے ان سب کی آمدنی آپ کو مبارک ہو۔'' حیاۃ الامام الحسین بن علیؑ، ج۲، ص۱۹۸]

۱۵ [ترجمہ مقاتل الطالبین (ابوالفرج) مترجم مؤلف ھذا، ص۶۹، ۷۰]

۱۶ [استیعاب در حاشیہ الاصابہ، ج۲، ص۴۰۰]

۱۷ [استیعاب در حاشیہ الاصابہ، ج۲، ص۳۹۳، حیاۃ الامام الحسینؑ، ج۲، ص۲۱۶]

۱۸ [شرح نہج البلاغہ، ج۲، ص۶]

۱۹ [تاریخ طبری، ج۶، ص۱۳۳، قاموس الرجال، ۵، ص۸، ۹، ابن اثیر اپنی کتاب کامل (ج۳، ص۴۶۲) میں ابی سوار عدی سے روایت کی ہے کہ: سمرۃ بن جندب نے ایک روز میں ہماری قوم کے ۴۷ قاریان قرآن (اور حفاظ قرآن) کو قتل کیا)]

۲۰ اور ۲۱ [کامل التواریخ، ج۳، ص۴۶۲، ۴۵۰]

۲۲ [تاریخ یعقوبی، ج۲، ص۱۷۱]

۲۳ [شرح ابن ابی الحدید، ج۳، ص۱۵]

۲۴ [رجال کشی، ھند، ص۳۲،

''اِعْلَمْ أَنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كِتَاباً لَایُغَادِرُ صَغِیرَةً وَلَا كَبِیرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا، وَلَیْسَ اللّٰهُ تَعَالَی بِنَاسٍ أَخْذَكَ بِالظِّنَّةِ وَقَتْلَكَ أَوْلِیَاءَهُ عَلَی التُّهَمِ وَنَفْیَكَ لَهُمْ عَنْ دُورِهِمْ إِلَی دَارِ الْغُرْبَةِ، أَوَلَسْتَ قَاتِلَ

حُجْرٍ أخا كِنْدَةِ وَالْمُصَلِّينَ الْعَابِدِينَ الّذِينَ كَانُوا يُنْكِرُونَ الظُّلْمَ وَيَسْتَعْظِمُونَ الْبِدَعَ، وَلا يَخافُونَ في اللهِ تَعالىٰ لَوْمَةَ لائِمٍ؟ أَوَلَسْتَ قاتِلَ عَمْرِوبْنِ الْحَمِقِ صاحبِ رَسُولِ اللهِ (ص) الْعَبْدِ الصّالِحِ الّذِي أَبْلَتْهُ الْعِبادَةُ فَنَحِلَ جِسْمُهُ وَاصْفَرَّلَوْنُهُ بَعْدَما آمَنْتَهُ وأَعْطَيتَهُ من عُهُودِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ مالَوأَعْطَيْتَهُ طائِراًلَنَزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَأْسِ جَبَلٍ، جُرْأَةً مِنْكَ عَلىٰ رَبِّكَ وَاسْتِخْفافاًبِذالِكَ الْعَهْدِ؟ أَوَلَسْتَ الْمُدَّعِي (ابْنَ سُمَيَّة) الْمَوْلُودَ عَلىٰ فِراشِ عُبَيْدِ ثَقِيفٍ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ مِنْ أَبِيكَ وَقَدْقالَ رَسُولُ اللهِ (ص) اَلْوَلَدُلِلْفِراشِ وَلِلْعاهِرِ الْحَجَرُ؟ فَتَرَكْتَ سُنَّةَ رَسُولِ اللهِ (ص) تَعَمُّداً، وَاتَّبَعْتَ هَواكَ بِغَيْرِهُدًى مِنَ اللهِ تَعالىٰ، ثُمَّ سَلَّطْتَهُ عَلىٰ الْعِراقَيْنِ يَقْطَعُ أَيْدِيَ الْمُسْلِمِينَ وَيَسْمُلُ أَعْيُنَهُمْ وَيَصْلُبُهُمْ عَلىٰ جُذُوعِ النَّخْلِ؟ كَأَنَّكَ لَسْتَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَلَيْسُوا مِنْكَ! أَوَلَسْتَ الْكاتِبَ لِزِيادٍأَنْ يَقْتُلَ كُلَّ مَنْ كانَ عَلىٰ دِينِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طالِبٍ (ع) فَقَتَلَهُمْ وَمَثَّلَ بِهِمْ بِأَمْرِكَ؟ وَدِينُ عَلِيٍّ (ع) هُوَدِينُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ الَّذِ بِهِ ضَرَبَ أَباكَ وَضَرَبَكَ، وَبِهِ جَلَسْتَ مَجْلِسَكَ الَّذِي جَلَسْتَ"]

۲۵ [ابن اثیر وغیرہ نے مرگ زیاد بن ابیہ کو ۵۳ھ میں لکھا ہے]

۲۶ [ہم نے یہاں سے ابن اثیر کی روایت کو خلاصہ کے ساتھ نقل کیا ہے]

۲۷ [کامل ابن اثیر، ج۳، ص۵۰۶، ۵۰۸]

۲۸ [کامل ابن اثیر، ج۳، ص۵۰۸، ۵۱۱]

۳۰ [ادب الحسینؑ ص۸۸]

۳۱ [حیاۃ الامام الحسینؑ، ج۲، ص۲۲۳]

۳۲ [حیاۃ الامام الحسینؑ، ج۲، ص۲۲۴، کتاب ھذا میں دونوں خطوں کے متن حوالوں کے ساتھ نقل ہوئے ہیں جبکہ ان میں سے ایک نامہ علامہ امینی نے الغدیر، ج۱۰، ص۱۶۰ میں نقل کیا ہے۔]

۳۳ [الامامۃ والسیاسۃ، ج۱، ص۲۸۴، رجال کشی، ص۳۲، الدرجات الرفیعہ، ص۳۳۴، ادب الحسین، ص۸۹، الغدیر، ج۱۰، ص۱۶۱]

۳۵ [شرح ابن ابی الحدید، ج۴، طاقدیم، ص۳۲۷]

۳۶ [شرح ابن ابی الحدید، ج۴، ص۳۲۷، طاقدیم

"مِنْ عَبْدِاللهِ مُعاوِيَةَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ سَلامٌ عَلَيْكَ، أَمّا بَعْدُ فَإِنَّ كِتابَكَ وَرَدَ عَلَيَّ تَذْكُرُ أَنَّ عِيراً مَرَّتْ بِكَ مِنَ الْيَمَنِ تَحْمِلُ مالاًوَحُلَلاًوَعَنْبَراًوَطِيباًإِلَيَّ لِأُودِعَها خَزائِنَ دِمَشْقَ وَأُعَلَّ بِهابَعْدَ النَّهَلِ بَنِي أَبِي وَأَنَّكَ احْتَجْتَ إِلَيْهافَأَخَذْتَها، وَلَمْ تَكُنْ جَدِيراًبِأَخْذِهابِأَخْذِهاإِذْنَسَبْتَهاإِلَيَّ لِأَنَّ الْوالِيَ أَحَقُّ بِالْمالِ ثُمَّ عَلَيْهِ الْمَخْرَجُ مِنْهُ، وَأَيْمُ اللهِ لَوْتَرَكْتَ ذٰلِكَ حَتّى صارَإِلَيَّ لَمْ أَبْخَسْكَ حَظَّكَ مِنْهُ وَلٰكِنِّي قَدْظَنَنْتُ يَابْنَ أَخِي أَنَّ فِي رَأْسِكَ نَزْوَةًوَبُودِّي أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ فِي زَمانِي، فَأَعْرِفَ لَكَ قَدْرَكَ وَأَتَجاوَزَعَنْ ذٰلِكَ وَلٰكِنِّي وَاللهِ أَتَخَوَّفُ أَنْ تُبْتَلىٰ بِمَنْ لايُنْظِرُكَ فَواقَ فُواقِ ناقَةٍ"

البتہ آخر میں مضمون خط کو منظوم انداز میں روانہ کیا۔

یاحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ لَیْسَ ما — جِئْتَ بِالسّائِغِ یَوْماًفِی الْعَمَل
اَخْذُکَ الْمالَ وَلَمْ تُؤْمَرْبه — اِنَّ هذامن حُسَیْنٍ لَعَجَل
قَدْاَجَزْناهاوَلَم نَغْضَبْ لَها — واحْتَمَلْنامِنْ حُسَیْنٍ مافَعَل
یاحُسَیْنَ بْنَ عَلی ذاالاَمَل — لَکَ بَعْدی وثْبَةٌلاتُحْتَمَل
وَبِوُدّی انی شاهدها — فالیکَ منها بالخلق الاجل
اِنّيَ اَرْهَبُ اَنْ تصلی بِمَنْ — عِنْدَهُ قَدْسَبَقَ السَّیْفَ الْعَذَل]

۳۸ خطبہ متنِ کتاب کے متن میں آ گیا ہے۔

۳۹ [الفتنۃ الکبریٰ، ج۲، ص۲۴۵]

۴۰ [کامل التواریخ، ج۴، ص۸]

۴۱ [اِنَّ رَسُولَ اللهِ کَسانِي قَمِيصاً وَقَلَّمَ اَظفَارَهُ يَوماً فَاَخَذتُ قُلامَةً فَجَعَلتَهافِي قَارُورَةٍ فَاَلبِسُونِي ذَالِکَ القَمِيصَ واسحَقُوتلکَ القُلامَةَ وَذَرُوهَافِي عَينِي وَفَمِي فَعَسَى اللهُ اَن يَرحَمَنِي بِبَرَکَتِهَا]

۴۲ [تاریخ زندگانی امیرالمومنینؑ، ج۲، ص۲۷۷]

۴۳ [کامل ابن اثیر، ج۴، ص۶، تاریخ طبری، ج۶، ص۱۷۹]

۴۴ [من جملہ مقتل خوارزمی میں نقل ہونے والی روایت ہے جس میں معاویہ نے یزید سے کہا۔ "فلقدحدّثنی ابنُ عبّاس فقالَ :حَضَرْتُ رسولَ اللهصلی الله علیه وآله عندَوفاتِه وهویجُودُبنفسه وقدضمّ احسین الی صدره وهویقول:هذامن أطائبِ أرومَتی ،وأبرارِعترتی وخیارِذرّیتی،لأبارَکَ اللهُ فیمن لم یَحْفظْهُ من بعدی قال ابن عبّاس:ثمّ اغْمِیَ علی رسولِ الله ثمّ افاق فقال:یاحسینُ انَّ ولقاتِلِکَ یومَ القیامة مقاماًبین یدی ربیّ وخصومةًوقدطابَتْ نفسی اذجعلنی الله خصماًلمن قاتلک یومَ القیامة ،یابنَی فهذاحدیث ابنِ عباس وأنااحَدِّثُکَ عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قا أتانی یوماًحبیبی جبرئیلُ فقال:یامحمّدُان امّتَکَ تَقْتُلُ ابنکَ حسیناًوقاتلُه لعینُ هذه الامّة،ولقدلَعَنَ النبیُّ صلی الله علیه وآله قاتل حسین مراراًفانظُریابُنَیّ ،ثمّ انْظُران تَتعرّضَ له بأذی فانه مزاجُ ماءِ رسول الله وحقّهُ والله یابنی عظیمٌ،وقدرأیتنی کیفَ کنتُ احْتَمِلُه فی حیاتی وَاَضَعُ له رقَبَتی ،وهویَجْبَهُنی بالکلام القبیح الّذی یوجِعُ قلبی فلااجیبُه ولااقدِرُله علی حیلة لانّه بَقِیَه اهلِ اللهِ بارضه فی یومِه هذاوقداُعْذِرُ من انْذر ،ثمّ أقبلَ معاویةُ علی الضّحاکِ بنِ قیس الفهری ومسلم بن عقبة المری وهمامن اعظم قُوّادِه وهمااللّذان کاناأخذان البیعةَ لیزیدفقالَ لهما:اَشْهداعلی مقالتی هذه فوالله لوفعلَ بی الحسینُ وفعل لاَحْتَمَلْتُه ،ولم یکن الله تعالی یسألُنی عن دمه أفهِمْتَ عنّی یابنی ماأوصیتکَ به ؟قال :قدفَهِمْتُ یاأمیرَ المؤمنینَ ۔"

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ان روایات پر کذب و دروغ کے بہت سے شواہد موجود ہیں کیونکہ امام حسینؑ کے ساتھ خود معاویہ کا سلوک، نیز ساتھ راہ مدینہ میں اہانت و بے ادبی سے پیش آنا اور حصول بیعت میں جلادوں کا استعمال جن کی

تفصیل گزر چکی ہے ان روایات وصیت سے میل نہیں کھاتیں لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے سرکاری تنخواہ خوروں کے ہاتھوں ان روایات کو جعل کیا گیا ہے تاکہ جرائم کا بوجھ ہلکا کیا جا سکے۔]

۴۵۔ [حیاۃ الامام الحسین، ج۲، ص۲۳۷]

۴۶۔ [حیاۃ الامام الحسین، ج۲، ۲۳۸]

ساتواں باب

یزید کی ننگین حکومت کے دوران سے قیام امام حسینؑ تک

امام حسینؑ کی سیرت گذشتہ باب میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی، حضرت نے کس انداز امامت سے معاویہ کی حکومت میں پیش آنے والے حادثات اور واقعات کا مقابلہ کیا۔ بات یہاں تک پہنچی کہ معاویہ اپنی تمام تر کوششوں کے علاوہ حیلہ و مکاریوں سے بھی امام حسینؑ سے یزید کی ولی عہدی کیلئے بیعت نہ لے سکا تو اسے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کب حسینؑ قیام کی صورت میں اپنی مخالفت کا اظہار کرتے ہیں۔

اِدھر امام بھی امیر شام کے شرم انگیز اعمال کے سختی سے مخالف تھے، لہٰذا خطوط اور خطبوں کے ذریعے اس کی بے دادگری، ظلم و ستم اور مخالف اسلام کردار کو مسلمانوں کے سامنے آشکار فرماتے رہے، البتہ مسلحانہ قیام کو ابھی اسلامی مصلحت نہیں سمجھتے تھے اور یہی آپنے دوستوں، محبوں اور شیعوں کو بھی نصیحت فرمائی، جبکہ مسلمانوں کی طرف سے مسلسل خطوط اور ملاقاتوں میں قیام کی درخواست کی جا رہی تھی۔

امام نے یہی فرمایا، معاویہ کی زندگی میں میرے نزدیک یہ کام مصلحت سے خالی دکھائی دیتا ہے، لہٰذا آپ حضرات موقع کے انتظار میں اپنے گھروں میں رہیں، اس طرح معاویہ کی موت کے بعد کوئی اقدام کریں گے البتہ تفصیلی طور پر اس مضمون پر مشتمل امام کے خطوط اور ان کے جوابات گذشتہ حصوں میں ذکر کر چکے ہیں، چنانچہ جوں ہی امیر شام نے سفر آخرت کا آغاز کیا تو امام نے عوام کو اپنے ارادوں سے آگاہ کرنا شروع کیا، اس طرف یزید اور اموی سلطنت کے کارندوں پر بھی روشن تھا کہ حسین بن علیؑ یزید کے آگے تسلیم نہیں ہوں گے، بلکہ حکومت کے خلاف قیام بھی کریں گے۔ اُدھر یزید اپنی حکومت سنبھال کر حسین بن علی اور چند دیگر شخصیات نے بیعت نہ کی تھی بجز اس فکر کے جو کسی اور فکر میں مبتلا نہ تھا، وہ چاہتا تھا کسی طرح ان حضرات کے ساتھ بھی بیعت کا مسئلہ حل ہو جائے۔

حاکم مدینہ ولید کے نام یزید کا خط

جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کہ معاویہ نے مروان بن حکم کو معزول کر کے اپنے بھیجتے، ولید بن عتبہ

بن ابی سفیان کو مدینہ کا گورنر بنا چکا تھا۔ مرگ معاویہ کے بعد اور یزید کی آغاز حکمرانی میں ولید بن عتبہ مدینہ کا گورنر تھا۔ یزید نے اپنے مختصر خط میں اسے معاویہ کی خبر مرگ کے بعد لکھا:

اَمّابعد فخذ حُسیناً وعَبداللہ ابن عُمرَ وبن الزُّبیر بالبیعۃ اَخذاًلیسَ فیہ رُخصۃٌ حتّٰی یُبایعُو والسّلام

''اس خط کے پاتے ہی حسین، عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر سے میری بیعت حاصل کرنا اور یاد رہے کہ اس حکم میں کسی قسم کی رخصت نہیں والسلام''۔ [1]

یعقوبی نے اپنی تاریخ میں اس طرح نقل کیا ہے:

اِذااَتاکَ کتابی ھٰذافاَحْضِر الْحُسینَ بْنَ عَلیٍّ وَعَبْدَ اللہِ بنَ الزُّبَیْرِ فَخُذْھُمابِالْبَیْعَۃِ فانْ امْتَنَعافاضْرِبْ اعْناقَھُماوابْعَثْ الیَّ برُؤُسِھِماوخُذِالنّاس بالْبَیْعَۃِ فمن امتنع فَاَنْفِذْفیہ الْحُکْمَ وفی الْحسینِ بنِ علی وعبدِ اللہِ بْنِ الزّبیرِ والسّلامُ

''جوں ہی میرا خط وصول ہو حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر کو بلا کر ان سے میری لو اور اگر بیعت نہ کریں تو ان کی گردن مار دو اور ان کے سر میرے پاس بھیج دو۔ اسی طرح دوسرے لوگوں سے بھی بیعت لینا ضروری ہے بس جو بھی منع کرے اسکے ساتھ حسین بن علی اور عبداللہ والا قانون جاری کیا جائے''۔ [2]

البتہ نقل شدہ اس خط میں عبداللہ بن عمر کا نام تک بھی نہ آیا اور قتل حسینؑ کا دستور بھی بیعت سے امتناع کی صورت میں آیا ہے۔

بہر صورت مؤرخین نے لکھا ہے:

''یزید نے اس خط کو معاویہ کے قریبی آدمی رزیق نامی کو دیا جس نے انتہائی سرعت سے جا کر یہ خط ولید کے حوالے کیا۔ ولید مرگ معاویہ کی خبر پر سخت متاثر ہوا مگر حسین بن علی اور ابن زبیر سے بیعت لینے کے دستور کو پڑھ کر گہری سوچ میں ڈوبتا چلا گیا اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس مسئلہ (بیعت خواہی) میں مروان بن حکم سے ضرور مشورہ کیا جائے''۔

ولید کا مروان سے مشورہ

مروان بن حکم بنی امیہ کے سن رسیدہ محترم بزرگوں میں سے تھا جس سے اہم امور میں مشورہ کیا جاتا تھا، یہ معاویہ کے بعد خود کو دوسروں سے حتی یزید سے بھی زیادہ خلافت کا حق دار تصور کرتا تھا، لہٰذا اس ماجرا کے چند سال بعد ایسا ہی ہوا، پینسٹھ ہجری قمری میں شامیوں نے اسکے ہاتھ پر بیعت کی، چنانچہ یہ اور اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک خلیفہ ہوئے اور یکے بعد دیگرے خلیفہ بنتے رہے، یہاں تک کہ خلفاء بنی مروان کے نام سے مشہور ہوئے۔ مروان چند سال پہلے معاویہ کے حکم پر مدینہ کا فرمانروا رہا پھر اسی کے حکم سے معزول

ہوااور ولید اس کی جگہ تخت نشین ہوا، جس پر وہ معاویہ سے ناراض اور گلہ رکھتا تھا۔ بہرکیف ولید نے اسے مشورہ کرنے کیلئے بلایااور یزید کے دستور سے آگاہ کیا تا کہ ان کے نزدیک کسی مناسب راہ کا انتخاب ہو سکے۔ مروان نے رائے دی:

''معاویہ کی خبر مرگ عام ہونے سے پہلے حسین ابن علی اور ابن زبیر کو اپنے پاس بلاؤ اور اسی نشست میں بیعت حاصل کرلو ورنہ خبر مرگ عام ہونے کے بعد یہ دونوں کسی صورت یزید کی بیعت نہ کریں گے، اس طرح تمہارا کام اور بڑھ جائے گا۔ البتہ مجھے یقین ہے کہ حسین بن علیؑ کسی صورت بیعت کر کے یزید کی اطاعت کے پابند ہونے والے نہیں، قسم بخدا اگر میں تیری جگہ ہوتا تو حسین بن علیؑ سے انکار دیکھ کر گردن مار دیتا، بعد میں جو ہوتا دیکھا جاتا!''

ولید یہ سن کر پریشان ہوگیا اور کہا: کاش! ولید پیدا ہی نہ ہوتا کہ ایسا دن دیکھنا پڑتا۔

مروان نے ولید کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا: میری بات پر ناراحت مت ہونا اس لیے کہ خاندان بوتراب ایک مدت سے ہمارے دشمن چلے آرہے ہیں اور بعد میں بھی رہیں گے انہوں نے عثمانؓ کو مار کر معاویہ سے جنگ کی۔

ولید نے بات کاٹتے ہوئے کہا: فرزند فاطمہؑ کے بارے میں جو خاندان نبوت کی نشانی ہے اچھے الفاظ کا استعمال ضروری ہے[۳]

بالآخر اس نتیجے پر ٹھہرے کہ اسی وقت اگرچہ نیمۂ شب گزر چکی ہے، حسین بن علیؑ اور عبداللہ بن زبیر کو بلا کر ان سے بیعت کا سوال کریں۔

امام حسینؑ مجلس ولید میں

ولید نے نصف رات گزر جانے کے باوجود عبداللہ بن عمرو بن عثمان نامی ایک نوجوان کو ان دونوں

---

[۳] بعض تاریخ نگاروں کا خیال ہے مروان بن حکم کی یہ سخت رائے جو بیعت نہ کرنے پر قتل پر مبنی تھی چند جہتوں پر مشتمل ہو سکتی ہے۔

الف: جب سے اسے معاویہ نے عزل کر کے ولید کو والی مدینہ قرار دیا، مروان انتہائی مکدری کے عالم میں زندگی گزار رہا تھا، لہٰذا اس رائے کے ذریعے حکمرانی کرنے میں ولید کی ناتوانی اور ضعف کی مثال بنا کر مرکز بھیجتا تا کہ دوبارہ اس کو حکومت مدینہ نصیب ہو۔

ب: معاویہ نے مروان کی شخصیت، اسکے ماضی اور بنی امیہ میں محترم ہونے کے باوجود اسے فراموش کر کے یزید جیسے جوان اور بدنام زمانہ بیٹے کو ولی عہد بنایا لہٰذا مروان اس بغض کی بھڑاس اس طرح نکالنا چاہتا تھا، یزید خون حسینؑ سے اپنے ہاتھ رنگین کرے تا کہ یہ جرم زوال حکومت کا سبب بن سکے در نتیجہ بنی مروان کو حکمرانی نصیب ہو سکے۔

ج: امام حسینؑ اور فرزندان پیغمبرؐ سے اسکی ذاتی عداوت اور دشمنی تھی جس کی بارز مثال داستان امام حسنؑ میں آشکار کی گئی ہے۔

شخصیات کی جانب روانہ کیا تا کہ انھیں دربار میں آنے کا پیغام سنا سکے۔ولید کا نمائندہ ان دونوں کی تلاش میں نکلا ان حضرات سے مسجد نبوی میں ملاقات کی اور ولید کا پیغام ان تک پہنچایا جس پر جواب ملا کہ تم جاؤ ہم آتے ہیں۔ جوں ہی وہاں سے ولید کا پیغام رساں روانہ ہوا، ابن زبیر نے امام حسینؑ سے سوال کیا، وہ کونسی ایسی اہم بات ہے جو اس وقت کرنا چاہتا ہے؟ امام نے جواب دیا:

''میرا گمان ہے کہ ان کا سردار معاویہ مرگیا ہے یہ لوگ خبر مرگ کو عام کرنے سے پہلے ہم سے بیعت لینا چاہتے ہیں۔''

عبداللہ بن زبیر نے کہا: میرا بھی یہی خیال ہے، اب آپؑ کا کیا ارادہ ہے؟

امام نے فرمایا:

''میں ابھی اپنے جوانوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ ولید کے پاس جاؤں گا مگر انھیں دروازے کے باہر چھوڑ جاؤں گا۔''

اس پر ابن زبیر نے کہا: میں آپؑ کے وہاں جانے سے خوف زدہ ہوں۔

امام نے فرمایا: ''میں جب تک اپنے دفاع پر مطمئن نہ ہو جاؤں اسکے پاس ہرگز نہ جاؤں گا۔''

امام اپنے بیت الشرف تشریف لے گئے، غسل کیا، نماز و دعا پڑھی، پھر خاندان کے جوانوں کو جن کی تعداد تیس لکھی گئی ہے مسلح ہو کر ساتھ چلنے کا دستور دیا، انھوں نے حکم پر عمل کرتے ہوئے حضرت کی ہمراہی فرمائی مگر جوں ہی حضرتؑ در ولید پر پہنچے امام نے فرمایا:

''یہیں ٹھہر جاؤ، لیکن اگر میں تمہیں پکاروں یا میری آواز بلند ہوتے ہوئے سنو تو سب کے سب گھر میں داخل ہونا ورنہ بیٹھے رہنا یہاں تک کہ میں لوٹ آؤں۔''

یہ فرما کر امام بیت ولید میں داخل ہوئے مگر وہاں موجود مروان کو دیکھ کر ان دونوں کے سابقہ اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا:

الصِّلَةُ خَيرٌ مِنَ القَطِيعَةِ وَالصُّلحُ خَيرٌ مِنَ الفَسَادِ وَقَدآنَ لَكُمَا اَن تَجتَمِعَا اَصلَحَ اللهُ ذَاتَ بَينِكُمَا

''میل ملاپ جدائی سے اور صلح و آشتی فساد و تباہی سے بہتر ہے، بلاشبہ وہ وقت بھی آپہنچا ہے جس میں تمہارا ایک ساتھ ہونا ضروری ہے خدا تمہارے درمیان دوستی قائم رکھے۔''

امام یہ فرما کر بیٹھ گئے۔تب ولید نے مرگ معاویہ کی خبر سنائی اور بیعت کا سوال کیا۔امام کی زبان پر حسب معمول کلمہ استرجاع جاری ہوا اور جواب بیعت دیتے ہوئے فرمایا:

''اے ولید! جہاں تک بیعت کا سوال ہے مجھ جیسا کبھی چھپ کر تنہائی میں بیعت نہیں کرتا اور پنہان بیعت قابل قبول بھی نہیں لہٰذا جب بھی مجمع عام میں آ کر ان لوگوں سے سوال بیعت

کیا تو مجھ سے بھی سوال کرنا تا کہ وہاں لائحہ عمل طے ہو۔"

کیونکہ ولید کے نزدیک امام سے الجھنا پر خطر تھا اس لیے بولا: ٹھیک ہے آپ تشریف لے جائیں۔

لیکن مروان ولید سے مخاطب ہوا:

"اگر یہ بیعت کیے بغیر یہاں سے چلے گئے تو پھر کبھی تیرے ہاتھ نہیں آئیں گے، یہاں تک کہ تمہارے اور ان کے درمیان بڑے پیمانے پر کشت و کشتار کی صورت میں ظاہر ہوگا، لہٰذا انھیں ابھی گرفتار کرلو یا تو ابھی بیعت کریں ورنہ گردن ماردو!۔"

یہ سنتے ہی امام اپنے مقام سے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"اے پسر زرقا (نیلی آنکھوں والی عورت) تو مجھے مارے گا یا وہ!؟ خدا کی قسم تم جھوٹ بولنے والے اور پستی کو پسند کرنے والے لوگ ہو۔"

یہ فرما کر وہاں سے باہر تشریف لائے اور بیت الشرف کی جانب روانہ ہوئے۔

مروان یہ دیکھ کر ولید سے بولا:

تم نے میری بات نہیں مانی، قسم بخدا وہ ان میں سے نہیں جو تیرے رعب میں آئے۔

ولید بولا:

بیعت نہ کرنے کی صورت میں حسینؑ کے قتل کا پوری دنیا اور وہ تمام اشیاء کہ جن پر خورشید نور افشانی کرتا ہے مجھے مل جائے تب بھی یہ سودا مجھے منظور نہیں، قسم بخدا میرا گمان ہے کہ روز قیامت خدا کے حضور قتل حسینؑ سے زیادہ کسی کا میزان عمل سبک نہیں ہوگا۔

مروان کی رائے پر اگرچہ عمل نہ ہوا تھا مگر تب بھی وہ ولید سے مخاطب ہوا: تم نے اچھا کام کیا ہے۔ ۵

مروان بن حکم کو بہتر پہچانیں

فی الحال جاری داستان کا پیچھا کرنے کے بجائے اس مقصد سے کہ مروان کی بہتر شناخت ہو اور زرقاء کے معنی جاننے کیلئے اہل سنت کے معروف عالم دین سبط ابن جوزی کی نقل کردہ روایت کا ترجمہ کرتے ہیں جس میں امام حسینؑ کی جہاں فضیلت بیان ہوئی ہیں وہاں مروان کی جانب سے امام حسینؑ کی ہتک حرمت اور آل رسول کے ساتھ اس کی عداوت کے اسباب بھی روشن ہوں گے، پھر دوبارہ اپنے اصل موضوع کی جانب لوٹ آئیں گے۔

قاموس الرجال (ج ۸، ص ۴۶۶) میں علامہ شوشتری نے سبط ابن جوزی کی تذکرۃ الخواص کی وہ روایت جسے محمد بن اسحاق نے نقل کیا ہے تحریر کی ہے:

"جب مروان بن حکم مدینہ کا والی تھا، اس نے امام حسنؑ کی جانب ایک قاصد روانہ کیا جسے کہا حسن

بن علیؑ کے پاس جا کر کہنا، مروان نے کہا ہے کہ تمہارا باپ لوگوں میں اختلاف ڈالنے والا، عثمانؓ کا قاتل اور علماء و زہاد یعنی خوارج کو نابود کرنے والا تھا پھر بھی تم اپنے آپ سے بڑھ کر کسی کو نہیں مانتے؟

وہ شخص امام حسنؑ کے پاس آ کر کہتا ہے:

میں اس کی جانب سے پیغام لایا ہوں جس کی سطوت خوفناک اور شمشیر ترسناک ہے، البتہ اگر پیغام نہیں سننا چاہتے تو ہرگز بیان نہیں کروں گا اور اپنی جان سے تمہاری نگہبانی کروں گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: نہیں پیغام ضرور پہنچاؤ میں خدا سے مدد طلب کرتا ہوں۔

چنانچہ اس شخص نے پیغام پہنچایا۔ امام نے جواب دیا، مروان سے جا کر کہو:

اگر یہ بات سچ کہی ہے تو خدا تمہارے اجر میں اضافہ کرے اور اگر جھوٹ بولا ہے تو خدا سخت ترین عذاب میں تمہیں مبتلا کرے گا۔

قاصد امام حسنؑ سے جواب سن کر باہر نکلا ہی تھا کہ امام حسینؑ نے اسے دیکھ کر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ جواب دیا۔ آپ کے بھائی کے پاس سے، امام حسینؑ نے فرمایا: تمہیں ان سے کیا کام تھا؟ اس شخص نے کہا: مروان کا قاصد ہو کر آیا تھا، امام نے فرمایا: پیغام کیا تھا؟ وہ پیغام بتانے میں تامل کرنے لگا۔ تو امام نے فرمایا: اگر نہ بتایا تو تجھے قتل کر دوں گا۔ امام حسنؑ اس تکرار کو سن کر گھر سے باہر تشریف لائے اور اپنے بھائی امام حسینؑ سے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا: بھائی جان قسم بخدا پیغام سنے بغیر نہ چھوڑوں گا، چنانچہ اس نے امام حسینؑ کو مروان کا پیغام سنایا تو حضرتؑ نے فرمایا: پس میرا پیغام بھی اسے سنا دو:

یَقُولُ لَکَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ وَ ابْنُ فَاطِمَةَ یَابْنَ الزَّرْقَاءِ وَالدَّاعِیَةِ اِلٰی نَفْسِهَا بِسُوْقِ ذِی الْمَجَازِ صَاحِبَةِ الرَّایَةِ بِسُوْقِ عُکَاظٍ، وَیَابْنَ طَرِیْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَعِیْنِهٖ، اِعْرِفْ مَنْ اَنْتَ وَ مَنْ اَبُوْکَ وَ مَنْ اُمُّکَ

”حسین ابن علی پسر فاطمہ تمہارے لئے کہہ رہا ہے۔ اے پسر زرقاء، اے اس عورت کے بیٹے! جو ذی مجاز بازار میں مردوں کو اپنے ساتھ بدکاری کی دعوت دیتی اور بازار عکاظ میں پرچم (زنا) اٹھائے رہتی تھی ۔[۶] تو اس کا بیٹا ہے جس پر حضرت رسول اللہؐ نے لعنت بھی کی اور اسے راندۂ درگاہ

---

۶ ذی مجاز اور عکاظ زمانہ جاہلیت میں عربوں کے معروف بازار تھے یعنی ہر سال ان دو مقامات پر بازار لگائے جاتے تھے اور اس وقت کے لوگ بین دین کیلئے نہی بزاروں میں جاتے تھے (جہاں بہت زیادہ افراد جمع ہو جاتے تھے) اس موقع پر جن عورتوں کے ہاتھ میں جھنڈے ہوتے وہ بدکار عورتیں ہوتی تھیں اور یہی خواتین اپنے دروازوں پر جھنڈے لگاتیں تاکہ بدکار لوگ زنا کے ارادے سے وہاں بآسانی آ سکیں۔ امام کے ان کلمات کی مزید توضیح ذیل کے حدیث میں اہل سنت کے دانشوروں کی زبانی ملاحظہ فرمائیں گے۔

بھی کیا تو پہلے خود کو پہچان کہ تو کون ہے اور پھر جان لے کہ تیرے ماں باپ کون تھے؟"
قاصد نے مروان سے آ کر دونوں بھائیوں کے پیغام نقل کیے۔ مروان نے اسے کہا:
دوبارہ لوٹ کر جا اور حسن سے کہنا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو رسول خدا کا فرزند ہے اور حسین سے کہنا کہ تو علی بن ابی طالب کا بیٹا ہے۔
قاصد نے آ کر مروان کی بات دہرائی۔ اس پر امام حسینؑ نے فرمایا:
"تجھے ذلت و خواری نصیب ہو اور کہنا یہ دونوں افتخار مجھے بھی حاصل ہیں۔"
ابن جوزی کہتے ہیں:
اصمعی (امام کے کلام کی توضیح و تفسیر میں) کہتا ہے، لیکن حضرتؑ کا یہ کلام "اے اس عورت کا فرزند جو مردوں کو اپنی جانب (بدکاری کیلئے) مدعو کرتی ہے۔" اس لیے تھا کہ بقول ابن اسحاق: مادر مروان "اُمیہ" نامی وہ بدکار عورت تھی جس نے اس عمل کیلئے ایک جھنڈا بنا رکھا تھا جس طرح قافلے اپنے پرچموں سے شناخت میں آتے ہیں اسی طرح یہ عورت بھی اُس جھنڈے سے پہچانی جاتی تھی، البتہ اس کی عرفیت "ام حنبل زرقاء" تھی، لہٰذا مروان ان افراد میں سے تھا جس کا باپ نامعلوم شخص تھا چنانچہ عمرو و عاص سے منسوب کر دیا تھا اسی طرح مروان کو بھی حکم بن ابی العاص سے منسوب کر دیا تھا۔ اسی طرح حضرتؑ کا یہ جملہ "اے دربار رسالت سے دھتکارے ہوئے کے فرزند" حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس کی طرف اشارہ ہے جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو کر مدینہ میں مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کیلئے سکونت پذیر ہوا۔ یہی کافروں اور قرب و جوار کے عربوں سے رسول اللہؐ کی مخبری کرتا تھ، لہٰذا شعبی نے اس کے بارے میں یہ تک کہہ دیا کہ حکم بن ابی العاص مسلمان نہ ہوا تھ وہ اسی کام (جاسوسی) کیلئے بظاہر مسلمان ہوا تھا اور اس کے اسلام میں واقعیت نہ تھی لہٰذا رسول اللہؐ نے اس پر لعن و نفرین کرتے ہوئے طائف جلاوطن کیا مگر جوں ہی پیغمبر اسلامؐ کی رحلت ہوئی تو عثمانؓ ابوبکرؓ کے پاس آئے، تاکہ اس سے حکم بن ابی العاص کی سفارش کریں کیونکہ عثمان حکم بن ابی العاص کا بھتیجا تھا۔ اس طرح وہ شہر واپس لوٹ آئے گا لیکن ابوبکرؓ نے یہ کہہ کر جواب دے دیا کہ جو کام رسول اللہؐ نے انجام دیا ہے میں اس کی ہرگز مخالفت نہیں کر سکتا۔
اسی طرح جب حضرت ابوبکر دنیا سے رخصت ہوئے تو عثمان حضرت عمر کے پاس آئے مگر انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔

یَا عُثْمَانُ اَمَا تَسْتَحِیِ مِنَ النَّبِیِ وَمِنْ اَبِی بَکْرٍ تَرُدُّ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّ رَسُوْلِهِ اِلَی الْمَدِیْنَةِ، وَاللهِ لَا کَانَ هٰذَا اَبَدًا "اے عثمان! کیا تمہیں پیغمبرؐ اور ابوبکرؓ سے شرم نہیں آتی جو دشمن خدا اور رسول کو مدینہ رسول

میں واپس لوٹانا چاہتے ہو؟ خدا گواہ ہے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

مگر جوں ہی عمرؓ دنیا سے رخصت ہوئے اور عثمانؓ کو مسلمانوں کے امور کی باگ دوڑ نصیب ہوئی تو سب سے پہلا ام یہی کیا کہ حکم بن ابی العاص کو مدینہ واپس لے آئے پھر اسے اپنے دربار میں خاص حیثیت سے نوازا اور مال و ثروت دے کر اسے معاشرے کی شخصیت بنا ڈالا۔ جبکہ مسلمانوں پر یہ کام گراں گزرا اور پلا اعتراض جو حکومت عثمانؓ پر کیا گیا وہ یہی تھی اور کہا: اے عثمان! دشمن خدا اور رسول کو لا کر ان سے مخالفت پر اتر آئے ہو؟ عثمانؓ نے جواب دیا۔ رسول اللہؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اسے واپس لوٹاؤں گا چنانچہ اس بات پر بہت سے اصحاب نے عثمانؓ کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی، پھر کچھ مدت بعد جب حکم بن ابی العاص کا انتقال ہوا تو حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھ کر تشیع جنازہ میں شرکت کی تو یہ بات بھی مسلمانوں پر گراں گزری اور اُن سے کہا: اسکے واپس لے آنے پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ اس جیسے منافق کی جسے پیغمبر اسلامؐ نے جلاوطن کر کے ملعون قرار دیا تم نے نماز جنازہ بھی پڑھ لی؟

حضرت عثمانؓ نے حکم بن ابی العاص کے مرنے کے بعد اسکے بیٹے مروان کو غنائم، افریقا کا خمس جو پانچ لاکھ دینار تھا بخش دیا یہ خبر سن کر عائشہؓ نے عثمانؓ کو پیغام بھیجا کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہ تھا کہ اس منافق کو مدینہ میں واپس لے آؤ، مسلمانوں کا مال اسے دے دو، اس کی نماز پڑھو اور تشیع جنازہ میں بھی شرکت کرو؟ یہی وہ مقام تھا جہاں سے عائشہؓ اور عثمانؓ کی مخالفت کا آغاز کہا جاتا ہے حتی مخالفت عثمانؓ میں عائشہؓ نے یہ تک کہا:

اُقتلُو نعثلاً فقد کفر ''اس نعثل ۓ کو مار ڈالو کیونکہ یہ کافر ہو چکا ہے۔

بقیۂ داستان

جیسا کہ کہا گیا ہے، مروان نے ظاہری طور پر ولید کی تائید کی مگر باطن میں اسکے کلام اور نظریئے سے موافق نہ تھا، چنانچہ کامل التواریخ میں اس کی گفتگو اور امام حسینؑ کا جواب جو ولید و مروان کو آپؑ نے دیا، نقل ہوا ہے۔

البتہ چند دوسری روایات میں آیا ہے جب حضرتؑ ولید کے گھر سے باہر تشریف لے جانے لگے تو انکے ابہام کو دور کرنے کیلئے رُکے اور یہ فرمایا:

اَیُّھَاالاَمیرُ اِنَّااَھْلُ بَیْتِ النُّبوَّۃِ ومَعْدِنِ الرِّسالَۃِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلائِکَۃِ وَمَحَلُّ الرَّحْمَۃِ،بِنافَتَح اللّٰہُ وَبِنَاخَتَمَ وَ یَزیدُرَجُلٌ فاسِقٌ شارِبُ الْخَمْرِقاتِلُ النَّفْسِ الْمُحَرَّمَۃِ مُعلِنٌ بِالْفِسْقِ وَمِثْلی لایُبایِعُ مِثْلَہ،وَلٰکِنْ

ۓ عثمان کو مصر کے ریش دراز نعثل نامی احمق آدمی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

نُصْبِحُ و تصبحون وَنظُرو تَنظُرونَ اَيُنَا اَحَقُّ بِالْخِلافَةِ وَالْبَيْعَةِ“

”اے امیر! ہم خاندان پیغمبرؐ معدن رسالت الٰہی فرشتوں کی آماجگاہ اور رحمت الٰہی کا محل نزول ہیں خدا ہم سے (کاموں کو) شروع کرتا ہے اور ہم پر ختم کرتا ہے، جبکہ یزید فاسق، شراب خور اور نفس محترمہ کا قتل کرنے والا انسان ہے، جان لو جو کھلم کھلا فسق کا مرتکب ہو تو مجھ جیسا کبھی اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔ ٹھیک ہے مجھے موقع دو تا کہ تمہاری اور ہماری صبح نمودار ہونے پر جائزہ لیں کہ ہم میں سے کون خلافت و بیعت کا زیادہ حق دار ہے۔“ ۸

امام کا جواب قیام کی تحریک کو بھی واضح و روشن کرتا ہے

حضرتؑ کے مذکورہ جواب کو دقت اور توجہ سے دیکھنے پر یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ امام کے قیام کا سبب جس پر مقالات، مضامین اور بہت سی کتابیں تحریر کی گئی ہیں، کیا تھا، اس طرح ہم کو بھی طولانی گفتگو سے بے نیاز کرتے ہیں، البتہ اپنے مقام پر بیان ہو چکا، حضرتؑ نے مختلف جگہوں پر اس تحریک کو جو ایک مسلمان کی شرعی اور دینی ذمہ داری ہے مختلف تعبیروں اور انداز گفتگو کے ذریعے اپنے دوستوں کے درمیان بیان فرمایا۔ ساتھ ہی ہوا و ہوس ریاست طلبی اور ہر طرح کی مادی اسباب جو ایسے قیاموں میں قابل تصور ہیں نفی فرمادی۔ آپؑ نے یہ مطلب اپنے برادر حضرت محمد حنفیہ کے نام تحریر کردہ وصیت نامے میں ذکر فرمایا:

اِنِّي لَمْ اَخرُجْ اَشِرًا وَلا بَطِرًا وَلا ظَالِمًا وَلا مُفسِدًا وَاِنَّمَا خَرَجتُ لِطَلَبِ الاِصلاحِ فِي اُمَّةِ جَدِّي اُرِيدُ اَن آمُرَ بِالمَعرُوفِ وَاَنهيٰ عَنِ المُنكَرِ ۹

بنابرایں حضرت نے پہلے ہی خود اپنے خونچکاں قیام کا بہترین سبب بیان فرمادیا تھا اور جیسا کہ گذشتہ حصے میں ذکر ہوا، خود یزید کا فسق و فجور، لاابالی، بے دینی اور کفر کسی بھی بے غرض اور منصف مزاج آدمی کیلئے ثابت کرنا خاص دشوار نہیں، کیونکہ اس نے اپنی چند سالہ حکومت میں جن مظالم و جرائم کو روا رکھا وہ خود اس مطلب پر دلیل ہے۔ ۱۰ لہٰذا ایسے ماحول میں امام حسینؑ جیسی دیندار اور (ہواہوس سے) پاک شخصیت کی صورت اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتی تھی، بلکہ چند قدم آگے ایسے افراد خونین تحریک کو برپا کرتے ہیں! اور بہتر ہے یزید نے امام حسینؑ کے مقابل جس بے دینی اور کفر کا مظاہرہ کیا اس کی گواہی اہل سنت کے علماء اور مؤرخین کے بیانات بخوبی پیش کریں، چنانچہ چند سطریں عین موضوع سے ہٹ کر ملاحظہ فرمائیں۔

یزید کے فسق و کفر پر علماء اہل سنت کا بیان

علامہ آلوسی (متوفی ۱۲۷۰) جو اپنے زمانے میں اہل بغداد کے مفتی اور عراق میں مرجع اہل سنت تھے اپنی تفسیر روح المعانی میں آیتِ شریفہ:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الاَرْضِ وَتُقَطِّعُوا اَرحَامَكُم اُولٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللهُ﴾

''تو کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ تم صاحب اقتدار بن جاؤ تو زمین میں فساد برپا کرو اور قرابت داروں سے قطع تعلق کرلو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے۔'' (محمد ۲۲)

امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں:

ان کے فرزند عبداللہ نے جب یزید پر لعنت کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا:

كَيفَ لايُلعَنُ مَن لَعَنَهُ الله تَعالىٰ فِي كِتابِهِ ''اس پر کیسے لعنت نہ ہو جس پر خود خدا نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہو؟

عبداللہ نے پوچھا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے، لیکن یزید پر لعنت نہیں دیکھی! یہ سن کر امام حنبل نے آیہ مذکورہ تلاوت فرمائی اور کہا:

وَايُّ فَسادٍ قَطيعةٍ اَشَدُّ مِمّا فَعَلَهُ يَزيد؟ ''جو یزید نے کیا اس سے بدتر کون سا فساد اور قطع رحم وجود رکھتا ہے؟

علامہ آلوسی اس گفتگو کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

وَعَلىٰ هذا القولِ لاتَوَقُّفَ فِي لَعنِ يزيدلكَثرَةِ أوصافِهِ الخَبيثَةِ وارْتكابِهِ الكَبائِرفي جميعِ ايّامِ ..... الخ

شروع کی عبارت کا ترجمہ قارئین پر چھوڑتے ہوئے علامہ آلوسی کی شخصی نظریے کے عنوان سے خلاصہ پیش کررہا ہوں آپ فرماتے ہیں:

''میرے گمان پر یہ بات غالب ہے کہ اس خبیث آدمی (یزید) نے رسالت رسول کی تصدیق نہیں کی تھی اسکے علاوہ خدا کے اہل حرم اور رسول خداؐ کے حرم وعترت کی نسبت جو بُرے اعمال انجام دیئے وہ اس کی بے ایمانی پر ثبوت ہیں، جبکہ اس نے مصحف (قرآن) کا ورقہ نجاست میں بھی ڈال کر انتہائی خباثت کا ثبوت دیا، مجھے گمان نہیں کہ مسلمانوں سے یہ کام پوشیدہ رہے ہوں اگر چہ اس وقت کے مسلمان خوف وہراس کا شکار تھے اور صبر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رکھتے تھے اور اگر فرض کیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اتنے گناہان کبیرہ انجام دیئے کہ جن کا مکمل بیان اور احاطہ کرنا مشکل امر ہے، لہٰذا میں جس عقیدہ کا حامل ہوں اسے بیان کررہا ہوں کہ اس پر لعنت جائز ہے کیونکہ ایسے کئی اور فاسق کا تصور وجود نہیں رکھتی اور ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی تھی کیونکہ احتمال توبہ اصل ایمان سے زیادہ ضعیف تر ہے۔

اسکے ساتھ ابن زیاد اور عمر ابن سعد کے علاوہ دوسرا بڑا گروہ کو بھی ملحق ہوگا اسی طرح اسکے یار واعوان اور اس کی پیروی کرنے والوں اور اسکے اعمال پر راضی رہنے والوں پر تا قیامت خدا کی لعنت ہو۔''

اہل سنت کے ایک مورخ اور معروف دانشور ابن عماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹) اپنی مشہور تاریخ شذرات الذہب

میں لعن یزید کے موضوع پر اختلاف اور بعض علماء کے نظریات نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

وَعلی الجملَةِ فَمَا نُقلَ عن قتلة الحُسينَ و المُتَخامِلينَ عليه يَدُلّ على الزَّنْدَقَة و انْحلالِ الايمانِ من قُلُوبِهِم وتهاوُنِهِم بِمنصبِ النُّبُوَّة وماعظَم ذلكَ فسبحانَ مَنْ حَفِظ الشَّريعة حينئذٍ وشَيَّد اركانَهاحتّى انقَضَتْ دوْلَتهم وعلى فِعْلِ الاُموييِن وامرائهم بِالِ الْبَيْتِ حُمِل قولُه (ص) هَلاَكُ امّتي عَلى اَيْدِي اُغَيْلَمةٍمن قريش

پھر ابو ہریرہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ بسر بن ارطاۃ نے معاویہ کے دور حکومت میں کیا کیا مظالم ڈھائے۔

وَقَالَ التَّفتازُانيّ فى شرْحِ العقائدالنسفيّة اتّفقُوْاعلى جَوَاْزِاللّعْنِ علىٰ من قَتَل الحسينَ اوامَرَبه اواجازَه اورَضِيَ به قال:والحَقُّ انّ رضايزيدبقتلِ الحُسَيْنِ واستبشارُه بذلكَ واهانتَهُ اهلَ بَيْتِ رسولِ اللهِ(ص)ممّاتواترمعناه وان كانَ تفصيلُه آحاداًقال:فنحْنُ لانتوقَّفُ فى شانِهِ بل فى كُفرِه وايمانِه ،لعنةُ اللهِ عليه وعلى انْصارِه واعوانِه ،وقا الحافظ ابن عساكرنُسِبَ الى يزيدقصيدةٌمنها:

لَيْتَ اشياخى بَبَدْرٍشَهِدُوا — جَزَعَ الْخزْرَجَ من وَقْعِ الْاَسَلِ

لَعِبَتْ هاشِمُ بالمُلكِ فَلا — مَلَكٌ جاءَ ولاوَحْىٌ نَزَلَ

فَاِنْ صَحّتْ عنه كافرٌبلاريب (انتهى)

آخر میں یافعی سے نقل کرتے ہیں:

انھوں نے کہا:

وَاَماَحكَمَ مِن قَتَلَ الحُسينِ اَوامرِبقتلِهِ مِمّن استَحَلَّ ذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ وان لم يستحل ففاسقٌ فاجرٌ وَاللهُ اَعلَم ۱۲

تفتازانی اپنی کتاب شرح عقائد نسفیہ میں لکھتے ہیں:

''حسین کو قتل کرنے والے، حکم یا اجازت دینے والے حتیٰ قتل حسین پر راضی رہنے والے پر لعنت کرنا علماء اسلام کے نزدیک متفق علیہ امر ہے۔

مزید کہتے ہیں:

یہ بات حق ہے کہ قتل حسینؑ پر یزید کی رضایت اور خوشحالی اور خاندان رسالت کی اہانت ایسی روایات سے ثابت ہے جو تواتر معنوی رکھتی ہیں اگرچہ تفصیلی اعتبار سے وہ روایات واحد ہوں۔

پھر بحث جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں:

ہم لعن یزید پر کسی قسم کا توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے کفر اور بے ایمان ہونے پر تردید کا بھی گز نہیں خدا اس پر اور اسکے اعوان وناصران پر لعنت کرے۔ابن عسا کر نے اس یزید کا جو قصیدہ

نقل کیا ہے: "لیت اشیاخی۔ "اگر صحیح ہے تو وہ بے شک کافر ہے۔"
یافعی بھی کہتے ہیں:
"کسی کا حکم کہ حسینؑ کو قتل کردو یا دستور قتل دینے والے نے اگر یہ فعل حلال جان کر انجام دیا ہے تو کافر ہے ورنہ وہ شخص فاسق وفاجر ہے۔"
اہل سنت کے ایک اور معروف دانشمند علامہ جاحظ اپنی کتاب وسائل میں کہتے ہیں:
اَلْمُنکَرَاتُ الَّتِی اقْتَرَفَهَا یزیدُمن قتل الحسن وحمله بَنات رسول الله(ص)سَبایاوقرعه ثنایاالحسین بالعُوْد،واخافَتِه اهلَ المدینَةِ وهَدْمِ الکعبةِ تدلُّ علی القَسْوَةِ والغِلْظَةِ والنَّصْبِ وسوءِ الرّاْیِ والعَقْدِوالبَغْضَاءِ والنِّفَاقِ والخُروج عَنِ الایمانِ،فالفاسِقُ ملعونٌومن نَهَی عن شَتمِ المَلْعُونِ فَمَلْعُونٌ..." ۱۴۳
یعنی "یزید جن بُرے ناشائستہ کاموں کا مرتکب ہوا، قتل حسینؑ، دختران رسول اللہؐ کی اسارت، حسینؑ کے مبارک لبوں پر چھڑی لگانا، اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنا، خانہ کعبہ کو ویران کرنا وغیرہ سب دلالت کرتے ہیں اس کی سنگدلی، قساوت، دشمنی اور عداوت، کینہ ونفاق اور بے ایمان ہونے پر جو اس میں تھی، لہٰذا وہ (یزید) فاسق ملعون ہے اور جو ملعون کو دشنام دینے سے روکے وہ بھی ملعون ہے۔"
یہ تھے چند اہل سنت کے علماء کا یزید کے فسق وکفر اور لعن کے بارے میں نظریہ۔ ہم اسی پر اکتفاء کرتے ہیں، البتہ اس سے بھی اگر زیادہ معلومات درکار ہوں وہ عبدالرزاق مقرم کی مقتل الحسینؑ نامی کتاب سے رجوع کرسکتا ہے، جبکہ ہم لوگ گذشتہ حصے میں اقوال مروج الذہب وغیرہ سے نقل کرچکے ہیں۔
ہم ان اعترافات کے ذریعے قیام کربلا کے اسباب کی جانب بہتر توجہ دے سکتے ہیں، کیونکہ امام حسینؑ اس فساد وکفر ونفاق اور فسق وفجور کے منبع وماخذ کو یقیناً بہتر جانتے تھے، آپ دوربین نگاہوں دیکھ لیا تھا کہ اس گھنونے وجود سے اسلام کو کتنا بڑا خطرہ لاحق تھا لہٰذا امام تمام خطرات کو مول لینے پر تیار تھے یعنی حضرتؑ نے اپنی جان کے علاوہ اولاد وانصار اور عزیز واقارب کی جانوں کو قربان کردیا، اپنے بعد نہتے بچوں اور بیبیوں کی اسیری برداشت کی لیکن ایسے بے دین کافر کے ہاتھ پر بیعت کرنا گوارا نہ کیا۔
آیئے دوبارہ اسی داستان کی جانب رخ کرتے ہیں جسے چند صفحات قبل چھوڑ آیا تھا۔

دوسرے روز امام کی مروان بن حکم سے گفتگو

فتوح ابن اعثم کوفی میں نقل ہوا ہے، امام اور ولید کی ملاقات کے بعد دوسرے روز مدینہ کے ایک کوچے میں امام حسینؑ سے مروان کا سامنا ہوا تو وہ امام کو دیکھ کر بولا:
میں تمہارے ساتھ خیر خواہی کر رہا ہوں کہ اگر قبول کرو تو اس میں آپؑ کی خیر وصلاح ہے۔

امام نے فرمایا: تیری خیر خواہی کیا ہے؟

مروان نے جواب دیا:

میں تمہاری دنیاو آخرت کی خیر امیر المومنین یزید کی بیعت کرنے میں دیکھ رہا ہوں۔

امامؑ نے تند لہجے میں جواب دیا اور فرمایا:

عَلَی الاِسلاَمِ السَّلاَمُ اذقَـدبلِیَتِ الاُمَّۃُ بِراعٍ مَثلِ یَـزِیـدَ ! وَیَـحکَ یـاَمَروَانَ ! اَتَـاَمُرُنِي بِبَیعَۃِ یَـزِیـدوَھُـوَرَجـلُ فَـاسِـقٌ ،لَـقَـدقُلتَ شَـطَطاً مِنَ القَولِ لااَلُومکَ عَلیٰ قَولِکَ لِاَنَّکَ اَلْعِینُ الَّذِی لَعَنَکَ رَسُولُ اللہِ وَاَنتَ فِي صُلبِ ابِیکَ الحکم بن اَبِي العَاص

''اسلام کا فاتحہ پڑھنا چاہیے! جب امتِ اسلام یزید جیسے کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے۔ اے مروان تجھ پروائے ہو! مجھے یزید جیسے فاسق کی بیعت کا دستور دے رہا ہے، بے شک تو نے ایسی بات کر ڈالی کہ جس کی میں سرزنش نہیں کروں گا تو وہی ہے جس پر رسول اکرمؐ نے اس وقت لعنت کی تھی جبکہ تو ابھی صلب پدر حکم بن ابی العاص میں تھا۔''

پھر امام نے مزید فرمایا:

اِلَیکَ عَنـیَ یاَعَدُوَّ اللہِ فاِنّااھلُ بَیتِ رسولِ اللہِ والحَقُّ فِیناوبالحَقِ تَنطِقُ اَلسِنَتُناوقَدسَمِعتُ رسوَ اللہِ (ص) یـقـولُ :اَلخِلاَفَۃُ مُـحَرَّمَۃٌ علیٰ آلِ ابی سفیانَ وعَلَی الطُّلَقاءِ واَبنَاءِ الطُّلَقَاءِ وقالَ :اِذارَاَیتُم معاویۃَ عَلیٰ مِنبَرِی فَابقَرُوابَطنَہ ،فَواللہِ لَقَدرَآہ اھلُ المَدینَۃِ علیٰ مِنبَرِ جَدّی فَلَم یَفعَلُوامااُمِرُوابِہ

''اے دشمن خدا مجھ سے دور ہو ہم خاندان پیغمبرؐ ہیں حق ہمارے درمیان ہے اور ہماری زبانیں حق بات کہنے والی ہیں، میں نے خود رسول اکرمؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: خاندان ابوسفیان، اسکے آزاد کردہ لوگوں اور ان کے بیٹوں پر خلافت حرام ہے۔ اسی طرح فرمایا: جب بھی معاویہ میرے منبر پر دیکھو تو اس کا شکم پھاڑ ڈالو، خدا کی قسم اہل مدینہ نے اُسے میرے جد کے منبر پر دیکھا مگر حضرتؐ کے دستور پر عمل نہ کیا۔'' ۱۵

یہ تھی وہ گفتگو جو ابن اعثم کی کتاب سے نقل کی گئی ہے مگر کیونکہ ابن اعثم افسانہ نگار تھا اور پھر یہ جملات کسی اور کتاب میں بھی نہیں ملتے ،لہٰذا بعید ہے امامؑ جیسی شخصیت سے ادب و نزاکت سے دور گفتگو سنی جائے۔ واللہ اعلم۔

شبِ دوم امام حسینؑ کا مدینہ سے خروج

شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''پس امام حسینؑ اس رات یعنی شب ستائیس رجب سنہ ساٹھ ہجری اپنے بیت الشرف رہے، ادھر

ولید بن عتبہ، عبداللہ بن زبیر سے حصول بیعت میں سرگرم تھا، مگر ابن زبیر نے بھی بیعت سے گریز کیا اور اسی رات مدینہ کو مکہ مکرمہ کے ارادے سے ترک کر دیا، لہٰذا جوں ہی صبح نمودار ہوئی ولید نے بنی اُمیہ کے ایک آدمی کی سرکردگی میں اسّی سوار گرفتاری کیلئے روانہ کیے مگر (ابن زبیر غیر معروف راستے سے نکلے تھے) وہ لوگ ناکام لوٹ آئے، پھر ولید نے بروز ہفتہ بوقت عصر چند لوگوں کو امام کے پاس بھیجا تا کہ امام ولید کے پاس آ کر بیعت کریں۔ امام نے فرمایا:

"کل صبح تک توقف کرو تا کہ ہم اور تم اس بارے میں خوب سوچ لیں۔"

اس پر انھوں نے بھی کسی قسم کا اصرار نہیں کیا پس شب ۲۸ رجب المرجب اتوار کی شب امام نے بھائی بہنوں اور بیشتر افراد خاندان کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کی راہ لی، سوائے محمد بن حنفیہؒ جب مدینہ سے باہر جانیکا مصمم ارادہ جان گئے تو انھوں نے امام سے عرض کی:

"اے میرے عزیز بھائی تم میرے نزدیک محبوب ترین انسان بھی ہو اور دشوار ترین انسان بھی (یعنی تمہاری مصیبت پر مجھے سب سے زیادہ شاق ہوگا) تم جانتے ہو میں تمہارے علاوہ کسی کو نصیحت نہیں کرتا، کیونکہ تم خیر خواہی اور نصیحت سننے میں زیادہ سزاوار ہو، میں یہ کہتا ہوں کہ یزید ابن معاویہ کی بیعت کرنے اور ایسے شہروں سے جہاں تک ہو سکے دوری اختیار کریں اس کے بعد لوگوں تک اپنے نمائندے بھیج کر انھیں اپنی جانب دعوت دیں، چنانچہ اگر لوگوں نے تمہارے آگے تسلیم ہو کر بیعت کی تو اس نعمت پر شکر خدا بجالاؤ اور اگر تمہارے علاوہ کسی اور کی بیعت میں آئے تو خدا اس وسیلے سے تمہارے عقل، دین کو کم نہیں کرے گا اور لوگوں کے درمیان سے تمہاری شفقت اور برتری نہیں دور کرے گا (یعنی اگر تمہاری دعوت کو قبول کیا تب بھی تمہارا کوئی نقصان نہ ہوگا) لیکن مجھے فکر اور خوف ہے تم ان شہروں میں سے کسی شہر میں جاؤ اور وہاں کے لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں ایک تو تمہارا ساتھ دے مگر دوسرا مخالفت پر اتر آئے اس طرح ان کے درمیان میں جنگ ہو جائے چنانچہ ایسے بلوے میں سب سے پہلے نیزوں کا شکار تمہاری ذات ہوگی اور اس وقت اس امت میں پدر و مادر کے اعتبار سے سب سے زیادہ اہم شخصیت ضائع ہو جائے گی اور اسکا خاندان خوار و سرگردان ہو کر رہ جائے گا۔"

محمد حنفیہ سے امام حسینؑ نے فرمایا:

اے بھائی آخر کہاں جاؤں؟

عرض کی: مکہ چلے جائیں اور وہاں اگر سیاسی فضاء آسودہ خاطر رہے اور مناسب و اطمینان بخش مسکن میسر ہو تو وہی جگہ بہتر ہے اور اگر وہ جگہ رہنے کے قابل نہ رہے تو شہروں کو خیر باد کہہ کر

پہاڑوں کے دروں کو یا بادیہ نشینی کو اختیار کرنا تاکہ وہاں بیٹھ کر دیکھ سکو کہ لوگوں کو انجام کار کدھر کھینچتا ہے، البتہ تمہاری فکر ورائے جو کچھ بروئے کار لائے گی وہی سب سے مناسب بھی ہوگا اور بہتر بھی۔

امام حسین نے فرمایا:

''اے بھائی بے شک آپ میری نسبت خیر خواہ اور دلسوز ہیں اُمید ہے کہ آپ کا مشورہ محکم اور کامیابی سے نزدیک ہوگا۔''

شیخ مفید علیہ الرحمہ کی روایت کی طرح طبری اور ابن اثیر بھی نقل کرتے ہیں مگر اس میں حضرتؑ کا قبر پیغمبرؐ پر جانا اور وہاں خواب میں رسول اللہؐ سے گفتگو کا ذکر نہیں ہوا، کیونکہ اوپر کی روایت کے بعد ارشاد مفید اور دوسری کتابوں میں لکھا ہے، امام حسینؑ نے مکہ کی جانب حرکت کی اور راستے میں سورۂ قصص کی تلاوت فرمار ہے تھے۔ (تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔)

شب خروج جو خواب امام نے دیکھا اور اس کی صحت وسقم

بعض روایات میں ملتا ہے کہ اسی شب (جس میں ولید سے ملاقات ہوئی) اپنے جد رسول اللہؐ کی زیارت کیلئے قبر پر تشریف لائے وہاں قبر مبارک سے ایک نور ساطع ہوا۔ امامؑ نے عرض کی:

السَّلامُ عَلَیکَ یَارَسُولَ اللہ اَنَا الحُسینُ ابنُ الفَاطِمَۃَ فَرخُکَ وَابنُ فَرخَتِکَ وَسِبطُکَ الَّذِی خَلَّفتَنِي فِي اُمَّتِکَ فَاشهَدعَلَیهِم یانَبِیَّ اللہ اِنَّهُم خَذَلُونِي وَلَم یَحفَظُونِي وهٰذہِ شکوای اِلَیکَ حتّی القاک

''یارسول اللہ! آپ پر درود وسلام ہوں، میں فرزند فاطمہ آپکا چھوٹا بیٹا اور آپؐ کی چھوٹی اولاد کا فرزند ہوں آپ کا نواسہ جسے آپ اپنی امت میں چھوڑ گئے تھے بس آپ گواہ رہیے اس امت نے میری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے اور انھوں نے میرا خیال نہیں رکھا، میں آپؐ کے دیدار کو یہ شکوہ لے کر میں آیا ہوں۔'' [۱۶]

اسی طرح بعض روایات میں آیا ہے کہ دوسری رات مدینہ کو ترک کرنے سے قبل اپنے جد رسول اللہؐ، مادر گرامی فاطمہؑ اور بھائی حسنؑ کی قبروں سے وداع ہونے کیلئے تشریف لائے چنانچہ پہلے ماں پھر بھائی سے رخصت لی اور اسکے بعد قبر جد پر آ کر فرمایا:

اللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذاقَبرُنَبِیِّکَ مُحمّدٍؐ وَاَنَا ابن بُنتِ نَبِیِّکَ وَقَدحَضَرَنِي مِنَ الاَمرِ مَاقَدعَلِمتَ، اللّٰھُمَّ اِنِّي اُحِبُّ المَعرُوفَ وَاُنکِرُ المُنکَرَوَ اسئَلکَ یَاذَالجَلاَلِ وَالاِکرَام بِحَقِّ القَبرِ وَمَن فِیهِ اِلَّا اختَرتَ لِي ماهُولکَ رِضیً وَلِرَسُولِکَ رضی

''بارالہا! یہ تیرے پیغمبر حضرت محمدؐ کی قبر ہے اور میں تیرے رسول کا نواسہ ہوں تو بہتر جانتا ہے

میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اے خدا میں اچھائیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت کرتا ہوں، اے خدا تو ذوالجلال ولاکرام ہے میں تجھ سے اس قبر اور صاحب قبر کے واسطہ سوال کرتا ہوں جو تیری اور تیرے رسول کی رضا ہو وہی میرے لیے انتخاب فرما۔"

امام نے اس مناجات کے بعد گریہ کیا اور اپنا سر قبر نبی پر رکھ کر اسی حالت میں صبح کے نزدیک تک رہے اور آخر آپؑ پر غنودگی طاری ہوگئی چنانچہ عالم رؤیا میں رسول اللہؐ کو چند فرشتوں کے ہمراہ جنھوں نے آپ کے گرد حلقہ بنایا ہوا تھا آتے ہوئے دیکھا۔

رسول اللہؐ نے امام حسینؑ کو آغوش میں لے کر پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:

حبیبی یاحسین کانّی اَراکَ عن قریب مُرَمَّلاً بِدِمائِکَ مَذبوحاً بِاَرضِ کَربَلاءَ بَینَ عِصابَةٍ مِن اُمَّتِي وَاَنتَ مَعَ ذالِکَ عطشانُ لاتُسقٰی وَظمآنُ لاتُروی وَهُم بَعدَذالِکَ یَرجُونَ شَفاعَتِي لاانالَهُم اللهُ شَفاعَتِي یَومَ القِیامَةِ، حبیبی یاحسینُ، اِنَّ اَباکَ وَاُمَّکَ وَاَخاکَ قَدِمُوعَلَیَّ وَهُم مُشتاقُونَ اِلَیکَ "اے میرے پیارے حسین! گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب اپنے خون میں آغشتہ سرزمین کربلا پر میری امت کے ہاتھوں تمہارا سر کاٹ دیا جائے گا جبکہ میرے لال تو تشنہ کام ہوگا مگر کوئی تجھے سیراب نہیں کرے گا (تعجب ہے) وہ پھر میری شفاعت کی آس لگائے ہوں گے حالانکہ وہ روز قیامت میری شفاعت سے محروم رہیں گے۔ اے میرے لال حسین! یقین جانو تمہارے والد، مادر گرامی اور برادر حسنؑ میرے پاس آئے تھے وہ سب تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں۔"

روایت کے بعد اس طرح ہے، امام نے گریہ کیا اور حضرتؐ سے خواہش ظاہر کی کہ اپنے ہمراہ لے چلیں امام نے گریہ کناں حالت میں فرمایا:

یاجَدّاهُ لاحَاجَةَ لي فِي الرُّجوعِ الی الدُّنیا فَخُذني اِلَیکَ وَ اَدخِلني مَعَکَ اِلیٰ مَنزِلِکَ
"نانا مجھے دنیا میں دوبارہ جانے کی کوئی خواہش نہیں، مجھے اپنے ساتھ لے چلیے۔"

لیکن رسول اللہؐ نے یہ درخواست قبول نہ کرتے ہوئے فرمایا:

لابُدَّلَکَ مِنَ الرُّجُوعِ اِلَی الدُّنیاحتّٰی تَرزِقَ الشَّهادَةَ وَمَاکَتَبَ اللهُ لَکَ فیهامِن الثَّوابِ العَظیمِ فِاِنَّکَ وَاَباکَ وَعَمَّکَ وعَمُّ اَبیکَ تُحشَرُونَ یَومِ القِیامَةِ فِي زمرةٍ واحدةٍ حتّٰی تَدخُلوالجَنّةَ "نہیں میرے لال تمہیں جانا پڑے گا تاکہ شہادت جیسے رتبے سے سرفراز ہو کر خدا کے معین کردہ ثواب عظیم کے مالک بنو، بے شک تم، تمہارے والد، انکے چچا اور تمہارے چچا سب روز قیامت ایک صف میں محشور ہوں گے یہاں تک کہ بہشت میں بھی ساتھ جائیں گے۔" [۱۷]

اسکے بعد امام حسینؑ خواب سے بیدار ہوئے اور اپنا خواب اہل خاندان سے بیان فرمایا اس پر آپ کا پورا خاندان گریہ وزاری کرتا رہا۔ البتہ اس ماجرا پر کوئی معتبر سند موجود نہیں ۔ ہاں امالی صدوق میں اس روایت کو حسن بن عثمان تستری نامی شخص کی کتاب سے نقل کیا ہے جو خود غلط بیانی میں مشہور ہے ۔ اسی طرح علامہ امینیؒ نے بھی اس روایت کو اہل سنت کی کتابوں سے نقل کیا ہے ۱۸ بنا برایں شیعہ اور سنی معتبر کتابوں میں اسکا تذکرہ نہیں ملتا لہٰذا مذکورہ روایت خالی از اعتبار قرار پائے گی اور اس کی دلالت بھی قابل اعتراض ہے۔ واللہ اعلم۔

امام حسینؑ کا وصیت نامہ

مقتل خوارزمی اور فتوح ابن اعثم میں آیا ہے، امام حسینؑ جب مدینہ سے نکلنے لگے تو مندرجہ ذیل وصیت نامہ لکھ کر اپنے بھائی محمد حنفیہ کے سپرد کیا:

هٰذَا مَا اَوْصىٰ بِهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلىٰ أخِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ، اِنَّ الْحُسَيْنَ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ جَاءَ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِهِ اِنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ وَالسَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ. وَاِنِّي لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَلَا بَطِرًا وَلَا مُفْسِدًا وَلَا ظَالِمًا، اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِي اُمَّةِ جَدِّي، اُرِيدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَاَنْهىٰ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَسِيرَ بِسِيرَةِ جَدِّي وَاَبِي عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ فَمَنْ قَبِلَنِي بِقَبُولِ الْحَقِّ فَاللّٰهُ اَوْلىٰ بِالْحَقِّ وَمَنْ رَدَّ عَلَيَّ هٰذَا اَصْبِرُ حَتّىٰ يَقْضِيَ اللّٰهُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقَوْمِ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۔

"یہ حسین بن علیؑ کا محمد حنفیہ کے نام وصیت نامہ ہے، حسین گواہی دیتا ہے کہ معبود فقط خدا ہے جو وحدہ لاشریک ہے اور بے شک محمد اسکے بندے اور رسول ہیں جو اس کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجے گئے، بلاشبہ جنت و جہنم حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں، اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ خدا مرنے والوں کو قبر سے اٹھائے گا، یقیناً میں یوں ہی نہیں نکل پڑا ہوں اور نہ ہی ہوا ہوس کے زور پر قیام کر رہا ہوں اور نہ مجھے فساد کرنا منظور ہے اور نہ ہی ظلم و ستم کا ارادہ رکھتا ہوں بلکہ میں تو امت جد کی اصلاح جوئی کی خاطر نکلا ہوں، میں تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں، اپنے جد و بابا علیؑ کی سیرت پر حرکت کر رہا ہوں پس جو بھی حق کی وجہ سے مجھے قبول کرے گا قسم بخدا وہ حق بجانب ہے اور جو مجھے رد کرے گا تو میں اپنے اور اس قوم کے درمیان ہونے والے فیصلے تک صبر کروں گا۔ بلاشبہ وہ خیر الحاکمین ہے۔"

سوئے مکہ امام کی روانگی

شیخ مفید علیہ الرحمہ کے علاوہ بعض دیگر مولفین نے لکھا ہے، جس رات امام نے مکہ کیلئے سفر کا آغاز کیا وہ

شب یک شنبہ اٹھائیس رجب المرجب ۶۰ ھ تھی۔ آپؑ وہ آیت جو حضرت موسیٰ کے مصر سے کوچ کے بارے میں نازل ہوئی تلاوت فرمارہے تھے:

﴿فخرج منها خائفاً يترقّب قال ربّ نجّني من القوم الظّالمين﴾ ''(موسیٰ) اس شہر (مصر) سے خوف کی حالت میں راہ کی تلاش میں یہ کہتے ہوئے نکلے: پروردگار مجھے ستمگروں سے نجات عطا کر۔''

(قصص ۲۱؍)

امام نے سفر کیلئے جو راستہ انتخاب فرمایا عظیم اور عمومی شاہراہ تھی جبکہ بہت سے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ عبداللہ بن زبیر کی طرح غیر معروف راستہ اختیار کریں تا کہ حکومت کے مامور لوگ گرفتار نہ کرسکیں۔

لیکن حضرتؑ نے یہی جواب دیا:

قسم بخدا میں ایسا نہیں کروں گا تا کہ خدا وہی کرے جو ہماری قسمت میں لکھا ہے۔

امام بروز جمعہ تین شعبان المعظم ۶۰ ھ وارد مکہ ہوئے اور ہنگامِ ورود مذکورہ آیت کا باقی حصہ تلاوت فرمایا:

﴿ولمّا توجّه تلقاء مدين قال عسى ربّي أن يهديني سواء السّبيل﴾ ''اور جب شہر مدین میں داخل ہوئے تو کہا، امید ہے میرا پروردگار راہِ راست کی رہبری کرے گا۔''

تاریخ ابن عساکر کے مطابق آپؑ عباس بن عبدالمطلب کے گھر تشریف فرما ہوئے، لہٰذا اہل مکہ اور دیگر ساکنان شہر جو دوسرے علاقوں سے عمرہ و زیارت کیلئے آئے ہوئے تھے ان کے قیام گاہ پر امام کو دیکھنے آئے اور وہاں رفت و آمد کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی طرح مختلف شہروں کی بزرگ اور عام شخصیات جو وہاں قیام پذیر تھیں حضرت کے پاس آئے، پسر زبیر نے خود کو مکہ میں کعبہ کے نزدیک نماز و طواف میں مشغول رکھا ہوا تھا، وہ بھی لوگوں کے ساتھ کبھی روزانہ اور کبھی دو روز بعد امام حسینؑ سے ملاقات کیلئے آتا رہا مگر حضرتؑ کی مکہ میں موجودگی سب سے زیادہ انہی پر گراں گزر رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک حسین بن علیؑ مکہ میں ہیں اہل حجاز ان کی (ابن زبیر کی) بیعت نہیں کریں گے اس لیے کہ لوگوں کے نزدیک حسین بن علیؑ کی پیروی اور ان کا مقام زیدہ اونچا ہے۔

یہاں سے آئندہ باب میں قیام امام حسینؑ کے علل و اسباب کے موضوع پر بحث و گفتگو کریں گے جس کو جداگانہ باب کی ضرورت ہے اور اسکے بعد خدائے تعالیٰ کی مدد سے کربلا کا غم انگیز واقعہ تاریخی حوالوں سے تشریح کریں گے۔

حاشیہ وحوالہ جات

۱ [ابن اثیر کی کامل التواریخ کی عبارت ہے جب یزید خلافت پر پہنچا] وَلَم یَکُن لِیَزِیدَ هِمَّةُ النَّفرِ الَّذِینَ اَبوعَلیٰ مُعاوِیة بَیعَهُ ج۴،ص۱۴]

۲ [کامل التواریخ، ج۴،ص۱۴]

۳ [تاریخ یعقوبی، ج۲،ص۲۱۵]

۵ [کامل ابن اثیر، ج۴،ص۱۴،۱۶]

۸ [حیوۃ الامام الحسین، ج۲،۲۵۵،ادب الحسین وحماستہ،ص۱۰۲،سیرۃ الائمہ اثنی عشر ہاشم معروف، ج۲،ص۵۵]

۹ [مقتل خوارزمی، ج۱،ص۱۸۸]

۱۰ [عجیب اتفاق ہے کہ جس وقت یہ سطور اور صفحات لکھ رہا ہوں ہم یزید ثانی چنگیز زمان صدام ملعون کے مظالم سے دوچار ہیں حتی کہ شہر تہران و قم جیسے مذہبی شہر اور بارڈر کے گردنشین شہروں پر جہاں نہتے انسانوں کے مکانات ہیں کیمیکل بموں کے ذریعے حملہ کیا گیا اور یہ کتاب طولانی مار کے بموں تلے تہران کے قریب جماران میں لکھی گئی ہے ہم تو چشم دید گواہ ہیں کہ ایک درندہ حیوان اور دیوانہ انسان خودخواہی اور اپنے منصب کی خاطر ہزاروں مرد و عورت اور معصوم بچوں کو خاک وخون میں غلطان کرنے پر تیار ہے اور جن کیمیکل بموں کا استعمال کیا جارہا ہے ان کا اثر یہ ہے کہ ایک دقیقے میں سب کو بے جان اجسام میں تبدیل کر دیتے ہیں یہ فقط اس لئے ہے کہ عراق جیسے چھوٹے ملک پر حکومت باقی رہے۔]

۱۱ [وَعَلیٰ هذَا القولِ لاتوَقُّفَ فی لَعْنِ یزیدَلکَثْرَةِ اَوْصافِهِ الخَبیثَةِ وارْتکابِه الکَبائِرفی جمیعِ ایّامِ تکْلیفه ویکفی مافَعَلَه أیامَ اسْتیلائِه بأهلِ الْمَدینةِ ومکةَ فَقَدرَوَی الطبرانیُّ بسندِحسنٍ "اَللّٰهُمّ مَنْ ظَلَمَ أهلَ المدینَةِ وَأخافَهُم فأخِفْهُ وعلیه لعنةُ اللهِ والمَلائکةِ والنّاس أجمعینَ لایُقْبلُ منه صَرْفٌ ولاعَدْلٌ" والطّامّةُ الکبری مافَعَلَه بأهلِ البیْتِ ورِضاهُ بقتلِ الحسینِ عَلیٰ جَدِّه وعَلَیه الصّلاۃُ والسّلامُ واسْتبْشارُهُ بذٰلِکَ واهانَتُه لأهلِ بیتِه مِمّاتواتَرَمعناه وان کانَتْ تفاصیلُه آحاداً،وفی الحدیث "ستّةٌلَعَنْتُهم .وفی روایة .لَعَنَهُم اللهُ وکلُّ نبیٍ مُجابِ الدّعوةِ:المحرِّفُ لکتاب الله.وفی روایة .الزّائِدُفی کتاب اللهِ والمکذِّبُ بِقَدَرِ اللهِ والمُتَسَلِّطُ بالجَبَروُتِ لِیُعِزّمن أذَلَّ اللهُ ویذِلَّ مَن أعزّاللهُ المستحلُّ من عترتی والتارکُ لِسنّتی وقَدجَزَمَ بکفرِه وصَرَّحَ بلعْنِه جماعةٌ من العلماءِ منهُم الحافظُ ناصرُ السنة ابنُ الجوزی وسَبَقَه القاضی أبویَعْلی،وقال العلاّمةالتفتازانی:لانتوقّفُ فی شأنِه بل فی ایمانِه لعنةُالله تعالی علیه وعلی أنصارِه وأعوانِه،وممن صرّح بلعنه الجلالُ السیّوطی علیه الرحمةُ وفی تاریخ ابن الوردی،وکتاب الوافی بالوفیات أنالسّبی لماورَدمن العراق علی یزیدخرج فلقی الأطفال والنساء من ذریة علی،والحسین رضی الله تعالی عنهماوالرّؤوسُ علی أطرافِ الرّماحِ وقداشرفواعلی ثنیة جیرون فلمّارَاٰهُم نعب غرابٌ فأنشأیقولُ:

لَمّابَدَتْ تلکَ الحمولُ وأشْرَفَتْ تلکَ الرّؤسُ عَلَی شفاجیرون

نَعَبَ الغُرَابُ فَقُلْتُ قُلْ أولاتَقُلْ   فَقَداقْتَضَيْتُ من الرَّسُولِ دُيونى

يعنى أنه قتلَ بمن قتله رَسولُ اللهصلّى الله تعالى عليه وسلم يومَ بدٍكَجَدِّه عُتبةَ وخالِه وَلَدِعُتْبة وغيرِهماوهذاكفرٌصريحٌفاذاصَحَّ عنه فَقَدْكَفَرَبه ومِثْلُهُ تَمَثُّلُهُ بقولِ عبدالله بن الربعرى قَبْلَ السْلامِهِ ☆ليت أشياخى ☆الأبيات،

وأفتى الغزالى عفاالله عنه بحرمة لعنه وتعقب السفارينى من الحنابلة نقل البرزنجى والهيجمى السابق عن أحمدرحمه اللهتعالى فقال: المحفوظ عن الامام أحمد خلاف مانقلا،ففى الفروع مانصه :ومن أصحابنامن أخرج الحجاج عن الاسلام فيتوجه عيه يزيلونحوه ونص أحمدخلاف ذلك وعليه الاصحاب ،ولا يجوز التخصيص باللعنة خلافاً لأبى الحسين ،وابن الجوزى.وغيرهما،وقال شيخ الاسلام :يعنى .والله تعالى أعلم .ابن تيمية ظاهركلام أحمدا لكراهة، قلت: والمختار ماذهب اليه ابن الجوزى وأبوحسين القاضى ،ومن وافقهماانتهى كلام السفارينى . وأبوبكر بن العربى المالكى عليه وسلم وله من الجهلة موافقون على ذلك (كبرت كلمة تخرج من أفواهم ان يقولون الاكذبا) قال ابن الجوزى عليه الرحمة فى كتابه السرّالمصون: من الاعتقادات العامة التى غلبت على جماعة منتسبين الى السنة أن يقولوا:ان يزيدكان على الصواب وان الحسين رضى الله تعالى عنه أخطأفى الخروج عليه ،ولونظروافى السيرلعلمواكيف عقدت له البيعة والزم الناس بهاولقدفعل فى ذلك كلّ قبيح ،ثم لوقدرناصحة عقدالبيعة فقدبدت منه بوادكلهاتوجب فسخ العقد،ولايميل الى ذلك الاكلّ جاهل عامى المذهب يظنّ أنه يغيظ بذلك الرافضة.هذاويعلم من جميع ماذكره اختلاف الناس فى أمره فمنهم من يقول :هومسلم عاص بماصدرمنه مع العترة الطاهرةلكن لايجوزلعنه ،ومنهم من يقول :هوكذلك ويجوزلعنه مع الكراهة أوبدونهاومنهم من يقول:هوكافرملعون،ومنهم من يقول:انه لم يعص بذلك ولايجوزلعنه ،وقائل هذاينبغى أن ينظم فى سلسلة أنصاريزيد

وأناأقول :الذى يغلب على ظنّى أن الخبيث لم كن مصتقاً برسالة النبى صلّى لله تعالى عليه وسلم وأنّ مجموعى مافعل مع أهل حرم اللهتعالى وأهل حرم نبّيه عليه الصلاة والسلام وعترته الطيبين الطاهرين فى الحياة وبعدالممات ،وماصدرمنه من المخازى ليس بأضعف دلالة على عدم تصديقه من القاء ورقة من المصحف الشريف فى قذر،ولاأظن أن امره كان خافياعلى أجلّة المسلمين اذذاك ولكن كانوا مغلوبيس مقهورين لم يسعهم الاالصبرليقضى اللهأمراًكامفعولا ،ولوسلم أنّ الخبيث كان مسلمافهومسلم جمع من الكبائرمالايحيط به نطاق البيان ،وأناأذهب الى جوازلعن مثله على التعين ولولم يتصورأن يكون له مثل من الفاسقين ،والظاهر أنه لم يتب، واحتمال توبته أضعف من ايمانه ،ويلحق به ابن زياد.وابن سعد.وجماعة فلعنة اللهعزوجل عليهم أجمعين ،وعلى أنصارهم وأعوانهم وشيعتهم ومن مال اليهم الى يوم الدين مادمعت عين على أبى عبدالله الحسين، ويعجبنى قول شاعر العصرذوالفضل الجلى عبدالبقى الفندى العمرى الموصل وقدسئل عن لعن

یزید اللعین: یزید علی لعنی عریض جنابه   فاغدو به طول المدی ألعاللعنا (تفسیر روح المعانی، ج ۶، ص ۷۳، ۷۴]

۱۲ [شذرات الذهب، ج ۱، ص ۶۸، ۶۹]

۱۳ [رسائل جاحظ، ص ۲۹۸، رسالہ شمارہ ۱۱، بنی امیہ کے بارے میں]

۱۴ [مقتل الحسین، مقرم ص ۳۰، ۳۵]

۱۵ [نقل از کتاب الفتوح ابن اعثم، ج ۵، ص ۲۴]

۱۶ [امالی، صدوق مجلس ۳۰، مقتل عوالم ص ۵۴]

۱۷ [نقل از مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۱۸۵، و مقتل عوالم، ص ۵۴]

۱۸ [الغدیر، ج ۵، ص ۲۲۴]

آٹھواں باب

امام حسینؑ کے مقدس قیام کے علل واسباب پر بحث وگفتگو اوراس سے مربوط روایات پر تحقیق

یہ موضوع محل بحث وتحقیق ہے کہ وہ کون سے علل واسباب تھے جو امام حسینؑ کے اس مقدس وخونچکاں قیام کا موجب بنے اور وہ کیا علل تھے جنھوں نے اس ہمیشہ زندہ رہنے والی تحریک کو تاریخ اسلام، بلکہ تاریخ بشریت میں ایک منفرد حیثیت کا مالک بنایا؟ اس سوال کے جواب میں بہت سی گفتگو، متعدد کتابیں اور مختلف نظریات پیش کیے گئے ہیں جو کبھی تو حالات کی تبدیلی اور کبھی اعتراضات اور اختلاف عقائد کا سبب بنے حتی اس بحث کا نتیجہ تکفیر اور تہمتوں کی صورت میں سامنے آیا۔ البتہ ایسے مواقع سے سیاستدانوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور ایک دور تو ایسا بھی آیا کہ اس موضوع کو نشستوں اور بیٹھکوں کا عنوان قرار دیا جانے لگا، لہٰذا مذہبی معاشروں اور محافل دینی میں اختلافات اور تفرقے کی کیفیت ایجاد ہونے لگی۔

جیسا کہ سبط اکبر امام حسنؑ کے حالات زندگی اور صلح کی داستان میں مختلف نظریات بیان کیے جاتے ہیں اسی طرح بہتر ہی ہوگا کہ ہم علل واسباب کی جستجو خود انہی کے کلام مبارک کی روشنی میں کریں، لہٰذا ہمیں خود امام حسینؑ اور دیگر ائمہ معصومینؑ ہی سے دریافت کرنا ہوگا، کیونکہ یہ موضوع روایات معصومینؑ سے نقل ہوئے ہیں کہ آخر اس قیام کربلا کے کون سے اسباب تھے؟ البتہ یہ کام اتنا بھی سہل وآسان نہیں جتنا تصور کیا جاسکتا ہے، کیونکہ روایت کی صحت سند اور یہ جاننے میں دقت پیش آتی ہے کہ آیا یہ کلام معصوم سے صادر بھی ہوا ہے یا نہیں؟ بلاشبہ اگر روایات کی درستگی ثابت ہوجائے تو اس سے بہتر کوئی مدرک ومنبع اور مأخذ نہیں ہوسکتا۔

بہر حال سخن کو تاہ کرتے ہوئے ان روایات کا جرح وتعدیل کے ذریعے جائزہ لیں جو اس موضوع پر نقل ہوئی ہیں، چنانچہ اس موضوع پر پہلی روایت وہی ہیں جنھیں عامۃ المسلمین نے صلح امام حسنؑ کے باب میں موضوع بحث قرار دیا ہے۔ جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام اور الٰہی حجتیں جو بھی کرتی ہیں وہ دستور کی صورت میں از طرف پروردگار معین ہوتا ہے، کیونکہ یہ کامل ترین اور اسکے حضور فرمانبردار

ترین انسان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ہر مشکل ودشواری کو سر کرتے ہوئے اس حکم الٰہی کو انجام دیتے ہیں مثلاً مندرجہ ذیل روایت طالب توجہ ہے۔

اصول کافی میں شیخ کلینیؒ باب "اِنَّ الائمہ لَم یفعلُو شیأًالّا بِعَھدٍ من اللہِ وامرٍ منہ لایَتجاوزونہ" میں ہمراہ سند معاذ بن کثیر سے روایت کرتے ہیں جنھوں نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا:

بے شک آسمان سے حضرت محمد مصطفیٰؐ پر مہر شدہ وصیت کے علاوہ کوئی مکتوب وصیت نازل نہیں ہوئی، جبرئیل نے عرض کی: اے محمدؐ یہ ہے آپ کی وصیت آپؐ کی امت کیلئے جوکہ آپ کے خاندان کے پاس رہے گا۔ حضرتؐ نے فرمایا: اے جبرئیل میرا کونسا خاندان؟ عرض کی! آپ کی ذریت میں خدا کے برگزیدہ آپ کے افراد خاندان ہیں جو اس قابل ہیں کہ علم نبوت ارث میں لے سکیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ارث چھوڑا تھا یہ میراث علیؑ اور آپ کی ذریت کو جو علی بن ابی طالبؑ کے صلبی فرزندوں پر مشتمل ہوگی پہنچے گی۔ بتحقیق وصیت پر کئی مہریں لگی تھیں، چنانچہ پہلی مہر حضرت علی بن ابی طالبؑ نے کھولی اور جو بھی اس میں تھا علیؑ نے اس پر عمل کیا، پھر حسن مجتبیٰؑ نے دوسری مہر کو کھولا اور اس کے دستور پر عمل کیا اور جب حسن مجتبےٰ دنیا سے چلے گئے تو تیسری مہر حسینؑ بن علیؑ کے ہاتھوں کھلی، چنانچہ اس میں دستور قیام قتل کرنے اور قتل ہونے کا حکم لکھا تھا اسکے علاوہ لکھا تھا۔ اے حسین! کچھ افراد کو شہادت کیلئے اپنے ہمراہ لے جاؤ، کیونکہ تمہارے پاس انھیں دینے کو شہادت کے علاوہ کوئی اور شے نہیں لہٰذا امام حسینؑ نے ایسا ہی کیا اور دنیا سے جب رخصت ہونے لگے تو اس وصیت کو علی بن الحسینؑ کے سپرد کر دیا، پس انھوں نے چوتھی مہر کو کھولا تو لکھا تھا سکوت اختیار کریں۔ [1]

مقام ہذا پر، اس روایت کی طرح اور بھی روایات امام صادقؑ سے نقل ہوئی ہیں۔ بعض روایات میں تو یہ منطقی استدلال بھی ہوا ہے کہ اگر لوگ آئمہؑ کی صلح یا جنگ کے اسباب کو نہ جانتے ہوں تو انھیں چاہیے کہ بچگانہ قضاوت سے پرہیز کریں اور انھیں حضرت موسیٰ کی داستان سے درس لینا چاہیے کہ جب حضرت خضر نے ایسے کام انجام دیئے جو حضرت موسیٰ کیلئے غیر متوقعانہ اور نا قابل قبول تھے مثلاً کشتی میں سوراخ کرنا، بچے کو قتل کرنا تو چونکہ ان کاموں کی علت وحکمت سے آشنا نہ تھے، لہٰذا اعتراض تو کیا مگر جوں ہی حضرت خضر نے علت واسباب بیان کئے تو حضرت موسیٰؑ قانع ہوتے ہوئے نظر آئے، اگر اس مضمون پر دیگر روایات مطلوب ہوں تو شیخ صدوق کی علل الشرائع اور علامہ مجلسی کی بحار الانوار کی جانب رجوع فرمائیں۔ [2]

اور اب وہ روایت جو خاص طور پر صلح امام حسنؑ اور قیام امام حسینؑ کے بارے میں نقل ہوئی ہے وہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب علل الشرائع میں سند کے ہمراہ ابی سعید عقیصا سے

نقل کرتے ہیں، (ابی سعید) امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے فرزند پیغمبرؐ! آپؑ تو جانتے تھے کہ آپ حق پر ہیں پھر کیوں معاویہ جیسے گمراہ انسان سے صلح کی؟ امام نے جواب دیا:

''اے ابوسعید! کیا میں خدا کی خلق پر اس کی حجت اور اپنے باپ کے بعد ان کا امام و رہبر نہیں ہوں؟

میں نے عرض کی: جی ہاں آپ نے سچ کہا۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیا میں وہی نہیں کہ میرے اور بھائی حسین کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا:

''حسن و حسین دونوں امام ہیں چاہے وہ قیام کریں یا قعود؟''

میں نے عرض کی جی ہاں ایسا ہی ہے۔

پھر فرمایا:

تو اب جبکہ میں امام و رہبر ہوں تو قیام کروں یا نہ کروں؟ اے اباسعید! معاویہ کے ساتھ مصالحہ کا سبب وہی تھا جس کی بنیاد پر رسول اللہؐ نے بھی بنی ضمرۃ اور بنی اشجع اور مکہ والوں سے حدیبیہ سے پلٹتے وقت مصالحہ کیا البتہ فرق اتنا ہے وہ تنزیل (ظاہر آیات صریحہ) کے منکر و کافر تھے، جبکہ معاویہ اور اسکے اصحاب تاویل کے منکر و کافر ہیں۔ اے اباسعید! جب میں خدائے عزوجل کی جانب سے امام و رہبر ہوں تو کسی کو حق نہیں کہ میرے کیئے ہوئے کاموں صلح یا جنگ پر اعتراض کرے اگرچہ لوگوں پر میرے اقدام کے اسرار واضح نہ ہوں۔ کیا حضرت خضرؑ کا واقعہ فراموش کردیا کہ جب انھوں نے کشتی میں سوراخ کیا، بچے کو قتل کیا، دیوار کی مرمت کی تو حضرت موسیٰؑ نے ان کے کاموں پر اعتراض کیا مگر جوں ہی ان کے اسباب آشکار ہوئے راضی ہو گئے۔ میرا عمل بھی بالکل اسی طرح کا ہے کیونکہ تم حضرات اس راز کو نہیں جانتے اس لیے اعتراض کر رہے ہو، جبکہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو شیعوں میں سے کوئی ایک فرد بھی روئے زمین پر باقی نہ رہتا (اے اباسعید) یہ لوگ سب کو مار ڈالتے۔'' [۳]

ایک اور روایت میں یہی علت صلح بیان ہوئی ہے جسے جناب طبرسی نے اپنی کتاب احتجاج میں امام حسنؑ سے نقل کیا ہے۔

شرعی ذمہ داری، حکم الٰہی اور احساس جواب دہی

یزید جیسے انسان کے بارے میں گذشتہ حصے میں جو کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا [۴] اس کی بنا پر کسی بھی دیندار مسلمان کے پاس امام حسینؑ کی انتخاب کردہ راہ کے علاوہ کوئی راستہ وجود نہیں رکھتا کیونکہ حکومت یزید شرعی طور پر کسی بھی معیار و پیمانے پر پوری نہیں اترتی تھی اور نہ ہی قانون اور معاشرتی اصولوں کے مطابق

تھی خود یزید (جیسا کہ آپ تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں) کسی بھی چھوٹے مقام و منصب کی لیاقت نہیں رکھتا تھا چہ جائیکہ حکومت اسلامی کی ذمہ داری اس کے ہاتھوں سونپ دی جائے، للہذا امام حسینؑ کیلئے ایسی حکومت اور ایسے حکمران کی بیعت کرنا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہ تھا اور نہ ہی کسی توجیہ و علت تراشی کا حامل ہوتا اور یہ تو وہ بات ہے جس پر دلیل خود امام حسینؑ اور آپؑ کے جد اور پدر بزرگوار کی باتوں میں، بلکہ آیات میں وضاحت دیکھی جاسکتی ہے، کیا قرآن مجید میں خداوند متعال ارشاد نہیں فرماتا:

﴿ اِنَّ الَّذِینَ یُحِبُّونَ اَن تَشِیعَ الفَاحِشَۃُ فِی الَّذِینَ آمَنُوا لَھُم عَذَابٌ اَلِیمٌ فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ ﴾

''جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ صاحبان ایمان میں بدکاری پھیل جائے ان کیلئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بڑا دردناک عذاب ہے۔'' (نور/۱۹) ۵۔

کیا امام حسینؑ کا معاویہ کے فرزند یزید کی بیعت کرنا جو کہ فاسق اور تباہ کار تھا، محترم و ایماندار لوگوں کے درمیان فحشاء و منکر کی اشاعت اور اس کا چرچا کرنے میں مدد و نصرت کا مصداق نہ ہوتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الاِثمِ وَالعُدوَانِ ﴾ ''گناہ اور دشمنی میں کسی کی معاونت مت کرو'' (مائدہ/۲)

چنانچہ کسی پر یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ حکومت یزید کی بیعت اور وہ بھی حسینؑ بن علیؑ جیسے فرد کے ذریعے گناہوں میں بہت بڑی مدد و معاونت ہے۔ مگر اس امت کا دوسری امتوں پر برتری کا سبب امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں ہے کہ جس کی جانب قرآن میں ارشاد الٰہی ہوا:

﴿ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنھَونَ عَنِ المُنکَرِ ﴾

''تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کیلئے منظر عام پر لایا گیا ہے کہ تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔'' (آل عمران/۱۱۰)

کیا امیر المومنین علیؑ نے اپنی اس معروف وصیت میں اپنے فرزندوں تمام شیعیان عالم خاص طور پر حسنینؑ کو مخاطب فرما کر یہ نہیں فرمایا؟

وَکُونَا لِلظَّالِمِ خَصماً وَلِلمَظلُومِ عَوناً ''ظالم کے دشمن اور مظلوم ستم زدہ کے یار و مددگار بنے رہنا'' ۲۔

اسی طرح خطبہ شقشقیہ میں جب خلافت کی ذمہ داری قبول فرما رہے تھے تو اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَولَا حُضُورُ الحَاضِرِ وَقِیَامُ الحُجَّۃِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ وَمَا اَخَذَ اللّٰہُ عَلَی العُلَمَاءِ اَن لَا یُقَارُّوا عَلٰی کِظَّۃِ ظَالِمٍ وَلَا سَغَبِ مَظلُومٍ لَاَلقَیتُ حَبلَھَا عَلٰی غَارِبِھَا ''اس خدا کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار پیدا کیے اگر بیعت کرنے والے موجود نہ ہوتے اور مددگاروں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوتی اور وہ عہد و پیمان نہ ہوتا جو خدا نے علماء سے لیا ہے کہ ظالم کی شکم سیری اور مظلوم کی بھوک کے

سامنے ہتھیار نہ ڈالیں تو میں حکومت کی مہار اسکی کوہان پر ڈال کر اسے آزاد کردیتا۔" ۷

لہٰذا امام حسینؑ کے خطبات میں جابجا اسی ہدف، مقصد اور شرعی ذمہ داری کی ادائیگی اور حکم الٰہی پر عمل کو آپؑ کے مقدس قیام کا سبب بطور صریح ذکر ہوا ہے۔ حضرتؑ نے بصرہ کے عمائدین کو خط لکھ کر اپنے قیام اور دعوت الٰہی کا سبب یہ بیان فرمایا:

وَاَنَا اَدعُوکُم اِلیٰ کِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِیِّهِ فَاِنَّ السُّنَّةَ قَدامُیِتت وَالبِدعَةَ قَداُحییت

"میں تم لوگوں کو کتاب الٰہی اور سنت پیغمبرؐ کی جانب دعوت دیتا ہوں درحقیقت آج سنت مرچکی ہے اور بدعت زندہ ہورہی ہے۔" ۸

اسی طرح جب معروف شاعر فرزدق سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ قیام حضرتؑ کی علت دریافت کرتا ہے تو امام نے جواب میں فرمایا:

اِنْ نَزَلَ القَضَاءُ بِمَا نُحِبُّ وَنَرضیٰ فَنَحمَدُ اللهَ عَلیٰ نِعَمَائِهِ وَهُوَالمُستَعَانُ عَلیٰ اَدَاءِ الشُّکرِ وَاِن حَالَ القَضَاءُ دُونَ الرَّجَاءِ فَلَم یُعلُمَن کَانَ الحَقُّ نِیَّتُهُ والتقویٰ سَرِیرَتَه "اگر قضاء وقدر ہماری پسند و رغبت کے مطابق ہو تو اسکی نعمتوں پر شکر گزار رہتے ہیں کیونکہ سپاس گزاری میں وہ ہمارا مددگار ہے اور اگر قضاء الٰہی ہماری امیدوں میں حائل ہوگئی تو جس کی نیت حق اور تقویٰ اس کا پیشہ ہے تو اس نے دوری کی راہ کو اختیار نہیں کیا ہے۔" ۹

اسی طرح جب حضرت مسلم بن عقیل کو سوئے کوفہ بھیجا تو اس شہر کے لوگوں کو ایک خط لکھا جس میں یزید کی نالائقی اور اپنی حقانیت کا بیان تھا تو اس میں تحریر تھا:

فَلَعُمرِ مَاالاِمامُ اِلَّا العَامِلُ بِالکِتَابِ وَالقَائم بِالقِسطِ وَالدائِنُ بدین الحَقِّ الحَابِسَ نفسه عَلیٰ ذَاتِ اللهِ وَالسَّلامُ "مجھے اپنی جان کی قسم یقیناً امام و رہبر وہ ذات ہوسکتی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے اور عدل و انصاف کو قائم کرے اور دین حق پر متدین ہوتے ہوئے راہ خدا میں اپنی جان گروی رکھ دے۔" ۱۰

یا اس وقت جب والی مدینہ ولید بن عتبہ حضرتؑ سے یزید کی بیعت طلب کررہا تھا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

یَاأَیُّهَا الاَمِیرُ اِنَّا اهلِ بَیتِ النَّبُوۃِ ومعدنُ الرِّسالةِ ومُختَلَفُ المَلائکةِ وبنافَتَحَ اللهُ وبناخَتَمَ اللهُ، ویزیدُ رجلٌ فاسقٌ شاربُ الخَمرِ قاتِلُ النَّفسِ المُحَرَّمَةِ ،مُعلِنٌ بالفِسْقِ ،ومثلی لایُبایِعُ مثلَه ۱۱

یا جس وقت کوفہ کی راہ میں حُر بن یزید ریاحی نے امامؑ کا راستہ روکا تو آپؑ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ رسولَ اللهِ صَلَّی اللهُ علیه و آله قال: مَنْ رأی سُلطاناً جائراً مستَحِلاً لِحرام الله، ناکِثاً عَهْدَه ،مخالِفاً لِسُنَّةِ رسول اللهِ یَعْمَلُ فی عِبادِ اللهِ بالاثمِ وَالعُدْوانِ فَلَمْ یُغَیِّر علیه بِفِعْلٍ ولاقولٍ ،کانَ

حَقّاًعلَی اللہ ان یُدخلہُ مدخلہُ الاواِنّ ھؤلاءِ قَدلَزِمُوا طاعَةَ الشّیطان ،وَتولّوا عَنْ طاعَةِ الرحمن ،و اَظْھَروا الفَسادَ،وعَطّلوا الحُدودَ ، واستأثَرُوابالفَیءِ ،وَاَحَلُّوا حرامَ اللہ وحَرّمُوا حلالَہ ،وانیّ اَحَقّ بھذاالامرِلقَرابتی من رسولِ اللہ

”اے لوگو! بے شک رسول خداؐ نے فرمایا: اگر کوئی ظالم حکمران کو اس حال میں دیکھے کہ وہ حرام خدا کو حلال جان کر عہد و پیمان خدا کو توڑ رہا ہے، سنت پیغمبرؐ کی مخالفت اور بندگان خدا کے درمیان ازروئے دشمنی رفتار رکھے ہوئے ہے تب بھی قول و عمل میں اس کی مخالفت نہ کرے تو خدا کو حق حاصل ہے کہ اسے اس ظالم (حاکم) کا ہم نشین بنا دے۔

سنو اے لوگو! یہ (بنی امیہ) لوگ خداوند رحمٰن کی اطاعت سے نکل کر شیطان کی پیروی پر اتر آئے ہیں انھوں نے فساد کو آشکار اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے، مسلمانوں کا حق آپس میں تقسیم کر لیا، حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کر دیا ہے بے شک میں رسول اللہؐ سے قرابت داری کی وجہ سے ذمہ داری اور حکومت کا زیادہ حق دار ہوں۔“ ۱۲

اور جناب محمد حنفیہ کے نام تحریر کردہ اپنے وصیت نامہ میں ارشاد فرمایا:

انیّ لم اخرج أشراً و لابطراً و لامفسدًاو لاظالماً، وانّما خرجت لطلب الاصلاح فی امّة جدّی ، ارید ان آمربالمعروف وانھی عن المنکر واسیربسیرۃ جدّی وابی علی بن ابی طالب فمن قبلنی بقبول الحق فاللہ اولی بالحق ومن ردّعلیّ ھذاأصبر [اس کا ترجمہ گذشتہ باب میں گزر چکا ہے۔]

اسی طرح حر بن یزید ریاحی سے تکرار ہونے کے بعد جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آیا ہے:

أیُّھا النّاسُ فانکُم اِن تتّقُوا اللہ وَتعرِفُوالحقّ لاھلِہ تکُن أرضَی للّٰہ عنکُم ، وَنَحنُ اھلُ بَیتِ محمّدٍ وَاَولی بِولایَةِ ھذٰاالا مرِعَلَیکُم مِن ھؤلاءِ المُدّعین مالیس لَھُم والسائرین فیکم بالجَورِوَالعُدوان

”اے لوگوں! بلاشبہ اگر تم نے تقوی الٰہی کو اختیار کیا اور حق اسکے صاحب کیلئے جانا تو زیادہ سے زیادہ رضایت اور خوشنودی الٰہی شامل حال رہے گی، ہم خاندان محمدؐ ہیں لہٰذا لوگوں پر فرمانروائی اور تمہاری سرپرستی کیلئے مدعیان خلافت (جو ان کا حق بھی نہیں ہے) سے کہیں زیادہ سزاوار ہیں (جبکہ) وہ تمہارے درمیان ظلم و دشمنی کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔“ ۱۳

نتیجۂ بحث

ان تمام ذکر شدہ مطالب کا نتیجہ اس حقیقت کی صورت میں سامنے آتا ہے کہ قیام امام حسینؑ اس زمانے کے حالات اور حکومت اسلامی کی وضع و کیفیت کے آگے ایک الٰہی ذمہ داری اور شرعی فریضہ تھا، لہٰذا اس مہم و ضروری فریضہ کی ادائیگی امام حسینؑ کی ذات سے مختص نہ تھی، بلکہ ہر مسلمان جواب دہ تھا، لیکن حضرتؑ کے شانے اس بارے میں زیادہ سنگین تھے۔ بنابرایں خیال ہے کہ اس مقدس قیام پر بحث و گفتگو کے بجائے

اس سوال کے جواب اور اس پر توجہ دی جائے کہ آخر کیوں دوسروں نے امام حسینؑ کی مانند قیام اور اس نامشروع و ناجائز اور ننگین حکومت سے مخالفت کا اظہار نہ کیا؟

اس وقت کے افراد میں سادہ لوح، بے ضرر اور فریب خوردہ افراد کے علاوہ اور بھی بہت سے متدین، دانشور اور معاشرے کے سیاسی حالات سے آگاہ افراد بھی تھے جو نہ تو بنی امیہ کے فریب دہندہ نظام حکومت سے دھوکہ کھائے ہوئے تھے اور نہ ہی کسی دھونس اور رعب میں آنے والے تھے، بلکہ وہ تو معاشرتی مسائل کا خوب اچھی طرح تجزیہ کرنا جانتے تھے یعنی آخر کیا سبب تھا کہ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، محمد حنفیہ اور عبداللہ بن جعفر وغیرہ جیسے افراد نے کیوں قیام نہیں کیا؟

کوتاہ سخن یہ کہ ہمیں قیام امام حسینؑ کے بجائے ان حضرات کے عدم قیام پر دلائل تلاش کرنا چاہیے حتیٰ امام کا ساتھ نہ دینے کا کیا سبب تھا؟ ورنہ ان حالات و کیفیات میں (از روئے قرآن) مسلمان پر حکومت کے خلاف قیام اور اس کی مخالفت ضروری امر تھا۔

ایک اور اہم سوال کا جواب

بنابرایں اب اس سوال کی گنجائش جسے کچھ افراد نے عنوان بحث کے طور پر بیان کیا ہے باقی نہیں رہی کہ:
کیا امام حسینؑ جانتے تھے کہ انھیں ماردیا جائے گا یا نہیں جانتے تھے؟ اور اگر جانتے تھے تو خود کو اور اپنے اصحاب کو ہلاکت میں ڈالتے ہوئے قربان گاہ میں کیوں لے گئے کیا خداوند نے نہیں فرمایا:

﴿ولاتلقوبایدیکم الیٰ التھلکہ﴾

غیر مربوط بحثوں کی طرح اس بحث کی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی کہ کیا امام حسینؑ کا قیام حکومت کیلئے تھا اور اگر ایسا ہی تھا تو کیا اس اقدام کیلئے ماحول سازگار تھا؟ بلکہ اس موضوع کے تمام ہو، ہا، شور و غل، جنگ وجدال قلم فرسائیاں، ایک دوسرے کی تکفیر کرنا بے ثمر و بے اثر ہیں اور اس سے بڑھ کر یہ کہا جائے کہ یہ سب محنت اور تگ و دو فقط وقت ضائع کرنا ہے اور نہ پہلے شبہ سے خالی تھی اور نہ ہوگی، کیونکہ جب یہ طے پاچکا ہے کہ امام کا قیام ایک الٰہی اور دینی ذمہ داری تھی تو حضرتؑ کا اور آپؑ کے اصحاب کا مارا جانا، مخدرات فرزندوں اور دیگر ساتھیوں کا اسارت قبول کرنا، مال و اسباب اور خیموں کا تاراج اور لوٹ کی نظر ہونا وغیرہ جیسے احتمالات اس شرعی ذمہ داری اور مقدس تحریک سے نہیں روک سکتے تھے اور نہ امام ان اثرات سے متاثر ہوکر باز رہ سکتے تھے، چنانچہ نہ تو حادثہ کربلا سے پہلے اور نہ ہی اسکے بعد یہ اثرات جہاد جیسی مقدس عبادت اور اسلام کا دفاع جیسی عظیم ذمہ داری سے روک سکتے ہیں۔

کیا راہ خدا میں جہاد اور نوامیس اسلام کا دفاع اور اسلامی مملکت کے حدود کی حفاظت شہادت طلبی اور مال و جان و اولاد کو قربان کیے بغیر مقدور ہے؟ کیا دشمنان اسلام سے جنگ ہمیشہ اُن کی شکست

کی صورت میں تمام ہوتی تھی؟

کیونکہ ہر، دفاع اور ہر قیام میں قتل ہو جانے اور ساتھیوں کا اسیر ہو جانا اس کے ساتھ ہے، چنانچہ کیا یہ احتمال حتی ایسا یقین ہو سکتا ہے کہ ایسی عظیم ذمہ داری اور مسئولیت کے سامنے کوئی عذر ٹھہرے۔ کیا وہ کثیر التعداد آیات اور روایات جو راہ خدا میں جہاد کرنے کا حکم دیتی ہے (تخصیص کی حامل) کسی خاص موقع و مناسبت کیلئے نازل ہوئی ہیں؟ تا کہ ہم بحث کریں کہ امام حسینؑ کا قیام ان کے مصادیق میں سے تھا یا نہیں؟ کیا جنگ تبوک نہ تھی کہ جس میں مسلمان انہی احتمالات خوف وہراس کے سبب بہانہ جوئی کرنے لگے تا کہ جہاد سے کوئی راہ فرار نکل سکے تو یہ آیت نازل ہوئیں۔

﴿ یاایُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا مالکُم اذا قیلَ لکُم انفِرُوا فی سَبِیلِ اللہ اثَّاقَلتُم اِلَی الاَرضِ اَرَضِیتم بِالحَیَاۃِ الدُّنیاَ مِنَ الآخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الحَیٰوۃِ الدُّنیَا فِی الآخِرَۃِ اِلاَّ قَلِیلٌ ،اِلاَّ تَنفِرُو یُعَذِّبکُم عَذَاباًالیماً وَیَستَبدِل قَوماًغیرَکُم ﴾ ”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کیلئے نکلو تو تم زمین سے چپک کر رہ گئے کیا تم آخرت کے بدلے زندگانی دنیا سے راضی ہو گئے ہو تو یاد رکھو کہ آخرت میں اس متاع زندگانی دنیا کی حقیقت بہت قلیل ہے اگر تم راہ خدا میں نہ نکلو گے تو تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم کو لے آئے گا“
(توبہ/۳۹،۴۰)

کیا احدالحُسنَیَین سے مراد جو انہی آیات کے بعد کی آیات میں آیا ہے راہ خدا میں شہادت یا کامیابی نہیں ہے...؟ کیا قرآن نے صراحت کے ساتھ اس طرح ان لوگوں کی پرزور مذمت کی جو جنگ احزاب کے میدان سے فرار ہو کر اپنے شہر کی جانب لوٹ رہے تھے:

﴿لَقَد کَانُو عَاھَدُاللہ مِن قَبلُ لایُوَلُّونَ الاَدبَارَوکَانَ عَھدُاللہ مَسئُولاً ، قُل لَن یَنفَعُکُمُ الفِرَارُان فَرَرتُم مِنَ المَوتِ اَوِالقَتلِ وَاِذَالاتُمَتَّعُونَ اِلاَّ قَلِیلاً﴾
”اور ان لوگوں نے اللہ سے یقینی عہد کیا تھا کہ ہرگز پیٹ نہیں پھرائیں گے اور اللہ کے عہد کے بارے میں بہر حال سوال کیا جائے گا، آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم قتل یا موت کے خوف سے بھاگنا ہی چاہو تو فرار کام آنے والا نہیں اور دنیا میں تھوڑا ہی آرام کر سکو گے۔“ (احزاب/۱۵،۱۶)

کیا جنگ اُحد اور وہاں سے بھاگنے والوں کیلئے نہیں فرمایا:

﴿یاایُّھَا الَّذِین آمَنُو لاتکُونو کالَّذِین کَفَرُوا وقالُو الاِخوانِھِم اِذاضَرَبوافِی الاَرضِ اَوکَانُواغُزًّی لَو کَانُواعِندَنَامَامَاتُو وَمَاقُتِلُو لِیَجعَلَ اللہ ذٰلِکَ حَسرَۃً فی قُلُوبِھِم وَاللہ یُحیِی وَیُمِیتُ وَاللہ بِمَاتَعمَلُونَ بَصِیرٌ وَلَئِن قُتِلتُم فی سَبِیلِ اللہ اَومُتُّم لَمَغفِرَۃٌ مِنَ اللہ وَرَحمَۃٌ خَیرٌ مِمَّایَجمَعُونَ،وَلَئِن

مُتُّم اَوْقُتِلْتُمْ لَاِلَی اللهِ تُحْشَرُونَ﴾

''اے ایمان والو! خبردار کافروں جیسے نہ ہوجاؤ جنھوں نے اپنے ساتھیوں کے سفر یا جنگ میں مرنے پر یہ کہنا شروع کردیا کہ وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے خدا تمہاری علیحدگی ہی کو ان کیلئے باعث مسرت قرار دینا چاہتا ہے کہ موت وحیات اسی کے اختیار میں ہے اور وہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے اگر تم راہ خدا میں مرگئے یا قتل ہوگئے تو خدا کی طرف سے مغفرت اور رحمت ان چیزوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے جنھیں یہ جمع کررہے ہیں اور تم اپنی موت سے مرو یا قتل ہوجاؤ سب اللہ کی بارگاہ میں حاضر کیے جاؤ گے۔،، (آل عمران ۱۵۷)

اسی طرح ایک اور مقام پر انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا جو راہ خدا میں جہاد سے اس لیے گریز کرتے ہیں کہ کہیں جان ومال سے ہاتھ نہ دھونا پڑے:

قُل اِن كَانَ آباؤُ كُمْ وَاَبْنَاؤُ كُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ اَقْتَ فْتُوهَا وتجارَةٌ تَخْشَوْ كَسادَهَا وَ مَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُم مِن اللهِ وَرَسُولِهِ وَجِهادٍ فِى سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتّى يَأْتِىَ اللهُ بِاَمْرِهِ واللهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفاسِقِينَ ''پیغمبر! آپ کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ دادا، اولاد، برادران، ازدواج، عشیرہ وقبیلہ اور وہ اموال جنھیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارے کی طرف سے فکرمند رہتے ہو اور وہ مکانات جنھیں پسند کرتے ہوئے تمہارے نگاہ میں اللہ، اسکے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا۔'' (توبہ ۲۴)

بہرحال اور بہت سی آیات وروایات جنھیں مزید بیان کرنا طول دینے کے مترادف ہے اسی باب میں وارد ہوئی ہیں۔

کیا امام کا ہدف حکومت تشکیل دینا تھا

بعض اہل قلم نے انتہائی محنت ومشقت، قلم فرسائی اور مقدمہ بندیوں کے بعد یہ نتیجہ دیا کہ امام حسینؑ کا مقدس، خونین اور زندہ وجاوید قیام تشکیل حکومت کیلئے تھا انکے بقول اس موضوع پر سات سال تک تحقیق ومطالعہ کرتے رہے، چنانچہ تمام سنی اور شیعہ کتب میں موجود روایات واحادیث کی چھان بین کا ماحصل اور ان کی عقدہ کشائی یہ ہوئی کہ امامؑ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کا جو حجت الٰہی بھی ہے فقط یہی ہدف تھا! چنانچہ بے جا نہیں کہ ایسے لکھنے والوں سے بہتر آشنائی کیلئے اس موضوع پر لکھی گئی ایک صاحب کی کتب میں جو تحریر کیا گیا ہے وہ نقل کردیا جائے۔ وہ آغاز کتاب میں فراز سخن پیش کرتے ہیں:

میں سالہا سال سے سن رہا تھا کہ امام حسینؑ نے قیام اس لیے فرمایا تا کہ حضرت اپنا خون بہائیں

اور افراد خاندان اسیر ہو جائیں لہٰذا یہ سن کر کانپنے لگتا تھا اور انتہائی ناراحت ہو کر خود سے کہتا تھا کہ امام کا مقدس خون تو ان کی رگوں میں جوشاں رہنا چاہیے تا کہ انسانیت کو حرارت و حرکت نصیب ہو، ہم پر نور افشانی کرے اور اسلام و مسلمین کا پشت پناہ ثابت ہو سکے۔ آخر امام کیوں چاہتے تھے کہ یہ حرارت خون پاک بیاباں کی خاک پر بہہ جائے اور انسانیت ایسے عظیم رہبر سے محروم ہو جائے کیوں امام نے گوارا کیا کہ بانوانِ عصمت جو اسلامی عفت کا کامل نمونہ تھیں خونخوار دشمنوں کے ہاتھوں اسیر بنائی جائیں اور انھیں حریص و اُوباش اور پست آنکھوں کیلئے کوچہ و بازار سے گزارا جائے۔

یہ استفہام اور تعجب کی حالت انقلاب زمانہ کے ساتھ میرے لیے ایک روحی عقدہ جان کاہ اور درد ناک مشکل کی صورت اختیار کر گئی لہٰذا مختلف مناسبتوں پر کئی سال تک مسلسل سید الشہداءؑ کے مقدس قیام کے بارے میں مطالعات و تحقیق کرتا رہا در نتیجہ اس روحانی مشکل کی عقدہ کشائی ہوئی تو مجھے سکون نصیب ہوا۔ آپ حضرات و قارئین سوچ رہے ہوں گے کہ آخر یہ مشکل کیسے حل ہوئی؟ کیا معلوم ہو سکا کہ قیام امام کی واقعیت وہ نہ تھی جو اب تک ہمارے لئے اس طرح بیان کی جاتی رہی کہ ہمارے ذہنوں پر نقش بستہ ہو چکی تھی یعنی امام نے اس لیے قیام فرمایا کہ خود مار دیئے جائیں اور افراد خاندان اسیر بنا لیئے جائیں، کیونکہ یہ عقیدہ و خیال تاریخی اعتبار سے قطعی السند نہیں ہے، چنانچہ اس طرح مشکل بھی حل ہو گئی اور ایک راز کی جانب بھی متوجہ ہو، الہٰذا آپ اس کتاب کو ضرور پڑھیں، تا کہ حقیقت آشکار ہو جائے۔

بعد ازاں مذکورہ کتاب نویس لکھتا ہے:

قیام امام حسینؑ کے بارے میں لکھنے والے دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں جو یا تو افراط کا شکار ہوئے ہیں یا تفریط کا یعنی بالکل ایک دوسرے کے ضد و نقیض نظر آتے ہیں۔

ایک گروہ جو حسین بن علیؑ کی عصمت و امامت کا قائل نہیں، قیام امام کو ایک ابتدائی شورش، آشوب گری اور بغیر سوچے سمجھے حکومت وقت کے خلاف بدانجام انقلاب جانتے ہیں، لہٰذا یہ حضرات امام کی جانب خطاء کی نسبت دیتے ہیں، ان لوگوں کی منطق و سوچ یہ ہے کہ حسین بن علیؑ کے نہ مالی اور نہ افرادی قوت تھی، بلکہ آپؑ سیاسی تکنیکی، ڈپلومیسی اور اجتماعی اعتبار سے کوئی خاص طرح و نقشہ نہ رکھتے ہوئے یزید کی قوی حکومت سے پنجہ آزمائی فرما رہے تھے۔ اس طرح جب عمومی نظم و نسق ٹوٹنے لگا تو حکومت نے اجتماعی نظام کی خاطر مجبور ہو کر آپؑ کو سرکوب کیا تا کہ معاشرے میں امن و امان برقرار رہ سکے، چنانچہ (بقول انکے) اس وحشتناک کربلائی حادثے کی

ذمہ داری حسینؑ بن علیؑ کی شخصیت پر آتی ہے۔

جبکہ جو گروہ آپ کی امامت و عصمت کا قائل ہے، امام حسینؑ کے قیام کو عقل و خرد کی پہنچ سے بالاتر جانتے ہیں۔ یہ گروہ ایسے نقشے کے مطابق سمجھتا ہے جو دستور غیبی کے مطابق انجام دیا گیا ہے یعنی امام حسینؑ نے علم امامت کی پیروی کرتے ہوئے ایک در پردہ فرمان الہی کے تکمیل کی خاطر بے سابقہ اور عدیم المثال ایک ایسا قیام فرمایا جس کی رنگین داستان تاریخ کے صفحات پر موجود ہے۔

لہٰذا کسی کو سید الشہداءؑ کے اس اقدام پر چوں و چرا کا حق حاصل نہیں، اس گروہ کے مطابق بہتر یہ ہے کہ ہم اس موضوع پر کوئی بات نہ کریں اور نہ ہی کسی تحقیق و مطالعہ کی ضرورت ہے بلکہ ایسے واقعات کا فیصلہ ذات امامؑ پر ہی چھوڑ دیا جائے۔

اس منطق کا واضح نتیجہ یہ سامنے آیا کہ قیام امام حسینؑ ایک غیر معمولی اور خارق العادہ عمل تھا اور کسی بھی انسان کیلئے قابل استفادہ نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح یہ قیام پیروی اور اتباع کے دائرے سے خارج ہے، کیونکہ اس عقیدے کے مطابق امام نے ایک درپردہ فرمان خداوندی پر عمل کیا جسے حضرتؑ کے علاوہ کوئی اور نہیں جان سکتا پس قیام امام حسینؑ کا ہدف و مقصد انہی کی ذات سمجھ سکتی ہے یعنی خداوند متعال کی جانب سے امام حسینؑ کو حکم تھا کہ اپنی جان دے کر ثواب عظیم حاصل کریں اس لئے کسی کو بھی اس عنوان پر گفتگو کا حق حاصل نہیں ہے۔

اہل قلم ان دونوں نظریات کی مخالفت اس انداز میں کرتا ہے کہ ہمارے گمان کے مطابق ان متضاد نظریات کے حامل افراد میں سے کسی نے جب قیام امام کو تمام مراحل میں ابتدائی اقدام تصور کیا تو لازمی طور پر یہی گمان کرے گا، کیونکہ حضرتؑ کسی بھی قیام کے مراحل میں افرادی قوت کے مرحلہ سے ہمکنار نہ تھے، چنانچہ ان کے مطابق ایسے حالات میں تحریک چلانا عقل و خرد سے دُور ہے، البتہ یہ حضرات امام حسینؑ کی عصمت و طہارت کے قائل نہیں ہیں لہٰذا انھوں نے اس قیام میں امام کو غلطی کی نسبت دی مگر جو لوگ حضرتؑ کی عصمت کا تو اقرار کرتے ہیں، کیونکہ امام کے قیام کو عقلی پیمانے پر نہ اتار سکے تو عاجز ہو کر کہنا پڑا کہ امام کا عمل ان ہی سے مختص تھا جو کہ غیبی دستور کے مطابق انجام پایا، بنابرایں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس کے بارے میں گفتگو کرے یا اس کی پیروی کرے۔

بہر کیف دونوں نظریات میں مشترک بات یہ ہے کہ سید الشہداءؑ کا قیام لوگوں کیلئے رہنمائی اور ہدایت کا کام انجام نہیں دے سکتا۔ بالآخر پہلے نظریئے کے مطابق، کیونکہ عمل امام (العیاذ باللہ) خطاء پر تھا اس لئے قابل اطاعت نہیں اور دوسرے نظریئے کے مطابق کیونکہ حضرتؑ کا عمل اختصاصی عمل تھا، لہٰذا لوگوں کو حق پیروی حاصل نہیں۔ مگر دونوں نظریات کے مقابل ایک اور نظریہ پایا جاتا ہے جس میں اس اقدام کو غیبی

دستور بھی تسلیم کیا گیا ہے اور قابل پیروی بھی جانا گیا کیونکہ غیبی دستور جو بھی ہو حضرتؑ نے اس پر عمل کیا اور قاعدہ کے طور پر عمل امام لوگوں کیلئے رہنما اور ہادی ہوا کرتا ہے لہٰذا اسے نمونہ عمل قرار دینا چاہیے، کیونکہ عمل امام کو انہی سے مختص کرنے کیلئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔

ہم نے اب تک جتنا بھی مطالعہ کیا ہے اس کے مطابق امام کا اقدام بالکل عقل وخرد اور دنیا میں رائج عدالتی ومعاشرتی قوانین کے مطابق حتی کہ ایک خردمندانہ بلکہ ضروری اور ایک ناقابل اجتناب اقدام تھا اور نہ فقط یہ بلکہ اس تاریخی جنبش کے اصول بھی ریاضی کے قواعد کے مانند ہمیشہ زندہ اور قابل عمل ہیں، بنابرایں قیام امام کی تاریخ، تحقیق وتفحص (دقیق تلاش) کیلئے بہترین موضوع ہے تا کہ اس قیام سے درس حاصل کیا جاسکے۔

ہمارے خیال میں پہلا نظریہ جو بعض علماء اہل سنت نے قیام امام کے بارے میں حضرتؑ کو خطاء کی نسبت دے کر قائم کیا ہے وہ فرزند پیغمبرؐ پر عظیم ظلم ہے اور تاریخی واقعات کا انکار ہے۔ یہ لوگ یا تو تحریک امام حسینؑ کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے خطاء کا شکار ہوئے ہیں یا پھر کسی غرض ومقصد کی خاطر لوگوں کے افکار وخیالات کو منحرف کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح بعض شیعہ مؤلفین کا امام کے مقدس قیام کے بارے میں یہ خیال کہ وہ پیروی کرنے کے دائرے سے خارج ہے ایک قسم کا انجماد ہے جو فکر انسانی کو تحقیق وتفحص سے بھی روک دیتا ہے اور اس مردملکوتی کی آزادی بخش تحریک کی اہمیت کو زائل کردیتا ہے۔

سرانجام مذکورہ مؤلف اپنا مدعا بیان کرنے کیلئے قلم طراز ہیں اور تم صحیح اور وہ غلط جیسے انداز پر قلم طراز ہوا جبکہ یہ طریقہ کہنہ ہو چکا ہے اور آج علم ودانش کا دور ہے، لوگ سمجھنا چاہتے ہیں کہ آخر فرزند پیغمبر کے قیام کے علل واسباب کیا تھے، تا کہ ان سے استفادہ کیا جائے۔ بنابرایں ہم نے عقل وفہم اور فطری اور اصولی اعتبار کے مطابق تحقیق انجام دی، تا کہ زندہ وقیمتی مکتب امام حسینؑ دوسروں کی رہبری بھی کرے اور آزادی وحریت کے طالب کنندہ انسان بھی اس مفید تحریک سے درس حاصل کرسکیں۔

الحاصل یہ کہ وہ پھر اپنے کیے ہوئے تجزیوں کی اساس پر معتقد ہے کہ کامیابی کے عوامل کے ساتھ تشکیل حکومت ہی حضرتؑ کی شخصیت کو محفوظ رکھ سکتی تھی لہٰذا امامؑ نے اپنی اولین ذمہ داری قیام ہی کو جانا۔

کامیابی کے جن عوامل کو اس مؤلف نے شمار کیا وہ یہ ہیں۔

۱۔ حکومت وقت کی ناتوانی ۲۔ لوگوں کی عدم رضایت

۳۔ عام افکار وخیالات ۴۔ رہبری کی صلاحیت

۵۔ رضا کار لشکر

انہیں اس انداز میں تحریر کیا ہے کہ اگر یہ عوامل نہ ہوتے تو حضرتؑ کی کوئی ذمہ داری نہ تھی یعنی حضرتؑ کا قیام عمل میں نہ آتا۔

نظریے کا تحلیل وتجزیہ

ہمارے خیال میں اس نظریے پر سب سے بڑا اعتراض تو یہی ہے کہ ایسے الٰہی قیام اور امام کے اس ملکوتی ہدف پر مادی اور حکومتی رنگ چڑھا کر شہادت کی پُر برکت راہ کو اور مقصد و ہدف پر جانثاری کے جلوے کو مومنین پر بند کرنے کی سعی کی ہے جو بالکل خود امام حسینؑ کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ چند صفحات قبل جو خطاب، نامے اور پیغامات نقل کیے گئے ہیں ان کے مطابق امام حسینؑ پوری دنیا کو یہ ثابت کر کے سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان کی خاص طور پر الٰہی رہنما کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ جوں ہی اسلامی مقدسات اور احکام الٰہی کو نابودی اور اضمحلالی خطرے سے دوچار دیکھے کہ زمام اُمور مسلمین ایسے فرد کے ہاتھوں میں ہے جو نہ فقط اسلامی اصول کا پابند نظر نہیں آتا بلکہ انھیں ختم کرنے پر تُلا ہوا ہے اور ظلم و تجاوز کی حد یہ ہوگئی کہ شریف ترین ایام میں محترم ترین مقامات پر مقدس ترین مسلمانوں کی جانیں غیر محفوظ ہیں حتیٰ وہ لوگ مقدس مقام پر بھی حضرتؑ کی جان لینے کا قصد رکھتے ہوں (چنانچہ جب حضرتؑ سے سوال ہوا کہ ایام حج کے حساس موقع پر ساری دنیا تو حج کیلئے آرہی ہے مگر آپؑ مکہ سے خارج کیوں ہوگئے تھے؟ تو آپؑ نے یہی فرمایا: میرے وہاں سے آنے کا سبب یہ تھا کہ بنی امیہ مجھے حرم خدا میں قتل کرنا چاہتے تھے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ امام حرمت کعبہ کی پاسداری کرتے ہوئے مکہ سے باہر تشریف لے آئے تھے جس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں گے) جب گناہ وفسق وفجور اس حد تک عام ہو چکے ہوں کہ مسلمانوں کا خلیفہ جو حفاظت اسلام اور اسکے قوانین کا حفاظت کرنے والا ہے وہی علنی طور پر آشکار انداز میں مے خواری دوسروں کی عورتوں سے معاشقہ، اپنے محارم سے زنا کرے، لیکن جب خداپسند لوگوں نے ایسے ظالم وغاصب حکمران کی بیعت نہ کی تو ان کے قتل کا حکم جاری کر دیا[۱۴] (اسی طرح وردسیوں شرم آور حرکتیں جو گذشتہ صفحات پر گزر چکی ہیں اور کچھ آئندہ صفحات پر بیان ہوں گی)۔

جی ہاں امام چاہتے تھے اس بات کو اس دن کی دنیا کے کانوں تک اور تمام مسلمانوں تک پہنچائیں اور اس مکتب کو دنیا کے سامنے کھل دیں کہ ایسے میں ایک الٰہی رہبر بلکہ ایک واقعی و سچے مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس طرح کی حکومت سے مخالفت اور ظلم و بے انصافی، فسق و گناہ اور اس کی خلاف ورزیوں کے مقابل علناً قیام اور اظہار مخالفت کرے "ولو بلغ ما بلغ" اگر چہ اس راہ میں قتل ہونا پڑے اور اپنا سر اس مقدس ہدف کی تکمیل کیلئے کٹوانا اور شہید ہو جانا ہی مقدر ہو۔

البتہ اگر اس ہدف کے ساتھ جنگی کامیابی اور حکومت اسلامی کی تشکیل بھی ہمراہ ہو جائے یعنی اگر جنگی ساز سامان کی کثرت کی وجہ سے دشمن کو شکست نصیب ہو تو بہتر اور عوام کیلئے زیادہ خوشحال کنندہ ہے۔ حکومت اسلامی کی سیاسی کامیابی دنیا میں بھی مؤثر واقع ہوتی ہے، لیکن اگر امام وقت یہ تشخیص دے کہ اس قیام میں مارے جانے کا احتمال بلکہ یقین ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ فوج ولشکر کے ذریعے بھی ظاہری کامیابی نہیں ملے گی

اوراس طرح حکومت اسلامی کی تشکیل بھی حاصل نہ ہوسکے گی مگر اسلام کوانحراف اور ایسے لاحق خطرات سے جو دین کی اساس کوتباہ و برباد کردے نجات ملنا حتمی اور قطعی ہوتو قیام اورتحریک کے علاوہ کوئی اورراستہ نہیں ہوا کرتا، چنانچہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ادائیگی ضروری ہے کہ جس پر امام حسینؑ کے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ نے یوں فرمایا:

وَمَااَخذَالله مِنَ الْعُلَماء اِنْ لَایُقارُّوعلی کِظَّةِ ظَالِم وَلاَ سَغَبِ مَظْلُوم

اور آپؑ کے جد بزرگوار پیغمبر اسلامؐ نے یوں ارشادفرمایا:

مَنْ رَأیٰ سُلْطَاناً جَائِرِ اَمُسْتَحِلاً لِحُرمِ اللهِ نَاکِثاًعَهْدَهُ مُخَالِفاً لِسُنَّةِرسول اللهِ،یعْمَل فی عِبَادِالله بالاثْمِ وَالعُدْوَان فَلَمْ یُغیِّرعلیهِ بِفِعْلٍ وَلَاقَولٍ کَانَ حَقاً عَلَی اللهِ اَنْ یُدْخِلَهُ مُدْخَلَه

”جوبھی کسی حاکم کواس حال میں دیکھے کہ وہ حلال خدا کوحرام کررہا ہے، خدا کے عہدو پیمان کوتوڑ رہاہے، رسول کی سنت کو پامال کررہا ہے، بندگان خدا کے ساتھ گناہ اورتجاوزگری کا استعمال عام ہے، مگر پھر بھی اسکے خلاف کوئی عمل یا زبانی اقدام نہ کرے تو خدا کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے اسی ظالم حکمران کے ساتھ محشور کرے۔“ ۱۵

کیاامام حسینؑ جیسی شخصیت بھی اس لیے کہ کہیں انھیں قتل نہ کردیا جائے اپنی ذمہ داری سے گریز کرسکتی ہے؟ کیاامام حسینؑ نے حربن یزید ریاحی کے لشکر سے اس زمانے کے حالات بیان کرتے ہوئے حکومت یزید سے متعلق نہیں فرمایا:

اَلا تَـرَوْنَ اِلَی الْحَقِ لَایُعْمَلُ بِهِ وَاِلَی الْبَاطِلِ لَایُتَنَاهیٰ عَنْهُ ؟لِیَرْغَبُ الْمُوْمِنُ فِیْ لِقَاءِ رَبِهِ حَقاً فَاَنِیّ لَا اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً ،وَالْحَیَاةَ مَعَ الظَّالِمِینَ اِلَّا بَرَمَا

”کیاتم نہیں دیکھ رہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے منع نہیں کیا جارہا بے شک ایسے حالات میں ہر باایمان شخصیت تولقاء پروردگار کی مشتاق ہوتی ہے، لہٰذا میں مرجانے میں سعادت اورخوش بختی دیکھ رہاہوں کیونکہ ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا میرے نزدیک ذلت ہے۔“ ۱۶

کیاامام حسینؑ کا ہدف آپؑ کے ان پرمعنی (خودمعصوم کی زبان سے جاری ہونے والا پراطمینان کلام صداقت پرگواہ ہے) الفاظ سے روشن نہیں ہوجاتا؟

کیونکہ کثیر تعداد میں شواہدمدارک اوراحادیث وروایات، تاریخی تجزیے اور مؤلفین کے نظریات کے مطابق ہماری نظر یہ ہے کہ امام کا شہید ہوجانااور آپؑ کے قتل نے نہ فقط اس مقدس قیام کونقصان نہیں پہنچایا، بلکہ یہی شہادت اورخونین قیام تھا جس نے ہدف امام کومعراج عطا کی اوریہی لوگوں کو بیدار کرنے میں مؤثر ثابت ہوا، لوگ اسکے بعد متوجہ ہوئے کہ کس حکومت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور کوئی ظالم حکمران

ان پر مسلط ہے جو اپنی طمع، شہوت، جاہ طلبی اور مقام و منصب کی حفاظت میں کسی بھی حرکت سے دریغ نہیں کرتا زمین پر موجود بہترین انسانوں کو سفاک انداز میں قتل کر دیتا ہے، اولاد پیغمبر کو اسیر وقیدی بناتا ہے اور اس طرح کے ہزاروں جرائم انجام دینے میں کسی قسم کا باک نہیں رکھتا، چنانچہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ شہادت امام کی عطا کردہ اس بیداری نے اس حکومت اور ایسی بہت سی غاصب حکومتوں کا تختہ الٹا۔

یوں بہت سی روایات، احادیث اور دین کے پیشواؤں کے اقوال، تعزیہ داری اور مصائب امام مظلوم (سننے اور پڑھنے) پر تاکید اسی لئے کرتے ہیں، تا کہ امام کا یہ ہدف اور آپ کا مکتب جو ستمگروں، فاسقوں اور دین کے مخالفوں سے مصروف پیکار ہونے کا مکتب ہے زندہ رہے اور تاریخ کے دینداروں کیلئے رشک آور رہنما ثابت ہو سکے، ہم اس سے بھی بالاتر معتقد ہیں کہ اگر وہ مقدس و خونچکاں قیام جس انداز میں وقوع پذیر ہوا واقع نہ ہوتا اور اسکے بعد وہ جانگداز واقعات و حادثات اولاد رسول برداشت نہ کرتی تو بنی امیہ، یزید اور اس کا بے شرم خاندان اسلام کے اثر کو جگہ پر نہ رہنے دیتے اور سب کچھ مٹا دیتے۔ رہتا۔

بقول ان بزرگ عالم کے:

''اگر حسینؑ اور آپ کے اصحاب کا کربلا میں قیام نہ ہوتا تو کبھی اسلام میں کوئی ستون و سہارا قائم نہ ہوتا اور کوئی درخت (خوشحالی) سبز نہ ہوتا حتمی طور پر ابوسفیان اور معاویہ کی اولاد اسلام کا گہوارے ہی میں گلا گھونٹ دینا چاہتے تھے تا کہ آغاز میں ہی اسلام درگور ہو جائے۔ بنابرایں اسلام و مسلمین دونوں تا قیام قیامت امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کے مرہون منت ہیں اور سب سے چھوٹا جملہ جو ان کے حق میں کہا جائے وہ یہ ہے: بے شک اس روز (آپ لوگوں نے) ایسا اقدام کیا جسے قیامت تک عظمت کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ ۱۷

یا اس اہل سنت عالم دین نے کہا:

''بلاشبہ حسینؑ نے خود کو اور اپنے اصحاب و اولاد کو اپنے جد کے دین پر فدا کر دیا اور سلطنت بنی امیہ کے ستون متزلزل نہ ہوتے بجز شہادت امام حسینؑ کے''۔ ۱۸

البتہ اس طرح کے لکھنے والوں سے جتنی بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ان کا اصل سبب یہ ہے کہ انھوں نے ساری فتح و شکست، تمام خدمتوں اور خیانتوں موافقت اور ناموافقت وغیرہ کو فقط مادی پیمانوں اور ظاہری عینکوں پر پرکھا ہے یعنی شہادت کے بنیادی اسباب وعوامل دو در راہ خدا میں جان نثاری اور آج کی اصطلاح کے مطابق تلوار پر خون کی فتح کو بالکل شمار میں نہیں لائے اسی لئے ان موضوعات کو اپنا موضوع تحقیق قرار نہیں دیا ہے، یا شاید نہیں چاہتے یا پھر ناتواں ہیں کہ شہادت کو بھی کامیاب شمار کریں اور اسے انسانی معاشرے کی ہدایت کی عملی خدمت جانیں، یہ ایک عظیم غلطی ہے جو ذہنوں سے دور ہونا چاہئے۔

علامہ شہید مطہریؒ اس مقام پر تجزیہ وتحقیق پیش کرتے ہیں ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں جنھوں نے مال وعلم اور خون سے پوری تاریخ میں بشریت کی خدمت کی ہے اوراس کا موازنہ کرتے ہوئے کہ کس نے زیادہ بڑی خدمت انجام دی، فرماتے ہیں:

''شاید (تمہارا) خیال ہو کہ علماء یا پھر ثروت مند افراد نے انسانیت کی سب سے زیادہ خدمت انجام دی ہے ہاں! مگر کسی نے بھی شہداء کے پیمانے پر بشریت کی خدمت انجام نہیں دی کیونکہ وہی تو دوسروں کیلئے راہ ہموار کرتے ہیں اور بشر کیلئے آزادی کا تحفہ لاتے ہیں، وہی ہے جو انسانوں کیلئے احاطۂ عدالت عدل وانصاف کا ماحول بناتے ہیں تا کہ دانشور حضرات اپنے علمی کارناموں میں وانصاف کے ماحول کو وجود بخشے ہیں تا کہ دانشور صفرات اپنے علمی کارناموں میں مصروف رہیں اور موجد ومخترع سکون کے ساتھ اپنی اختراعات میں اضافہ کریں، تاجر تجارت میں مشغول رہیں اور طالب علم تحصیل علم میں لگے رہیں یعنی ہر ایک شخص جو اپنا کام انجام دیتا ہے وہ دوسروں کیلئے ماحول ہے آج ان کی مثال چراغ اور بجلی کی سی ہے، اگر چراغ وبجلی نہ ہوتو ہم اور آپ کیا کر سکتے ہیں؟

اسی لئے قرآن کریم نے رسول اللہؐ کو چراغ سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ چراغ کا ہونا اس لیے ضروری ہے، تا کہ اندھیرے چھٹ جائیں اور لوگ اپنے اپنے امور میں مصروف رہ سکیں کیا خوب کہا ہے ہمارے زمانے کی شاعرہ مرحوم پروین اعتصامی نے (خدا انھیں بخشے) جب انھوں نے ایک شاہد اور ایک شمع کی گفتگو نظم کیا:

شاهدی گفت به شمعی کا مشب | درو دیوار مزین کردم
دیشب از شوق نخفتم یکدم | دو ختم جامه و برتن کردم
کس نداشت چه سحر آمیزی | به پرند از نخ و سو زن کردم
تو بِگرد هنر من نرسی | زانکه من بذل سرو تن کردم ۱۹

''ایک شاہد، جو ایک خوبصورت محبوب اور ہنرمند انسان تھا وہ ایک شب تا صبح شمع کا ہم نشین رہا اور کیا کیا ہنرمندیاں، گلدوزیاں اور اپنی صنعت گری کے شاہکار تیار کیے مگر جوں ہی اپنے کام سے فارغ ہوا، شمع سے مخاطب ہو کر گویا ہوا: تجھے نہیں معلوم میں نے گزشتہ شب کیا کیا کام انجام دیئے۔
میں نے اپنے سروتن کیلئے کیسے کیسے ہنر پیش کیے ہیں۔''

شمع نے جواب دیا:

شمع خندید که بس تیره شدم | تا زتاریکیت ایمن کردم
پی پیوند گهر های تو بس | گهر اشک بدامن کردم

''تم کہتے ہو میں نے تا بہ صبح فن و ہنر انجام دیئے مگر سوچو یہ تو میری آنکھوں کے گوہر تھے جن کی وجہ سے تم نے جواہرات کو پرو دیا اور انھیں اپنے گلے کی زینت بنالیا۔''

خرمن عمر من از سوخته شد　　حاصل شوق تو خرمن کردم

''میں تو خود کو تا صبح جلاتی رہی تا کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ، اور کہتی ہے''

کارهایی که شمردی برمن　　تو نکردی، همه را من کردم

''جن کاموں پر تم فخر کرتے ہو در حقیقت وہ میں نے انجام دیئے۔''

بن سینا نے کتاب قانون نہیں لکھی، محمد بن زکریا نے الحاوی نہ لکھی، سعدی نے اپنے شوق کو گلستان و بوستان کے ذریعے منظر عام تک نہیں پہنچایا اور مولوی (مولانا روم) بھی اسی طرح کچھ نہ کر سکے مگر جو کچھ بھی کیا گیا وہ شہداء کے نور کا پرتو ہے جنھوں نے اسلامی تمدن کی بنیادوں کو مستحکم بنایا، بشریت کی راہ میں موجود رکاوٹوں کو نابود کیا جو تاریکیوں میں مثل شعلہ چمکے اور اپنی جان کو فدا کر دیا اور یہ وہ لوگ تھے جو ہر آن حماسہ الٰہی تھے، ان کا وجود حق خواہی اور حق پرستی تھا انھوں نے پرچم توحید کو پوری دنیا میں لہرایا اور مستحکم کیا، یہی لوگ منادی عدالت تھے اور حریت و آزادی کی آواز لگانے والے تھے۔ ہم اور آپ جو آج یہاں بیٹھے ہیں انہی کے قطرات خون کے مقروض ہیں، ان کے حماسہ کے ہیں حسین بن علیؑ کا شجاعت، رواداری اور بہادری تھا۔''[۲۰]

ہمارے احساس ہے کہ اس مقام پر مزید عرائض کی گنجائش نہیں، کیونکہ اس بحث کے اثبات میں کثیر التعداد لکھے گئے مقالات اور کتابیں، احادیث و روایات جن میں سے کچھ تو گزر چکی اور باقی آئندہ کی بحث میں پیش کی جائیں گے۔

خلاصۂ کلام، امام کے اس خونین قیام کا ہدف، ظلم و فساد سے مبارزہ اور امر بالمعروف و نہی از منکر کرنا تھا اور جو کچھ فراہم ہوا تھا مختلف گروہ، کوفہ اور دیگر شہروں کے لوگوں کے اظہار آمادگی اور دعوت کے خطوط تھے و غیرہ یہ سب اس کام کے مقدماتی وسائل تھے لیکن ہدف نہیں تھے، اور ظاہراً ان لوگوں نے اس احتمالی ہدف اور وسیلہ ہدف میں اشتباہ کیا ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ یہ تمام اسباب امام کے قیام و تحریک کا علتِ تامہ تھے، جبکہ ان کیلئے کوئی صحیح عبارت شاید یہ کہہ سکتے: یہ سب کچھ امام کی تحریک کیلئے بہانہ اور توجیہ تھی نہ کہ علت تامہ اور یہ بات خود امام بزرگوار کے کلام سے اس روایت کے مطابق بخوبی روشن ہوتا ہے جہاں آپ فرماتے ہیں:

وانّی لَمْ اَخرُجْ اَشِراً ولابَطِراً ولامُفسِداً ولاظالِماً، انّما خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصلاحِ في امّةِ جدّي ،اُرِيدُانْ آمُرَبالْمعروفِ وانْهی عَنِ المُنکَرِواَسیرَبسیرةِ جدّي وابی عليّ بن ابيطالِبٍ فمنْ قَبلَني

بقبولِ الحقِّ فاللہ اولی بالحقِّ ومنْ ردَّعلیَّ ھذااصبرُحتّی یقضیَ اللہ بینی وبیَ القومِ وھُوخیرُالحاکمین

''یقیناً میں یوں ہی نہیں نکل پڑا ہوں اور نہ ہی ہوا ہوس کے زور پر قیام کرر ہا ہوں اور نہ مجھے فساد کرنا منظور ہے اور نہ ہی ظلم وستم کا ارادہ رکھتا ہوں بلکہ میں تو امت جد کی اصلاح جوئی کی خاطر نکلا ہوں، میں تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا چاہتا ہوں، اپنے جد وبابا علیؑ کی سیرت پر حرکت کرر ہا ہوں پس جو بھی حق کی وجہ سے مجھے قبول کرے گا قسم بخدا وہ حق بجانب ہے اور جو مجھے رد کرے گا تو میں اپنے اور اس قوم کے درمیان ہونے والے فیصلے تک صبر کروں گا۔ بلاشبہ وہ خیر الحاکمین ہے۔''

ایک نکتہ دلچسپ اہم

بنیادی طور پر امام حسینؑ کے اقوال سے ایک اہم نکتہ سامنے آتا ہے کہ حضرتؑ کا قیام نہ تو حکومت و ریاست کیلئے تھا اور نہ ہی ایک آدمی کی غرض اور ذاتی مطلب کیلئے تھا بلکہ حضرتؑ کا ہدف ان انحرافی تبدیلیوں کا مقابلہ کرنا تھا جو اسلام میں داخل کی گئی تھیں چنانچہ بیان ہو چکا کہ اس وقت اسلام و مسلمین کی زمامداری اور حکومت میں انحراف حد سے گزر چکا تھا جس کی مخالفت وسدباب ہر مسلمان کی شرعی ذمہ داری تھی یعنی وہ نہ تو فقط امام ہی کا کام تھا اور نہ صرف یزید کی ذات سے مربوط تھا، لہٰذا وہ نکتہ یہ ہے جو حضرت نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّااَھْلَ الْبَیْتِ النُّبوَّۃِ وَمَعْدَنِ الرِّسالۃ وَمُخْتَلَفُ الْمَلائِکۃِ وَبِنَافتحَ اللہُ وَبِنَاختمَ اللہُ، وَیَزِیْدُرَجُلٌ فاسقٌ شاربُ الخمر،قاتِلُ النَّفْسِ الْمحرَّمۃ مُعْلِنٌ بِالْفِسق

اور اسکے بعد فرماتے ہیں :

مثلی لایُبَایِعُ مِثْلَہ ''مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔'' [۲۱]

یا ایک اور مقام پر فرمایا:

وعلی الاسلام والسلام اِذْ قَدْبُلِیَت الْاُمَّۃ بِرَاعٍ مِثْلِ یَزِیْد

''جب لوگ یزید جیسے زمامدار کے ہاتھوں گرفتار ہو جائیں تو اسلام پر فاتحہ پڑھنا چاہیے۔'' [۲۲]

حضرت نے مثل کا کلمہ دو مقام پر استعمال فرمایا اس سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ میرا (حسین کا) یا یزید کا نفع و نقصان فقط موضوع بحث نہیں بلکہ جو بھی میری طبیعت کا (گویا حسینی) ہوگا وہ حکومت یزید جیسی کسی بھی حکومت کو برداشت نہیں کرسکتا اور جب بھی یزید جیسا (شارب الخمر) لوگوں پر بعنوان حکمران مسلط ہو جائے تو اسلام باقی نہیں رہ پائے گا۔

حضرتؑ کے زیارت نامہ سے تائید مدعا

من جملہ جو مطالب مندرجہ بالا موضوع پر تائید کا کام انجام دے سکتے ہیں، تا کہ بخوبی امام کا ہدف و مقصد واضح و روشن ہو جائے وہ ائمہ معصومینؑ اور اسلام کے عالی قدر علماء و محدثین کے وہ جملات ہیں جو مختلف ذرائع سے ہم تک پہنچتے ہیں جیسا کہ حضرتؑ کے زیارت ناموں میں نقل ہوا ہے:

اَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلاۃَ ... واَمرتَ بالمعرُوف وَنهیتَ عَنِ المُنکروَجاهَدْتَ فی سبیل الله

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی امر بالمعروف و نہی عن المنکر انجام دیا اور راہ خدا میں جہاد فرمایا۔''

اسی طرح وہ جملات جسے زیارت اربعین میں شیخ طوسیؒ نے تہذیب و مصباح میں نقل کیا ہے کہ صفوان جمال فرماتے ہیں کہ میرے مولا امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: اس روز (اربعین) جب حضرت کی زیارت کا ارادہ کرو تو اس طرح کہنا: السلام علیٰ ولی الله وحبیبه ... آپ مزید تعلیم فرماتے ہوئے سید الشہداء امام حسینؑ کیلئے فرمایا:

فاعذرفی الدعاءِ ومَنَحَ النُصحَ وَبَذَلَ مُهجَتَهُ فِیکَ لیستقذعبادَکَ مِنَ الجهالۃوَحَیرۃِ الضَّلالَۃِ

بے شک لوگوں کو دعوت (صدق) دینے میں کوتاہی نہ فرمائی، حق و خیر خواہی کو خوب انجام دیا اور اپنی جان کو تیری راہ میں قربان کر دیا تا کہ تیرے بندوں کو جہالت و گمراہی سے نجات عطا کرے۔''

بنابرایں یہ عبارت خوب روشن کر دیتی ہے کہ قیام امام حسینؑ کا ہدف اور آپؑ کا جان و خون پیش کرنا حکومت اور زمامداری کیلئے نہیں بلکہ لوگوں کو گمراہی اور ضلالت سے نجات دلانے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسی عبادت کو انجام دینے کی غرض سے تھا۔

سخن امام صادقؑ میں جس جہالت و ضلالت کا ذکر ہوا ہے وہ شاید اسی تردد و تذبذب کی جانب اشارہ ہے جس میں اس وقت کے لوگ مبتلا تھے کیونکہ اموی نظام اور سلطنت امیہ کی جانب سے پروپیگنڈوں اور حقیقت سے دور معلومات عام کی جا چکی تھیں لہٰذا لوگوں کی بڑی تعداد فیصلہ کرنے میں دشواری محسوس کرتی تھی، کیونکہ وہ مطمئن تھے کہ اگر حکومت وقت کے خلاف کوئی تحریک چلائی تو اسے ظاہری کامیابی نصیب نہیں ہوگی بلکہ اس (قیام و تحریک) کے جرم میں مار دیئے جائیں، لہٰذا کیا ایسی حالت میں ان کی ذمہ داری قیام کرنا نہیں تھی؟ چنانچہ امام حسینؑ نے اپنی شہادت کے ذریعے انھیں اس حیرت زدگی اور تذبذب کی حالت سے باہر نکالا اور بتایا کہ تمہاری ذمہ داری کیا ہے۔۲۴۳

اور کتنا ہی اچھا ہوتا اگر یہ اپنی قلمی کاوشوں کو اسی فکر پر صرف کرتے اور اس قدر اصرار نہ کرتے کہ امام حسینؑ نے حکومت کے حصول کیلئے قیام کیا، کیونکہ یہی فکر ہے جس کے سبب ان پر اعتراضات کی بھرمار

ہوتی ہے۔

بہر صورت اس سے زیادہ آپ کا اور اپنا وقت اس بارے میں صرف کرنا مناسب نہ ہوگا لہٰذا بحث کو مزید واضح کرنے کیلئے ایک اور عنوان کو دائرۂ گفتگو میں لاتے ہیں کہ آیا امام حسینؑ کو اپنے اور اصحاب و خاندان کے جانگداز مقدر اور سرانجام سے آگاہی تھی یا نہیں؟ چنانچہ اس عنوان پر بحث کو آگے بڑھاتے ہیں۔

امام کا اپنی اور یاران کی شہادت سے باخبر ہونا

جو روایات واحادیث سے سروکار رکھتا ہو اس پر بخوبی روشن ہے کہ امام حسینؑ اس سے صرف نظر کہ عالم غیب سے ارتباط میں اپنے اسلاف سے روایات اور خبریں قسمت کے بارے میں سن چکے تھے، پھر بھی آپ جانتے تھے کہ اس قیام کا انجام میری اور میرے اصحاب کی شہادت پر منتج ہوگا جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر آئے گی کہ آپؑ نے متعدد مقامات پر بھی یہ مذکورہ مطلب اپنے ساتھیوں پر ظاہر کر دیا تھا، لہٰذا ہم کچھ روایات قارئین محترم کیلئے پیش کر رہے ہیں مگر ان روایات سے قبل وہ آیات جن کی تاویل حضرتؑ کی شہادت ہے ذکر کر رہے ہیں۔

شہادت امام حسینؑ پر تاویل آیات

کثیر روایات کے مطابق جو کہ بحار الانوار اور دیگر تفسیر کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں مندرجہ ذیل آیات شہادت امام حسینؑ، حضرتؑ کے رکاب میں جنگ کرنے اور اس نفس مطمئنہ یعنی امام حسینؑ کی جانب تاویل ہوئی ہیں۔

الف۔ جہاں خدا نے فرمایا:

﴿ اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلَى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقٰى ﴾

”کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں حکم کیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نمازیں پڑھتے رہو اور زکوۃ ادا کرتے رہو۔ پھر جب انہیں جہاد کا حکم دیا گیا تو اسی وقت ان کی ایک جماعت لوگوں سے اس قدر ڈرنے لگی جیسے اللہ تعالی کا ڈر ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور کہنے لگے اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟۔“ (نساء۔۷۷)

ب۔ اسی طرح جہاں خدا نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَاناً فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ اِنَّهُ كَانَ مَنْصُوْراً ﴾

”جو بھی مظلوم قتل ہوتا ہے ہم اسکے ولی کو بدلہ کا اختیار دے دیتے ہیں، لیکن اسے بھی چاہیے کہ قتل

میں حد سے آگے نہ بڑھ جائے کیونکہ بہر حال اسکی مدد کی جائے گی۔'' (اسراء۳۳)

ج۔ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ یاایّتھاالنفسُ المُطمئنّۃ ارجعیٓ الیٰ ربّک راضیۃً مرضیّۃ ،فادخلی فی عبادی ،وادخلی جنّتی ﴾

''اے اطمینان والی روح ،تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں چلی جا۔'' (فجر۲۷تا۳۰)

کامل الزیارات میں امام جعفر صادقؑ سے مستند روایات نقل کی گئی ہیں کہ جب فاطمہ زہرا ءؑ کے شکم مبارک میں امام حسینؑ تھے ایک روز جبرئیل نے رسول اللہؐ سے آکر عرض کی:

انّ فاطمۃ ستلد ولداًیقتلہُ امّتک من بعدک ''یا رسول اللہ! بے شک آپ کی دختر بہت جلد ایک فرزند کی ماں بننے والی ہے جسے آپ کی امت آپ کی رحلت کے بعد مار دے گی۔''

فاطمہؑ نے جب یہ خبر سنی تو اس حمل اور تولد پر غم زدہ تھیں۔امام جعفر صادقؑ مزید فرماتے ہیں:

کیا اب تک کسی ماں کو دیکھا ہے جو اپنے بچے کی پیدائش پر غمگین ہو؟ مگر فاطمہؑ کا یہی حال تھا،کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ اسے مار دیا جائے گا،چنانچہ اس مقام پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ و وصّینا الانسان بوالدیہ احساناً حملتہُ امّہُ کرھاً و وضعتہُ کرھاً وحملہُ و فصالہُ ثلاثون شھراً ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اسکے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کی نصیحت کی کہ اس کی ماں نے بڑے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا اور پھر بڑی تکلیف اٹھا کر جنم دیا ہے اور اس کے حمل و دودھ چھڑانے تک کا کل زمانہ تیس مہینے کا ہے۔'' ۲۴

رہیں وہ روایات جو اس باب کی مناسبت سے نقل ہوئی ہیں تو ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اگر انھیں تحریر کیا جائے تو مستقل کتاب کی صورت بن جائے گی البتہ ہم نے اس موضوع کی بہت سی جس طرح شیعہ اور اہل سنت نے نقل کین تو اس کی جمع آوری میں ایک جداگانہ کتاب ہوجائیگی ۔روایات باب اول و دوم میں نقل کی ہیں۔۲۵لہٰذا ان کا تکرار کرنا مناسب نہ ہوگا چنانچہ مذکورہ روایات کے علاوہ باقی روایات ایک خاص ترتیب و تدوین کے ساتھ پیش کرنا ضروری ہے،لیکن ان روایات سے قبل ابن عباس کی گفتار ملاحظ فرمائیں وہ فرماتے ہیں:

ماکُنّانَشُکُّ واھلُ البیت مُتوافِرُونَ انَّ الحُسینَ ابنُ علیٍ یُقتلُ باالطَّف

''ہم کو اس بات پر کوئی شک نہیں تھا اور اسی طرح خاندان رسالت بھی سب جانتے تھے کہ حسین ابن علیؑ سرزمین طف پر مار دیئے جائیں گے۔'' ۲۶

اس روایت کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ خبر شہادت اس حد تک مسلم و معروف تھی کہ انھیں کسی طرح کا شک وشبہ

نہیں تھا اور اس بارے میں یہ عدم تردید اور اطمینان فقط اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہؐ سے سنا تھا، کیونکہ زبان رسالت لسان وحی تھی جہاں شک وشبہ کا گزر نہیں۔ اسی طرح یہ روایت تواتر و کثرت سے بھی حکایت کرتی ہے۔

بہر صورت اس باب میں وارد ہونے والی روایات چند حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ پیغمبر اسلامؐ سے نقل شدہ روایات اور آنحضرتؐ کی جانب سے جانگداز واقعہ کی خبر۔

۲۔ وہ روایات جنھیں امیر المومنینؑ سے نقل کیا گیا ہے۔

۳۔ خود امام حسینؑ سے نقل شدہ وہ روایات جنھیں آپ نے کربلا جانے سے قبل یا کربلا کی راہ میں اپنی شہادت سے متعلق ارشاد فرمایا۔

پیغمبر اسلامؐ سے نقل شدہ روایات

یہ روایات بھی چند حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔

الف۔ وہ روایات جنھیں امیر المومنین علیؑ نے آنحضرت سے نقل کیا ہے۔

ب۔ وہ روایات جنھیں ام سلمہ نے آنحضرتؐ سے نقل کیا ہے۔

ج۔ جن روایات کے راوی ابن عباس ہیں۔

د۔ وہ روایات جنھیں عائشہ اور دوسری ازواج نبیؐ یا کسی ایک صحابی یا دیگر صحابیوں نے بھی حضرتؐ سے نقل کیا ہے۔

امیر المومنین علیؑ سے منقول روایات

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں سلسلہ سند کے ساتھ عبداللہ بن نجی سے اور وہ اپنے پدر گرامی سے جو حضرت علیؑ کی حکومت میں صاحب منصب تھے نقل کرتے ہیں کہ وہ صفین کی جانب سفر میں حضرتؑ کے ہمراہ تھے حضرت جوں ہی نینوا کے نزدیک پہنچے تو آپ نے اچانک صدا دی:

اصبر اباعبداللہ اصبر اباعبداللہ بِشَطِّ الْفُرَاتِ "فرات کے کنارے اے حسینؑ صبر کرو، اے حسینؑ صبر کرو۔"

راوی کہتا ہے، میں نے عرض کیا حضرت آخر قصہ کیا ہے؟ امام نے فرمایا:

"ایک روز جب میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں عرض کیا! یا رسول اللہؐ: کیا کسی نے آپؐ کو آزردہ خاطر کیا ہے جس کے سبب میں یہ اشک دیکھ رہا ہوں؟ فرمایا نہیں بلکہ کچھ دیر قبل جبرئیل اٹھ کر گئے ہیں اور انھوں نے مجھے خبر سنائی کہ حسینؑ نہر فرات کے کنارے مار دیئے جائیں گے۔"

راوی کہتا ہے حضرتؑ نے فرمایا:

''کیا تو پسند کرتا ہے کہ تجھے اس کی تربت کی خاک دوں؟ تاکہ تو اسے سونگھ سکے!۔عرض کی! جی حضرت؛اس پر آپؑ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی خاک دی مگر میں خود کو نہ سنبھال سکا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے۔'' ۲۷

بیس سے زیادہ اس طرح کی روایات ذھبی،طبرانی،خوارزمی،طبری،ابن حجر ہیثمی اور سیوطی وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔ ۲۸ عبدالملک بن محمد خرگوشی کی کتاب شرف النبی سے ملحقات احقاق الحق میں نقل کیا ہے امیر المومنین علیؑ نے فرمایا:

''ایک روز پیغمبر اسلامؐ ہماری ملاقات کیلئے تشریف لائے،ہم نے حضرتؐ کی ضیافت کیلئے حریرہ تیار کیا تھا جبکہ ہمارے لیے ایک خاتون بطور ہدیہ دودھ سے بھرا برتن،مکھن اور کھجور لائیں تھیں لہٰذا وہ بھی ہم نے حضرتؐ کے حضور رکھ دیا حضرتؐ نے مختصر تناول فرمایا،پھر میں پانی لایا تاکہ حضرتؐ وضو کریں،حضرتؐ نے وضو کیا اور پھر قبلہ رُخ ہو کر دعائیں پڑھیں۔اسکے بعد حضرتؐ اس حال میں سجدہ ریز ہوئے کہ آنکھ سے آنسو بارش کے قطرات کی طرح رواں تھے مگر آپؐ کی ہیبت مانع رہی کہ کوئی گریہ کا سبب پوچھ سکے اتنے میں حسینؑ آئے اور انھوں نے خود کو حضرتؐ کے سینہ سے لگا کر عرض کی باباجان آپ نے وہ کام کیا ہے جواب سے پہلے کرتے ہوئے تھا؟

پیغمبرؐ نے فرمایا:بیٹا! آج جب میں نے تم کو دیکھا تو تمہاری وضع سے بہت خوشی ہوئی مگر میرے حبیب جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے اور وہ تمام (مصائب) جو تم پر گزریں گے ان کی خبر دا اور انھوں نے کہا تمہیں مار دیا جائے گا،میں تمہارے لئے بارگاہ پروردگار میں دعائے خیر کر رہا تھا۔

قَالَ الْحُسَیْنَ فَمَنْ یَزُوْرُنَا وَیَتَعَهَّدُقُبُوْرَنَا حسین نے عرض کیا:پس کون ہماری زیارت کو آئے گا اور قبر پر حاضری دے گا؟

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی یُرِیْدُوْنَ بَرِّیْ وَصِلَتِی اِذَاکَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ زُرْتُهُمْ بِالْمَوْقِف وَاَخَذْتُ اعْضَادَهُمْ فَاُنجِیْهُمْ مِنْ اَهْوَالِهِ وَ شَدَائِدِهِ ''میری امت کا ایک گروہ جو مجھ سے نیکی اور تعلق کے آرزومند ہیں،کیونکہ جب روز قیامت ہوگا تو میں ان سے ملنے جاؤں گا اور ان کا بازو تھام کر انھیں اس دن کی سختیوں اور پریشانیوں سے نجات دلاؤں گا۔'' ۲۹

اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ علامہ گنجی شافعی نے کفایۃ الطالب میں سلسلہ سند کے ساتھ شیبان بن محرم سے جو عثمانی تھے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت علیؑ کے ہمراہ تھا جوں ہی امام کربلا پہنچے تو فرمایا:

يُقتَلُ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ شُهَدَاءُ لَيْسَ مِثْلَهُمْ شُهدَاءُ اِلَّا شُهَدَاءُ بَدْرٍ اس سرزمین میں ایسے شہیدوں کی شہادت ہوگی جن کی ہمسری شہدائے بدر کے علاوہ شہداء کوئی نہیں کر سکتے۔ ۳۰

اُم سلمہؓ سے منقول روایت

حاکم نیشاپوری نے جو اہل سنت کے علماء کرام میں سے تھے اپنی کتاب مستدرک میں اور دیگر بیس سے زیادہ علماء اہل سنت نے اپنی مختلف کتابوں میں اسناد کے ہمراہ ام سلمہؓ سے روایت کی ہے:

''ایک شب رسول اللہؐ آرام فرما رہے تھے کہ اچانک حیرت زدہ ۳۱ حالت میں بیدار ہوئے، لیکن پھر دوبارہ سو گئے مگر کچھ دیر بعد پھر اسی حالت میں بیدار ہوئے اور پھر سو گئے مگر وہی کیفیت تھی جس نے آپ کو ایک بار پھر بیدار کیا (البتہ اس مرتبہ) آپ کے دست مبارک میں سرخ رنگ کی خاک تھی جسے آپ سونگھ رہے تھے عرض کی:

'مَاهٰذَا تُربَتُ يَارَسُوْلَ الله ؟ یارسول اللہؐ یہ کیسی خاک ہے؟

آپؐ نے فرمایا:

اَخْبَرَنِيْ جِبْرَئِيل اَنَّ هٰذَا يُقْتَلُ بِاَرْضِ الْعِرَاقِ لِلْحُسَيْنِ فَقُلْتُ لِجِبْرَئِيْلَ : اَرِنِي تُرْبَةَ الْاَرْضِ الَّتِي يُقْتَلُ فِيْهَا فَهٰذِهِ تُرْبَتُهَا

جبرئیل نے مجھے یہ خبر سنائی ہے کہ حسینؑ عراق کی سرزمین پر مار دیئے جائیں گے، میں نے جبرئیل سے کہا: جس خاک پر (میرا حسین) شہید کیا جائے گا وہ مجھے دکھاؤ اور یہ وہی خاک ہے۔'' ۳۲

اسی طرح خوارزمی بھی اپنی کتاب مقتل حسین میں سلسلہ سند کے ساتھ ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں:

''جبرئیل نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

اِنَّ اُمَّتَكَ تَقْتُلُهُ ـ يَعْنِي الْحُسَيْنَ ـ بَعْدَكَ ، ثُمَّ قَالَ لَهُ : اَلَا اُرِيْكَ مِنْ تُرْبَةِ مَقْتَلِهِ قَالَ : نَعَمْ فَجَاءَ بِحَصَيَاتٍ فَجَعَلَهُنَّ فِيْ قَارُوْرَةٍ '' بے شک آپ کے بعد آپؐ ہی کی امت اُسے (حسین کو) مار دے گی پھر حضرت سے کہا: کیا آپ کی خدمت میں اس کے مقتل کی خاک پیش کروں حضرتؐ نے فرمایا کیوں نہیں؟ تب جبرئیل چند سنگریزے اور مختصر خاک لے کر آئے تو آپؐ نے اسے ایک شیشی میں محفوظ کر لیا۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

شہادتِ حسینؑ کا روز گزرا اور شب آئی تو میں نے ہاتف غیبی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا:

اَيُّهَا الْقَاتِلُوْنَ جَهْلاً حُسَيْناً ۔ ابشروا بالْعَذَابِ وَالتَّنْكِيْل

قَدْ لُعِنْتُمْ عَلٰى لِسَانِ ابْنِ دَاوٗد ۔ وَمُوسىٰ وَصَاحِبِ الْاِنْجِيْل

''اے حسین کو مارنے والے جاہلو سنو! میں تمہیں عذاب الٰہی کی نوید دیتا ہوں، اور بے شک پسر داؤد، موسیٰ اور صاحب انجیل (عیسیٰ بن مریمؑ) کی زبان پر تمہارے لئے لعنت ہے۔'' ۳۳

ابن حجر عسقلانی جو علماء اہل سنت میں سے تھے اپنی کتاب ''تہذیب التہذیب'' میں سلسلہ سند کے ساتھ ام سلمہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں:

''حسنؑ و حسینؑ میرے حجرے میں پیغمبر اسلامؐ کے سامنے کھیل رہے تھے تو اس وقت جبرئیل نے نازل ہو کر فرمایا:

یَامُحَمَّدُ اِنَّ اُمَّتَکَ یَقْتُلُ اِبْنَکَ هٰذَامِنْ بَعْدِکَ وَاُوْمَأَ بِیَدِهِ اِلَی الْحُسَیْنِ ''اے محمدؐ بے شک آپؐ کی امت آپؐ کے بعد آپؐ کے اس (ہاتھ سے حسین کی جانب اشارہ کیا) فرزند کو قتل کر دے گی۔''

رسول اللہؐ نے یہ سن کر حسینؑ کو سینے سے لگا یا اور بہت گریہ فرمایا۔ پھر جبرئیل نے فرمایا:

''یہ خاک آپ کو دے رہا ہوں پس رسول اللہؐ نے اسے سونگھتے ہوئے فرمایا: وَیْحَ کَرْبٍ وَبَلاَءٍ ''ہائے کرب و بلا۔''

اس وقت حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:

یَااُمَّ سَلَمَةَ اِذَاتَحَوَّلَتْ هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَماً فَاعْلَمِی اَنَّ ابْنِی قَدْقُتِلَ ''اے ام سلمہ جب بھی اس خاک کو خون سے تبدیل ہوتا دیکھو جان لینا میرا بیٹا مار دیا گیا ہے۔''

حدیث کا باقی حصہ کچھ اس طرح سے ہے، آپ نے اسے ایک شیشی میں رکھ دیا اور ہر روز اسے دیکھنے آتیں اور فرماتیں جس روز تو خون میں تبدیل ہوگی وہ روز بہت بڑا عظیم دن ہوگا۔ ۳۴

اس مضمون کی بہت سی احادیث اہل سنت کی مختلف کتابوں مثلاً علامہ گنجی شافعی کی کفایۃ الطالب میں جناب ہیثمی کی مجمع الزوائد میں اور جناب طبرانی کی معجم وغیرہ میں موجود ہیں جن کی فہرست قاضی نور اللہ شوستری کی ملحقات احقاق الحق میں نقل ہوئی ہے۔ ۳۵

اہل سنت کے عالم مولوی علی ہندی نے کنز العمال میں ابن عساکر سے ام سلمہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا:

اِنَّ جِبرَئِیلَ اَخْبَرَنِی اَنَّ ابْنِیْ هٰذَایُقْتَلُ وَاَنَّهُ اشْتَدَّغَضَبُ اللهِ عَلیٰ مَنْ یَقْتُلُهُ جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا یہ فرزند (حسین) مار دیا جائے گا بے شک جو اسے مارے گا اس پر خشم و غضب خدا سخت ہوگا۔ ۳۶

اسی کتاب میں حدیث مذکور کے بعد ابن سعد نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

اِنَّ جِبرَئِیلَ اَرَانِي التُّرْبَةَ الَّتِی یُقْتَلُ عَلَیْهَا الْحُسَیْنُ فَاشْتَدَّغضب اللهِ عَلیٰ مَنْ یَسْفِکُ دَمَهُ فَیَاعَائِشَةُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ اِنَّهُ لَیَحزُنُنِیْ فَمَنْ هٰذَامِنْ اُمَّتِی یُقْتُلُ حُسَیْناً بعْدِی

"بے شک جبرئیل امین نے مجھے وہ خاک دکھائی جس پر حسینؑ شہید کردیئے جائیں گے اور غضب الٰہی اس پر سخت ہے جو اس کا خون بہائے گا اے عائشہؓ! مجھے قسم اس خدا کی کہ جس کی قدرت میں میری جان ہے اس ماجرا نے مجھے غمگین کردیا ہے آخر وہ کون میری امت کا فرد ہے جو اسے مارے گا؟

شیعہ علماء عظام میں شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں سلسلہ سند کے ساتھ سماک کے ذریعے ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں:

"ایک روز معمول کے مطابق حضرتؐ تشریف فرما تھے اور حسینؑ آپؐ کی آغوش میں تھے کہ اچانک آپؐ کی آنکھوں سے اشک ریزی ہونے لگی، میں نے عرض کی! اے اللہ کے رسولؐ! میری جان آپؐ پر قربان میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں؟ کہ آپ گریہ فرما رہے ہیں؟

فرمایا: جبرئیل آئے تھے انھوں نے مجھے حسینؑ کا پرسہ دیا ہے، انھوں نے مجھے بتایا میری امت کا ایک گروہ اسے مار دے گا خدا میری شفاعت سے ان کو محروم رکھے۔"

دوسری سند کے حوالے سے جناب ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں:

"ایک رات رسول اللہؐ ہمارے پاس سے باہر تشریف لے گئے اور کافی دیر بعد جب پلٹ کر تشریف لائے تو آپؐ کا سر و چہرہ خاک آلود تھا اور ہاتھ کی ہتھیلیاں خون آلود تھیں۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے میں آپ کو گرد و خاک میں آلودہ دیکھ رہی ہوں؟ فرمایا: مجھے اس وقت سرزمین عراق کی ایک جگہ جسے کربلا کہتے ہیں لے گئے تھے جہاں میرے فرزند حسین، اس کی اولاد اور خاندان کا مقتل تھا وہاں بیٹھا اسکا خون اٹھا رہا تھا جو دیکھ میرے ہاتھوں میں لگا ہوا ہے پھر اپنے ہاتھوں کو کھول کر مجھے دکھایا اور فرمایا:

اسے لو اور سنبھال کر رکھنا میں نے اس خون کو حضرتؐ سے لیا تو وہ خاک بالکل خون کی طرح سرخ تھی پس میں اسے ایک بند شیشی میں رکھ کر اس کی حفاظت کرتی رہی یہاں تک کہ حسینؑ مکہ سے بھی ہجرت کر کے عراق کی جانب روانہ ہوئے، میں روزانہ اس شیشی کو نکال کر دیکھتی، سونگتی اور آنجناب کے مصائب پر گریہ کرتی تھی۔ جب اسی حال میں محرم کی دسویں آئی جس روز حسینؑ شہید ہوئے تو صبح کے وقت میں اسے نکال کر لائی تھی مگر وہ اس وقت تک اپنے حال سابق پر تھی لیکن عصر عاشور جب دیکھنے گئی تو کیا دیکھا وہ خاک تازہ خون میں تبدیل ہو چکی ہے میں اکیلے گھر میں گریہ وزاری کرنے لگی مگر دشمنوں کے خوف سے کہیں وہ کوئی قدم اٹھائیں اپنے غم واندوہ کو سرد کرنے لگی مگر ہمیشہ اس روز اور وقت کو یاد رکھا، یہاں تک کہ امام حسینؑ کی خبر شہادت مدینہ میں پہنچی اور اس

طرح جو دیکھا تھا اس کی تصدیق ہو گئی۔" ۳۷

ابن عباسؓ سے منقول روایات

خوارزمی اپنی کتاب مقتل حسین میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

"رسول اللہؐ اپنی رحلت سے چند روز قبل ایک سفر سے واپس تشریف لائے مگر غیر معمولی طور پر آپؐ کا رنگ دگرگوں تھا اور چہرہ سرخ ہو رہا تھا، آپؐ نے مختصر خطبہ ارشاد فرمایا اس طرح کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي خَلَفْتُ فِيكُم الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي "اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں اپنے بعد یادگار چھوڑ رہا ہوں یعنی کتاب خدا اور اپنی عترت۔

پھر چند جملوں کے بعد یہ فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ أَخْبَرَنِي بِأَنَّ أُمَّتِي تَقْتُلُ وَلَدِيَ الْحُسَيْنَ بِأَرْضِ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ، أَلَا فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَىٰ قَاتِلِهِ وَخَاذِلِهِ آخِرَ الدَّهْرِ "یقیناً جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میرے فرزند حسین کو کربلا کی سرزمین پر قتل کر دے گی، جان لو اس کے قاتل پر اور جو اس کی نصرت سے ہاتھ اٹھائے گا اس پر بھی خدا کی لعنت ہے۔" ۳۸

ابن کثیر نے بھی جو علماء اہل سنت میں معروف ہیں اپنی کتاب البدایۃ والنہایہ میں سلسلہ سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں:

"ایک روز حسینؑ اپنے نانا رسالت مآب کی گود میں بیٹھے تھے اتنے میں جبرئیل امین نازل ہوئے اور حضرتؐ سے دریافت کیا کیا آپؐ اسے چاہتے ہیں؟ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا:

وَكَيْفَ لَا أُحِبُّهُ وَهُوَ ثَمَرَةُ فُؤَادِي؟ فَقَالَ: أَمَا إِنَّ أُمَّتَكَ سَتَقْتُلُهُ "اسے کیسے دوست نہیں رکھوں گا جو میرا میوہ دل ہے؟ یہ سن کر جبرئیل نے کہا: مگر جان لیں اسی کو آپؐ کی امت مار دے گی۔" ۳۹

اسی طرح احمد بن حنبلؒ اپنی کتاب مسند میں ابن عباسؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں:

"میں نے وقت ظہر (روز عاشور) رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا آپؐ اس حال میں کھڑے ہیں کہ بال پریشان و خاک آلود ہیں، جبکہ حضرتؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپؐ کے دست مبارک میں یہ کیا ہے؟ فرمایا: هٰذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ لَمْ أَزَلْ أَلْتَقِطُهُ مُنْذُ الْيَوْمِ "یہ حسین اور اسکے اصحاب کا خون ہے جسے صبح سے اب تک جمع کر رہا ہوں۔"

ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

میں نے اُس روز تاریخ یادداشت کر لی تھی چنانچہ بعد میں تصدیق ہوئی کہ شہادتِ امام حسینؑ کا دن وہی تھا۔" [۴۰]

عائشہؓ سے روایات

ابن حجر ہیتمی علماء اہل سنت میں سے اپنی کتاب صواعق المحرقہ میں روایت کرتے ہیں:

"رسول اللہؐ کا ایک حجرہ ایسا تھا جس کے زینے عائشہؓ کے کمرے سے گزرتے تھے، حضرت جب جبرئیل امین کا دیدار کرنا چاہتے تو وہاں تشریف لے جاتے تھے، چنانچہ ایک روز جاتے وقت عائشہؓ سے فرمایا: کسی کو بھی وہاں آنے نہ دینا۔

اسی دوران حسینؑ آئے اور وہاں چلے گئے، لیکن عائشہؓ کو امام حسینؑ کے آنے کا علم نہ تھا۔

جبرئیل نے انھیں دیکھ کر حضرتؐ سے فرمایا یہ بچہ کون ہے؟

حضرتؐ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے اور یہ کہہ کر اسے زانو پر بٹھ لیا۔

جبرئیل نے یہ دیکھ کر کہا: سَتَقْتُلُهُ اُمَّتُک "بہت جلد آپؐ کی امت اسے قتل کر دے گی۔"

حضرتؐ نے فرمایا: میرے اس بیٹے کو؟

جبرئیل نے کہا: جی ہاں اسی کو۔ اگر آپ پسند کریں تو اس سرزمین سے جہاں آپؐ کا یہ بیٹا قتل کیا جائے گا آپؐ کو باخبر کروں؟ اس وقت جبرئیل نے سرزمین طف کی جانب اشارہ کیا اور ایک مشت سرخ خاک وہاں سے اٹھا کر حضرتؐ کو دکھائی اور کہا:

هٰذِهٖ مِنْ تُرْبَةِ مصرعه یہ خاک اسکے مقتل کی ہے۔ [۴۱]

علماء شیعہ میں سے شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب امالی شیخ میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے:

"رسول اللہؐ نے حسینؑ کو اپنے زانو پر بٹھا کر بوسہ دینا شروع کیا اس پر جبرئیل جو وہاں موجود تھے گویا ہوئے کہ کیا آپؐ اس فرزند کو بہت چاہتے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں!

جبرئیل نے کہا: مگر آپؐ جان لیں کہ اسے آپؐ کی امت مار دے گی۔ [۴۲]

عائشہؓ سے اسی مضمون کی اور روایات بھی نقل ہوئی ہیں جو ملحقات احقاق الحق میں موجود ہیں، للہذا مزید آگاہی کیلئے وہاں رجوع کیا جا سکتا ہے۔[۴۳] اور اسی مضمون کی روایات پیغمبر اسلامؐ دیگر زوجات جیسے امامہؓ اور زینبؓ دختر جحش بھی اسی کتاب میں نقل ہوئی ہیں۔ (یدآگاہی کیلئے وہاں رجوع کریں) [۴۴]

ام الفضلؓ کی روایت

خوارزمی اپنی کتاب مقتل الحسین میں تاریخ احمد بن اعثم کوفی سے نقل کرتے ہیں:

جس میں ام الفضلؓ بنت حارث (عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ) سے روایت ہے:

"جب حسینؑ کی ولادت ہوگئی تو میں نے اسے آغوش رسالتؐ میں دیا حضرتؐ نے اسے گود میں لے کر گریہ کیا اور اس کی خبر شہادت سنائی۔ام الفضلؓ مزید فرماتی ہیں:

اتنی دیر میں جبرئیل فرشتوں کے ساتھ نازل ہوئے اور بالوں کو کھول کر حسینؑ پر گریہ کرنے لگے اور اس وقت جبرئیل نے ایک مشت خاک جس کی خوشبو خالص مشک کی مانند تھی رسول اللہؐ کو دی اور کہا:

یَاحَبِیْبَ اللہِ ھٰذِہٖ تُرْبَةُ وَلَدِکَ الْحُسَیْنَ ابْنِ فَاطِمَةَ وَسَیَقْتُلُهُ اللُّعَناءُ بِاَرْضِ کَرْبَلا

"اے حبیب خدا! یہ آپؐ کے فرزند حسینؑ ابن فاطمہ کی خاک تربت ہے جسے سرزمین کربلا پر ملعون لوگ قتل کریں گے۔"

حضرتؐ نے جبرئیل سے فرمایا:

حبیبیْ جِبرِیْلَ وَھَلْ تُفْلِحُ اُمَّةٌ تَقْتُلُ فَرْخِیْ وَفَرْخَ ابْنَتِی "اے میرے حبیب جبرئیل! کیا میری امت میرے اور میری بیٹی کے فرزند کو مار کر بھی کامیاب رہے گی؟

جبرئیل نے فرمایا:

لَابَلْ یَضْرِبُھُمُ اللہُ بِالْاِخْتِلَافِ فَتَخْتَلِفُ قُلُوْبُھُمْ وَاَلْسِنَتُھُمْ آخِرَ الدَّھْرِ "نہیں یارسول اللہ! بلکہ خدا انھیں قیامت تک دل وزبان کے اختلاف میں مبتلا رکھے گا۔" ۴۵

احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں ابونعیم اپنی دلائل النبوہ میں اور ابن کثیر اپنی البدایۃ والنہایۃ میں اسی طرح بہت سے علماء اہل سنت اپنی اپنی کتابوں میں مختصر اختلاف کے ساتھ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں:

"ایک روز بارش برسانے والا فرشتہ رسول اللہؐ سے اجازت مانگ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا رسول اللہؐ نے ام سلمہؓ سے فرمایا:

دیکھو حجرے کے دروازے پر بیٹھ جاؤ اور کسی کو اندر نہ آنے دو۔

اس وقت حسینؑ بن علیؑ بہت جلد پیغمبرؐ کے حجرے میں داخل ہوئے اور حضرتؐ کے دوش مبارک پر سوار ہوگئے۔

بارش کے فرشتے نے حضرتؐ سے عرض کی: آپؐ اسے دوست رکھتے ہیں؟

حضرتؐ نے فرمایا: بالکل ایسا ہی ہے۔

فرشتہ گویا ہوا، مگر آپؐ کی امت کا ایک گروہ اسے ماردے گا، اگر حضرتؐ چاہیں تو وہ سرزمین دکھاؤں جہاں یہ قتل کیے جائیں گے پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر سرخ رنگ کی خاک حضرتؐ کو دی، ام سلمہؓ نے اسے اپنے پاس رکھا۔" ۴۶

ایسی ہی ایک روایت حافظ نورالدین نے جو اہل سنت کے علماء کرام میں سے ہیں ابی طفیل سے نقل کی

ہے۔ ^۱

امیر المؤمنین علیؑ منقول روایات

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں "صفین" نامی کتاب سے نصر بن حرام نے ہرثمہ بن سلیم سے روایت کیا ہے:

"ہم حضرت علیؑ کے رکاب میں جنگِ صفین کیلئے جا رہے تھے راستے میں جب کربلا کی سرزمین سے ہمارا گزر ہوا تو آپؑ نے وہاں نماز پڑھی اور وہاں سے ایک مشت خاک اٹھا کر اسے استشمام کیا اور فرمایا: وَاهاً لَکَ یاتُربَةُ لَیُحشَرَنَّ مِنکِ قَومٌ یَدخُلُونَ الجَنَّةَ بِغَیرِ حِسَابٍ "وائے ہو تجھ پر اے (کربلا کی) خاک تجھ سے ایسے لوگ محشور ہوں گے جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے۔"

ہرثمہ جنگ صفین سے پلٹ کر آیا تو اپنی زوجہ جرداء بنت سمیر سے جو شیعہ تھی یہ قصہ بیان کیا مگر تعجب سے کہا:

آخر علیؑ کہاں اور کیسے غیب کے عالم ہو گئے؟ اس کی بیوی نے کہا: عالم ہو گئے؟

زوجہ نے جواب دیا:

اے مرد! یہ بات چھوڑ دے بس اتنا جان کہ امیر المومنینؑ سوائے حق کے کچھ نہیں فرماتے۔

ہرثمہ کہتا ہے:

یہ بات آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ عبید اللہ بن زیاد نے امام حسینؑ کے خلاف جنگ کیلئے لشکر بھیجا جس میں، میں بھی شامل تھا، چنانچہ جب ہم حسینؑ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک پہنچے تو مجھے وہ مقام جان پہچانا محسوس ہونے لگا کچھ دیر بعد متوجہ ہوا کہ یہ وہی خطہ ہے جس پر حضرت علیؑ نے نماز ادا کی اور ایک مشت خاک اٹھا کر وہ جملہ فرمایا تھا، لہٰذا اپنے ارادے سے پشیمان ہو کر عالم افسردگی میں اپنے گھوڑے کو امام حسینؑ کی جانب ایڑ لگائی امام حسینؑ کے نزدیک پہنچا تو میں نے حضرتؑ کو سلام کیا اور جو واقعہ ان کے والد بزرگوار سے یاد تھا سنایا۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا:

اَمَعَنَا اَم عَلَینَا ہم سے جنگ کرنے آئے ہو یا ہماری نصرت کا ارادہ رکھتے ہو؟

میں نے کہا:

اے فرزند رسول! نہ آپؑ کی مدد کا قصد رکھتا ہوں اور نہ ہی آپ سے جنگ کا، کیونکہ میں اپنی بیوی بچوں کو کوفہ چھوڑ آیا ہوں اور ان کے بارے میں ابن زیاد سے خوف زدہ ہوں۔

امام حسینؑ نے یہ سن کر فرمایا:

فَوَلِّ هَرِبًا حَتّٰى لَاتَرٰى مَقْتَلَنَا، فَوَالَّذِى نَفْسُ حُسَيْنٍ بِيَدِهٖ لَايَرٰى الْيَوْمَ مَقْتَلَنَا اَحَدٌ ثُمَّ لَايُعِيْنُنَا اِلَّا دَخَلَ النَّارَ

"اگر یہ بات ہے تو اس سے پہلے کہ ہمارا مقتل گرم ہو فوراً اس سرزمین کو وداع کہہ دو کیونکہ حسینؑ کو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جو اس روز ہماری قتل گاہ کو دیکھ کر بھی میری نصرت کو نہ آئے اس کا مقدر جہنم ہے۔" ۴۸

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں سلسلہ سند کے ساتھ ابوالحکم نامی ایک شخص سے روایت کرتے ہیں:

"میں نے اپنے بزرگ علماء سے سنا جو کہہ رہے تھے علیؑ ابن ابیطالب نے ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا:

سَلُوْنِي، قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ فَوَاللهِ لَاتَسْئَلُوْنِي عَنْ فِئَةٍ تُضِلُّ مِائَةً وَتَهْدِيْ مِائَةً اِلَّا نَبَّاْتُكُمْ بِنَاعِقِهَا وَ سَائِقِهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: اَخْبِرْنِيْ كَمْ فِيْ رَاْسِيْ وَلِحْيَتِيْ مِنْ اٰفَةِ شَعْرٍ ؟

"اس سے قبل کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں مجھ سے سوال کر و مگر قسم بخدا کسی گروہ کیلئے جو سو افراد کو ہدایت کرے اور سو کو گمراہ کر دے، سوال مت کرنا مگر یہ کہ میں ان کے پکارنے والے، دھکیلنے والے اور تا قیامت ان کے سردار سے بھی آگاہ کروں گا۔ یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا: مجھے بتائیں میرے سر اور ڈھاڑی میں کتنے بال ہیں؟"

حضرتؑ نے فرمایا:

قسم بخدا میرے مہربان نے تیرے اس سوال کی خبر دی تھی اور فرمایا میرے ہر بال کی جڑ میں ایک فرشتہ بیٹھا ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور ریش کی ہر بال کی جڑ میں ایک شیطان ہے جس کا کام تجھے جگہ سے حرکت دینا ہے اور تیرے گھر میں تیرا ایک بچہ ہے جو پسر رسولؐ کو قتل کرے گا اور جان لے میری صداقت کی علامت (لعنت کا فرشتہ اور سر اور ڈھاڑی کی مذکورہ کیفیت) وہی ہے جو تجھے بتا دی ہے اگر اس کا اثبات کرنا سخت نہ ہوتا تو ضرور بتا دیتا مگر وہی کافی ہے جو بتا دیا۔

اس زمانے میں اس کا بیٹا گھٹنوں کے بل چلتا تھا مگر جب کربلا میں امام حسینؑ نرغہ اعداء میں گھر گئے تو یہ بچہ حضرتؑ کو مارنے پر تلا ہوا تھا اور وہی ہوا جو حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ ۴۹

ایسی ہی ایک روایت علامہ طبرسیؒ نے اپنی کتاب احتجاج میں نقل کیا ہے۔

- بعض روایات مثلاً شیخ صدوق کی امالی میں آیا ہے، جس شخص نے یہ سوال کیا وہ سعد بن ابی وقاص تھا۔
- ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں فوق الذکر حدیث کو ایک جگہ نقل کیا ہے۔ ۵۰ وہ کہتے ہیں:

"یہ شخص تمیم بن اسامہ بن زہیر تمیمی تھا اور اس کے جس بیٹے کا ذکر ہوا وہ حصین بن تمیم تھا جو اس

زمانے میں شیر خوار بچہ تھا مگر جب بڑا ہوا واقعہ کربلا رونما ہوا اور اس موقع پر یہ عبید اللہ بن زیاد کی فوج کا ایک سالار منتخب ہوا۔"

- ایک اور مقام پر نقل ہوا ہے کہ مذکورہ شخص انس نخعی تھا اور فرزند سنان بن انس تھا۔ ۵۱
- البتہ بعض اہل قلم نے یہ بعید جانا ہے کہ یہ واقعہ سعد بن ابی وقاص سے مربوط ہے، کیونکہ سعد بن ابی وقاص امیر المومنین علیؑ کے دور خلافت میں وہاں (کوفہ میں) موجود نہ تھا جو حضرتؑ کے خطاب وعظ میں حاضر ہوتا مگر کیونکہ شیخ مفیدؒ کے نزدیک یہ داستان اسی کیلئے متواتر و مسلم تھی، لہٰذا وہ اختلاف نقل پر توجہ کرنے کے بعد اسے مبہم طور پر نقل کرتے ہیں حتی اس شخص کا نام بھی ذکر نہیں کیا۔

اسی طرح شیخ مفیدؒ، اسماعیل بن زیاد سے نقل کرتے ہیں جنھوں نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے حضرتؑ نے ایک روز براء بن عازب سے فرمایا:

یَابَرَاء یُقْتَلُ ابْنِي الْحُسَيْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ لَاتَنْصُرُہٗ "اے براء میرا بیٹا حسین مار دیا جائے گا اور تو اس وقت زندہ ہوتے ہوئے اس کی مدد نہیں کرے گا۔"

چنانچہ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو براء نے کہا بے شک علیؑ نے صحیح کہا تھا، حسینؑ مار دیئے گئے مگر میں نے ان کی حمایت نہ کی وہ اس بات پر پشیمانی کا اظہار کرتا رہا۔ ۵۲

ابن قولویہ اپنی کتاب کامل الزیارات میں سلسلہ سند کے ساتھ ابی عبداللہ بن جدلی سے روایت کرتے ہیں:

"میں حضرت علیؑ کی خدمت میں شرف یاب ہوا تو حسینؑ آپؑ کے ساتھ تشریف فرماتے اس وقت حضرتؑ نے حسینؑ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اِنَّ هٰذَا یُقْتَلُ وَلَا یَنْصُرُہٗ اَحَدٌ یہ مار دیا جائے گا مگر کوئی اس کی نصرت نہیں کرے گا۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کی:

یا امیر المومنین قسم بخدا یہ کیسی بُری زندگی ہے؟ فرمایا: جو کہہ رہا ہوں ضرور ہو کر رہے گا۔ ۵۳

چنانچہ اسی طرح اور بڑی تعداد میں احادیث و روایات مگر مختصر اختلاف (تفصیل و اجمال) کے ساتھ محدثین اور بزرگان دین کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں مگر انہی چند روایات پر اکتفا کرتے ہیں، مزید آگاہی اور مطالعہ کیلئے مرحوم علامہ مجلسی کی بحار الانوار سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ۵۴

خود امام حسینؑ سے منقول روایات

اس مقام پر کم از کم چند احادیث بطور فہرست ذکر کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ اپنی گفتار پر بھی قائم رہیں اور موضوع بحث بھی اختتام پذیر ہو جائے، کیونکہ اکثر اس موضوع (خود امام حسینؑ سے نقل شدہ روایت) پر

موجود احادیث مدینہ سے مکہ کی جانب روانگی میں یا پھر مکہ سے عراق کی جانب روانگی میں حضرت کی زبان سے صادر ہوئی ہیں جن کا موزوں مقام بعد میں آئے گا، چنانچہ ان روایات میں سے من جملہ یہ روایت ہے جسے بہت سے علمائے اہل سنت مثلاً سیوطی نے اپنی کتاب خصائص الکبریٰ میں اور ملا محمد تقی ھندی نے کنز العمال میں اور دیگر افراد نے محمد بن عمرو بن حسن سے نقل کیا ہے:

''ہم امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں تھے تو آپؑ نے جب شمر بن ذی الجوشن کو دیکھا تو فرمایا:

صَدَقَ اللہُ وَرَسُولُہُ قَالَ رَسُولُ اللہِ (ص) کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلیٰ کَلبِ اَبْقَع یَلَغُ فی دِمَاءِ اَھْلِ بَیْتِی

''خدا اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: گویا میں ایک چت کبرا کتا دیکھ رہا ہوں جو میرے خاندان کا خون پی رہا ہے۔''

راوی کہتا ہے شمر دھبہ دار (کوڑھی) تھا۔ ۵۵

اسی طرح ایک اور روایت جسے اہل سنت کے عالم ابوالفداء نے اپنی کتاب البدایۃ والنہایۃ میں خود امام حسینؑ سے روایت کی ہے:

وَاللہِ لَایَدَعُونِی حَتّٰی یَسْتَخرِجُوا ھٰذِہِ الْعُلْقَۃَ فِي جَوْفِيْ فَاِذَافَعَلُوْ ذَالِکَ تَسلَّطَ اللہُ عَلَیھِمْ مَنْ یُذِلُّھُمْ ''خدا کی قسم یہ میرا پیچھا مجھے مارے بغیر نہیں چھوڑیں گے اور جب انھوں نے ایسا کر لیا تو خدا ان پر اس کو مسلط کرے گا جو انھیں ذلیل وخوار کر دے گا۔'' ۵۶

ایک معروف روایت وہ ہے جسے خوارزمی وغیرہ نے نقل کیا ہے:

''جب مکہ سے عراق کی جانب امام حسینؑ سفر کا آغاز فرما رہے تھے تو آپؑ نے یہ ارشاد فرمایا:

اَیُّھَا النَّاسُ خُطَّ الْمَوْتُ عَلیٰ وُلدِ آدَمَ مَخطَّ الْقِلَادَۃِ عَلی جِیدِ الْفَتَاۃ وَمَااَولَھَنِی اِلیٰ اَسْلَافِي اِشْتِیَاقَ یَعْقُوْبَ اِلیٰ یُوسُفَ وَاِنَّ لِي مَصْرَعاً اَنَالَاقِیہِ، وَکَاَنِّی بِاَوْصَالی تَتَقَطَّعُھَا عُسلَانُ لفَلَوَاتِ بَیْنَ النَّوَاوِیسِ وَکَرْبَلَا ۵۷

اب تک جو کچھ قیام امام حسینؑ کی پہلی علت کے بارے میں ذکر ہوا کا خلاصہ

اب بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کریں گے کہ امام حسینؑ کے قیام مقدس کے علل واسباب کیا تھے البتہ بحث کے طولانی ہونے پر معذرت خواہ ہیں۔

بحث کا خلاصہ یہ تھا کہ پہلا محرک اور اہم ترین سبب حضرتؑ کے مقدس قیام کا دینی ذمہ داری اور جوابدہی کا احساس تھا اور قیام کو ایک شرعی، الٰہی اور اسلامی فریضہ کے طور پر انجام دیا جبکہ امامؑ اس تاریخی اور مقدس قیام کے انجام سے بھی آگاہ تھے اور پھر دشمن کی دھوکہ دہی، سازش، سیاست بازی اور ظاہری طور پر جنگی ساز وسامان اور دوسری جانب جو لوگ مدد ونصرت کا دم بھر رہے تھے ان کا ضعیف وناتواں، سست اور منافق ہونا

اسی طرح اس قیام کے بارے میں غیبی خبروں کے مطابق جو کچھ آپ پہلے اس چکے تھے خود بتا رہا تھا کہ اس قیام کا نتیجہ امام حسینؑ اور آپ کے آل واصحاب کی شہادت اور بچوں اوروں کی اسارت کے سوا کچھ نہیں مگر یہ سب آ گاہی اور خبریں امام حسینؑ کو اس مقدس قیام سے باز رکھنے کا باعث نہ بن سکتے تھے، چنانچہ آپ نے روایات اور سید الشہداءؑ کے کلمات میں گذشتہ صفحات پر پڑھ لیا، اس وقت کی حکومت کے آگے سکوت یا بیعت کرنا یزید جیسے فاسق انسان کے کاموں کی تائید کرنا ہے، بقول استاد محترم اور رہبر بزرگوار کہ جو انھوں نے دینی طالب علموں اور علمائے کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہدف تک رسائی میں تاخیر کا آنا سبب نہیں بن سکتی کہ ہم اپنے اصولوں سے پھر جائیں ہم سب فریضہ کی ادائیگی پر مامور ہیں ہمیں نتیجے سے کوئی سروکار نہیں۔ اگر تمام انبیاء و معصومین علیہم السلام اپنے زمانے اور علاقے میں نتیجے کے بھی ذمہ دار ہوتے انھیں ہرگز نہیں چاہئے اپنی توانائی سے زیادہ فضا میں عمل پیرا ہوتے اور بلند و بالا اور اہداف اور دراز مدت مقاصد کے بارے میں سخن فرماتے جوان کی زندگی میں عملی جامہ نہ پہن سکے۔''

بہذا العنوان شاہد اس مقام پر عصر حاضر کے چند اہل قلم اور دانشوروں کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

سخن محمد عبدہ

عبدہ عصر حاضر کے ایک دانشور اور تفسیر المنار کے مولف ہیں انھوں نے اور بہت سی کتابوں کی تالیف کی ہے وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''جب بھی دنیا میں ایسی عادل حکومت کا قیام ہو جو شریعت اسلام کو برپا کرے اور اسکے مقابل حکومت جور و ستم احکام شریعت کو معطل کرے تو ہر مسلمان پر عادل حکومت کی مدد اور ظالم حکومت کی سرکوبی کرنا واجب ہے جس طرح حسینؑ سبط رسول اکرمؐ نے رہبر جور و ستم پر خروج کیا جسے مسلمانوں کی زمامداری، زور، دھونس، قدرت اور طاقت اور دوسری بدکاریوں کے بل بوتے پر عہدہ سنبھالے تھا یعنی یزید بن معاویہ، خدا اسے اور اسکے مددگاروں کو ذلیل وخوار کرے۔'' ۵۸

سخن استاد محمد عبد الباقی

عصر حاضر کے ایک اور اہل قلم استاد محمد عبد الباقی نے عربی زبان میں قیام امام حسینؑ پر ایک مقالہ ''نخستین انقلابی در اسلام'' ۵۹ نامی کتاب میں لکھا ہے جس میں انھوں نے تو تفصیل کے ساتھ قلم کا استعمال کیا ہے مگر ہم اس کا مختصر ترجمہ مندرجہ ذیل الفاظ میں پیش کر رہے ہیں۔

''اگر حسینؑ نے یزید کی بیعت کی ہوتی جو کہ گناہ کرنے میں بے باک اور فاسق تھا، جس نے شراب اور زنا کو مباح کیا تھا۔ اس نے منصب خلافت کو گلوکاروں اور موسیقاروں کا ہم نشین بن

کر پستی میں گرادیا تھا۔ جس نے احکام اسلامی کی قضاوت کے بجائے شراب خوری کی محفلیں سجائیں، جس نے بندروں اور کتوں پاؤں سونے کے زیورات چڑھائے جبکہ اس وقت لاکھوں مسلمان بھوک اور ناداری کی زندگی گزار رہے تھے۔ بہر حال! اگر حسینؑ یزید کی بعنوان خلیفہ رسول انہی حالات میں بیعت کر لیتے تو یہ ان تمام کاموں کے مباح ہونے پر مسلمان کیلئے حضرتؑ کا فتویٰ ہوتا حتی آپؑ کی خاموشی بھی اس کے جرائم اور جنایتوں کی تائید ورضایت تھی اور منکرات کے ارتکاب پر رضایت حتی خاموشی کی صورت شریعت اسلام میں گناہ و جرم شمار ہوتا ہے۔

امام حسینؑ یزید کی زمانے میں استثنائی شخصیت کی بناپر پورے جزیرۃ العرب، بلکہ تمام عالم اسلام میں انتہائی سنگین جواہد ہی اپنے کاندھے پر رکھتے تھے کہ میراث اسلامی کی حمایت کریں کیونکہ رسول اللہؐ سے قرابت داری کے علاوہ بزرگان اسلام کی وفات کے بعد حسینؑ ہی علم وزہد، حسب و مقام کے اعتبار سے تمام مسلمانوں سے بزرگ وبرتر تھے۔ یہی احساس ذمہ داری اور فریضہ شناسی نے حسینؑ کو منکرات کے خلاف استقامت پرآمادہ کیا خاص طور پر جب یہ دیکھا کہ جس نے منکرات کو ایجاد کیا ہے وہ دوسروں کو ان کے انجام دینے پر شوق دلاتا ہے وہی مسند رسولؐ پر بیٹھا ہے۔

ثانیا: جب اتنے زیادہ خطوط مختلف مقامات اور قرب وجوار سے ان کے پاس آئے کہ انھیں خلافت کیلئے چن لیا ہے اور تیس ہزار خطوط میں ساکنین بصرہ وکوفہ نے انھیں یزید کے خلاف جنگ کی دعوت دی کہ ان کے پاس آئیں اور پھر یہ اصرار اس حد تک بڑھ گیا کہ ان کے رئیسوں میں سے ایک رئیس عبداللہ بن حصین ازدی نے حضرت کے نام لکھا:

یاحسین سنشکوک الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ اذالم تلب طلبن

اے حسینؑ! اگر آپؑ نے ہماری دعوت قبول نہ کیا تو ہم روز قیامت خدا کے حضور آپؑ کی شکایت کریں گے۔

سخن علائلی

ایک اور معروف قلم کار اپنی کتاب ''الامام الحسینؑ'' میں چند مختلف بحثوں کے بعد لکھتے ہیں:

''جب خلیفہ مسلمین ہی جو کہ زمامدار اور قانون نافذ کرنے والا اور اسلامی قوانین کا سب سے بڑا محافظ فاسق ہو جائے، اپنے فسق کا اظہار کرے اور خدا ورسولؐ اور مومنین کو جنگ کی دعوت دے تو ایسے میں اس کا پاس، ادب اور احترام درحقیقت فسق وفجور کا احترام اور فحشاء ومنکرات کے آگے جھکنا ہے اور اس پر اعتماد کرنا دین کو بازیچہ بنانے کے مترادف ہے۔

اسی لیے امام حسینؑ نے فرمایا:

وَیزیدرجُلٌ فاسِقٌ شَارِبُ الْخُمرِ وقَاتِلُ النَّفس المحرمة مُعْلن بِالْفسق ۶۰۔

بعض صاحبان قلم نے امام حسینؑ کے قیام پر قلم فرسائی کرتے ہوئے اس اقدام کے بہت سے علل و اسباب تحریر کیے ہیں ہم ان کی شرح و تفصیل سے صرف نظر کرکے ان کی ایک مختصر فہرست کا ذکر کررہے ہیں اس سے ہٹ کر کہ ان میں سے بہت سے اسباب اس ایک اہم سبب یعنی احساس الٰہی ذمہ داری اور اسلامی جوابدہی کی جانب بازگشت کرتے ہیں۔

چنانچہ مندرجہ ذیل یہ وہ اسباب ہیں جو بیان کیا جارہا ہے:

۱۔ معاشرتی ذمہ داری یعنی امام حسینؑ اسلام کی مرکزی فرد کی حیثیت رکھتے تھے لہٰذا اُمت اسلامی کے حضور بنی امیہ کی جانب سے اسلام و مسلمین پر ہونے والے ظلم وستم کی مزاحمت آپؑ ہی کا فریضہ تھا کہ حضرتؑ دین اسلام کے نیک لوگوں کی حمایت کریں۔

۲۔ اسلام کی حمایت اور اسے یزید و بنی امیہ کے ہاتھوں نابود ہونے سے بچانا۔

۳۔ مقام و منصب خلافت کی حفاظت یزید کے خلاف اسلام کاموں سے۔

۴۔ فکر و اندیشہ میں لوگوں کو آزادی عطا کرنا۔

۵۔ لوگوں کے اقتصادی آزادی اور مسلمانوں کے بیت المال کی بنی امیہ کے ہاتھوں لوٹ مار کی روک تھام۔

۶۔ ظلم وستم کی روک تھام جو تمام اسلامی بلاد پر حاکم تھا اور امن عامہ کی بحالی، امت اسلامی کی تحقیر عام تھی اور بنی امیہ انھیں اپنی غلامی اور نو آبادی میں لا چکے تھے۔

۷۔ اس بے رحمی و زیادتی کی روک تھام جو خاص طور پر شیعوں پر ڈھائی جارہی تھی شیعہ مختلف انداز کی اذیت و آزار کا شکار ہو رہے تھے چنانچہ اہم شخصیات کا قتل، جلاوطنی، قید و بند اور بہت سے حقوق سے محروم ہونا عام تھا جس کی مثالیں گزشتہ صفحات پر معاویہ بن ابی سفیان اور یزید کی سیاہ فائل کو بیان کرتے ہوئے دی گئیں۔

۸۔ خاندان رسول اللہؐ کے نام و نشان کو مٹنے سے بچانا جس پر یزید اور بنی امیہ نے اپنی تمام تر سعی اور طاقت مبذول کر رکھی تھی اور مختلف انداز سے مثلاً جعل حدیث، جھوٹ، مختلف وسائل کا استعمال اس خاندان کے چاہنے والوں میں خوف و ہراس کا پھیلانا، منبروں سے اہل بیتؑ پر سب و شتم وغیرہ سے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنا رہے تھے۔

۹۔ اسلام کو نابودی سے بچانا جس کیلئے بنی امیہ اور یزید نے اپنی سیاست کے اصول مرتب کیے تھے۔

۱۰۔ اسلام و مسلمین کے حقوق کا دفاع جو کہ معرض نابودی میں قرار پا چکے تھے۔
۱۱۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔
۱۲۔ بدعتوں کا خاتمہ جو بنی امیہ کے ہاتھوں اسلام میں ظاہر ہو چکی تھیں اور دوسری علتیں جن کی دوم علت میں بازگشت ہوتی ہے۔

حاشیہ وحوالہ جات

۱ ''اِنَّ الوَصِيَّةَ نَزَلَت مِنَ السَّمَاءِ عَلىٰ مُحمَّدٍ كِتاباً،لَمْ يَنْزِل عَلىٰ مُحَمَّد (ص) كتابٌ مَخْتُومٌ اِلّا الوَصِيَّة فَـقَالَ جَبْـرَئِيلُ (ع):يامُحَمَّدهٰذِهِ وَصِيَّتُک في امّتک عنداَهْلِ بيْتِک ،فقَالَ رَسُولُ الله (ص)اَىّ أَهْلِ بيْتِي ياجَبْرَئِيل؟قَالَ :نَجيبُ الله منْهُم وَ ذُرِّيَّتُهُ ،لِيَرِثَکَ عِلْمَ النُبُوَّةِ كَماوَرَّثَه ابراهيم (ع)وَميراثُهُ لِعَلِيِّ (ع)وذُرِّيَّتِکَ مِنْ صُلْبِـهِ وَكَانَ عَلَيْهاخَواتيم،قَالَ فَفَتَحَ عَلِيٌّ (ع)الخاتَم الأَوَّلَ وَمَضىٰ لِمافيهاثُمَّ فَتَحَ الحَسَيْنُ (ع)الخَاتَم الثّالِثَ فَوَجَدَفيهااَنْ قَاتِلْ فَاقْتُلْ وَتُقْتَل وَاخْرُجْ بِأَقْوام لِلشَّهادَةِ لاشَهادَةَ لَهُمْ اِلاّ مَعَکَ ،قَالَ :فَفَعَل (ع)،فَلَمّامَضىٰ دفعهاالىٰ عَلِيِّ بن الحُسين (ع)قَبْل ذٰلِکَ،فَفَتَحَ الخاتَم الرّابعَ فَوَجَدفيهااَنْ اصمُتْ۔''

۲ علل الشرائع، ج،ا،ص،۲۰۰

۳ بحار الانوار، ج۴۴،ص۱۹''ياابَاسَعيداَلَسْتُ حُجّةَ الله تعالىٰ ذكرهُ عَلىٰ خَلْقِه ،واماماً عليهم بعدأبي ؟قُلتُ بَلىٰ ،قَالَ أَلَسْتُ الّذي قَالَ رَسُولُ الله (ص)لي وَلاخي :الحَسَنُ والحُسَين إمامان قاماأوْ قَعَدا؟قلت :

بَلى ! قال:فَأناإذَنْ امامٌ لَوْقُمْتُ،وَأَنااِمامٌ اذاقَعَدْتُ،ياباسَعيدعِلَّةُ مُصالَحَتي لِمُعاوِيَةَ عِلَّةُ مُصالَحَةِ رَسُولِ الله (ص)لِبَني ضُمْرةِ وبَني أَشْجَع وَلأَهْلِ مَكّة حين انْصرفَ من الحُدَيْبيّة .اُولٰئکَ كُفّارٌ بالتَّنْزيل وَمُعاوِيَة وَأَصْحابه كُفّارٌ بالتّأويل ،ياباسعيداذاكُنْتُ اِماماًمِنْ قِبَلِ الله تعالىٰ ذكْرُهُ لَمْ يجبْ أَنْ يُسَفَّهَ رَأيي فيمااَتَيْتُه مِنْ مُهادَنَةٍ أوْمُحارَبَةٍ ،وَاِنْ كانَ وَجْهُ الحِكْمَةِ فيمااَتَيْتُه مُلْتَبِساً أَلاتَرىٰ الخِضْرَ(ع)لَمّاخَرَقَ السَّفينَةَ وَقَتَلَ الغُلامَ وأَقامَ الجدارَسَخِطَ مُوسىٰ (ع)فعْلَه ،لاشْتِباه وَجْه الحِكْمَةِ عَلَيْه حَتّىٰ أَخْبَرَهُ فرضى ،هٰكَذااَناسَخِطْتُم عَلَيَّ بِجَهْلِكُمْ بِوَجْهِ الحِكْمَةِ فيه ،وَلَوْلاماأَتَيْتُ لَماتُرِکَ مِنْ شيعَتِناعَلىٰ وَجْه الأَرْض أَحَدٌ اِلاقُتِل ''

۴ اس عنوان کو بہتر سمجھنے کیلئے گذشتہ حصے کا مکمل مطالعہ ضروری ہے،تاکہ بات بخوبی واضح ہوجائے۔

۵ اگرچہ اس آیت کا شان نزول کا ایک خاص مورد تھا،لیکن جیسا کہ کہا گیا ہے کہ شان نزول تخصیص آیت کا سبب نہیں بنتا،لہٰذا جہاں بھی اپنا مصداق پائے گا آیہ شریفہ وہاں شامل ہوگی۔

۶ نہج البلاغہ،باب خطوط،شمارہ،۴۷۔

۷ خطبہ شقشقیہ،خطبہ۳ نہج البلاغہ۔

۸ تاریخ طبری ج۴ص۲۶۶۔

۹ تاریخ طبری،ج۴،ص،۲۹۰وارشادمفید،ج۲،ص،۶۹۔

۱۰ ارشادمفید،ج۲ص۳۶۔

۱۱ باب ہفتم میں ترجمہ گزرچکا ہے۔

۱۲ تاریخ طبری، ج۳، ص۲۷۶، اور احقاق الحق ج۱۱، ص۶۰۹۔

۱۳ ارشاد مفید، ج۲، ص۸۱۔

۱۴ گذشتہ صفحات پر گزر چکا کہ امام حسینؑ نے ولید سے گفتگو کے درمیان فرمایا [وَيَزِيدُ رَجُلٌ فَاسِقٌ شَارِبُ الخمر، قاتل النفس المحترمه، معلن بالفسق.

۱۵ تاریخ طبری، ج۳، ص۲۲۹، کامل ابن اثیر، ج۴، ص۲۱۔

۱۶ بحار الانوار، ج۴۴، ص۳۸۱، تحف العقول ص۱۷۶۔

۱۷ وَلَوْلَا نَهْضَةُ الْحُسَيْنِ (ع) وَاَصْحَابِهِ يَوْمَ الطَّفِّ لَمَاقَامَ لِلْاِسْلَامِ عَمُودٌ وَلَااخْضَرَّ لَهُ عُودٌ وَلَامَاتَهُ اَبُوسُفْيَانَ وَابْنَاءُ مُعَاوِيَةَ وَيَزِيدَ فِي مَهْدِهِ وَلَدَفَنُوهُ فِي اَوَّلِ عَهْدِهِ فِي لَحْدِهِ....فَالْمُسْلِمُونَ جَمِيعاً بَلْ وَالْاِسْلَامُ مِنْ سَاعَةِ قِيَامِهِ اِلَىٰ قِيَامِ السَّاعَةِ رَهِينُ شُكْرٍ لِلْحُسَيْنِ (ع) وَاَصْحَابِهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ الْمَوْقِفِ الَّذِي اَقَلُّ مَايُقَالُ فِيهِ:

لَقَدْ وَقَفُوافِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَوْقِفاً اِلَى الْحَشْرِ لَايَزْدَادُاِلَّا مَعَالِياً" جنۃ الماوی، ص۲۰۸،

۱۸ اہل البیت، ص۲،۵۰۳،۵۔ اِنَّ الْحُسَيْنَ فَدىٰ دِيْنَ جَدِّهِ بِنَفْسِهِ وَاَهْلِهِ وَوُلْدِهِ وَمَا تَزَلْزَلَتْ اَرْكَانُ دَوْلَةِ بَنِي اُمَيَّةَ اِلَّا بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ

۱۹ دیوان پروین اعتصامی، چاپ ہفتم ص۱۶۳

۲۰ حماسہ حسینی ج۱، ص۱۴۵، ۱۴۷۔

۲۱ ترجمہ گذشتہ صفحات پر گزر چکا ہے۔ امالی شیخ صدوق

۲۲ امالی شیخ صدوق۔

۲۳ بحار الانوار، ج۴۴، ص۲۳۱۔

۲۵ اسی جلد کے پہلا اور دوسرا باب ملاحظہ کریں۔

۲۶ احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۶۳، جسے حاکم کی مستدرک، خوارزمی کی مقتل الحسین اور اہل سنت کے سیوطی کی خصائص کبریٰ سے نقل کیا گیا ہے۔

۲۷ احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۷۴۔

۲۸ احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۷۴، ۳۷۶۔

۲۹ ملحقات احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۷۴، اور اسی طرح ایک اور روایت ابن قولویہ نے کامل الزیارات، ص۵۸ پر نقل کی ہے۔

۳۰ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۷۶، ۳۷۹]

۳۱ [یہ ترجمہ حاکم نیشاپوری کی نقل کردہ روایت کے مطابق ہے کیونکہ انھوں نے "حائر" کا لفظ نقل کیا ہے جبکہ دیگر مقامات پر "خاثر" یعنی حرف خاء و ثاء نقل ہوا ہے جسکا ترجمہ افسردہ و غم زدہ ہوگا۔]

۳۲ [احقاق الحق، ج۱۱، ص۳۳۹، ۳۴۲]

۳۳ [مقتل خوارزمی، ج۲،ص۹۴]

۳۴ [تہذیب التھذیب، ج۲،ص۳۴۷]

۳۵ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱،ص۳۴۷،۳۴۸]

۳۶ [کنز العمال، ج۱۳،ص۱۱۲]

۳۷ [ارشاد ترجمہ مؤلف، ج۲،ص۱۳۳]

۳۸ [مقتل خوارزمی، ج۱،ص۱۶۴]

۳۹ [البدایۃ والنھایہ ج۶ص۲۳۰]

۴۰ [مسند احمد بن حنبل، ج۱،ص۲۸۳]

۴۱ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱،ص۳۸۹]

۴۲ [بحار الانوار ج۴۴ص۲۳۰]

۴۳ [ملحقات احقاق الحق، ۱۱،ص۳۸۶،۳۹۲]

۴۴ [ملحقات احقاق الحق ج۱۱،ص۳۹۳،۳۹۶]

۴۵ [مقتل خوارزمی ج۱،ص۱۶۲]

۴۶ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱،ص۴۰۳،۴۰۸]

۴۷ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱،ص۴۰۹]

۴۸ [ابن ابی الحدید، ج۱،ص۲۷۸ (چار جلدی) امالی شیخ صدوق مجلس نمبر۲۸ حدیث نمبر۴ اور اس حدیث کی مثل ایک اور حدیث شیخ صدوق نے اپنی امالی میں سلسلہ سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کی ہے۔ بحار الانوار ج۴۴ص۲۵۲]

۴۹ [ارشاد مفید (مترجم) ج۱،ص۳۳۱]

۵۰ [شرح ابن ابی الحدید، ج۲،ص۵۰۸]

۵۱ [بحار الانوار، ج۴۴،ص۲۵۷]

۵۲ [ارشاد (مترجم) ج۱،ص۳۳۲]

۵۳ [کامل الزیارات ص۷۰]

۵۴ [بحار الانوار ج۴۴ص۲۵۸]

۵۵ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱،ص۴۱۵]

۵۶ [ملحقات احقاق الحق، ج۱۱،ص۵۹۸،۵۹۹]

۵۷ [اذا وجد فی الدنیا حکومة عادلةٌ تقیم الشرع و حکومة جائر تُعطّله ،وجب علیٰ کُلّ مُسلم نَصرَ الاولی وَخذل الثانیة ..ومن هذا الباب خروج الامام الحسین سبط الرسول (ص) علی امام الجور و البغی الّذی ولّی امر المسلمین بالقوة و المنکر یزید بن معاویة خذله الله و خذل من انتصر له من الکرامیة و النواصب " ملحقات احقاق الحق ج۱۱ص۵۹۹]

۵۸۔ [تفسیر المنار]

۵۹۔ [حیاۃ الامام الحسینؑ، باقر شریف ج۲، ص۲۷۲]

۶۰۔ [الامام الحسینؑ علائلی، ص۹۴]

نواں باب

مکہ مکرمہ کی جانب روانگی اور اسکے بعد رونما ہونے والے واقعات

جیسا کہ گذشتہ بحثوں میں بیان ہو چکا کہ امام نے مدینہ سے روانگی کا حتمی ارادہ کرلیا اور اٹھائیس رجب المرجب ۶۰ ھ شب یک شنبہ اپنے خاندان کے ہمراہ مکہ کی جانب مدینہ خارج ہوئے۔ سوائے آپؑ کے بھائی محمد بن حنفیہ کے تمام برادران، خواہران اور ان کی اولاد آپؑ کے ساتھ مدینے سے خارج ہوئے۔ البتہ محمد بن حنفیہ نے کیوں ہمراہی نہ فرمائی؟ اس کیلئے مندرجہ ذیل چند پہلوؤں کا ذکر کر سکتے ہیں:

۱۔ وہ آپؑ کے قیام اور آپؑ کی اس راہ میں شہادت سے بے خبر تھے اور امامؑ بھی انھیں اپنے ساتھ لے کر نہیں گئے یا ان سے روز روانگی کے روز تک کسی قسم کا مشورہ نہیں فرمایا اور نہ ہی انھیں کوئی پیشکش کی۔

یہ بات چند روایات کے مطالعہ سے واضح کی جاسکتی ہیں، چنانچہ ایک تو وہی معروف روایت ہے جسے شیخ مفیدؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ محمد بن حنفیہ بالکل امام کے ارادوں سے آگاہ نہ تھے جوں ہی امام کی روانگی سے باخبر ہوئے تو فوراً حضرت کی خدمت میں آکر عرض کی:

"اے میرے عزیز بھائی! تم میرے نزدیک محبوب ترین بھی ہو اور دشوار ترین (یعنی تمہاری مصیبت پر مجھ ہی کو سب سے زیادہ شاق لگے گا) آپؑ بھی جانتے ہیں کہ میں آپؑ کے علاوہ کسی کو نصیحت نہیں کرتا، کیونکہ آپؑ نصیحت وخیر خواہی کے سب سے زیادہ سزوار ہیں۔ اے میرے بھائی! میں یہ کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے اور شہر بہ شہر جانے سے بہتر ہے کہ آپؑ کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں سے لوگوں تک اپنے نمائندے بھیج کر انھیں اپنی جانب دعوت دے سکیں، چنانچہ اگر لوگوں نے آپؑ کے آگے تسلیم ہو کر بیعت کی تو اس نعمت پر شکر خدا بجالائیں اور اگر آپ کے علاوہ کسی دوسرے کی بیعت میں آئے تو خدا آپؑ کی عقل، آپؑ کے دین کو نہیں گھٹائے گا اور نہ لوگوں میں سے آپ کی مروت اور برتری دور کردے گا۔ (یعنی اگر آپؑ کی دعوت قبول نہ کیا تب بھی آپ کو کوئی نقصان نہ ہوگا) کیونکہ مجھے اندیشہ اور خوف ہے کہ آپؑ کسی شہر میں جائیں اور وہاں کے

لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں ایک تو آپؑ کی موافقت کرے مگر دوسرا مخالفت پر اتر آئے اس طرح وہ آپس میں دست وگریباں ہو جائیں۔ اور اس وقت آپ سب سے پہلے نیزہ کی زد میں ہوں گے، اور اس وقت یہ امت خود آپ کے لحاظ سے اور پدر و مادر کی اعتبار سے اہم ترین شخصیت سے محروم ہوگی اور اس کا خاندان سرگردان و پریشان ہو کر رہ جائے گا۔"

جب امام نے رائے چاہی اور فرمایا: پھر کہاں جاؤں؟ تو انھوں نے جواب دیا:

"مکہ چلے جائیں اگر وہاں کی سیاسی فضا سے آسودہ خاطر ہوئے اور مناسب واطمینان بخش مسکن میسر ہو تو وہی مقام بہتر ہے اور اگر وہ جگہ قابل رہائش نہ رہے تو شہروں کو خیر باد کہہ کر پہاڑوں کے درّوں یا بادیہ (صحرا) نشینی کو اختیار کرنا مناسب ہوگا تاکہ وہاں بیٹھ کر لوگوں کا انجام انھیں کدھر کھینچ کر لی جاتا ہے البتہ (میری رائے کے بعد بھی) آپ کی فکر و نظر جسے پسند کرے وہی مناسب بھی ہوگا اور بہتر بھی۔" ۱

چنانچہ روایت کے اختتام پر آیا ہے، امام نے محمد حنفیہ کیلئے دعائے خیر کی اور ان سے رخصت ہو گئے۔

۲۔ آپ امام حسینؑ ہی کے حکم کے تحت مدینہ میں رہ گئے، تاکہ وہاں کی خبروں اور حالات سے حضرتؑ کو مطلع کریں۔ یہ مطلب اس روایت سے اخذ ہوتا ہے جو مقتل محمد بن ابی طالب میں نقل ہوئی ہے جب محمد بن حنفیہ نے اپنی بات تمام کی تو امام نے فرمایا:

"اے میرے بھائی! خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے آپ نے سچی خیر خواہی انجام دی اور درست رائے دی۔ میں مکہ جانے کا عزم رکھتا ہوں اور میں اپنے بھائی، بھتیجوں اور شیعوں کے ہمراہ اس کام پر آمادہ ہو چکا ہوں، ان کا دستور اور میرا دستور، اور ان کی رائے میری رائے ہے مگر اے میرے بھائی آپ کا مدینہ میں رہنا کچھ مانع نہیں رکھتا اس طرح آپ ان کے کاموں کی تفصیل مجھ تک پہنچاتے ہیں۔" ۲

بقول راوی حدیث کا اختتام اس طرح ہے:

ثمّ دعا الحسینؑ بدواة وبیاض و کتب هذا الوصیة لأخیه محمد اس کے بعد حسینؑ نے قلم دوات طلب کی اور اپنی وصیت محمد بن حنفیہ کے نام تحریر فرمائی۔ پھر اس معروف وصیت نامے کو جسے ہم ذکر کر چکے ہیں نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ امام نے آخر میں اپنی مہر مبارک ثبت کی اور اسے اپنے بھائی محمد حنفیہ کے سپرد کیا، ان سے رخصت لی اور نیمہ شب میں مدینہ سے ہو گئے۔

البتہ اس مضمون اور روایت کی نظیر کسی اور مقام پر نہیں ملتی اور اس طرح محمد بن ابی طالب موسوی بھی جن سے روایت مذکورہ نقل ہوئی ہے معلوم نہیں کون ہے؟ اور اس کی بے سند روایت کس پائے کی اور کس

حدتک قابل اعتبار ہے؟ کیونکہ مقتل مقرم[۳۵] میں یہ روایت نقل کرنے کے بعد مؤلف اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

ولم یذکر ارباب المقاتل هذا العذر یعنی مقاتل لکھنے والوں نے (جنھوں نے شہادت امام حسینؑ کے بارے میں کتابیں لکھیں ہیں) محمد بن حنفیہ کیلئے مدینہ ہی میں ٹھہر جانے کا یہ عذر (کہ امام حسینؑ نے انھیں اطلاع رسانی اور جاسوسی کیلئے رہنے دیا ہو) نہیں لکھا ہے۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ محمد بن ابی طالب موسوی کی نقل کردہ اس حدیث کے ذیل اور اضافہ وتشریح میں راوی اس طرح نقل کرتا ہے:

ایک اور روایت محمد بن یعقوب کلینی کی کتاب کے رسائل میں سے بطور مسند حمزہ بن حمران امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں جس کا مضمون اس روایت کے برعکس ہے جو خود روایت محمد بن ابی طالب موسوی کے ضعیف ہونے کی ایک اور تائید ہے، چنانچہ حمزہ بن حمران کی روایت کا متن ہے:
وہ فرماتے ہیں ہم ایک روز امام صادقؑ کی خدمت اقدس میں تھے تو گفتگو کے درمیان یہی موضوع (محمد بن حنفیہ کا امام حسینؑ کے ساتھ نہ جانا) عنوان گفتگو قرار پایا۔ تب امام صادقؑ نے فرمایا:
یاحمزہ اِنِیّ سأخبِرُکَ بِحَدِیثٍ لاتَسئَلُ عَنهُ بَعدَمجلِسِکَ هذا،اِنَّ الحُسَینَ لَمّافَصَلَ مُتَوَجِّهاً، دَعَا بِقر طاسٍ و کُتِبَ فِیهِ "اے حمزہ میں تمہیں ایسی حدیث سناتا ہوں جس کے بعد اس سوال کی گنجائش باقی نہیں رہنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ جب امام حسینؑ عازم سفر ہوئے تو آپ نے کاغذ طلب کیا اور اس پر یہ تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحمنِ الرَّحِیمِ مِنَ الحسین بن علیّ بن ابیطالِبَ اِلیٰ بنی هاشم ، اَمّابَعْد فَاِنَّهُ مَنْ لَحِقَ بِیِّ مِنکُم استُشهِدَ، وَمَنْ تَخَلَّفَ لَمْ مَبلَغَ الْفَتحَ والسلام یہ حسین بن علی بن ابیطالب کا بنی ہاشم کے نام پیغام ہے تم میں سے جو بھی میرے ساتھ ملحق ہوگا وہ معرض شہادت میں قرار پائے گا اور جو بھی اس سے اختلاف کرے گا وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ والسلام۔

علامہ مجلسیؒ پیغام امام حسینؑ میں ذکر شدہ جملہ لم یبلغ مبلغ الفتح کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں:

"جو مجھ سے اختلاف و دوری کرے گا وہ یا دنیا میں یا پھر آخرت یا دونوں جگہ فلاح ورستگاری سے محروم رہے گا شاید یہ جملہ محمد بن حنفیہ کے ملحق نہ ہونے پر امام نے فرمایا، کیونکہ وہ یہ جانتے ہوئے کہ مولا امام حسینؑ شہید کردیئے جائیں گے ان سے ملحق نہ ہوئے یا پھر اس سعادت سے محمد بن حنفیہ کی محرومی کا بیان ہے یا پھر محمد بن حنفیہ اور ان جیسے حضرات کے عذر وظاہرداری کو قبول نہ کرنا ہے، کیونکہ امام انھیں ان کے مستقبل سے آگاہ فرما چکے تھے۔"[۳۶]

جیسا کہ یہ روایت مختصر سے فرق کے ساتھ ابن قولویہ نے اپنی کتاب کامل الزیارات میں سند زرارۃ بن اعین کے ساتھ امام باقرؑ سے نقل کی ہے جس کا متن یہ ہے:

ابن قولويه عن أبيه وجماعة مشايخه عن سعدبن عبدالله عن علي بن اسماعيل بن عيسىٰ ومحمدبن الحسين بن ابى الخطاب عن محمدبن عمرو بن سعيدالزّيات،عن عبدالله بن بكير عن زرارة عن ابى جعفر(ع)قال: كتب الحسين بن علي (ع)من مكة الى محمدبن علي :"بسم الله الرّحمٰن الرّحيم ،مِنَ الحُسَيْن بن عَلِيّ اِلىٰ محمّدبن عَلِي وَمَنْ قبله مِنْ بَنى هاشِم ،اَمّابَعْدفَاِنَّ مَنْ لحق بي اُسْتُشْهِدوَمَنْ لَمْ يَلْحَق لَمْ يُدْرِكَ الفتح والسلام ۵

اس روایت میں اختلاف سند کے علاوہ یہ بھی آیا ہے کہ امامؑ نے اس نامہ کو مکہ سے محمد بن حنفیہ کے نام تحریر فرمایا البتہ جو ہمارا منظور نظر تھا وہ دونوں روایات میں مشترک ہے۔

کتاب بلاغۃ الحسین میں نقل ہوا ہے، امام حسینؑ نے بنی ہاشم اور محمد بن حنفیہ کے نام اس مضمون کا نامہ تحریر فرمایا:

بسم الله الرّحمن الرّحيم ،مِنَ الْحُسَيْن بن علي اِلىٰ محمّدبن علي وَمَنْ قبله منْ بَني هاشم :اَمّابعدفاِنَّ الدُّنْيَالَمْ تكُنْ واِنَّ الآخِرَة لَمْ تَزَلْ وَالسَّلام

''بسم الله الرّحمن الرّحيم حسین بن علی کا یہ خط محمد بن حنفیہ اور ان کے ہمراہ دیگر بنی ہاشم کے نام ہے۔ امابعد! بلاشبہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے اور بے شک آخرت باقی رہنے والی لازوال جگہ کا نام ہے والسلام۔ ۶

اہل دقت و تحقیق پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ امام حسینؑ کا یہ جملہ ان کی سیاست (امام کے ساتھ ملحق نہ ہونا) پر تعرض و کنایہ سے خالی نہیں۔

۳۔ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے ابن مھنا کے مسائل کے جوابات میں ذکر کیا ہے:

محمد بن حنفیہ امام کی روانگی کے موقع پر بیمار تھے اور یہی (بیمار ہونا) سفر کیلئے مانع تھا چنانچہ وہ ناچار مدینہ میں ہی رہے۔ ے جبکہ ان کی بیماری کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کی شجاعت و بہادری کو بُری نظر (نظر بد) لگ گئی تھی۔ معروف ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے معاویہ کے سامنے آہنی زرہ کو اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا لہٰذا وہاں موجود لوگوں کا زخم چشم آخری عمر تک انھیں مریض کر گیا۔

بہرکیف محمد بن حنفیہ اور بعض بنی ہاشم مثلاً عبداللہ بن جعفر وغیرہ کے حضرت کے ہمراہ نہ جانے پر کوئی قانع کنندہ دلیل نہیں مل سکی ہے اور ان کی مدح و مذمت میں مختلف روایات نقل ہوئی ہیں اس طرح علماء و دانشوروں کے اقوال میں محمد بن حنفیہ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جسے ہم نے زندگانی

امیر المومنینؑ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، لہٰذا قارئین رجوع فرما سکتے ہیں۔ ۸۔ جبکہ محمد بن حنفیہ کا ماضی پُر افتخار اور قدر جلیل کا حامل ہے، کیونکہ اُنہوں نے جنگ جمل وصفین میں شجاعت و بہادری کی بہترین مثالیں قائم کر دکھائیں مگر ان کا آخر اور اختتامِ عمر مبہم نظر آتا ہے، شاید وہ اس بارے میں کوئی عذر رکھتے ہوں۔ واللہ اعلم

مجموعی طور پر ان تمام روایات سے یہ استناد ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کا محمد بن حنفیہ کے ساتھ مکالمہ فقط مدینہ سے روانگی کے وقت منحصر نہیں بلکہ مکۃ المکرمہ سے سوئے عراق روانگی کے موقع پر بھی ان سے امام نے گفتگو فرمائی ہے جسے مناسب مقام پر ذکر کیا جائے گا، بنابراین بعض اہل قلم نے مقام گفتگو میں اختلاف کیا ہے، کیونکہ کہیں روایات میں مدینہ کا ذکر ہے تو کہیں مکہ کا، نقل مکالمہ کو ضعیف و بے اعتبار جانا ہے جو کہ مذکورہ نکتے سے غفلت کی وجہ سے ہے۔

علامہ مقرم کی مقتل الحسین، محدث قمیؒ کی نفس المهموم اور ادب الحسین وغیرہ میں امام حسینؑ کا ترک مدینہ کے وقت ام سلمہؓ، ابن عباسؓ، عمر بن علی المعروفؓ "عمر اطرف" عبداللہ بن عمر اور جابر بن عبداللہ انصاری حتی اَجِنّاء کے ایک گروہ سے مکالمہ نقل ہوا ہے اور امام نے ان کے جواب دیئے جن میں سے بعض ہمارے نزدیک سندی اعتبار سے کوئی خاص معتبر نہیں، لہٰذا ہم انھیں تحریر کرنے سے معذور ہیں البتہ مطالعہ کے شائقین مذکورہ کتابوں سے رجوع کر سکتے ہیں۔ ۹۔ اسی طرح مکۃ المکرمہ سے روانگی کے موقع پر امام حسینؑ کے کچھ مکالمات انجام پائے جنھیں انشاءاللہ ان کی جگہ پر ذکر کریں گے۔

راہ مکہ میں

جیسا کہ پہلے اشارہ ہو چکا کہ امامؑ مدینہ سے نکلتے وقت سورۂ قصص کی آیت جو کہ حضرت موسیٰؑ کے مصر سے خروج کی مناسبت سے نازل ہوئی تلاوت فرما رہے تھے جس میں خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ "موسیٰ اس شہر (مصر) سے خوف کے عالم میں یہ کہہ کر راہ کی تلاش میں نکلے کہ پروردگار مجھے ستمگروں سے نجات عطا کر۔"

(قصص ۲۱)

ہاں امام حسینؑ مدینہ سے اپنے خروج کو حضرت موسیٰ کی مصر سے خروج سے تشبیہ دی، چنانچہ حضرت موسیٰ فرعون خوف سے ترک شہر و دیار پر آمادہ ہوئے اور شہر سے فرار کر گئے، اسی طرح امام حسینؑ نے بھی اپنے زمانہ کی فرعون سے مجبور ہو کر شہر و دیار اور اپنے کاشانے کو ترک کر دیا۔

بہر کیف شیخ مفیدؒ نے روایت کو یوں لکھا ہے:

امام مکہ کی جانب جانے والے معروف شاہراہ عظیم پر سفر اختیار کیا تو خاندان کے افراد نے کہا:

اگر آپؑ غیر معروف راستے کو اپنائیں تو بہتر ہوگا تاکہ شاید عبداللہ بن زبیر کی طرح پیچھا کرنے والے جاسوسوں کی رسائی آپؑ تک نہ ہو سکے۔

امام نے فرمایا: نہیں! خدا کی قسم میں راہ راست سے ہٹ کر نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ خدا ہمارے درمیان جو چاہتا ہے وہ فیصلہ کرے۔

اور جب امام حسینؑ مکہ پہنچے تو شب جمعہ سوم شعبان المعظم تھی۔ آپؑ اس شہر میں داخل ہوتے وقت گذشتہ آیت کا بقیہ حصہ تلاوت فرما رہے تھے:

﴿ ولـمّـا توجه تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى اَنْ يَهْدِيَنِيْ سَوَاءَ السَّبِيْلَ ﴾ ''اور جب موسیٰ نے مدین کا رخ کیا تو کہا کہ عنقریب پروردگار مجھے راہ راست کی رہبری کرے گا۔''

امام حسینؑ کے قیام پذیر ہو جانے کے بعد مکہ کے لوگ (جب آپ کی آمد کی خبر ہوئی) آپ کے دیدار کیلئے جوق در جوق رفت و آمد کر رہے تھے، اسی طرح وہاں موجود مختلف شہروں کی بزرگ شخصیات حضرتؑ کے دیدار کیلئے آ رہی تھیں۔ ابن زبیر جو مسلسل دیوار کعبہ کے ساتھ نماز و عبادت میں مشغول تھے چند لوگوں کے ہمراہ امام حسینؑ سے ملاقات کیلئے آیا وہ روزانہ ورنہ ایک دن بعد ضرور امام حسینؑ سے ملاقات کو آتے، لیکن حضرتؑ کا وہاں ہونا سب سے زیادہ اُن پر گراں تھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب تک امام حسینؑ مکہ میں ہیں حجاز کا کوئی فرد ان کی بیعت نہیں کرے گا، کیونکہ لوگ حضرتؑ کی جانب ان سے زیادہ رغبت رکھتے تھے اور آپ کا مقام ان سے کہیں بلند تر تھا۔[۹]

عبداللہ بن مطیع عدوی سے امام کی ملاقات

ابن عساکر وغیرہ نے نقل کیا ہے، مکہ و مدینہ کی درمیانی راہ میں امام حسینؑ سے عبداللہ بن مطیع عدوی[۱۱] کا سامنا ہوا، حضرتؑ کے نزدیک آیا اور عرض کی اے ابا عبداللہ! کہاں کا عزم رکھتے ہیں؟ امام نے جواب میں فرمایا:

اَمّـا فِی وَقْتِی هٰذَا اُرِیْدُ مَکَّةَ ، فَاِذَا صِرْتُ اِلَيهِ اَسْتَخِيْرُ اللهَ فِی اَمْرِی بَعْدَ ذٰلِکَ فی الحال مکے کا ارادہ ہے البتہ وہاں پہنچ کر خدا سے بعد کے مقصد کا سوال کروں گا۔

---

[۱۱] عبداللہ بن مطیع عدوی جیسا کہ اصابہ اور تہذیب التہذیب میں آیا ہے وہ صحابی رسول اللہؐ تھے جو واقعہ حرّہ کے وقت مدینے سے (حفظ جان و ناموس کی خاطر) مکہ کی جانب نکل گئے تھے اور وہاں ان کا شمار عبداللہ بن زبیر کے حلقۂ احباب میں ہونے لگا تھا حتیٰ ابن زبیر کی جانب سے اُسے کوفے کی حکمرانی نصیب ہوئی مگر جب حضرت مختار کوفہ پر قابض ہوئے تو یہ مکہ لوٹ آئے اور ابن زبیر کے ساتھیوں میں رہے یہاں تک کہ انہی کی رکاب میں مکہ میں جنگ کے دوران قتل کر دیئے گئے۔

عبداللہ نے عرض کی:

خدا آپ کے حق میں خیر رکھے، لیکن میں از روئے ہمدردی ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیا مشورہ ہے؟

عبداللہ نے عرض کی! آپؑ مکہ جا کر کیونکہ انہی لوگوں نے آپؑ کے والد بزرگوار کو شہید کیا، آپؑ کے بھائی کو زخمی کیا، بلکہ نزدیک تھا، امام حسنؑ کی جان کو نقصان پہنچتا، لہٰذا حرم (مکہ) میں زندگی گزاریں اس لئے کہ اس زمانے میں آپ اہل عرب کے مولا و آقا ہیں۔ قسم بخدا! اگر آپؑ مار دیئے گئے تو آپؑ کا خاندان بھی برباد کر دیا جائے گا۔ امام نے اس کیلئے دعائے خیر کی اور وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ [۱۲]

مؤلف کہتے ہیں:

''اسی طرح ان کے امام کے ساتھ ایک اور ملاقات کوفے اور عراق کی درمیانی راہ میں ہوئی جسے اس کے مناسب مقام پر ذکر کیا جائے گا۔''

مکہ میں امام کی آمد

جیسا کہ ارشاد مفیدؒ کی روایت میں پڑھا امام سوم شعبان المعظم مکۃ المکرمہ میں وارد ہوئے اور تاریخ ابن عساکر کے مطابق [۱۳] بھی یہی تاریخ نقل ہوئی ہے اور کچھ حوالوں کے مطابق حضرت نے عباس بن عبدالمطلبؒ کی رہائش گاہ پر قیام فرمایا جبکہ بعض کتابوں میں نقل ہوا ہے حضرت نے شعب علیؑ میں قیام فرمایا [۱۴] البدایہ والنہایہ وغیرہ میں نقل ہوا ہے، اہل مکہ اور وہ لوگ جو عمرہ یا حج کے ارادے سے مکہ میں موجود تھے، حضرت سے ملاقات کیلئے آتے اور وہ لوگ حضرتؑ کی لسان مبارک سے جاری ہونے والے حکمت آمیز کلمات سنتے اور انھیں یادداشت کرتے تھے۔ [۱۵]

---

[۱۲] نقل از فتوح ابن اعثم ج ۵، ص ۳۴، فصول المہمہ ابن صباغ مالکی، ص ۱۸۳، مگر تہذیب، ابن عساکر ج ۱۳ ص ۵۵۔ یہ داستان ملاقات کی یہ داستان ایک دوسرے طریقے سے بھی نقل ہوئی ہے کہ وہ کنواں کھودنے میں مصروف تھا کہ اسی اثناء میں امام سے ملاقات ہوئی اور مذکورہ گفتگو کے بعد امام سے کنویں کے پانی کی برکت کیلئے دعائے خیر کی التماس کی تو حضرت نے اس کنوئیں کا پانی طلب فرمایا اور کچھ مقدار پی کر بقیہ کنویں میں ڈلوا دیا اس طرح کنویں کا پانی شیریں و بابرکت ہوتا چلا گیا کیونکہ یہ ملاقات دو مقام پر انجام پائی شاید اسی لئے نقل کی کیفیت مختلف محسوس ہوتی ہے۔ بہرصورت امام نے انھیں کوئی واضح اور صریح جواب نہ دیا بلکہ مجمل و مبہم انداز میں فقط دعائے خیر فرما کر گزر گئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ان کے باطن سے آگاہ تھے اور انھیں قابل اعتماد نہیں جانتے تھے جسے ارباب تراجم نے بھی تحریر کیا ہے۔

امام کی مکہ آمد پر متعدد ردعمل

امام حسینؑ کا مکہ مکرمہ تشریف لانا سب کیلئے یکساں نہیں تھا، بعض لوگوں کیلئے تو خوشحالی کا سبب اور امید کی ایک کرن تھی مگر بعض افراد آپؑ کی آمد پر مضطرب و پریشان تھے حتی کچھ شخصیات پر حضرتؑ کی آمد اور مکہ میں قیام نہایت سنگین اور مشکل کا باعث تھا۔

ا۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد خاص طور پر جو لوگ معاویہ اور بنی امیہ کے مظالم سے تنگ آ کر ایک مناسب پناہ گاہ کی تلاش میں تھے، تاکہ بنی امیہ کی حکومت کے خلاف قیام عمل میں لاسکیں چنانچہ ان کیلئے امام حسینؑ کا قیام بہترین تکیہ گاہ کی صورت اختیار کر گیا تھا اور شاید یہی سبب تھا کہ انھوں نے اس جہد میں اپنی تمام تر توانائیاں امام کی مدد و نصرت کیلئے صرف کرنا شروع کر دیں اس طرح تمام جنگی ساز و سامان اور دیگر امکانات فراہم کرنے کیلئے یہ لوگ آمادہ تھے۔ (انشاء اللہ اس کی تفصیل آئندہ صفحات پر پیش کریں گے۔)

۲۔ بنی امیہ کے ظالمانہ حکومتی نظام خاص طور پر یزید کی گھبراہٹ کیلئے امامؑ کا مدینہ سے ہجرت کر کے مکہ جیسے اسلامی مرکز میں قیام پذیر ہونا اور وہاں موجود مختلف افراد سے اسکے خلاف خصوصی یا عمومی گفتگو پریشانی اور اضطراب کا باعث تھا یہ سب لوگ اس تلاش میں تھے کہ حضرتؑ سے بیعت حاصل کر لی جائے تاکہ حضرتؑ کی حق طلبی اور حریت کی آواز کو دبا دیا جائے۔

۳۔ عبداللہ بن زبیر جیسے افراد پر بھی جن کے سر میں سودائے حکومت بر مسلمین اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالنا تھا حضرتؑ کی آمد اور ٹھہرنا نہایت گراں تھا اور خوش آئند نہ تھا۔ کیونکہ آنحضرت کی موجودگی میں، جبکہ آپ خلافت کیلئے سب سے زیادہ لائق تھے اور مسلمانوں کی اکثریت میں مقبول ترین تھے، ان کے دعوے کا کوئی خریدا نہ تھا اور مشہور قول کہ اس کی مہندی میں رنگ نہیں، چنانچہ گزشتہ روایات میں آپ لوگوں نے پڑھا اور آئندہ پڑھیں گے۔

یزید نے کیا کیا؟

جوں ہی یزید کو امام حسینؑ کا بیعت نہ کرنے اور مکہ کی جانب سفر کا علم ہوا تو اس نے فوراً مندرجہ ذیل فوری اور سخت اقدامات کیے۔

الف۔ حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کی معزولی

یزید نے پہلا اقدام یہ کیا کہ والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو جو چالاک، مصلحت پسند اور فتنہ و آشوب سے ہمیشہ گریز کرنے والا تھا معزول کر دیا یہ شخص (جیسا کہ بیان ہو چکا) امام کا بیعت نہ کرنے کے بعد بھی کسی سخت قسم کا قدم اٹھانے پر تیار نہ ہوا جبکہ مروان نے خشونت کا مشورہ دیا تھا مگر اس نے جواب

میں کہا:

ویحک یامروان انک اشرت علیّ بذهاب دینی ودنیای ،والله ماأحبّ ان املک الدنیابأسرها،وانی قتلت حسیناً ' سبحان الله اأاقتل حسیناً أن قال لاابایع ، والله ماأظنّ احدًایلقی الله بدم الحسین الاّ و هوخفیف المیزان ، لاینظرالله الیه یوم القیامة ، ولایزکّیه وله عذاب الیم

(ترجمہ پہلے بیان ہو چکا)

چنانچہ یزید نے پہلا اقدام یہ کیا کہ ولید کو معزول کر کے اس کی جگہ بنی امیہ کے انتہائی سخت دل اور جابر انسان یعنی عمرو بن سعید اشرق کو جو کہ غیظ وغضب، جرم وقتل اور غارتگری میں معروف تھا اس شہر کی حکومت سونپی، چنانچہ اس نے پہلے تو عمرو بن زبیر کو جو اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر سے سخت دشمنی رکھتا تھا مختلف دفاعی اداروں کا رئیس اور اپنا خاص محافظ منتخب کیا پس عمرو بن زبیر نے شہر مدینہ کی مشہور شخصیات مثلاً محمد بن عمار یاسر، منذر بن زبیر اور اسکے بیٹے محمد بن منذر وغیرہ کو مخالف حکومت ہونے کے جرم میں گرفتار کیا اور پہلے ہی روز ہر ایک کو چالیس سے اسی کوڑے لگانے کا حکم سنایا پھر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی گرفتاری کیلئے تیاریاں شروع کیں تا کہ مکہ پر دھاوا بول کر اسے حکومت کے آگے تسلیم کرے۔

ب۔ابن عباس کے نام یزید کا خط

یزید کا دوسرا اقدام یہ تھا کہ اس نے ابن عباس کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا:

''اے ابن عباس۔جانتے ہو تمہارے چچازاد حسین اور دشمن خدا عبداللہ بن زبیر میری بیعت سے گریز کرتے ہوئے مکہ کی جانب فرار کر گئے ہیں اور معاشرے میں فتنہ گری کے ذریعے خود کو ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہیں جہاں تک عبداللہ بن زبیر کی بات ہے تو وہ بہت جلد تلوار کی دھار سے مار دیا جائے گا البتہ حسینؑ کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ وہ آپ سے اپنے کئے کی معذرت طلب کریں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ عراق کے کچھ شیعوں نے انھیں خطوط لکھ کر خلافت کا امیدوار بنایا ہے۔آپ ہم سے اپنی رشتہ داری جانتے ہیں مگر حسینؑ نے اس رشتہ کو کاٹ دیا، چنانچہ آپ اس وقت خاندان کے بزرگ ہیں، ان سے ملیں اور انھیں سمجھائیں کہ وہ اپنے دامن سے فتنہ کو جھاڑ دیں اگر مان گئے تو میں بھی انھیں امان دوں گا اور اپنے نزدیک معزز شمار کروں گا اور جو کچھ میرا باپ ان کے بھائی کو دیتا تھا میں دوں گا، بلکہ اس سے زیادہ دوں گا اور اس کی ادائیگی کی ضمانت کیلئے آپ کو بھی درمیان میں قرار دیتا ہوں اور اپنے کہے کی انجام دہی پر پکی قسم کھانے اور محکم وعدے کرنے پر تیار ہوں، تا کہ انھیں اطمینان ہو جائے۔پس جتنا جلدی ممکن ہو میرے اس خط کا جواب روانہ کریں اور جو چاہتے ہیں میرے لیئے تحریر کریں۔والسلام۔

ابن عباس کا جواب

ابن عباس نے خط پاکر جواب دیا:

تیرا خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا ابن زبیر اور حسینؑ مکہ کی جانب فرار کر چکے ہیں، چنانچہ جہاں تک ابن زبیر کی بات ہے تو اس کا تعلق ہم سے نہیں کیونکہ وہ ہماری دشمنی پر تلا ہوا ہے اور اپنے دل میں ہم سے کینہ رکھتا ہے، لہٰذا اسکے بارے میں جو چاہو انجام دو۔ رہی حسینؑ کی بات تو جب وہ اپنے جد کا شہر چھوڑ کر مکہ تشریف لائے تو میں نے آنے کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ مدینے میں تیرے کارندوں نے ان سے بد اخلاقی اور بدسلوکی انجام دی ہے، لہٰذا انھوں نے حرم خدا کو پناہ گاہ کے طور پر اختیار کیا ہے میں ان سے ملوں گا اور اس بارے میں گفتگو کروں گا۔

اس کے بعد ابن عباس نے یزید کو چند نصیحتیں تحریر کیں۔ ۱۶

اس خط اور جواب سے چند مطلب روشن ہوتے ہیں:

۱۔ یزید، امام کو نہیں جانتا تھا اس لیے یہ خیال اسکے ذہن میں آیا کہ حسینؑ نے مال و منال کیلئے قیام کیا ہے، لہٰذا زیادہ مقدار میں بذل و بخشش کا وعدہ کر دیا۔

۲۔ جواب نامہ میں عبداللہ بن زبیر کی خاندان رسول کی نسبت دشمنی کا معلوم ہونا، البتہ تفصیل بیان ہوگی۔

۳۔ اسی طرح ابن عباس کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ نے اپنے اصلی ہدف کا اظہار نہیں فرمایا یا ابن عباس اس سے آگاہی نہیں رکھتے تھے اور لاعلم تھے البتہ ممکن ہے ابن عباس نے اپنی جانب سے یہ جملات تحریر کر دیئے تھے یعنی وہ خیر خواہی انجام دے رہے تھے شاید ان کے خیال میں اس طرح فتنہ روکا جا سکتا ہے۔

عبداللہ بن زبیر کی امام حسینؑ اور بنی ہاشم کی نسبت دشمنی

جیسا کہ مذکورہ نامہ سے واضح ہوتا ہے عبداللہ بن زبیر کا بنی ہاشم اور خاندان امیر المومنین علیؑ کے ساتھ کیا رویہ تھا؟ یعنی وہ اس خاندان سے کینہ توزی اور دشمنی پر تلا ہوا تھا، چنانچہ نقل شدہ دوسری روایت سے بھی یہی مطلب واضح ہوتا ہے اور یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ عبداللہ بن زبیر جنگ جمل کی آگ بھڑکانے والوں میں سے تھا اور اسی نے لوگوں کو خلیفہ مسلمین حضرت امیر المومنین علیؑ کے خلاف بھڑکایا۔ یہی شخص عائشہؓ اور طلحہ و زبیر کی جانب سے علمبردار اور سالار لشکر کی حیثیت سے جنگ جمل میں شریک ہوا۔ ۱۷

امیر المومنین علیؑ کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ جس میں آپؑ نے فرمایا:

مَازَالَ الزُّبَيْرُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى نَشَاَ ابْنُهُ عَبْدُالله فَاَفْسَدَهُ ”زبیر ہمیشہ ہمارے خاندان کے ساتھ

رہا مگر جوں ہی اسکا بیٹا عبداللہ بڑا ہوا تو اس (بیٹے) نے اسے فاسد کر دیا" ۱۸
اسی طرح نہج البلاغہ میں یوں نقل ہوا ہے:

مَازال الزبیر رَجُلاً مِنَّا اَھْلَ الْبَیت حتی نَشَأَ اِبْنَہُ الْمُشْئُوم عَبْدَاللہ ۱۹

اور اہل بیت علیہم السلام سے اس کی دشمنی کے بارے میں بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں من جملہ وہ روایات جو خود عبداللہ بن زبیر سے نقل ہوئی ہے، جب مکہ وحجاز کے لوگ اسکے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے تو اس کا عبداللہ بن عباسؓ سے مباحثہ ہو گیا جس کے درمیان اس نے کہا:

واللہ اِنِّیَ لَاُکْتُمُ بُغْضَکُمْ اھل ھذاالْبَیْتِ مُنْذُ اَرْبعِیْنَ سَنَۃ "قسم بخدا چالیس سال سے میرے دل میں تمہارے خاندان کی نسبت کینہ پروان چڑھ رہا ہے"۔ ۲۰

جبکہ یہ داستان تو بہت معروف ہے کہ ایک روز عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ وحسن بن حسن بن علی ابن ابیطالب اور دیگر بنی ہاشم کو لے کر محلوں میں سے ایک محلے میں یا شعب ابی طالب میں یا پھر عارم نامی درّے میں (دھوکے سے) جمع کر لیا جہاں (ایک سازش کے تحت) بہت سا ایندھن جمع کر رکھا تھا پھر انھیں دھمکی دی کہ میں تمہیں ہوشیار کرتا ہوں اگر فلاں روز تک میری بیعت نہ کی تو اس ایندھن کو آگ لگا دوں گا تاکہ تم سب لوگ جل کر خاک ہو جاؤ۔ جب یہ خبر مختار بن ابی عبیدہ کو جو اس وقت کوفہ میں تھے پہنچی تو انھوں نے ان کی نجات کیلئے عبداللہ جدلی کو چار ہزار ساتھیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ تب محمد بن حنفیہ اور دیگر بنی ہاشم عبداللہ بن زبیر کے چنگل سے نجات پا سکے۔ ۲۱ البتہ بعد میں عبداللہ بن زبیر کے بھائی عروہ بن زبیر نے اپنے بھائی کے کئے ہوئے کام کو اس طرح توجیہ کرنا شروع کیا اور کہتا تھا (میرے بھائی) عبداللہ نے یہ فعل اس لئے انجام دیا تھا، تاکہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یگانگت کو ٹھیس نہ پہنچے جیسا کہ عمرؓ بن خطاب نے ابوبکرؓ کی بیعت نہ کرنے پر بنی ہاشم کے ساتھ انجام دیا تھا کہ ان کے دروازے پر ایندھن جمع کر ڈالا تا کہ انھیں جلا دیا جائے۔ ۲۲ اس نے چند ہفتوں تک اپنے خطبوں اور تقریروں میں رسول خداؐ کا نام ترک کر کے فقط بنی ہاشم کی عیب جوئی کو عنوان بنایا جسے بہت سے لوگوں حتی اس کے قریبی افراد نے بھی غیر مناسب جان کر اعتراض کی تو اس نے ان کے جواب میں کہا:

میں رسول اللہؐ کا نام لینا اس لئے چھوڑا کہ میں دیکھتا تھا جب بھی ان کا نام لیتا ہوں بنی ہاشم خود پر ناز کرتے ہیں اور اپنی گردنوں کو بلند کرتے ہیں اور میں نہیں چاہتا ہوں ان کو خوش حال مسرور کروں اور پھر مزید کہا:

واللہ لقد ھَمَمْتُ ان احفرلھم حظیرۃ ثم اصرمُھاعلَیھِم نارًافَاِنِّیَ لااُقْتُلُ مِنْھُمْ اِلاّ آثماً کفَّاراً سحَّارًا الا انما ھُمْ اللہ ولابارکَ علیھم بَیْتِ سَوءٍ لااوّل لھُمْ ولاآخر، واللہ ماترکَ نبیّ اللہ فِیھم

خیراً استفرغ نبیّ الله صدقهم فهُم اَکذبُ النّاسِ

"قسم بخدا میں نے سوچ لیا ہے کہ کس طرح کوئی راستہ تلاش کر کے انھیں جلا ڈالوں لہٰذا اگر میں نے انھیں مار ڈالا تو یا تو کافر مروں گا یا ساحر اور خدا سے دعا ہے کہ ان کی تعداد میں اضافہ نہ کرے کیونکہ یہ ایک ایسا بُرا خاندان ہے کہ جس کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ ہی کوئی انجام۔ قسم بخدا رسول اللہؐ نے ان کے درمیان کوئی خیر چیز نہیں چھوڑی اور یہ لوگ تمام افراد میں غلط بیان اور جھوٹے ہیں۔"

اس کی یہ تقریر نہایت اہانت آمیز اور دروغ بیانی پر مشتمل تھی، لہٰذا محمد بن سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن صفوان بن امیہ جیسے افراد نے بھی کھڑی ہو گئے اور مذمت کے ساتھ اس کے رد میں کلام کیا اور اس اعتراض کیا۔ ۲۳

یہی وہ شخص تھا جس نے معاویہ کے مدینہ آمد پر کو طرفدار ظاہر کیا اور ہمدردی کے انداز میں اسے قتل عثمانؓ کی داستان سنائی اور کہا کہ میں تو عثمانؓ کا دفاع کر رہا تھا تب معاویہ نے کہا:

خلّ هذا عنکَ فو الله لو لا شدّة بعضک ابن ابی طالب لجررت رجل عثمان مع الضبع

(اے زبیر) یہ باتیں چھوڑ دے قسم بخدا اگر تیری دشمنی علی ابی طالب سے نہ ہوتی تو ہرگز تو عثمان کی حمایت نہ کرتا بلکہ مخلص گفتار کے ساتھ اسکا پاؤں تو ہی کھینچتا۔ ۲۴

عبداللہ ابن زبیر کے بارے میں ایک ضروری تذکرہ اور توضیح

بعض تاریخی کتب میں عبداللہ بن زبیر کی عبادت و زہد کے بارے میں کچھ مبالغہ آمیز باتیں نقل ہوئی ہیں یہاں تک کہ بعض سیرت نگاروں اور معاصر کے مؤلفوں نے دفاع کرتے ہوئے اسے ایک متقی اور بنیادی مسلمان تصور کیا ہے اور جب عبداللہ بن زبیر کی نیرنگی عبادت کے ذریعے فریب دہی اور مکہ سے امامؑ کی رخصت کے وقت اس کا مصلحت پسندی سے کام لینا وغیرہ کی بات آئی تو اہل قلم افراد نے لکھا:

فعبدالله بن زبیر اتقی الله اعرق فی الاسلام من أن یقترف هذه الدّنیّة عبداللہ بن زبیر کیونکہ متقی اور بنیادی مسلمان تھے اس لیے وہ ایسے بہت کاموں کو انجام نہیں دے سکتے تھے۔ ۲۵

لیکن ایسی روایتوں اور تاریخی کتابوں کا معتبر ہونا (جیسا کہ شرح ابن ابی الحدید میں نقل ہوا ہے) ۲۶ ثابت نہیں ہے اور پھر ان روایات کی سند فقط دو افراد تک یعنی عروہ بن زبیر (جو کہ عبداللہ بن زبیر کا بھائی ہے) اور زبیر بن بکار ۲۷ جو عبداللہ بن زبیر کی نسل سے ہے منتہی ہوتی ہے، چنانچہ بقول ابن ابی الحدید:

وهو معذور فی ذالک فانّه لایلام الرجل علی حبّ قومه، و الزبیر بن بکار أحد اولاد عبدالله بن زبیر فهو أحقّ بتقریظه وثنائه وتأبینه ۲۸ "زبیر بن بکار ایسی طرفداری کرنے کا حق نہیں رکھتا کیونکہ عبداللہ بن زبیر کی اولاد میں سے ہے، لہٰذا اگر وہ تعریف نہ کرے تو پھر کون ایسی جھوٹ بولنے

پر تیار ہوگا۔"

بہت سے اور اہل تاریخ اس بات کے قائل ہیں کہ اس کی نماز، روزہ اور مقدس مآب بن کر معاشرے میں زندگی گزارنا عوام کو فریب دینے کیلئے تھا، بلکہ یقیناً اس کے بارے میں امیرالمومنین علیؑ کی یہ تعبیر زیادہ مناسب ہے:

ینصب حبالة الدین لاصطفاء الدّنیا "دین کے کنار میں دنیا تک رسائی کا ایک بہانہ تھا۔" ۲۹

مسعودی مروج الذھب میں عبداللہ بن زبیر کی عبادتوں اور خودنمائی کے بارے میں لکھتے ہیں:

واظھر ابن الزبیر الزھد فی الدنیا و العبادة مع الحرص علی الخلافة وقال انّما بطنی شبر فما عسی ان یسع ذالک الشبر پسر زبیر اور دنیا سے دوری اور زہد و عبادت جبکہ وہ خلافت و منصب کے بارے میں حریص تھا اور کہا کرتا تھا میرا شکم ایک بالشت بھر سے زیادہ نہیں مگر نہیں معلوم اس ایک بالشت بھر پیٹ میں کتنا (مال) پُر کر سکتا ہے۔ ۳۰

ابن ابی الحدید ابوالفرج اصفہانی سے نقل کرتے ہیں:

"صفیہ بنت عبید ثقفی جو عبداللہ بن عمر کی زوجہ تھی اپنے شوہر سے اسرار کر رہی تھی کہ وہ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرے اور اس امر پر آمادہ کرنے کیلئے اس کی تعریف و توصیف کرتی تھی کہ وہ بہت بڑا عابد، زاہد اور بہت بڑا مجتہد ہے اس نے قیام اس لیے کیا ہے تاکہ لوگوں کو معاویہ اور یزید کے مظالم سے نجات دلوائے۔

عبداللہ بن عمر نے ان تعریفوں پر کچھ نہ کہا مگر جب اس کا اصرار بڑھتا چلا گیا تو اپنی زوجہ سے مخاطب ہوا:

ویحک امارایت البغلات الشھب التی کان یَحجُّ معاویة علیھا وتقدم الینا من الشّام ؟قالت :بلی وقال : و اللہ ما یرید ابن الزبیر بعبادته غیرھن

"تجھ پر افسوس ہو رہا ہے، کیا تو نے ابلق خچروں کو دیکھا ہے جن پر معاویہ سوار ہو کر حج کیلئے شام سے ہماری جانب سفر کیا کرتا تھا؟ صفیہ نے جواب دیا: ہاں دیکھا ہے۔" ۳۱

عبداللہ بن عمر نے کہا: قسم بخدا پسر زبیر اپنی عبادتوں کے ذریعے فقط ان (خچروں) تک رسائی چاہتا ہے۔ ۳۲

بعض روایات سے تو استفادہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو قوم کے عظیم المرتبت لوگوں مثلاً امام حسینؑ جیسے بزرگواروں سے بھی برتر تصور کرتا تھا اور اپنے آپ کو بدن کی نسبت سر یا سر کی نسبت آنکھوں کی مانند افضل گردانتا تھا چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ نے جب یہ سنا کہ وہ اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھتا ہے تو ایک مناظرے میں انھوں نے اپنے (بنی ہاشم کے) فضائل و مناقب بیان کر کے اس کا سر شرمندگی سے جھکا دیا۔ (مگر مقام ہذا پر اسے

نقل کرنا ضروری نہیں۔) ۳۳

بحث کا بقیہ حصہ

چنانچہ بخوبی واضح ہو چکا عبداللہ بن زبیر اپنے ریاکارانہ کوششوں سے چاہتا تھا کسی طرح خود کو ایک عبادت گزار اور زاہد زمان شمار کروا سکے اور یہ بھی واضح ہے کہ وہ تمام معنوی و روحانی وسیلوں کے ذریعے اپنے مادی ہدف یعنی حصول حکومت و ریاست تک رسائی چاہتا تھا، اسی طرح امام حسینؑ کی مندرجہ ذیل قول سے اس کی حیثیت بہتر انداز میں ظاہر ہوتی ہے:

إِنَّ هٰذَا لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَخْرُجُ مِنَ الْحِجَازِ، وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ النَّاسَ لَا يَعْدِلُوْنَهُ بِي، فَوَدَّ أَنِّيْ خَرَجْتُ حَتّٰى يَخْلُوْ لَهُ یعنی اس شخص کے نزدیک اس سے زیادہ مناسب کوئی شے نہیں کہ میں حجاز سے باہر چلا جاؤں جبکہ وہ یہ بات بہتر جانتا ہے کہ لوگ اسے میرے برابر قبول نہیں کرتے پھر بھی چاہتا ہے کہ میں شہر حجاز سے چلا جاؤں، تا کہ وہ (مجھ سے) مطمئن ہو جائے۔ ۳۴

مجموعی طور پر یہی سامنے آتا ہے عبداللہ بن زبیر کا ہدف بظاہر توحید خواہی تھا مگر درحقیقت وہ شہر مکہ میں اپنے لیے کوئی رکاوٹ برداشت کرنا نہیں چاہتا تھا جسے امام حسینؑ سے اس کی ہونے والی ایک ملاقات کے ذریعے بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے مثلاً یہ امام حسینؑ سے دریافت کرتا ہے کہ آپؑ کا کیا ارادہ ہے؟

امام نے فرمایا:

لَقَدْ حَدَّثَتْ نَفْسِي بِاتيان الكوفة، ولقد كتبتُ الي شيعتي بِهَا وَاشراف النَّاسِ وَاسْتَخِيْرُ الله

"میں سوچ رہا تھا کہ کوفہ چلا جاؤں کیونکہ وہاں کے شیعوں اور معززین نے اس بارے میں میرے نام خطوط بھی لکھے ہیں مگر میں نے خدا سے اپنے لئے خیر و مصلحت کی التماس کی ہے۔"

یہ سن کر عبداللہ بن زبیر نے کہا:

اما لو كان لي بها مثل شيعتك لما عدلت عنها "اگر میرے پاس ایسے شیعہ ہوتے تو بلاشبہ میں وہی شہر اختیار کرتا۔" ۳۵

لہٰذا تمام اہل تاریخ کا گمان یقین میں بدل جاتا ہے کہ ان باتوں سے عبداللہ بن زبیر کا فقط ایک ہدف تھا کہ شہر مکہ کسی طرح امام حسینؑ کے وجود سے خالی ہو جائے تا کہ اس کی راہ میں کوئی مانع نہ رہے اس طرح نہ تو وہ اپنی کہی ہوئی تقریروں میں خیر خواہ تھا اور نہ ہی یزید سے مقابلے پر ایمان رکھتا تھا۔ البتہ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ امام عبداللہ ابن زبیر جیسے لوگوں کی باتوں سے متاثر ہوتے اور اس قسم کے اظہار نظر امام کے اپنے ارادوں پر اثر انداز ہوتے کیونکہ بعض افراد کا کہنا یہی ہے کہ قتل امام حسینؑ کا اہم ترین سبب عبداللہ بن زبیر کی ہمت افزائی تھی کہ آپؑ عراق کی جانب خروج کریں۔ ۳۶

جیسا کہ گذشتہ حصوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا، امام نے ایک الٰہی فریضہ اور احساس دینی مسئولیت کی بناپر اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام کی نجات کا راستہ صرف قیام اور یزید کے خلاف خروج ہے، لہذا امام اس قیام مقدس کی ادائیگی کو ایک واجب فریضہ جانتے تھے، بنابرایں اس طرح کی باتیں اور کسی کے مشورے امام کے ارادوں پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے اور نہ ہی اتنی مخالفتیں جو معاشرے کی مختلف شخصیتوں کی جانب سے انجام دی گئیں (جن میں سے بعض کو ذکر کیا جا چکا اور بعض نقل کی جائیں گی) امام کے راستے میں حائل ہو سکیں۔ تاریخ کا بیان ہے جب عبداللہ بن عباس امام کو سوئے عراق سفر کرنے سے نہ روک پائے، بلکہ امام کو اپنے عزم میں محکم پایا تو تاسف سے بھرے گہرے تأثر کے انداز میں کہا:

و الله الّذی لااله الاّ هولو أعلم انک اذااخذت بشعرک و ناصیتک حتّی یجتمع علینا الناس اطعتنی فاقمت لفعلت ذالک ''اس خدا کی قسم جسکے علاوہ کوئی معبود نہیں اگر مجھے یقین ہوتا کہ آپؑ کے سر اور داڑھی کے بال پکڑنے سے لوگوں کو جمع کرلوں گا اور یہی آپؑ کے رک جانے کا سبب بن جائے گا تو ایسا ہی کرتا۔ (مگر افسوس)

اس کے بعد امام سے عرض کی:

لقدا قررت عین ابن الزبیر بخروجک من الحجازوهو الیوم لاینظر الیه احدمعک

''بلاشبہ آپ حجاز سے جا کر پسر زبیر کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہے ہیں جسے آج آپ کی وجہ سے اہل حجاز میں سے کوئی اہمیت نہیں دے رہا۔''

اسی طرح امام سے ملاقات کے بعد عبداللہ بن زبیر سے کہا:

قرّت عینک یابن زبیر... هذالحسین یخرج الی العراق ویخلیک والحجاز

(مبارک ہو) اے پسر زبیر تیری آنکھ کو ٹھنڈک پڑ گئی، حسینؑ عراق کی جانب روانہ ہو رہے ہیں اور تمہارے لیے حجاز کو خالی چھوڑے جا رہے ہیں۔'' ۳۷

بہر طور ان تمام نقل اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ امام نے یزید کی ظالمانہ اور غاصبانہ حکومت کے خلاف مسلحانہ قیام کی ٹھان لی تھی اگر چہ اس کی قیمت اپنی اور اپنے اصحاب کی شہادت اور افراد خاندان کی اسارت ہی کیوں نہ ہو۔

اہل کوفہ کے دعوت نامے

امام حسینؑ تین شعبان ۶۰ ہجری کو مکۃ المکرمہ میں تشریف لائے اور اسی سال آٹھ ذی الحجہ کو سوئے عراق روانہ ہوئے اس طرح آپؑ چار مہینے اور چند دن اس مقدس شہر میں قیام پذیر رہے۔ اس مدت میں امام کے قیام سے متعلق بہت سے واقعات و حادثات اس تاریخی حرکت کیلئے بنیاد ساز وقوع پذیر ہوئے جن میں

سے بعض بطور اختصار ہی سہی مگر قابل ذکر ہیں من جملہ وہ خطوط جو اہل کوفہ اور خاندان رسالت کے بظاہر ماننے والوں کی جانب سے امامؑ کی خدمت میں پہنچے چنانچہ بقول شیخ مفیدؒ پہلا خط سلمان بن صرخزاعی اور اس کے دوستوں نے لکھا اور اسی طرح شیخ مفید ہی کی تحقیق کے مطابق آخری خط شبث بن ربعی اور اس کے منافق دوستوں نے تحریر کیا۔

کوفہ میں سلیمان بن صرد کے گھر میں شیعوں کا اجتماع

ابھی ہم شیخ مفید کی اس بارے میں گفتار نقل کرتے ہیں اور اگر ضرورت محسوس کی گئی تو دوسرے بزرگوں کی گفتار اور توضیحات بھی ذکر کریں گے۔

اس عظیم محدث نے اپنی کتاب ارشاد میں اس طرح لکھا ہے:

جب مرگ معاویہ کی خبر کوفہ کے باشندوں تک پہنچی تو انھوں نے یزید کے بارے میں جستجو شروع کی اور جب معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کے علاوہ عبداللہ بن زبیر نے بھی یزید کی بیعت سے امتناع کیا ہے اور یہ دونوں حضرات مکہ کی جانب روانہ ہو گئے ہیں تو شیعیان کوفہ نے سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر اجتماع کیا جس میں تمام لوگوں کو تازہ ترین اوضاع واحوال سے باخبر کیا۔ حمد وثنائے الٰہی بجالانے کے بعد سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا:

"بتحقیق معاویہ اس دنیا کو خیر باد کہہ گیا ہے اور حسینؑ نے بنی امیہ کی بیعت سے انکار کیا ہے اور کیونکہ آپ حضرات ان کے اور ان کے والد (علیؑ) کے شیعہ ہیں لہٰذا اگر ان کی مدد اور انکے دشمنوں سے جنگ کریں گے تو حسینؑ کی راہ میں جان دینے سے دریغ مت کرنا اور انھیں اپنی آمادگی کے بارے میں لکھ کر خبر پہنچائیں البتہ اگر انتشار اور اپنی سستی کا ڈر ہو تو ہرگز خط لکھ کر انھیں دھوکہ نہ دیں۔"

سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا: نہیں ہم ان کے دشمنوں سے لڑیں گے اور ان کی راہ میں جانفشانی سے کام لیں گے۔ یہ سن کہ سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا:

اگر ایسا ہے تو پھر بعنوان دعوت حضرتؑ کو خط لکھیں، چنانچہ ان لوگوں نے اس مضمون کا خط تحریر کیا:

بسم الله الرحمن الرحيم. للحسين بن عليّ (ع) من سليمان بن صرد، والمسيّب بن نجبة، ورفاعة بن شداد البجلي، وحبيب بن مظاهر، وشيعته المؤمنين والمسلمين من أهل الكوفة، سلام عليك فانا نحمد اليك الله الذى لا اله الاّ هو، امّا بعد فالحمد لله الذى قصم عدوّك الجبّار العنيد، الّذى انتزى على هذه الامّة فابتزّها امرها وغصبها فيئها، وتأمّر عليها بغير رضى منها، ثمّ قتل خيارها واستبقى شرارها، وجعل مال الله دولة بين جبابرتها واغنيائها فبعداً له كما بعدت ثمود، انّه ليس علينا امام فاقبل لعلّ الله أن يجمعنا بك على الحقّ، والنعمان بشير فى قصر الامارة لسنا نجتمع معه فى جمعة ولا نخرج معه الى عيد ولو قد بلغنا انك قد أقبلت الينا أخرجناه حتّى نلحقه بالشام انشآء الله تعالى

"حسینؑ بن علیؑ کے نام سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجیہ ورفاعہ بن شداد ابجلی، حبیب بن مظاہر، باایمان شیعوں اور دیگر کوفہ کے مسلمانوں کا خط، درود وسلام ہوں آپ پر بے شک ہمیں خدا کا سپاس گزار ہونا چاہیے جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ آپؑ جیسا وجود ہمیں عطا کیا اور اس طرح اس کی حمد وثناء کرنا چاہیے کہ اس نے آپؑ کے سرکش وستمگر دشمن کو شکست فاش اور نابودی سے ہمکنار کیا وہ دشمن جس نے اس امت پر (وحشیانہ) حملہ کیا ہے اور جور وستم کے ذریعے حکومت وزمامداری کو خود کیلئے مختص کرلیا ہے اس طرح زبردستی مسلمانوں کے اموال پر قابض ہوا ان کی رضایت کے بغیر انہی پر حکمرانی کرنے لگا، ان کے بزرگوں اور صلحاء کو قتل کر کے اپنے اشرار و بدکاروں کو ان کی جگہ تعینات کیا، خدا کے مال کو متکبر اور ثروت مند لوگوں کے ہی ہاتھوں میں گردش رہنے دیا (حق ہے کہ) قوم عاد کی مانند نیست ونابودی ان کا مقدر بنے بلاشبہ کیونکہ ہمارے لئے امام و پیشوا نہیں لہٰذا آپ ہماری جانب رخ کریں اور خدا سے امید ہے کہ ہم آپ کے سبب حق کے گرد جمع ہو سکیں نعمان بن بشیر (یزید کی جانب سے متعین گورنر) قصر گورنری میں ہے مگر ہم کسی جمعہ بھی اس کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتے اور نہ ہی عیدوں پر (نماز کیلئے) اس کے ساتھ صحراء میں جاتے ہیں اگر ہمیں علم ہو جائے کہ آپؑ ہماری جانب سفر فرما رہے ہیں تو ہم اسے شہر سے نکال کر انشاءاللہ تعالیٰ شام روانہ کر دیں گے۔"

چنانچہ اس خط کو عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے حوالے کیا، تاکہ وہ سرعت کے ساتھ حضرتؑ تک اسے پہنچا دیں۔ پس ان دونوں نے ماہ مبارک رمضان کی دس تاریخ کو مکہ مکرمہ پہنچ کر اہل کوفہ کا نامہ حضرتؑ کے سپرد کیا۔ دو دن بعد اہل کوفہ کے بہت سے اور خطوط جن کی تعداد ایک سو پچاس لکھی گئی ہے قیس بن مسہر صیداوی عبداللہ وعبدالرحمٰن بن شداد ارجبی اور عمارۃ بن عبداللہ سلولی کے وسیلے سے حضرت تک پہنچے، چنانچہ یہ خطوط ایک دو یا چار افراد کی جانب سے تحریر کیے گئے تھے پھر دن گزرنے کے بعد اہل کوفہ نے ھانی بن ھانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو یہ خط دے کر حضرتؑ کی جانب روانہ کیا:

بسم الله الرحمن الرّحيم ، للحسين بن عليؑ من شيعته من المؤمنين و المسلمين امّابعد فحيّ هلا فانّ النّاس ينتظرونک لارأى لهم غيرک ، فالعجل العجل ثم العجل العجل والسّلام

"بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط حسین بن علیؑ کے نام حضرتؑ کے شیعوں کی جانب سے جو مومنین ومسلمانوں کی جماعت ہے روانہ ہو رہا ہے حمد وثنا پروردگار کے بعد عرض ہے کہ آپؑ بہت جلد ہماری جانب تشریف لائیں، کیونکہ یہاں کے لوگ آپؑ کی راہ تک رہے ہیں اور آپؑ کے علاوہ ان کے سوچ وخیال میں کوئی دوسرا نہیں لہٰذا جلد تشریف لائیں اور جتنا جلدی ممکن ہو تشریف

لائیں۔ والسلام۔"

اس کے بعد شبث بن ربعی، حجار بن ابحر، یزید بن رویم، عروۃ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمرو تمیمی نے حضرت کے نام اس مضمون کا خط لکھا:

امّابعدفقد اخضرَ الجنّات و أينعت الثمار فأذاشئت فاقبل على جندلک مجنّدو السّلام

"حمد و ثنائے الٰہی کے بعد عرض ہے کہ باغات سرسبز اور میوہ جات آ چکے ہیں پس جب بھی چاہیں اپنے ہراول و چاک و چوبند لشکر کی جانب تشریف لے آئیں والسلام۔" ۳۸

اس طرح اہل قلم کے مطابق بارہ ہزار خط حضرتؑ کے نام تحریر کیے گئے۔ ۳۹ جن میں سے بعض تو ایک بہت بڑے بینر پر بہت سے دستخط کے ساتھ لکھے گئے چنانچہ ایک وہ دراز کپڑا (بینر) ایک لاکھ چالیس ہزار دستخطوں کا حامل تھا۔ حتیٰ ایک دن تو اہل کوفہ کے ساٹھ خطوط حضرتؑ نے وصول کیے۔ ۴۰ ہزاروں لوگوں کی جانب سے لکھے گئے بینروں پر خطوط میں سے ایک یہ تھا:

للحسين بن على امير الْمؤمِنين من شيعَته ابيْه علَيْه السّلام، امّابَعْدفانّ النّاسَ يَنْتظرُونَک لارأىَ لَهُم فىْ غيْرِک العَجلَ العَجلَ يابْن رسُولِ الله لعَلّ الله اَنْ يَجمعَنابِک عَلى الْحقّ ويؤيّدبِک الْمُسْلمينَ وَالْاِسْلَامَ ... بعَدا جُزلِ السّلامِ واتمّهِ عَلَيْکَ ورَحمةُ الله وبركاتُه

"یہ خط حسین بن علیؑ کے نام ان کے والد امیر المومنین علیؑ کے شیعوں کی جانب سے لکھا گیا ہے کہ بعد از حمد و ثنائے پروردگار لوگ آپؑ کی راہ دیکھ رہے ہیں اور آپؑ کے علاوہ کوئی ان کا مورد نظر نہیں شتاب و جلد آیئے اے پسر رسول خدا، شتاب آیئے شاید خداوند متعال نصر فرمائے، اس کے ساتھ آپؑ پر بہترین و کامل ترین درود و سلام و رحمت و برکات الٰہی ہوں۔" ۴۱

اس کے علاوہ ایک خط یہ تھا:

اِنّاقدحَبسْنا انْفُسَناعَلَيْک ولَسْنانَحضُرُ الصّلاةَ مع الوُلاةِ، فَاَقْدِمْ عَلَيْنافَنَحْنُ فى مِاةِ اَلْفِ سَيْفٍ، فقَدْ فَشَافِيْنَاالْجوْرَ وعُمِلَ فِيْنابِغيْر كِتَاب الله وسُنّة نبيّه، ونرْجُوانْ يَجمَعَنَاالله بِک عَلَى الْحق، وينْفى عنّا بِک الظلم فَاَنْتَ اَحقُّ بِهٰذَالْاَمرِمنْ يَزيدواَبيْهِ الّذِىْ غَصَبَ الْاُمّةَ، وشَرِبَ الْخُمُوْرَ ولَعِبَ با القرودِ و الطّنَابيرَ وتَلاعَبَ بِالدّيْنِ

"ہم نے آپؑ کی تشریف آوری کیلئے خود کو ہر جہت سے آمادہ کر لیا ہے، نماز کی ادائیگی کیلئے خود کو والی شہر کے ساتھ حاضر نہیں کرتے پس جتنا جلدی ممکن ہو آپؑ ہم تک آ پہنچیں، کیونکہ (اس وقت) ایک لاکھ تلواریں ہمارے اختیار میں ہیں بے شک جور و ستم ہمارے درمیان رواج پا چکا ہے اور کتاب و سنت سے ہٹ کر امور انجام دیئے جاتے ہیں، چنانچہ ہمیں تو خدا سے یہ امید ہے کہ آپؑ کے سبب حق کے گرد جمع ہو سکیں گے اور وہ آپؑ کے سبب ہمیں ظلم و ستم سے نجات عطا کرے گا

یقیناً آپؑ یزید اور اسکے باپ سے کہیں زیادہ لائق خلافت ہیں جنھوں نے حق امت کو غصب کیا اور شراب نوشی میں مگن، بندروں کا ہم نشین ہے اور یہ شخص طنبور کھیلتا ہے، گویا دین الٰہی کو بازیچہ اطفال بنا ڈالا ہے۔ ۴۲

من جملہ ان مختصر اور زیادہ دستخط والا خط یہ خط تھا:

اِنَّامَعَکَ و مَعَنَامَأۃَاَلفَ سَیف ''ہم آپؑ کے ساتھ اور ہمارے ساتھ ایک لاکھ تلواریں ہیں۔'' ۴۳

اُس وقت عراق کے حالات

جیسا کہ ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے عام طور پر عراق اور خاص طور پر اہل کوفہ اموی اور معاویہ کی حکومت سے سخت نالاں تھے گویا وہ تاک میں لگے ہوئے تھے کہ جیسے ہی کوئی موقع ہاتھ آئے وہ اپنی ناراضگی کا اظہار کریں ان کیلئے یہ ممکن تھا کہ وہ اس حکومت کی سرکوبی کیلئے کسی بھی اقدام کو انجام دیں اگرچہ اس کام کیلئے مسلحانہ قیام ہی کیوں نہ انجام دینا پڑے۔ البتہ یہ اموی نظام کی نسبت ناراضگیاں، نفرتیں اور سخت مخالفتیں جذبہ ایمانی اور احساس دینی سے زیادہ قومی اور قبائلی احساسات اور مادی امنگوں سے سرشار تھیں کیونکہ:

۱۔ شہر کوفہ حضرت علیؑ کے زمان خلافت میں اسلامی حکومت کا مرکز تھا چنانچہ مسلمانوں کے تمام امور کا نظم ونسق اور گورنروں کا عزل ونصب اسی مقام سے کیا جاتا تھا مگر حضرت علیؑ کے بعد کیونکہ معاویہ نے خلافت کو شام منتقل کر دیا لہٰذا اہل عراق خاص طور پر اہل کوفہ سخت ناراض ہوئے اور ہمیشہ اس خیال میں تھے کہ کسی طرح مرکزی حکومت کو دوبارہ عراق لوٹا دیا جائے بنابرایں دیکھنے میں آتا ہے کہ دونوں علاقوں (شام وعراق) کے شعراء اس مطلب کو اپنے اپنے اشعار میں نظم کرتے ہیں۔
شامی شاعر کہتا ہے:

اری الشام تکرہ ملک العراق لھم | واھل العراق کارھونا
قالوا علیؑ امام لنا | فقلنا: ریضنا ابن ھند رضینا

''مجھے معلوم ہے کہ شامی عراقیوں کو پسند نہیں کرتے اور عراقی شامیوں کو پسند نہیں کرتے، اہل عراق کہتے ہیں ہم امام علیؑ کو مانتے ہیں جبکہ ہم ابن ھند پر راضی ہیں۔''

اور عراقی شاعر اس کے جواب میں کہتا ہے:

اتاکم علی بأھل العراق | واھل الحجاز فماتصنعونا
فان یکرہ القوم ملک العراق | فقدمأرضینا الذی تکرھونا

''جبکہ علیؑ تو تمہارے پاس اہل عراق وحجاز کے ساتھ آئے تھے اور اگر اس چیز پر راضی نہیں ہوں تو کیا ہوتا

ہے ہم اس پر راضی ہیں۔"

۲۔اس کے علاوہ معاویہ نے بھی اپنی بیس سالہ حکومت میں عراقیوں خاص طور پر اہل کوفہ کی ہر ممکن تحقیر انجام دی اور انھیں سخت ظلم وستم اور بے دادگری کا نشانہ بنایا۔ صلح امام حسنؑ کے بعد بدترین اور ظالم ترین افراد کو مثلاً زیاد بن ابیہ کو ان پر مسلط کیا جو فقط تہمت وگمان کی بنیاد پر لوگوں کو گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر دار پر لٹکا دیا۔ وہ انھیں انواع واقسام کی اذیتیں اور آزاد پہنچاتا تھا [۴۴] اور جہاں تک ہوسکا لوگوں کے حقوق وعطیات کو تاخیر میں ڈالتا یا حذف کر دیتا تھا، چنانچہ جیسا کہ گزشتہ حصے میں ذکر کیا جا چکا ہے جس روز معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو والی کوفہ وبصرہ مقرر کیا اس نے (بعض اہل قلم کے مطابق) پہلے ہی روز اسی افراد کے ہاتھ کٹوا دیئے اور عمرہ بن حنذب کو اپنی جگہ بصرہ کا والی رہا مگر اس عرصہ میں اسی ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ [۴۵] اور یقیناً یہ تمام ظالمانہ اقدام معاویہ کے علم میں تھے بلکہ اس کے حکم پر انجام دیئے جاتے تھے، کیونکہ حجر بن عدی عمرو بن حمق اور رشید ہجری نمرہ کی داستان شہادت (تفصیل سے گزر چکی) میں یہی تھا کہ زیاد ابن ابیہ معاویہ ہی کے حکم کے مطابق یہ مظالم انجام دیتا تھا۔

۳۔اہل ایمان افراد جو امیر المومنینؑ اور آپ کی معلوم اولاد کے خالص شیعوں اور فدکاروں پر مشتمل تھے وہ کوفہ وبصرہ میں موجود تھے، اگر چہ یہ لوگ اقلیت میں تھے مگر یہی تعداد کم نہ تھی جن میں وہ پہلے افراد مثلاً سلمان بن مرد خزاعی مسیّب بن نجیہ اور حبیب ابن مظاہر وغیرہ تھے۔ جنھوں نے امام حسینؑ کو خط لکھ کر کوفہ آمد کی دعودی اور یہی حضرت کے وفادار بھی رہے، یہاں تک کہ کربلا میں شہید کر دیئے گئے اور ایسے ہی چند افراد نے کربلا کے بعد انتقام جوئی کے جذبے کے ساتھ قیام کیا اور گروہ توابین کو تشکیل دیا۔

مگر جیسا کہ بیان کیا گیا یہ لوگ اقلیت میں تھے، جبکہ اکثریت ان عراقیوں کی تھی شامیوں سے خوش نہ تھے اس لئے ان کے خلاف قیام اور شام سے حکومت منتقل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔

بصرہ کے حالات

اہل بصرہ بھی اہل کوفہ کے ساتھ ان مندرجہ بالا اہداف ومقاصد میں مشترک تھے اور شیعوں کی جو اقلیت کوفہ میں تھی وہ بصرہ میں بھی موجود تھی چنانچہ ابن اثیر وغیرہ لکھتے ہیں.

"جب انھیں امام حسینؑ کی مکہ آمد کی خبر پہنچی تو حضرتؑ کے تمام ماننے والے قبیلہ عبدالقیس کی ایک شیعہ خاتون کے گھر جن کا نام "ماریہ بنت سعد" تھا جمع ہوئے، کیونکہ ان کا مکان شیعوں کی رفت و آمد کا مرکز تھا۔ ان جمع شدہ افراد میں سے یزید بن نبیط نامی شخص جس کے دس بیٹے تھے دو بیٹوں

کے ہمراہ امام حسینؑ کے ساتھ ملحق ہونے کیلئے عازم مکہ ہوئے اور امامؑ کے ہمراہ رہے یہاں تک کہ کربلا میں شہید کردیئے گئے۔" ۴۶

امام حسینؑ کا بصرہ کے بزرگوں اور سرداروں کے نام خط

مذکورہ دلائل کی بناء پر امام حسینؑ نے مکہ کو بھی الوداع کہا اور عراق کی جانب سفر کا آغاز فرمایا مگر اس سے قبل تاریخ طبری کے مطابق حضرتؑ نے بصرہ کے نام اس مضمون کا خط تحریر فرمایا:

أمّـا بعْدُ: فَانَّ اللہَ اصْطفی مُحَمَّدا: (ص) مِنْ خلقِه، وَاکْرمه بنُبوّته، وَاختارَهُ لرسالَتِه، ثُمّ قبضَهُ الَیْهِ، و قَدْ نَصَحَ لِعبادِهِ، وبَلّغ ما اُرْسلَ بِهِ، وَکُنّا اَهْلَه و أوْلیاءَه وَاوْصیاءَه و ورثتَهُ، و أحقُّ النّاس بمقامِهِ فَاسْتَأثرَ علَیْنا قوْمنا بذٰالِک، فَرَضینا، وَکرِهْنا الفُرْقَةَ، وأَ حْبَبْنا الْعافیة، ونَحْنُ نَعْلمُ اَنّا أحقُّ بذالک الحقّ المُستَحقّ علَیْنا مِمّن تَوَلّاہُ وَقَدْ بَعَثْتُ رَسُولی اِلَیْکُمْ بھذا الکِتابِ، وَاَنا اَدْعوکُمْ الی کِتاب اللہِ وسُنَّةِ نَبیِّه، فَاِنَّ السُّنَّةَ قَدْ اُمیتَتْ، و البِدْعَةَ اُحییتْ فَاِنْ تَسْمَعُوا قولِی اَهْدِکُمْ الی سَبیلِ الرّشادِ۔

"میں حمد وثنائے پروردگار کے بعد یاددھانی کرواتا ہوں کہ خداوند متعال نے محمدؐ کو اپنی تمام مخلوق میں سے منتخب کیا تاکہ انھیں اپنی نبوت سے سرفراز اور رسالت سے ہمکنار کرے پھر انھیں اپنی جانب بلالیا، کیونکہ انھوں نے اس کی رسالت کو بندگان خدا سے خیر خواہی کرتے ہوئے پہنچادیا تھا اور ہم ان کے خاندان، ان کے اولیاء اور ورثاء ہیں لہٰذا ہم تمام لوگوں کے درمیان اس مقام (رہنمائی) کیلئے مستحق ترین افراد ہیں، مگر (افسوس) ہماری ہی ملت نے اس حق کو ہم سے چھین لیا جبکہ ہم نے اختلاف وجدائی کو پسند نہ کرتے ہوئے اتفاق واتحاد کی سربلندی کیلئے رضایت وخاموشی اختیار کی حالانکہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اس کے چاہنے والوں سے کہیں زیادہ یہ ہمارا مسلم حق ہے۔ لہٰذا آپ کی جانب اس خط کے ہمراہ اپنا قاصد روانہ کررہا ہوں میں آپ حضرات کو کتاب خدا اور سنت پیغمبرؐ کی دعوت دیتا ہوں یقیناً (آج) حضرتؐ کی سنت مردہ اور بدعت زندہ ہوچکی ہے، پس اگر میری بات سنیں گے تو آپ حضرات کو خیر وصلاح کی جانب ہدایت کروں گا۔" ۴۷

امام حسینؑ نے اسی مضمون کو چند نسخوں کی صورت میں مندرجہ ذیل افراد کے نام روانہ فرمایا۔

۱۔ مالک بن مسمع بکری ۲۔ یزید بن مسعود نہشلی ۳۔ منذر بن جارود عبدی
۴۔ احنف بن قیس ۵۔ مسعود بن عمرو ۶۔ قیس بن ہیثم ۷۔ عمرو بن عبید بن معمر

ان ناموں کو اپنے ایک چاہنے والے کے ذریعے جن کا نام سلمان ابورزین تھا ان افراد کی جانب روانہ فرمایا ان لوگوں میں سے دو افراد احنف بن قیس اور یزید بن مسعود نہشلی نے خط کا جواب دیا۔ مگر منذر بن جارود نے ایسا شرم آور فعل انجام دیا جو دامن تاریخ میں اس کیلئے ننگ ونفرت کا سبب بنا۔ اس ڈر سے کہ

کہیں یہ عبیداللہ بن زیاد کی جانب سے جواس وقت یزید کا مقرر کردہ بصرہ کا حاکم میرے امتحان کیلئے نہ آیا ہو قاصد امام کو عبیداللہ ابن زیاد کے حوالے کر دیا، کیونکہ عبیداللہ، منذر بن جارود کا بہنوئی بھی تھا عبیداللہ نے قاصد امام حسینؑ کو قتل کر کے ان کے جنازے کو سرِ راہ لٹکا دیا۔ یہ حادثہ یزید کے حکم سے عبید اللہ بن زیاد کی کوفہ روانگی سے ایک روز قبل رونما ہوا۔

احنف بن قیس کا جواب

احنف بن قیس بصرہ کے شیوخ میں سے تھے، جب امیر المومنینؑ جنگ جمل کی مہم پر بصرہ تشریف لائے تو انھیں (احنف کو) اپنی مدد کی دعوت دی، مگر اس نے حضرتؑ کو جواب لکھا اگر چاہیں تو دو سو سواروں کے ہمراہ آپؑ کے پاس آ جاؤں اور اگر اجازت دیں تو یہیں رہ کر (دشمن کے) چھ ہزار شمشیرزن کو آپؑ کے پاس آنے سے روکے رکھوں امام نے اجازت دی اور اس طرح انھیں جنگ جمل میں شریک نہ ہونے خود کو دور رکھا۔ (جس کی تفصیل زندگانی امیر المومنینؑ میں مذکور ہے۔) ۴۸

چنانچہ احنف نے امام حسینؑ کو جواب لکھا:

﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ ”صبر کریں خدا کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو خفت میں ڈال دیں۔“

بہرحال اس جواب سے ان کے عقیدے و ایمان میں سستی و بے ثباتی ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اس کے علاوہ بھی احنف کی زندگی کے مختلف مراحل سے عیاں ہے کہ وہ ایک ایسا شخص تھا جو اپنے عقائد و نظریات میں غیر راسخ اور نہایت سست ہوا کرتا تھا، جبکہ معارف ابن قتیبہ سے نقل ہوا ہے، احنف بن قیس نے امام حسینؑ کے خط کا کوئی جواب نہ دیا، بلکہ یہ کہا کہ ہم خاندان ابوالحسن کو آزما چکے ہیں یہ لوگ کشورداری اور جمع اموال اور جنگی سیاست کو نہیں جانتے۔ ۴۹

---

۴۹ قاموس الرجال، ج ۱، ص ۴۵۵، اسی کتاب میں احنف ابن قیس کی ایک اور داستان نقل کرتے ہیں جو اس کی بے ایمانی اور سست عقیدہ ہونے کی تائید کرتی ہے چنانچہ لکھا ہے حنف بن قیس، حارثہ بن قدامہ اور حباب بن یزید کے ہمراہ دربار معاویہ میں گیا وہاں اسکے اور معاویہ کے درمیان گفتگو کے بعد معاویہ نے حکم صادر کیا کہ احنف بن قیس کو پچاس ہزار درہم دیئے جائیں اور اس کے ساتھیوں کو بھی خالی ہاتھ نہ جانے دیا جائے اس طرح جب درہم دینے کا موقع آیا تو معاویہ نے حباب بن یزید کو تیس ہزار درہم دیئے جبکہ وہ بنی امیہ کا وفادار تھا اور وہ (حنف) خاندان علوی کا محب مشہور تھا تو حباب اس بات سے ناخوش ہوا لہٰذا معاویہ کے پاس جا کر کہا:

یاامیر المومنین تعطی الاحنف ورأیه خمسین الف درهم ،وتعطینی ورأیی ثلاثین الف درهم ؟“ آپ نے احنف کو اس بات (کہ خاندان علوی کا محب ہے) کے باوجود پچاس ہزار درہم دیئے جبکہ میں آپ کا حمایتی ہوں مگر مجھے تیس ہزار درہم نصیب ہوئے ہیں؟“

یزید بن مسعود نہشلی کا جواب

فقط یہ ایک شخص تھا جس نے امام کے خط کو پا کر از روئے اخلاص حضرتؑ کی نصرت کا سوچا اور نامہ امام کو پڑھ کر اپنے دوستوں اور ہم پیمان قبائل مثلاً بنی تمیم، بنی حنظلہ اور بنی سعد کو جمع کیا، چنانچہ سب سے پہلے بنی تمیم کی جانب رخ کر کے کہا:

''میں نے آپ حضرات کو ایک اہم کام کیلئے جمع کیا ہے اور چاہتا ہوں کہ مشورے کے بعد آپ سے مدد و نصرت کی درخواست کروں۔''

انھوں نے جواب دیا: قسم بخدا ہم آپ کو مناسب مشورہ دیں گے کیونکہ ہم آپ کے فرماں بردار ہیں۔

یزید بن مسعود نے کہا:

انّ معاوية مات،فاهون به واللّٰه هالكا ومفقوداً،اقلاوانّهُ قدانكسربابُ الجور،وتَضَعْضَعَتْ اركانُ الظُّلم ،وقدكان اَحدث بيعةًعقدبهاامراًظنّ انّه قدأحكمه ،وهيهات والّذى اراد،احتهدو الله ففشل ،وساورفخذل ،وقدقام ابنه يزيدشارب الخمور ،ورأس الفجور ،ويدّعى الخلافة على المسلمين، ويتأمّرعليهم بغيررضى منهم ،مع قصرحلم وقلّة علم ،لايعرف من الحق موطیء قدمه ،فاقسم باللّٰه قَسَماًمبروراً،لجهاده على الدّين ،افضل من جهادالمشركين وهذاالحسين بن على وابن بنت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله ذوالشرف الاصيل ،والرأى النبيل ،له فضلٌ لايوصف،وعِلمٌ لايُنزف،وهوأولى بهذاالامر ،لسابقته وسنّه وقديمه وقرابته ،يعطف على الصغير ،ويحنوعلى الكبير ،فاكرم به راعى رعيّة،وامام قوم،وجبت للّٰه به الحجّة،وبلغت به الموعظة فلاتغشواعن نورالحق ،ولاتسلكوافى وهدة الباطل ،فقدكان صخربن قيس،انخذل بكم يوم الجمل،فاغسلوهابخروجكم الى ابن رسول اللّٰه لايقصراحدعن نصرته،الاّ اورثه اللّٰه الذلّ فى ولده ،والقلّةفى عشيرته ،وهاأناذاقدلبست للحرب لامتهاواذرعت لهابدرعها،من لم يقتل يمت ،ومن يهرب لم يفت ،فاحسنوارحمكم اللّٰه ردّ الجواب

''جان لو کہ معاویہ مرگیا ہے اور قسم بخدا اس کے مرنے پر ہمیں کوئی غم واندوہ نہیں ہے۔ اے لوگو! ستم کی درگاہ شکستہ ہوگئی ہے اور ظلم کے ستون متزلزل ہوگئے ہیں معاویہ نے بیعت کا مسئلہ رکھ

معاویہ نے جواب دیا: ''یاحباب انی اشتریت بهادینه'' میں نے اس پیسے سے اس کا دین خریدا ہے۔

حباب نے کہا: میں بھی دین فروشی کیلئے تیار ہوں؟

معاویہ نے یہ دیکھ کر حکم دیا اسے بھی پچاس ہزار درہم دیے جائیں۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ حباب اس واقعے کے ایک ہفتے بعد اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے اور یہ تمام دولت دوبارہ معاویہ کے خزانے میں چلی جاتی ہے جسے دیکھ کر فرزدق شاعر نے اشعار کہے (قاموس الرجال، ج۱، ص۴۵۲)۔

کر گمان کیا ہے کہ اس کا کام استوار ہو چکا ہے مگر انتہائی بعید ہے کہ معاویہ اپنے ارمانوں تک رسائی حاصل کرے البتہ اس نے کوشش تو کی مگر وہ ناکافی تھی اور مددگاروں سے مشورہ کیا کہ جنھوں نے اسے خوار کر دیا۔ اس نے اپنے شراب خوار بیٹے کو جو تباہ کاری اور فسق و فجور کا مصدر ہے انتخاب کیا جو کہ اب مسلمانوں پر خلافت کا مدعی ہے اور خود مسمانوں کی رضایت کے بغیر ان کا فرمانروا تصور کرتا ہے وہ کوتاہ فکری اور لاعلمی کا مالک ہے وہ ذرا بھی حق سے آشنائی نہیں رکھتا اللہ کی سچی اور محکم قسم کھاتا ہوں کہ دین کی راہ میں یزید کے خلاف جہاد مشرکین کے مقابل جہاد سے برتر اور افضل ہے۔

یہ حسین بن علی بن فاطمہؑ ہے جو اصیل انسان اور شرافت مند شخصیت ہے اور اس کی رائے صحیح و علمی ہے اور یہی شخصیت اپنے درخشاں ماضی اور رسول اللہؐ کی قرابتداری کی وجہ سے خلافت کا زیادہ حق دار ہے وہ کم عمر افراد پر مہربان و شفیق اور بزرگ حضرات کے بارے میں دلسوز و ہمدرد ہے، وہ اپنی رعیت اور قبائل کے سرداروں کا ایسا عظیم سرپرست ہے جس کے وسیلے سے خدا نے اپنی حجت کو لوگوں پر تمام کر دیا اور اپنے مدعا کو سب لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔

پس نور حق سے چشم پوشی نہ کریں اور باطل نشیبوں میں قدم نہ رکھیں یہ وہی صخر بن قیس (یعنی احنف بن قیس) ہے جس نے جنگ جمل کے موقع پر آپ حضرات کو خوب بدنام کر دیا تھا لہٰذا فرزند رسول کی جانب مدد و نصرت کیلئے روانہ ہوں تا کہ اُس بدنامی کے طوق سے رہا ہو سکیں، قسم بخدا جو بھی ان کی نصرت سے کوتاہی کرے گا خداوند متعال اس کی اولاد کو ذلیل و خوار اور اس کے خاندان میں قلت و کمی کو قرار دے گا۔ اب میں لباس جنگ زیب تن کر کے کارزار کی زرہ کو پہن رہا ہوں جان لو جو مار انہیں جائے گا وہ (بالآخر) مرجائے گا اور جو جنگ سے فرار کرے گا وہ موت سے نہیں بھاگ سکتا اب مجھے آپ حضرات کا جواب چاہیے۔''

اہل تاریخ نے لکھا ہے، اس خطاب کے بعد بنی حنظلہ بنی سعد اور بنی عامر نے اظہار اطاعت کیا اور ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ امام کی نصرت ویدری کے بارے میں گفتگو کی جس پر یزید بن مسعود نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر امام کے نام یہ خط تحریر کیا:

امّا بعد فقد وَصَلَ الیّ کتابُک، وفهمتُ ماندبتنی الیه، ودعوتنی له، من الاخذ بحظّی من طاعتک، و الفوز بنصیبی من نُصرتک، وانّ اللّه لم یخل الارض قطّ من عامل علیها بخیر، ودلیل علی سبیل نجاة، وانتم حجّة الله علی خلقه، وودیعته فی ارضه، تفرّعتم من زیتونة احمدیّة، هو اصلها وانتم فرعها، فأقدم بأسعد طائر، فقد ذُلّلت لک اعناق بنی تمیم، وترکتهم اشدّ تتابعاً فی طاعتک، من الابل الظماء

لورود الماء ،یوم خمسها ،وکظّها ،وقدذللت لک بنی سعد،وغسلت درنصدورهابماء سحابة مزن ،حین استهلّ برقها

''حمدوثنائے پروردگار کے بعد! آپ کا خط مجھے موصول ہوااوراس دعوت اطاعت ونصرت کوجس میں میرے لئے خیروفلاح ہے سمجھ گیاہوں بے شک زمین خدا کبھی ایسے افراد سے خالی نہیں رہتی جو خیروخوبی کے ساتھ اس (زمین) پرعمل کریں اور جوراہ نجات پر رہنما کی حیثیت رکھتے ہوں اور آپ لوگ ہی خدا کی مخلوق پر اس کی حجتیں ہیں، آپ اس پُر برکت احمدی درخت زیتون کی شاخ ہیں۔ پس بہت جلد فال نیک لے کر ہماری جانب تشریف لائیں، کیونکہ بنی تمیم کے مختلف گروہ آپ کی اطاعت وفرمان برداری پر آمادہ ہیں اور آپ کی پیروی کرنے میں اس اونٹ سے زیادہ مضطرب ہیں جو پیاسا اپنے مشرب پر آتا ہے۔ بنی سعد کے گروہ بھی آپ کی فرمانبرداری پر آمادہ ہیں انھوں نے اپنے سینوں کے میل کوخزاں کے بعد برسنے والے بارش کے پانی سے دھولیا ہے۔''

بعض اہل تاریخ کا خیال ہے یہ خط امام کوروز عاشور جب حضرت تنہارہ گئے اور تمام اعوان واعزاء شہید ہوگئے موصول ہوا حضرتؑ نے اسے کھول کر پڑھنا شروع کیا اوران جملات کے ساتھ یزید بن مسعود کے حق میں دعافرمائی:

آمنک الله من الخوف ، وارْوَاک یوم العطش الاکبر ''خدا تجھے (قیامت کے میدان میں) خوف سے نجات اوراس روز جب انتہائی پیاس ہوگی سیراب کرے گا۔'' ۵۰

اتنی کوششوں کے بعد بھی جب یزید بن مسعود سوئے کربلا روانگی پر آمادہ ہوئے تاکہ وہ امام کی مدد کرسکیں تو انھوں نے امام کی خبر شہادت سنی، چنانچہ انتہائی بے تابی اور حسرت داندوہ کی حالت میں ہاتھ ملتے رہ گئے اوراس طرح انھیں شہادت کی توفیق حاصل نہ ہوسکی۔ ۵۱

حاشیہ وحوالہ جات

۱؎ یاأخی أنت احَبُّ النّاس اِلَیَ وَاعزّ ھم عَلَیَّ ،وَلَسْتُ أدّخِرُالنَّصحَۃَ لأحَدٍمِنَ الخَلْقِ اِلاّ لَکَ ،وَأنت أحَقّ بِھا،تنحّ بِبَیْعَتِکَ عَنْ یَزیدَ بن معاویۃ وَعَن الأ مصارمااستَطَعْتَ،ثُمّ ابْعَثْ رُسُلَکَ اِلَی النّاسِ فادعھم الی نفسک ،فان بایعک الناس وبایعوالک حمدت اللہ علی ذلک ،وان اجتمع الناس علی غیرک لم یَنقُصِ اللہ بِذٰلِکَ دیک ولاعقلک ،ولاتَذھب بہ مُروّتک ولافَضْلک ،انیّ اخاف عَلَیکَ أن تَدخُلَ مِصراًمِنَ ھذہ الامصارفَیخْتَلِفَ النّاسُ بَیْنَھُم، فمنھم طائفۃ مَعَکَ وأخری عَلَیکَ،فَ تقتتلون فتکون لأوّل الاسنّۃ غَرَضاً ،فَاذاخَیْرُھٰذِہِ الامّۃ کُلُّھانَفساً وَأباً وَاُمّاًاَضیَعُھا دَماً وَاَذَلُّھااھلاً۔

انزل مکّۃ فان اطمأنّت بک الداربھافسبیل ذالک ، وان نبت بک لَحِقْتَ بالرمال وشعف الجبال ، وخرجت من بلدالی بلدحتّی تنظرالی مایصیرالناس الیہ فانک أصوب ماتکون رَأیاً حسین تستقبل الأمراستقبالاً ارشادمفید(مترجم)ج۲،ص۳۲،۳۴۔

۲؎ یَاأخِی جَزَاکَ اللہ خَیْراًلقدنصحت واشرت الصوابہ واناعازم علی الخروج الی مکّۃ وقدتھیّأت لذلک أناواخوتی وبنواخی وشیعتی ،وأمرھم أمری ورَأیھم رأیی ،وأماأنت یاأخی فلاعلیک ان تقیم بالمدینۃ فتکون لی عیناًلاتخفی عنّی شیئاً من امورھم ۔ بحارالانوار،ج۴۴،ص۳۲۹،محمد بن ابی طالب کے مقتل سے ماخوذ۔

۳؎ مقتل مقرم،ص۱۳۵۔

۴؎ ای لایتیسرلہ فتح وفلاح فی الدنیااوفی الآخِرۃ أولأعم ،وھذاماتعلیل بانّ ابن الحنفیہ انّمالم یلحق لانّہ علم اِنّہ یقتل ان ذھب بأخبارہ(ع)،اوبیان لحرمانہ عن تلک السعادۃ ،اولانہ لاعذرلہ فی ذالِکَ لانّہ (ع)أعلمہ وامثالہ بِذٰلِکَ۔" بحارالانوار،ج۴۴،ص۳۶۰۔

۵؎ کامل الزیارات،ص۷۵۔

۶؎ بلاغۃ الحسین،ص۱۷۱۔

۷؎ حاشیہ مقتل حسین مقرم ص۱۳۵،بحارالانوار ج۴۲،ص۱۱۰۔

۸؎ زندگانی امیرالمومنین،ج۲،ص۳۸۶۔

۹؎ نفس المھموم ص۳۸،مقتل الحسین مقرم ص۱۳۸۔

۱۰؎ ارشادمفید(مترجم)ج۲ص۳۳،۳۴۔

۱۳؎ تاریخ ابن عساکر ج۱۳ص۲۸۔

۱۴؎ نقل از اخبار الطوال،ص۲۰۹۔

۱۵؎ حیاۃ الامام الحسینؑ ج۲ص۳۰۹،۳۰۸کامل ابن اثیر ج۳ص۲۰۔

۱۶ تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۳۱۰؛ تذکرۃ الخواص ص ۲۲۸، ۲۵۰۔
۱۷ زندگانی امیر المومنین، ج ۱، تالیف خدا پر رجوع کیا جائے۔
۱۸ قاموس الرجال ج ۵ ص ۴۳۹۔
۱۹ باب الحکم والمواعظ ص ۴۵۳۔
۲۰ شرح ابن ابی الحدید (چار جلدوں والی) ج ۴ ص ۴۷۸، ۴۹۵؛ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۴۱؛ مروج الذهب ج ۲ ص ۱۰۰۔
۲۱ شرح ابن ابی الحدید (مصر ایڈیشن چار جلدوں پر مشتمل) ج ۴ ص ۴۸۷، ۴۷۹؛ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۱، مروج الذهب ج ۲ ص ۱۰۰۔
۲۲ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۴۹۵، قاموس الرجال ج ۵ ص ۴۵۱ نقل شدہ از الاخبار نوفلی۔
۲۳ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۴۸۹۔
۲۴ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۴۸۸۔
۲۵ معالم الحق غزالی ص ۱۳۱ نقل از حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۱۱۔
۲۶ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۴۸۰، ۴۸۵۔
۲۷ ابن حجر کی تہذیب التہذیب کے مطابق زبیر بن بکار کا نسب کچھ اس طرح ہے۔ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر عوام۔
۲۸ شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۴۸۱۔
۲۹ الحیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۱۰ نقل از شرح ابن ابی الحدید (جدید ۲۰ جلدوں کا ایڈیشن) ج ۷ ص ۲۴۔
۳۰ مروج الذهب، ج ۲، ص ۹۹۔
۳۲ شرح ابن ابی الحدید (چار جلدوں کا ایڈیشن) ج ۴ ص ۴۹۶۔
۳۳ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، (چار جلدوں کا ریڈیشن) ص ۵۰۱، ۵۰۲۔
۳۴ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۸۔
۳۵ کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۳۸۔ یہ جان لینا بھی بہتر ہے کہ جب امام کی خبر شہادت مکہ پہنچی تو سبط ابن جوزی کی تذکرہ میں نقل ہوا ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں تقریر کی جس میں عراق و کوفہ کے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا:
"الاان اهل العراق قوم غدر فجر، ألا وانّ اهل الكوفة شرارهم، انّهم دعوا الحسين ليولوه عليهم ليقيم امورهم و ينصرهم على عدوهم و يعيد معالم الاسلام فلما قدم عليهم ثاروا عليه فقتلوه ..." اس کا ترجمہ اپنے مناسب مقام پر پیش کیا جائے گا۔
۳۶ یہ نظریہ انس ذکریا معروف سے "دولۃ امویہ در شام" نامی کتاب ص ۵۴ پر نقل ہوا ہے۔
۳۷ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۹۔
۳۸ ارشاد مفید (مترجم) ج ۲ ص ۳۲، ۳۶۔
۳۹ لہوف ص ۱۹۔

۴۰ حیاۃ الامام الحسین ج ۲ ص ۳۳۵، ۳۳۶۔

۴۱ فصول المہمۃ ابن صباغ ص ۱۷۰۔

۴۲ تذکرۃ ابن جوزی ص ۲۴۸۔

۴۳ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۳۵، نقل از کتاب انساب الاشراف۔

۴۴ ابن اثیر اپنی کتاب کامل میں لکھتے ہیں: "و کان زیاد اوّل من شدّد امر السلطان و اکّد الملک لمعاویه وجرّد سیفه و اخذ بالظنة، و عاقب علی الشبهة و خافه الناس خوفاً شدیداً..." (الکامل ج ۳ ص ۴۵۰)۔

۴۵ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۶۲، ۴۶۳۔

۴۶ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۱، تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۶۳۔

۴۷ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۳، حیاۃ الامام الحسین ج ۲ ص ۳۴۴۔

۴۸ زندگانی امیر المومنین ج ۱ ص ۴۴۸، ۴۶۰۔

۵۰ حیاۃ الامام الحسین، ج ۲، ص ۳۴۷۔

۵۱ لہوف سید ابن طاؤس ص ۳۲، ۳۸۔

دسواں باب

سفیر امام حسینؑ مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ روانگی

اور وہاں رونما ہونے والے واقعات

امام کا اہل کوفہ کے خطوط کا جواب

گذشتہ بحث کے مطابق امام حسینؑ کے نام اہل کوفہ کے لاتعداد خطوط آئے جن میں نصرت امام کیلیے ان کی آمادگی کا اظہار تھا اور یہ تعداد روز بروز بڑھتے جا رہے تھے یہاں تک کہ ایک دن حضرتؑ کو چھ سو خط موصول ہوئے [1] خلاصہ یہ کہ تقریباً بارہ ہزار خط بائیس ہزار سے زائد دستخط کے ساتھ امام حسینؑ کے دست مبارک میں پہنچے [2] جس پر امام نے یہ فیصلہ کیا کہ اہل کوفہ کے خطوط کا جواب دیں اور وہاں کے حالات اور اس شہر کے لوگوں کا بطور تجزیہ ان کا حوصلہ اور ذہنیت کا مطالعہ کرنے کیلیے اپنا نمائندہ روانہ کیا جائے، چنانچہ آپؑ نے ایک خط اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا اور اسے مسلم بن عقیل کو جو آپؑ کے چچازاد بھائی تھے دیتے ہوئے انھیں اپنا سفیر و نمائندہ انتخاب فرمایا۔ البتہ اس خط کے مضمون کے بارے میں جو اہل کوفہ کو آپؑ نے مرقوم فرمایا اہل تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے، کیونکہ بعض روایات میں مفصل نقل ہوا ہے اور بعض روایات میں یہ خط مختصر ملتا ہے، لہٰذا شیخ مفیدؒ اور تاریخ طبری کا نقل شدہ خط قارئین کیلیے انتخاب کیا ہے۔ جس کا متن و ترجمہ کچھ اس طرح سے ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم مِنَ الحُسین بن عَلِیّ اِلَی المَلاَءِ مِنَ المؤمنین وَالمُسْلِمین، اَمّابَعدفَاِنَّ هانِیاً وَسَعیداً قَدِمَاعَلَیَّ بِکُتُبِکُمْ وَکَانَاآخِرَمَنْ قَدِمَ عَلَیَّ مِنْ رُسُلِکُم،وَدفَهِمْتُ کُلَّ الَّذی اقْتَصَصْتُم وَذَکَرْتُمْ ،وَمقلَتُہُ جُلِّکُم اَنَّہُ لَیْسَ عَلَنااِمامٌ فَاَقْبِلْ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یَجْمَعَنابِکَ عَلَی الحَقِّ وَالهُدیٰ،وَاِنّی باعِثٌ اِلَیْکَ اَخی وابنُ عمّی وَثِقَتی مِنْ اَهلِ بَیتی مُسْلِم بنِ عَقیل،فَاِن کَتَبَ اِلَیَّ اَنَّہُ قَداجْتَمَعَ رأیُ مَلاَءِ کُم وَذَوِی الحِجیٰ وَالفَضْلِ مِنْکُمْ عَلیٰ مِثْلِ ماقَدِمَتْ بِہِ رُسُلُکُم وَقَرأتُ فی کُتُبِکُمْ فَاِنّی اُقْدِمُ اِلَیْکُم وَشِیکاً اِنشاءَ اللہ ، فَلَعَمْری مَامُ الاالحاکِمُ بِالکِتاب ،القائِمُ بِالقِسْط ،اَلدَّایِنُ بِدینِ الحَقِّ ،اَلحابِسُ نَفْسَہُ عَلیٰ ذاتِ اللہ. والسلام۔

''یہ خط حسین بن علی کی جانب سے تمام مسلمانوں اور مومنوں کے نام ہے۔ امابعد! بے شک ھانی

وسعید نے آپؑ حضرات کا خط مجھ تک پہنچادیا ہے یہ دونوں آپ کی جانب سے آنے والے آخری قاصد تھے میں نے آپ کی جانب سے لکھے گئے تمام قصص و واقعات کو سمجھ لیا ہے۔ آپ میں سے اکثر۔ نے یہ لکھا ہے کہ "ہمارے لئے کوئی امام و پیشوا نہیں پس ہماری جانب آجائیں شاید خدا آپ کے وسیلہ سے ہمیں حق وہدایت کے گرد جمع کردے"، لہٰذا میں (حسین بن علی) بھی اب اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو جس پر مجھے اپنے خاندان میں اعتماد و وثوق ہے آپ کی جانب روانہ کررہاہوں چنانچہ اگر مسلم نے میرے لئے یہ تحریر کی کہ آپ کے درمیان موجود صاحبان عقل وخرد اور دانشوروں کا بھی وہی خیال ہے جو آپ کی جانب سے آنے والے نمائندہ کا تھا اور اس طرح آپ کے خطوط کا متن بھی ان سے موافق ہوا تو انشاء اللہ میں بہت جلد آپ سے ملاقات کروں گا۔ مجھے اپنی جان کی قسم امام و پیشوا اس کے سوا کوئی نہیں جو کتاب خدا کے مطابق حکم کرتا ہو اور عدل وقسط کو قائم کرتا ہو، دین حق تقویٰ و پرہیزگاری پر عمل پیرا ہو اور ذات الٰہی سے مربوط امور میں خود کو محفوظ رکھتا ہو۔ والسلام۔" [۳]

مسلم بن عقیل کی شخصیت

ایک روایت میں ابن عباس سے نقل ہوا ہے علیؑ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا:

یارسول اللہ اِنَّکَ لَتُحِبُّ عَقِیلا ؟ یارسول اللہؐ کیا آپؐ عقیل کو دوست رکھتے ہیں؟

حضرتؐ نے فرمایا:

ای واللہ انیَ لأحبہ حبین، حُبّاً و حُبَّالحبَ ابی طالب لہ وان ولدہ لمقتول فی محبۃ ولدک فتدمع علیہ عیون المؤمنین وتصلّی علیہ الملائکۃ المقرّبون ، ثمّ بکی النبی (ع) حتّی جرت دموعہ علی صدرہ ،ثمّ قال :الی اللہ أشکو مایلقی عترتی من بعد

"ہاں قسم بخدا اسے دوجہت وسبب سے دوست رکھتا ہوں ایک خود اس کی وجہ سے دوسرے اس لیے کہ ابوطالب اسے دوست رکھتے ہیں۔ اس وقت رسول اللہؐ نے اولاد عقیل خبر دیتے ہوئے فرمایا:

"سچ ہے کہ فرزندان عقیل تمہارے فرزند (حسین) کی محبت میں ماردیئے جائیں گے پھر مومنین ان پر آنسو بہائیں گے اور خدا کے مقرب فرشتے ان پر درود وسلام بھیجیں گے۔" [۴]

اسکے بعد حضرت رسول خداؐ نے اتنا گریہ فرمایا کہ آبِ چشم سینے پر جاری ہونے لگا اور اسی حال میں فرمایا:

"خدا کی بارگاہ میں اس بات پر گلہ وشکوہ لے کر جاؤں گا کہ میری عترت نے میرے بعد کیا دیکھا۔"

چنانچہ اہل تاریخ نے لکھا ہے (جس کی تفصیل اپنے مقام پر پیش کی جائے گی) فرزندانِ عقیل میں سے

نوافراد واقعہ کربلا میں شہید ہوئے جن میں پہلے شہید مسلم بن عقیل اور پھر دیگر آٹھ شہادتیں عبداللہ بن مسلم، محمد بن مسلم، عبداللہ اکبر جعفر بن عقیل، عبدالرحمٰن بن عقیل، محمد بن عقیل، محمد بن ابی سعید بن عقیل اور علی بن عقیل نے پیش کیں، چنانچہ عرب شاعر کہتا ہے:

عین جودی بعبرة وعویل وانلبي ان تلبت آل الرسول

سبعة كلهم لصلب علیؑ قداصیبوا وتسعة العقیل

''اے آنسوؤں بلند آواز میں اور خاندان رسول خدا یعنی علی کے سات اور عقیل کے نو فرزندوں پر خوب گریہ وزاری کرو۔''

حضرت مسلم بن عقیل کی فضیلت پر امام حسینؑ کے خط میں موجود تعبیریں مثلاً میرا بھائی جس پر مجھے اطمینان و وثوق ہی کافی ہیں اور پھر بعد میں رونما ہونے والے حوادث جن میں حضرت مسلم نے دشمنان اسلام اور یزیدیوں کے مقابل ایمان واستقامت کا ثبوت دیا اور امام حسینؑ کے بلند نظریہ نے ان کی تائید بھی فرمائی۔ خود آپ کی فضیلت کے بیان گر ہیں۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

عام طور پر اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے اس خط کو تحریر کرنے کے بعد حضرت مسلم بن عقیل کو طلب فرمایا اور انھیں قیس بن مسہر، عمارۃ بن عبداللہ سلولی اور عبداللہ و عبدالرحمٰن پسران شداد بن ارجبی کے ہمراہ کوفہ کی سمت بھیجا۔ اور ان کو امام نے تقویٰ و پرہیزگاری، اپنے کام کو پوشیدہ رکھنا اور لوگوں سے ہمدردی کی نصیحت فرمائی اور فرمایا اگر یہ محسوس کیا جائے کہ لوگ جمع ہو کر ایثار و فداکاری پر آمادہ ہیں تو مجھے فوراً اطلاع دیں۔

پس حضرت مسلم بن عقیل ماہ رمضان کی پندرہ تاریخ کو مکہ سے روانہ ہوئے، یہاں تک کہ مدینہ رسولؐ پہنچے اور مسجد رسولؐ میں نماز ادا کی اور اپنے خاندان کے جن افراد سے رخصت ہونا تھا خدا حافظ کہا، پھر دو افراد کو راستے کی رہنمائی کیلئے اجیر بنایا اور ہمراہ لے گئے وہاں سے کوفے کی راہ لی۔ وہ دو اجیر ان کو غیر معروف راستے لے گئے مگر بھٹک گئے اور پیاس کی شدت کا غلبہ ایسا ہوا کہ سفر سے عاجز آ گئے اور حضرت مسلم کو اشاروں سے مسلم نے وہ راہ لی اور دونوں راہنما پیاس سے مر گئے۔

بالآخر حضرت مسلم مضیق نامی ایک مقام پر پہنچے اور وہاں سے امام حسینؑ کے نام درج ذیل نامہ تحریر فرما کر قیس بن مسہر کے حوالے کیا تاکہ وہ اسے امام تک پہنچا سکیں:

''امابعد! میں مدینہ سے دو رہنما لے کر روانہ ہوا مگر وہ دونوں معروف راستے سے ہٹ کر چلے اور راستہ بھٹک گئے اور پیاس کی شدت بڑھ جانے سے انھوں نے اپنی جانیں سپرد الٰہی کر ڈالیں، پانی

تک جاں بہ لب حالت میں پہنچے یہ پانی درہ خبت میں ایک جگہ ہے جس کا نام مضیق ہے۔ مجھے اس سفر میں پیش آنے واقعات فال بدمحسوس ہوتے ہیں پس مجھے مزید سفر کرنے سے معذور اور معاف فرمائیں اور میری جگہ کسی اور کو بھیج دیں۔ والسلام۔"

مؤرخوں کا بیان ہے امام نے خط پڑھ کر یہ جواب تحریر فرمایا:

"مجھے ڈر ہے کہ تم (کسی) خوف سے استعفیٰ دے رہے ہو مگر دیکھو گھبراؤ نہیں اور اپنے سفر کو جاری رکھو۔ والسلام۔"

حضرت مسلم نے جب امام حسینؑ کا جواب وصول کیا تو فرمایا:

اماً هذا مالست اتخوفه علیٰ نفسی "یہ وہ چیز ہے جس سے میں نہیں ڈرتا ہوں۔" ۱؎

البتہ بعض اہل قلم نے اس خط کے بارے میں تردید کا اظہار کرتے ہوئے درج ذیل شواہد کو ذکر کیا ہے۔

۱۔ اس روایت میں مضیق خبت کا ذکر ہوا ہے جو بقول یاقوت حموی صاحب معجم البلدان کے مکہ ومدینہ کے درمیان ایک مقام ہے، جبکہ اس روایت کے مطابق حضرت مسلم مدینہ سے سوئے عراق سفر کے درمیان تشنگی کے سبب دو رہنماؤں کی وفات کے بعد وہاں پہنچے اور امامؑ کو نامہ تحریر فرمایا' جو بہر حال یاقوت حموی کے اس قول کے خلاف ہے۔

۲۔ بالفرض ایسا کوئی مقام کوفہ ومدینہ کے درمیان ہو تب بھی ان دونوں روایات کا مشترکہ مفہوم نکالنا مشکل ہے کہ حضرت مسلم ماہ رمضان کی پندرہ تاریخ کو مکہ سے روانہ ہوئے اور ماہ شوال المکرّم کی پانچ تاریخ کو کوفہ میں تشریف فرما ہوئے جبکہ مکہ سے کوفہ کی مسافت ایک ہزار چھے سو کلومیٹر ہے، لہٰذا یہ واقعہ بہت بعید نظر آتا ہے، کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پندرہ تاریخ کو روانہ ہوئے اور ایک دن یا کچھ زیادہ مدینہ میں ٹھہر کر اپنے خاندان کے افراد سے رخصت ہوئے' پھر کوفہ کی جانب سفر کا آغاز کیا یہاں تک کی مضیق میں قیام کر کے اپنا قاصد امامؑ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس قاصد کا جا کر امام سے جواب لانا اور اسے پڑھ کر ان کا کوفہ پہنچنا درحالیکہ ان تمام امور کیلئے فقط بیس روز صرف ہوئے ہوں۔

۳۔ امام کے جواب سے محسوس ہوتا ہے کہ حضرتؑ نے انھیں خائف اور بزدلی کی تہمت دی ہے، جبکہ امام نے اہل کوفہ کے نام تحریر کردہ اس خط میں حضرت مسلم کو اپنے خاندان میں قابل وثوق اور اپنے بھائی شمار کیا ہے، جو اس تحریر سے مناسبت اور موافقت نہیں رکھتی۔

۴۔ بلکہ یہ مطلب اساسی طور پر حضرت مسلم بن عقیل کے عمل، ان کے کارناموں اور اس شجاعانہ کردار سے ہم آہنگ نہیں جو انھوں نے ابن زیاد کے مقابل (کوفہ میں) پیش کیا لہٰذا امام حسینؑ نے بھی

اسی لئے ایسی شجاع شخصیت کو جو بقول بلاذری فرزندانِ عقیل میں شجاع ترین تھے۔۸ اس امر کیلئے انتخاب فرمایا۔

کوفہ میں حضرت مسلم کا داخلہ

بہر حال حضرت مسلم بن عقیل عراق وحجاز کے بیابانوں کو سر کرتے ہوئے واردکوفہ ہوئے آپ نے وہاں پہنچ کر کس کے گھر میں قیام فرمایا اس میں اختلاف ہے۔ مگر اکثریت اس بات کے قائل ہیں کہ آپ نے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر قیام پزیر ہوئے، جبکہ بعض کا کہنا ہے حضرت مسلم بن عوسجہ کے گھر قیام فرمایا، جبکہ بعض ھانی بن عروۃ کے گھر قیام کے قائل ہیں۔ ۹

کوفہ والے حضرت مسلم کی آمد کی خبر سن کر جوق در جوق ملاقات اور بیعت کرنے کیلئے آنے لگے اور حضرت مسلم ہر بار جب بھی کوئی گروہ آتا تو انہیں امام کا نامہ پڑھ کر سناتے اس پر وہ لوگ گریہ کرتے اور امام کی مدد کیلئے خود کو آمادہ ظاہر کرتے تھے۔ بعض اہل تاریخ کا کہنا ہے، اسی موقع پر حبیب ابن مظاہر اسدیؒ ان آنے والے لوگوں سے امام کی رکاب میں جہاد کرنے کی بیعت لے رہے تھے۔ ۱۰

عابس بن شبیب شاکری کی گفتگو

مسلم بن عقیل کی محفل میں حاضر ہو کر خطِ امام سننے والوں میں سے عابس بن شبیب شاکری تھے جو ایک مخلص، شجاع اور محب خاندان رسول اور شیعہ تھے اور روز عاشورا اپنی جانفشانیوں کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے جس کی تفصیل اپنے مقام پر پیش کی جائے گی۔

بہر حال جناب عابس امام کا تحریر کردہ نامہ سن کر کھڑے ہوئے اور حمد وثنائے پروردگار کے بعد ارشاد فرمایا:

اما بعد فانیّ لا اخبرک عن النّاس ولا اعلم مافی انفسھم، وما اغرّک منھم، واللہ لاحدّثنک عما انا موطّن نفسی علیہ، واللہ لأجیبنکم اذا دعوتھم ولأقاتلنّ معکم عدوّکم ولاضربنّ بسیفی دونکم حتّی القی اللہ لا ارید بذالک الّا ما عند اللہ

’’میں دوسروں کی بات نہیں کرتا اور نہ ہی ان کے باطن سے آگاہ ہوں لہٰذا میں ان کی جانب سے کوئی ایسا وعدہ جو فریب دھندہ ہو نہیں دے سکتا، قسم بخدا جب آپ پکاریں گے میری جان حاضر ہوگی میں آپ کی مدد کرتے ہوئے دشمنوں سے جنگ کروں گا اور میں اپنی تلوار کو آپ کی راہ میں استعمال کروں گا یہاں تک کہ مجھے ملاقاتِ خدا نصیب ہو کیونکہ میں رضائے الٰہی کے سوا کوئی ہدف نہیں رکھتا۔‘‘

جناب عابس کے اس سخن کے بعد حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

رحمک اللہ قد قضیت مافی نفسک بواجز من قولک ’’خدا تم پر اپنے رحم وکرم کا نزول کرے

،اس لیے کہ جو تمہارے دل میں تھا اسے مختصر الفاظ میں بیان کردیا۔"

پھر بات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

وانا واللہ الذی لا الہ الا ھو علی مثل ماھذا علیہ "میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میرا حال بھی انہی (یعنی عابس) کی طرح ہے۔"

ان دونوں بزرگوں کے بعد انہی کی مانند سعید بن عبداللہ حنفی نے بھی سخن فرمایا۱۱ اور ان تینوں حضرات کی صدا قت تو روز عاشور معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے کیسی عشق وایمان اور جانثاری کے ساتھ زندگی کے آخری لمحات امام حسینؑ کی نصرت میں گزارے اور عمر کے آخری لمحوں میں شہادت کیلئے درس آموز جملات ارشاد فرمائے جو تاریخ نینوا کے ضرب المثل اور زینت بخش ثابت ہوئے جنھیں ہم ان کے مقام پر پیش کریں گے۔

اہل کوفہ کا بیعت اور حضرت مسلمؑ کا امام حسینؑ کو خط لکھنا

اختلاف تاریخ کی بنا پر اہل کوفہ کی بہت بڑی جماعت نے حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ بیعت کی کہ جن کی تعداد بعض اہل قلم نے چالیس ہزار لکھا ہے اور بعض نے تیس ہزار لکھی بعض نے اٹھائیس ہزار، جبکہ بعض اہل تاریخ نے ان کی تعداد اٹھارہ ہزار لکھی ذکر کیا ہے۱۲ چنانچہ حضرت مسلم بن عقیل خط کے مطابق بھی یہی تعداد ہے اس طرح بارہ ہزار تعداد بھی لکھی گئی ہے۱۳ یہاں تک کہ بعض تاریخوں میں حاکم کوفہ نعمان بن بشیر کا نام بھی بیعت کنندگان کے زمرہ میں نقل ہوا ہے وہ اہل کوفہ سے کہتا تھا:

یااھل الکوفہ ابن بنت رسول اللہ (ص) احب الیکم من ابن بنت بجدل "اے اہل کوفہ رسول خدا کا نواسہ تمہارے نزدیک بجدل کے نواسے سے زیادہ عزیز ہونا چاہیے۔۱۴"

بہرحال جب حضرت مسلم نے دیکھا لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو امام حسینؑ کے نام اس مضمون کا ایک نامہ تحریر فرمایا:

اما بعد فان الرائد لایکذب اھلہ وقد بایعنی من اھل الکوفۃ ثمانیۃ عشر الفاً، فعجل حین یاتیک کتابی فان الناس کلھم معک، لیس لھم فی آل معاویہ رای ولاھوی "حمد وثنائے پروردگار کے بعد عرض ہے بے شک نمائندہ اور سفیر اپنے خاندان سے غلط بیانی نہیں کرسکتا، اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، لہٰذا میرا نامہ ملتے ہی فوراً یہاں پہنچ جایئے، کیونکہ یہ سب آپ کے ساتھ ہیں اور خاندان معاویہ سے کوئی محبت نہیں رکھتا۔" ۱۵

---

۱۵ یہ جملہ عرب میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس وقت دی جاتی ہے جب کوئی شخص اپنے خاندان شریک ہوتا ہے۔

حاکم کوفہ کا ردعمل

ان دنوں حاکم کوفہ نعمان بن بشیر تھا جس کو عبدالرحمٰن بن حکم کے بعد معاویہ کی جانب سے اس شہر کی حکومت پر منصوب کیے یہ بھی موافق ہوا اگرچہ یہ عثمان کا خیر خواہ اور اموی خاندان کا طرفدار تھا، لیکن یزید کی خلافت کے یہ بھی موافق نہ تھا، لہٰذا یزید کی ہلاکت کے بعد عبداللہ بن زبیر سے جاملا اور اسی کے یاروں میں شریک ایک جنگ میں مارا گیا، کیونکہ وہ جانتا تھا اہل کوفہ حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں مگر پھر بھی وہاں گزرنے والے حالات کو خاص اہمیت نہیں دے رہا تھا شاید دل میں بھی بے رغبت نہ تھا، لہٰذا لکھا ہے جب اسے حضرت مسلم کے خلاف سختی کا مشورہ دیا گیا اور اس پر تہمت لگائی کہ تم ضعیف و ناتواں ہو گئے ہو تو اس نے جواب دیا:

> لئن أكون ضعيفاً وأنا في طاعة الله احبّ الىّ من ان أكون قوياً في معصية الله وما كنت لأهتك ستراً ستره الله "مجھے قوی اور توانا ہو کر راہ خدا میں نافرمان رہنے سے زیادہ عزیز یہ ہے کہ ناتوان اور ضعیف رہوں مگر خدا کی اطاعت میں رہوں اور میں ہرگز اس پردے کو چاک نہیں کر سکتا جسے خدا نے ڈالا ہے۔"

بعض اہل قلم کے نزدیک حاکم کوفہ کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مسلم کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے قیام گاہ پر متمکن ہوئے جوان کی فعالیت کا مرکز رہا اور یہی ان کی دور اندیشی اور تدبیر کا عکاس ہے یعنی بیت مختار کا انتخاب ہی نعمان بن بشیر کی سستی اور نرم دلی کا باعث بنا، کیونکہ مختار نعمان بن بشیر کے داماد تھے یعنی دختر نعمان جس کا نام عمرہ تھا جناب مختار کی زوجہ تھیں۔ بنابرایں وہ اپنے داماد کے عزیز مہمان مسلم بن عقیل کی نسبت سخت رویئے سے گریز کر رہا تھا۔

البتہ اس کے علاوہ نرم دلی کی ایک اور علت ذکر کی گئی ہے وہ یہ کہ نعمان بن بشیر انصار مدینہ اور خزرجیان میں سے تھا، لہٰذا وہ قوم اور قبیلے کی تعصب کی وجہ سے معاویہ و یزید، بلکہ تمام بنی امیہ سے نفرت کرتا تھا جو ہر آئے دن انصار مدینہ کو اذیت و آزار پہنچاتے اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کرتے تھے۔

بہرحال علت کچھ بھی رہی ہو مگر اتنا ضرور ہے کہ نعمان بن بشیر نے وہاں گزرنے والے حالات پر اپنی شدت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ہاں اس سے فقط ایک عام سا ردعمل نقل ہوا ہے جو شاید اسکے مقام و منصب کا تقاضا بھی رہا ہو، تاکہ اس سے یہ ظاہر ہو کہ میں نے اپنی ذمہ داری پر عمل کیا تھا اور وہ مندرجہ ذیل تقریر ہے جو اہل کوفہ کے حضور نعمان بن بشیر نے کی:

> "اس نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا: "اے بندگانِ خدا! خدا سے خوف کھاؤ اور فتنہ و فساد سے دوری اختیار کرو کیونکہ فتنے میں مرد مارے جاتے ہیں، خون ریزی ہوتی ہے اور زبردستی مال و دولت ضبط

کر لیا جاتا ہے بے شک جو مجھ سے جنگ نہیں کرے گا میں بھی اس سے نہیں لڑوں گا اور جو مجھ پر حملہ آور نہیں ہو گا مجھے بھی اس سے کام نہیں، تمہارے سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار نہیں کروں گا اور نہ ہی تم سے بے سبب جھگڑا و تعرض کروں گا اور فقط بدگمانی، تہمت اور بہتان کے سبب تمہیں گرفتار کر کے قیدی نہیں بناؤں گا مگر یہ کہ تم لوگ کھلم کھلا میری دشمنی پر اتر آؤ اور بیعت شکنی کرتے ہوئے اپنی پیشوا کی مخالفت کرنے لگو، تو اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جب تک میرے ہاتھ میں تلوار باقی رہے گی مارتا رہوں گا چاہے کوئی بھی میرا حمایتی نہ ہو اور بے شک مجھے امید ہے کہ تم لوگوں میں حق کا شناسا باطل سے کہیں زیادہ محفوظ رہنے والا ہے"۔

اس پر عبداللہ بن حضرمی نے جو بنی امیہ کا حلیف اور طرفدار تھا کھڑے ہو کر کہا:

"اے امیر یہ جو ہو رہا ہے (یعنی حضرت مسلم کی آمد اور اپنے ہدف پر دوڑ دھوپ کرنا) بغیر ستم و خونریزی کے اصلاح پذیر نہیں ہے لہٰذا جو آپ سوچ رہے ہیں اس میں ناپختگی پائی جاتی ہے"۔

نعمان نے اس سے کہا:

"اگر خدا کی پیروی کرتے ہوئے ناتواں رہوں تو میرے نزدیک اس توانائی سے بہتر ہے جو نافرمانی میں ہو اور یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر آیا"

بنی امیہ کے طرفدار تنگ و دو میں پڑ گئے

اہل کوفہ کی اکثریت امیر المومنین علیؑ کے شیعہ اور خاندان اہل بیت کے طرفداروں میں تھے۔ اور اگرچہ ان میں سے بعض ایسے بزدل اور ڈرپوک تھے جو نبرد آزمائی کے وقت دشمن سے ڈر کر میدان چھوڑ جاتے اور فرار کر جاتے تھے، مگر ان کے علاوہ اہل کوفہ کی کچھ تعداد بنی امیہ کے حامیوں اور خاندان رسولؐ اور ان کی حکومت کے مخالفوں پر مبنی تھا یہ وہ لوگ تھے اور یہ منافقانہ طرز زندگی یعنی کبھی شیعہ گری اور حمایت اہل بیت کا مظاہر کرتے مگر باطن میں بنی امیہ اور ان کے حامیوں سے رابطہ، رفت و آمد حتیٰ کبھی مخفیانہ اور کبھی آشکار ان کیلئے جاسوسی کیا کرتے تھے، جن میں سے ایک یہی عبداللہ بن مسلم حضرمی تھا جو مذکورہ بالا واقعہ کے بعد سخت تنگ و دو میں پڑ گیا کہ کسی طرح یزید بن معاویہ کو حالات سے آگاہ کرے، چنانچہ اس نے ایک خط اس مضمون کا لکھا:

"آگاہ ہو جائیں مسلم بن عقیل کوفہ آ گئے اور وہاں کے شیعوں نے حسینؑ کی خلافت بن علیؑ کیلئے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے، پس اگر کوفہ کو بچانا چاہتے ہیں تو کسی ایسے سخت قسم کے آدمی کو روانہ کریں جو آپ کے فرمان کو نافذ کر سکے اور وہ ایسا شخص ہو جو خود تمہارے دشمن سے مقابلہ کرے کیونکہ نعمان بن بشیر کمزور آدمی ہے یا پھر جان بوجھ کر سستی کر رہا ہے، چنانچہ اگر ایسا نہ کیا تو کوفہ

تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔"
ایسے ہی افراد میں عمارۃ بن عقبہ اور عمر بن سعد بن ابی وقاص تھے جنھوں نے اسی مضمون کی خطوط یزید کو لکھے اور شام بھیجے۔

یزید کا اضطراب اور سرجون سے مشورہ

کوفہ سے آنے والی خبر کو سن کر یزید سخت پریشان ہوا اور چارہ جوئی کی فکر میں پڑ گیا بالآخر اُسے سرجون رومی کا خیال آیا جو اس کے باپ معاویہ کا محرم راز تھا اور دربار بنی امیہ کا چالاک وعیار فرد شمار ہوتا تھا۔ بنا برایں اسے بلایا اور اس سے چارہ جوئی کی، سرجون نے مشورہ دیا کہ فوراً حاکم بصرہ عبیداللہ بن زیاد کو حاکم کوفہ بھی مقرر کر دو اور اسے عراقیوں کی اصلاح ودرستگی کیلئے روانہ کر دو۔ بعض تاریخوں میں ملتا ہے، سرجون رومی نے معاویہ کا تحریر کردہ نامہ نکالا، جس میں اس نے یہ پیش بینی کی گئی تھی اور عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم وفرمانروا منصوب کرنے کا لکھا تھا۔[۱۶] جبکہ عبیداللہ بن زیاد سے اپنی ولی عہدی کے موقع پر مخالفت کی وجہ سے یزید خوش نہیں تھا اور اسے حکومتِ بصرہ سے معزول کرنا چاہتا تھا مگر سرجون رومی کا مشورہ پسند آیا عبیداللہ کے نام حکومت کوفہ پر تقرری کا خط لکھ بھیجا اور دستوری خط میں لکھا؛ فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو جہاں کہیں ہوں اور جس طرح ہو گرفتار کر و اور لوگوں کو ان کی بیعت اور سازش سے روک دو۔

حامل رقعہ جس نے دستور یزید عبیداللہ تک پہنچایا کوفہ کا رہنے والا بنی امیہ کا طرفدار اور بہی خواہوں میں سے مسلم بن عمرو باہلی تھا، چنانچہ جوں ہی یہ حکم عبیداللہ کو ملا تو خوشی کے مارے پھولے نہیں سما رہا تھا، کیونکہ یہ تو بالکل اس کے توقعات کے خلاف تھا۔ وہ تو یہ سن رہا تھا کہ یزید اسے حکومت بصرہ سے بھی معزول کرنا چاہتا ہے نہ کہ سرزمین عراق کی پوری حکومت دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس (یعنی یزید) نے عبیداللہ کا ہاتھ ظلم وتجاوز اور بے رحمی کیلئے آزاد چھوڑ دیا تھا جو عبیداللہ کے ظالمانہ مزاج کیلئے حوصلہ افزا اور درندہ طبیعت کے عین موافق تھا۔ پس ابن زیاد نامہ پاتے ہی عازم عراق ہوا مگر اس سے قبل اہل بصرہ کیلئے ایک جلسے کا اہتمام کیا جس میں انھیں تازہ ترین حکم کی اطلاع دی اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین مقرر کیا اور لوگوں کو آگاہ کیا کہ اس کی مخالفت کرنے پر سختی برتی جائے گی اور بالکل اپنے خونخوار باپ زیاد کا سا لہجہ استعمال کیا کیونکہ وہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے کیلئے اپنی گفتگو میں یہی لہجہ اختیار کرتا تھا جو اسکی باطنی شرارت اور ناہنجار ہونے پر دلیل تھی چنانچہ اہل بصرہ کو ڈرا دھمکا کر خود دوسرے روز کوفہ کی سمت روانہ ہوا۔

عبیداللہ بن زیاد کی بصرہ سے کوفہ روانگی

ابن زیاد پانچ سو ایسے افراد کو جن کے عزیز، رشتہ دار اور قوم وقبیلہ کے لوگ کوفہ میں آباد تھے اپنے ہمراہ لے کر بہت تیزی کوفہ کو چلا جن میں عبداللہ بن حارث بن نوفل، مسلم بن عمرو باہلی اور شریک بن اعور سر

فہرست ہیں البتہ شریک بن اعور دوستداران خاندان رسالت اور محبین امیر المومنینؑ میں سے تھا اور اس موضوع پر معاویہ سے بحث و گفتگو بھی کیا کرتا تھا، کچھ کا کہنا ہے عبیداللہ کے ہمراہ جانا اس خاطر قبول کیا کہ کسی طرح امام حسینؑ کو بصرہ کے حالات سے آگاہ کرے۔ اس طرح امام اور آپؑ کے مقدس قیام کی اپنے تئیں خدمت کر سکے جبکہ عبیداللہ بن زیاد بھی ان کا احترام قوم وقبیلہ کے سردار اور بزرگ ہونے کی وجہ سے کرتا تھا۔

بہر حال عبیداللہ بن زیاد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انتہائی سرعت کے ساتھ اپنے سفر کو طے کر رہا تھا اور اگر ساتھیوں میں کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کے لئے تاخیر نہ کی اور اسے اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے سفر کو اسی کیفیت کے ساتھ جاری رکھتا۔ یہ بے تابانہ کوفہ پہنچنے کی جلدی فقط اس سبب سے تھی کہ اس سے قبل کہ امام حسینؑ کوفہ پہنچ کر اس شہر کی فرمانروائی اپنے ہاتھ میں لے لیں وہ خود پہنچ جائے اور حضرتؑ کو کوفہ آنے سے روک تھام کر سکے۔

لہٰذا بعض ہم سفر من جملہ شریک بن اعور جیسے لوگوں نے امام حسینؑ سے محبت والفت کے سبب آہستہ آہستہ چلنے کے بہانے تلاش کیے اور خود کو بیمار ظاہر کرنے لگے، تا کہ کسی طرح یہ قافلہ اتنی تاخیر سے کوفہ پہنچے کہ امام حسینؑ عبیداللہ سے پہلے کوفہ میں داخل ہو جائیں۔ بنا بریں لکھا گیا ہے، عبداللہ بن حارث شریک بن اعور اور ان کا غلام مہران درمیان سفر ایسے بیمار ہوئے بظاہر سفر سے معذور لگ رہے تھے مگر عبیداللہ نے انہیں وہیں چھوڑ کر اپنے سفر کو جاری رکھا بالآخر کوفہ کے نزدیک پہنچا اور یہ ارادہ کیا کہ نجف کے راستے سے کوفہ میں داخل ہو۔

عبیداللہ بن زیاد کا کوفہ میں داخلہ

مورخین لکھتے ہیں، عبیداللہ نے کوفہ میں داخل ہونے کیلئے اپنا بھیس بدلا اور سر و چہرہ پر کپڑا اڑالا تا کہ کوئی اسے پہچان نہ سکے، اس کا ہدف یہ تھا کہ لوگ اسے امام حسینؑ سمجھ کر شہر میں داخل ہونے سے نہ روکیں، یا پھر یہ سبب تھا کہ وہ اہل کوفہ اور ان کی تلواروں سے سخت خوف زدہ تھا جو اس کی بزدلی اور اخلاقی جرأت نہ ہونے کی دلیل ہے۔ بہر حال جس محلے سے بھی گزر ہوتا تو لوگ اس غلط فہمی میں کہ یہ ہمارے منتظر اور مہمان امام حسینؑ ہیں حضرتؑ کی نیت سے اسے سلام کرتے اور خوش آمدید کے جملات زبان پر جاری کر رہے تھے: مرحباً یابن رسول الله ،قدمت خیر مقدم ابن زیاد بھی کوئی جواب دیئے بغیر سیدھا دار الامارہ کی جانب بڑھے چلا جا رہا تھا مگر جب لوگوں کا اژدہام انتہا کو پہنچ گیا تو مسلم بن عمرو باہلی جو اسکے ساتھیوں میں سے تھا پکار کر بولا۔ ہٹو، ہٹو یہ امیر کوفہ عبیداللہ ابن زیاد ہیں۔ یہ اسی حالت میں دار الامارہ تک پہنچا تو حاکم کوفہ نعمان بن بشیر نے اس گمان میں کہ حسینؑ بن علیؑ ہیں حکم دیا کہ قصر کے تمام دروازے بند کر دیئے

جائیں اور جوں ہی عبیداللہ محل کے نزدیک آیا تو بالائے قصر سے نعمان بن بشیر نے اسے امام حسینؑ سمجھ کر کہا:

انشدک اللہ الا تنحیت، واللہ ما انا بمسلم الیک امانتی ومالی فی قتالک من أرب

''تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہاں سے دور چلے جاؤ اس لیے کہ جو امانت میرے ہاتھوں میں ہے وہ میں تمہیں نہیں دے سکتا اور نہ ہی تمہارے ساتھ جنگ کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

عبیداللہ ابن زیاد جو ابھی تک معمہ بنا ہوا تھا قصر کے نزدیک ہوا تو نعمان نے فصیل سے اپنا سر جھکایا تو عبیداللہ بولا: دروازہ کھولو خدا تیرے امور کو حل نہ کرے تیری رات بہت لمبی ہو گئی ہے (یعنی بہت آرام کر لیا ہے) یہ جملہ سن کر نعمان کے پیچھے کھڑے ایک شخص نے اہل کوفہ سے جو عبیداللہ کو حسینؑ جان کر پیچھے چل رہے تھے مخاطب ہوا: اے اہل کوفہ! وحدہ لاشریک کی قسم یہ ابن مرجانہ ہے۔ نعمان نے بھی دروازہ کھول دیا اور عبیداللہ داخل ہوا مگر وہاں موجود لوگوں پر فوراً دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس پر لوگ منتشر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

عبیداللہ ابن زیاد کا اہل کوفہ سے خطاب

ابن زیاد اس شب تا صبح نہیں سویا اور منصوبہ بندی اور آئندہ کیلئے تدابیر فکر و اندیشے میں مصروف رہا اور اسی رات بنی امیہ کے طرفداروں کو مشورہ کیلئے جمع کیا۔ جب صبح ہوئی تو مسجد کوفہ میں اہل کوفہ کو جمع ہونے کا حکم دیا اور ان سے خطاب سے پہلے یزید کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا جس میں کوفہ پر اس کی حکومت کا حکم تحریر تھا پھر (عادت کے مطابق) طمع دلالچ اور دھمکی آمیز لہجہ استعمال کیا اور والسلام کہہ کر دارالامارہ چلا گیا۔ بعض اہل قلم کے مطابق حکم دیا کہ کچھ کوفیوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے۔ [۱] اس دستور کے بعد اہل کوفہ کے بزرگوں اور رئیسوں کو بلا کر کہا:

''مجھے تمہارے درمیان موجود یزید کے طرفداروں، خوارج اور جو لوگ نفاق و انتشار پھیلانے میں ماہر ہیں ان کے نام درکار ہیں۔ پس جو بھی انھیں میرے پاس حاضر کرے گا وہ امان میں ہے اور جو نام نہیں دینا چاہتا وہ ان کی ضمانت لے کہ یہ لوگ جنھیں یہ جانتا ہے یا اسکی نگاہوں میں ہیں ہماری مخالفت اور ہم سے بغاوت نہیں کریں گے اور اگر ایسا نہیں کیا تو اسکی ذمہ داری ہمارے کاندھوں سے اٹھ جائے گی اور اس کا خون و مال ہمارے اوپر مباح و حلال ہوگا اور ہر رئیس و بزرگ اپنے محلے میں موجود یزید کے مخالف کا اگر ہمیں پتہ نہ بتائے اور اسے ہمارے حوالے نہ کرے تو وہ اپنے ہی گھر میں تختہ دار پر چڑھا دیا جائے گا اور بیت المال سے اس کے تمام حقوق منسوخ اور

سلب کر دیئے جائیں گے۔"

اسی طرح دوسرے روز بھی مسجد میں آ کر پہلے سے کہیں زیادہ دھونس اور دھمکی کے انداز میں یہ تقریر کی:

"بے شک حکومت بجز سخت گیری کے یعنی نرمی کے ساتھ نہیں چل سکتی اور میں تو ایسا انسان ہوں کہ بے گناہ کو گناہگار کی خاطر، حاضر کو غائب کے جرم میں اور ایک دوست کو دوسرے دوست سے ارتباط کی بنیاد پر گرفتار کر لوں گا۔"

یہ سن کر اسد ابن عبد اللہ نامی ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور بولا:

اے امیر! تیری یہ گفتگو کلام خدا کے خلاف ہے، خدا فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ "کوئی شخص کسی دوسرے کا بار نہیں اٹھائے گا۔"

عبید اللہ اس معترض کا جواب دیئے بغیر منبر سے اُتر آیا۔

ہانی ابن عروہ کے گھر حضرت مسلم کا پہنچنا

یہ خبریں جب حضرت مسلم تک پہنچیں اور انھوں نے اندازہ لگایا کہ یہ ستمگر انسان بہت جلد ان کی گرفتاری اور ان سے جنگ پر اُتر آئے گا، لہٰذا ارادہ کیا کہ اپنی رہائش گاہ کو تبدیل کر کے کسی ایسی جگہ قیام رکھیں جس کا مالک اپنی قوم و عشیرہ اور کوفہ میں خاص طاقت و نفوذ کا مالک ہو تا کہ اثر و رسوخ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے امور کو حکومت اور عبید اللہ جیسے غدار کے مقابل جاری رکھ سکیں، بنا بر ایں ہانی ابن عروہ کا گھر انتخاب فرمایا اور وہاں تشریف لے گئے۔

ہانی بن عروہ کے بارے میں مسعودی مروج الذہب میں رقم طراز ہیں:

"وہ مراد قبیلے کے رئیس تھے اور جب بھی جنگ و نزاع کی صورت سامنے آتی تو چار ہزار زرہ پوش سوار مرد اور آٹھ ہزار پیادہ انکی رکاب میں مدد کیلئے جمع ہو جاتے اور مختلف قبیلوں مثلاً قبیلہ کندہ سے تیس ہزار آدمی تک مدد کیلئے آ جاتے تھے۔"

اس مقام پر بعض اہل تاریخ مثلاً ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے:

ہانی بن عروہ راضی نہیں تھے اور کراہت کے ساتھ مسلم بن عقیل کو اپنے گھر قبول کیا اور اسی طرح نقل کیا ہے جب حضرت مسلم کو اطلاع ملی کہ عبید اللہ وارد کوفہ ہو چکا ہے اور اس کی گفتگو کے بارے میں سنا تو فوراً اپنی قیام گاہ کو چھوڑ کر ہانی بن عروہ کے گھر آئے اور گھر کی ڈیوڑھی میں داخل ہو کر کسی سے کہہ کر ہانی کو بلوایا جب ہانی ڈیوڑھی میں آئے تو حضرت مسلم نے کہا:

"میں آیا ہوں تا کہ تم مجھے پناہ دو اور میری مہمان نوازی کرو۔"

ہانی نے جواب دیا:

خدا تم پر اپنا رحم و کرم نازل کرے تم نے بہت مشکل کام میرے ذمہ لگایا ہے۔ اگر تم میرے گھر میں داخل نہ ہوئے ہوتے اور مجھ پر بھروسہ نہ کیا ہوتا تو مجھے یہ اچھا لگتا کہ تم یہاں کے بجائے کہیں اور چلے جاتے مگر اب پناہ دینے کا قانون مجھے مجبور کرتا ہے کہ تمہارا دفاع کروں، آ جائیں اور اس گھر میں رہیں۔ ۱۸

لیکن دیگر تاریخوں مثلاً ارشاد شیخ مفید میں جو ہمارے نزدیک زیادہ قابل اعتماد ہے اس کا کوئی تذکرہ نہیں اور بعض ہمارے زمانے کے اہل قلم نے تو اس کی صحت کو بھی قبول نہیں کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ اگر مسلم بن عقیل کو یہ احساس ہو جاتا کہ ہانی کو ان کے آنے سے کراہت ہے تو اپنے ذاتی تقویٰ اور خاندانی تربیت کی بنیاد پر کبھی یہ کام نہ کرتے۔ ۱۹

بہرصورت مسلم بن عقیل ھانی بن عروہ کے گھر تشریف فرما ہوئے اور بعض صاحبان قلم کے مطابق حضرت مسلم کی رہائش کو مخفی رکھنے کی غرض سے اپنے اندرون خانہ (حرمسرا) میں ایک حجرہ مختص کروا دیا۔

شریک بن اعور کی بیماری اور مسلم بن عقیل کی مردانگی کی ایک داستان

گزشتہ بحث میں ہم نے پڑھا کہ عبید اللہ بن زیاد کے ہم سفر حضرات جو بصرہ سے سوئے کوفہ اس کے ساتھ آئے ان میں ایک شریک بن اعور تھے جو کہ اہل بیت علیہم السلام اور خاندان علیؑ کے دوستداروں میں سے تھے اور کوفہ پہنچ کر ہانی بن عروہ کے گھر مقیم رہے۔

ابوالفرج مقاتل الطالبین میں اور ابی مخنف اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"ان ایام میں شریک بن اعور جو اہل بیتؑ کے متعصب شیعوں میں سے تھے مگر ابن زید کے نزدیک بھی عزیز اور محترم تھے (اور جیسا کہ بیان ہوا) یہ کوفہ میں ہانی بن عروہ کے گھر مقیم تھے بیمار ہو گئے تو ایک روز ابن زیاد نے کسی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں آج رات آپ کی عیادت کیلئے آنا چاہتا ہوں، شریک نے پیغام پا کر حضرت مسلم بن عقیل سے کہا کہ یہ تباہکار اور ظالم شخص آج رات میری عیادت کیلئے آئے گا وہ جب میرے سامنے بیٹھ جائے تو آپ اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالیں۔ اس طرح اسکے قتل کے بعد سکھ کا سانس لیجئے گا اور مسند امارت پر بیٹھ جائیں اور پھر کوئی رکاوٹ کوفہ کی امارت میں باقی نہیں رہتی اور اگر میں اس بیماری سے نجات پا گیا تو بصرہ جا کر اسے بھی آپ کے آگے تسلیم کر دوں گا۔ اس طرح (بقول ان تاریخوں کے) حضرت مسلم بن عقیل کو اس کام پر آمادہ کیا۔

لہٰذا جیسے ہی شب ہوئی ابن زیاد پہلے سے مقررہ قوانین کے مطابق اپنے محل سے نکلا۔ شریک بن اعور کو اطلاع ہوئی کہ وہ نکل چکا ہے تو انھوں نے حضرت مسلم سے کہا کہ فلاں جگہ چھپ جائیں

اور جب وہ یہاں بیٹھ جائے تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا کام تمام کردیں مگر اس منصوبے کی خبر ھانی کو ہوگئی جو ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ ابن زیاد ان کے گھر مارا جائے ۔ پس حضرت مسلم کے نزدیک جہاں وہ چھپے ہوئے تھے تھے آئے اور کہا: میں نہیں چاہتا کہ یہ مرد میرے گھر مارا جائے۔

اُدھر ابن زیاد آ پہنچا اور شریک کے پاس بیٹھ کر احوال پُرسی کرنے لگا اور بیماری کی علت او شدت دریافت کرنے لگا اور شریک منتظر تھے کہ مسلم آ کر حملہ کریں مگر جب حضرت مسلم نہ آئے تو ڈر گئے کہ کہیں ابن زیاد سمجھ نہ جائیں اور اس طرح کوئی نئی مشکل کھڑی ہو جائے تو حضرت مسلم کو جلد آنے کیلئے یہ شعر بطور تشبیہ پڑھا:

ما الانتظار بسلمی أن تحیّوھا　　　حیّو سلمی و حیّوا من یحییھا

کأس المنیّة بالتعجیل فاسقوھا

''کس بات کے منتظر ہو کیوں سلمی کو نہیں پڑھتے یا کیوں نہیں گاتے ؟ سلمٰی کو پڑھیں اور اسکے پڑھنے والے قبیلے کو بھی بلائیں اور جام مرگ گلے میں اتاریں۔''

پھر کہا: خدا تمہارے والد پر رحمتیں نازل کرے یہ شربت مجھے ضرور پلانا اگر چہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

اور اسی کلمہ کو دو تین بار تکرار کیا۔ عبیداللہ بن زیاد شریک بن اعور کے مقصود کو نہیں سمجھ رہا تھا اس لیے پوچھا:

تمہاری باتوں کا کیا مقصد ہے؟ کیا ھذیان کہہ رہے ہو!

ھانی نے آگے بڑھ کر جواب دیا:

ہاں ایسا ہی ہے خدا اس کو شفا عطا کرے آج مغرب سے اس وقت تک اسی طرح ھذیان گوئی کر رہے ہیں۔

عبیداللہ بن زیاد جب اپنی جگہ سے اٹھ کر بیت ہانی سے نکلا تو حضرت مسلم بن عقیل کمین گاہ سے باہر آئے اس پر شریک نے کہا: کیوں نہیں مارا؟ حضرت مسلم نے جواب دیا:

''دو چیزوں نے میرا راستہ روک لیا۔ ایک تو ھانی نہیں چاہتے تھے کہ ان کے گھر میں یہ خون بہایا جائے دوسرے وہ حدیث جسے لوگوں نے حضرت رسول مقبولؐ سے سنا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا:

انّ الْاِیمَانَ قَیْدُ الْفتکِ لاَیَفْتِکُ مُؤْمِنٌ ''ایمان پابندی کا نام ہے اور مومن کسی کو غافل گیر نہیں کرتا۔

شریک نے کہا قسم بخدا اگر آج اسے مار دیتے تو گویا ایک بڑے بدکار کافر ستمگر اور پیمان شکن کو مارا ہوتا۔ ۲۰

ایک اور سند کے مطابق حضرت مسلم نے جواب دیا:

''جب میں مارنے کی غرض سے نکلنا چاہتا تھا تو اندرون خانہ کی خواتین میں سے ایک خاتون میرے آڑے آئی اور کہا: تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ ابن زیاد کو ہمارے گھر میں قتل مت کر!''

ہانی بن عروہ نے (حضرت مسلم سے) یہ بات سن کر انتہائی افسوس سے کہا:

یاویلها اقتلتنی وقتلت نفسها والذی فرت منه وقعت فیه ''وائے ہو اس خاتون پر جس نے مجھے اور اپنے آپ کو خطرہ مرگ سے دوچار کیا کیونکہ وہ جس سے ڈر رہی تھی وہی ہو۔ [۲۱]

بہر حال لکھتے ہیں، شریک بن اعور اس واقعے کے تین روز بعد فوت ہو گئے اور ان کے انتقال کے بعد ابن زیاد کو پورے ماجرا کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا:

''اگر میرے والد (زیاد) کی قبر ان میں نہ ہوتی تو میں قبر شریک کو ضرور (نبش کرتا) کھود ڈالتا۔''

اس داستان کی صحت و سقم اور بنا بر صحت حضرت مسلم بن عقیل کے اس کام میں شراکت پر اہل قلم نے کچھ قابل ملاحظہ وجوہات بیان کی ہیں، لہذا تفصیل طلب قارئین حیاۃ الامام الحسینؑ مؤلف باقر شریف پر رجوع کریں۔

جبکہ بعض تاریخی کتب مثلاً ارشاد شیخ مفیدؒ میں اس داستان کا ذکر تک نہیں آیا ہے، لہذا احتمال دیا جاتا ہے کہ ہمارے بزرگ عالم دین شیخ مفید کے نزدیک یہ روایت غیر معتبر تھی اسی لیے انھوں نے اسے نقل نہیں فرمایا۔ بہر حال مذکورہ روایت ہمارے نزدیک بھی قابل ملاحظہ اور قابل تردید ہے، چنانچہ اس مقام سے بغیر کسی اظہار نظر کے گذر جاتے ہیں۔

ابن زیاد حضرت مسلم کی خفیہ ٹھکانے کی تلاش میں

کوفہ کے حالات پر پوری طرح قابو پانے کے بعد اور جب کسی حد تک اس کا ذہن (اہل کوفہ سے) مطمئن ہو گیا تو اب اس (ابن زیاد) کی توجہ حضرت مسلم کی گرفتاری اور ان کی خفیہ ٹھکانے کو بتلاش کرنے پر مرکوز ہوئی۔ بنابرایں اس نے اپنے مخصوص غلام معقل کو جو اس کا قابل اعتماد آدمی اور انتہائی چالاک اور تجربہ کار انسان تھا۔ بلا کر اسے تین ہزار درہم حضرت مسلم کی جستجو اور اس کام میں محنت کی غرض سے دے کر روانہ کیا۔ شیخ مفید اس پوری داستان کو اس طرح نقل کرتے ہیں:

''ابن زیاد نے اپنے غلام جس کا نام معقل تھا بلا کر کہا:

''یہ تین ہزار درہم لے اور مسلم بن عقیل کی جستجو میں روانہ ہو جا اور اسکے ساتھ اسکے مددگاروں کی شناخت بھی ضروری ہے۔ لہذا جوں ہی ان میں سے کسی ایک تک دسترسی ہو جائے تو اسے یہ تین ہزار درہم دے کر کہنا کہ اس رقم کے ذریعے اپنے دشمن سے جنگ کی تیاری کرو (کنایہ کا ستعمال) اور اس سے اس طرح ملنا کہ گویا تو انہی میں سے لگے، کیونکہ رقم دینے سے انھیں تجھ پر اطمینان ہو

جائے گا، پھر وہ کوئی بات تم سے نہیں چھپائیں گے اور اسکے بعد ان لوگوں میں رفت و آمد کو زیادہ کرو، تا کہ جان سکو کہ مسلم بن عقیل کہاں پوشیدہ ہیں اور ان کے پاس جا کر بھی دیکھو۔"

معقل نے درہم لیے مسجد کوفہ میں آ کر مسلم بن عوسجہ کے نزدیک جہاں وہ نماز میں مشغول تھے بیٹھ گیا کچھ دیر بعد اس نے چند آدمیوں کو یہ گفتگو کرتے ہوئے سنا کہ یہ (مسلم بن عوسجہ) حسین بن علیؑ کی لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں تو یہ اٹھ کر ان کے پہلو میں بیٹھ گیا جیسے ہی مسلم بن عوسجہ نماز سے فارغ ہوئے تو نزدیک ہو کر ان سے بولا:

"اے بندۂ خدا میں اہل شام میں سے ہوں اور خداوند متعال نے مجھے اہل بیتؑ کی محبت اور ان کی دوستوں سے دوستی سے سرفراز فرمایا ہے۔ یہ کہہ کر جھوٹے آنسو بہانے لگا۔ اور کہا میرے پاس تین ہزار درہم ہیں میں چاہتا ہوں کہ اس خاندان کے کسی فرد سے ملاقات کروں اور مجھے کہا گیا ہے کہ ان میں سے ایک یہاں آیا ہوا ہے اور رسول اللہؐ کے نواسے کیلئے لوگوں سے بیعت وصول کر رہا ہے میں بھی چاہتا ہوں اس کا دیدار کروں، لیکن کسی نے مجھے اسکی جانب رہنمائی نہیں کی اور نہ اس کا صحیح پتہ بتایا ہے۔ ابھی یہاں کچھ لوگوں سے سنا ہے کہ آپ اس خاندان کے حال واحوال سے زیادہ آگاہ ہیں لہذا میں آپ کے (ایمانی) بھائیوں میں سے ہوں اور آپ کو مجھ پر اطمینان و ثوق ہونا چاہیے اور اگر مزید اطمینان چاہیں تو جانے سے قبل مجھ سے انکی بیعت لے لیں۔"

مسلم بن عوسجہ نے کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ تجھ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا اور تجھ سے مل کر مجھے خوشی ہو رہی ہے تا کہ تو اپنی مرادوں تک پہنچ سکے، خدا تیرے وسیلے سے خاندان رسالت کی مدد و نصرت کرے البتہ مجھے اس سے قبل کہ میں اپنے ہدف میں کامیاب ہو جاؤں پسند نہیں کہ لوگ خاندان رسالت سے رابطہ کے عنوان سے میری شناخت کریں، کیونکہ میرے دل میں یہ خوف اس ظالم و سرکش انسان کی وجہ سے ہے۔"

معقل نے کہا: آپ زیادہ نہ سوچیں، کوئی ایسی بات نہیں، خیر ہوگی، آپ مجھ سے بیعت لیں۔

مسلم بن عوسجہ نے بیعت لی کہ خیر اندیشی کرے گا اور معاملہ کو پوشیدہ رکھے گا دھوکہ خوری سے بچنے کیلئے مضبوط عہد و پیمان باندھے۔ معقل سے جو عہد لیا گیا وہ اس نے قبول کیا، یہاں تک کہ مسلم بن عوسجہ کو اطمینان ہو گیا کہ یہ غیر مناسب آدمی نہیں ہے۔

پھر اس سے کہا، چند روز میرے گھر میں رہنا ہوگا، تا کہ تمہارے لئے اذن دخول لے سکوں۔ لہذا

معقل بھی دوسرے لوگوں کی طرح جو مسلم بن عوسجہ کے گھر قیام پذیر تھے، تا کہ وہ مسلم بن عقیل سے ملاقات کروائیں، وہاں رہا یہاں تک کہ مسلم بن عقیل سے ملاقات کا وقت مل گیا وہ جب مسلم بن عقیل تک پہنچا تو انھوں نے اس سے (امام حسینؑ کی) بیعت لی اور ابو ثمامہ صائدی کو سے کہا کہ اس سے وہ رقم لے لیں، کیونکہ ابو ثمامہ (حضرت مسلم کی جانب سے) مامور تھے کہ لوگ اگر مدد و نصرت کے عنوان سے کوئی رقم دیں تو وہ وصول کریں اور اسلحہ خریدیں، کیونکہ ابو ثمامہ فہیم، شجاع اور شیعہ عمائدین میں سے تھے۔ معقل نے اسکے بعد حضرت مسلم بن عقیل کی قیام گاہ پر رفت و آمد شروع کی یہاں تک کہ پہلے آنے والا اور آخری جانے والا معقل ہوتا تھا۔ اس طرح جن معلومات کی ابن زیاد کو ضرورت تھی، ان سب سے باخبر ہو گیا اور وقتاً فوقتاً ابن زیاد کو اطلاع نامہ روانہ کرتا رہتا تھا۔۲۲

ابن زیاد کا ہانی بن عروہ کو گرفتار کرنا

جب ابن زیاد کو حضرت مسلم کی پناہ گاہ معلوم ہو گئی کہ وہ ھانی بن عروہ کے گھر میں رہائش پذیر ہیں اور انہی کے گھر کو اپنی تحریک کا مرکز بنایا ہوا ہے تو اس نے ھانی بن عروہ کو گرفتار کرنا ضروری سمجھا، تا کہ اسکے ذریعے حضرت مسلم اور دیگر مجاہدوں کی گرفتاری عمل میں آسکے۔ مگر جس چیز نے اسے سوچنے پر مجبور کیا اور اس اقدام کیلئے انتہائی خوف و پریشانی کا شکار ہوا وہ ھانی بن عروہ کی قوی شخصیت اور انکے قبیلے کا اثر تھا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہانی بن عروہ مراد، مذحج اور دیگر ہم پیمان قبائل کے مشترکہ سردار تھے، لہٰذا ان کی گرفتاری ان مذکورہ قبائل کی جانب سے شور و غل، احتجاج اور علاقے میں بدامنی کا سبب بنتی، چنانچہ اس خطرے سے بچنے کیلئے فکر و تدبیر ضروری تھی۔

پس ابن زیاد نے تاریخ کے دوسرے ستمگروں کی طرح اس کام کو انجام دینے کیلئے ایک طرف تو شاہ خرچی و بخشش اور بیت المال سے بے حساب فضول خرچیاں کرنا شروع کیں اور دوسری طرف دھوکہ، فریب اور جھوٹ بہ اگر ایک جملے میں کہا جائے تو زر، زور اور تزویر کا استعمال جاری رکھا۔

ایک اہل قلم کے بقول اس طرح وہ لوگ جو بنی امیہ سے سخت نفرت کرتے تھے اور جن افراد نے امام حسینؑ کو خط لکھے ہم آپؑ کے مخلص اور جنگ کرنے کیلئے آپؑ کے ساتھ آمادہ ہیں اور جب حضرت مسلم تشریف لائے تو عشق و محبت کے آنسو بہا رہے تھے ان کو ابن زیاد نے درہم و دینار سے خرید لیا چنانچہ جس طرح مصعب بن زبیر نے خریدا اور انھوں نے مختار کو تنہا چھوڑ دیا اور پھر مروانیوں کے دور میں عبد الملک نے انھیں خریدا اور انھوں نے مصعب کو تنہا چھوڑ دیا۔

عبید اللہ ابن زیاد نے ان کاموں کے بعد جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اب یہ لوگ میرے کسی اقدام کے

خلاف نہیں بول سکتے تو سوچا کہ کس طرح ھانی بن عروہ ہی کے نزدیکی قوم وملت کے چند افراد کی مدد سے ہانی اور دیگر سرداروں کو گرفتار کرلیا جائے، چنانچہ اس کی مفصل داستان شیخ مفید اس طرح نقل فرماتے ہیں:

''ہانی بن عروہ نے جو حضرت مسلم کے میزبان تھے اپنی جان کو خطرے میں پا کر عبید اللہ کی درباری نشست میں جانے سے خودداری کی اور خود کو مریض ظاہر کیا۔ ابن زیاد نے ایک روز وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں سے پوچھا کیا بات ہے ہانی نظر نہیں آ رہے؟ بتایا گیا کہ وہ مریض ہیں تو ابن زید نے کہا:

اگر مجھے معلوم ہوتا تو ان کی عیادت کو ضرور جاتا۔ پھر محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ عمرو بن حجاج کے علاوہ زبید کو جو ہانی بن عروہ کے خسر تھے (یعنی یحیٰ بن ھانی کی مادر رویحہ کے والد) کو بلا کر کہا:

ہانی بن عروہ ہماری ملاقات کو کیوں نہیں آتے؟ انھوں نے کہا: ہمیں نہیں معلوم لیکن سنا ہے کہ وہ مریض ہیں۔

ابن زیاد نے کہا:

میں نے تو سنا ہے انھیں افاقہ ہو چکا ہے اور ہر روز اپنے گھر کے آگے بیٹھتے ہیں پس اگر ان سے ملاقات ہو تو انھیں میرا پیغام سنائیں کہ ہمارا حق ترک نہ کریں، کیونکہ مجھے پسند نہیں کہ ان جیسا انسان بھی جو بزرگان عرب میں سے ہوتے ہوئے اپنا حق مار دے۔

اس ماجرا کے بعد یہ چند لوگ ہانی بن عروہ کے پاس آئے وہ غروب آفتاب سے قبل اپنے گھر کے باہر بیٹھے تھے انھوں نے مل کر کہا:

تم کیوں امیر سے ملنے نہیں آتے؟ اس نے تمہارا نام لے کر کہا ہے کہ اگر مجھے بیماری کا علم ہوتا تو ضرور عیادت کیلئے جاتا۔

ہانی بن عروہ نے کہا: یہی بیماری مانع تھا۔

انھوں نے کہا:

اس نے سنا ہے کہ تم بہتر ہو گئے ہو اور ہر روز شام کے وقت در خانہ پر بیٹھتے ہو اور وہ یہ سوچ رہا ہے کہ تم اس کے پاس جانے میں سستی برت رہے ہو، جبکہ سلاطین اور حکام سستی اور بے توجہی کو تحمل نہیں کر پاتے، لہٰذا ہم تمہیں قسم دیتے ہیں کہ اس وقت ہمارے ساتھ سوار ہو کر اس کی ملاقات کو چلو۔

ہانی نے اپنی قبا منگوائی اور مرکب پر سوار ہو کر ان کے ساتھ ابن زیاد کے محل کی جانب روانہ ہوئے۔

جوں ہی محل کے نزدیک پہنچے تو انھیں احساس ہوا کہ میرا آنا خطرے سے خالی نہیں اور اگر ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا تو صحیح وسالم واپس آنا مشکل ہو جائے گا، چنانچہ حسان بن اسماء بن خارجہ سے کہا:

میرے بھتیجے میں اس شخص سے خطرے کو احساس کر رہا ہوں تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

اس نے کہا:

چچا جان مجھے آپ کی نسبت کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا آپ بھی کوئی خیال ذہن میں نہ لائیں۔

کیونکہ حسان کو معلوم ہی نہیں تھا کہ ابن زیاد نے کس ہدف کے تحت ہانی بن عروہ کو بلایا ہے۔ پس ہانی عبیداللہ بن زیاد کے سامنے آئے تو دیکھا کہ ابن زیاد کے ساتھ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں، چنانچہ جیسے ہی ہانی وارد محل ہوئے تو ابن زیاد نے کہا:

اتتک بحائن رجلاہ یہ عربوں کے درمیان ایک ضرب المثل تھی جو اس بات سے کنایہ تھی کہ خود اپنے پیروں سے چل کر موت کی جانب آنا (آ! ارے بیل مجھے مار) اور سب سے پہلے اس جملے کا کہنے والا حارث بن جبلہ یا عبید بن ابرص تھا۔ بہرحال مزید تشریح کیلئے مجمع الامثال سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ۲۳

ہانی جوں ہی ابن زیاد کے نزدیک ہوئے اسکے ساتھ قاضی شریح بھی بیٹھا ہوا تھا تو ابن زیاد نے ہانی کی جانب دیکھ کر کہا:

اُرید حیاتہ ویُرید قتلی   عَذیرُک من خلیلک مِنْ مُراد

''میں اس کی زندگی چاہتا ہوں مگر وہ میری موت لہٰذا اپنے عذر کو اپنے مرادی دوست کیلئے پیش کرو۔'' ۲۴

ابن زیاد جب کوفہ آیا تھا تو ان کا بہت احترام کرتا اور بہت مہربان نظر آتا تھا اسی سبب ہانی نے کہا:

اے امیر کیا بات ہے؟ کہا:

ہانی یہ کام کیا ہیں جو تم کر رہے ہو، تم نے اپنے گھر میں یزید اور تمام مسلمانوں کی بربادی کا سامان جمع کیا ہے، مسلم بن عقیل کو لا کر اپنے گھر پناہ دی اور جنگی ساز و سامان اپنے اور اطراف کے گھروں میں جمع کر رہے ہو، تم سمجھتے ہو مجھے کچھ نہیں معلوم؟

ہانی نے کہا: جو تم کہہ رہے ہو ایسا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی مسلم بن عقیل میرے گھر ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: ہاں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ صحیح ہے۔

چنانچہ جب ان دونوں کے درمیان تکرار بڑھی اور ہانی اپنی بات پر قائم رہے تو ابن زیاد نے اپنے اسی جاسوس غلام معقل کو بلایا جوں ہی معقل سامنے آیا تو ابن زیاد نے ہانی کی سمت رُخ کر کے کہا:

اس شخص کو جانتے ہو؟ ہانی نے کہا: ہاں۔ اور جان گئے کہ وہ ابن زیاد کا جاسوس تھا اور اس نے ہماری خبریں اس تک پہنچا دی ہیں اور کچھ دیر سر جھکائے خاموش کھڑے رہے اسکے بعد خود کو سنبھال کر کہا:

میری بات سنو اور یقین جانو کہ میں سچ کہہ رہا ہوں قسم بخدا میں نے مسلم کو اپنے گھر دعوت نہیں دی

اور میں ان کے کاموں سے متعلق کسی طرح کا علم نہیں رکھتا یہاں تک کہ وہ خود میرے گھر آئے تو مجھے شرم آئی کہ انھیں گھر میں نہ آنے دوں۔ اس طرح ان کی میزبانی میرے سر پر پڑ گئی (عرب کے دستور کے مطابق میں انھیں آنے سے نہیں روک سکتا تھا) لہٰذا ان کا استقبال کیا اور انھیں اپنے گھر پناہ دی اور رہی ان کی فعالیت تو وہ یوں ہی ہے جیسا تو نے سنا ہے اب اگر چاہتا ہے تو میں تیرے ساتھ ایک محکم معاہدے پر دستخط کروں، تاکہ تیرے جانب سے میرا ذھن مطمئن ہو جائے اور کسی طرح کا شور نہ مچاؤں تیرے نزدیک آ کر دست (وفا) تیرے دست پر رکھ دوں اور اگر چاہتا ہے تو کوئی شے گروی رکھ کر چلا جاتا ہوں، تاکہ مسلم بن عقیل کو اپنے گھر سے نکل جانے کا دستور دوں کہ وہ کہیں بھی جائیں مگر یہاں نہ رہیں اور اس طرح میں اپنے عہد کو پورا کر کے تیرے پاس لوٹ آؤں۔

ابن زیاد نے کہا:

قسم بخدا اس وقت تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک مسلم بن عقیل کو میرے حوالے نہ کرو۔

ہانی بن عروہ نے کہا:

قسم بخدا میں ایسا کام ہرگز نہیں کروں گا، اپنے مہمان کو تیرے حوالے کروں تاکہ تو اسے مار ڈالے؟

ابن زیاد نے کہا: مسلم کو میرے حوالے کرنا ہوگا۔

ہانی نے کہا: میں ایسا نہیں کر سکتا، جب ان دونوں میں تکرار ہونے لگی۔

تو مسلم بن عمرو باہلی نے جس کے علاوہ کوفے میں اہل شام و بصرہ کا کوئی فرد نہ تھا، کہا:

خدا امیر کو کامیاب کرے (اے امیر) مجھے اس کے ساتھ خلوت کی اجازت دے، تاکہ میں اس بارے میں کچھ بات کر سکوں۔

اٹھ کر ابن زیاد سے کچھ فاصلے پر ہانی کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ تو ابن زیاد نے سنا کہ مسلم بن عمرو ہانی سے کہہ رہا ہے:

اے ہانی! تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں ایسا کوئی کام مت کرنا جو تیری جان کو خطرے میں ڈال دے اور تیرے قبیلے میں غم و اندوہ کا ماحول بنا دے۔ پس قسم بخدا میں نہیں چاہتا کہ تو مارا جائے۔ یہ شخص (مسلم بن عقیل) اس گروہ (بنی امیہ) کے ساتھ دادھیال کا رشتہ رکھتا ہے یہ لوگ اسے نہیں ماریں گے اور نہ ہی اسے ضرر پہنچائیں گے، لہذا اسے ان کے حوالے کر دو۔ اس طرح تم پر کوئی الزام بھی نہیں آئے گا گویا تم نے فقط اسے والی کوفہ کے سپرد کیا ہے۔

ہانی نے کہا:

بے شک اس کام میں میرے لیے ننگ و عار ہے کہ میں اپنے مہمان کو جسے پناہ دی ہے دشمن کے

حوالے کردوں، جبکہ میں زندہ صحیح وسالم ،تندرست ، دیکھتا،سنتا،طاقت ور بازو کا مالک اور کثیر تعداد میں مددگار رکھتا ہوں ۔خدا کی قسم اگر میں تنہا بھی رہ جاؤں اور میرا کوئی مددگار بھی نہ ہو تب بھی تمہارے سپرد نہیں کرسکتا یہاں تک کہ مجھے ماردیا جائے۔

مسلم نے قسمیں دینا شروع کی اور ہانی مسلسل ایک ہی جواب دے رہے تھے کہ میں ہرگز ابن زیاد کے حوالے انہیں کرسکتا۔

ابن زیاد نے یہ سن کر کہا: اسے میرے پاس لاؤ، ہانی کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

ابن زیاد نے کہا: یا اسے لے آؤ ورنہ تمہارا گردن ماردوں گا۔

ہانی نے کہا: اگر ایسا کیا تو تیرے گھر کے گرد بڑی تعداد میں تلواریں اٹھ جائیں گی۔

ابن زیاد نے کہا: تجھ پر وائے ہو! مجھے تیز تلواروں سے ڈراتا ہے، ھانی سمجھ رہے تھے کہ ان کے قبیلے کے لوگ ان کی مدد کیلئے نکل آئیں گے۔

ابن زید نے پھر کہا: اسے اور نزدیک لاؤ، جب نزدیک ہوئے تو قضیبی (تازیانہ اور باریک ونازک تلوار) سے جو اس کے ہاتھ میں تھی اتنے وار کیے کہ ہانی کی ناک ٹوٹ گئی ، چہرہ اور ڈاڑھی خون آلود ہوگیا ماتھے اور رخسار کا گوشت پھٹ گیا یہاں تک کہ اس کی قضیب بھی ٹوٹ گئی۔

ہانی نے نزدیک کھڑے ایک سپاہی کی تلوار چھیننا چاہی تا کہ وہ اپنا دفاع کرسکیں مگر سپاہی نے تلوار جانے نہ دی۔

اس پر عبیداللہ نے ہانی سے کہا: کیا تو خوارج کی نابودی کے بعد خارجی ہوگیا ہے؟ تیرا خون ہم پر حلال ہے اور حکم دیا کہ اسے گھسیٹ کرلے جاؤ تو انھیں زمین پر کھینچتے ہوئے ایک حجرے میں ڈال دیا اور اس کا دروازہ بند کردیا۔

ابن زیاد نے کہا: وہاں ایک نگہبان بٹھادو، لہٰذا وہاں ایک محافظ بٹھادیا گیا۔

حسان بن اسماء نے اٹھ کر کہا: ہانی کو خارجی کے بہانے مارنے کا کوئی جواز نہیں ہمیں کہا تھا کہ اسے تیرے پاس لے آئیں اور جب ہم لے آئے تو ان کا چہرہ اور ناک زخمی کردی، ان کی ڈاڑھی خون میں بھردی اور اب انھیں قتل کرنا چاہتے ہو؟

عبیداللہ ابن زیاد نے کہا: تو یہاں کھڑا ہے، اور حکم دیا کہ حسان کو مکوں، گھونسوں اور لکڑی سے گردن اور سینے پر مارا جائے اور (جب خوب مارلیا جائے تو) ایک گوشے میں پھینک دیا جائے۔

محمد بن اشعث نے کہا: ہم تو وہی کریں گے جو امیر چاہتے ہیں اب چاہے وہ ہمارے نقصان میں ہو یا فائدے میں کیونکہ یہ ہمارے بزرگ ہیں۔

ادھر عمرو بن حجاج بن زبیدی (جن کا ذکر گزر چکا) نے جب یہ سنا کہ ہانی مار دیئے گئے تو قبیلہ مذحج اور گروہوں کے ہمراہ ابن زیاد کے محل کا محاصرہ کرلیا اور وہاں پکار کر کہا:

میں عمرو بن حجاج ہوں اور یہ جنگ جو سوار قبیلہ مذحج سے متعلق ہیں، ہم نے خلیفہ کی پیروی سے ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ ہی مسلمانوں سے جدا ہوئے ہیں پھر کیوں ہمارے بزرگ ھانی بن عروہ کو مارا جاتا ہے؟

عبیداللہ ابن زیاد سے کہنے والوں نے کہا: یہ قبیلہ مذحج ہے جس نے محل کا محاصرہ کر رکھا ہے، ابن زیاد نے قاضی شریح (درباری قاضی) سے کہا: ان کے بزرگ ہانی کے نزدیک جا کر دیکھو اور انھیں آ کر بتاؤ کہ اسے قتل نہیں کیا گیا بلکہ وہ زندہ ہے۔

قاضی شریح اس حجرے میں گیا جہاں ہانی قید کیے گئے تھے، ہانی نے قاضی کو دیکھ کر کہا:

اے خدا، اے مسلمانوں، میرا قبیلہ ہلاک ہوگیا کہاں ہیں دیندار اور کہاں ہیں اہل شہر؟ یہ جملات کہتے وقت ان کی ڈاڑھی سے خون ٹپک رہا تھا۔

اسی اثناء میں محل کے باہر سے شور وغل سنا اس پر کہا:

میرا خیال ہے کہ یہ قبیلہ مذحج کے مسلمان جو میرے پیروکار ہیں یہاں آگئے ہیں۔ بلاشبہ اگر ان میں سے دس افراد میرے نزدیک آجائیں تو مجھے ضرور آزاد کروادیں گے۔

شریح یہ سن کر قبیلے کے سامنے آیا اور کہا:

امیر کوفہ نے تمہارے یہاں آنے کے بعد جب سنا کہ تم اپنے بزرگ ہانی کے متعلق کچھ کہہ رہے ہوتو مجھے اس کے پاس بھیجا، میں اس کے پاس گیا تو مجھے دیکھ کر ھانی نے کہا:

انھیں جا کر کہو کہ میں زندہ ہوں اور میرے قتل ہونے کی خبر جھوٹی ہے۔

عمرو بن حجاج اور اس کے ساتھیوں نے کہا:

اب جبکہ وہ مارے نہیں گئے اور زندہ ہیں تو خدا کا شکر بجالاتے ہیں اور اس طرح سب لوگ پراکندہ ہوگئے۔

عبیداللہ ابن زیاد محل سے اس حال میں نکلا کہ محافظین، علاقائی شخصیات اور دیگر افراد بھی ہمراہ تھے اور منبر پر جا کر کہا:

"اے لوگو سب مل کر خدا کی اور اپنے رہبروں کی پیروی اختیار کرو اور تفرقہ واختلاف سے پرہیز کرو، ورنہ ہلاک وخوار ہوجاؤ گے اور ستم دیدہ حالت میں مار دیئے جاؤ گے۔ بے شک تمہارا بھائی وہی ہے جو سچ کہے اور جو لوگوں کو خوف زدہ کرے وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔"

یہ کہہ کر ابھی منبر سے پوری طرح اُتر نہ پایا تھا کہ محافظوں اور مسجد کے نگہبانوں نے کھجور فروش دروازے سے پکارنا شروع کیا۔ مسلم بن عقیل آ گئے۔ عبیداللہ ابن زیاد سرعت کے ساتھ منبر سے اتر کر اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔

قیام مسلم بن عقیلؑ

یہ ناگوار حادثات بہت ہی سرعت کے ساتھ ایک ہی دن میں رونما ہوئے اور حضرت مسلم بن عقیل کو ہانی پر گزرنے والا واقعہ اور ابن زیاد کے دربار میں ہونے والے واقعات کا علم نہیں تھا۔ پہلا فرد جس نے یہ خبر حضرت مسلم بن عقیل تک پہنچائی وہ عبداللہ بن حازم تھا۔ اس کا بیان ہے میں مسلم بن عقیل کی جانب سے مقرر تھا کہ دربار ابن زیاد جا کر وہاں کی خبریں مسلم تک پہنچاؤں، میں نے دیکھا، ہانی کو بہت مارا گیا اور پھر انھیں زندان میں ڈال دیا تو فوراً دربار سے نکل کر اپنے مرکب پر سوار ہوا اور پورا ماجرا مسلم بن عقیل کو جا کر بتایا، مجھے انھوں نے حکم دیا کہ جتنے گھر بھی ہانی کے گھر کے ساتھ ہیں انھیں حکم جہاد سناؤ، کیونکہ ان گھروں میں چار ہزار مسلح افراد حکم مسلم کے منتظر تھے اور جاؤ حکم جہاد بلند کرو۔ میں نے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے یا منصور امت "یعنی اے مددگار، اسے قتل کر دے۔" کا نعرہ بلند کیا جو صدر اسلام کے مسلمانوں میں بھی وقت جنگ ایک دوسرے کو بلانے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ پھر مسلم نے اپنے خاص چار مخلص افراد کے ہمراہ پرچم جنگ بلند کیا اور ان میں سے ہر ایک کو سالار دستہ بنا کر علیحدہ علیحدہ پرچم عطا کیا اور مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ جہاد کا آغاز کیا:

۱۔ عبداللہ بن عزیز کندی، سالار کندہ
۲۔ مسلم بن عوسجہ، سالار مذحج
۳۔ ابوثمامہ صائدی، سالار بنی تمیم و ہمدان
۴۔ عباس بن جعدہ جدلی، سالار لشکر مدینہ

جبکہ خود حضرت مسلم باقی ماندہ قبائل کو لے کر دارالامارہ کی جانب روانہ ہوئے ارشاد شیخ مفیدؒ میں لکھا ہے کچھ ہی دیر میں مسجد اور بازار لوگوں سے پر ہو گئے اور اسی طرح شام ہونے تک حمایتیوں کی تعداد بڑھتی رہی اور عبیداللہ ابن زیاد کیلئے ایک بڑی مشکل ظاہر ہونے لگی۔ اس کا کام فقط یہ رہ گیا کہ دربار کے دروازے بند کرواتا رہے تا کہ کوئی اندر گھس نہ سکے جبکہ محل میں فقط تیس نوکر اور نگہبان اور بیس کوفے کے معروف لوگ اور خاندان ابن زیاد کے افراد تھے اور بنی امیہ کے طرفدار جو محل سے باہر تھے اور اندر آنا چاہتے تھے تو انھیں رومیوں کی جانب سے کھلنے والے دروازے سے اندر آنے دیا گیا، محل میں موجود افراد دربار محل کی چھت پر جا کر مسلم بن عقیل کے لشکر کو دیکھتے تو وہ لوگ ان کی جانب پتھر پھینکتے اور بنی امیہ خاص طور پر عبیداللہ اور اس کے باپ (زیاد) کی نسبت قابل شرم نعرہ لگاتے تھے۔

خوف و ہراس اور نفسیاتی جنگ

تاریخ کے مطابق اکثر ظالموں اور ستمگروں نے جو ایک حربہ اکثر اپنایا وہ سست عقیدہ افراد کیلئے ہمیشہ موثر رہا وہ رعب، پروپیگنڈہ اور ڈرا، دھمکا کر طرف مقابل کے جذبات وعقائد کو ختم کر دینا ہے اور اس طرح یہ ستمگر لوگوں میں دودلی پیدا کر کے انہیں اپنے موقف سے ہٹا دیتے تھے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے بھی جب خود کو بندگلی میں محسوس کیا، کیونکہ لوگ محل کا محاصرہ کر چکے تھے اور دارالامارہ پر حضرت مسلم بن عقیل کی فوج کا قبضہ ممکن تھا تو یہی حربہ استعمال کرنا چاہا یعنی اس کے خیال میں خوف و ہراس اور پروپیگنڈہ ہی مسلم بن عقیلؑ کے ساتھیوں کو منتشر کر سکتا ہے، لہٰذا محلوں اور قبائل کے سرداروں اور بنی امیہ کے طرفداروں کو جو پہلے ہی دارالامارہ کے نزدیک آ چکے تھے بلا کر دستور دیا کہ کسی طرح خوف و ہراس اور پروپیگنڈہ کے ذریعے ان آنے والوں کو پراکندہ کریں، چنانچہ من جملہ وہ سردار۔

حجار بن ابحر، شمر بن ذی الجوشن، شبث بن ربعی، کثیر بن شہاب حارثی اور قعقاع بن شور ذھلی وغیرہ تھے جنہوں نے مسلم بن عقیل کے لشکر والوں کے اطراف میں پہنچ کر ہر ایک نے مختلف مقام پر تقریر کرنا شروع کی اور ہمدردی و خیر خواہی کے انداز میں ان کی تحریک کے نقصانات مثلاً شام سے جوابی لشکر آ سکتا ہے، امیر کوفہ کے عطیات بند ہو جائیں گے اور حکومت کی شان وشوکت اور اس کی سطوت کو بیان کرنے لگے، چنانچہ ابوالفرج اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں، سب سے پہلا شخص جس نے تقریر کی وہ کثیر بن شہاب تھا جس نے کہا:

> ''اے لوگو! جلد بازی سے کام نہ لو اور اپنی روزمرہ کی زندگی اور اپنے بچوں اور زوجات کی جانب لوٹ جاؤ اور خود کو اپنے ہاتھوں سے نہ مارو ابھی شام سے یزید کے مسلح سپاہی پہنچیں گے اور تمہیں تلواروں کے سپرد کر دیں گے اور ابن زیاد نے اپنے خدا سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر رات تک تم لوگ اپنے گھروں کو واپس نہ گئے اور اسی طرح مقاومت کا اظہار کرتے رہے تو وہ تمہاری آل واولاد کا بیت المال سے وظیفہ بند کر دے گا اور تمہیں زبردستی مرکزی حکومت کی جنگوں میں روانہ کرے گا بے گناہوں کو مجرم شمار کرے گا اور حاضر کو غائبوں کی جگہ گرفتار کرے گا یہاں تک کہ ایک فرد بھی حکومت کا مخالف نہ رہ پائے گا مگر یہ کہ وہ اپنے جرم کا مزہ چکھے گا۔''

دیگر سرداروں نے بھی شہاب کی طرح تقریریں کیں اور یہی جملات ان لوگوں کو منتشر کرنے میں کارساز ثابت ہوئے جس پر کوئی عورت اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑتی اور کہتی یہ لوگ تیری جگہ موجود ہیں اور انہیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں، کوئی مرد اپنے بیٹے یا بھائی کا بازو تھام کر کہتا سپاہ شام پہنچ رہی ہے تجھے اس بلوے سے کیا واسطہ آ خود کو اس معرکے سے نجات دو۔ 25

ارشاد شیخ مفید اور ابی مخنف کے "وقعۃ الطف" کے مطابق ابن زیاد نے ابن شہاب کو (جو قبیلہ مذحج سے تھا) بلایا اور اسے حکم دیا کہ اپنے افراد قبیلے کے ساتھ اس مجمع سے نکل جائے اور شہر کوفہ میں گردش کرے اور کسی طرح لوگوں کو مسلم بن عقیل کی حمایت سے باز رکھے، انھیں جنگ سے ڈرائے اور حکومت کے تشدد سے خائف کرے اور محمد بن اشعث (جو قبیلہ کندہ سے تھا) کو حکم دیا اپنے قبیلہ کندہ اور قبیلہ حضرموت کے ساتھ مجمع سے نکل کر پرچم امان بلند کرے اور قعقاع، ذہلی، شبث بن ربعی تمیمی، حجار بن ابحر بجلی اور شمر بن ذی الجوشن کو بھی اسی طرح کا حکم دیا۔ پھر ان سرداروں کو جو محل میں عبید اللہ کے ساتھ تھے روکے رکھا، کیونکہ یہ مسلم بن عقیل کے خشم ناک حمایتیوں سے خوف زدہ تھا، جبکہ ان سرداروں کی تعداد بہت کم تھی۔

پس ابن شہاب دستور کے مطابق مجمع سے باہر نکلا اور لوگوں کو مسلمؑ کی حمایت سے ڈرانے لگا۔ اسی طرح ابن اشعث باہر آیا اور بنی عمارہ کے گھروں کے درمیان کھڑے ہو کر لوگوں کو مسلمؑ کے اردگرد سے پراکندہ کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت مسلم نے عبدالرحمٰن بن شریح شامی کو محمد ابن اشعث کے مقابلے کیلئے روانہ کیا مگر جوں ہی محمد بن اشعث نے بہت سے لوگوں کو آتے دیکھا تو فرار کرنے لگا۔

بہرحال محمد بن اشعث، کثیر بن شہاب، قعقاع ذہلی اور شبث بن ربعی نے لوگوں کو حضرت مسلم سے ملحق ہونے نہ دیا اور انھیں حکومت کے تشدد سے ڈراتے رہے اس طرح ان کے قوم وقبائل اور دیگر قبائل کے بہت سے لوگ ان کے نزدیک آئے اور سب مل کر رومیوں والے دروازے سے محل میں داخل ہوئے تا کہ ابن زیاد سے ملاقات کرسکیں۔

کثیر ابن شہاب نے کہا: "خدا نے امیر کا کام بہت ہی خوب انجام دیا اور اس وقت محل میں ہمارے ساتھ قبائل کے بزرگ، سپاہی اور دیگر احباب موجود ہیں، لہٰذا اے امیر! آ ہمارے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کرنے چل۔" مگر ابن زیاد نے کچھ نہ سنا اور دوبارہ شبث بن ربعی کو پرچم دے کر روانہ کیا۔

حضرت مسلم کے ساتھ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی جنھوں نے اس روز شام تک احتجاجی اجتماع کو برقرار رکھا اور اس کے سبب وہ باوقار تھے۔ ادھر عبید اللہ نے جنھیں قبائل کے سرداروں کے پاس روانہ کیا تھا وہ سرداروں کو علیحدہ بلا کر مال ودولت کی لالچ دیتے اور پھر وہاں جا کر اپنے افراد کو جودو بخشش کی پیشکش کرتے، تا کہ وہ ابن زیاد کی پیروی میں آجائیں اور جو نافرمانی کا اظہار کرتے انھیں ظلم وتشدد اور محرومیت سے ڈرایا جاتا تھا اور انھیں لشکر شام کے سامنے آنے سے ڈراتے تھے۔

چنانچہ لوگ منتشر ہونے لگے یہاں تک کہ رات آئی اور جب مسلمؑ نے نماز مغرب ادا کی تو فقط تیس آدمی آپ کی اقتداء میں تھے۔ جب جناب مسلم نے یہ دیکھا تو اہل کندہ کے گھروں کی جانب روانہ ہوئے مگر ابھی مسجد کے دروازے پر فقط دس افراد آپ کے ہمراہ تھے اور جب چند قدم آگے بڑھے تو کوئی نظر نہ آیا

جو گلیوں کا راستہ بھی بتا سکے کہ اہل کندہ کے گھر کہاں سے نزدیک ہیں یا انھیں بتا سکیں کہ حضرت مسلم کی رہائش گاہ کہاں سے نزدیک رہے گی یا انھیں اگر تنہا دیکھ کر مارنا چاہے تو کوئی دفاع کرنے والا بھی باقی نہ رہا۔

طوعہ کے دروازے پر

اس مقام پر روایات میں کچھ اختلاف ہے، مسلمؑ بن عقیل ہانی بن عروہ کے گھر تشریف لے گئے ۲۶ یا چند روایات کا بیان ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کوفہ سے باہر نکلنا چاہتے تھے کہ راستے میں سعید بن احنف سے سامنا ہوا اور انھوں نے مسلمؑ کو اس کام سے روکا اور دونوں محمد بن کثیر کے گھر چلے گئے۔ ۲۷ مگر مشہور قول وہی ہے جسے شیخ مفیدؒ وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ مسلمؑ مسجد سے حیران و پریشان نامعلوم راہوں پر چل رہے تھے۔ وہ کوفے کی گلیوں میں ادھر سے ادھر سرگردان تھے، انھیں نہیں معلوم تھا میں کہاں جا رہا ہوں اس دوران جناب مسلم کا گزر قبیلہ کندہ کے خاندان جبلہ کے گھروں سے ہوا، جہاں ایک دروازے پر طوعہ نامی ایک خاتون کھڑی تھی۔ یہ خاتون اشعث بن قیس کی کنیزوں میں سے تھی اور اسکے ایک فرزند کی ماں بھی تھی مگر اشعث نے اسے اسی لئے آزاد کر دیا تھا پھر بعد میں یہ اسید حضرمی کے عقد میں آئی اور جس سے ایک فرزند بلال پیدا ہوا اور وہی بیٹا لوگوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا، چنانچہ ماں دروازے پر کھڑی اسی کی راہ دیکھ رہی تھی۔

مسلم نے طوعہ کو سلام کیا۔

طوعہ نے جواب سلام دیا۔

مسلم نے سوال آب کیا یہ خاتون فوراً پانی لے آئی مسلمؑ نے پانی پیا اور وہیں بیٹھ گئے۔

طوعہ ظرف آب گھر رکھ کر آئی اور کہا: اے بندۂ خدا کیا تو نے پانی نہیں پی لیا؟

حضرت نے فرمایا: کیوں نہیں۔

وہ بولی: پھر اپنے گھر بیوی بچوں کے پاس جا، جناب مسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔

طوعہ نے پھر یہی کہا مگر جناب مسمم نے کوئی جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ طوعہ نے کہا:

سبحان اللہ، اے بندۂ خدا! اٹھ خدا تجھے تندرستی عطا کرے اٹھ اپنے بیوی بچوں کے پاس جا، کیونکہ (زمانہ پر آشوب ہے) تیرا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں اور میں بھی تیرے یہاں بیٹھنے سے راضی نہیں ہوں۔

جناب مسلم اٹھے اور کہا:

اے معظمہ میرا اس شہر میں (گھر، بچے اور خاندان) کوئی نہیں، کیا ممکن ہے آج مجھ پر تو ایک احسان کر دے شاید اس کا بدلہ اتار سکوں۔

طوعہ نے کہا: کیا احسان!

جناب مسلم نے فرمایا: میں مسلم بن عقیل ہوں ان لوگوں نے مجھے فریب دے کر اپنے گھروں سے نکال دیا ہے۔

طوعہ نے تعجب سے کہا: آپ مسلم بن عقیل ہیں؟

فرمایا: ہاں میں ہی مسلم بن عقیل ہوں۔

طوعہ نے فوراً دروازہ کھول دیا اور کہا: جلد اندر آ جایئے۔

اس نے جناب مسلم کو گھر کے ایک حجرے میں فرش بچھا کر اس پر بٹھایا اور طعام لے کر آئی مگر حضرت نے اسے تناول نہ فرمایا۔ کچھ ہی دیر میں طوعہ کا فرزند گھر میں داخل ہوا، اس نے ماں کو ایک حجرے میں بار بار آتے جاتے دیکھا تو کہا:

قسم بخدا اس حجرے میں تیری بار بار رفت و آمد مجھے شک میں ڈال رہی ہے۔ گویا کوئی کام معمول سے ہٹ کر انجام دے رہی ہے؟

طوعہ نے کہا: تو اپنے کام سے کام رکھ اور مجھ سے یہ سوال نہ کر۔

بلال نے کہا: مجھے ضرور بتانا ہوگا،

طوعہ نے اس جملے کو دھرایا مگر جب دونوں میں تکرار ہوئی تو طوعہ نے کہا:

اے میرے بیٹے میں تجھے بتاتی ہوں مگر کسی کو آگاہ نہ کرنا۔

بلال نے کہا: جو تو کہے گی وہی ہوگا پس طوعہ نے قسم کھا کر سارا ماجرا بیان کر دیا، بلال سن کر خاموش رہا اور اس وقت جا کر سو گیا۔

اس شب کوفے میں کیا گزری؟

جب لوگ جناب مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ گئے اور کچھ دیر تک ابن زیاد نے وہ شور و غل جو صبح سے شام تک جناب مسلم کی حمایتیوں کی جانب سے ہو رہا تھا نہیں سنا تو وہاں موجود اپنے کارندوں سے کہا:

ذرا غور سے دیکھو کیا کوئی کہیں چھپا ہوا دکھائی دیتا ہے؟ انھوں نے محل کے اوپر سے دیکھا مگر انھیں کوئی نظر نہ آیا۔

ابن زیاد نے کہا: خوب اچھی طرح دیکھنا شاید کوئی سائبانوں تلے چھپا بیٹھا ہو۔

چنانچہ یہ لوگ محل سے نکل کر مسجد میں آئے اور مشعل ہاتھ میں لیے چھت کے تختے نکال کر کبھی شعلوں کو اوپر کی جانب بلند کرتے اور کبھی اسے نیچے کرتے تھے اور وہاں موجود سرکنڈوں ایک موٹھا اسی سے باندھ کر کو آگ لگائی، تاکہ مسجد خوب اچھی طرح روشن ہو جائے اور سائبان کے نیچے جہاں منبر بنا ہوا تھا دیکھا مگر

جب کوئی نظر نہ آیا تو جا کر ابن زیاد کو لوگوں کے منتشر ہو جانے کی خبر سنائی۔ پس مسجد کے مسدود دروازے کھلوا کر خود منبر پر جا بیٹھ ور اپنے ساتھیوں کو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ لکھا ہے، یہ وقت نماز عشاء سے پہلے کا تھا پھر عمرو بن نافع کو حکم دیا شہر میں علان کرے:

"اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ اس شخص کے خون کی ذمہ داری حکومت کے سر نہیں جو کوفے کا رہنے والا ہو یعنی یہاں کی کوئی بھی شخصیت ہو یا سپاہی ہو یا کوئی اور مگر نماز عشاء مسجد میں نہ پڑھے یعنی تمام اہل کوفہ پر لازم ہے کہ آج رات نماز مسجد میں ادا کریں۔"

لہٰذا کچھ ہی دیر میں مسجد اہل شہر سے پر ہو گئی پھر منادی نے ندا دی کہ نماز شروع ہو رہی ہے اور ابن زیاد نے اپنے ایک محافظ کو حکم دیا کہ حالت نماز میں اس کی حفاظت کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی حملہ کر دے۔ بہر حال نماز تمام ہوتے ہی ابن زیاد منبر پر گیا اور کہا:

امابعد! حسب تحقیق پسر عقیل کو جو نافہم و نادان ہے سب نے دیکھا کہ اس نے کیا کیا، اس نے خلاف ورزی انجام دی اور اختلاف ڈال دیا لہٰذا اس کی جان و مال کی ذمہ داری خدا پر نہیں مسلم جس شخص کے گھر میں ملے یا کوئی پکڑ کر اسے دے تو میں اس شخص کو خون مسلم کی قیمت ادا کروں گا۔

اے بندگان خدا! اللہ سے ڈرو، اپنی بیعت و اطاعت کو ہاتھوں سے نہ جانے دو اور نہ ہی اپنے اوپر عذاب کی راہوں کو کھولو اور حصین بن نمیر کی جانب جو کوفے کی پولیس کا رئیس تھا (جو قبیلہ بنی تمیم سے تھا) رخ کر کے کہا:

اے حصین بن نمیر تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے اگر کوفے کے دروازوں میں سے کوئی در کھلا رہ گیا ہو اور یہ شخص (مسلم بن عقیل) اسی دروازے سے نکل جائے اور تو اسے نہ لا سکے تو! میں نے تجھے پورے کوفہ پر مسلط کیا ہے لہٰذا تو جا اور اپنے سپاہیوں کو شہر بھر کے کوچہ و بازاروں میں روانہ کر دے یہاں تک کی صبح ہونے پر گھروں کی خوب اچھی طرح تفتیش کی جائے تا کہ اس شخص کو میرے حوالے کر سکو۔

اسکے بعد ابن زیاد اپنے محل کے اندر چلا گیا مگر پہلے عمرو بن حریث کو پرچم دے کر اسے لوگوں پر امیر بنایا اور جب صبح ہوئی تو دربار سجانے کا حکم دیا اور لوگوں کو ملاقات کی اجازت دی گئی لہذا لوگ گروہ در گروہ ملاقات کیلئے آنے لگے انھی لوگوں میں محمد بن اشعث وارد محل ہوا تو ابن زیاد نے اسے دیکھ کر کہا:

خوش آمدید کہتا ہوں خوش آمدید کہتا ہوں اس شخص کو جو ہماری محبت و دوستی میں دورنگی نہیں رکھتا اور ہماری دشمنی میں بدنام اور متہم نہیں اور اسے بلا کر اپنے پہلو میں جگہ دی۔

مشہور شیعہ شخصیات کی گرفتاری اور عوام کیلئے پرچم امان

جیسا کہ ذکر کیا گیا ابن زیاد نے دستور دیا کہ کوفہ میں فوجی حکومت کو نافذ کر دیا جائے اور تمام کوچہ و بازار کی تاکہ بندی کر دی جائے اور جو بھی مسلم بن عقیل کے قیام میں شریک تھا اسے گرفتار کیا جائے، لہٰذا اس دستور کے بعد مندرجہ ذیل افراد گرفتار کیے گئے:

عبداللہ بن علی بن یزید کلبی، عمارۃ بن صلحب ازدی، عبداللہ بن نوفل بن حارث، مختار بن ابی عبیدہ ثقفی، اصبغ بن نباتہ اور حارث بن اعور ہمدانی۔

دوسری جانب محمد بن اشعث کو مامور کیا گیا کہ پرچم امان کسی ایک محلے میں نصب کر دے کہ جو بھی اسکے تلے جمع ہوا اس نے گویا خود کو ہلاکت سے نجات دی لہٰذا جوق در جوق لوگ پرچم امان کے سائے میں اکھٹا ہونے لگے۔

ایک یاد دہانی اور ایک سوال

جو چیز ہر لکھنے اور پڑھنے والے کیلئے سوال بن کر ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ ایک روز قبل تک امام کی بیعت اور ان کے دشمن سے جنگ کیلئے اتنے زیادہ آمادہ تھے اور ہر طرح کا جنگی ساز و سامان مہیا کر رکھا تھا اور اس راہ میں ایک دوسرے کو شوق و ولولہ دلا رہے تھے تو آخر کیا ہوا جو ایک مرتبہ سب اپنے ایمان و عقیدے سے پھر گئے؟ بالفرض اگر لوگوں کی اکثریت نے ایسا کیا بھی تو خاص باایمان اور ثابت قدم افراد مثلاً: مسلم بن عوسجہ حبیب ابن مظاہر اور ابو ثمامہ صائدی وغیرہ اس رات کہاں تھے کہ ان کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھا؟ یہاں تک مسلم بن عقیل شہر کوفہ میں یکہ و تنہا، حیران و پریشان بھٹکے ہوئے اتفاقی طور پر طوعہ نامی خاتون کے گھر پناہ گیر ہوئے؟

بے شک یہ وہ سوال ہے جس کا مکمل جواب ملنا مشکل نظر آتا ہے مگر ایک بات کو بہر حال ذہن نشین رکھنا ہوگا کہ اس شہر میں بیس سال سے زیادہ اموی ظالم حکمرانوں کی حکومت کو گزر چکے تھے جن میں زیاد بن ابیہ جیسا خونخوار اور جابر حکمران سرفہرست ہے جو شیعہ گری اور حب اہل بیتؑ کے جرم میں صبح و شام دسیوں بے گناہ افراد کے ہاتھ پیر کٹواتا تھا اور انھیں معذور بنا دیتا تھا یا پھر انھیں قتل کر دیتا تھا، لہٰذا یہاں کے اکثر لوگوں کے مزاج میں بزدلی، بے ثباتی اور دنیا پرستی رچ بس گئی تھی اور یہاں کے لوگوں نے سالوں سے امام حسینؑ جیسا باایمان اور شجاع رہبر نہ دیکھا تھا جو اسلام کے دفاع کی خاطر تمام رعب، دبدبے، لالچوں اور پروپیگنڈوں کا مقابلہ کرتے یہاں تک کہ ایمان و عقیدے کی سربلندی کیلئے اپنا سر قربان کر دیتا۔ لہٰذا ایسی فضاء میں عوام مکمل طور پر حاکم کے طابع ہو جاتی ہے اور اگر اس کے خلاف ہمت کر بھی لیں تو بہت جلد شجاعت، شہامت اور اپنی انانیت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ رہا اہم شخصیات مثلاً مسلم بن عوسجہ اور حبیب بن

مظاہر کا ذکر تو ان کے بارے میں کچھ احتمال دیئے جاتے ہیں مثلاً یہ لوگ وہاں اس ماجرا میں موجود نہیں تھے، بلکہ شہر سے باہر اپنے قبائل کے درمیان حکم کے انتظار میں دن کاٹ رہے تھے، کیونکہ جناب مسلمؑ کا قیام اور لوگوں کا ساتھ دینا (جیسا کہ بیان ہوا) اچانک اور ناگہانی طور پر ظہور پذیر ہوا یہ حضرات ایک طے شدہ دستور العمل کے مطابق مخفی تھے، تاکہ بکھرے ہوئے لوگوں کو متحد کرسکیں اور اسی طرح یہ حضرات جانتے تھے امام حسینؑ مکہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہو چکے ہیں چنانچہ خود کو مخفی رکھ کر امام حسینؑ سے پیوست ہونا چاہتے تھے تاکہ بعد میں رونما ہونے والے حادثات میں جان نثاری اور فداکاری کا مظاہرہ کرسکیں۔

بہر حال اتنا ضرور مسلم ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے جو دحشت، فریب اور تشدد کی فضاء قائم کررکھی تھی اس نے کسی کو اجازت نہیں دی کہ وہ علنی مخالفت کرسکے کیونکہ ھانی بن عروہ جیسی قوی شخصیت کو بھی مخالفت کا سخت خمیازہ بھگتنا پڑا جبکہ شاید ان کا بھی شہید ہوجانا کسی خاص فائدے کا حامل نہیں ہوتا۔

بحث کا بقیہ حصہ

بہر حال اہل تاریخ لکھتے ہیں:

جناب مسلمؑ نے وہ رات طوعہ کے گھر گزاری اور جب صبح نمودار ہوئی تو اسکا بیٹا بلال محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمن کے پاس گیا اور اسے مسلم بن عقیل کا اپنے گھر میں رات گزارنا بتایا۔ عبدالرحمان اپنے باپ (محمد) کی تلاش میں ابن زیاد کے دربار میں پہنچا جہاں وہ ابن زیاد کی بغل میں بیٹھا ہوا تھا پس یہ اپنے باپ کے پاس جاکر سرگوشی کرنے لگا مگر ابن زیاد متوجہ ہوا اور پوچھا کیا بات ہے؟ اور اپنی اس نازک تلوار سے اشارہ کرکے کہا: اٹھو اور اسے فوراً میرے پاس لے آ اور اپنے چند افراد کو ان کے ساتھ روانہ کیا، کیونکہ یہ جانتا تھا کہ کوئی بھی اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ مسلم بن عقیل اس کے قبیلے سے گرفتار کیا جائے اور پھر ان کے ہمراہ عبید بن عباس سلمی کو بنی قیس کے ستر افراد دے کر مسلم بن عقیل کی پناہ گاہ کی جانب روانہ کیا۔

جناب مسلم نے جب گھوڑوں کی ٹاپوں اور فوجیوں کی ہنگامہ خیز آوازیں سنیں جو گرفتار کرنے آرہے تھے تو اپنی شمشیر اٹھا کر باہر نکلنا چاہتے تھے کہ اتنے میں وہ گھر میں گھس آئے تو جناب مسلم نے ان پر حملہ کیا اور ان پر اتنا سخت حملہ کردیا کہ وہ دور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ انھیں گھر سے باہر نکال دیا۔ مگر انھوں نے دوبارہ حملہ کیا اور مسلم نے بھی اتنا سخت حملہ کردیا کہ وہ دور ہوتے چلے گئے، جناب مسلم بن عقیل اور بکر بن حمران احمری کے درمیان سخت مقابلہ ہونے لگا۔ اسی اثناء میں جناب مسلم کے دھان مبارک پر اس کی تلوار لگی جس نے حضرت کے لب بالا کو زخمی کرتے ہوئے دندان مبارک کو شہید کردیا جس پر حضرت مسلم نے ایسا وار کیا جس سے بکر بن حمران کا بدن سر سے کمر تک دو ٹکڑے ہوا۔ یہ دیکھ کر دشمنوں پر اتنا رعب طاری

ہوا کہ مقابلہ چھوڑ کر چھتوں پر چڑھ گئے اور وہاں سے کبھی حضرت پر سنگ باری کرنے لگے اور کبھی آگ پھینکنے لگے، جناب مسلم نے جب یہ دیکھا تو گلی کوچوں میں موجود دشمنوں پر حملہ کیا اس پر محمد بن اشعث نے پکار کر کہا:

تیری جان کو ہم امان دیتے ہیں لہٰذا یوں ہی خود کو مرنے پر مجبور نہ کر

مگر جناب مسلم نے جواب کے طور پر ان اشعار کو پڑھا:

اقسمت لا اُقتل الا حرّاً — انی رأیت الموت شیئاً نکرا

ویجعل البارد سخناً مرّاً — ردّ شعاع الشمس فاستقرّا

کلّ امریٔ یوماً ملاق شرّاً — أخاف ان اُکذب او اغرّا

''میں نے قسم کھائی ہے کہ فقط آزادی کے ساتھ جان دوں گا بے شک میں نے بستر کی موت کو بُرا جانا ہے۔ ٹھنڈی شے کو گرم و تلخ کرے خورشید کا سایہ آخر پلٹ کر ٹھہرے گا۔ زندگی میں ہر شخص کو نرم و گرم دن دیکھنا پڑتے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ میری نسبت جھوٹ و فریب کا سہارا لیا جائے گا۔''

محمد بن اشعث نے کہا:

ہم تجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے اور نہ ہی تجھے فریب دیں گے تو ہماری امان میں ہے پس بے ثباتی کا ثبوت نہ دے اور بے شک یہ لوگ (عبیداللہ ابن زیاد وغیرہ) تیرے چچازاد ہیں کہ یہ بھی تیری طرح اہل حجاز ہیں اور تیری اور ان کی ذات بھی ایک ہی ہیں، لہٰذا وہ تجھے نہیں مار سکتے اور نہ ہی تجھے کوئی زیان پہنچے گا۔

ادھر جناب مسلم پتھروں کے زخموں سے چور ہو چکے تھے اور خستگی کی حالت میں جب ان کا سانس بہت پھول رہا تھا تو طوعہ کے گھر کی دیوار سے سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ محمد بن اشعث نے اپنی بات کو دھرایا کہ تو امان میں ہے۔ جناب مسلم نے فرمایا:

کیا میری جان کو امان ہے؟

کہا: ہاں امان ہے۔

جناب مسلم نے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا میری جان کو امان ہے؟

انھوں نے بھی کہا: ہاں امان دیتے ہیں مگر عبیداللہ بن عباس سلمی نے کہا:

مجھے اس بارے میں نہ تو مادہ شتر ہے اور نہ ہی نر شتر۔ [۲۸]

---

[۲۸] یعنی میری کوئی حقیقت نہیں جو امان دے سکوں یہ عربوں میں (شتر مادہ...) ضرب المثل ہے جو کسی کام سے مبرا ہونے کا اعلان ہوتا ہے کہتے ہیں یہ ضرب المثل سب سے پہلے حارث بن عبد یا صدوف بن حلیس عذریہ نے استعمال کی جس کی داستان بھی مجمع الامثال ج۲، ص۱۷۱ میں نقل ہوئی ہے۔

جناب مسلم نے فرمایا: اگر مجھے امان نہیں ہے تو میں بھی خود کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔
پس مرکب لا کر جناب مسلم کو سوار کیا گیا سپاہیوں نے ان کے گرد ننگی تلواروں سے حلقہ بنالیا جناب مسلم یہ منظر دیکھ کر نا امید ہونے لگے اور نہ جانے کیا سوچ کر ان کے اشک جاری ہوئے اور فرمایا: یہ تمہارا پہلا فریب ہے۔
محمد بن اشعث نے کہا: امید ہے تجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔
جناب مسلم نے فرمایا: جو تم نے کہا تھا مجھے اسی کی امید تھی پھر تمہاری امان کہاں گئی؟ اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہوئے گریہ فرمایا۔
عبیداللہ بن عباس سلمی نے کہا:

''ہر اس چیز کا طالب، جسے تو نے بھی چاہا تھا یعنی ریاست وسربراہی کا طالب ہو اور پھر اسے یہ دن دیکھنا پڑیں جو تو دیکھ رہا ہے تو اسے رونا نہیں چاہیے۔''

یعنی آرزوؤں کی برآوری کیلئے ناگوار موڑ سے گزرنا پڑتا ہے اور جو ایسا اقدام کرے اسے ایسے ہی دن کا منتظر رہنا چاہیے۔
جناب مسلم نے فرمایا:

انّی واللہ ِمالنفسیُ بَکیتُ ولالھامِنَ القتلِ أرْثی وانْ کُنتُ لَمْ أُحبُّ لھاطرفَۃَ عینٍ تلفاً،ولکنْ أبکی لاھِلِیَ المُقبِلین الیّ ،لِلْحُسین و آل الحُسیْن علیہ وعلیھم السّلام

''خدا کی قسم میں اپنے لیے نہیں رو رہا ہوں اور مجھے اپنے قتل کا کوئی خوف نہیں اگرچہ مجھے چشم زدن کے برابر اپنا نقصان پسند نہیں (پھر بھی اپنے لیے نہیں رو رہا ہوں) بلکہ اپنے عزیزوں اور اہل خاندان کیلئے جو میری جانب آرہے ہیں رو رہا ہوں میں تو اپنے مولا و آقا حسینؑ بن علیؑ اور اُن کے خاندان کیلئے رو رہا ہوں۔''

پھر محمد بن اشعث کی جانب رُخ کر کے فرمایا:

''اے بندۂ خدا مجھے نظر آرہا ہے جو امان تو نے مجھے دی ہے تو اس میں ناتواں اور بے اختیار رہے گا اور ابن زیاد تیرے دی ہوئی امان کو قبول نہیں کرے گا، لہٰذا وہ مجھے مار دے گا۔ بنابرایں خود حسین بن علیؑ کو اپنی گرفتاری اور اہل کوفہ کی بے وفائی کی خبر نہیں پہنچا سکتا آیا ممکن ہے تو یہ کار خیر انجام دے کہ کسی قاصد کو حسین بن علیؑ کی جانب بھیج کر میری جانب سے پیغام پہنچا دے؟ کیونکہ میرے خیال میں میرا امام آج سوئے کوفہ روانہ ہو چکے ہیں یا پھر کل اپنے خاندان کے ساتھ سفر شروع کریں گے، انھیں کہنا مسلم بن عقیل نے پیغام بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں گرفتار ہو چکا ہے

اور مسلم کا خیال ہے ان کا شام تک بھی زندہ رہنا مشکل ہے اور وہ (مسلم) کہتا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپؑ اپنے اہل وعیال کو لے کر واپس جائیں، تا کہ اہل کوفہ آپؑ کو دھوکہ نہ دے سکیں، کیونکہ یہ لوگ آپؑ کے پدر گرامی کے ساتھ تھے مگر حضرت ان سے دوری یا موت جانے کی تمنا کرتے تھے، اہل کوفہ جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں اور جھوٹے لوگ تدبیر سے عاری ہوتے ہیں۔"

محمد بن اشعث نے کہا:

قسم بخدا میں تیری آرزو پوری کروں گا اور ابن زیاد سے کہوں گا کہ میں نے مسلم کو امان دی ہے امید ہے وہ میری امان کو مان لے گا۔

چنانچہ یہ لوگ جناب مسلم کو لے کر دربار ابن زیاد کی جانب چلے اور محل میں داخل ہو کر ابن اشعث نے ابن زیاد کو گرفتاری کی ساری داستان سنائی اور اسے بتایا کہ بکر نے اسے تلوار سے زخمی کیا اور میں نے مسلم کو امان دی ہے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے یہ سن کر کہا:

تو کون ہوتا ہے امان دینے والا، کیا میں نے تجھے امان دینے بھیجا تھا یا مسلم کو لانے کا حکم دیا تھا؟

محمد بن اشعث خاموش ہو گیا، ادھر جناب مسلم کو اس حال میں دربار میں لا گیا کہ آپ سخت پیاسے تھے، محل کے دروازے پر عمارۃ بن عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن حریث، مسلم بن عمرو اور کثیر بن شہاب وغیرہ اجازت کے منتظر بیٹھے تھے ان کے پاس ٹھنڈے پانی کا ظرف دیکھ کر جناب مسلم نے فرمایا:

"اس پانی میں سے تھوڑا سا مجھے بھی پلا دیں۔"

مسلم بن عمرو نے کہا: دیکھ رہے ہو یہ پانی بہت ٹھنڈا ہے؟ قسم بخدا تو ایک قطرہ بھی نہیں پی پائے گا یہاں تک کہ تجھے حمیم جہنم نصیب ہو۔

جناب مسلم نے فرمایا: تجھ پر وائے ہو تم کون ہے؟

مسلم بن عروہ بولا:

میں وہ ہوں جس نے حق کی شناخت کی ہے اور تو نے اس کا انکار کیا، میں نے اپنے امام و رہبر سے خیر خواہی انجام دی مگر تو نے خیانت کی اور میں نے اس کی پیروی کی مگر تو نافرمانی کا مرتکب ہوا میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔

جناب مسلم نے فرمایا:

تیری ماں اولاد کے غم میں روئے تو کتنا جفا کار، بد اخلاق اور سنگ دل آدمی ہے اے باہلہ کے بیٹے تو مجھ سے جہنم کی بات کرتا ہے جبکہ تو حمیم جہنم اور عذاب الیم کے قابل ہے یہ فرما کر دیوار کا سہارا لیا اور

بیٹھ گئے۔

عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو بھیجا کہ اس ظرف آب سے جس پر رومال پڑا ہے کٹورے میں پانی لائے وہ جب پانی لایا تو حضرت مسلم کو دیکھ کر کہا: اے مسلم پانی پیو، جناب مسلم نے کٹورا لیا اور جب پانی پینے لگے تو پانی خون دھان سے رنگین ہو گیا وہ دوبارہ پانی لایا مگر پھر وہی بات ہوئی اس طرح وہ تیسری مرتبہ پینا چاہتے تھے کہ اگلے دو دانت کٹورے میں آ گرے یہ دیکھ کر فرمایا:

''خدا کا شکر بجا لاتا ہوں اگر پانی قسمت میں ہوتا تو ضرور پیتا۔''

کچھ دیر بعد ایک غلام ابن زیاد کے محل سے باہر آیا اور حکم دیا کہ مسلم بن عقیل کو دربار میں لایا جائے۔ جناب مسلم دربار میں داخل کیے گئے تو آپ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا تو وہاں کھڑے ایک محافظ نے کہا امیر کو سلام کیوں نہیں کرتے، حضرت مسلم نے فرمایا:

''جب یہ مجھے مارنا چاہتا ہے تو اس پر سلام کیا اور اگر نہیں مارنا چاہتا تو میں اس سلام کے بعد اس کو مہنگا پڑوں گا۔

ابن زیاد نے کہا: مجھے اپنی جان کی قسم تم ضرور مارے جاؤ گے۔

جناب مسلم نے پوچھا. تو مجھے مارے گا؟ کہا: ہاں۔

فرمایا: پھر مجھے اپنے لوگوں سے چند وصیتیں کرنے دے۔

کہا: اجازت ہے۔

چنانچہ جناب مسلم نے عبیداللہ ابن زیاد کے ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کی جانب دیکھا تو ان کے درمیان عمر بن سعد بن ابی وقاص بیٹھا تھا فرمایا:

اے عمر میرے اور تیرے درمیان قرابت داری ہے اس لیے تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں، لہٰذا تجھ پر ضروری ہے کہ تو اس وقت میرا ساتھ دے میں تجھ سے تنہائی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

عمر نے وصیت سننے سے انکار کیا۔ عبیداللہ نے کہا وصیت کیوں نہیں سنتے؟ تب عمر اپنی جگہ سے اٹھا اور حضرت مسلم کے ساتھ دربار کے ایک گوشے میں جس جگہ عبیداللہ دیکھ رہا تھا بیٹھ گیا۔ جناب مسلم نے فرمایا:

''میں کوفہ میں مقروض ہوں اور میں نے سات سو درہم کی رقم کوفہ میں آمد کے وقت بعنوان قرض لی تھی، لہٰذا میری تلوار اور زرہ کو فروخت کر کے اس قرض کو ادا کرنا اور جب مار دیا جاؤں تو میرے جسد کو ابن زیاد سے لے کر دفن کر دینا اور ایک قاصد حسینؑ کی جانب روانہ کر جو انھیں مزید سفر کرنے سے روک سکے، کیونکہ میں حضرت کو لکھ چکا ہوں یہاں کے لوگ آپؑ کے ساتھ ہیں، لہٰذا گمان کرتا ہوں حضرت کوفہ طرف سفر میں ہوں گے۔''

عمر نے ابن زیاد کے نزدیک آ کر (تاکہ زیاد اس سے متعلق بدگمان نہ ہو) کہا: اے امیر! جانتے ہو مجھ سے کیا وصیت کی ہے؟ اور تمام وہ باتیں جو جناب مسلم نے عمر کو بتایا تھا ابن زیاد کو بتادیا اس پر ابن زید نے کہا.

امین انسان تو خیانت نہیں کرتا مگر کوئی بات نہیں بعض اوقات خائن امین بن جاتا ہے (یعنی اگر تو امین ہوتا تو کبھی مسلم کے ساتھ خیانت نہ کرتا اس لیے کہ اس نے یہ سب تجھے امین جانتے ہوئے کہا تھا۔) ۲۹

اور کہا: رہا اس کے مال کا اختیار (یعنی زرہ و شمشیر کے فروخت کرنے کی وصیت تاکہ قرض ادا ہو سکے) تو وہ تجھے مبارک ہو اور بدن بھی جب ہم ماردیں تو جو چاہو انجام دینا (یعنی دفن کردینا) لیکن حسینؑ کی جہاں تک بات ہے تو اگر انھیں ہم سے کوئی سروکار نہیں تو ہمیں بھی ان سے کوئی واسطہ نہیں (اگر وہ مجھے بھگانے نہیں آرہے تو مجھے بھی انھیں نہیں بھگانا ہے۔)

جناب مسلم کے ساتھ ابن زیاد کا مکالمہ اور شہادت

پھر ابن زیاد نے جناب مسلم سے کہا:

خاموش رہو، اے ابن عقیل تم نے آ کر اس شہر کے لوگوں میں اختلاف پیدا کیا اور انھیں باہم دست و گریباں کر کے دشمن بنادیا۔

جناب مسلم نے جواب دیا:

''میں ہرگز ان کاموں کیلئے یہاں نہیں آیا ہوں، بلکہ اس شہر کے لوگوں نے جب دیکھا کہ تیرے باپ نے ان کے متقی اور پرہیزگار لوگوں کو قتل کردیا، ان کے خون کو مباح جانا اور ان کی نسبت ایران و روم کے بادشاہوں کی سنت کو زندہ کیا تو ہم ان کو عدل و انصاف دینے آئے، تاکہ کتاب خدا (قرآن) کے حکم پر لوگوں کو دعوت دیں۔''

ابن زیاد نے جناب مسلم کا حقیقت پر مشتمل دندان شکن جواب پا کر (مجبور لوگوں کا رائج طریقہ) خشم و غضب کو اس لئے اختیار کیا کہ کہیں دربار میں موجود لوگ مسلم کی گفتگو سے متاثر نہ ہو جائیں۔ اس نڈر اور حق کے مجاہد کو خاموش کرنے کی ایک راہ جو تہمت و افتراء پر مبنی تھی اپناتے ہوئے کہا:

مجھے ان باتوں سے کیا سروکار، جب تم مدینہ میں شراب نوشی کرتے تھے اس وقت عدل و انصاف اور احکام قرآنی کو لوگوں میں کیوں نافذ نہیں کیا؟

جناب مسلم نے (انتہائی تعجب سے) فرمایا:

''میں اور شراب؟ اے ابن زیاد! خدا کی قسم تو نے جھوٹ اور افتراء کا سہارا لیا ہے، کیونکہ میں وہ

---

۲۹ عربوں کے درمیان ضرب المثل رائج ہے: ''ویل لمن کفرہ'' بس پروائے ہو جس کی نمرود تکفیر کرے دیکھئے عمر بن سعد کی خیانت کہاں تک پہنچ چکی تھی کہ عبیداللہ ابن زیاد جیسا خائن، بدکردار فضول آدمی اسے خائن کہہ رہا ہے۔

نہیں جو تو بتا رہا ہے جبکہ تجھ سے بڑا شراب خور کون ہوسکتا ہے اور تجھ سے بڑا کتا جس نے خون مسلمین سے اپنی زبان تر کی کون ہوسکتا ہے؟ اور خدا نے جن کے خون کو حرام قرار دیا انھی کو قتل کرنے والا تیرے علاوہ کون ہے؟ تو نے بے گناہ افراد کا بدگمانی اور دشمنی کے بل بوتے پر قتل عام کیا اور پھر بھی اس طرح لہو ولعب میں سرگرم ہے کہ گویا وہ بچوں کا کھیل تھا اور تو نے گویا کچھ بھی نہیں کیا۔"

ابن زیاد نے جب دیکھا تہمت وافتراء کے استعمال نے اس کی بات بگاڑ دی تو وہاں حاضر لوگوں کے ذہنوں کو موضوع سے ہٹانے کیلئے کہا:

اے تباہی مچانے والے جس کی تجھے آرزو (یعنی ریاست وسربراہی) تھی وہ خدا نے تجھے اس لئے نہیں دی کہ تو اس کا لائق نہیں تھا۔

جناب مسلم نے فرمایا: اگر ہم اسکے لائق نہیں تو پھر کون لائق ہے؟

ابن زیاد نے کہا: امیر المومنین یزید۔

جناب مسلم نے فرمایا:

"ہر حال میں خدا کا شکر گزار ہوں اور تمہارے اور اپنے درمیان اسی پروردگار کے فیصلے پر راضی ہوں۔"

ابن زیاد حضرت مسلم کے دل میں خوف بٹھانے کیلئے ،تا کہ وہ مزید گفتگو سے باز آجائیں بولا

میں نے اگر تجھے قتل نہ کیا تو خدا مجھے غارت کرے اور میں تجھے اس انداز میں قتل کروں گا گویا اسلام میں ایسا کبھی قتل نہ کیا ہوگا۔

جناب مسلم نے فرمایا:

"ہاں تو ایسے ہی کام کا سزاوار ہے کہ اسلام میں اس چیز کو لے کر آئے جواب تک نہ تھی اور بے شک تو، بے رحمی اور شقاوت کے ساتھ قتل کرنے میں اور ہاتھ پیر کاٹنے میں کسی کو اس وقت نہیں بخشا جب وہ تیرے آگے کامیاب نظر آتا ہے"۔

بس ابن زیاد، مسلمؑ کو خاموش کرنے کے تمام حیلوں اور مکاریوں میں جب ناکام ہوا تو دوسرے ستمگروں کی طرح دشنام اور گالی گلوچ پر اُتر آیا اور کبھی امام حسینؑ کیلئے ،کبھی جناب عقیل اور کبھی مسلمؑ کیلئے بدزبانی سے کام لیا۔

مگر جناب مسلمؑ جو مرد تقویٰ اور پرہیز گار انسان تھے اس راہ کو نہیں اپنا سکتے تھے اس پست و بے شرم انسان کے آگے خاموش ہوگئے ۔مگر ابن زیاد نے جب جناب مسلم کو خاموش کرنے میں خود کو کامیاب پایا تو اس

سے پہلے کہ حضرت کی تیز زبان دوبارہ چلے حکم دیا کہ اسے محل کی چھت پر لے جا کر قتل کردیا جائے اور سرو بدن کو چھت سے نیچے پھینک دیں۔

جناب مسلم نے (اس حال میں کہ انھیں لے جایا جارہا تھا) فرمایا:

اگر میرے اور تیرے درمیان قرابت داری ہوتی تو کبھی تُو مجھے قتل نہ کرتا۔ جو کنایہ تھا اس بات کی جانب کہ تو زنازادہ ہے۔

ابن زیاد نے محسوس کیا کہ ایک لمحے بھی مسلم کا زندہ رہنا اس کی رسوائی کا باعث بن رہا ہے تو پکار کر کہا:

وہ کہاں ہیں جس کے سر پر مسلم نے تلوار ماری تھی۔ ۳۰

بکر بن حمران کو بلایا وہ سامنے آیا تو ابن زیاد نے کہا:

محل کی چھت پر لے جا اور اپنی ضربت کا بدلہ لیتے ہوئے اس کی گردن مار دے۔

اس نے حضرت مسلم کا ہاتھ پکڑا اور لے کر چلا، ادھر جناب مسلم نے تکبیر کی صدا بلند کی اور استغفار کے جملات دہرائے اور رسول خداؐ پر درود بھیجنے لگے اور فرمایا:

''بارالہا! تو ہی میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر جنھوں نے مجھے فریب دیا اور مجھ سے جھوٹ بولا اور میری نصرت سے منہ موڑا۔''

جناب مسلم کو دارالامارہ کی چھت پر اس مقام پر لے گئے جواب (یعنی شیخ مفیدؒ کے زمانے میں) موچیوں کی جگہ ہے اور وہاں سر کو جھکوا کر اسے قلم کردیا گیا اور سر نیچے پھینک دیا اس کے بعد بدن کو بھی نیچے گرادیا۔ (اور اس طرح دل خراش اور سفاک انداز میں ان ظالموں نے جناب مسلم کو شہید کردیا۔)

ہانی بن عروہ کی شہادت

اس حادثے کے بعد محمد بن اشعث نے اٹھ کر ہانی بن عروہ کو آزاد کردینے کی سفارش کی اسے کہا:

اے ابن زیاد! تو اس شہر میں ہانی کے مقام و رتبے کو خوب جانتا ہے اور تو جانتا ہے کہ اس کی شخصیت قوم و ملت میں کیسی ہے؟ اور اس کا قبیلہ بھی یہ جانتا ہے میں ہی اپنے ساتھی (اسماء بن خارجہ) کے ساتھ اسے تیرے پاس لایا ہوں، لہٰذا تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں اسے میرے حوالے کردے، کیونکہ مجھ میں ہمت نہیں کہ شہر کے لوگوں اور اسکے قبیلے والوں کی دشمنی مول لوں۔

ابن زیاد نے پہلے تو بات بظاہر مان لی مگر کچھ ہی دیر بعد اپنے وعدے سے پھرتے ہوئے ہانی کے قتل کا

---

۳۰ ابن زیاد کی مراد بکر بن حمران تھا جو جناب مسلم سے جنگ کے دوران آپ کی ضربت کا شکار ہوا۔ اگر داستان جنگ سے تو یہی سمجھ میں آتا ہے وہ اس ضربت کی تاب نہ لاتے ہوئے مر گیا تھا یا کم از کم اس کام (قتل جناب مسلم) کے قابل ہرگز نہیں تھا۔ واللہ اعلم۔

مصمم ارادہ کیا، انھیں دربار میں بلاکر ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی کا سر بازار میں قلم کر دیا جائے۔ الغرض جناب ہانی کو باہر لایا گیا، تا کہ بازار میں جہاں گوسفندوں اور بھیڑوں کو فروخت کیا جاتا تھا لے جایا جائے جناب ہانی کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

اے قبیلہ مذحج والو کہاں ہو؟ آج کیا مذحج میرے لیے نہیں رہا؟ کہاں ہے قبیلہ مذحج؟

گویا وہ اس طرح استغاثہ کر رہے تھے مگر جب کوئی مدد کو نہیں آیا تو اپنے ہاتھوں کو جھٹکا دے کر رسن کھول کر پکارنے لگے:

کیا کوئی عصا، پتھر، خنجر یا ہڈی نہیں جس سے انسان اپنا دفاع کر سکے۔

سپاہیوں نے دھاوا بول کر مضبوطی سے باندھ دیا اور ان سے کہا:

اے ہانی اپنی گردن جھکاؤ تا کہ گردن مار دی جائے۔

جناب ہانی نے فرمایا:

''میں اپنی جان دینے میں سخاوت سے کام نہیں لوں گا اور نہ ہی اس میں تمہاری مدد کروں گا۔''

تب ابن زیاد کا ترک غلام جس کا نام رشید تھا آگے بڑھا اور ہانی کی گردن پر تلوار کا وار کیا جو بہر حال کارگر نہ ہوسکا، جناب ہانی نے فرمایا:

''انا للہ و انا الیہ راجعون اے خدا! میں تیری رحمت اور خوشنودی کی سمت آ رہا ہوں''

اور فوراً دوسرا وار چلا جس پر اس عالی مرتبت شخصیت کی روح پرواز کر گئی رحمۃ اللہ ورضوانہ علیہ خدا انھیں اور ان کے خاندان کو سچا مسلمان ہونے پر جزاء خیر عطا کرے۔

عبداللہ بن زبیر اسدی یا کسی اور شاعر کے جناب مسلم اور جناب ہانی کے بارے میں یہ اشعار نقل ہوئے ہیں:

فان کنت لاتدرین مالموت فانظری	الی ھانی فی السّوق و ابن عقیل
الی بطلٍ قدھشّم السّیفُ وجہ	و آخر یھوی من طمار قتیل
اصابھما أمرُ الامیر فاَصبحا	احادیث مَنْ یسری بِکُلّ سَبِیْل
تری جسدًا قدغَیَّر الموتُ لَونہ	ونُضح دمٍ قدسال کُلّ سبیل
فتًی ھو أحیامن فتاةٍ حییّة	واقطع من ذی شفرتین صقیل
أیرکب اَسماء الھمالیج آمناً	وقدطلبتہ مذحج بُذحول
یُطیفُ ھو الیہ مُرادُ و کُلّھُمْ	علی رقبة من سائل ومسول
فان انتم لم تثأ روا بأخیکم	فکونوا بغایا اُرضیت بقلیل

''اگر تو نہیں جانتا کہ موت کسے کہتے ہیں تو ھانی اور مسلم بن عقیل کو بازار میں دیکھ، وہ پہلوان جس کے چہرے کو تلوار نے خورد کر دیا اور وہ دوسرا مرنے والا جسے اوپر سے گرا دیا گیا، انھیں حاکم کے حکم سے گرفتار کیا

اور اس طرح ہر مسافر کی زبان پر ان دونوں کی داستان عام ہوگئی۔ (اور ان کا مارا جانا زبان بہ زبان نقل ہونے لگا) اس کٹے سر کو دیکھ رہے ہو، موت نے جس کا رنگ بدل ڈالا اور جس کی ناک سے بہنے والا خون جا بجا پڑا ہے۔ اس جوان کو دیکھ رہے ہو جو ایک جوان لڑکی سے زیادہ شرم وحیا کا مالک تھا مگر (شجاعت و دلاوری میں) صیقل دی ہوئی تلوار دو دھاری سے زیادہ کاٹ رکھتا تھا۔ کیا اسماء (بن خارجہ جو ھانی کو پیش کرنے والوں میں سے تھا) بے خوف وخطر اپنے مرکب پر سوار ہوتا ہے جبکہ قبیلہ مذحج یعنی ھانی کے پیروکار اس سے ہانی کا خون بہا چاہتے ہیں۔ اور قبیلہ مراد کو (جو ہانی کے ہم نسل ہیں) دیکھو جو اسماء کے گرد گھوم رہے ہیں تا کہ اس سے پوچھیں یا اسے بتائیں۔ پس اگر تم (اے قبیلہ مذحج و مراد والوں) اپنے بھائی کے خون کا انتقام نہ لے سکو تو اس بدکار عورت کی طرح ہو جاؤ جو تھوڑی سی قیمت پر راضی ہو جاتی ہے۔"

شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں:

جب جناب مسلمؑ اور جناب ھانیؒ مار دیئے گئے تو عبیداللہ بن زیاد نے دونوں کے سر ہانی بن ابی حیہ وادعی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ذریعے یزید بن معاویہ کو روانہ کیئے اور اپنے کاتب کو حکم دیا کہ ان دونوں کے حالات تحریر کرے، چنانچہ عمرو بن نافع نے بہت ہی مفصل خط یزید کے نام تحریر کیا (یہ پہلا کاتب ہے جو طولانی تحریر لکھا کرتا تھا) جسے دیکھ کر عبیداللہ جھنجھلا اٹھا اور کہا: لکھ میں بتاتا ہوں:

"امابعد! اس خدا کا شکر بجالاتا ہوں جس نے امیر المومنین یزید کا حق محفوظ رکھا اور اس کے دشمن سے خود حساب لیا امیر المومنین یزید کا حق محفوظ رکھا اور اسکے دشمن سے خود حساب لیا، امیر المومنین کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ مرادی کے گھر پناہ لی تو میں نے اس پر جاسوس ونگہبان لگا دیئے اور میں نے اپنے خفیہ لوگوں کے ذریعے نقشہ کشی کی تا کہ وہ گھروں سے نکل آئیں اور اس طرح میں ان پر مسلط ہو گیا، لہٰذا دونوں کے سر ھانی بن ابی حیہ وادعی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ذریعے آپ تک بھیج رہا ہوں کیونکہ یہ آنے والے دونوں نیک اور پرہیزگار بھی ہیں اور بہت سی معلومات بھی رکھتے ہیں۔ والسلام۔"

یزید نے جواب میں لکھا:

امابعد! تو ایسا ہی ہے جیسا میں چاہتا تھا تو نے دور اندیش لوگوں کی طرح اقدام کیا اور باہمت شجاعوں پر بے باکانہ حملہ کیا اور ہمیں اپنے دشمن سے بے نیاز کر دیا، میں نے تنہائی میں تیرے بھیجے ہوئے قاصدوں سے سوالات کیے تو معلوم ہوا کہ وہ فکر وفضیلت میں ایسے ہی ہیں جیسا تو نے ان کے بارے میں لکھا تھا۔ پس ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ رکھنا اور مجھے بتایا گیا ہے کہ حسین بن علیؑ سوئے عراق سفر کر رہے ہیں لہٰذا جاسوس، نگہبان اور مسلح افراد کو آمادہ رکھو، ظن وگمان کے بل بوتے

پر لوگوں کو گرفتار کرو اور تہمت کی بنیاد پر لوگوں کو قتل کر ڈالو۔ یعنی ہماری مخالفت کا جس پر بھی گمان ہو جائے اسے اسیر بنالو اور جس کو بھی ہماری مخالفت کی نسبت دی جائے اگرچہ تہمت ہی کیوں نہ ہو اسے قتل کردو اور جو بات بھی ہو اس سے مجھے ضرور آگاہ رکھو۔

حواشی وحوالہ جات

۱ [نقل از کتاب الوافی المسلمۃ الشرقیہ ج۱ص ۴۴]

۲ [حیاۃ الامام الحسین ج۲ص ۳۳۵]

۳ [ارشاد (مترجم) ج۲ص ۳۴ تاریخ طبری (طبع مصر ۱۳۵۸) ج۴ص ۲۶۲، کامل ابن اثیر ج۴ص ۲۱]

۴ [قاموس الرجال ج۸ص ۲۸۳]

۵ [معارف ابن قتیبہ ص ۲۰۴]

۶ [تاریخ طبری ج۴ص ۲۶۳، ۲۶۴ ارشاد ج۲ص ۳۸]

۷ [معجم البلدان ج۲ص ۳۴۳]

۸ [انساب الاشراف پہلی حصہ ج۱]

۹ [ارشاد مفید ج۲ص ۳۸، تاریخ ابن اثیر ج۴ص ۲۲، الاصابہ ج۱ص ۳۲۲، تہذیب التھذیب ج۲ص ۳۴۹]

۱۰ [حیاۃ الامام الحسین ج۲ص ۳۳۶]

۱۱ [ابومخنف (طبع قم) ص ۱۰۰ تاریخ طبری ج۴ص ۲۶۴]

۱۲ [حیاۃ الامام الحسین ج۲ص ۳۴۷]

۱۳ [حیوۃ الامام الحسین ج۲ص ۳۴۷]

۱۴ [مروج الذھب ج۲ص ۸۶، تہذیب التھذیب ج۲ص ۳۴۹]

۱۶ [کامل التواریخ ابن اثیر ج۳ص ۲۲]

۱۷ [حیاۃ الامام الحسین ج۲ص ۳۶۰]

۱۸ [ترجمہ مقاتل الطالبین، مؤلف ھذا کا ص ۹۴]

۱۹ [حیاۃ الامام الحسین ج۲ص ۳۶۱]

۲۰ [ترجمہ مقاتل الطالبین ص ۹۶، ۹۷، وقعت الطف ابومخنف ص ۱۱۴]

۲۱ [نفس المھموم ص ۵۱]

۲۲ [رشاد مترجم ج۲ص ۶۴]

۲۳ [مجمع الامثال ج۱ص ۲۳]

۲۴ [یہ شعر عمرو بن معدیکرب کا جسے عرب لوگ ضرب المثل کے عنوان سے پڑھتے ہیں اور یہ بھی مجمع الامثال میں ذکر ہوا ہے۔]

۲۵ [ترجمہ مقاتل الطالبین، مؤلف ھذا ص ۹۹، ۱۰۰]

۲۶ [ابن قتیبہ کی الامامۃ والسیاسۃ میں اور شیخ حر عاملی کی الدر المسلوک میں نقل ہوا ہے۔]

۲۷ [اعثم کوفی کی کتاب تاریخ سے نقل]

گیارہواں باب

کوفہ اور اس شہر کے لوگوں کے حالات مسلم اور ہانی کی شہادت کے بعد

مسلم اور ہانی کی شہادت کے بعد

حضرت مسلم اور جناب ہانی کی شہادت کے بعد گذشتہ حصے میں جناب مسلم اور جناب ہانی کی غم انگیز شہادت کا تذکرہ ہوا جو اس زمانے کے نابکار انسان یعنی ابن مرجانہ کے ہاتھوں انجام پائی۔ اس طرح تحریر کیا ہے کہ ابن زیاد نے فریب اور مکاری کی سیاست سے تاریخ اسلام کی بزرگ شخصیات کو گرفتار کر کے انھیں اپنے ظالم جلادوں کے سپرد کیا اور انھیں رقت آمیز طریقوں سے شہید کر ڈالا اور اب اس حادثے کے بعد رونما ہونے والے حالات ملاحظہ فرمائیں۔

جناب مسلم و ہانی کے مطہر سروں کی شام روانگی

جناب مسلم اور جناب ہانی کی شہادت کے بعد عبید اللہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کے (مطہر) اجساد کو کوفہ کے پھانسی گھاٹ پر الٹا لٹکا دیا جائے جبکہ ان کے سروں کو اپنے امیر یعنی یزید کے لیے ھانی بن ابی حیہ وادعی اور زبیر بن اروح کے ذریعے شام روانہ کر دیا اور یزید کے نام اس مضمون کا خط لکھا:

"مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ کے گھر چھپے ہوئے تھے میں حیلہ و نیرنگی کے راستے اپنے جاسوس کے توسط سے انھیں جنگ پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا، چنانچہ ان دونوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا ہے اور اب آپ کیلئے ان کے سروں کو ان دو افراد کے توسط سے روانہ کر رہا ہوں البتہ اگر آپ تفصیل جاننا چاہیں تو ان آنے والوں سے دریافت کر سکتے ہیں۔"[1]

---

[1] تاریخ طبری، ج ۴، واللہ اعلم ان مقدس سروں کے ساتھ کیا ہوا کیونکہ تاریخ میں فقط یہ گوشہ نظر آتا ہے کہ ۳۰۲ھ ق میں قندھار کے مینار یا خراسان کے کسی شہر میں کثیر سر کہ جن کی تعداد ایک ہزار تا پانچ ہزار لکھی گئی ہے کشف ہوئے، چنانچہ تیس یا ایک ہزار سروں پر (ہر ایک پر) ریشم کے ڈورے ایک رقعہ جس پر صاحب سر کا نام لکھا تھا پایا گیا، چنانچہ ان میں سے ایک رقعے پر ھانی بن عروہ کا نام تحریر تھا۔ نقل از حیاۃ الامام الحسین ج ۲ ص ۳۱۴۔

یزید بن معاویہ نے بھی توقع کے مطابق اس سفاک کارنامے پر تشکر آمیز جواب روانہ کیا جس کے آخر میں تحریر تھا:

''مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ حسین بن علیؑ عراق آنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لہٰذا تجھے اپنے نگہبان اور جاسوس تعین کرنا ہوں گے تاکہ مکمل طور پر حالات سے آگاہی رہے اور جن لوگوں پر فقط گمان بھی ہو یا تہمت لگے انھیں گرفتار کیا جائے اور ہر دن کی رپورٹ چاہے اچھی ہو یا بُری مجھے ارسال کی جائے۔'' ۲

کوفہ میں شدید دہشت خوف و ہراس کا عالم

ہر طرح کا ظلم و تشدد، بے جا رعب و وحشت اور ظلم و تجاوز ابن زیاد کے ذاتی صفات میں سے تھے جس پر کوفہ و بصرہ کی وہ تاریخ گواہ ہے جس میں اس کے اور اس کے باپ کے کارنامے محفوظ ہیں اس پر یزید کا یہ ظالمانہ دستور اسے ڈکٹیڑ اور مطلق العنان بناتا چلا گیا۔

پہلا حکم یہ دیا کہ تمام شاہراہیں جو عراق کے شہروں خاص طور پر کوفہ پر منتہی ہوتی ہیں اس طرح زیر نظر رکھی جائیں کوئی بغیر تحقیق و جانچ پڑتال کے داخل یا خارج نہ ہو۔ ابن زیاد نے اس حکم کے عمد رآمد کی ذمہ داری حصین بن نمیر کے سپرد کی جو خود اس طرح کے تند و درشت کاموں میں تجربہ کار تھا۔ اسی کو ابن زیاد نے جناب مسلم کی شہادت کی شب کوفہ والوں پر مسلط کیا، اسی نے قاصد امام حسینؑ قیس بن مسہر صیداوی کو گرفتار کر کے اپنے سردار ابن زیاد کے حوالے کیا اور یہی وہ ظالم تھا جس نے مکۃ المکرمہ کا محاصرہ کیا اور عبداللہ بن زبیر سے جنگ کے دوران جب وہ بیت اللہ میں ہڑتال کیے بیٹھا تو حکم دیا کہ کوہ ابو قیس پر منجنیق نصب کی جائے کہ جس کے ذریعے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی جاسکے پھر بیت اللہ الحرام کو جلانے اور اسے تاراج کرنے کا حکم اسی ظالم نے دیا (البتہ اس کی تفصیل آئندہ صفحات پر پیش کی جائے گی) شاعر اس بارے میں کہتا ہے:

وابن نمیر بئس ماتولی　　　قد احرق المقام والمصلی ۳

۳ ابن نمیر کتنا برا سالار تھا جس نے مقام و مصلی کو جلا دیا۔ کچھ اہل تاریخ نے اس واقعے کو بھی لکھا ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ منبر پر رونق افروز ہو کر فرما رہے تھے سلونی سلونی قبل ان تفقدونی...(پوچھ لو پوچھ لو اس سے پہلے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں) تو تمسخر اڑاتے ہوئے ایک شخص نے کہا تھا: بتائیے میرے سر و ریش میں کتنے بال ہیں؟ تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: میرے دوست و حبیب رسولخداؐ نے مجھے تیرے اس سوال کے بارے میں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا تیرے سر کے ہر بال کی جڑ میں ایک فرشتہ بیٹھا ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور ریش کے بال پر ایک شیطان بیٹھا ہے جو تجھے راہ راست سے منحرف کرتا رہتا ہے۔ بے شک تیرے گھر میں ایک پہاڑی بکرا ہے جو ⟵

حصین بن نمیر نے دستور دے کر اپنے تازہ دم دستے قادسیہ، خفان، قطقطانیہ اور کوہ لعلع کے علاوہ عراق کی مشہور اور بڑی شاہراہوں کیلئے روانہ کر دیئے جنھوں نے تمام مقامات کو باریک بینی کے ساتھ اپنے کنڑول میں لے لیا چنانچہ عراق کا پورا مواصلاتی راہیں زیر نظر لے لیا گیا۔

بڑے پیمانے پر گرفتاریاں اور شیعوں سے زندانوں کا پُر ہونا

چنانچہ بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد نے حکم صادر کیا کہ علیؑ کے شیعوں اور خاندان رسول اللہؐ کے افراد کو ہر جگہ اور ہر جوار سے گرفتار کر کے قید خانوں میں ڈال دیا جائے۔ اس طریقہ سے بارہ ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا جن میں سلیمان بن صرد خزاعی، مختار ثقفی اور تقریباً چار سو بزرگان شیعہ اور دوستدارانِ اولادِ علیؑ تھے۔[۲]

ابن زیاد کوفہ والوں پر کیسے مسلط ہوا؟

تاریخ کربلا یعنی مکہ سے عراق کی جانب امام حسینؑ کا سفر اور اس میں پیش آنے والے واقعات کو مزید جاننے سے پہلے یہ جاننا مناسب ہوگا کہ آخر وہ کیا اسباب تھے کہ ابن زیاد شہر کوفہ پر خوف وہراس کی حکمرانی قائم کرنے میں کامیاب ہوا؟ اور ایسے عظیم اور مستحکم انقلاب کو سرکوب کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ جس میں تیس ہزار افراد نے جناب مسلم کے ہاتھوں بیعت کی تھی اور تحریک کوفہ کے قائد جناب مسلم بن عقیل اور اسی طرح وہاں کے سیاسی، مذہبی، فلاحی اور معاشرتی عالی شخصیت ھانی بن عروہ کو گرفتار کر کے دن دھاڑے قتل کروادیا اور دیگر باقی رہ جانے والی شخصیات کو بھی اسیر بنا ڈالا۔ بہر حال اسی طرح کے دوسرے مشکل کام انجام دینے میں وہ کامیاب تھا؟ حاکمیت اور قدرت کے علل واسباب جہاں اس گرہ کو جو سالوں سے پڑھنے اور سننے والوں کے ذہنوں کو پریشان کیے ہوئے ہیں کھولیں گے وہاں یہ بہت سے تاریخی مسائل کا حل بھی پیش کریں گے اور شاید اہل کوفہ کیلئے جو بے وفائی کے الزام میں متہم ہیں دفاعی کام بھی انجام دیں۔ البتہ اہل کوفہ کا دفاع ان علل واسباب سے اسی صورت میں ممکن ہوگا جب یہ اتہام والزام حقیقت سے خالی ہو اور ان کی بے وفائی پر مستند معتبر روایات بھی نہ ہوں۔ بہر کیف ہم یہاں تاریخی کتب سے وہ دلائل واسباب تلاش کر کے پیش کر رہے ہیں جن کا تاریخ کربلا پڑھتے وقت جاننا ضروری ہے۔

فرزند رسول کو شہید کرے گا (میرے قول کی) صداقت کی علامت یہ خبر ہے جو میں نے تجھے دی اور تیرے سوال کا اثبات دشوار نہ ہوتا تو وہ بھی کر دکھاتا، لیکن یہی سچ ہے، جو تجھے میں نے بتادیا ہے یہ سوال کرنے والا حصین کا باپ نمیر تھا اور حصین ان دنوں پیر چلنا سیکھ رہا تھا۔

[۲] امام الحسینؑ بن علی، باقر شریف ج ۲ ص ۴۱۶ نقل از کتاب المختار مرآۃ العصر الاموی، یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ بہت سے بزرگان دین مثلاً سلیمان بن صرد خزاعی کربلا کے معرکے میں کیوں شریک نہیں تھے۔

الف۔ دشمن کی دھوکہ دہی اور فریب کاری

روایات میں ملتا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا:

المؤمن غرّ کریم و المنافق خبّ لئیم یعنی مومن غر کریم ہے اور منافق یا فاجر خبّ لئیم غرّ کریم ۵

اور خب لئیم کے مختلف معنی احادیث کی شرح کرنے والے علماء کرام نے بیان کیے ہیں۔ دراصل غر کے معنی لغت میں سادگی، پاک دلی، خوش ذہنی اور دھوکہ دہی اور ہیرا پھیری کے کاموں سے بے اعتنائی ملتا ہے جبکہ خب بالکل اس کے برعکس دھوکہ دہی، حیلہ گری، فریب کاری اور شیطنت کے معنی میں وارد ہوا ہے۔

النہایہ میں ابن کثیر کہتے ہیں:

''حدیث کے معنی اس طرح ہیں کہ مؤمن، کیونکہ خودسازی اور اصلاح نفس، آخرت اور معاد کا توشہ جمع کرنے اور دنیا سے زہد و بے اعتنائی میں مصروف ہوتا ہے، لہٰذا وہ فریب و دھوکہ دہی سے دور ہوتا ہے چنانچہ شاید وہ پاک دلی اور خوش ذہن ہوتے ہوئے دوسروں پر حسن ظن رکھتا ہے، لہٰذا بعض اوقات دشمن کے مکر و فریب کا شکار بھی ہو جاتا ہے اور اگر مکر و فریب اور تذویر پر متوجہ بھی ہو جائے تو اس کی شرافتِ نفس اور دین و خدا پر ایمان کی وجہ سے وہ کبھی اس بات پر تیار نہیں ہوتا کہ برائی کا جواب برائی سے اور فریب کا بدلہ فریب سے دے، چنانچہ بے ایمانی اور بے حیائی کیلئے میدان چھوڑ کر دشمن کے حوالے کر دیتا ہے وہ اپنی شرافت، خدا کے حضور عزت اور ایمانی و انسانی شخصیت کو چند روزہ دنیاوی زندگی کے عوض فروخت نہیں کرتا، بلکہ پیش آنے والے حادثات کو برداشت کر کے ہمت و بہادری کا ثبوت دیتا ہے۔

اس کا مد مقابل منافق اور فاجر ہے جو فریب کار، خیانت پیشہ، پست اور بے ضمیر ہوتا ہے جو ہمیشہ نیرنگی فریب کاری اور لوگوں خاص طور پر اپنے رقیب کے ساتھ دھوکہ دہی کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ ہر قیمت پر اپنے مادی اہداف کا حصول چاہتا ہے چاہے اسے ذلت، پستی جھوٹ، دھوکہ، فریب اور خیانت وغیرہ جیسے کسی بھی وسیلے کو استعمال میں لانا پڑے۔''

بعض اہل علم نے ''بلہ'' کو جو روایات میں اکثر آیا ہے، اکثر اھل الجنۃ البلھاء اسی معنی پر حمل کیا ہے جس کی تشریح اپنی جگہ کی جائے گی یہ مقام اس کے بیان کا نہیں۔

یہ وہی کیفیت ہے جسے امیر المومنینؑ نے معاویہ اور اس کے ساتھیوں کیلئے جب آپؑ کے بعض اصحاب نے معاویہ کو سیاستدان مگر حضرت کو سیاست سے دور متہم کیا تھا، فرمایا:

واللہ ما معاویۃُ بأدھی منّی ولکنّہُ یغدرُ ویفجر، ولولا کراھیۃُ الغدرِ لکنتُ مِنْ أدھی الناس، ولکِنْ کُلُّ غُدرۃٍ فُجرۃٌ، و کُلُّ فُجرۃٍ کُفرۃٌ، ولکُلِّ غادرٍ لِواءٌ یُعرفُ بہ یومُ القیامۃ، واللہ ما استغفل بالمکیدۃِ

وَلا اُسْتَغْمِزُ بِالشَّدِیْدَۃِ.

''قسم بخدا معاویہ مجھ سے زیادہ زیرک اور سمجھ دار نہیں ہے، بلکہ وہ خیانت کر کے گناہ کماتا ہے اور اگر خیانت مذموم نہ ہوتی تو میں تمام لوگوں سے زیادہ چالاک تھا، لیکن ہر خیانت گناہ ہے اور ہر گناہ (خدا کی) نافرمانی ہے اور روز قیامت ہر خیانت کار کیلئے ایک علامت ہوگی جس سے وہ پہچانا جائے گا، قسم بخدا مجھ (علی) کو مکر و فریب کے وسیلے سے غافل گیر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی میں سختیوں سے عاجز آ سکتا ہوں۔'' ۶

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاوَیْلاہُ یَمْکُرُوْنَ بِی وَیَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ بِمَکْرِهِمْ عَالِمٌ وَاَعْرَفُ مِنْهُمْ بِوُجُوْهِ الْمَکْرِ وَلٰکِنِّی اَعْلَمُ اَنَّ الْمَکْرَ وَالْخَدِیْعَۃَ فِی النَّارِ فَاَصْبِرُ عَلٰی مَکْرِهِمْ وَلَا اَرْتَکِبُ مِثْلَ مَا ارْتَکَبُوْا

''وائے ہو ان پر کہ جنھوں نے میرے ساتھ مکر کیا جبکہ وہ جانتے ہیں کہ میں ان کے مکر و فریب سے آگاہ ہوں اور ان کے مکر کے راستوں سے بھی آشنا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ مکر و نیرنگ آتش دوزخ ہے، چنانچہ اسی لئے ان کے مکر پر صبر کرتا ہوں کیونکہ جو کام یہ کرتے ہیں وہ میں نہیں کر سکتا۔'' ۷

اسی طرح ایک جگہ ارشاد فرمایا:

لَوْلَا اَنَّ الْمَکْرَ وَالْخِدَاعَ فِی النَّارِ لَکُنْتُ اَمْکَرُ النَّاسِ

''اگر مکر و دھوکہ دوزخ میں نہ ہوتا تو مجھ سے بڑا کوئی مکار نہ پایا جاتا۔''

اسے فارسی زبان کے شاعر نے نظم کیا ہے۔

اگر پای بند من ایمان نبودی	حریفم زبر دست دوران نبودی
نبودی اگر پای در بند فرمان	سمند حریفان بجولان نبودی

''اگر میں ایمان کا پابند نہ ہوتا تو کبھی میرا دشمن مجھے زیر نہ کر پاتا اور اگر میں فرمانِ الٰہی کا پابند نہ ہوتا تو کبھی میرا دشمن کامیاب نہ ہوتا۔''

بحار الانوار میں امالی شیخ صدوقؒ سے جبلہ بن سحیم کی مستند روایات سے نقل کی ہے:

جب لوگوں نے امیر المومنینؑ سے بیعت کر لی تو حضرتؑ کو خبر دی گئی کہ معاویہ نے بیعت کرنے سے انکار کیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اگر علیؑ بھی عثمانؓ کی طرح اسے حکومت شام پر باقی رکھیں تو بیعت کروں گا۔ تو مغیرہ نے امیر المومنینؑ سے آ کر کہا:

اے میر المومنین! آپ معاویہ کو بہتر جانتے ہیں اور آپ سے پہلے آنے والے خلفاء نے بھی اسے حکومت شام پر منصوب رکھا، چنانچہ جب تک آپؑ کی حکومت مستحکم ہوا سے وہاں کی حکمرانی

کرنے دیں اور بعد میں اگر چاہیں تو عزل کر دیجئے گا۔
امیر المومنینؑ نے پوچھا:
کیا نصب سے عزل تک میری زندگی کی ضمانت لیتے ہو کہ میں اس وقت زندہ رہوں گا؟
مغیرہ نے کہا: نہیں۔
امام نے فرمایا:
''میں ہرگز خدا کے حضور کسی بھی دو مسلمانوں پر اس کی حکومت میں آنے والی شب تاریک کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ ہی میں گمراہوں کو اپنا دست و بازو بنا سکتا ہوں ﴿ وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ﴾ البتہ کوئی جائے اور اسے اس کے حق کی دعوت دے جس کی میں پیروی کرتا ہوں اور اگر اس نے قبول کیا تو وہ بھی دیگر مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوگا جو تمام مسلمین کے سود و زیان میں برابر کا شریک ہے اور اگر اس نے قبول نہ کیا تو میں فیصلے کیلئے اسے بارگاہ ایزدی میں لے جاؤں گا۔''
مغیرہ حضرتؑ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا اور کہا:
فیصلے کیلئے خدا کے پاس (ہی) لے جائیں (یعنی وہ بیعت کرنے والا نہیں) پھر اس بارے میں چند اشعار پڑھنے لگا۔ ۸
نہج البلاغہ میں ہے جب حضرتؑ کی جانب سے بیت المال کی تقسیم مہاجر و انصار میں بغیر کسی سیاسی، قومی اور دیگر ملاحظات کے انجام دی گئی تو اعتراضات کی بھرمار ہونے لگی تب حضرتؑ نے فرمایا:
أَتَأْمُرُونِي اَنْ اَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ فِيمَنْ وُلِّيتُ عَلَيْهِ وَاللهِ لَا أَطُوْرُ بِهِ مَا سَمَرَ سَمِيرٌ، وَمَا أَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ نَجْماً، وَلَوْ كَانَ الْمَالُ لِي لَسَوَّيْتُ بَيْنَهُمْ فَكَيْفَ وَاِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللهِ! ثُمَّ قَالَ عليٌّ: أَلَا وَاِنَّ اِعْطَاءَ الْمَالِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ تَبْذِيرٌ وَاِسْرَافٌ، وَهُوَ يَرْفَعُ صَاحِبَهُ فِي الدُّنْيَا، وَيَضَعُهُ فِي الآخِرَةِ، وَيُكْرِمُهُ فِي النَّاسِ، وَيُهِينُهُ عِنْدَ اللهِ، وَلَمْ يَضَعِ امْرُؤٌ مَالَهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَعِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهِ اِلَّا حَرَمَهُ اللهُ شُكْرَهُمْ، وَكَانَ لِغَيْرِهِ وُدُّهُمْ، فَاِنْ زَلَّتْ بِهِ النَّعْلُ يَوْماً فَاحْتَاجَ اِلَى مَعُونَتِهِمْ فَشَرُّ خَدِينٍ وَأَلْأَمُ خَلِيلٍ
''کیا تم مجھے سکھاؤ گے کہ جن پر حکومت کرتا ہوں ان سے ظلم و ستم کے ذریعے مدد طلب کروں؟ اور سنت پیغمبرؐ کو چھوڑ کر اپنے ماتحتوں پر ظلم روا رکھوں جو خشم پروردگار کا سبب بنے؟ خدا کی قسم اس وقت ایسا نہیں کروں گا جب تک یہ شب و روز باقی ہیں اور ایک ستارہ (قوت جاذبہ کے تحت) دوسرے ستارے کا قصد کرتا رہے گا۔ اگر بیت المال میرا ہوتا میں تب بھی اسے مساوی تقسیم کرتا، حالانکہ یہ مال خدا ہے پھر بھلا کیسے امتیاز برت سکتا ہوں جبکہ غریب و نادار لوگ اس کے سہارے گزارا کرتے ہیں۔

پھر حضرتؑ نے مستحقین کیلئے فرمایا: جب بیت المال کا استعمال غیر مستحقین کے درمیان ہوگا تو اس کے کیا کیا نقصانات ہوں گے؟ اے لوگو! جان لو کہ غیر مستحقین کو مال بخشنا روا فضول خرچی اور اسراف ہے۔ غیر مستحق کو مال دینا اس کے دینے والے کو (ظاہری طور پر) بلند تو کرے گا (کیونکہ لینے والا اس کے سامنے خوشامد کیلئے خود کو چھوٹا ظاہر کر کے جھک کر مال کو لیتا ہے) مگر آخرت اسے گرا دے گا (کیونکہ خدا کے اس نے ہمیشہ عذاب میں رہنے کا سامان کیا ہے) یہ لوگوں میں عزت دار مگر خدا کے نزدیک ذلیل و پست بنا دے گا (کیونکہ نزدیک وہ ارجمند ہے جو اسکے دستور پر عمل کرے) جس کسی نے اپنے مال کو بے جا استعمال کیا یا مستحق تک نہیں پہنچایا مگر یہ کہ خدا نے اسے ان کی سپاس گزاری سے بھی محروم رکھا حتی ان کی دوستی اس کے غیروں سے ہوئی۔ چنانچہ اگر اسکے رزق کا پیر پھسل گیا (یعنی اگر اسے برے دن دیکھنا پڑے) اس طرح کہ ان کی مدد و شراکت کی ضرورت محسوس کرے تو انھیں بدترین ساتھی اور مذمت کرنے والا پائے گا۔" 9

آیئے مولا امیر المومنین علیؑ کے اس فرمان کی تشریح اہل سنت کے ایک مشہور دانشور کی زبانی سنتے ہیں:

ابن ابی الحدید نہج البلاغہ کی تشریح کرتے ہوئے جب اس سخن پر واللہ ما معاویۃ بادھی منی پہنچے تو فرماتے ہیں:

"ایک گروہ امیر المومنینؑ کی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے کہتا ہے:

عمرؓ بن خطاب امیر المومنینؑ سے زیادہ سیاستداں تھے اگر چہ علیؑ ان سے زیادہ اعلم و دانا تھے اور شیخ الرئیس بوعلی سینا نے اپنی کتاب شفاء میں اس بات کی تشریح کی ہے اور ہمارے استاد ابوالحسن بھی اسی سوچ کی طرف تمایل رکھتے ہیں، لہٰذا انھوں نے اپنی کتاب غُرر میں اشارہ کیا ہے۔ اور حضرتؑ کے دشمنوں اور مبغضوں نے بھی یہی نظریہ قائم کیا ہے کہ معاویہ ان سے زیادہ سیاستدان اور مدبر تھا۔ ابن ابی الحدید (اس تمہید کے بعد) بعنوان جواب یہ دیتا ہے:

جان لینا چاہیے کہ سیاستدان کبھی بھی مکمل سیاست کا استعمال نہیں رکھ سکتا جب تک کہ وہ اپنی شخصی وذاتی رائے کو دخل نہ دے اور امور کو اپنی صوابدید پر چلاتا ہو چاہے وہ (اس کی رائے) اسلامی شریعت کے موافق ہو یا مخالف اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو بعید ہے کہ اس کے کام کسی شکل وشمائل کو اختیار کر سکیں گے اور وہ اپنے اہداف میں کامیاب ہو پائے۔

امیر المومنینؑ ایسی شخصیت کا نام ہے جو شریعت کے حدود کے پابند تھے اور خود کو اسلامی دستورات کی پیروی سے پیوستہ اور ملحق جانتے تھے اور ہر اس شے کا ترک کرنا لازم جانتے تھے جو شریعت اسلام سے ہم آہنگ نہ ہو یا ذاتی شخصی رائے سے سرچشمہ لیتی ہو لہٰذا خلافت میں ان کا طریقہ

کاران دیگر خلفاء سے مختلف تھا جن کے نزدیک شریعت کی پیروی لازمی امر نہیں تھا، ابن ابی الحدید مزید فرماتے ہیں:

ہم یہاں جناب عمر بن خطاب پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہتے، لیکن عمرؓ بن خطاب بھی اجتہاد کرتے تھے اور ان تمام دستورات اسلامی کے مقابل استحسان و قیاس سے کام لیتے تھے اور اصطلاحی طور پر کہا جائے تو وہ اپنی ذاتی اور شخصی رائے کے ذریعے عمومیات کو تخصیص لگاتے تھے لہذا اسی بنیاد پر دشمنوں کو دھوکہ دیتے تھے، اپنے والیوں کو نیرنگی، دوروئی اور حیلہ گری کا دستور دیتے اور بغیر یقین حاصل کیے لوگوں کو فقط گمان کی بنیاد پر مستحق تادیب (یعنی تازیانوں اور کوڑوں سے سزا دینا) قرار دیتے تھے اور وہ لوگ جو مجرم ہونے کی وجہ سے تازیانوں کے مستحق ہوتے ان سے چشم پوشی کرتے ہوئے فرماتے انھیں سزا دینے میں مصلحت نہیں ہے۔ بہر حال ان تمام کاموں کو اجتہاد اور اپنی نظریہ کا تقاضا قرار دیتے تھے، لیکن امیر المومنین علیؑ ایسے نہیں تھے وہ نصوص (اور شرعی دلیلوں) کے مقابل کوئی عمل انجام نہیں دیتے تھے، بلکہ اجتہاد اور قیاس پر عمل نہ کرتے ہوئے توقف فرماتے۔ وہ ایسے تھے جو دنیاوی امور کی دین سے مطابقت تلاش کرتے تھے (اور ایسا نہیں تھا کہ وہ دینی امور کو دنیاوی دستورات پر تطابق دیتے) اور وہ تمام (کاموں) کو ایک ہی راہ (راہ دین) سے گزارتے تھے اور کسی کو کتاب و سنت اور اسلام کے میزان سے ہٹ کر عزل و نصب نہیں فرماتے تھے۔

لہذا خلافت و سیاست میں ان دونوں کا طریقہ عمل علیحدہ علیحدہ تھا۔ اسکے علاوہ حضرت عمرؓ اپنے کاموں میں سخت و تند تھے، جبکہ حضرت علیؑ حلم، عفو اور درگزر سے زیادہ کام لیتے تھے (شاید) اسی لیے عمرؓ کا اخلاق ان کی قدرت و خلافت کو بڑھاتا رہا جبکہ حضرت علیؑ کی نرمی ان کی نرمی خلافت کو بڑھاتی رہی۔

ابن ابی الحدید سیاست معاویہ پر چند صفحات تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

علیؑ کے دشمنوں کا بیان ہے معاویہ زیادہ سیاست جانتا تھا وہ اس بات کا جواب اپنے استاد ابوعثمان کی زبانی یوں دیتے ہیں:

..اور بعض لوگ تو خود کو عالم، عقل مند او فہم و ادراک کے اعلیٰ منازل پر فرض کرتے ہیں، جبکہ وہ عام آدمی ہیں اور خود کو خاص تصور کر رہے ہیں۔ انھوں نے یہ سمجھا ہے کہ معاویہ اپنے کاموں میں دقیق و منظم تھا اور اس کا ذہن دور اندیش اور صائب تھا یعنی وہ علیؑ سے زیادہ ہوشیار تھا درحالیکہ اس طرح کی کوئی بات نہیں۔ چنانچہ اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کیلئے ایک موضوع کی جانب اشارہ کروں گا تا آپ (قارئین) پر روشن ہو جائے اس نظریئے کے حامل افراد خطا کار ہیں۔ اور یہ کہ علیؑ اپنے جنگوں

میں قرآن وسنت (اور اسلامی تعلیمات کے) مطابق عمل کرتے تھے جبکہ معاویہ کسی قید و بند کا پابند نہیں تھا اور (حتی) قرآن وسنت کے خلاف عمل پیرا ہوتا تھا اور وہ اپنے تمام خاکوں کو حیلوں، بہانوں چاہے وہ حرام ہوں یا حلال کے ذریعے استعمال کرتا تھا اور جنگوں میں اس کی رفتار ایران وچین کے بادشاہوں کے ساتھ ہندوستان کے بادشاہوں کہ طرح ہوتی تھی، لیکن علیؑ ایسے نہیں تھے وہ کہا کرتے تھے:

لَاتَبْدَؤُهُمْ بِالْقِتَالِ، وَلَاتَتَّبِعُوْا مُدْبِراً وَلَاتَجْهَزُوْا عَلٰى جَرِيْحٍ وَلَا تَفْتَحُوْا بَاباً مُغْلَقاً

''دشمن سے جنگ کرتے وقت کبھی پہل نہ کرو اور جو میدانِ قتال سے بھاگنے لگے کبھی اسکا پیچھا نہ کرو، زخمیوں کو مت مارو اور اپنے بند دروازے (خواہ مخواہ) مت کھولو۔

وہ علیؑ اس اصول پر ہر جگہ عمل کرتے اور سب کے ساتھ ایک سا برتاؤ رکھتے تھے، جبکہ دوسرے ایسے نہیں تھے۔ وہ اپنی پیش رفت کیلئے کسی بھی کام سے دریغ نہیں کرتے تھے حتی اگر ضروری جانا تو سوئے ہوئے دشمن پر بھی تیروں کی بارش دیتے تھے اور اسی طرح غرق کرنے سے زیادہ جلا دینا کارگر سمجھتی تو جلا دیتے تھے۔ اگر ویران کرنے سے مقصد کا حصول ممکن ہوتا تو خود فصل کاٹنے کی زحمت نہ دیتے، زہر سے قتل کرنا، دشمن کے لشکر میں جھوٹ، غلط بیانیوں اور افتراء پردازیوں کے ذریعے انتشار پھیلانا ان کا معمولی کام تھا جو بھی قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارتا ہو وہ خود کو کسی بھی دوسری تدبیر سے دور رکھتا ہے جس کی کوئی حد نہیں ہوتی وہ فقط ایک ہی طریق (قرآن وسنت) کا راہی ہوتا ہے۔ البتہ یہ بھی واضح ہے کہ جھوٹ سچ سے اور حرام کی راہیں حلال سے کہیں زیادہ ہیں۔ اگر انسان کو انسان کہا جائے تو یہ سچ ہے اور اگر اسے غیر انسان مثلاً شیطان، کتا، گدھا بھیڑ اور اونٹ وغیرہ کہا جائے تو جھوٹ ہے۔ چنانچہ اطاعت وکفر، اطاعت ومعصیت، حق وباطل، بیماری وصحت اور صحیح وغلط بھی اسی طرح ہیں۔ علیؑ ایسے شخص کا نام ہے جس نے اپنے دہن مبارک کو تقویٰ اور پرہیز گاری کے ذریعے ہر طرح کی گفتگو سے بند کر رکھا تھا وہ فقط رضائے پروردگار اور اس کی خوشنودی کی خاطر زبان کھولتا تھا وہ اپنی مرضی خدا کی مرضی میں تلاش کرتا تھا اور خدا کی مرضی کو قرآن وسنت میں تلاش کرتا تھا وہ مکاروں، دھوکہ بازوں اور فریب کاروں والا طریقہ اختیار نہیں کرتا تھا۔

تنگ نظر اور سطحی سوچ رکھنے والا انسان جب مکاری، دھوکہ بازی اور فریبانہ سیاست میں معاویہ کو کامیاب پاتا ہے اور علیؑ کو ایسی سیاست سے دور دیکھتا ہے تو اپنی قاصر عقل اور ناقص فہم سے فیصلہ کر بیٹھتا ہے کہ معاویہ تدبیر و دور اندیشی میں علیؑ پر ترجیح رکھتا ہے۔ [۱۰]

یہ تھا اہل سنت کے ایک معروف عالم دین کا تجزیہ جو ہمیں حضرت کے قول کی مزید تشریح سے بے نیاز کر دیتا ہے اور حق تو یہ ہے اس عالم دین کی تشریح ایسی حقیقت پسندانہ تھی کہ جو شاید ہم بیان نہ کر پاتے۔

بنابرایں مکتب علیؑ کے پروردہ دیگر مردان خدا مثلاً امام حسینؑ جیسے افراد اپنے امور کی انجام دہی میں معیار اور حد کے قائل تھے کہ جس سے آگے وہ ایک قدم بھی نہیں بڑھاتے تھے۔ گویا وہ اپنی شرافت اور ایمانی وانسانی شخصیت کو اس راہ پر فدا کرنے کیلئے تیار نہ تھے۔ ادھر آپ کا دشمن اسکے برخلاف تھا۔ ان کی واضح مثال جناب مسلم کے حالات میں دیکھی جاسکتی ہیں جب حضرت مسلم کو ہانی بن عروہ کے گھر ابن زیاد کے قتل کی پیشکش کی گئی تو (بظاہر بہترین موقع ہونے کے باوجود) انکار کر دیا اور فرمایا: رسول اللہؐ نے فرمایا:

الایمَانُ قَیْدُالفتک ''ایمان دھوکہ دہی اور غافل گیر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔''

لیکن عبید اللہ ابن زیاد[۱] اور اسکے معاویہ ویزید جیسے سردار، اسلام کے ان اقدار سے دور تھے وہ اپنے مادی، دنیاوی اور شہوانی اہداف تک رسائی کیلئے کسی بھی حرکت سے دریغ نہیں کرتے تھے، چاہے وہ شریعت کے مطابق ہو یا نہ ہو اور ہدف تک رسائی میں انسانیت، شرف، دین، ایمان اور دیگر تمام فضائل وکمالات سرکوب کرتے ہوں یا نہیں ان کا تو فقط ایک ہی غم تھا کس طرح دل کی خواہشیں پوری ہو جائیں اور بس۔ یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:

﴿ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللهُ عَلىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللهِ اَفَلَاتَذَكَّرُوْنَ ﴾ ''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔'' (جاثیہ ۲۳)

اہل کوفہ کی سستی نفسیات دوروئی، دنیا پرستی اور ان میں سے اکثر کی بے وفائی

جناب مسلم کی مظلومانہ شہادت اور عبید اللہ بن زیاد کا کوفہ پر مسلط ہونا اس لئے بھی آسان ہوا کہ وہاں

---

[۱] اہل تاریخ کا بیان ہے کہ عبید اللہ بن زیاد ۳۹ ھ میں پیدا ہوا اور اس کی ماں مرجانہ، مجوسی، بدکار عورت تھی اسکے علاوہ اسکے شوہر زیاد (عبید اللہ کا باپ) کو تاریخ کے مشہور زنازادوں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن زیاد نے اپنی بیوی مرجانہ کی بدکاری اور لوگوں کی باتوں سے تنگ آ کر اسے چھوڑ دیا تھا اور اس طرح عبید اللہ نئے باپ کے گھر نشو ونما پانے لگا مگر جب بڑا ہوا تو اسے اپنے باپ زیاد کے پاس بھیج دیا گیا اب ظاہر ہے مرجانہ جیسی ماں اور زیاد جیسا باپ اور نامناسب پرورش گاہ کے بعد ظلم وفساد اور خون ریزی کا ایسا ہی درندہ وجود میں آئے گا جو اپنی ۲۱ سالہ شرم آور عمر میں تاریخ کربلا میں کتاب ظلم کو مرتب کرتا ہے۔ حیاۃ الامام الحسین، ج ۲، ص ۴۴۸۔

کے لوگ طبیعتاً سست، منافق، راحت پسند اور دنیا پرست تھے اور پھر وہاں کی آبادی ایک خیال رکھنے والوں پر مشتمل نہ تھی بلکہ بہت بڑی تعداد غیر مسلموں مثلاً یہودیوں، مجوسیوں نصرانیوں کے علاوہ ان کی بھی تھی جو تحریک امام حسینؑ پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے مثلاً وہاں خوارج اور بنی امیہ بھی موجود تھے۔ (جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظ فرمائیں گے۔) البتہ اس باب میں ان لوگوں کی نفسیات پر بحث و تحقیق کرنا منظور ہے جو بظاہر امام حسینؑ کے طرفدار تھے اور امام حسینؑ کی محبت کا دم بھرتے تھے اور انہی لوگوں کے بارے میں جب امام نے فرزدق سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا:

قلوب النّاس معک وسیوفھم مشودة علیک "یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں آپؑ پر چلنے کیلئے تیار ہیں۔

ہاں یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے (اپنی عادت کی وجہ سے) امیرالمومنینؑ کا دل خون کر دیا تھا، جنھوں نے جنگ صفین میں عمروعاص کی نیرنگی سے نیزوں پر اٹھائے گئے قرآن کے پاروں کو دیکھ تو دھوکہ کھا کر لشکر علیؑ میں دو گروہ بنا ڈالے اور حضرتؑ کو حکمیت قبول کرنے پر مجبور کیا اور انہی سے حضرتؑ نے فرمایا:

اَیها النّاسُ اِنَّهُ لَمْ یَزَلْ اَمْری مَعَكُمْ علیٰ ما اُحِبُّ اِلی اَنْ نَهِكَتْكُمُ الحَرْبُ، وَقَدْ وَاللهِ اَخَذَتْ مِنْكُمْ وَتَرَكَتْ، واَخَذَتْ مِنْ عَدُوِّكُمْ فَلَمْ تَتْرُكْ، وَاِنَّها فیهِمْ اَنْكیٰ وَاَنْهَكُ، لَاكُنْتُ اَمْسِ اَمیرَالْمُؤمنینَ فَاَصْبَحْتُ الیَوْمَ مَاْمُوراً، وكُنْتُ ناهِیاً فَاَصْبَحْتُ مَنْهِیّاً وَقَدْ اَحْبَبْتُمُ البَقاءَ وَلَیْسَ لی اَنْ اَحْمِلَكُم عَلیٰ ماتَكْرَهُونَ

"اے لوگو! ہمیشہ میرا اور تمہارے ساتھ جیسا میں چاہتا تھا چلتا رہا یہاں تک کہ جنگ نے تمہاری حالت بگاڑ دی، خدا کی قسم اس نے کچھ کو اپنی گرفت میں لے لیا اور کچھ کو چھوڑ دیا ہے اور تمہارے دشمنوں کو تو اس نے بہت کمزور کر دیا ہے مگر اس کا کیا علاج ہے کہ کل تک میرا ان پر چلتا تھا اور آج ان کے اوپر مجھے چلنا پڑتا ہے، کل تک میں انھیں روکتا تھا مگر آج وہ مجھے روکتے ہیں، تم دنیا کی زندگی پسند کرتے ہو اور میرا یہ کام نہیں کہ میں تم پر (جنگ کا) وہ بوجھ ڈال دوں جس سے تم بے زار ہو"۔

ارشاد شیخ مفیدؒ میں حضرتؑ سے اس بارے میں نقل ہوا ہے آپؑ نے فرمایا:

یا أهلَ الكوفة خذوا اهبتكم بجهاد عدوّكم معاوية و أشياعه ،فقالوا يا أمير المؤ منين أمهلنا يذهب عنّا القرّ فقال. اما واللّه الّذى فلق الحبّة و برء السمة ليظهرون هولاء القوم عليكم ،لي س بانّهم أولى بالحقّ منكم و لكن لطاعتهم معاوية ومعصيتكم لى ،و اللّه لقد أصبحت الأمم كلّها تخاف ظلم رعاتها،و أصبحت أنا و أخا ف رعيّتى،لقد استعملت منكم رجالا فخانوا و غدروا و لقد جمع بعضهم مائتمنته عليه من فيء امسلمين،فحمله الى معاوية و آخر حمله الى منزله تهاونًا بالقرآن ،و جرأة على

الرحمن، حتی انی لو ائتمنت أحدکم علی علاقة سوط لخان او لقد أعییتمونی، ثم رفع یده الی السماء وقال: اللهمّ انیّ سئمت الحیاة بین ظهرانی هؤلاءالقوم وتبرّمت الأمل، فائته لی صاحبی حتی استریح منهم ویستریحو امنّی ولن یفلحوا بعدی

"اے اہل کوفہ! اپنے دشمن معاویہ اور اسکے حواریوں کے ساتھ جن کیلئے بار سفر باندھنا شروع کرو (تو) انھوں نے کہا: اے امیر المومنینؑ! ہمیں اتنی مہلت دیں کہ سردی کا موسم چلا جائے۔

تو حضرتؑ نے فرمایا:

آگاہ رہو اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگاف دیا اور انسان کو پیدا کیا یہ لوگ تم سے جیت جائیں گے اور ایسا اس لیے نہیں ہوگا کہ وہ حق پر ہیں اور تم نہیں بلکہ اس کی وجہ ان لوگوں کی معاویہ کی نسبت فرمانبرداری ہے اور تمہاری میری نسبت نافرمانی، قسم بخدا ساری تو میں اپنے فرمانروا کے ستم سے ڈرتی ہیں ور میں فرمانبرداروں سے ڈرتا ہوں۔ بے شک میں نے تم ہی میں سے کچھ لوگوں کو حکومت دی مگر انھوں نے خیانت اور مکر سے کام لیا اور جب کسی کو بیت المال کا امین بنایا تو یا انھوں نے اسے معاویہ کو نواز دیا یا پھر اپنا گھر بھرنا شروع کر دیا گویا قرآن سے بھی سرپیچی انجام دی اور خدا کے حضور بھی متجری (قصداً گناہ کے مرتکب) ہوئے حتی اگر تم میں سے کسی کو تازیانہ مارنے پر مامور کیا تو اس میں بھی خیانت پائی گئی (اے لوگو) تم نے مجھے تھکا دیا ہے اور (حضرتؑ نے) اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کی! پروردگار عالم میں اس قوم کے ساتھ زندگی گزارنے سے خستہ ہو گیا ہوں ان کے ساتھ رہ کر اپنی آرزو پر ملول ہوا ہوں لہٰذا اب تو مجھے موت دے دے تا کہ ان سے چھٹکارا مل سکے اور یہ بھی مجھ سے نجات پا سکیں اور یہ میرے بعد کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔" [۱۳]

شیخ مفیدؒ نے اس گفتار کے بعد ایک مستقل عنوان تحریر کیا ہے جو اہل کوفہ سے حضرتؑ کے شکووں پر مشتمل ہے، چنانچہ ارشاد مفید پر رجوع کیا جائے۔ معرکہ نہروان کے بعد جب امیر المومنینؑ نے چاہا معاویہ کے ساتھ دوبارہ جنگ کی جائے اور اپنے لشکر کو جمع کرنے لگے تو علیؑ نے سستی اور جنگ سے گریز کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا:

اُفٍ لَکُمْ لَقَدْ سَئِمتُ عِتابَکُمْ اَرَضِیتُمْ بِالدُّنْیامِنَ الاخِرةِ عِوَضاً؟ وَبِالذُّلِّ مِنَ العِزِّ خَلَفاً؟ اذا دَعَوْتُکُمْ اِلـی جهادِعَدُوِّکُمْ دارَتْ اَعْیُنُکُمْ کَاَنَّکُمْ مِنَ الْمَوْتِ فی غَمْرَةٍ، وَمِنَ الذُّهُول فی سَکْرَةٍ، یُرْتَجُ عَلَیْکُمْ حَوارِی فَتَعْمَهُونَ، فَکَاَنَّ قُلوبَکُمْ مَاْلوسَةٌ فَاَنْتُمْ لاتَعْقِلُونَ مااَنْتُم بِثِقَةٍ سَجِیسَ اللَّیالی، وما اَنْتُم بِرُکْنٍ یُمالُ بِکُمْ، وَ لازَوافِرُعِزٍّیُفْتَقَرُاِلَیْکُمْ، مااَنْتُمْ الاکَابِلٍ ضَلَّ رُعاتُها، فَکُلَّماجُمِعَتْ مِنْ جانِبٍ انتَشَرتْ مِنْ اخَرَ، لَبِئْسَ لَعَمْرُاللهِ سَعْرُنارِالْحَرْبِ اَنْتُمْ تُکادُونَ وَلاتَکِیدُونَ، وَتُنْقَصُ اَطرافُکُم فَلاتَمْتَعِضُونَ، لایُنامُ عَنْکُمْ وَاَنْتُمْ فی غَفْلَةٍ ساهُونَ، غُلِبَ واللهِ الْمُتَخاذِلُونَ، وَاَیْمُ اللهِ انی لاَظُنُّ بِکُمْ اَنْ

لَوْ حِمِس الْوعی ،و اسْتَحَرَّ الْمَوتُ قَدِانْفَرَجْتُم عقن ابنِ أبیطالب انْفراجَ الرّأْس أیهاالناس انّ لی عَلَیْکُمْ حقاً ،ولکُمْ علیّ حقّ فَأمّاحقکُم عَلَیَّ فالنّصیحةُ لکُمْ وتوفیرفیْئکُمْ علیْکُمْ ،وتعیمکُمْ کَیْلاتجْهَلواوتَأْدیبکُمْ کَیْماتعلَمُوا،وامّاحَقّی علیْکُمْ فالوفاء بالبیْعة ،و النّصیحة فی الْمشْهَدِوالْمَشْهَدِوالْمغیب ،والاجابةُ حِینَ أدْعُو کُمْ،والْطّاعةُ حِینَ امُرُکُمْ

''تم پر افسوس ہو! میں تمہیں ملامت کرتے کرتے تھک گیا ہوں (سچ بتاؤ) کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر اور عزت کے بدلے ذلت پر راضی ہو؟ جب میں نے تمہیں تمہارے (ہی) دشمن سے جنگ کرنے کی دعوت دی تو تمہاری آنکھیں اس طرح گردش کرنے لگیں یا تم سکرات موت اور نزاع کی مدہوشی میں مبتلا ہو، تم میری کوئی بات نہیں مانتے اس لیے حیراں و سرگرداں ہوں گویا تمہاری عقلیں جاتی رہی ہیں اور تم دیوانے ہوگئے اور اب تم قیامت تک نہ میرے لیے قابل وثوق رہے ہو اور نہ ہی ایسے رکن جن سے سہارا یا جائے اور نہ عزت کے مددگار کہ کسی کو تمہاری احتیاج ہو، تم بس اونٹوں کی طرح ہو جن کے چرواہے گم ہوگئے ہو جب انھیں ایک طرف سے جمع کیا جائے تو دوسری طرف منتشر ہو جائیں۔

بخدا تم لڑائی کی آگ کا بہت بڑا ایندھن ہو تم سے مکر کیا جاتا ہے مگر تم اس کا جواب نہیں دیتے تمہارے ملک کے حدود گھٹتے چلے جاتے ہیں، مگر تمہیں غصہ بھی نہیں آتا، دشمن کو تمہاری فکر میں نیند نہیں آتی اور تم غفلت میں مدہوش پڑے ہو، بخدا ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دینے والے ضرور مغلوب ہوتے ہیں۔

قسم بخدا مجھے پکا گمان ہے کہ اگر جنگ نے شدت اختیار کر لی اور موت کا بازار گرم ہو گیا، تم ابوطالب کے بیٹے کا ساتھ چھوڑ کر اس سے ایسے جدا ہو جاؤ گے جیسے سر تن سے جدا ہوتا ہے۔ خدا کی قسم جو شخص اپنے اوپر دشمن کو مسلط کرے کہ وہ گوشت کھرچ لے، ہڈیاں توڑ ڈالے، کھال پھاڑ ڈالے تو اس کی عاجزی کی کوئی حد نہیں، اس کا دل بہت کمزور ہے جسے سینے کی ہڈیاں گھیرے ہوئے ہیں تم اگر چاہتے ہو تو ایسے عاجز بن جاؤں۔ رہا میں تو اپنے اوپر دشمن کے قابو پانے سے پہلے ہی شمشیر آب دار کا ایسا (بھرپور) وار کروں گا کہ سروں کی کھوپڑی اڑتی نظر آئیں اور کلائیاں اور پر کٹ کٹ کر گرتے دکھائی دیں۔ اسکے بعد خدا جو چاہے گا کرے گا۔

اے لوگو! یقیناً کچھ میرے تم پر حق ہیں اور کچھ تمہارے مجھ پر حق ہیں، مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ میں تمہیں نصیحت کردوں، تم پر مال غنیمت مساوی تقسیم کروں، تمہیں تعلیم دوں کہ ناواقف نہ رہو اور ادب سکھاؤں کہ باخبر ہو جاؤ اور تم پر میرا یہ حق ہے کہ بیعت کا حق پورا کرتے رہو، سامنے اور پشت

مخلص رہو اور جب تمہیں پکاروں تو لبیک کہو اور جب تمہیں حکم دوں تو فرمانبرداری کرو۔" [۱۴]

امام کی غربت اور مظلومیت یہاں تک پہنچی کہ آپؑ کے بھائی عقیل کا دل بھی آپؑ کیلئے جلنے لگا انھوں نے حضرتؑ کے نام اس مضمون کا خط تحریر کیا:

بَلَغَنی اَنَّ شیعَتَکَ وَاَنصارَکَ خَذَلُوکَ فَاکْتُبْ یابْنَ اُمّی بِرَأیِکَ، فَاِنْ کُنْتَ الْمَوْتَ تُریدُ تَحَمَّلْتُ اِلَیْکَ بِبَنِی اَخیکَ وَوُلْدِاَبیکَ، فَعِشْنا مَعَکَ ما عِشْتَ، وَمُتْنا مَعَکَ اِذا مِتَّ، فَوَاللهِ ما اُحِبُّ اَنْ اَبقیٰ بَعْدَکَ فُواقاً [۱۵]

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؑ کے مددگاروں نے نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے، لہٰذا مجھے لکھیں کہ ہم کیا کریں؟ اگر آپؑ مرنے کیلئے تیار ہو گئے ہیں تو میں تمام عزیز و اقارب اور نسل ابو طالب کو لے کر آپؑ کے پاس آجاتا ہوں تا کہ موت و زندگی آپؑ کے ساتھ ہو، قسم بخدا آپؑ کے بعد مجھے جینے کا کوئی شوق نہیں۔"

اہل کوفہ کی بے غیرتی کا حال یہ ہو گیا تھا کہ علیؑ نے ان کی رفتار پر غم واندوہ کے عالم میں ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَلادینٌ یَجمَعُکُم؟! اَلاحَمِیَّةٌ تُغضِبُکُم؟! اَلاتَسمَعُونَ بِعَدُوِّکُم یَنتَقِصُ بِلادَکُم؟ وَیَشُنُّ الغارةَ عَلَیْکُمْ؟ اَوَلَیسَ عَجَباً اَنَّ مُعاوِیَةَ یَدْعُو الْجُفاةَ الطَّغامَ الظَّلَمَةَ فَیَتَّبِعُونَهُ عَلیٰ غَیرِعَطاءٍ وَلا مَعُونَةٍ وَیُجیبُونَهُ فِی السَّنَةِ المَرَّةَ وَالمَرَّتَینِ وَالثَّلاثَ اِلیٰ اَیِّ وَجْهٍ شاءَ، ثُمَّ اَنَا اَدْعُوکُمْ وَاَنتُم اُولُوا النُّهیٰ وَبَقِیَّةُ النّاسِ تَختَلِفُونَ وَتَفتَرِقُونَ عَنّی وَتَعصُونَنی وَتَخالِفُونَ عَلَیَّ

"کیا کوئی ایسا دین و آئین باقی نہیں رہا جو تمہیں خوف دلا سکے؟ کیا تم اپنے دشمن کی خبریں نہیں سن رہے کہ اس نے تمہارے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور ہر جانب سے ان پر حملہ آور ہے کیا یہ بھی تعجب آور بات نہیں کہ معاویہ جب چاہے اپنے سنگ دل و ستمگر افراد کو بغیر کسی بخشش و کمک کے پکار ہے اور وہ اس کی پیروی کریں اور سال بھر میں ایک، دو حتی تین بار بھی جہاں چاہتا ہے انھیں لے جاتا ہے اور وہ چلے جاتے ہیں، جبکہ تم لوگ سمجھدار اور بزرگان دین کے بازماندگان ہونے کے باوجود اس طرح کا اختلاف کر رہے ہو اور تم مجھ سے دور ہوتے جارہے ہو اور میری مخالفت پر اتر آئے ہو؟"

جب مختلف شہروں سے معاویہ کے ہاتھوں لوٹ کھسوٹ اور غارت گریوں کے علاوہ وحشیانہ ناگوار خبریں حضرتؑ تک پہنچتی تو آپؑ درد بھرے دل سے اہل کوفہ سے خطاب فرماتے:

یا اَهْلَ الْکُوفَةِ کُلَّما اَطَلَّتْ عَلَیْکُم سَرِیَّةٌ وَاَتاکُم مِنْسَرٌ مِنْ مَناسِرِ اَهْلِ الشّامِ اَغْلَقَ کُلُّ امْرِءٍ مِنْکُمْ بابَهُ قَدِ انْحَجَرَ فی بَیْتِهِ انْجِحارَ الضَّبِّ فی جُحْرِهِ وَالضَّبُعِ فی وَجارِها، اَلذَّلیلُ وَاللهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ، وَمَنْ

رَصی بِکُمْ رَمی بِأفُوْقِ نَاصِلٍ ،فَقَبحالُکُم وَتَرْحاً وَقَدْنَادَیْتُکُمْ وناجَیْتُکُمْ رَجلاٰمن أهلِ الشام وَیَبحکُم اخر جُوا مَعی ثُمَّ فِروُاعَنی مابَدالَکُمْ فَوَاللهِ مَااکْرَهُ لِقاءِ رَبیّ عَلیٰ نیتی وبَصیرَتی وَفی ذالکَ لی رَوْحٌ عظیمٌ وَ فَرَجٌ مِنْ مُناجاتِکُمْ وَمُعاناتِکُمْ وَمُفاسَاتِکُمْ وُدارَاتِکُم "وفی روایة وَدَدْتُ انی رَفتُکُم کمایُصْرَفُ الذهَبُ ،وَ لَوَدَدْتُ انی لَقیْتُهمْ عَلیٰ بَصیرَتی فَأَراحَنی اللهُ مِنْ مُقاسَاتِکُم

''اے اہل کوفہ! جب سوار تمہارے نزدیک ہو جائیں اور شام کی فوج اترنے لگے تو تم میں سے ہر ایک اپنے دروازے کو بند کرے اور ایسے چھپ جائے جیسے گوہ اپنے بل میں اور کبوتر اپنے گھونسلے میں چھپ جاتا ہے۔ خدا کی قسم خوار و زبوں وہ ہے جس کی تم مدد کرو۔ اور جس نے بھی تم جیسوں کی مدد پر خوشی محسوس کی اس نے گویا شکستہ تیر بغیر پیکان کے پھینکا پس (خدا کرے) تمہاری روحیں گندی اور دل غمگین رہیں کیونکہ جب بھی میں نے تمہیں پکارا نہ تو آزادی کے ساتھ دشمن کے مقابل مرنا قبول کیا اور نہ ہی دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اچھے راز دار قرار پائے۔ قسم بخدا تمہارے سو افراد دے کر شام کے لوگوں میں سے ایک لینے پر بھی میں راضی ہوں، تم پر نفرین ہو، میرے ساتھ آؤ گے اور پھر چاہو گے بھاگ جاؤ گے، قسم بخدا جس نسبت و بصیرت کا میں حامل ہوں، خدا سے ملاقات کو تمہارے ساتھ گفتگو اور ملاقات سے اچھا جانتا ہوں۔''

ایک اور روایت میں اس طرح نقل ہوا ہے فرمایا:

''کاش جس طرح سونا تبدیل کیا جاتا ہے تمہیں بھی تبدیل کرنا ممکن ہوتا اور میں اپنی بصیرت و بینش کے مطابق ان (دشمنوں) سے ملاقات کرتا اور خدا تمہارے تعاون کے ذریعے میرے رنج و آلام کو سکون پہنچاتا۔''

بہر حال حضرتؑ اپنی موت کی تمنا کرتے ہیں اور جب بسر بن ارطاہ کا یمن کے شہروں پر حملہ اور اس کے ہاتھوں وہاں ہونے والی کشت و کشتار کی خبریں حضرتؑ تک پہنچے تو فرمایا:

أنبِئتُ بُسراً قَدِ اطَّلَعَ الیَمَنَ ،وَاِنّ وَاللهِ لَأظُنُّ اَنّ هؤلاءِ القَومِ سَیُدالُونَ مِنکُمْ بِاجتِماعِهِمْ عَلیٰ باطِلِهِمْ وَ تَفرُّقِکُمْ عَنْ حَقِکُمْ وَبِمَعصِیتِکُمْ اِمامَکُمْ فی الحَقِّ وَطاعَتِهِمْ اِمامَهُمْ فِي الباطِلِ ،وَبِأدائِهِم الأمانَةَ اِلیٰ صاحِبِهِمْ وَخیانَتِکُمْ ،وَبِصَلاحِهِمْ فی بِلادِهِمْ ،وَفَسادِکُمْ ،فَلَوِائتَمَنْتُ أحَدَکُمْ عَلیٰ قَعَبٍ لَخَشیتُ أنْ یَذهَبَ بِعَلاقَتِهِ .اللهُمّ قَدْمَلَلْتُهم وَمَلُّونی وَسَئِمتُهُم وَسَئِمونی ،فَأبْدِلْنی بِهِمْ خَیراً مِنهُم وَأبْدِلْهُمْ بی شَراً مِنّی .اَللهُمّ مُثْ قُلوبَهُمْ کَمایُماثُ المِلْحُ فی المَاءِ ،اَمَاوَاللهِ لَوَدَدْتُ اَنّ لی بِکُمْ اَلفَ فارِسٍ مِنْ بَنی فراس بن غنم

''مجھے خبر ملی ہے کہ بُسر یمن پہنچ گیا ہے اور مجھے قسم بخدا یہ اندیشہ ہے کہ یہ لوگ تمہاری بقیہ دولت پر بھی وہ قابض ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ لوگ باطل ہوتے ہوئے متحد ہیں اور تم لوگ حق پر ہوتے

ہوئے بھی منظم نہیں (بلکہ) تم حق میں اپنے امام کی نافرمانی کرتے ہو اور وہ باطل میں اپنے امام کی پیروی کرتے ہیں اور وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کے ساتھ امانت داری کا حق ادا کرتے ہیں اور اس میں خیانت نہیں کرتے وہ شہروں میں امن و امان سے رہتے ہیں اور تم شورش کرتے رہتے ہو، اگر تم میں کسی کو لکڑی کے پیالے کا امین بنادوں تو ڈرتا ہوں کہ وہ اسے دستے سمیت غائب نہ کر دے۔ اے اللہ! میں ان سے دلبر داشتہ ہو گیا ہوں اور یہ مجھ سے دل تنگ ہو گئے ہیں اور میں ان سے اکتا گیا ہوں اور وہ مجھ سے اکتا چکے ہیں تو اب ان کے بدلے میں ان سے بہتر لوگ مجھے عطا کر دے اور میرے بدلے میں کوئی برا حاکم انھیں دے۔ خداوند! ان کے دلوں میں (اپنے غضب سے) اس طرح پگلا دے جیسے پانی میں نمک گھولا جاتا ہے، خدا کی قسم میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ کاش مجھے تمہارے عوض بنی فراس بن غنم (جو غیرت و شجاعت میں معروف ہیں) کے ایک ہزار سوار مل جائیں۔" ١٦

بہرحال آہ بردرد کے ساتھ خدا سے عرض کی:

اللّٰھم انی سئمت الحیاۃ بَیْنَ ظَھْرَانیِ ھٰؤلاءِ الْقَوْم وتبرّمت الأمل فأتح دلی صاحبی حتّٰی اَسْتَرِیْحَ مِنْھُمْ وَیَسْتَرِیْحُوا مِنّی ،ولَنْ یَفْلَحُوا بَعْدِیْ "خداوند! میں ان لوگوں کے درمیان زندگی کرنے سے تھک چکا ہوں اور میں تمام آرزوں سے خستہ ہو چکا ہوں اب تو میرے لیے موت بھیج دے، تاکہ مجھے ان سے چھٹکارا مل جائے اور انھیں مجھ سے جب کہ یہ میرے بعد کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔" ١٧

امام حسنؑ کے ساتھ کیا کیا؟

جب امام حسنؑ نے حکمت و مصلحت کو اسی میں بہتر جانا کہ معاویہ کے صلح نامے پر دستخط فرمادیں (جس کی تفصیل تاریخ امام حسینؑ میں ذکر ہو چکی ہے۔) تو انہی لوگوں نے امام کی توہین کرتے ہوئے حرمت شکنی کی اور ساباط میں جناب کے خیمے پر حملہ کر کے لوٹ مار مچائی یہاں تک کہ خنجر سے حضرتؑ کا زانو زخمی کیا اور اس طرح دیگر اذیتوں کے بعد امام نے خطبہ دیتے ہوئے اپنے دکھ کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

اری ُ واللہ معاویۃ خیراً من ھؤلاَءِ ،یزعُمُوْنَ اَنَّھُمْ لی ُشیعۃ ابْتَغُوْ اقَتْلی وَانتھبُوثقلی واخذوا مالی ١٨

اور جب امام حسنؑ معاویہ کے سامنے منبر پر تشریف لے گئے تو حضرتؑ نے فرمایا:

فَاُقْسِمُ باللہ لو انّ النّاس بایعونی واطاعونیِ ونصرونی لاعطتھُمْ السّماء ُقطرھا والارْضُ برکتھا ولما طمعت فیھا یامُعاویۃ ١٩

١٨ "قسم بخدا میں معاویہ کو ان سے بہتر سمجھتا ہوں، کیونکہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ میرے پیروکار ہیں اور پھر میرے قتل کا سامان بھی کرتے ہیں اور میرے مال و منال کو لوٹ لیتے ہیں۔ احتجاج طبرسی ص ۱۴۸۔

١٩ "خدا کی قسم اگر یہ لوگ میری بیعت کر لیتے اور فرمانبرداری کرتے ہوئے میری مدد کرتے تو یہ لوگ آسمانی وزمینی برکتوں سے مالا مال ہو جاتے اور اے معاویہ! تو کبھی خلافت کی طمع نہ کرتا" بحارالانوار ج ۴۴ ص ۲۲۔

علامہ طبرسیؒ اپنی کتاب احتجاج میں سالم بن ابی الجعدہ سے مستند روایت نقل کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں گیا اور اس نے حضرتؑ کے ساتھ توہین آمیز لہجے میں کہا:

یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ اذللت رِقابَنا، وجعلتنامعشر الشیعۃ عبیداً مابقی معک رَجُلٌ؟

اے فرزند رسول! ہماری گردنیں ذلت سے جھک گئی ہیں اور جب تک یہ ایک بھی شیعہ باقی ہے آپ نے اسے دوسروں کا غلام بنادیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیسے؟ اس شخص نے کہا: اس لیے کہ آپؑ نے تمام ظالموں کے سپرد کردیئے ہیں۔"

امام نے فرمایا:

وَاللہِ ماسَلَّمْتُ الاَمْرَ الاّ انّی لَمْ اَجِدْ انْصاراً وَلَوْ وَجَدْتُ انْصاراً لَقاتَلْتُہُ لَیْلی وَنَھاری حَتّی یَحْکُمَ اللہُ بَیْنی وَبینَہُ، وَلکنّی عَرِفْتُ اَھْلَ الکُوفَۃِ وَبَلَوْتُھُمْ، وَلایَصْلُحُ لی مِنْھُمْ ما کانَ فاسِداً، اَنَّھُمْ لاوَفاءَ لَھُمْ وَلاذِمَّۃَ فی قَوْلٍ وَلافِعْلٍ، اِنَّھُمْ لَمُخْتَلِفُونَ وَیَقُولُونَ لَنا: اِنَّ قُلُوبَھُمْ مَعَنا، وَاِنَّ سُیُوفَھُمْ لَمَشْھُورَۃٌ عَلَیْنا

"خدا کی قسم میں نے خلافت کو معاویہ کے سپرد نہیں کیا مگر اس لیے اس کہ میرا کوئی مددگار نہیں رہا تھا لہٰذا اگر مددگار ہوتا تو میں شب و روز برسر پیکار رہتا یہاں تک کہ خدا میرے اور اسکے درمیان فیصلہ کردیتا، ہاں مگر میں نے اہل کوفہ آزما کر انھیں پہچان لیا ہے جو لوگ خراب اور فاسد ہوں وہ میرے کام نہیں آسکتے کیونکہ وہ اپنے قول و فعل اور وعدے کے پابند نہیں ہیں البتہ یہ لوگ ہمارے پاس رفت و آمد رکھتے ہیں اور وفاداری کی گفتگو بھی کرتے ہیں مگر افسوس اس کے دل تو ہمارے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں ہمارا دشمن کے ساتھ۔" ۲۰

خرائج راوندی میں ہے، جب لوگوں نے حضرت امام حسنؑ کی بیعت کرنا چاہی تو آپؑ نے فرمایا:

واللہ ماوَفیتم لمن کان خیراً منی فکیف تقول لی؟ "قسم بخدا تم لوگوں نے اس سے وفا نہیں کی جو مجھ سے بہتر تھا پھر بھلا مجھ سے کیسے وفا کروگے؟"

اس کے بعد آپؑ نے قبیلۂ کندہ کے ایک شخص کا معاویہ سے فریب کھانا نقل کیا اور مجدداً فرمایا:

قداخبرتکم مرۃً انہ لاوفاء لکم انتم عبیدالدنیا "پھر بتارہا ہوں تم لوگوں سے وفا نہیں اس لیے کہ تم دنیا کے بندے ہو۔" ۲۱

اور دیگر وہ روایات جو امام حسنؑ کی شرح حال میں تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔

حضرت زید بن علیؑ کے ساتھ کیا کیا؟

اہل کوفہ نے واقعہ کربلا کے جانکاہ حادثے کے بعد زید بن علی زین العابدینؑ کی بیعت کی اور انھیں اطمینان دلایا کہ کوفہ کے ایک لاکھ شمشیرزن حاضر ہیں کہ آپ ساتھ تلوار چلائیں۔ ۲۲ بیعت کے دفتر اندراج

میں پندرہ ہزار افراد کے نام تھے جنھوں نے ساتھ دینے کیلئے اپنے نام لکھوائے تھے مگر جب زید بن علیؑ نے قیام کیا تو مدد کیلئے فقط دوسو اٹھارہ افراد موجود تھے۔ ۲۳

حضرت داؤد بن علی وغیرہ نے یہ بات حضرت زید بن علیؑ سے کہی:

''اے چچازاد (بھائی) کیا یہ لوگ وہی نہیں کہ جنھوں نے آپؑ سے زیادہ محترم آپؑ کے جد علی بن ابیطالب کو فریب دیا، ان کی نصرت سے سرپیچی کی یہاں تک کہ ان کی شہادت واقع ہوئی؟ حضرتؑ کے فرزند حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ کیا کیا؟ بیعت کے بعد ان کے خیمے پر لوٹ مار کیلئے چڑھائی کی اور عباء مبارک کو دوش سے کھینچ کر اتارا؟ کیا یہ وہی نہیں جنھوں نے آپؑ کے جد حسین بن علیؑ کو بلایا کہ ہم قسم و دھرم اٹھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ آپؑ کی نصرت کریں گے مگر انھیں ابھی دھوکہ دیا اور مدد و نصرت سے روگرداں ہوئے حتی حضرتؑ کو شہید کر ڈالا'' ۲۴

اسی طرح ان کی پیمان شکنیاں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر وغیرہ کے ساتھ معروف ہیں جن کی تفصیل تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوسکتی ہے۔ ۲۵

اہل کوفہ مسلسل اپنی بے وفائی اور بزرگوں سے تردکی وجہ سے اسی صفت سے مشہور ہو گئے جو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے اور انھیں یہاں تک کہا جانے لگا:

اعذر من الکوفی ۔ الکوفی لایوفی :فلاں شخص کوفیوں سے بھی زیادہ بے وفا ہے، کوفہ اہل وفا نہیں ہیں۔ ۲۶

ایک عرب شاعر نے ان لوگوں کے بارے میں یوں کہا ہے:

ومانکثوا من بیعة بعدبیعة	اذاضمنوهااليوم خاسوابهاغدًا

''(انھوں نے) بیعتوں کو یکے بعد دیگرے توڑا، یہ آج بیعت کرتے ہیں اور کل اسے توڑ دیتے ہیں۔''

عبداللہ بن عمر کا جملہ

کوفہ کا ایک فرد عبداللہ بن عمر کے پاس شرعی مسئلہ دریافت کرنے آیا، مچھر کے خون کا حکم طہارت ہے یا نجاست؟ تو عبداللہ بن عمر نے سائل سے پوچھا تو کہاں کا رہنے والا ہے؟

جواب دیا میں عراق کا رہنے والا ہوں۔

عبداللہ نے تعجب سے کہا:

انظروا الی هذا یسئلنی عن دم البعوض او قدقتلوا ابن بنت رسول اللهؐ وقد سمعته یقول فیه اخیه: هما ریحانتای من الدنیا ''اسے دیکھ! یہ مچھر کے خون کا مسئلہ مجھ سے پوچھنے آیا ہے، جبکہ انھوں نے دختر رسول اللہؐ کے فرزند کو مار ڈالا، میں نے خود رسول اللہؐ سے سنا ہے آپؐ نے حسنؑ

اوران کے بھائی حسینؑ کے بارے میں فرمایا: اس دنیا میں یہ دونوں میرے خوشبودار پھول ہیں۔"

خود عمرؓ بن خطاب کا جملہ

حضرت عمرؓ جن کی سیاست وتدابیر کو کثرت کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے وہ بھی اپنے معین کردہ والیوں اور نمائندوں کی نسبت اہل کوفہ کی نافرمانی اور سرکشی سے تنگ آچکے تھے وہ جسے بھی والی کوفہ بنا کر ان کی جانب روانہ کرتے تو چند روز بعد ہی یہ لوگ اسے متہم کر کے عزل کرنے کا مطالبہ کرتے، لہٰذا عمرؓ پریشان تھے تو صغیرہ نے ان سے پوچھا: کس مصیبت نے تجھے اس طرح فکر مند کر رکھا ہے؟

عمرؓ بن خطاب نے کہا:

> وایّ نائبة اعظم من ماء ة الف لایرضون عن امیر ولایرضی عنهم امیر "اس مصیبت سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ یہ ایک لاکھ سے زیادہ اہل کوفہ نہ کسی والی سے راضی ہوتے ہیں اور نہ ہی کوئی والی ان سے راضی رہ پاتا ہے۔ ۲۷

اہل کوفہ کی بے وفائی پر ایک مثال

شبث بن ربعی کوفہ کا معروف صاحب ثروت انسان تھا جو نفاق ودورخی میں اپنا نام رکھتا تھا، اسکے احوال میں لکھتے ہیں:

> "شروع میں "سجاح" نامی عورت کا مؤذن تھا (جس نے رسول اللہؐ کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا) پھر مسلمان ہوا اور امیر المومنینؑ کے دورِ خلافت میں آپؑ کی بیعت کی اور یہ شخص کئی بار امیر المومنینؑ کی جانب سے معاویہ تک نامہ رسانی اور پیغامات ردوبدل کرنے کی ذمہ داری انجام دیتا رہا۔ حکمیت کے ماجرا کے بعد حضرتؑ کو چھوڑ کر خوارج کے ساتھ جا ملا، پھر امام حسنؑ کی بیعت کی مگر کچھ مدت بعد معاویہ سے ملحق ہو گیا۔ مرگ معاویہ کے بعد امام حسینؑ کو خط لکھنے والوں میں شامل ہوا جس میں اس نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی اور اپنی حمایت کا اظہار کیا مگر جب عبیداللہ بن زیاد کوفہ پہنچا اور جب کوفہ کے حالات بدلے عبیداللہ بن زیاد کے سرداروں میں شامل وہاں سے اوران لوگوں کے ساتھ امام حسینؑ سے جنگ کرنے کربلا آیا شہادت امام حسینؑ کے بعد یزید کی خوشنودی کیلئے امام حسینؑ کے مارے جانے کا شکرانہ کوفہ میں تعمیر مسجد کی صورت میں ادا کیا۔ مختار ثقفی نے قیام کیا تو اسکے فوجیوں میں شامل ہو کر خونِ حسینؑ کا بدلہ لینے کیلئے نکلا پھر مصعب بن زبیر نے جب حضرت مختار کو شکست دی تو اسکے فوجیوں میں شامل ہو گیا اور مصعب کی طرف سے کوفے کی پولیس کا رئیس منتخب ہوا اور اسی نے قتل مختار میں شرکت کی۔"

بہر حال اسی سالہ منافقانہ شرم آور زندگی گزارنے کے بعد اس جہان سے رخصت ہو۔ ۲۸

ثانی زہراء زینبؑ کا اہل کوفہ سے خطاب

شہادت امام حسینؑ کے بعد جب اہل بیت عصمت وطہارت کو اسیر بنا کر کوفہ وشام کی سمت لے کر چلے تو زینب بنت علیؑ نے بازار کوفہ میں ان کے بارے میں خطبہ ارشاد فرمایا:

الحمدلله والصلاة علی ابی محمدو آله الطيبين الاخيار،امابعدياأهل الكوفة يااهل الختل و الغدر و الخذل ألافلارقأت الدمعة ولاهدأت الزفرة انمامثلكم كمثل التی نقضت غزلهامن بعدقوة انكاثاً تتخذون ايمانكم دخلابينكم ،هل فيكم الاالصلف والعجب والشنف والكذب وملق الاماء وغمز الاعداء،او كمرعی علی دمنة او كقصة علی ملحودة ،ألابئس ماقدّمت لكم انفسكم أن سخط الله عليكم وفی العذاب أنتم خالدون

”حمد وسپاس ہے خداوند متعال کی اور درود وسلام ہو میرے پدر بزرگوار محمد مصطفیؐ اور ان کے پاک و برگزیدہ خاندان پر۔

اے اہل کوفہ! اے دھوکہ بازو! فریب کارو! بے غیرت اور حیلہ گرو! کیا تم رو رہے ہو؟ (خدا کرے) تمہارے آنسو نہ تھمیں، تمہاری نالہ وبکا کم نہ ہو، تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو...تم نے اپنی قسموں کو فساد کی دستاویز قرار دیا ہے تمہارے پاس سوائے فریب، دغل بازی، جھوٹ اور دشمنی کے اور کیا ہے؟ تم بالکل چاپلوس کنیزوں اور چغل خور دشمن کی طرح ہو، تم اس سبزہ کی مانند ہے جو گندگی میں پھوٹتا ہے اور اس چاندی کی مثال ہو جو قبر پر سجانے کیلئے لگائی جائے (یعنی تمہارا ظاہر زیبا، فریب دھندہ اور باطن بدبودار اور گندہ ہے) بے شک تم لوگوں نے بدترین اور بے کار سامان اپنے لیے روانہ کیا ہے جس پر خدا کا خشم وغضب اور عذاب الٰہی ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ۲۹

اسی طرح جب امام زین العابدینؑ نے خطبہ دینا چاہا اور لوگوں نے گریہ وبکاء کے ساتھ اسے سننے کا اظہار کیا تو آپؑ نے فرمایا:

هيهات هيهات ايّهاالغدرة المكرة حيل بينكم وبين شهوات انفسكم ،أتريدون ان تأتوا اليّ كمااتيتم الی آبائی من قبل ،كلاّوربّ الراقصات فان الجرح لماينذمل من قتل ابی بالامس واهل بيته معه

”کتنا دور ہے اے مکار وفریب کار لوگوں! اب تمہاری مرضی وپسند پوری نہیں ہوگی، کیا وہی میرے ساتھ بھی کرنا چاہتے ہو جو میرے آبائی واجداد کے ساتھ کیا، نہیں قسم بخدا ابھی میرے پدر گرامی کے قتل کا زخم جو مجھے کل (ابھی) لگا ہے اچھا نہیں ہوا۔“

کوفی سماج میں عدم وحدت اور سیاسی ناپختگی

اس مقام پر اگر اہل کوفہ کے بار گناہ کو قدرے سبک کرنا چاہیں تو ہمیں اس وقت کوفے میں حاکم سیاسی و معاشرتی فضاء کو دیکھنا ہوگا یعنی یہ دیکھا جائے کہ ان لوگوں کی ہیئت، سیاسی وسماجی مسائل کیسی تھی؟ لہذا

اسکے مطابق وفاداری تعاون اور خاندان رسالت سے حمایت کی توقع بھی رکھی جائے۔ چنانچہ اہل تاریخ نے لکھا ہے، شہر کوفہ کی بنیاد سعد بن ابی وقاص فاتح عراق کے ہاتھوں رکھی گئی وہ جب ایرانیوں کو شکست دے کر مدائن کے فاتح ہوئے تو اسلامی لشکر کی آبادکاری کا خیال ذھن میں آیا لہٰذا کوفہ نامی شہر کو دریائے فرات کے کنارے آباد کیا (یعنی یہ شہر فوجی چھاؤنی کی حیثیت میں رکھتا تھا) کیونکہ یہ دوسرے فتوحات کیلئے بہترین مرکز شمار کیا جاتا تھا، یہاں آ کر غنائم جنگی تقسیم کی جاتی تھیں اور اسکے علاوہ دوسرے امتیازات مثلاً یہاں کی آب وہوا مناسب تھی چنانچہ دوسرے شہروں (مکہ و مدینہ) سے ہجرت کر کے لوگوں نے یہاں رہائش اختیار کی اور اس بات کو بن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں نقل کیا ہے، ایک ہجرت میں بدریوں کے ستر افراد اور اصحاب شجرہ میں تین سو افراد مکہ و مدینہ چھوڑ کر یہاں آئے حتیٰ ایک سو پچاس اصحاب رسول اللہؐ کے نام بھی تحریر کیئے ہیں جنھوں نے یہاں سکونت اختیار کی۔ ۳۱

کوفہ مختلف قبائل کی ہجرت گاہ

اس خط کی یہی (آب وہوا وغیرہ) خصوصیت سبب بنی کہ بہت تیزی سے یمن، عدانیوں اور بنی بکر وغیرہ کے مختلف قبائل نے کوفہ کی سمت روانہ ہو کر اسی کو موضع سکونت قرار دیا۔ قبائل یمن میں سے من جملہ یہ قبائل ذکر ہوئے ہیں۔ قضاعہ، غسان، بجیلہ، خثعم، کندہ، حضر موت، ازد، مذحج، حمیر، ہمدان، نخع وغیرہ جو کوفہ آ کر آباد ہوئے اور جن کی مجموعی تعداد بارہ ہزار افراد لکھی گئی ہے۔ ۳۲

اسی طرح قبائل عدنان کے دوسرے دو بڑے قبیلے تمیم اور بنو نصیر کا تاریخ میں شمار ملتا ہے کہ وہ آٹھ ہزار افراد پر مشتمل کوفے میں رہائش پزیر ہوئے اور بنی اسد کے قبائل غطفان، محارب اور نمیر کوفے میں بتصدیق تاریخ سکونت پزیر ہوئے۔ اسی طرح دوسرے بہت سے قبائل مثلاً کنانہ، جذیمہ، عبدالقیس ،تغلب، ثقیف، عامر اور مذینہ کے نام لیے جاسکتے ہیں جن کا ذکر تاریخ میں ساکنان کوفہ کے حوالے سے ملتا ہے، چنانچہ یہ مذکورہ قبائل وخاندان شہر کوفہ کے مختلف محلوں میں آباد تھے یعنی ہر قبیلہ اور خاندان کا علیحدہ محلہ شمار کیا جاتا تھا۔

کوفہ کی قومیں

ان تمام مذکورہ قبائل کے علاوہ جو غالباً مسلمان اور عرب تھے دوسری قوموں اور مختلف ادیان و مذاہب کے افراد بھی کوفہ میں سکونت پزیر تھے جو اس شہر کے منفرد ہونے اور ان کے اختلاف مزاج کو تقویت پہچاتے تھے۔ اسی طرح کئی دوسرے عوامل بھی افکار و عقائد میں اختلاف و پراکندگی کا سبب تھے چنانچہ ان میں سے بعض عوامل یہ تھے:

ا۔ یہاں فارسی زبان ایرانی سپاہی تھے جنھوں نے مستقل لشکر بنایا ہوا تھا اور ''حمراء دیلم'' کے نام سے

معروف تھے جن کی مجموعی تعداد چار ہزار افراد پر مشتمل تھی یہ لوگ جنگ قادسیہ میں رستم کی قیادت میں عربوں سے لڑے مگر قتل رستم کے بعد شکست خوردہ ہو کر سعد بن ابی وقاص سے امان طلب کی۔

اس طرح کوفہ میں دیلم نامی شخص کی سربراہی میں آ کر آباد ہوئے اس کے علاوہ یہ لشکر اسلام کو پیش آنے والی جنگوں میں مسلمانوں کیلئے مددگار ثابت ہوتا تھا۔ بہر حال ان لوگوں نے آہستہ آہستہ ترقی کی یہاں تک کہ کوفہ میں ایک بڑی تعداد کے حامل ہو گئے حتی کہ فارسی زبان اہل عرب پر اس طرح غالب آنے لگی کہ وہاں ایک نیا لہجہ وجود میں آیا۔۳۳

۲۔ انباط یا نبطیوں جو سامی نسل سے غیر عرب لوگ تھے کوفہ میں سکونت پزیر ہوئے اور اپنی خاص زبان اور لہجہ رکھتے تھے وہ دارمی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور اہل تاریخ کے بقول یہ لوگ اہل کوفہ کے سماجی واخلاقی تغیرات میں اہم نقش رکھتے تھے۔۳۴

۳۔ سریانیوں جو اہل تاریخ کے مطابق ظہور اسلام سے قبل عراق آئے اور انھوں نے دجلہ کے جوار میں رہائش اختیار کی پھر سرزمین حیرہ اور کوفہ کے اطراف میں آباد ہونا شروع ہوئے اور جب شہر کوفہ آباد ہوا تو وہاں آ کر دیگر قبائل کے ساتھ مخلوط ہو گئے۔

یہ تھا ان مختلف قبائل وقوموں کا احوال جو کوفہ آباد تھے یہ باہمی تعلقات اور عربوں کے ساتھ ازدواجی مخالطت کی وجہ سے ایک نئی ذات اور قوم کی صورت میں وجود میں آئے، اسی طرح ان کے عادات اور رسومات دوسری قوموں کی رسومات سے مل کر نئی فرہنگ وکلچر کی شکل اختیار کر گئی۔

کوفے کے ادیان ومذاہب

اگر چہ اہل کوفہ کا رسمی دین السام تھا اور اکثریت کلمہ گو مسلمانوں پر مشتمل تھی لیکن عام طور پر اسلام زبانی جمع خرچ کا نام تھا اور ان لوگوں کے نزدیک اسلامی مادی منافع۔ غنائم جنگی اطر انعام واکرام کے حصول کا سبب تھا (یعنی صدر اسلام کے مجاہدوں کے بالکل برخلاف) اور عام طور پر ان لوگوں کے نزدیک جنگ وصلح اور مختلف ذاتی یا اجتہادی فعالیتیں مادیات تک رسائی کا نام تھیں، جبکہ ایمانِ واقعی، اسلام اور خدا پر ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں نہیں اترا تھا، لہٰذا اس پر پابند بھی نظر نہیں آتے تھے۔

اس بات پر دلیل وہاں خوارج کا وجود اوران کا نشوونما پانا تھا جو ظاہری تقدس (پیشانی پر سجدہ کا نشان، ذکر وتسبیح وغیرہ) کے ساتھ بے تقویٰ اور بے ایمان تھے وہ کسی امام ورہبر کے چاہے وہ حق پر ہو یا باطل پر تابع نہیں تھے ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ دینی مسائل (عبادی یا معاملاتی) میں (خود) مجتہد اور صاحب رائے تھا اور ان کی عادت بن چکی تھی کہ ہر روز اپنے لئے نیا رئیس وسربراہ انتخاب کر کے ایک نیا قدم اٹھاتے تھے، چنانچہ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد بھی سالہا سال بنی امیہ اور دیگر حکمرانوں کیلئے گلے کی ہڈی بنے رہے ہر

روز اسلامی سلطنت کے کسی گوشہ وکنار سے ان کے کیے ہوئے بلوے۔ جھگڑے اور اختلاف کی خبر آتی تھی اور یہ چند نافہم اطر سادہ لوح اور کم عقل لوگ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی خاک وخون میں غلطاں رکھتے تھے البتہ پس پردہ اسلام دشمن عناصر ان کی مدد کیا کرتے تھے اور ان کے ہاتھوں مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کو داخلی جنگوں اور مذہبی اختلافات میں الجھا دیتے تھے۔

ذیل میں ان کے بے تقویٰ ہونے پر جو تحریر اہل سنت کے دانشور ابن ابی الحدید نے پیش ہے جو پڑھنے قابل ہے۔

خوارج کا اجتہاد اور ان کے جرائم

ابن ابی الحدید معتزلی نہج البلاغہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"یہ بات سننے کے قابل ہے جب یہ گروہ (خوارج) جنگ نہروان کیلئے جارہا تھا تو راستے میں دو مردوں میں سے جن میں سے ایک مسلمان اور دوسرا عیسائی تھا ملاقات ہوئی انھوں نے مسلمان کو قتل کردیا، کیونکہ وہ ان کے عقیدے پر نہیں تھا اور عیسائی کو یہ کہہ کر رہا کردیا کہ یہ مسلمانوں کے تحتِ ذمہ ہے، لہٰذا ذمہ کی حفاظت ضروری ہے۔"

ابن ابی الحدید ابوالعباس سے روایت کرتے ہیں:

"(اسی نہروان کی) راہ میں عبداللہ بن خباب ۳۵ کا ان سے سامنا ہوا جو اپنی حاملہ زوجہ کو لے کر کہیں جارہا تھا، جبکہ حاملہ کی گردن میں قرآن بھی بندھا ہوا ہے انہوں نے کہا یہ جو تمہاری گردن میں بندھا ہوا ہے وہ ہمیں دستور دیتا ہے کہ تجھے قتل کردیں۔ عبداللہ بن خباب نے کہا: جسے قرآن نے زندہ کیا ہے تم بھی اسے زندہ کرو اور جسے قرآن نے ماردیا ہے تم بھی اسے مارڈالو۔ اسی دوران انہی (خوارج) کا ایک آدمی اپنے مقام سے اٹھا اور اس نے درخت سے گرے ہوئے کھجور کا ایک دانہ اپنے منہ میں رکھ لیا تو اس پر چیخ وپکار شروع ہوگئے کہ یہ لوگوں کا مال ہے (یعنی بغیر اجازت کھانا صحیح نہیں) تو اس شخص نے فوراً پرہیزگاری کا اظہار کرتے ہوئے اسے منہ سے نکال پھینکا۔ اسی طرح ان کے ایک شخص نے سور (خوک) دیکھا جو نجس العین جانور ہے تو اسے ماردیا مگر اس پر اتنا شور وغل ہوا کہ یہ فساد فی الارض کس نے کیا؟ ۳۶ اس کے بعد عبداللہ بن خباب کے پاس آئے اور کہا: اپنے

---

۳۵ عبداللہ کے پدر گرامی جناب رسول اللہؐ کے بزرگ اصحاب میں سے تھے بعد میں امیرالمومنینؑ کے باوفا ساتھیوں میں شمار ہوئے وہ صدر اسلام کے ان عظیم مجاہدوں میں سے تھے جنھوں نے مشرکین کی اذیت وآزار کو برداشت کیا۔ اس کی تفصیل زندگانی رسول اللہؐ میں صدر اسلام کے مجاہدوں کے تذکرے میں موجود ہے۔ ابن شہر آشوب کے مطابق نہروان میں خوارج کی آمد کے وقت (امیرالمومنینؑ کی جانب سے) وہاں کے والی تھے۔

۳۶ بعض روایات کے مطابق سور (خوک) کو مارنے والا یہ شخص اسکے مالک جو کہ نصرانی تھا کے پاس رضایت حاصل کرنے گیا۔

باپ (خباب) سے سنی ہوئی کوئی حدیث سناؤ۔
عبداللہ نے کہا میں اپنے پدر گرامی سے سنا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

ستکون فتنةٌ یموت فیشاقلب الرجل کمایموت بدنه یُمسی مؤمناً ویصبح کافراً فکُن عنداللہ طلاتکن القاتل ''بہت جلد فتنہ برپا ہونے والا ہے کہ جس میں انسان کا دل ایسے مرجائے گا جیسے بدن مرجاتا ہے وہ رات ایمان پر اور صبح کفر پر مرے گا لہٰذا تم ایسے ایام میں خدا کے نزدیک مقتول ہوجانا مگر قاتل نہ بننا۔'' ۳۷

پھر انہوں نے ابوبکر۔عمر اور عثمانؓ کے بارے میں سوال کیا تو ابن خباب نے اچھے انداز میں انھیں یاد کیا۔
پھر سوال کیا علی بن ابی طالبؑ کو حکمیت کے بعد کیسا ہونا چاہیے تھا؟ اس پر خباب نے جواب دیا:

انَّ علیاًأعلم بِالله وَاشدأعلیٰ دینه انقذبصیرة اس میں کوئی شک نہیں کہ علی بن ابیطالب خدا کے بارے میں ہم سے زیادہ آگاہ ہیں وہ دین خدا میں ہم سے زیادہ پرہیزگار اور بینش وبصیرت میں دوسروں سے زیادہ مقام رکھتے ہیں۔

اس پر خوارج نے کہا: تو ہدایت کی پیروی کرنے کے بجائے نام وشخصیت پرست ہے۔
اس کے بعد نہر کے کنارے ابن خباب کا سر تن سے جدا کردیا۔ ۳۸ ایک اور روایت میں ہے ابن خباب کو امان دے کر چھوڑ دیا مگر جب سور (خوک) اور نصرانی اہل ذمہ کا واقعہ پیش آیا تو ابن خباب نے ان کی احتیاط اور پرہیزگاری کو دیکھ کر فرمایا:

لئن کنتم صادقین فیماأریٰ مَاعلیَّ مِنْ کم بأسٌ، وَالله مَاأحدثتُ حَدَثاً فِي الْإِسْلَامِ وَإِنِّي لَمُؤْمِنٌ وَ قَدْ آمَنْتُمُونِي وَقُلْتُمْ لَارَوْعَ عَلَيْكَ ''اگر تم لوگ سچے ہو تو پھر مجھے تمہاری جانب سے کسی صدمہ کا خوف نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ قسم بخدا نہ تو میں بدعت لانے والا ہوں اور نہ ہی کوئی خلاف اسلام کام انجام دیا ہے، بلکہ ایک مومن انسان ہوں جسے تم نے امان دے کر کہا ہے کہ تجھ سے کوئی خوف نہیں۔''

لیکن انھوں نے ابن خباب کی بات پر توجہ نہ دیتے ہوئے انھیں قتل کر ڈالا۔ ۳۹ اور قتل ابن خباب کے

---

۳۷ ظاہری طور پر مقتول ہوجانا مگر قاتل نہ بننا کے معنی شاید یہ ہوں کہ اگر ان ایام میں دین کی سلامتی پر مار دیئے جاؤ تو اس بت سے بہتر ہے کہ دین خطرے میں ہو مگر قاتل و مارنے والے ہو (یعنی قدرت مند تو ہو مگر دین ہاتھوں سے چلا جائے) چنانچہ ابن خباب بھی خوارج کے ساتھ ویسے ہی تھے لہٰذا انھیں قتل کردیا گیا۔ ایک اور مقام پر کتاب صفین میں ابن دیزیل نے نقل کیا ہے جب ابن خباب سے کہا۔ اپنے باپ سے سنی ہوئی کوئی حدیث کو نقل کیا: یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة ہم نے اسے زندگانی امیر المومنین میں ذکر کیا ہے۔

بعدان کی حاملہ زوجہ کی جانب بڑھے جوخوف سے کانپ رہی تھی انھیں اپنی جانب آتے دیکھ کہ زوجہ ابن خباب نے کہا، میں ایک عورت ہوں کیا تمہیں خوف خدا نہیں! مگراس ستم زدہ عورت کی فریاد نہ سنی اوراسے بھی قتل کر کے اس کا شکم پھاڑ دیا۔ انھوں نے تین اور خواتین کو بھی قتل کر دیا جن میں ایک ''اُم سنان صیداوی'' تھیں جنھوں نے رسول اللہ کا زمانہ درک کیا یعنی باالفاظ دیگر صحابیہ تھیں۔ ۲۸

شرح نہج البلاغہ میں ابوالعباس سے روایت نقل ہے، ابن خباب کے قتل کے بعدان میں سے ایک شخص نے کھجور کے باغ کے مالک سے جو کہ نصرانی تھا ایک کھجور مانگی تو نصرانی نے کہا: اپنا مال سمجھو۔
جواب دیا اگر ہم سے قیمت نہ لی تو ہاتھ تک نہ لگائیں گے۔ اس پر نصرانی نے کہا:

واعَجَبا! اَتَقتُلُون مِثلَ عَبدُالله بن خَبابَ وَلاتَقبَلُونَ جَنَانخلَةِ الاَبثمن ''تعجب ہے تم لوگ ابن خباب کو تو قتل کر دیتے ہو مگر چند کھجور بغیر قیمت ادا کئے نہیں لیتے؟''

بہر حال یہ لوگ اپنی خاص عادات اور لغوگریوں کے سبب ہر اس فعل کو جسے قائم کردہ غلط معیاروں کے تحت خود پسند نہیں کرتے تھے رد کرتے اور اس کے خلاف زبان کھولا کرتے تھے اور اسکے خلاف پروپیگنڈا کرتے تھے۔ من جملہ یہ لوگ امام حسینؑ سے بھی متفق نہیں تھے۔

بنی امیہ کے طرفدار

اس گمراہ اور منحرف گروہ کے ساتھ دوسرے اور ظاہری مسلمان بھی تھے جنھوں نے ہمیشہ اپنی ثروت اور ذاتی منفعت کے حصول کو مدنظر رکھا اور حکمیت کے ماجرا کے بعد احساس کیا کہ علی بن ابیطالب اور انکے معصوم فرزندوں کے رکاب میں انھیں کوئی خاص مادی فائدہ نصیب نہیں ہوگا تو انھوں نے بنی امیہ خاص طور پر معاویہ کے ساتھ دوستی کا باب کھول دیا اور مخفیانہ طور پر شام ودمشق کے دربار سے مکاتبات شروع کیے، چنانچہ جاسوسانہ انداز میں کوفہ میں ہی رہ کر معاویہ کیلئے کام کرنا شروع کر دیا چنانچہ ان میں شبث بن ربعی، اشعث بن قیس، عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن وغیرہ جیسے منافق افراد کا نام لیا جاسکتا ہے۔ یہ لوگ اگر جنگ صفین یا دوسری جنگوں کے موقع پر امیر المومنینؑ یا آپؑ کے فرزندوں کی مدد کرتے رہے تو وہ بھی منافقانہ تھی انھوں نے ہرگز اپنے دل میں ایمان کو راہ نہ دی اور نہ ہی ان بزرگوں یا ان کے اہداف پر اعتقاد نامی کوئی شے رکھتے تھے اور معاویہ جیسا فریب کار انسان بھی ان لوگوں کو جذب کرنے میں کوئی دقیقہ فرد گزار نہیں رکھتا تھا، اس نے انھیں درہم ودینار اور اپنے وعدہ وعید سے خرید رکھا تھا۔ اور ستم بالائے ستم یہ کوفہ کی کاشتکاری اور اقتصادی مسائل انہی کے ہاتھوں میں دے رکھی تھی، لہٰذا چند باایمان افراد کے علاوہ دیگر عوام بھی انہی کے پیروی اور تابع تھی۔ ان کے درمیان واقعی طور پر جو شیعہ افراد تھے وہ نہایت کم اور انگشت شمار تھے جنھوں نے ہمیشہ فداری، جانثاری اور دینی خدمت انجام دی یہاں تک کہ خود کو کربلا پہنچا

کر اپنے مولا کے ساتھ شربت شہادت نوش کیا۔

کوفہ میں دیگر ادیان کے پیروکار

مذکورہ گروہوں مثلاً مسلمانوں، خوارج، منافقوں اور مختصر شیعہ افراد کے علاوہ کوفے میں دیگر ادیان کے پیروکار مثلاً مسیحی اور یہودی بھی سکونت پزیر تھے جو ''حیرہ'' کی ویرانی کے بعد کوفے کے مرکزی مقام پر اقامت پذیر ہوئے اور اس طرح وہاں کی بڑی تعداد کو تشکیل دیتے تھے۔ عیسائیوں نے وہاں کلیسا تعمیر کیے جن میں سے ایک مسجد کوفہ کے بالکل عقب میں واقع تھا اور اس وقت ان کے دو بزرگ کشیش (روحانی پیشوا) نسطوری اور یعقوبی وہاں موجود تھے۔ یہ لوگ دو گروہوں میں تقسیم تھے نصاریٰ تغلب اور نصاریٰ نجران۔ اور تغلبوں نے تعمیر کوفہ کے وقت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ قرارداد باندھی تھی جس کے مطابق کوفہ میں ملکیت، مکانات اور اقامت کی اجازت ملی تھی۔ کہا جاتا ہے یہ لوگ وہاں رہ کر صاحب ثروت و قدرت بن گئے تھے۔ نصارائے نجراں نے بھی عمرؓ بن خطاب کے دورِ خلافت میں انہی کی اجازت سے کوفہ میں مہاجرت کی اور ایک مستقل محلّہ آباد کیا جو محلّہ نصارائے نجران کے نام سے موسوم تھا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ حکومتی اداروں اور شہر کوفہ کے اقتصادی امور میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ اہم کام انہی کے ہاتھوں انجام پانے لگے مثلاً جب ابوموسیٰ اشعری کوفہ کا رئیس ہوا تو اس نے اپنے خطوط کی کتابت کیلئے ایک نصرانی کو نوکر رکھا، جب عثمان کی جانب سے ولید بن عقبہ یہاں کا والی ہوتو ایک عیسائی کو مسجد کے دفتری امور سونپے اور یہ عیسائی لوگ کوفہ کے صرّاف یعنی سونا چاندی اور پیسہ لین دین کے کاروباری تھے اور وہاں یہ لوگ ربا پر قرضہ دیا کرتے تھے یعنی آج جس طرح اکثر بینکوں میں ہوا کرتا ہے، لہٰذا اسی کاروباری انداز سے بے پناہ ثروت کے مالک ہوئے حد یہ ہے کہ کہا جاتا ہے عبیداللہ ابن زیاد نے جناب مسلم کی سرکوبی کیلئے انہی سے قرضہ لے کر لوگوں میں تقسیم کیا۔ [۴۱]

دین یہود

چنانچہ تاریخ کا بیان ہے کہ یہودیوں کا ایک بڑا گروہ جب عمرؓ بن خطاب کے حکم پر ۲۰ ھجری میں حجاز سے نکالا گیا تو وہ ہجرت کر کے کوفہ آیا اور اپنے لیے مخصوص محلّہ آباد کیا جہاں عبادت گاہوں کی تعمیر کا خیال رکھا گیا، چنانچہ ایک یہودی اپنے سفرنامے میں تحریر کرتا ہے ساتھ ہزار یہودی کوفہ میں آباد تھے اور انھوں نے ریختہ گری کو جسے عرب عجیب سمجھتے تھے اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا تھا اور کیونکہ رسول اللہؐ سے خاص کینہ رکھتے تھے، لہٰذا ان کی اولاد سے بھی عداوت کا اظہار کیا کرتے تھے، چنانچہ بعض اہل تحقیق کے مطابق واقعہ کربلا میں امام حسینؑ کو شہید کرنے میں انھوں نے فعال کردار ادا کیا۔ [۴۲]

لشکر کوفہ میں مختلف قبائل

جناب مسلم بن عقیل کے مقدس قیام کے مقابل عبداللہ بن زیاد کو ظاہری کامیابی اس لیے بھی ملی کہ کوفہ کی فوج مختلف قبائل کے امتزاج سے وجود میں آئی تھی یعنی ہر قبیلے کا اپنا دستہ تھا جس کا سالار اس قبیلے کا رئیس ہوتا تھا، لیکن افسوس ان میں سے اکثر سالار بنی امیہ کے طرفدار تھے یا پھر ھمجٌ الرعاع (چھوٹی یا ناتواں مکھیوں کی مانند) تھے جن کی جانب امیر المومنینؑ نے اپنے ایک معروف خطبے میں ارشاد فرمایا:

''جس طرف کی ہوا ہوتی ہے، یہ اسی سمت چلے جاتے ہیں۔''

مورخین کا بیان ہے، سعد بن ابی وقاص کے زمانے یعنی تاسیس کوفہ سے یہی لشکر کوفہ میں مختلف عرب وغیر عرب قبائل کے سپاہی تھے۔۴۳ اور یہ کیفیت زیاد بن ابیہ کے زمانے تک جاری رہی، لیکن جب زیاد بن ابیہ کوفہ کا فرمانروا ہوا تو اس نے مذکورہ لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا:

۱۔ اہل مدینہ پر سپہ سالار عمرو بن حرث کو بنایا۔

۲۔ تمیم و ہمدان کے قبایل کا سپہ سالار خالد بن عرفطہ کو بنایا۔

۳۔ ربیعہ۔ بکر اور کندہ قبائل کا سپہ سالار قیس بن ولید بن عبدالشمس کو مقرر کیا۔

۴۔ مذحج اور اسد قبائل کا سپہ سالار ابو بردہ بن ابی موسیٰ کو بنایا۔

البتہ ان تغیرات اور تقسیمات کی وجہ یہی تھی کہ کسی طرح لشکر پر ہر طرف سے نظر رکھی جائے تا کہ فوج اس کے کنٹرل سے باہر نہ نکلنے پائے، لہٰذا سپہ سالار انہی کو منتخب کیا گیا جو بنی امیہ خاص طور پر معاویہ کے طرفدار اور حمایتی تھے۔ بہر حال یہ کیفیت اسکے بیٹے عبیداللہ بن زیاد کے زمانے تک جاری رہی۔ جب عبیداللہ کوفہ کی باگ ڈور سنبھالنے آیا تو اسی چہارگانہ لشکر کی مدد سے جناب مسلم کے قیام کو روکنے میں بظاہر کامیاب رہا اور اسی طرح کربلا میں امام حسینؑ کے خلاف لشکر کشی کرنے میں اسی تقسیم نے عبیداللہ کو بہت مدد فراہم کی، چنانچہ عمرو بن حرث اور خالد بن عرفطہ دونوں سپہ سالار کربلا میں موجود تھے۔۴۴

---

۴۴ شیخ مفید اپنی کتاب ارشاد میں امیر المومنین کی زبانی غیبی خبروں کو نقل کرتے ہوئے اس خبر کو بھی مستند طریقے سے نقل کرتے ہیں حسن بن محبوب سوید بن غفلہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

''اے امیر المومنینؑ میں وادی القریٰ (شام و مدینہ کے درمیان ایک مقام) سے گزر رہا تھا تو وہاں خالد بن عرفطہ کو مردہ پایا، لہٰذا آپ اس کی مغفرت کی دعا فرمائیں۔'' حضرتؑ نے فرمایا:

''خاموش رہو وہ نہیں مرا ہے اور جب تک وہ ایک گمراہ لشکر کی سالاری نہ کرے کہ جس کا پرچمدار حبیب بن حماز ہو گا اس دنیا سے نہیں جائے گا۔''

فوراً ایک شخص نے اٹھ کر کہا: اے امیر المومنینؑ میں آپؑ کا پکا شیعہ ہوں۔

اس فوجی ساخت وبافت کے علاوہ ابن زیاد شہرکوفہ پر اسلیئے بھی مسلط ہوا کہ عوام سے اس کا رابطہ ہر محلے کی اہم شخصیات کے توسط سے تھا جنھیں عُرفاء کہا جاتا تھا اور کوفے میں جتنے بھی فرمانروا آتے رہے حتی عبید اللہ بن زیاد بھی وہ انہی عرفاء کے ذریعے مال۔ ہدایا اور دیگر سہولتوں کو عوام تک پہنچاتے تھے اور اسی وجہ سے ان عرفاء نے یہ تحریر دی تھی کہ ہم اپنے محلوں پر مکمل نظارت رکھیں گے اور اگر کوئی بھی مسئلہ بن کر سامنے آیا تو اسے بعینہ حکومت تک منتقل کردیں گے اور حکومت کے ہر دستور پر عمل کروائیں گے ورنہ انھیں (عرفاء کو) عطایا۔ شدایا اور بیت المال کی دیگر سہولتوں سے بھی محروم کردیا جائے گا اور سخت عقوبت بھی برداشت کرنا ہوگی۔ (چنانچہ حضرت مسلم بن عقیل کی قیام گاہ بھی اسی طریقے سے تلاش کر کے انھیں گرفتار کیا گیا۔)

اب ہم اس بحث کے اختتام پر یہ نتیجہ لیتے ہیں کہ مختلف اسباب عوامل تھے کہ جنھوں نے مل کر ابن زیاد کو یہ سہولت فراہم کی کہ وہ شہرکوفہ پر رعب ووحشت اور زور ودھونس والی حکومت نافذ کر کے الٰہی مقدس قیام کو سرکوب کرے اور اسکے رہبروں کو قتل کرنے میں بظاہر کامیاب ہو جائے۔ لہٰذا جب یہ اسباب ابن زیاد جیسے مکار، بے بند وبار اور فریبی انسان کے ہاتھ لگ جائیں تو پھر واضح ہے کہ وہ اپنے اہداف ومقاصد کے حصول کیلیئے ان سے کس طرح مدد لے گا اور اپنے حریف کو میدان سے کیونکر ہٹائے گا۔

بہرحال اب کوفے کی اس تأسف آمیز کیفیت، گروہ بندیوں اور قومی ومذہبی اختلافات پر نظر رکھتے ہوئے ذرا دیکھیں کہ امام حسینؑ نے ان کوفہ والوں کو کیا جواب دیا اور جناب مسلمؑ بن عقیل کی گزارش نامہ کے بعد آپ نے کیا قدم اٹھایا۔

ایک سوال کا جواب

یہاں ان لوگوں کیلیئے جنھوں نے امام حسینؑ کا اصلی مقصد اور حضرت کے قیام کا واقعی سبب (یعنی دین کی نسبت احساس ذمہ داری اور اسکی ادائیگی) درک نہیں ایک سوال ابھرتا ہے جسے وہ ایک مدت بعد آج بھی حل نہیں کرسکے اور خود کو قانع کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں لہٰذا گاہے بگاہے اپنے تحریروں میں اشارہ یا اس کی

حضرتؑ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ کہا میں ہی حبیب بن حماز ہوں۔

امام نے فرمایا: "ذرا اس روز سے جب تو اس پرچم کو ہاتھ میں لے کر مسجد کے اس دروازے داخل کرو گے۔ اور اپنے ہاتھ مسجد کے معروف دروازہ فیل کی طرف اشارہ کیا۔"

جب علیؑ اور ان کے بعد امام حسنؑ دنیا سے چلے گئے اور امام حسینؑ کی نہضت پیش آئی تو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو امام حسینؑ سے جنگ کیلیئے روانہ کیا اور لشکر کا سپہ سالار خالد بن عرفطہ کو کیا، جبکہ لشکر کا پرچم حبیب بن حماز کے سپرد کیا اور یہ اس پرچم کو لے کر مسجد کوفہ کے باب فیل سے مسجد کے اندر داخل ہوا۔ بہرحال یہ داستان بھی حضرتؑ کے غیب پر ایک مثال ہے۔ ارشاد مترجم ج ۱ ص ۳۲۹۔

جانب تصریح کرتے ہیں حتی کبھی تو ان کے بیان سے حضرت پر اعتراض محسوس کیا جاتا ہے۔

سوال کا خلاصہ یہ کہ کیا امام حسینؑ کو کوفے کے سماجی وسیاسی حالات، لوگوں کے درمیان اختلاف اور ان کی بے وفائی کا علم نہیں تھا؟ اور کیا وہ ان کی گذشتہ بے وفائیوں کے علاوہ اپنے والد گرامی امام علیؑ اور برادر محترم امام حسنؑ کے ساتھ انجام دیئے گئے کردار کو بھول گئے تھے (یعنی نعوذ باللہ) امامؑ ان کے دھوکے میں آگئے؟ اور ایسی کیفیت میں یہ خونین قیام کیا نتیجہ دے سکتا تھا؟ اور آخر میں امام نے کیوں قیام کیا تھا؟

افسوس کہ آج بھی بعض معاصر اہل قلم مثلاً احمد شلبی، شیخ محمد خضری اور محمد غزالی وغیرہ ان سوالات اور شبہات کو اپنی کتابوں میں جگہ دیتے ہیں۔۴۵؎ جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ انھوں نے فقط اسکے کا ایک رخ دیکھا ہے اور یہ لوگ دوسرے رخ سے محروم ہیں یا پھر اس پر توجہ نہیں کرتے۔

البتہ اس بات کی اصل علت جسے گذشتہ بحث میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں کہ انھوں نے ان پاک ہستیوں کو اپنی ذات سے مقائستہ کیا ہے اور فقط مادی عینک لگا کر ظاہر بین آنکھوں سے واقعہ کربلا اور امام کے مقدس قیام کو دیکھتے ہیں۔ ان کی نگاہیں شہادت اور خدا کی راہ میں جان و مال کو قربان کرنا وغیرہ سے غافل اور بے اطلاع ہیں ان باتوں کو درک کرنے میں ناکام رہے ہیں، لہٰذا یہ لوگ خدا کے اس قول کے مصداق قرار پاتے ہیں۔

﴿يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ﴾ ''وہ تو (صرف) دنیوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں۔'' (روم ۷)

شاید یہ لوگ اس ظاہر بینی اور امام حسینؑ کے مقدس قیام کی شناخت نہ رکھنے کی وجہ سے خود کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اعتراضات اور شبہات کے علاوہ امام عالی مقام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ قیام بے ثمر اور لوگوں کیلئے مضر تھا، جبکہ یہ لوگ اس بات سے غافل ہیں امام حسینؑ کا یہ مقدس قیام یزید کے مقابل نہیں تھا جو خود کو خلیفہ رسول اللہؐ اور امیر المومنین گردانتا تھا، بلکہ تمام خلاف شریعت اقدامات اور علنی فسق و فجور کے مقابل تھا جس کے سبب قرآن اور پیغمبر اسلامؐ کا وجود کالعدم ہوتا جارہا تھا کیونکہ بنی امیہ اور ان سے وابستہ افراد مثلاً یزید اسلام کو محو کرنے میں مصروف تھے، تا کہ پھر اس کی جگہ عرب قومی نظام کو نافذ کر سکیں جبکہ امام حسینؑ کی مقدس تحریک جس کی پیروی دنیا کے محبوب ترین اور مقدس ترین اشخاص کر رہے تھے جو بتانا چاہتی تھی کہ اس ننگین حکومت کا اسلام اور پیغمبرؐ سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، بلکہ جناب ختمی مرتبت اور ان کے خاندان محترم کے نزدیک یہ حکومت مبغوض ترین حکومت ہے حتی یہ لوگ حاضر ہیں اپنی جان اور اولاد کو بھی اس راہ میں قربان کردیں مگر حاضر نہیں کہ یزید جیسے فاسق فرد کی حکومت کے آگے جو خود کو امیر المومنین اور جانشین رسول کہتا ہے ذلت برداشت کریں۔ یہ ظاہر بین

صاحبانِ قلم امام حسینؑ کے مقدس قیام کو بھی بنی الحسین اور بنی عباس وغیرہ کے قیام اور ان کی تحریکوں کے ساتھ مقائستہ کرتے ہیں جو اپنی حکومت کے حصول کیلئے اور طرف مقابل کا تختہ الٹنے کیلئے قیام کرتے تھے لہٰذا قیام امام حسینؑ کے بارے میں بھی یہ لوگ دیگر تحریکوں کی طرح سوچتے تھے، لیکن اگر یہ لوگ اس مقدس قیام اور دیگر قیاموں کو روایات اور احادیث اور ان قیام کرنے والے رہبروں اور قائدین کی گفتار کے سہارے تجزیہ کرتے تو یقیناً اتنی بڑی فاش اور بڑی غلطی کے شکار نہ ہوتے اور نہ ہی ایسی بے جا قضاوت کرتے۔

بہر حال تاریخی سیر جاری رکھتے ہوئے بعد میں رونما ہونے والے واقعات کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۲ وقدبلغنی ان الحسین بن علی قدعزم علی المسیر الی العراق فضع المراصد والمناظر، و احترس واجلس علی الظّنّ واکتب الیّ فی کل یوم بمایتجددلک من خیر او شرّ فتوح ابن اعثم ج ۵ ص ۱۰۹۔

انساب الاشراف پہلا حصہ ج ا۔

۵ بحارالانوار ج ۶۷ ص ۲۸۳، ۲۹۸ بعض روایات میں منافق کی جگہ فاجر آیا ہے۔

۶ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۸۔

۷ جامع السعادات ج ا ص ۲۰۴۔

۸ بحارالانوار ج ۸۔ ط کمپانی، ص ۲۷۴۔

۹ نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۶۔

۱۰ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ج ۲ (چار جلدوں پر مشتمل طبع مصر مصر) ص ۵۷۷، ۵۷۸۔

۱۲ نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۶۔

۱۳ ارشاد شیخ مفید (مترجم) ج ا ص ۲۷۲۔

۱۴ نہج البلاغہ خطبہ ۳۴۔

۱۶ نہج البلاغہ خطبہ ۲۵۔

۱۵ بحارالانوار طبع کمپانی ج ۸ ص ۶۸۳۔

۱۷ ارشاد شیخ مفید (مترجم) ج ا ص ۲۷۳۔

۲۰ احتجاج طبرسی ص ۱۴۹۔

۲۱ بحارالانوار ج ۴۴، ۳۴۳۔

۲۲ ترجمہ مقاتل الطالبین (مؤلف ھذا) ص ۱۳۵، ۱۳۶۔

۲۳ ترجمہ مقاتل الطالبین (مؤلف ھذا) ص ۱۳۸۔

۲۴ حیاۃ الامام الحسین ج ۲ ص ۴۲۲۔

۲۵ ترجمہ مقاتل الطالبین ص ۱۶۴۔

۲۶ حیاۃ الامام الحسین ج ۲ ص ۴۲۱۔

۲۷ فتوح ابیدان ص ۲۷۹۔

۲۸ سفینۃ البحار ج ا ص ۶۸۱، ۶۸۲۔

۲۹ احتجاج طبرسی ص ۱۶۶ طبع نجف، مقتل الحسین مقرم طبع جدید ص ۳۶۱ نور الابصار شبلنجی ص ۱۶۷۔

۳۰ نفس المھموم ص ۲۱۰، یہ خطبہ اپنے مناسب مقام پر تفصیل کے ساتھ پیش کیا جائے گا انشاءاللہ۔

۳۱ طبقات ابن سعد ج ۶۔

۳۲ فتوح البلدان ص۲۷۶، معجم البلدان ج۷ ص۲٦۷۔

۳۳ البیان والتبیین جاحظ ج۱ ص۱۹، ۲۰۔

۳۴ حیوۃ الامام الحسین ج۲ ص۴۳۸، ۴۳۹۔

۳۸ شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۲۰۶، ۲۰۷۔

۳۹ کئی مختلف روایت میں ہے کہ جب ابن خباب کا خون دریا میں گرا تو پانی میں مخلوط ہونے کی بجائے اسطرح چل رہا تھا جیسے زمین پر بہہ رہا تھا: شذرات الذھب، ج۱، ص۶۱، شرح ابن ابی الحدید ج۱ ص۲۰۳۔

۴۰ الحیاۃ الامام المبین ج۲ ص۸۲۔

۴۱ مذکورہ بالا تحریر باقر شریف قرشی کی کتاب حیاۃ الامام الحسینؑ ج۲ ص۴۴۳ سے ماخوذ ہے جو انھوں نے مستند حوالوں کے ساتھ پیش کی ہے۔

۴۲ الحیاۃ الامام الحسینؑ ج۲ ص۴۴۵۔

۴۳ اس موضوع پر مزید تحقیق کرنے والے حیاۃ الامام الحسینؑ تالیف باقر شریف ج۲ ص۴۴۳ پر رجوع کریں۔

۴۵ ان شبہات وسوالات کو تفصیل کے ساتھ جاننے کیلئے حیاۃ الامام الحسین باقر شریف ج۳ ص۳۸ پر رجوع فرمائیں۔

بارھواں باب

عراق کی جانب امام حسینؑ کا سفر

عراق کا انتخاب کیوں؟

پہلا مطلب جسے یہاں موضوع بحث قرار دیں وہ یہ ہے کہ کیا وہ جو امام نے اپنے قیام کا نقطہ آغاز کوفہ کی سرزمین کو ٹھہرایا جبکہ کوفہ کے علاوہ دوسرے مقامات مثلاً یمن و بصرہ سے بھی امام کے نام خط لکھے گئے اور ان شہروں میں امام اور آپؑ کے والد بزرگوار علیؑ کے پیروکار اور محبین بھی آباد تھے مگر آپؑ وہاں تشریف نہیں لے گئے۔

اس بات کا جواب بھی کوفہ کے سیاسی و سماجی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دینا ہوگا، کیونکہ جہاں کوفہ سماجی مشکلات کی لپیٹ (جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے) میں تھا، جہاں ایمان و عقیدہ میں سستی پائی جاتی تھی اور وہ لوگ بے وفائی میں مشہور بھی تھے وہاں اس شہر کی جغرافیائی حیثیت بہت عمدہ تھی اس طرح وہاں فوجی، سماجی اور سیاسی مشکلات تھیں وہاں ان ہی چیزوں کے مثبت تصور اور حسن کے علاوہ واقعی شیعہ افراد کی ایک تعداد سے بھی صرف نظر نہیں کیا جا سکتا، جبکہ دوسرے علاقے مندرجہ ذیل ایسی حیثیت میں نہیں تھے۔

۱۔ جغرافیائی اعتبار سے اس وقت کا کوفہ ایران، حجاز، شام اور شرقی روم کی نسبت مرکزیت رکھتا تھا اور فوج اکٹھا کرنے کے اعتبار سے بھی یہ مقام مناسبت رکھتا تھا، کیونکہ اکثر جنگ جو افراد کوفہ یا اس کے اطراف (قرب و جوار) میں آباد تھے اسی طرح خلفاء کی خاص توجہ کی وجہ سے یہ شہر سیاسی اعتبار سے اچھی حیثیت رکھتا تھا، چنانچہ عمرؓ کے زمانے میں جب عراق فتح ہوا تو کوفہ اسلامی فوج کیلئے چھاؤنی کے طور پر آباد کیا گیا اور اس طرح روز بروز اپنی وسعت و اہمیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا البتہ ان تمام خصوصیات سے ہٹ کر کوفہ اقتصادی اعتبار سے بھی منفرد شہر تھا کیونکہ یہ صفت و ہنر میں پیشرفت اور کھجور و دیگر میوہ جات کی پیداوار کے اعتبار سے دیگر شہروں پر امتیاز رکھتا تھا اسی لئے لکھتے ہیں معاویہ کے زمانے میں شہر کوفہ اور اسکے قرب و جوار تمام شہروں سے اہم تھے، چنانچہ امیر شام کے

بیت المال میں سالانہ پچاس پچاس ہزار درہم کی مالیت کوفہ کی جانب سے جمع ہوتی تھی اور ''بطائح'' سے جو واسط اور بصرہ کا درمیانی علاقہ تھا سالانہ درآمد پانچ ہزار درہم روانہ کی جاتی تھی، لہٰذا پہلی مرتبہ عباسیوں نے اپنی حکومت عراق میں مستقر کی اور وہیں سے شام اور دیگر بلاد پر حملہ کیا پھر پانچ سو سال تک اسی شہر سے اسلامی ممالک پر حکومت چلانے میں کامیاب رہے۔ اس طرح شیعوں اور علویوں کی مختلف تحریکیں چلیں مثلاً سلیمان بن صرد، مختار ثقفی اور یزید بن علی وغیرہ نے کوفہ سے ہی تحریک کا آغاز کیا کیونکہ یہ شہر مرکزیت رکھتا تھا۔

۲۔ کوفہ وہ واحد شہر تھا جس میں امویوں خاص طور پر معاویہ کی نسبت کینہ و بغض زیادہ پایا جاتا تھا، لہٰذا وہ ہمیشہ اس تاک میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح ان لوگوں سے انتقام لیں کیونکہ امیر المومنینؑ کے زمانے میں حتی اس سے قبل بھی وجوہات، محصولات اور دیگر درآمدات کا ایک حصہ مرکزی حکومت ہونے کے اعتبار سے یہاں بھیجا جاتا تھا اور یہیں سے عزل ونصب اور دخل وخرچ عمل میں آتا تھا مگر امیر المومنینؑ کے زمانے میں اہل کوفہ کی سستی اور بے حالی نے امیر شام کا پایہ تخت شام منتقل کرنے میں ساتھ دیا مگر سالہائے سال تک اہل کوفہ اپنے ماضی کو یاد کر کے افسوس کیا کرتے تھے اس طرح حکامِ شام خاص طور پر معاویہ کی برائی جگہ پا چکی تھی، لہٰذا انتقام جوئی رہا کوفہ کے دل میں بھڑک رہی تھی۔ ادھر معاویہ کی جانب سے بھی حسد وکینہ رویہ عام تھا چنانچہ سہولتیں دینے کی جب بجائے آئے روز اہل کوفہ پر سختیوں اور تنگیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں مغیرہ بن شعبہ اور زیادہ بن ابیہ جیسے سنگدل اور خونخوار فرمانروا بھیجے جاتے تھے جو قساوت بے رحمی اور ظلم وستم میں یگانہ روزگار تھے اس کے علاوہ دوسرے اور مختلف طریقوں سے یہ اہل کوفہ کو سخت دباؤ میں رکھتا تھا گویا وہاں زندگی بسر کرنا مشکل بن گئی تھی اسی لیے مرگ معاویہ کے وقت کوفہ آتش فشاں پہاڑ کی مانند ابلنے کیلئے تیار تھا اور آئے دن وہاں سے بغاوت کی توقع تھی یعنی معمولی سی حرکت اہل کوفہ کو اصویوں کے خلاف قیام کرنے پر ابھار سکتی تھی۔

امام ان حالات سے مکمل آشنا تھے، لہٰذا اس شہر کے لوگوں کی جسمانی اور روحانی آمادگی کو اسلام کے فائدے میں صرف کرنا چاہتے تھے کہ اسلامی قوانین ودستورات کو زندہ کریں جنھیں اس حکومت نے پامال کیا ہے اور اگر مزید باقی رہی تو رہا سہا اسلام بھی ملیا میٹ ہو جائے گا اور اگر ان سے حکومت لینے میں کامیاب ہو گئے تو رسول اللہ کا مقدس مقام خلافت بندروں اور یزید ومعاویہ جیسے ناپاک عناصر سے پاک کر ڈالیں گے اور اگر حکومت حاصل نہ کر سکے تو اپنے اعتراض کو خون کے ذریعے پورے جہاں تک پہنچا دیں چنانچہ اگر اہل کوفہ صحیح طور پر اپنی مقاومت اور استقامت کا ثبوت دیتے

اور ابن زیاد کی دھمکیوں، اغوا گریوں اور بے جا دھونس سے نہ ڈرتے ہوئے جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ بھرپور انداز میں رہتے تو یقیناً امام معصوم کی سرداری میں امویوں سے حکومت لینے میں کامیاب ہو جاتے، لیکن افسوس انھوں نے بزدلی اور کم ہمتی کا ثبوت دیتے ہوئے عبیداللہ بن زیاد کیلئے میدان خالی چھوڑ دیا جس کے نتیجے میں وہ جناب مسلم کے قیام کو روکنے میں کامیاب ہو گیا۔

۳۔ انتخاب کوفہ کی تیسری علت وہ دعوت نامے تھے جو بڑے پیمانے پر حضرت امام حسینؑ کو لکھے گئے، جبکہ دیگر شہروں سے اتنے زیادہ خط نہیں لکھے گئے لہٰذا امامؑ کی نگاہ میں ان کا جواب دینا ایک لازمی امر تھا اور امام کے نزدیک یہ ایک الٰہی فریضہ تھا جسے وہ خود بہتر سمجھتے تھے کہ کس طرح جواب دیا جائے، چنانچہ جو طریقہ امام نے اختیار کیا وہ ہم سب جانتے ہیں۔

مذکورہ بالا عوامل واسباب سے روشن ہو جاتا ہے کہ امامؑ نے دوسرے مقامات مثلاً حجاز یمن اور بصرہ وغیرہ کا رخ کیوں نہیں فرمایا کیونکہ نہ تو ان شہروں میں استعداد پائی جاتی تھی اور نہ ہی ان کی حیثیت کوفہ سے اچھی تھی۔ اسی طرح ان شہروں سے کوئی خاطرخواہ دعوت بھی نہیں دی گئی پھر امویوں کا کنٹرول بھی ان شہروں پر کوفہ سے کہیں زیادہ تھا، لہٰذا ان تمام اسباب نے ساتھ دیا اور امامؑ دوسرے شہروں سے کہ جہاں اس کا امکان بھی قوی تھا کہ خود وہ لوگ امام کو گرفتار کر کے امویوں کے حوالے کر دیتے، لہٰذا امام نے دوسرے شہروں سے روگردانی کرتے ہوئے کوفہ کا رخ کیا ورنہ دوسرے شہر خاص طور پر حجاز دشمنی اہلبیت میں اپنی مثال آپ تھا، لہٰذا امام زین العابدینؑ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

مابمکہ والمدینۃ عشرون رجلاً یحبّنا ''مکہ ومدینہ میں بیس آدمی بھی ہمارے چاہنے والے نہیں''۔[۱]

ابو جعفر اسکافی نے بھی روایت کی ہے تمام مکہ بغض علیؑ دلوں میں رکھتے تھے، لہٰذا ان میں سے اکثر بنی امیہ کے طرفدار تھے۔[۲] اسی طرح مصر جو عمرو بن عاص کے ہاتھوں فتح ہوا اور پھر کچھ عرصے بعد دوبارہ اسی کے ہاتھوں لگا لہٰذا وہاں مستقل علیؑ بن ابیطالب کے خلاف تبلیغ ہوا کرتی تھی۔ البتہ کوفہ کے بعد فقط یمن ایسا علاقہ تھا جہاں دوسرے علاقوں کی نسبت اہل بیتؑ کے پیروکار زیادہ پائے جاتے تھے، لیکن یہ اقتصادی مشکلات میں اتنے گھرے ہوئے تھے کہ مزدوری کرنے کیلئے بھی عراق اور کبھی دوسرے مقامات پر جایا کرتے تھے اور پھر یہ لوگ جنگی طریقوں اور آزمائشات سے مناسب آشنائی بھی نہیں رکھتے تھے، بنابراین کوفہ اقتصادی، جنگی، تعصبات اور امام کی طرفداری کے لحاظ سے بھی بہترین مقام تھا، لہٰذا امام نے کوفہ کو انتخاب کیا۔

کوفہ کی جانب سفر پر ممانعت

اس سے قبل کہ امام حسینؑ کا کوفہ کی جانب سفر اور اس میں پیش آنے والی واقعات پر بحث کریں ضروری ہے ان کے نام جو امام کے سفر کی مخالفت کر رہے تھے یا سفر کے مخالف تھے ذکر کیے جائیں، تا کہ روشن ہو جائے مخالفت کیوں کی جا رہی تھی سفر امام حسینؑ کی مخالفت کرنے والے دو طرح کے لوگ تھے۔

پہلا گروہ ان افراد کا تھا جو ہمدردی، "دل سوزی" اور امام حسینؑ سے محبت کے بل بوتے پر سفرِ کوفہ کی مخالفت کر رہے تھے وہ اصرار اسلئے کر رہے تھے کہ کسی طرح امام کی راہ میں مانع ہو جائیں، کیونکہ ان کے نزدیک سیاسی وسماجی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے امام کا وہاں جانا خطرے سے خالی نہ تھا، لہٰذا حضرت اور آپؑ کے ساتھ جانے والوں کو محفوظ محسوس نہیں کر رہے تھے یعنی یہ لوگ صادقانہ طور پر امام کو اس خطرناک سفر سے روکنا چاہتے تھے، لیکن دوسرا گروہ ان اشخاص کا تھا جو سچی محبت اور امام سے ہمدردی نہیں رکھتے تھے، بلکہ اپنی ہمدردی کا تظاہر اور دکھاوا کر رہے تھے جبکہ یہ لوگ دل سے اپنے خاص مقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس بات پر راضی تھے کہ اچھا ہے امام مکے سے عراق چلے جائیں۔

عبداللہ بن زبیر

دوسرے گروہ کے افراد میں عبداللہ بن زبیر کا نام لیا جا سکتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ یہ شخص اسلامی ممالک پر حکومت وخلافت کا سودا سر میں رکھے ہوئے تھا ظاہراً اگر امام مکے ہی میں قیام فرماتے تو لوگوں میں آپؑ ذاتی وخاندانی عظمت عبداللہ بن زبیر کی فعالیت اور حصول حکومت کی تبلیغ میں مانع رہتی اور لوگوں کی زیدہ تر توجہات امام حسینؑ کی جانب مبذول رہتی۔ چنانچہ تاریخ نگاروں نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ کا مکے میں قیام کرنا سب سے زیادہ اس (عبداللہ بن زبیر) پر گراں تھا[3] وہ چاہتا تھا جتنا جلد ممکن ہو امام حسینؑ مکے سے ہجرت کر جائیں تا کہ وہ اپنے ہدف تک پہنچنے کیلئے بخوبی کوششیں جاری رکھ سکے، چنانچہ اس دلی خواہش اور نفس پرستی کا اظہار بعض اوقات تو بے اختیاری طور پر کر بیٹھتا تھا جیسا کہ جب امام سے ملاقات ہوئی اور حضرتؑ نے اس سے فرمایا اہل کوفہ نے مجھے دعوت نامے ارسال کیے ہیں تو فوراً کہا:

مایمنعک من شیعتک وشیعة ابیک ؟ فو الله لو انّ لی مثلهم ماتو جّهت الاّ الیهم "پھر کیا چیز مانع ہے کہ آپ اپنے اور اپنے والد کے شیعوں میں نہیں جاتے قسم بخدا اگر میرے ایسے چاہنے والے ہوتے تو میں ضرور ان کی دعوت قبول کرتا۔"[4]

بہر حال اس مدعیٰ پر ایک دلیل خود امام حسینؑ کا ایک جملہ ہے جو آپؑ سے عبداللہ بن زبیر کے بارے میں نقل ہوا۔ آپؑ نے فرمایا:

اِنَّ هـذا واشارالی ابن الزبیر .لیس شیءٌ من الدنیااحبّ الیه من أن أخرج من الحجاز ،وقدعلم انّ

الناس لا یعدلونہ بی فوڈانی خرجت حتّی یخلولہ ''اس شخص (ابن زبیر کی جانب اشارہ) کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب شے کوئی نہیں کہ میں حجاز سے نکل جاؤں، کیونکہ وہ جانتا ہے میرے ہوتے ہوئے لوگ اسے میرے برابر نہیں مانتے ،لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور اس کیلئے میدان خالی ہوجائے۔'' ۵

بہرحال جب عبداللہ بن زبیر نے سنا کہ امام حسینؑ کوفہ کی جانب سفر کا آغاز کررہے ہیں تو اس دکھاوے والی محبت کا اظہار اس پیغام کے ذریعے کیا:

أین تذھب ؟الی قتلوا اباک وطعنوا اخاک ''کہاں جارہے ہیں کیا ان لوگوں کی جانب جنھوں نے آپؑ کے والد کو قتل کیا اور بھائی کو خنجر کے ذریعے زخمی !۔'' ۶

بقول ابن اثیر جب اس نے امامؑ کو کوفہ جانے پر شوق دلایا تو اسے اچانک یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں مجھ پر یہ الزام نہ لگ جائے ،لہٰذا اپنی بات کو بدل کر کہا:

امّا انک لو أقمت بالحجاز ثم اردت ھذا الامر ھیھنا لماخلفنا علیک وساعدناک وبایعناک ونصحنا لک ''لیکن اگر آپ حجاز میں رہ کر یہاں کی حکومت حاصل کرنا چاہیں تو ہم آپؑ کی مخالفت نہیں کریں گے بلکہ اس کام میں آپؑ کی نصرت بھی کریں گے اور بیعت کے ذریعے آپؑ کی نسبت خیرخواہی انجام دیں گے۔'' ۷

تو امام نے جواب کے طور پر فرمایا:

انّ أبی حدثنی انّ لھا کبشاً بہ تستحلّ حرمتھا،فماأحبّ أن أکون ذالک الکبش

''بے شک میرے والد گرامی نے مجھے بتادیا تھا کہ مکے میں ایک معروف شخص کی وجہ سے حرم خدا کی حرمت شکنی ہوگی ،لہٰذا مجھے گوارا نہیں کہ میری وجہ سے حرم الٰہی کی حرمت شکنی کی جائے۔'' ۸

ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا:

لئن أقتل بمکان کذا وکذا احبّ الیّ من ان تستحلّ بی ''اگر میں فلاں جگہ یا فلاں جگہ مارا جاؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میری وجہ سے حرم خدا کی حرمت پامال ہو۔'' ۹

عمرو بن سعید اشدق

دوسرے گروہ کے افراد میں ایک اور نام مکہ کا فرمانروا اور یزید کی جانب سے اور منصوب شدہ والی مکہ عمرو بن سعید اشدق کا لیا جاسکتا ہے جس نے کوفہ کی جانب امامؑ کے سفر کی خبر سن کر حضرتؑ کے نام خط لکھا جس میں ظاہری محبت ،دکھاوے کی ہمدردی اور حضرتؑ کیلئے امان نامہ تحریر کیا ،تاکہ کسی طرح سفر کرنے سے روک کر امام کو واپس جانے پر راضی کیا جائے ،لیکن وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکا چنانچہ اس خط کا متن

یہ ہے:

انیّ اسئل الله أن یبھمکر شدک ، وان یعرّفک عمّا یر ادبک ، بلغنی انک قدعزمت علی الشخوص الی العراق ،فانی اعیذک بالله من الشقاق ،فان کنت حائفاً فاقبل الیّ فلک عندی الامان و الصلة

''میری خدا سے دعا ہے کہ وہ تمھیں بہتری وترقی کا انعام عطا کرے اور وہ جو چاہتا ہے اس کی تمھیں شناخت عطا کرے میں نے سنا ہے کہ تم عراق کی جانب سفر کا ارادہ رکھتا ہے (جبکہ میں خدا کیلئے تمھیں پناہ عطا کرتا ہوں) کیونکہ تمہارا وہاں جانا کہیں تفرقہ اندازی کا سبب نہ بن جائے ،لہٰذا میرے پاس تیرے لیے امان وخیر خواہی ہے۔''

ارشاد شیخ مفیدؒ میں ہے:

اس نے یہ خط امام حسینؑ کے چچازاد بھائی اور زینب کے شوہر عبداللہ بن جعفر کے کہنے پر لکھا تھا کہ وہ امام حسینؑ کو زبردستی یعنی فوج کے زور پر واپس جانے پر مجبور کرے، چنانچہ اپنے بھائی یحیٰی بن سعید کی سپہ سالاری میں ایک فوجی دستہ امام کی جانب روانہ کیا، جنھیں امام کے ساتھیوں نے معمولی سی جھڑپ کے بعد مجبور کردیا کہ وہ امام کا پیچھا چھوڑ کر واپس لوٹ جائیں۔ اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن جعفرؒ امام کی خدمت میں آئے، تا کہ حضرتؑ کو واپس لوٹ جانے کا مشورہ دیں، مگر امام نے قبول نہیں کیا تب عبداللہ بن جعفر، عمرو بن سعد کے پاس گئے، تا کہ وہ امان نامے کے طور پر خط لکھ کر امام کو مزید سفر کرنے سے روکے، لیکن یہ طریقہ بھی کارگر ثابت نہ ہوسکا۔

بہرحال عمرو بن سعید اشدق ان لوگوں میں سے تھا جو نہیں چاہتے تھے امام مکے سے نکل کر عراق کی جانب سفر کریں مگر یہ خواہش امام سے ہمدردی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ یزید اور بنی امیہ کے نقصان کو مدنظر رکھتے ہوئے سفر امام کی مخالفت کررہے تھے کہ کہیں آل ابوسفیان سے حکومت چھن کر آل علیؑ کے ہاتھوں میں نہ آجائے اور کئی لوگوں مثلاً عبداللہ بن عمر، ابوسعید اور عمرة بنت عبدالرحمٰن بن سعد انصری وغیرہ نے اسی ذہنیت سے امام کو خط لکھے مگر اکثر حضرات کو امام نے اپنے جواب سے محروم رکھا، چنانچہ عبداللہ بن عمر کے بارے میں جو کہ بہت سے لکھنے والے دانشوروں کے نزدیک ایک معتبر چہرہ ہے دیکھتے ہیں کہ انھوں نے کیا کہا اور امام سے کیا سنا؟

عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب

عبداللہ بن عمرؓ بھی انہی افراد میں سے تھا جو امام کے سفر سے راضی نہ تھے، مگر مخالفت کا سبب خود اسکے کلام سے ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ لکھا ہے جب عبداللہ بن عمر کو اطلاع ملی کہ حسینؑ عراق کی جانب جارہے

ہیں تو خود کو حضرتؑ تک پہنچا کر کہا:

''ھٰذہ دولتھم ،انّ اللہ خیرنبیّہ بین الدنیاو الآخرۃ فاختار الآخرۃ وانکم بضعہ منہ لایلیھامنکم ابداً

''یہ حکومت ان کی ہے بے شک خدا نے رسول کو دنیا و آخرت کے حصول میں مختار قرار دیا تو حضرتؐ نے آخرت کو انتخاب کیا اور آپؑ تو ان کے لخت جگر ہیں پھر یہ دنیا تو کسی سے بھی وفا نہیں کرتی لہٰذا اس سے روگردانی کریں کیونکہ اس میں سوائے خیر کے کچھ بھی نہیں۔'' !!

بنابرایں اس گفتگو سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کا علم و اجتہاد، درک و فہم کتنا وسیع تھا، کیونکہ مختصر سا درک رکھنے والے انسان بھی یزید و معاویہ کی حکومت کو فرزندان رسولؐ اور اولادِ علیؑ پر ترجیح نہیں دے سکتا اور نہ اسے بہتر جانتا ہے۔

دوسرا گروہ

جبکہ دوسرا طبقہ حضرت امام حسینؑ ان شیعوں اور چاہنے والوں کا تھا جو اس خاندان رسالت سے ہمدردی و محبت کی وجہ سے امام کی مخالفت کررہے تھے یہ لوگ بھی تعداد میں کم نہیں تھے مگر بعض دور و دراز علاقوں میں آباد ہونے کی وجہ سے حضرتؑ کے واقعی مقصد سے آشنا نہ تھے، لہٰذا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ رائے رکھتے تھے کہ حضرتؑ کو عراق نہیں جانا چاہیے یا پھر جو لوگ امام سے نزدیک ہو سکتے تھے وہ آ کر حضرتؑ سے اپنی مخالفت کا اظہار کرتے تھے، یعنی مجموعی طور پر ایک بڑی تعداد اس عقیدے پر متحد تھی کہ حضرتؑ کا عراق کی جانب سفر کرنا صحیح نہیں، کیونکہ یہ لوگ الٰہی ہدف اور قیام امام کے واقعی سبب یعنی ''ظلم، بے عدالتی اور انحراف کے خلاف قیام اگر چہ اس کی قیمت اپنی اور عزیزوں کی شہادت کی صورت میں ہی کیوں نہ ادا کرنا پڑے'' سے بے خبر تھے، بلکہ سیاسی و سماجی حالات کو مدنظر رکھ کر اپنے خیالات اور ہمدردی کا اظہار کررہے تھے۔

بنابرایں یہ لوگ مصلحت اسی میں جان رہے تھے کہ امام حسینؑ اس سمت نہ جائیں اور اگر آج کی اصطلاح میں کہا جائے تو ان کے نزدیک حضرت کا یہ اقدام ایک غیر ضروری دینداری اور بے فائدہ شکست پذیر سیاسی اقدام تھا لہٰذا آج بھی اسی نظر کے مطابق بہت سے عرب و غیر عرب اہل قلم کے نزدیک حضرت کا وہ الٰہی قیام بے فائدہ تھا، بلکہ یہ لکھنے والے حضرتؑ کی ذات کو (نعوذ باللہ) مقصد شمار کرتے ہیں۔ اس بارے میں ان لوگوں کی نظریات پڑھنے کیلئے شیخ محمد خضری، محمد نجار، محمد غزالی اور احمد شلبی وغیرہ کی تحریر کردہ کتابوں سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ یہاں فقط ان چند اصحاب رسولؐ اور آپؐ کے نزدیکی افراد کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے امام حسینؑ تک خود کو پہنچا کر اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے عراق کی جانب حضرتؑ کی مخالفت کی اور حضرتؑ کا جواب سنا۔

عبداللہ بن عباسؓ

عبداللہ بن عباس امامؑ کے چچازاد بھائیوں میں سے تھے جو کبرسنی کے سبب مکے اور طائف میں اپنی زندگی کے آخری ایام طے کر رہے تھے اور وہ آنکھوں سے بھی نابینا تھے، چنانچہ جب انھوں نے سنا امام حسینؑ کوفے کی غرض سے سفر کرنا چاہتے ہیں تو فوراً حضرتؑ سے ملاقات کرنے آئے اور عرض کیا، میں نے لوگوں سے سنا ہے آپؑ عراق جا رہے ہیں؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟ امام نے فرمایا:

نعم قد اجمعت علی المسیر فی احدیومیّ هذین الی الکوفه ،اُرید اللحاق بابن عمّی مسلم ان شاء الله تعالیٰ ''جی ہاں آپ نے صحیح سنا، میں آج کل ہی میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل سے ملاقات کیلئے کوفہ جا رہا ہوں۔''

ابن عباس سخت پریشانی کے عالم میں گویا ہوئے: خدا کی پناہ، کیا جن لوگوں نے آپؑ کو دعوت دی ہے انھوں نے اپنے امیر و والی کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا ہے؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو ان کے پاس ضرور جائیں ورنہ یہ لوگ آپؑ سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں، البتہ مجھے اطمینان نہیں کہ ایسا ہوا ہو اور ممکن ہے یہ لوگ آپؑ کو فریب دے رہے ہوں، آپؑ سے جھوٹ بول رہے ہوں اور عین جنگ کے وقت آپؑ سے علیحدہ ہوتے ہوئے تلواروں کو آپؑ پر چلانے لگیں۔ امام نے فرمایا میں اس بارے میں سوچوں گا۔

اہل تاریخ کا بیان ہے کہ ابن عباس کو سکون پہنچا اور دوبارہ امام کی خدمت میں آ کر کہا:

''مجھے چین نہیں مل رہا کیونکہ میں اس راہ میں آپؑ کی ہلاکت کو دیکھ رہا ہوں، عراق کے لوگ فریبی اور دھوکہ باز ہیں (خدارا) ان کے نزدیک نہ جائیں بلکہ اسی شہر میں رہیے، کیونکہ اہل حجاز آپؑ کو اپنا آقا مانتے ہیں اور اگر اہل عراق سچے ہیں تو انھیں لکھئے کہ وہ اپنے فرمانروا کو شہر سے نکال دیں اور جب ایسا ہو جائے تب ان کی جانب جایئے گا اور اگر اس شہر (حجاز) سے جانے پر آخری فیصلہ کر لیا ہے تو بہتر یہ ہوگا کہ عراق کے بجائے یمن تشریف لے جائیں کیونکہ وہاں مضبوط قلعے، بہت سے (پہاڑی) درّے اور وہاں کی سرزمین وسیع ہیں۔ وہاں آپؑ کے والد علیؑ بن ابیطالب کے شیعہ بھی موجود ہیں اور آپؑ بھی وہاں جا کر ان لوگوں سے دور ہو جائیں گے پھر وہاں بیٹھ کر اپنے چاہنے والوں کو خط لکھیں تا کہ طرفداروں میں اضافہ ہو، چنانچہ امید ہے جو آپؑ چاہتے ہیں اس تک رسائی حاصل ہو سکے۔''

امام نے عراق ہی جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو ابن عباس نے عرض کی:

ان کنت سائراً فلاتسر بنسائک وصبیتک فانیّ لخائف ان تقتل کماقتل عثمان ونسائوه وولده ینظرون الیه . لقد اقررت عین ابن الزبیر بخروجک من الحجاز،وهو الیوم لاینظر الیه

احمعک ''ٹھیک ہے اگر آپؑ جانا ہی چاہتے ہیں تو اپنے ساتھ بچوں اور خواتین کو نہ لے جائیں کیونکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ عثمان کی طرح آپؑ کو بھی اس حال میں قتل کیا جائے کہ خواتین اور آپؑ کے بچے اس منظر کو دیکھ رہے ہوں ۱۲
اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؑ کا حجاز کو ترک کرنا پسر زبیر کیلئے خوش آئند ہے، کیونکہ حجاز میں آپ کے ہوتے ہوئے اس کی کوئی خاص حیثیت نہیں۔''

یہی وہ جگہ ہے جہاں اہل تاریخ کے مطابق بہت افسوس کرتے ہوئے فرمایا:

والله الّذی لااله الاهو لوأعلم انیّ إن أخذت بشعرک وناصیتک حتی یجتمع علینا الناس أطعتنی فاقمت لفعلت ''اپنے معبود کی قسم کھاتا ہوں اگر مجھے یقین ہوتا کہ تمہارے سر کے بال پکڑنے سے لوگ ہمارگرد جمع ہوتے اور تم اس وجہ سے میری بات مان جاتے تو میں اس بات کو بھی ضرور کرتا۔'' ۱۳

چنانچہ اس گفت وشنید سے واضح ہوجاتا ہے کہ امام کا مقصد دنیاوی چیزوں کا کوئی عادی مقصد نہ تھا بلکہ اہداف امام کی اساس وبنیاد ذاتِ خداوند متعال کی خوشنودی تھی، چنانچہ جیسا کہ گذشتہ صفحات پر اس موضوع پر تفصیل کے ساتھ بحث ہوچکی ہے ورنہ اگر یہ بزرگ شخصیت طلبِ حکومت اور شوق اقتدار میں عراق کی راہی تھی تو بہتر یہی تھا کہ ابن عباس کے مشوروں اور نصائح پر عمل کرتے اور اس پُرخطر سفر سے جس میں خواتین و بچے ہمراہ تھے صرفِ نظر کرتے، چنانچہ امام حسینؑ کا اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے مکالمہ بھی اس بات کو واضح کرتا ہے۔

محمد بن حنفیہ

امیر المومنینؑ کے بہادر اور شجاع بیٹوں میں ایک جناب محمد حنفیہ ہیں جن کی مادر گرامی جناب خولہ حنفیہ تھیں تاریخ نے جنگ جمل وصفین میں آپ کی بہادری وشجاعت کی مثالیں رقم کی ہیں۔ آپ کے عقائد و مدح وقدح پر اختلاف روایات کو زندگانی امیر المومنینؑ جلد دوم میں درج کیا ہے اور اسی کتاب میں حقیقت سے نزدیک نتیجہ بھی دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اہل تاریخ کا بیان ہے جب محمد حنفیہ کو مدینے میں علم ہوا امام حسینؑ عراق کی جانب روانہ ہو رہے ہیں تو بہت جلد مکے کی جانب روانہ ہوئے اور امام کے سفر سے ایک روز پہلے مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرتؑ کی خدمت میں آ کر عرض کی:

یا اخی انّ اهل الکوفة قدعرفت غدرهم بأبیک واخیک ،وقدخفت ان یکون حالک حال من مضی ،فأن اردت أن تقیم فی الحرام فانک أعزّمن بالحرم وأمنعهم

''اے بھائی جانتے ہو کہ اہل کوفہ وہی ہیں جنھوں نے پدر گرامی اور برادر محترم سے انتہائی بے

وفائی دکھائی، لہٰذا ڈر ہے کہ آپؑ کے ساتھ بھی وہی ہو جو پہلے ہو چکا ہے اگر آپؑ حرم (مکہ) میں رہ جائیں تو ان لوگوں کے نزدیک عزیز ترین انسان آپؑ ہی ہوں گے۔"

امام نے سپاس و شکریہ کے بعد فرمایا:

مجھے ڈر ہے کہ یزید کسی چال کے ذریعے میری وجہ سے حرم پروردگار کی حرمت شکنی انجام دے۔

محمد حنفیہ نے یہ سن کر فرمایا:

فان خفت ذلک فسر الی الیمن أوبعض نواحي البرّفانک أمنع النّاس به ،ولایقدرعلیک احد

"اگر آپؑ کو یہ خوف ہے تو یمن یا دوسرے علاقوں کا رخ کریں جہاں آپؑ محفوظ رہیں گے اور وہاں کسی کو آپؑ سے سروکار نہیں ہوگا۔"

امام نے فرمایا: میں اس بارے میں سوچوں گا۔

بعض تاریخ نگاروں کا بیان ہے، صبح ہوتے ہی جب محمد حنفیہ وضو کر رہے تھے، انھیں اطلاع ملی کہ امام عراق کی جانب جا چکے ہیں۔ یہ خبر سن کر وہ اتنا روئے کہ آنسو کے قطرات طشت میں گرنے لگے پھر حسرت و غم کے عالم میں سواری لے کر سرعت کے ساتھ امام کی جانب روانہ ہوئے، چنانچہ راستے میں امام کے ساتھ ملاقات ہوئی فوراً گھوڑے سے اترے اور امام کے شتر کی مہار تھام کر کہا، کیا آپؑ نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ اس بارے میں سوچوں گا؟

امام نے فرمایا: کیوں نہیں! مگر جب تم سے مل کر گھر گیا تو خواب میں نانا رسول اللہؐ کو دیکھا جو فرما رہے تھے:

یاحسین اخرج فانّ اللہ شاء ان یراک قتیلاً "میرے (لعل) حسین! جاؤ خدا تمھیں شہید دیکھنا چاہتا ہے۔"

محمد حنفیہ نے یہ سخن سن کر اشک بار آنکھوں سے جب ان کا بدن کانپ رہا تھا کہا:

ایسی کیفیت میں ان بچوں اور خواتین کو کیوں لے جا رہے ہیں؟

امام نے فرمایا: فقدشاء اللہ ان یراهنّ سبایا "خدا انھیں بھی اسیر دیکھنا چاہتا ہے۔" [۱۲]

عبد اللہ بن جعفرؓ

جناب عبد اللہ بن جعفرؓ امام حسینؑ کے چچازاد بھائی جو ددھیال و ننھیال دونوں جانب سے اچھے نسب کے مالک تھے اور ذاتی طور پر بھی مشہور شخصیت تھے اور ان کا شمار عرب کے سخاوت مند افراد میں ہوتا تھا اسکے علاوہ امیر المومنینؑ کے داماد یعنی جناب زینب سلام اللہ علیہا کے شوہر نامدار تھے، چنانچہ انھیں بھی اسی گروہ میں شامل کیا جاتا ہے جو سفر امام کی اطلاع ملنے پر سخت مضطرب ہوئے اور اپنے دو فرزند یعنی عون و محمد کے ذریعے حضرت امام حسینؑ کے نام خط روانہ کیا۔ بنابراین ابی مخنف نے اس خط کا متن امام زین العابدینؑ

سے یوں نقل کیا ہے:

اما بعد فانّی اسئلک باللہ لمّا انصرفت حین تنظر فی کتابی ،فانّی مشفق علیکم من الوجہ الّذی تتوجّہ لہ أن یکون فیہ ھلاک و استیصال اھل بیتک ،ان ھلکت الیوم طفئ نور الارض، فانّک علم المعتدین و رجاء المؤمنین ،فلاتعجل بالسیر فانّی فی أثر الکتاب

''حمد و سلام کے بعد! میں آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اس خط کو پڑھ کر واپس لوٹ آئیں کیونکہ آپؑ نے جس سمت کا ارادہ کیا ہے میرے نزدیک وہ راہ سخت خطرناک ہے اس میں مجھے آپؑ کی ہلاکت اور بچوں اور مستورات کی خواری کا اندیشہ ہے اگر آپؑ اس دنیا سے (اس طرح چلے جائیں) تو زمین کی رونق اور اس کا نور خاموش ہو جائے گا کیونکہ آپؑ ہدایت یافتگان کیلئے پرچم اور علامت کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپؑ سے مؤمنین کی امیدیں وابستہ ہیں لہٰذا جانے میں جلدی نہ کریں میں ضرور اس خط کے بعد آپؑ تک پہنچوں گا۔''

چنانچہ ادھر یہ خط روانہ کیا اور ادھر خود کو تیزی کے ساتھ حاکم مکہ عمرو بن سعید بن عاص کے پاس پہنچایا اور اس سے کہا:

''حسینؑ کے نام خط لکھ جس میں انھیں امان دینے کا ذکر اور حسن سلوک کا وعدہ کیا گیا ہو اور ان سے واپس مکہ لوٹنے کی خواہش ظاہر کر پھر اس خط کو اپنے ہی بھائی (یحیٰی بن سعید) کے توسط سیان تک روانہ کرتا کہ انھیں اطمینان حاصل ہو اور تجھے دعوت دینے میں سنجیدہ محسوس کریں۔

عمرو بن سعید نے کہا: ''جو چاہو لکھ کر لے آؤ میں اس پر مہر و دستخط ثبت کردوں گا۔''

چنانچہ عبداللہ بن جعفر نے اس مضمون کا خط تحریر کیا:

''میں خدا سے آپ کی ترقی ،آگاہی اور رہنمائی کو چاہتا ہوں اور اسی سے طالب ہوں کہ جو چیز آپ کو ہلاکت میں ڈال دے اس سے باز رہیں اور آپ کو اختلاف و تفریق سے محفوظ رکھنے کیلئے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں، کیونکہ میرے نزدیک یہ راہ آپؑ کی ہلاکت کا سبب ہے لہٰذا میں عبداللہ بن جعفر اور یحیٰی بن سعید کو آپؑ سے ملاقات کیلئے روانہ کر رہا ہوں چنانچہ واپس آئیں اور میرے پاس جو آپؑ کیلئے امان و خیر خواہی ہے اس پر خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں۔''

جب یہ خط امام نے وصول کیا تو اس کا جواب ان الفاظ میں تحریر فرمایا:

امابعد فانّہ لم یشاقق اللہ و رسولہ من دعا الی اللہ عزّ و جلّ و عمل صالحاً و قال انّنی من المسلمین ، و قد دعوت الی الامان و بالبرّ و الصلۃ فخیر الامان امان اللہ ،ولن یؤمنّ اللہ یوم القیامۃ من لم یخفہ فی الدنیا فنسئل اللہ مخافۃ فی الدنیا توجب لنا امانہ یوم القیامۃ ،فان کنت نویت بالکتاب صلتی و برّی فجزّیت خیراً فی الدنیا و الآخرۃ، و السلام

''حمد وثنائے پروردگار اور رسول اللہ پر درود وسلام کے بعد! بے شک جو لوگوں کو خدا کی جانب دعوت اور عمل صالح انجام دیتا ہو اور اس بات کا مدعی ہو کہ وہ مسلمانوں میں سے ہے تو اسے ہرگز اختلاف ایجاد نہیں کرنا چاہیے تو نے مجھے امان وامنیت اور خیر و نیکی کی دعوت دی ہے، لیکن بہترین امان امانِ خدا ہے اور جو دنیا میں خدا سے نہیں ڈرتا اسے آخرت میں امان نہیں ملے گی، لہٰذا ہم خدا ہی سے سوال کرتے ہیں ہمیں اپنی خشیت عطا کرے، تا کہ آخرت ہم اس کی امان کے قابل بن سکیں اور اگر تیرا مقصد اس خط کے ذریعے میرے ساتھ خیر و نیکی تھی تو خدا تجھے دنیا و آخرت میں اجر عطا کرے۔ والسلام۔''

اس روایت کے اختتام پر ملتا ہے جب عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید نے واپس لوٹ جانے پر بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت نے ان دونوں کو یہ جواب دیا:

انی رأیت رؤیا فیھا رسول اللہ و امرت فیھا بأمر أنا ماض له ''میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا جنھوں نے مجھ پر ایک ذمہ داری عائد کی ہے لہٰذا میں اس کی ادائیگی کیلئے جا رہا ہوں۔''

جب دوبارہ اصرار کیا تو فرمایا:

ما حدثت بھا احداً و ما انا محدث بھا حتی القی ربی ''میں نے کسی سے بھی اس خواب کو بیان نہیں کیا اور نہ ہی کروں گا یہاں تک کہ خدا سے جا ملوں۔''

ان دو احادیث پر ذرا غور وفکر

ان مذکرہ دو احادیث میں یعنی ایک جو محمد حنفیہ سے بیان فرمائی کہ کیا خواب دیکھا ہے؟ اور دوسری حدیث جو ان دو افراد سے بیان فرمائی مگر خواب بتانے سے انکار فرمایا۔ علی الظاہر تضاد محسوس ہوتا ہے کہیں تفصیل ہے تو کہیں اجمال یعنی خواب نہ بتانے پر تاکید فرمانا قابل ملاحظہ ہے۔ البتہ ان احادیث کی سند صحیح ماننے کے بعد ایک راہ جمع (یعنی دو متضاد احادیث سے مشترکہ نتیجہ) یہ ہے کہ امام حسین کا واسطہ دو مختلف ذہنیت رکھنے والے لوگوں سے تھا، لہٰذا جو اہل راز اور امام کے قابل اعتماد افراد تھے انھیں خواب بھی بتایا اور اس سفر کا انجام بھی اور جو باتیں آپ نے رسول اللہ سے سنی تھی بیان فرمائیں مگر جو لوگ خواب سننے یا سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے حضرت ان کے آگے بیان کرنے سے گریز فرمایا۔ اسی طرح دیگر تمام آئمہ علیہم السلام کی زندگیوں میں بھی دو طرح کے افراد نظر آتے ہیں چنانچہ کبھی تو اپنے اسرار و علوم حال و آئندہ کے حالات اپنے خاص رازدار افراد کیلئے بیان فرماتے ہیں مگر یہی مطالب بعض دوسرے افراد کے سامنے بیان کرنے میں محتاط رہتے تھے حتیٰ ضرورت کے مطابق اس بات کی مخالفت بھی کیا کرتے تھے اور انھوں نے یہی دستور اپنے پیرو افراد کیلئے بھی چھوڑا ہے، چنانچہ جو لوگ روایات اہل بیت سے سروکار رکھتے ہیں وہ اہل نظر

شخاص اس بات کو خوب درک کریں گے۔

عراق کی جانب سفر میں حضرتؑ کے روایات

یہاں چند ایسی روایات جو امام حسینؑ سے عراق کی جانب سفر کرنے پر نقل کی گئی ہے ذکر کرنا چاہتے ہیں تا کہ گزشتہ روایات کیلئے تتمہ اور آئندہ آنے والی بحثوں کیلئے مقدمہ کی حیثیت اختیار کر جائیں۔

۱۔ابن اثیر وغیرہ نے عبداللہ بن عباس اور جعفر بن سلیمان صبعی سے نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا:

واللہ لایدعوننی حتی یستخرجوا ھذہ العلقۃ من جوفی ،فاذافعلوا اسلط اللہ علیھم من یذلّھم حتی یکونوا اذلّ من فرم المرئۃ من فرم المرئۃ

''خدا کی قسم یہ لوگ مجھے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک میرے دل کو سینے سے نہ نکال لیں اور جب یہ ایسا کر چکیں گے تو خدا ان پر اسے مسلط کرے گا جو انھیں حیض میں تر خواتین کے کپڑے سے زیادہ پست وحقیر بنادے گا۔'' ۱۵

۲۔اسی کتاب (کامل ابن اثیر) میں نقل ہوا ہے جب عبداللہ بن زبیر نے امام سے سفر کا سبب پوچھا تو امام نے فرمایا:

انّ أبی حدّثنی انّ لھا کبشاً بہ تستحلّ حرمتھا فما أحب ان آکون أناذلک الکبش ... واللہ لئن اقتل خارجاًمنھابشبرین أحبَ الیّ من ان اقتل خارجاً منھابشبر ،وایم اللہ لوکنت فی جحرھامۃ من ھذہ الھوّام لاستخرجونی حتّی یقضوابی حاجتھم !واللہ لیعتدنّ علیّ کمااعتدت الیھودفی السّبت

''مجھ سے میرے والد نے فرمایا، ایک بزرگ شخصیت کی وجہ سے دوجب دور مارے جانے پر دو وجب دور کو بہتر جانتا ہوں لہٰذا جتنا دور قتل کیا جاؤں اتنا ہی میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوگا کیونکہ قسم بخدا (یہ لوگ میرے اتنے دشمن ہیں کہ اگر) میں کسی انتہائی پوشیدہ جگہ چھپ جاؤں تب بھی یہ مجھے وہاں سے نکال لائیں گے اور اپنا من پسند ظلم مجھ پر کریں گے اور خدا کی قسم یہ لوگ ظلم وتعدی کو اسی راہ میں میرے ساتھ استعمال کریں گے جو یہودیوں نے شنبہ کے ساتھ اختیار کیا۔'' ۱۶

مکے میں امام حسینؑ کا خطبہ

لہوف ،کشف الغمہ اور اہل سنت کی بعض کتابوں میں آیا ہے کہ جب امام حسینؑ مکے سے ہجرت فرمانے لگے تو اس شہر میں موجود افراد سے یہ خطاب فرمایا:

خُطَّ الـمَوْت عَلی وُلْدِآدَمَ مَخطَّ الْقَلادَۃ علی جیدِ الْفَتاۃِ وَ ما اَوْلَھَنی اِلی اَسْلافِی اِشْتیاقَ یَعْقوبَ اِلی یُوسُفَ وَ خُیِّـرَ لـی مَصْرَعٌ اَنا لاقیہِ کَاَنّی بِاَوْ صالی یَقْطَعُھا عَسَلانُ الْفَلَواتِ بَیْنَ النَّواویس وَ کَرْ بَلاء فَیَمْلَأنَّ مِنّی اَکْراشاً جَوْفاً وَ اجْرِبَۃً سُغْباً لا مَحیصَ عَنْ یَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ .رِضَی اللّٰہِ رِضانا

اهْلُ الْبَيْتِ نَصْبِرُ عَلى بَلائِهِ وَ يُوَفِّينا اُجُورَ الصَّابِرِينَ لَنْ تَشُذَّ عَنْ رَسُولِ اللهِ لَحْمَتُهُ وَهِيَ مَجْمُوعَةٌ لَهُ فِي حَظِيرَةِ الْقُدْسِ تَقَرُّ بِهِمْ عَيْنُهُ وَ يُنْجِزُ بِهِمْ وَعْدَهُ. مَنْ كَانَ بَاذِلاً فِينَا مُهْجَتَهُ وَ مُوَطِّناً عَلَى لِقَاءِ اللهِ نَفْسَهُ فَلْيَرْحَلْ مَعَنَا فَإِنِّي رَاحِلٌ مُصْبِحاً اِنْشَاءَ اللهُ تَعَالَىٰ ۱۷

''موت جوان لڑکیوں کے ہار کی طرح اولا دِ آدم کے گلے میں لٹک رہی ہے اور میں اپنے اسلاف سے اس طرح ملاقات کا بہت مشتاق ہوں جیسے یعقوب یوسف سے ملاقات کے مشتاق تھے اور میں زمین کے ایک خاص مقام پر جو انتخاب ہو چکا ہے زمین پر گروں گا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ کربلا اور نواویس ۱۸؎ کے بیابانوں میں موجود بھیڑیے میرے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور بھوکے اور خالی شکموں کو مجھ سے پر کریں گے (بس) جس دن کو آنا ہے اس سے فرار غیر ممکن ہے اور رضائے پروردگار ہی ہم اہل بیتؑ کی رضا ہے، اس کی عطا کردہ بلاؤں پر صبر کریں گے، وہ صابروں کا اجر ہمیں دے گا اور نبی اسلامؐ کا پارۂ تن ان سے دور نہیں، بلکہ جنت میں آنحضرتؐ سے اس حال میں جا ملے گا کہ وعدہ پورا کرنے کی وجہ سے حضرتؐ کی آنکھیں ٹھنڈک پا رہی ہوں گی۔ جو بھی ہماری راہ میں جانثاری کرنا چاہے اور خود کو موت کیلئے آمادہ کر چکا ہو وہ آئے ہمارے ساتھ سفر کرے، میں کل صبح اس شہر سے روانہ ہو جاؤں گا۔''

البتہ اس خطاب کے بعض جملات مقتل خوارزمی نے بھی امام زین العابدینؑ سے نقل کیے ہیں، حضرتؑ نے روز عاشورہ کربلا میں یہ خطاب ارشاد فرمایا، جبکہ یہ کہا جا سکتا ہے یہ دونوں روایات منافات نہیں رکھتیں کیونکہ ممکن ہے حضرتؑ نے اسی (مکے والے) خطاب کو کربلا میں بھی دھرایا ہو۔

تاریخ سفر اور عمرہ کی ادائیگی

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں:

''کوفہ میں جناب مسلم نے آٹھ ذی الحجہ ۶۰ ہجری بروز منگل قیام فرمایا اور دوسرے روز نو ذی الحجہ بروز بدھ یعنی یوم عرفہ شہادت پائی، ادھر امامؑ کا مکے سے عراق کی جانب آغاز سفر یوم ترویج یعنی آٹھ ذی الحجہ (مسلم کے قیام والے روز) ہوا، اس طرح امام حسینؑ مکے میں شعبان، رمضان المبارک شوال ذیقعدہ اور آٹھ روز ذی الحجہ یعنی چار ماہ آٹھ روز تک قیام پزیر رہے اس دوران آپؑ کے گرد محبان آلِ رسول جمع ہوتے رہے اور جب آپؑ نے سفر کا ارادہ کیا تو پہلے طواف کیا اور صفاء و مروہ کے درمیان سعی انجام دے کر احرامِ حج سے نکل کر عمرہ انجام دیا کیونکہ آپؑ وہاں فساد کے آثار دیکھ رہے تھے لہٰذا ایسی کیفیت میں حج کو ناتمام چھوڑ کر اپنے انصار و اعزاء کے ساتھ ہمراہ مکے سے عراق کی جانب سفر شروع کیا۔ ظاہر جناب مسلم بن عقیل کی خبر شہادت ابھی آپؑ تک

نہیں پہنچی تھی۔" ۱۹

البتہ بعض اہل تحقیق کے مطابق امام حسینؑ کا عمرہ مفردہ تھا جو اپنے مخصوص احرام کے ساتھ امام نے عمرہ ہی کی نیت سے انجام دیا، کیونکہ جو احرام حج باندھے مگر اتمام حج اس کیلئے ممکن نہ ہو یعنی "مسدود" کہلایا جائے تو وہ احرام سے انجام قربانی کے بعد خارج ہو سکتا ہے (جسے فقہاء نے اس کے مخصوص مقام پر پیش کیا ہے) اس بارے میں وسائل الشیعہ سے روایت نقل کی گئی ہے، اگر کوئی ماہِ ذی الحجہ میں حج انجام نہ دینا چاہے تو عمرہ مفردہ انجام دے کر محل ہو جائے اور پھر مکے سے باہر نکل سکتا ہے، چنانچہ اس مسئلے میں امام حسینؑ کے عمل سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ۲۰

بہر صورت اکثر تاریخ نگاروں کا بیان ہے امام ہشتم ذی الحجہ یعنی عین اس دن جب حاجی عرفات کی جانب جاتے ہیں احرام سے نکل کر عراق کی جانب روانہ ہوئے۔ مگر امام کی یہی حکمت عملی آنے والوں کیلئے سوالیہ نشان بن گئی اب چاہے اس کا ایک سبب یہ تھا کہ آپؑ کے نزدیک یزید، بنی امیہ اور اسکے اہل کار مکے کی سرزمین کو آپؑ کے خون سے رنگین کرنا چاہتے تھے اور آپؑ کو گوارا نہیں تھا کہ ان کے ارادے پایہ تکمیل کو پہنچیں، لہٰذا امام نے بار بار اس کی جانب اشارہ فرمایا کہ لوگ ایسے ایک حادثے کی تاک میں ہے جس کی وجہ سے حرمتِ حرم شکستہ ہو جائے۔

اور شاید دوسرا سبب جو امام کے مدنظر رہا ہو وہ دنیا بھر سے آنے والے حاجیوں کو اپنے مقدس ہدف کی سمت متوجہ کرنا تھا، کیونکہ مواصلاتی تمام وسائل دشمن کے ہاتھوں میں تھے اور وہ ظالم و جابر حکومت ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ کوئی حسین بن علیؑ کے قیام سے آگاہ ہو جائے، لہٰذا امام کیلئے یہ بہترین موقع تھا جب آپؑ اسلامی وغیر اسلامی ممالک سے آنے والے عوامی نمائندوں کے ذھنوں میں اس ظالم اموی حکومت کی مخالفت ایجاد کریں، چنانچہ ان خاص ایام میں جب سب آرہے ہوں گے اور فرزند رسولؐ مکہ کو ترک کر رہے ہوں گے تو ایک سوال درپیش ہوگا کہ آخر کیا ہوا جس دن تمام حاجی اعمال حج کیلئے عرفات، مشعر اور منٰی کے راہی ہو رہے ہوں مگر حسینؑ جو اسی زمین اور اسی آب و خاک کا حصہ ہیں مناسک حج چھوڑ کر مکے سے خارج ہو رہے ہیں؟ بنابرایں اسباب و علل دریافت کیے جائیں گے اور اس طرح امام نظام یزیدی کے مظالم اور ان کی ناانصافیوں کو عوام اور مسائل سے بے بہرہ لوگوں کے گوش زد کر دیں گے۔

مکے سے امام حسینؑ کی روانگی

بہر حال امام حسینؑ نے خانہ خدا کی الوداعی زیارت کر کے اپنے اصحاب، اقرباء اور اہل خاندان کے ہمراہ جن کی تعداد بعض اہل قلم کے نزدیک بیاسی افراد پر مشتمل تھی مکے سے ہجرت فرمائی اور جیسا کہ گذشتہ لمحات پر بھی بیان ہوا عمرو بن سعید اشدق نے جو یزید کی جانب سے مکہ کا والی تھا اپنے بھائی یحیٰی بن

سعید کی سپہ سالاری میں ایک فوجی دستہ روانہ کیا جو حضرتؑ کو عراق جانے سے روک سکے مگر امامؑ کے ساتھیوں اور اس دستہ میں مختصر جھڑپ کے بعد بھی یہ فوجی دستہ روکنے میں کامیاب نہ ہوسکا چنانچہ یہ فوجی دستہ واپس مکہ لوٹ آیا اور امام نے اپنے سفر کو جاری رکھا۔

معروف شاعر فرزدق سے ملاقات

شیخ مفیدؒ نے فرزدق سے روایت کی ہے ۶۰ھ میں فریضہ حج کیلئے اپنی والدہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ جارہا تھا تو جوں ہی اونٹ کی مہار تھامے حرم (مکے) کی حدود میں داخل ہوا تو ناگاہ حسینؑ بن علیؑ کی زیارت کی جو (مختصر) مشیر و اسلحہ کے ساتھ مکے سے باہر جارہے تھے وہ (فرزدق) کہتے ہیں، میں نے دریافت کیا اس قطارِ شتر کا مالک کون ہے؟ کہا گیا حسین بن علیؑ! یہ سن کر میں حضرتؑ کے نزدیک آیا اور سلام وتہنیت کے بعد کہا:

خداوند کریم آپؑ کی آرزوؤں اور تمناؤں کو برلائے، میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوجائیں۔
اے فرزند رسولؐ! کس چیز نے جناب کو اتنا جلدی حج چھوڑنے پر مجبور کیا؟

امام نے فرمایا: اگر (اب بھی) جلدی نہ کرتا تو مجھے گرفتار کرلیا جاتا پھر فرمایا تو کون ہے؟

عرض کیا: ایک عربی ہوں اور بہر خدا اس سے زیادہ میرے بارے میں نہ پوچھئے گا یہی میرے حق میں بہتر ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے، ذرا یہ بتاؤ ہماری اتباع میں اہل عراق کیسے ہیں؟

میں نے عرض کیا:

آپؑ نے صحیح آدمی سے پوچھا ہے (میں انھیں خوب جانتا ہوں) ان کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں آپؑ کے دشمن کے ہمراہ ہیں اور قضائے (وقدر) الٰہی آسمان سے آئے تاکہ خدا کی منشاء پوری ہو۔

امام نے فرمایا:

تو نے سچ کہا یہ کام اسکے ہاتھ میں ہے اور ہر دن کیلئے ایک امر ہے۔ بنابریں اگر قضاء اور خواستِ الٰہی اس پر ظاہر ہوجائے جو ہم چاہتے تھے یا جو ہماری پسند ہے تو اس کی عطا کردہ نعمت پر شکر گزاری کریں گے اور وہی ہے جو نعمت شکر بھی عطا کرتا ہے اور اگر (قضائے الٰہی) ہماری من پسند نہ ہو تو وہ شخص جس کی نیت حق ہے اپنی خواہش تک رسائی پائے اور پرہیزگاری اختیار کرے۔

میں نے عرض کی: جی ہاں! ایسا ہی ہے، خدا کرے آپؑ اپنے منظور نظر تک رسائی پائیں اور ہر خطرے سے محفوظ رہیں۔

پھر میں نے چند دینی مسائل، نذر و مناسک (حج) دریافت کیے تو حضرتؑ نے مجھے جواب شرعی سے آگاہ کیا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ دیتے ہوئے روانہ ہونے لگے اور فرمایا:
تجھ پر درود ہو اور ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ۲۱
بعض تاریخی کتب ۲۲ میں نقل کیا گیا ہے کہ امام حسینؑ نے اس گفتگو کے بعد یہ اشعار زبان مبارک پر جاری کیے:

لئن کانت الدنیا تعدّ نفسیة — فدار ثواب الله أعلی و أنبل
وان کانت الابدان للموت أنشئت — فقتل أمرئ بالسّیف فی الله افضل
وان کانت الارزاق شیئاً مقدّرا — فقلّة سعی المرء فی الرزق اجمل
وان کانت الاموال للترک جمعها — فمابال متروک به المرء یبخل ۲۳

معروف شاعر فرزدق کے ساتھ ملاقات اس کا مقام اور ان اشعار کے بارے میں روایات مختلف ہیں، لہٰذا ہماری نظر میں جو زیادہ صحیح تھی اسے یہاں نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم

مقام تنعیم

امام حسینؑ اپنے سفر کو جاری رکھتے ہوئے مقام تنعیم ۲۴ پر پہنچے جہاں شیخ مفید کے مطابق آپؑ نے قافلہ دیکھا جو یمن سے آ رہا تھا آپؑ نے ان سے چند شتربان کرائے پر لیئے تاکہ وہ سامان اٹھا سکیں اور صاحبانِ شتر سے فرمایا: تم میں سے جو ہمارے ساتھ عراق آنا چاہے ہم اس کا کرایہ دیں گے اور دوران سفر حسن سلوک کا برتاؤ رکھیں گے اور اگر کوئی آدھے راستے سے جدا ہونا چاہے گا تو اسے اتنا ہی کرایہ ادا کریں گے، چنانچہ چند لوگ حضرتؑ کے ساتھ ہوئے مگر کچھ نے چلنے سے انکار کیا۔ ۲۵ جبکہ تاریخ طبری کے مطابق یہ قافلہ یمن سے مال و دولت (محصول ٹیکس وتحائف) لیے شام جا رہا تھا جسے یمن کے فرمانروا بجیر بن بسیار نے (عوام سے) جمع کر کے یزید کیلئے بھیجا تھا چنانچہ امام نے اپنے افراد کو حکم دیا کہ یہ مال ان سے ضبط کر لیا جائے اور شتربانوں سے فرمایا: جو بھی ہمارے ساتھ آنا چاہے گا ہم اسے کرایہ ادا کریں گے اور جو یہاں سے واپس جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ ۲۶ جبکہ شیعہ (معروف عالم دین) علامہ سید مہدی بحر العلوم سے نقل کیا ہے، وہ اس روایت کی صحت میں تردید رکھتے اور فرماتے ہیں مقام امام ایسے کام سے بہت اونچا تھا۔'' ۲۷

---

۲۳ اگر دنیا کسی نفیس شے کو کہا جاتا ہے تو اجر خدا کا مکان (آخرت) برتر اور اس سے کہیں زیبا تر ہے، اور اگر بدن مرنے کیلئے پیدا کیے گئے ہیں تو راہ خدا میں تلواروں سے مرنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور اگر لوگوں کا رزق معین کر دیا گیا ہے تو رزق ورزی کیلئے مختصر تگ و دو بہتر ہے اور اگر ذخیرہ اندوزی اور مال اکٹھا کرنے کا انجام اسے چھوڑ کر چلے جانے کا نام ہے تو یہ انسان کیوں ایسی چھوٹ جانے والی شے سے بخل کرتا ہے۔
۲۴ تنعیم مکے سے تین میل کے فاصلے پر واقع ایک مقام ہے۔

البتہ امام حسینؑ کے گذشتہ احوال میں پڑھ چکے ہیں. معاویہ کے دورِ حکومت میں ایک مرتبہ آپ نے ایسا ہی ایک قافلہ جو مال و دولت لئے شام جا رہا تھا رکوا کر ان کا مال ضبط کروایا جسے حضرت نے مدینہ میں موجود فقراء اور بنی ہاشم میں تقسیم کیا۔

عبید اللہ بن زیاد کے نام یزید کا خط

یزید ابن معاویہ حالات پر سخت نظر تھا، لہٰذا جیسے ہی مطلع ہوا امام حسینؑ عراق کی جانب جا چکے ہیں تو فوراً ابن زیاد کے نام خط تحریر کیا کہ حسینؑ بن علیؑ مکے سے باہر نکل چکے ہیں، چنانچہ جیسے بھی ممکن ہو انھیں عراق آنے سے باز رکھا جائے آج تمہارا امتحان کا دن ہے۔ چنانچہ سپاہِ کوفہ کے سپہ سالار حصین بن نمیر کے ہمراہ ایک بڑا دستہ قادسیہ روانہ کیا جس نے وہاں پہنچ کر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک کو قادسیہ اور خفان ۲۸ کے درمیانی علاقے میں تعینات کیا جبکہ دوسرے کو قادسیہ اور قطقطانیہ کے درمیان مامور کیا اور گرد و نواح میں آباد لوگوں کو بھی کہا گیا کہ آمد و رفت پر توجہ رکھیں اور مسافروں کی جانچ اچھے طریقے سے انجام دی جائے۔

ابن زیاد کے نام ولید بن عتبہ کا خط

اموی اور ان کے طرفداروں میں اگرچہ ایسے سخت افراد بھی تھے جنھیں یزید پر ذرا بھی اعتراض برداشت نہ تھا اور ان کے نزدیک خونِ حسینؑ بہانا یا حضرتؑ کے خاندان کو اسیر بنانا معمولی سا کام تھا، چنانچہ جو مظالم ڈھائے گئے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں، بس انہی افراد میں سے مدینے کا فرمانروا ولید بن عتبہ بھی تھا جس نے مرگِ معاویہ کی خبر سن کر امام حسینؑ کو دارالامارہ میں یزید کی بیعت کیلئے بلایا، لیکن جب حضرتؑ نے انکار کیا اور سوچنے کی مہلت مانگی تو مروان اسی کو قتلِ امام کا مشورہ دیا جس پر یہ برہم ہو کر بولا:

> سبحان اللہ کیا انکارِ بیعت کا جرم اتنا زیادہ ہے کہ انھیں قتل کر ڈالوں۔ قسم بخدا میرے خیال میں روزِ قیامت باز پرس کے وقت قاتلِ حسینؑ سے زیادہ کسی کا ترازو ہلکا نہیں ہوگا، لہٰذا قسم بخدا اگر میرے سامنے اتنا مالِ دنیا رکھ دیا جائے کہ جس کی مقدار جہاں جہاں سورج غروب و طلوع ہے کے برابر ہو تب بھی اسے خونِ حسینؑ کے بدلے میں نہیں لوں گا۔

بعض اہلِ تاریخ کے مطابق یہی ولید بن عتبہ تھا جس نے یہ سن کر کہ حسینؑ بن علیؑ عراق جا رہے ہیں فوراً عبید اللہ بن زیاد کو ایک خط تحریر کیا کہ جس میں لکھا تھا کہ حسینؑ سے الجھنے سے منع کیا۔ ۲۹

مقام حاجز سے اہلِ کوفہ کے نام امام حسینؑ کا خط

شیخ مفیدؒ کے علاوہ دیگر اہلِ قلم نے بھی لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ سفر کرتے ہوئے مقام حاجز پر جو سرزمین

---

۲۸ خفان، قادسیہ و قطقطانیہ سے آگے کوفہ کے نزدیک ایک عدقہ ہے۔

''بطن الرمہ'' کا ایک حصہ تھا اور جہاں سے بصرہ و کوفہ کیلئے راستے نکلتے تھے پہنچے تو اس مقام پر ٹھہر کر اہل کوفہ کے نام اس متن پر مشتمل ایک خط تحریر فرمایا:

بسم الله الرّحمن الرّحيم من الحسين بن على الى اخوانه من المؤمنين والمسلمين سلام عليكم وانىّ أحمد اليكم الله الّذى لااله الاّ هو،امابعد فانّ كتاب مسلم بن عقيل جائنى يخبرفيه بحسن رأيكم و اجتماع ملأكم على نصرنا،والطلب بحقنا،فسئلت الله أن يحسن لناالصنيع وأن يثيبكم على ذالك أعظم الأجر ، و قد شخصت اليكم من مكّة يوم الثلثاء ثمان مضين من ذى الحجّة يوم التروية،فاذاقدم عليكم رسولى فانكمشوافى امركم وجدّوا،فانىّ قادم عليكم فى ايّامى هده ،و السّلام عليكم ورحمة الله و بركاته

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: یہ خط حسین بن علیؑ کی جانب سے ہے، اپنے مؤمن و مسلمان بھائیوں کو سلام کہتا ہوں میں اس خدا کا شکر گزار ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، امابعد! مجھے مسلم بن عقیل کا خط موصول ہوا جس میں آپ نے (حضرات) کے اچھے خیالات، ہماری نصرت کیلئے جمع ہونا اور ہمارے کھوئے ہوئے حق کو حاصل کرنے کے بارے میں خبر دیتا تھا، میں نے خدا سے دعا کی ہے ہمارا کام نیک (اچھے انداز میں پورا ہو) اور آپ لوگوں کو بہترین اجر عطا کرے میں مکہ سے بروز منگل ہشتم ذی الحجہ یعنی یوم ترویج آپ کے شہر کیلئے روزانہ ہو رہا ہوں، لہٰذا جوں ہی میرا قاصد پہنچے اپنے کام میں سرعت اور فعالیت کو ایجاد کریں، کیونکہ میں آج کل میں وہاں پہنچنے والا ہوں۔ والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' [۳۰]

یہ خط قیس بن مسہر صیداوی کے توسط سے یا بعض کے کہنے کے مطابق عبداللہ بن یقطر کے ذریعے سے (جو امام کے رضائی بھائی تھے) کوفہ بھیج دیا۔ قیس نے امام سے نامہ پا کر سرعت کے ساتھ کوفہ کا رخ کیا، لیکن جب قادسیہ پہنچے تو سپاہیوں نے انھیں روک کر باز پرس اور ان کی جانچ شروع کی تب قیس متوجہ ہوئے کہ یہ عبیداللہ بن زیاد کے کارندے ہیں، لہٰذا امام کی تحریر نکال کر اس خوف سے کہ کہیں وہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائے ضائع کر دی۔

مگر یہ فصل سپاہیوں کے مشاہدے میں آ گیا اور انھیں گرفتار کر کے ابن زیاد کی جانب کوفہ بھیج دیا وہ جب عبیداللہ بن زیاد کے سامنے لے گئے تو اس نے سوال کیا تم کون ہو؟

قیس نے جواب دیا: میں امیر المومنین حسینؑ بن علیؑ کے شیعوں میں سے ہوں۔

عبیداللہ نے کہا: اس خط کو کیوں ضائع کیا جو تمہارے پاس تھا؟

قیس نے جواب دیا: اس خوف سے کہ کہیں وہ تیرے ہاتھ نہ لگ جائے۔

عبیداللہ نے کہا: کس کا خط تھا اور کس کیلیئے لے جا رہے تھے؟

قیس گویا ہوئے: میرے مولا امام حسینؑ کا خط تھا جو کوفہ کے چند افراد کیلیئے جنھیں میں نہیں جانتا لے جا رہا تھا۔

عبیداللہ جیسا ظالم انسان اس شجاعانہ طرز گفتار سے سخت ناراحت ہو کر چلّایا اور کہا:

قسم بخدا اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک ان کوفیوں کے نام نہیں بتاؤ گے جن کے نام وہ خط تھا یا پھر جب تک منبر پر جا کر علی، حسن اور حسینؑ بھائیوں کو فحش ودشنام نہ دوگے اور اگر ان میں سے کوئی ایک کام نہ کیا تو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔

قیس نے مختصر تذبذب کے بعد کہا: ان کے نام تو نہیں جانتا مگر دوسری شرط (دشنام دینا) قبول کرتا ہوں۔

ابن زیاد اپنے خیال خام میں تھا کہ یہ آسمانِ تاریخ کا ستارہ بھی دوسرے پست وکم ظرف لوگوں کی طرح جو گندگی کے حشرات ہوتے ہیں چشم بستہ جو کہا جائے گا اس پر عمل کرے گا، لہٰذا نخوت اور تکبر کے ساتھ اپنے نوکروں سے بولا، عوام کو مسجد کوفہ میں جمع کرو تاکہ یہ ان سے خطاب کرے، چنانچہ جب مسجد کوفہ لوگوں سے بھر گئی تو قیس بن مسہر فراز منبر پر جان بکف پہنچے اور آغاز کلام حمد و ثنائے پروردگار سے کیا، پھر جتنے فضائل علیؑ و اولادِ علیؑ ممکن تھے (نہایت اچھے انداز میں) بیان کیے پھر عبیداللہ، اس کے باپ اور تمام بنی امیہ پر لعنت بھیجی اور اونچی آواز میں فرمایا:

ایّھا النّاس ... انّ الحسین بن علی خیر خلق الله ابن فاطمه رسول الله وأنا رسوله الیکم وقدفارقته بالحاجز فاجیبوه ''اے لوگو! بے شک حسین بن علیؑ خلق خدا میں بہترین فرد اور رسول اللہؐ کی صاجزادی فاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں اور میں انہی کا تمہاری جانب بھیجا ہوا قاصد ہوں جو امام حسینؑ سے حاجز پر جدا ہو کر یہاں پہنچا لیکن اب انھیں جواب دینا تمہاری ذمہ داری ہے۔''

عبیداللہ کے خادموں نے فوراً جا کر سارا ماجرا نقل کیا جس پر حکم ہوا کہ قیس بن مسہر صیداوی کو دارالامارہ کے کوٹھے سے زندہ نیچے پھینک دیا جائے چنانچہ جلادوں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے اس عظیم شخصیت کو انتہائی بلندی سے گرا دیا اس وقت قیس بن مسہر کی ہڈیوں کے ٹوٹنے کی آواز بلند ہوئیں، اس طرح قاصد امام حسینؑ تڑپ تڑپ کر شہید کر دیا گیا۔ اور جب یہ خبر امام حسینؑ نے سنی تو سخت غم زدہ ہوئے اور گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللّھم اجعل لنا و شیعتنا منزلا کریماً عندک، واجمع بیننا و ایّاھم فی مستقرّ رحمتک انّک علیٰ کلّ شیء قدیر ''خدایا ہمیں اور ہمارے شیعوں کو اپنی بارگاہ میں اونچا مقام عطا کر اور انھیں ہمارے ساتھ اپنے مقام رحمت پر جمع فرما بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' [۳۱]

ارشاد مفیدؒ میں آیا ہے بعض کہتے ہیں، ان کو دست بستہ زمین پر گرایا، چنانچہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئی ابھی اس میں جان تھی، عبدالملک بن عمیر لخمی نامی ایک شخص آیا اور ان کا سر جدا کر لیا۔ اسے کہا گیا: یہ کونسا قبیح کام تا جو تم نے کیا؟ اس نے کہا: میں اسے سکون دینا چاہتا تھا۔۳۲

ایک تذکرہ

گذشتہ عنوان میں ذکر ہوا ہے کہ بعض اہل قلم نے قیس بن مسہر کی بجائے عبداللہ بن یقطر ذکر کیا ہے اور جب مقام ''زبالہ'' پر امام کو خبر شہادت سنائی گئی تو وہاں بھی نام میں اختلاف ہے۔ شیخ مفیدؒ نے فقط عبداللہ بن یقطر کا نام ذکر کیا ہے، جبکہ بعض مثلاً باقر شریف نے ''حیاۃ الامام الحسینؑ'' میں دونوں کے نام تحریر کیے ہیں اور دونوں کیلئے ایک سی داستان نقل کی ہے۔ وقعۃ الطف میں ابی مخنف نے یوں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے قیس بن مسہر کے ذریعے مقام حاجز سے اہل کوفہ کے نام خط روانہ کیا اور مقام ''زرود'' پہنچے سے قبل عبداللہ بن یقطر کے توسط جناب مسلم کے نام خط روانہ کیا جو امام کے برادر رضائی بھی تھے۔

بہر صورت جو قصہ تاریخ نے نقل کیا ہے وہ دونوں کیلئے ایک سا ہے ۳۳ بنا بر ایں ان دونوں ناموں پر ایک احتمال یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہی شخص کے دو نام تھے، چنانچہ ابی مخنف کی روایت میں آئندہ صفحات پر آئے گا کہ قیس بن مسہر کی خبر شہادت مقام ''عذیب الھجانات'' پر طرماح بن عدی کے ساتھیوں نے امام کو سنائی جسے سن کر حضرتؑ کے اشک جاری ہوئے اور فرمایا:

﴿ فَمِنۡهُم مَّن قَضَىٰ نَحۡبَهُۥ وَمِنۡهُم مَّن يَنتَظِرُ ﴾ ''بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض منتظر ہیں۔'' (احزاب ۲۳) واللہ اعلم۔

عبداللہ بن مطیع عدوی

ارشاد مفیدؒ اور کامل التاریخ وغیرہ میں آیا ہے، عراق کی راہ میں امام سے ملاقات کرنے والوں میں سے ایک عبداللہ بن مطیع عدوی تھا جو امام کو سفر سے روکنا چاہتا تھا، چنانچہ ابن مطیع عدوی نے ایک ایسے مقام پر جہاں سے امام کے قافلے کو گزرنا تھا خیمہ ڈال کر بیٹھ گیا اور جب معلوم ہوا حسینؑ بن علیؑ آچکے ہیں تو حضرتؑ کے پاس جا کر عرض کیا! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے فرزند رسول! آپؑ یہاں کیوں آئے ہیں؟ (اور حضرتؑ کو ستانے اور آرام کی دعوت دے کر آپؑ کی پذیرائی میں مشغول ہو گیا) امام حسینؑ نے اسے ہدف سفر سے آگاہ کیا۔

عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا:

اذکرک اللہ یابن رسول اللہ وحرمۃ لاسلام أن تُنتھک، انشدک اللہ فی حُرمۃ قریش، انشدک اللہ فی حرمۃ العرب، فواللہ لئن طلبت مافی ایدی بنی امیۃ لیقتلک، ولئن قتلوک لایھابون

بعدک احداً ابداً، واللہ انہالحرمۃ الاسلام تنتھک وحُرمۃ قریش وحرمۃ العرب، فلاتفعل ولاتأت الکوفۃ ولاتعرض نفسک لبنی امیۃ ۳۴

مگر امام نے اس کی باتوں پر بے توجہی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے سفر کو جاری رکھا۔

مؤلف کی ایک یاددہانی (لحظہ بھر سوچئے)

یہ وہی مقام جہاں اہل قلم کی ایک جماعت جو اسی سعی لاحاصل میں مصروف ہے کہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ امام حسینؑ اپنے اس سفر کے سرانجام سے آگاہ نہیں تھے اور حصول حکومت کیلئے مسلسل سفر فرما رہے تھے اور اپنے بچوں اور خواتین کو لیئے کوفہ کی سمت بڑھتے جا رہے تھے اور اگر کسی نے رُک جانے کا مشورہ بھی دیا تو آپؑ نے اسے اہمیت نہ دی، چنانچہ ان سے کہا جائے کیا کبھی سوچا ہے تمہارا یہ انداز تحریر دوسروں کے نزدیک امام معصوم کی کیسی شخصیت کو ابھارے گا اور کیا تمہاری ان تحریروں کو پڑھنے والے یہ سوال نہیں کریں گے کہ آخر کیوں امام نے ایسے صادقانہ اور خیر خواہانہ مشوروں کو اہمیت نہیں دی اور اگر خیر اندیش کا اصرار بڑھا بھی تو امام نے اسے مبہم اور نامفہوم کلام کے ساتھ ٹال دیا اور آخر تک اپنی بات پر ڈٹے رہے؟ کیا تم لوگوں کا یہ کہنا امام کے فعل کو عقل و روایت کے خلاف ثابت نہیں کرتا؟ کیا وہ تمام روایات جن میں سے بعض آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے کہ جن کا مضمون تواتر سے بڑھ چکا ہے تمہارے نزدیک ضعیف اور قابل رد ہیں؟ یا نہیں، بلکہ بے ربط توجیہ اور تجزیہ اس لیے کرتے ہیں تا کہ کسی طرح اپنی بات صحیح کر دیں۔

اس بحث کو چھوڑتے ہوئے اپنی اصلی بحث کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

زہیر بن قین بجلی کا ملحق ہونا

راہِ کوفہ میں زہیر بن قین بجلی کا امام حسینؑ کے ساتھ ملاقات کرنا اور پھر امام سے ملحق ہونا تاریخ نے مختلف انداز سے نقل کیا ہے، لہٰذا ہم یہاں ارشاد شیخ مفیدؒ سے نقل کرتے ہیں:

آپ نے قبیلہ فزارہ اور بجیلہ کے محدثین سے روایت کی ہے ہم زہیر بن قین کے ہمراہ مکے سے باہر آئے، جبکہ حسین بن علیؑ بھی ہماری طرح کوفہ کی سمت سفر کر رہے تھے، مگر ہم بنی امیہ کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے ان سے علیحدہ رہ کر سفر کر رہے تھے، کیونکہ حسین بن علیؑ کے ساتھ ہم منزل سے زیادہ ہمارے لیے خطرناک بات کوئی نہ تھی۔ بہر حال ایک منزل پر حسین بن علیؑ نے قیام کیا تو ہمیں بھی مجبوراً قیام کرنا پڑا، لیکن ہم نے ان سے کچھ فاصلے پر خیمے نصب کیے۔ ابھی ہم سامان اتار کر کھانا کھانا چاہتے تھے کہ اچانک حسین بن علیؑ کا قاصد ہمارے نزدیک آیا، اس نے سلام کرنے کے بعد ہم سے کہا:

اے زہیر قین! مجھے امام حسینؑ نے آپ کی جانب بھیجا ہے (تاکہ پیغام دوں کہ) امام حسینؑ آپ کو بلا رہے ہیں۔

یہ سن کر (ہم پر عجیب رعب طاری ہوا) ہم دم باخود ہو گئے اور جو چیز جس کے ہاتھ میں تھی اس سے چھوٹنے لگی اور ایسا سناٹا و سکوت طاری ہوا کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے تھے۔ زہیر قین کی زوجہ نے ان سے کہا:

''سبحان اللہ فرزند رسول بلائیں اور تم نہ جاؤ؟ آخر تمہارا کیا بگڑ جائے گا اگر حسینؑ بن علیؑ کی بات سن آئے؟''

زہیر بن قین اٹھے اور حسین بن علیؑ کے خیمے کی جانب روانہ ہوئے اور کچھ ہی دیر بعد درخشاں چہرے کے ساتھ خوش وخرم لوٹ کر آئے اور ہمیں حکم دیا اپنے خیمے اور دیگر اسباب یہاں سے اٹھا کر حسین بن علیؑ کے نزدیک لے جائے جائیں اور اپنی زوجہ سے کہا:

''میں تجھے طلاق دے کر آزاد کرنا چاہتا ہوں تاکہ تو اپنے قبیلے میں جا کر آرام وسکون کی زندگی بسر کر سکے، کیونکہ میں نہیں چاہتا تو میری وجہ سے مشکلات کا شکار بنے۔''

اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کیا اور کہا:

''جو چاہے میری پیروی کرے ورنہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے اور اس وقت میں ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں (وہ یہ کہ) ایک مرتبہ ہم دین کی راہ میں ایک دریائی جنگ میں کامیاب ہوئے جس میں بہت سامال غنیمت ہمارے نصیب میں آیا تو سلمانِ فارسی (جو ہمارے ساتھ جنگ میں شریک تھے) نے فرمایا:

''کیا اس جنگ کے بعد حاصل ہونے والے مال واسباب پر بہت خوش ہو؟ ہم نے جواب دیا: جی ہاں۔

سلمان فارسی نے فرمایا:

''جب جوانانِ آلِ محمدؐ کے سید ومولا سے ملاقات کرو تو اس خوشی سے زیادہ ان کے ہمراہ جنگ کرنے میں خوش رہنا۔''

پھر زہیر قین نے فرمایا: ''اب آپ سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔'' ۳۵

محمد بن جریر طبری کی دلائل الامامہ میں ابراہیم بن سعید سے جو اس وقت زہیر بن قین کے ہمراہ تھے نقل کیا ہے:

''جب زہیر امام حسینؑ سے ملحق ہو گئے تو حضرتؑ نے انھیں خبر دی کہ وہ شہید کر دیے جائیں گے

اوران کا سرِ مقدس زجر بن قین انھیں انعام واکرام کیلئے یزید کے پاس لے جائے گا، لیکن وہ وہاں سے مایوس لوٹے گا۔" ۳۶

سید ابن طاؤس کی کتاب لہوف میں ہے، زہیر قین کی زوجہ (جن کا نام دیلم بنت عمر و تھا) اپنے لوٹ جانے پر راضی نہ تھیں، لیکن زہیر نے بالآخر انھیں ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا، تا کہ وہ انھیں گھر تک پہنچا کر آئیں انھوں نے اپنے شوہر زہیر قین سے جدائی کے وقت، بہت گریہ وبکا کیا اور کہا:

"روز قیامت امام حسینؑ کے جد رسول اللہؐ کے حضور میری مدد کو آیئے گا تا کہ میری شفاعت ہو سکے۔" ۳۷

جبکہ بعض دیگر روایات سے مأخوذ ہے وہ مؤمنہ خاتون واپس جانے پر راضی نہ ہوئی اور زہیر بن قین سے کہا:

"تم تو فرزند رسول کے ساتھ اپنی جان قربان کرو مگر میں ان کی مصاحبت سے محروم رہوں؟۔"

چنانچہ وہ کربلا میں ہنگام شہادت موجود تھیں۔ ۳۸

جیسا کہ زہیر بن قین کے بارے میں ذکر ہوا وہ عثمانی العقیدہ فرد تھے، مگر امام حسینؑ کے ساتھ ملحق ہو جانے کے بعد مکمل اخلاص کے ساتھ امام کا دفاع کرتے رہے، لہٰذا اپنی فداکاریوں کے بعد امام حسینؑ کی دعائے خیر اور تعریف کے قابل قرار پائے۔ البتہ اس کی تفصیل آئندہ صفحات پر پیش کی جائیں گی۔

سبط بن جوزی کی کتاب سے نقل کیا گیا ہے:

"جب زہیر بن قین کی شہادت ان کی زوجہ کو سنائی گئی تو انھوں نے اپنے غلام کو کفن دے کر روانہ کیا تا کہ وہ کفن دے کر زہیر کو دفن کر دے، لیکن جب وہ غلام کربلا پہنچا تو اس نے امام حسینؑ کے بدن کو بے گور و کفن پایا تو اپنے آپ سے کہنے لگا یہ کیسے ممکن ہے زہیر قین کو کفن دوں مگر فرزند رسول بے کفن ہو؟ لہٰذا وہ کفن امام کو دیا اور ایک دوسرا کفن اپنے آقا زہیر کو دیا۔" ۳۹

مقام خزیمیہ

ابن شہر آشوب اور دیگر مورخین نے ذکر کیا ہے کہ امام حسینؑ نے مقام خزیمیہ پر جو مقام "زرود" سے کچھ فاصلے پر تھا ایک شب و روز استراحت کی غرض سے توقف فرمایا اس مقام پر ایک روز گزر جانے کے بعد امام کی ہمشیرہ حضرت زینبؑ آپؑ کی خدمت میں تشریف لائیں اور فرمایا:

بھائی! میں نے ہاتف کی آواز سنی ہے جو یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

الا یا عین فاحتفلی بجهد — فمن یبکی علی الشهداء بعدی

علی قوم تسوقهم المنایا — بمقدار الی انجاز وعد

''اے آنکھ! پوری توانائی کے ساتھ رونے کیلئے آمادہ ہو جا کیونکہ وہ کون ہے جو میری بعد شہیدوں پر روئے گا ان لوگوں پر جنھیں موت ان کے میعاد کی جانب دھکیل رہی ہے''

امام نے بہن کے جواب میں فرمایا:

یااختاہ کلُ الذی قضی فھو کائن ''اے بہن! جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔'' ۲۴

مقام زرود جہاں جناب مسلمؑ کی خبر شہادت پہنچی

شیخ مفیدؒ اور دیگر اہل قلم نے لکھا ہے، جب امام حسینؑ مقام زرود پر پہنچے تو مسلم بن عقیلؓ کی خبر شہادت حضرتؑ کو سنائی گئی جس نے آپؑ کو انتہائی غم زدہ کیا، چنانچہ اس کی تفصیل میں شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں:

''عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن مشمعل جو قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے تھے روایت کرتے ہیں، جب ہم دونوں نے حج مکمل کرلیا تو ہمارا سارا غم و ہم یہی تھی کہ کسی صورت امام حسینؑ سے ملحق ہو جائیں، تا کہ نزدیک سے پورا ماجرا دیکھ سکیں، لہٰذا ہم نے کوفہ کا رخ کیا اور بغیر کسی آرام و استراحت کے اپنے شتروں کو اتنا دوڑایا کہ مقامِ زرود پر حضرتؑ سے جا ملے اسی اثناء میں ہم نے محسوس کیا کہ کوفہ کا ایک باشندہ ہماری جانب آتے ہوئے دیکھا، امام کھڑے ہوئے، تا کہ اس سے ملاقات کریں مگر جب اس نے رُخ موڑ لیا تو حضرتؑ بھی اپنی راہ پر قدم زن ہوئے۔ ہم حضرتؑ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے کہ ہم میں سے ایک نے کہا: اس شخص کے پاس جا کر کوفہ کے حالات دریافت کیے جائیں، کیونکہ یہ کوفہ کے حالات سے آگاہ لگتا ہے۔ ہم اس مسافر کے پاس گئے اور اسے اسلام کیا، اس نے بھی ہمیں جواب دیا پھر ہم نے کہا: اے شخص! تیرا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ جواب دیا: قبیلہ بنی اسد سے، ہم نے کہا: ہم بھی بنی اسدی ہیں، تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں بکر بن فلاں ہوں، ہم نے بھی اپنا نسب اسے سنایا، چنانچہ جب ایک دوسرے کی شناخت جب ہوگئی تب ہم نے کہا: وہ لوگ کس حال میں ہیں جنھیں تو چھوڑ کر آرہا ہے؟ کہا: میں مسلم بن عقیلؓ اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد کوفہ سے نکلا ہوں، پس میں نے دیکھا کہ ان دونوں کی لاشوں کو پیروں سے باندھ کر پورے شہر میں گھسیٹا جارہا تھا۔ پس ہم اس سے رخصت ہو کر دوبارہ امام کے قافلے میں جا پہنچے، حضرتؑ کا قافلہ روانہ ہوا اور اس نے شام کے وقت مقام ثعلبیہ پر قیام کیا وہاں جب حضرتؑ سواری سے اترے تو ہم دونوں ان کے نزدیک گئے اور سلام کے بعد عرض کی! ہمارے پاس ایک خبر ہے کیا آپ اسے سب کی موجودگی میں سننا پسند کریں گے یا تنہائی میں؟ حضرتؑ نے ہماری اور دیگر تمام اصحاب کی جانب دیکھ کر فرمایا:

''میرے اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہیں، یہ سب لوگ میرے محرم اسرار ہیں لہٰذا میں ان

سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہتا۔"
ہم نے کہا عصر کے وقت آپؑ نے اس شخص کو دیکھا تھا جو ہمارے سامنے سے گزر کر گیا تھا؟
امام نے فرمایا: ہاں میں اس سے حالات دریافت کرنا چاہتا تھا۔
ہم نے عرض کیا: قسم بخدا آپ کی خاطر کہ کہیں آپؑ زحمت میں نہ پڑ جائیں ہم اسکے پاس گئے تو معلوم ہوا کہ وہ ہمارے ہی قبیلہ کا ایک سچا اور سمجھدار فرد ہے، اس نے بتایا وہ کوفے سے جناب مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد نکلا ہے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے خود دیکھا ہے ان دونوں کی لاشوں کو پیروں سے باندھ کر کوچہ و بازار میں کھنچا جا رہا تھا۔
امام نے فرمایا: "انا للہ و انا الیہ راجعون "ان پر خدا کی رحمت ہو اور یہی جملہ کئی بار تکرار فرمایا۔
ہم نے عرض کیا: ہم آپؑ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی اور اہل خاندان کی جانوں کی خاطر یہاں سے لوٹ جائیں، کیونکہ کوفہ میں اب آپؑ کا کوئی شیعہ باقی نہیں رہا۔ بنابراین ہمیں ڈر ہے کہ یہ لوگ آپؑ کو اذیت و آزار پہنچائیں؟
حضرتؑ نے اولاد مسلم کی جانب نگاہ کی اور فرمایا: "کیا سوچ رہے ہو، مسلم مار دیئے گئے۔"
انھوں نے جواب دیا: "قسم بخدا! ہم اس وقت تک نہیں لوٹیں گے جب تک خون کا انتقام نہ لے لیں یا پھر جناب مسلمؑ سے ملحق نہ ہو جائیں۔"
امام حسینؑ نے ہماری جانب رخ کیا اور فرمایا: "ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں!
ہم نے (اس بات سے) سمجھا کہ اب کوئی امام حسینؑ کو اس راہ پر جانے سے نہیں روک سکتا، لہٰذا ہم نے عرض کی! خدا اپنی خیر و مصلحت آپؑ کے شامل حال رکھے۔
فرمایا: خدا تم پر بھی اپنی رحمتیں نازل کرے۔
امام کے اصحاب نے عرض کیا! قسم بخدا اب مسلم بن عقیل نہیں ہیں، لہٰذا اگر آپ کوفہ چلے گئے تو وہاں کے لوگ آپؑ کی ضرور مدد کریں گے، حضرتؑ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ [۴۱]

مقام زبالہ

اس مقام پر آ کر امام نے ایک تحریر لکھی اور دستور دیا کہ اسے میرے تمام اصحاب کیلئے پڑھا جائے، چنانچہ جس کا متن یوں تھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ أَتَانَا خَبَرٌ فَضِيعٌ قَتْلُ مُسْلِمِ بْنِ عَقِيلٍ وَهَانِيِ بْنِ عُرْوَةَ وَعَبْدِاللهِ بْنِ يَقْطُرٍ، وَقَدْ خَذَلَتْنَا شِيعَتُنَا فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمُ الْإِنْصِرَافَ فَلْيَنْصَرِفْ، لَيْسَ عَلَيْهِ مِنَّا ذِمَامٌ
"بتحقیق ہم تک مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروۃ کی وحشت انگیز اور فجیع خبر شہادت پہنچی ہے یعنی

ہمارے ماننے والوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے لہٰذا جو لوٹ جانا چاہے اس پر کوئی زبردستی نہیں۔''

اہل تاریخ نے لکھا ہے، اس اعلان کے بعد مختصر تعداد جو مدینہ سے حضرتؑ کے ساتھ چلی تھی یا شروع ہی سے جہاد و فداکاری کا قصد رکھتی تھی کے علاوہ باقی تمام اعراف اور وہ لوگ جو اپنے خیال میں حکومت پانے کے بعد کسی مقام و منصب پر فائز ہو نگے پراکندہ اور متفرق ہو گئے اور شیخ مفیدؒ وغیرہ کے مطابق امام نے ایسا اس لئے کیا کہ آپؑ یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اکثریت انجام سے بے خبر ساتھ ساتھ چلتی رہے، بنابرایں بعض اہل تاریخ کا کہنا ہے، خاندانِ امام حسینؑ کے بیالیس افراد ۴۲ اور چند اصحاب کے علاوہ باقی تمام افراد حسین بن علیؑ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

مقام بطن العقبہ

امام اس ماجرا کے بعد مقام زبالہ سے چلے اور مقام بطن العقبہ پر آکر ٹھہرے۔ یہاں ایک معمر انسان جس کا نام عمرو بن لوذان تھا سے ملاقات ہوئی اس بوڑھے انسان نے حضرتؑ سے آکر کہا: کہاں جارہے ہیں؟ آپؑ فرمایا: کوفہ، اس نے کہا:

''(اے حسینؑ) خدا کی قسم دیتا ہوں واپس لوٹ جاؤ، کیونکہ تم نیزہ تلواروں کی طرف جارہے ہو اور یہ لوگ جنھوں نے تمہیں دعوت دی ہے وہ اگر پہلے تمہارے دشمن سے جنگ کر لیتے اور تمہارے لئے میدان ہموار ہو جاتا تب وہاں جانا مناسب تھا، لیکن ایسی کیفیت میں جو تم بیان کر رہے ہو (یعنی ان کی بے وفائیاں جو تم نے سن لی ہے) میرے نزدیک تمہارا وہاں جانا مصلحت سے خالی ہے۔''

امام نے جواب دیا:

یاعبداللہ لیس یخفی علی الرأی ہو انّ اللہ تعالیٰ لایغلب علی أمرہ ثم قال (ع): واللہ لایدعونی حتّی یستخرجوا ھذہ العلقة من جوفی ،فاذافعلو اسلّط اللہ علیھم من یذلّھم حتی یکونوا اذلّ فرق الأمم ''اے بندۂ خدا! جو تو سوچ رہا ہے وہ مجھ پر پوشیدہ نہیں لیکن خدا کبھی اپنے کاموں میں مغلوب نہیں ہوتا (یعنی اس خدا نے جو ارادہ کرلیا ہے وہ ضرور ہو کر رہے گا) پھر فرمایا: قسم بخدا یہ میرا خون بہائے بغیر مجھے نہیں چھوڑیں گے اور جب وہ لوگ اس جرم کے مرتکب ہو چکیں گے تو خدا ان پر ایسے فرد کو مسلط کرے گا جو انھیں ذلیل و خوار اور پست کر ڈالے گا یہاں تک کہ ان کا شمار حقیر ترین امتوں میں ہوگا۔''

بعض روایات کے مطابق اسی مقام پر ایک بار پھر آپؑ نے اپنی شہادت کی خبر اپنے اصحاب کو ان الفاظ میں سنائی:

وماأراني الاّ مقتولاً فانّي رأيت في المنام كلاباً تنهشني واشدّها عليّ كلب أبقع

''میں خود کو مقتول دیکھ رہا ہوں کیونکہ میں نے خواب میں کتوں کو دیکھا جو اپنے دانتوں سے میرے بدن کو چیر پھاڑ رہے تھے ان کتوں میں زیادہ حریص اسے دیکھا جس کے بدن پر برص کے نشان تھے۔'' ۴۳

مقام شراف

شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں، امام حسینؑ نے یہاں سے سفر کیا تو مقام شراف پر آ کر پڑاؤ ڈالا آپؑ نے رات گزارنے کے بعد اپنے جوانوں کو دستور دیا یہاں سے زیادہ پانی حمل کیا جائے اسکے بعد آپؑ نے آدھا دن مزید سفر کیا یہاں تک کہ اچانک ایک صحابی کی آوازِ تکبیر بلند ہوئی تو امام نے بھی بلند آواز میں اللہ اکبر کہا مگر اس فرد سے مخاطب ہو کر فرمایا: تکبیر کیوں کہی ہے؟

عرض کیا! مجھے کھجور کے درخت نظر آ رہے ہیں۔

اصحاب میں سے کچھ نے کہا: قسم بخدا یہاں وہ خطہ ہے جس پر ہم نے بھی کھجور کے درخت نہیں دیکھے۔

امام نے فرمایا: پھر کیا نظر آ رہا ہے؟

کہا گیا: ہمیں تو گھوڑوں کے کان نظر آ رہے ہیں۔

امام نے فرمایا: بے شک میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں۔

پھر فرمایا: میرے خیال میں یہاں کوئی نزدیک ایسی پناہ گاہ نہیں جہاں سے ہم ان کا مقابلہ کر سکیں۔

ہم نے عرض کیا! فرزند رسول کیوں نہیں، آپؑ کے بائیں جانب مقام ذوحسم ہے۔ اگر ہم وہاں چلے جائیں تو وہی جو آپ چاہتے ہیں وہاں موجود ہے (یعنی وہاں ایک ٹیلہ ہے جسے مورچہ بنا کر وقت ضرورت مقابلہ کر سکتے)۔

امام حسینؑ نے یہ سن کر اس جانب رخ کیا اور باقی تمام اصحاب بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے پیچھے ہوئے، ابھی چند قدم بڑھے تھے کہ گھوڑوں کی گردنیں بھی ظاہر ہونے لگیں، لیکن کیونکہ ہمارے ارادے نیک تھے، لہٰذا ہم ان کی راہ صاف کر رہے تھے، مگر جب انھوں نے ہمیں راستہ بدلتے دیکھا تو وہ (لشکر) بھی ہماری جانب مڑنے لگا، ان کے نیزوں کی انیاں یعسوب ۴۴ پرندے کی مانند اور ان کے پرچم پرندوں کے پروں کی طرح لگ رہے تھے، البتہ وہ لوگ ''ذی حسم'' کو پناہ کیلئے اپنانا چاہتے تھے مگر ہم ان سے پہلے وہاں پہنچ گئے اور امام حسینؑ نے حکم دیا یہاں خیمے نصب کیے جائیں۔ کچھ ہی دیر بعد وہ لشکر جو ہزار سواروں پر مشتمل تھا آہستہ آہستہ اس دوپہر کے وقت میں جب سخت گرمی پڑ رہی تھی امام حسینؑ کے قریب آ کر رکا اور بتایا گیا اس لشکر کا سالار حر بن یزید تمیمی ہے۔ امام اور آپ کے لشکر نے عمامہ بہ سر ہو کر اپنی

تلواروں کو حمل کر لیا تھا، لیکن جب حضرتؑ نے لشکرِ حُر کی تشنگی دیکھی، اپنے جوانوں سے فرمایا: ان لوگوں کو سیراب کرو اور ان کے گھوڑوں کو بھی پانی پلایا جائے۔

پس امام حسینؑ کے جوانوں نے ایسا ہی کیا یعنی انسانوں کے بعد بڑے بڑے برتنوں میں پانی بھر کر گھوڑوں کے آگے رکھتے جا رہے تھے اور جب ہر گھوڑا چار یا پانچ منہ پانی پی لیتا تو اس برتن کو دوسرے گھوڑے کے آگے رکھ دیتے تھے، یہاں تک کہ پورا لشکر خوب اچھی طرح سیراب ہو گیا۔

علی بن طعان محاربی کہتا ہے:

''اس روز میں حُر کے لشکر میں تھا، کیونکہ میری سواری آخر میں تھی، سب سے آخر میں وہاں پہنچا۔ جب حسین بن علیؑ نے میری اور میرے گھوڑے کی تشنگی دیکھی تو فرمایا: راویہ بٹھا (راویہ مشک کو بھی اور اس اونٹ کو بھی کہا جاتا ہے جو پانی حمل کرتا ہے لیکن میرے نزدیک راویہ سے مراد مشک تھی، لہٰذا میں حسین بن علیؑ کی بات نہ سمجھ سکا) مگر جب انھوں نے دیکھا میں نہیں سمجھا تو فرمایا: اے ابن اخ! اونٹ کو بٹھاؤ۔ میں نے اونٹ کو بٹھایا۔ تو حسین بن علیؑ نے فرمایا: پانی پی۔ پھر میں نے چاہا پانی پیوں مگر دھان مشک سے پانی گر کر ضائع ہو رہا تھا تو حسینؑ نے فرمایا: دھانِ مشک کو لپیٹ دے۔ مگر (تشنگی کے سبب) مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کروں؟ تب حسینؑ اپنی جگہ سے بلند ہوئے اور دھانِ مشک کو لپیٹ کر مجھے دیا، چنانچہ پہلے میں نے خود کو پھر اپنے گھوڑ کو خوب سیراب کیا۔

دراصل حر بن یزید قادسیہ سے (کوفہ) آ رہا تھا تو عبید اللہ بن زیاد نے حصین بن نمیر کو یہ دستور دے کر قادسیہ روانہ کیا کہ وہ حُر کو اپنی جانب سے ہزار سپاہیوں پر مشتمل دستہ دے کر حسین بن علیؑ کی جانب روانہ کر دے، تا کہ وہ حسین بن علیؑ کی راہ میں مانع نہ ہو سکے۔

بہرصورت حُر اپنے لشکریوں کے ہمراہ امام کے مقابل کھڑا رہا، یہاں تک کہ نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو حضرتؑ نے حجاج بن مسروق کو حکم دیا کہ وہ اذان کہے اور خود وہاں خیمے سے تشریف لے گئے، لباس زیب تن کیا، نعلین پیروں میں ڈالیں اور نماز کی غرض سے باہر تشریف لائے اور ایک مقام پر کھڑے ہو کر حمد و ثنائے پروردگار کے بعد اس لشکر (حر) سے خطاب فرمایا:

ایھا الناس انی لم آتکم حتی اتتنی کتبکم و قدمت علی رسلکم : ان اقدم علینا ، فانه لیس لنا امام لعل الله ان یجمعنا بک علی الھدی و الحق ، فان کنتم علی ذالک فقد جئتکم فاعطونی ما اطمئن الیه من عھود کم و مواثیقکم وان لم تفعلوا و کنتم لقدومی کارھین ، انصرفت عنکم الی المکان الذی جئت منه الیکم

''اے لوگو! میں تمہارے پاس نہیں آیا ہوں مگر تم نے خطوط کے ذریعے اور تمہارے بزرگوں نے

میرے پاس آ کر مجھے (کوفہ) آنے کی دعوت دی ہے اورانھوں نے مجھ کہا ہے کہ ہمارے پاس کوئی امام وپیشوانہیں ہے اورانھوں نے مجھ سے کہا کہ امید ہے خدا آپ کی وجہ سے ہماری رہنمائی کرے اور حقیقت سے آشنا کرے، لہٰذا اگرتم اسی عہدوپیماپر باقر ہوتو میں آ گیاہوں چنانچہ عہدوپیمان تازہ کیاجائے اوراگرایسانہ کیا(یعنی میرایہاں آناتمہارے لیے خوشی کا سبب نہیں) تو میں جہاں سے آیاہوں وہاں لوٹ جاؤں گا۔"

یہ سن کر پورا مجمع خاموش رہااورکوئی جواب نہ ملاتو حضرتؑ نے مؤذن سے فرمایا: اقامت کہو، اقامت ہونے لگی آپ نے حُر سے فرمایا: تواپنے ساتھیوں کے ساتھ نمازادا کرناچاہتاہے؟ حر نے جواب دیانہیں آپؑ امامت فرمائیں ہم آپؑ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ امام نے ان کے ساتھ نمازادا کی نماز کے بعداپنے خیمہ میں تشریف لائے اوراصحاب بھی آپؑ کے ساتھ آ گئے، حر بھی اپنے خیمہ میں گیااورایک گروہ ان کے ساتھ ان کے خیمہ میں چلے گئے اور باقی فوج اپنے صفوں میں جا کر بیٹھے اور ہرکوئی اپنے گھوڑوں کی لجام کوتھام کران کے سائے میں بیٹھ گئے۔

جب عصر کاوقت ہوگیاتوامام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کیلئے ندا کروائی کہ روانہ ہونے کیلئے تیار ہوجائیں، سب تیار ہوگئے، اس کے بعداپنے منادی کوحکم دیا کہ نمازعصر کیلئے آواز دے دیں اوراقامۃ کہیں، حضرت امام حسینؑ آگے تشریف لائےاور نمازعصر ادا کی جب نمازختم ہوگئی تو لوگوں کومخاطب قراردیتے ہوئے حمدوثنائے پروردگار کے بعدارشادفرمایا:

امّا بعد ایها الناس فانکم ان تتقوا الله و تعرفوا الحق لاهله تکن أرضى الله عنکم، و نحن أهل بیت محمّد و أولى بولایة هذا الأمر علیکم من هؤلاء المدّعین ما لیس لهم و السائرین فیکم بالجور و العدوان و ان أبیتم الا کراهیّة لنا و الجهل بحقنا و کان رأیکم الان غیر ما اتتنی به کتبکم و قدمت به علیّ رسلکم انصرفت عنکم؟

"اے لوگو! اگرتم خدا سے ڈرواورحق کواس کے اہل کے ساتھ پہچانوتو یہ خوشنودیٔ پروردگار کابہترین سبب قرار پائے گااورہم اہل بیتِ رسول خداؐ ان لوگوں کی نسبت فرمانروائی کیلئے زیادہ مستحق ہیں جوایسی چیز کادعویٰ کرتے ہیں جن کانہیں اورزوروستم سے تم سے سلوک کرتے ہیں، اگر ہماری حکمرانی پسندنہیں اور ہمارے حق سے ناداں رہنا چاہتے ہواوراگراب تمہارے خیالات اس سے ہٹ کرہیں جوتم نے خطوط میں لکھاہے یاتمہارے نمائندوں نے کہاتھاتو میں یہاں سے واپس چلاجاتاہوں؟"

حُر نے کہا: قسم بخدا مجھےنہیں معلوم یہ کونسے نمائندوں اورکیسے خطوط کی بات ہے؟

امام حسینؑ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا:

اے عقبہ بن سمعان! وہ دو بوریاں جو خطوط سے بھری ہوئی ہیں لے کر آؤ۔

عقبہ بن سمعان وہ بوریاں اٹھا کر لائے اور امام کے آگے ان بوریوں کو الٹ دیا۔

حُر نے کہا: ہم ان میں سے نہیں جنھوں نے یہ خط لکھے ہیں، ہم فقط یہ جانتے ہیں کہ ہمیں دستور دیا گیا ہے کہ آپؑ کو گھیر کر عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہنچا دیا جائے اور بس!

امام حسینؑ نے فرمایا: موت (تیری) اس آرزو سے نزدیک تر ہے۔

اور اپنے اصحاب کی جانب رُخ کر کے فرمایا: سوار ہو جاؤ۔

حضرتؑ کے اصحاب سوار ہوئے، دستور دیا کہ خواتین کو سوار کرایا جائے، چنانچہ قافلہ آمادہ ہو گیا تو امام نے فرمایا: ہم واپس جائیں گے، پس جوں ہی واپس ہونا چاہتے تھے حُر نے آگے بڑھ کر لجام فرس میں ہاتھ ڈالا۔

امام نے حُر سے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں روئے تو کیا چاہتا ہے؟

حر نے کہا: "اگر کوئی اور عرب اس حال میں ہوتا جس میں تم ہو اور مجھے یہ جملہ کہتا تو میں بھی پلٹ کر اس کی ماں کیلئے یہی کہتا لیکن کیا کروں میں مجبور ہوں تمہاری ماں کا نام سوائے احترام کے نہیں لے سکتا۔"

امام نے فرمایا: پھر کیا چاہتا ہے؟

حر نے کہا: میں آپؑ کو امیر (عبیداللہ بن زیاد) کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔

امام نے فرمایا: قسم بخدا میں تیرے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

حر نے کہا: قسم بخدا میں بھی آپؑ کو نہیں چھوڑوں گا۔

روایت کے مطابق یہ گفتگو تین مرتبہ تکرار ہوئی اور جب گفتگو بڑھنے لگی تو حُر نے کہا:

"مجھے جنگ کی اجازت نہیں بلکہ فقط یہ دستور دیا گیا ہے کہ آپؑ کو کوفہ لے جاؤں۔ اب اگر آپؑ کوفہ نہیں جانا چاہتے تو پھر کسی ایسی راہ کو اختیار کریں جو نہ کوفہ جاتی ہو اور نہ ہی مدینہ، تاکہ میرے اور آپؑ کے درمیان انصاف برقرار رہے اور میں خط کے ذریعے عبیداللہ کو حالات سے آگاہ کر دوں شاید کہ خدا کوئی ایسی سبیل نکال دے جس میں میرا دین بھی محفوظ رہے اور میرے ہاتھ آپؑ کے کسی کام میں آلودہ بھی نہ ہوں۔"

بہرحال اے حسینؑ! یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ پس امام حسینؑ نے شاہراہِ قادسیہ (جو کوفہ پر منتہی ہوتی تھی) اور شاہراہِ عذیب (جو مدینہ پر منتہی ہوتی تھی) کے بائیں جانب والی راہ اختیار کی جبکہ حر اپنا لشکر لیئے امام کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ بہرحال اس طرح چلتے چلتے حر نے امام سے کہا:

اے حسینؑ! میں اپنے لیے آپؑ کو خدا یاد دلا رہا ہوں (یعنی آپ کو خدا کی قسم دے رہا ہوں) اگر جنگ کا ارادہ ہے تو جان لیں کہ مار دیئے جائیں گے۔

امام نے فرمایا:

''مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ اور اگر مجھے مار بھی دیا جائے تو کیا تمہارے امور درست ہو جائیں گے (اور کیا تم اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگو گے؟ یعنی تمہاری یہ فکر غلط ہے) اور میں اس مقام پر وہی کہوں گا جو اوس نے اپنے چچازاد بھائی سے کہا تھا جب وہ رسول اللہؐ کی مدد کیلئے نکل رہا تھا تو چچازاد بھائی نے کہا:

کہاں جارہے ہو تم وہاں مار دیئے جاؤ گے تو اس نے کہا:

سامضی و مابالموت عارٌ علی الفتی	اذامانوی حقاً و جاهدمسلماً
وواسی الرجال الصالحین بنفسه	وفارق مثبوراً و خالف مجرماً
فان عشت لم اندم و أن متّ لم اُلم	کفی بک ذلاً أن تعیش و ترغما

''میں جارہا ہوں کیونکہ وہ موت جوان (جوانمرد) کیلئے ننگ و عار نہیں جو اسلام کی خاطر لڑتے ہوئے آئے، اگر جانے والا اصالح اور نیک لوگوں کی راہ میں جانفشانی کرے اور فنافی الدین ہونے والوں سے جدا ہو کر کسی گنہگار کو پشت دکھائے پس اگر میں بھی (اس حال میں) زندہ رہ گیا تو پشیمان نہیں ہوں اور اگر مر گیا تو نادم نہیں ہوں بس تجھے ذلت و خواری کے ساتھ زندہ رہنا مبارک ہو۔''

حر نے یہ سخن سن کر (جان لیا کہ حسین بن علیؑ جان کی قربانی تو دے سکتے ہیں مگر ذلت و خواری اور ابن زیاد کے آگے تسلیم ہونے پر تیار نہیں بنا برایں) امام سے ہٹ کر اپنی سپاہ کے ہمراہ دور دور چلنے لگا۔ ۴۵

مقام بیضہ

اس مقام پر امام حسینؑ نے حُر اور لشکرِ حُر کیلئے ایک بار پھر خطبہ ارشاد فرمایا جس کا متن تاریخ طبری اور ابن اثیر کے مطابق یہ ہے:

أیهاالناس انّ رسول الله،صلّی اللهعلیه و آله وسلّم،قال:مَن رأی سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم الله ناکثاًلعهدالله،مخلفاً لسنّة رسول الله ،صلّی الله علیه و آله وسلّم،یعمل فی عبادالله بالاثم والعدوان فلم یغیّر ماعلیه بفعل ولاقول کان حقاًعلی اللهأن یدخله مدخله .ألاوانّ هؤلاء قدلزموا طاعة الشیطان وترکوا طاعة الرحمن وأظهروا الفساد وعطّلوا الحدود واستأثروا بالفیء وأحلّوا حرام الله وحرّموا حلاله ،وأناأحق من غیّر،وقدأتتنی کتبکم ورسلکم ببیعتکم ،وأنکم لاتسلمونی ولاتخذلونی ،فان تممتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم ،وأناالحسین بن علیّ بن فاطمة بنت رسول الله،صلّی اللهعلیه و آله وسلّم،نفسی مع أنفسکم،وأهلی مع أهلکم ،فلکم فیّ اُسوة،وان لم

تفعلوا ونقضتم عهدی و خلعتم بیعتی فلعمری ماهی لکم بنکیر ،لقدفعلتموها بأبی وأخی و ابن عمّی مسلم بن عقیل ،والمغرور من اغتر بکم ،فحظّ بکم ،فحظّکم أخطأتم ،ونصیبکم ضیّعتم ،فمن نکث فانّما ینکث علی نفسه وسیغنی الله عنکم، والسلام ۔

''حمد وثنائے پروردگار کے بعد فرمایا: اے لوگو! رسول اللہؐ نے فرمایا:

''جو بھی کسی ایسے ظالم حکمران کو دیکھے جو حرام الٰہی کو حلال جانتا ہو، عہد پیمانِ پروردگار کا توڑنے والا ہو، سنت وپیغمبرؐ کے خلاف عمل کرتا ہو اور علی الاعلان (کھلم کھلا) گناہ اور ظلم وستم روا رکھتا ہو مگر (دیکھنے والا) اپنے قول وکردار سے ایسے حاکم کا انکار نہ کرے (اپنی مخالفت کو آشکار نہ کرے) تو خدا ایسے شخص کو اسی ظالم حکمران کے ساتھ محشور کرے۔''

اے لوگو! جان لو کہ یہ گروہ (بنی امیہ) شیطان کا پیروکار ہو چکا ہے اور اطاعتِ خدا کو چھوڑ چکا ہے انھوں نے ظلم وفساد کو اپنی عادت بنالیا ہے اور حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے اور مسلمانوں کے غنائم ودرآمدات کو اپنی ذات پر منحصر کر دیا ہے، یہ لوگ حرامِ خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام شمار کرتے ہیں۔ بنابرایں میں (حسین بن علیؑ) اس زمانے میں وہ مناسب ترین شخص ہوں جو ان کے اعمال کی مخالفت اور انھیں فاش کروں تمہارے نمائندے میرے پاس آئے کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے، لہٰذا اب مجھے تنہا چھوڑ کر خوار نہ کرو اور اگر اپنی بیعت پر قائم ہو تو یقیناً صحیح ومناسب راہ پر قدم رکھا ہے، کیونکہ میں حسین فرزند علیؑ اور دختر رسولخداؐ کا بیٹا ہوں میری جان تمہارے ساتھ اور میرے بچے تمہارے بچوں کے ساتھ اور میری زندگی تمہارے لیے اسوۂ عمل ہے (یعنی میں ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں جنھوں نے مسلمانوں کے اموال کو اپنی ذات سے مختص رکھا ہے) اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار دیا ہے، مجھے اپنی جان کی قسم! یہ کام بھی تم سے عجیب وبعید نہیں کیونکہ تم لوگ یہی پیمان شکنی میرے والد بھائی اور چچازاد مسلم بن عقیل کے ساتھ انجام دے چکے ہو لہٰذا تمہاری بات پر اعتماد کرنا فریب خوری کے مترادف ہے۔ بہر صورت اگر اب بھی ایسا ہی کیا تو یقیناً خطا کر رہے ہو اور اپنا حق خود ضائع کر رہے ہو اور جان لو کہ جو پیمان شکنی کرتا ہے اس کا نقصان خود اسی کی جانب پلٹتا ہے، پس خدا مجھے تمہاری نصرت سے بے نیاز بنا دے۔ والسلام'' [۴۶]

مقام رھیمہ

امام حسینؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مقام بیضہ کے بعد مقام ''رھیمہ'' پر قیام پذیر ہوئے جہاں ابو ہرم نامی کوفے کا رہنے والا ایک شخص حضرتؑ سے آکر ملا جس نے امام سے پوچھا: اے فرزند رسول! آپؑ کو

اپنے جد کے حرم سے نکلنے پر کس شے نے مجبور کیا؟ امام نے فرمایا:

یاابا ھرم انّ بنی امیة شتموا عرضی فصبرت واخذوا مالی فصبرت ،وطلبوا دمی فھبت ،وایم الله لیقتلونی فیلبسھم الله ذلاً شاملاً وسیفا قاطعاً ویسلّط علیھم من یذلّھم حتیٰ یکونوا اذّل من قوم سبأ اذملکتھم امراة محکمت فی اموالھم ودمائھم

''اے ابو ہرم! بتحقیق بنی امیہ نے میری آبروریزی کی مگر میں نے صبر کیا، انھوں نے میرا مال ضبط کیا مگر میں نے صبر کیا لیکن جب انھوں نے میرے خون کا قصد کیا تو میں نے وہاں (حرم) سے نکل آنا بہتر جانا، قسم بخدا یہ لوگ مجھے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے اور اس وقت خدا انھیں ذلت وخواری کا لباس پہنائے گا (ان کے سروں پر) شمشیر بُرندہ اور ایسے فرد کو ان پر مسلط کرے گا جو انھیں قومِ سباء سے (جس پر ایک عورت حکمرانی کرتی ہو) بھی زیادہ زبوں وپست کردے گا۔'' ۴۷

مقام عذیب الہجانات

امام حسینؑ مقام رھیمہ سے چل کر عذیب الہجانات پر آ کر ٹھہرے، جہاں اہالی کوفہ میں سے پانچ ان افراد سے ملاقات ہوئی جن کی رہنمائی طرماح بن عدی کر رہا تھا اور باقی چار افراد کے نام یہ لکھے ہیں۔

۱۔ نافع بن ہلال مرادی۔ ۲۔ عمرو بن خالد صیداوی۔

۳۔ سعد جو کہ خالد بن خالد کا خادم۔ ۴۔ مجمع بن عبداللہ عائذی۔

یہ افراد طرماح بن عدی کی رہنمائی میں نافع بن ہلال کے گھوڑ (اس کا نام کامل تھا) کو سنبھالتے ہوئے امام کی جانب آ رہے تھے اور اس وقت طرماح اپنے شتر کو ہانکنے کیلئے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

یاناقتی لاتذعری من زجری — وشمّری قبل طلوع الفجر

بخیر رکبان وخیر سفر — حتیٰ تحلّی بکریم النحر

الماجدالحرّ رحیب الصدر — اتی به الله لخیر امر

ثمه البقاه بقاء الدھر

''اے میرے اونٹ! تیز سواروں سے نہ ڈر بلکہ جلدی کرتا کہ صبح گاہ سے پہلے بہترین سواروں اور صالح ترین مسافروں میں سے اس مسافر سے جا ملیں جو آزاد جوانوں میں چوڑے سینے والا اصل انسان ہی، جسے خدا نے بہترین کام لینے کیلئے دنیا میں بھیجا ہے اور جب تک دنیا باقی ہے خدا اس کی حفاظت کرے۔''

یہ لوگ جب امام کے حضور پہنچے تو اس نے امام کیلئے ان اشعار کو دوبارہ دہرایا، چنانچہ امام نے فرمایا:

أما والله انیّ لارجوان یوکن خیراً امااراد الله بناقتلنا ام ظفرنا ''آگاہ رہو! قسم بخدا مجھے امید ہے کہ خدا نے میرے نسبت خیر ونیکی کا ارادہ کیا ہے اب چاہے (اس راہ میں) ہم مار دیئے جائیں یا دشمن پر غالب آ جائیں۔''

اسی اثناء میں حر بن یزید ریاحی نے امام حسینؑ سے آ کر کہا:

''میں انھیں آپ کے ساتھ ملحق ہونے نہیں دوں گا، کیونکہ یہ لوگ آپؑ کے ساتھ آنے والوں میں سے نہیں ہیں، بلکہ آج ملحق ہو رہے ہیں، لہٰذا میں انھیں گرفتار کر کے کوفہ بھیج دوں گا۔''

لیکن امام نے آنے والوں کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ میرے افراد ہیں اور جس طرح میں اپنا دفاع کروں گا بالکل اسی طرح ان کا دفاع بھی مجھے پر لازم ہے۔''

بہر حال مختصر گفتگو کے بعد حر نے انھیں گرفتار کرنے سے گریز کیا۔ اس وقت امام نے ان لوگوں سے اہل کوفہ کے حالات گرفتار کیے تو انھوں نے عرض کی: عمائدین شہر کو رشوت دے کر خرید لیا گیا ہے اور عوام کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں، مگر تلواریں آپؑ پر چلیں گی۔''

اور اسی موقع پر ان لوگوں نے امام کو قیس بن مسہر کی خبر شہادت سنائی جسے سن کر بے ساختہ امام کے آنسو جاری ہوئے اور آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴾ ''بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔'' (احزاب ۲۳)

اور پھر ان جملات کو ذکر فرمایا:

اللهم اجعل لنا ولهم الجنة نزلاً، واجمع بيننا وبينهم في مستقر رحمتک ورغائب مذخور ثوابک

''اے پروردگار عالم! ہمارے اور ان کیلئے بہشت کو منزل گاہ قرار دے اور اسی طرح ہمارے اور ان کے درمیان اپنی رحمتوں اور ذخیرہ شدہ ثواب کو معین فرما۔''

امام کے ان جملات کے بعد طرماح نے امام کے نزدیک آ کر عرض کیا:

''خدا کی قسم میں یہ دیکھ رہا ہوں آپ تنہا ہیں اور اگر یہ تعداد (لشکر حر) کو آپؑ کے ساتھ چل رہی ہے حملہ کر دے تو بس کافی ہے تا چہ رسد وہ لشکر جسے کوفہ سے باہر ایک میدان میں مشقیں کروائی جا رہی تھیں جب میں نے کسی سے پوچھا تو اس نے جواب دیا: یہ حسینؑ بن علیؑ سے جنگ کرنے جائیں گے، لہٰذا میں آپؑ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک وجب بھی ان کی جانب آگے نہ بڑھیں اور اگر ایسی سرزمین پر جانا پسند فرمائیں جہاں اچھی طرح سوچنے تک خدا آپؑ کی حفاظت کرے تو میں آپؑ کو اپنے ہستانوں میں (جن کا نام اجاء ہے) لے چلوں گا جو بے شک ایسا پہاڑ ہے جس نے ہمیں غسان، حمیر اور منذر جیسے بادشاہوں بلکہ ہر سیاہ و سفید سے محفوظ رکھا ہے وہاں کسی میں جرأت نہیں کہ ہم تک دسترس حاصل کر سکے میں خود آپؑ کے ساتھ چلوں گا پہلے ''قریہ'' میں قیام

کریں گے اور وہاں سے ''اجاء اور سلمی'' قبائل میں قاصد بھیج کر انھیں بلائیں گے۔ خدا کی قسم اس روز نہیں گزریں گے کہ قبیلہ طی کے سواروں اور پیادوں کی بڑی تعداد آپؑ کے گرد جمع ہو جائے گی پھر آپؑ جتنا چاہیں ہمارے پاس وہاں رہیں اور اگر معمولی سا بھی کوئی حادثہ رونما ہوا تو میں عہد کرتا ہوں کہ قبیلہ طی کے بیس ہزار شمشیر زن آپؑ کی حمایت میں تلوار چلائیں گے اور جب تک جان میں جان ہوگی کوئی آپؑ پر ہاتھ نہیں اٹھ سکتا۔''

امام نے طرماح اور اس کی قوم کے حق میں دعائے خیر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان وعدہ ہے، لہٰذا میں واپس نہیں جا سکتا اور یہ بھی مجھے نہیں معلوم کہ میرا سرانجام کیا ہوگا۔''

طرماح نے یہ سن کر حضرتؑ سے اجازت مانگی کہ اس کے پاس کچھ آذوقہ ہے جسے وہ اپنے بچوں تک پہنچا کر واپس آ جائے گا۔ امام حسینؑ نے اسے اجازت دی مگر وہ سرعت کے ساتھ جا کر واپس اسی مقام (عذیب الہجانات) سے گزرنے لگا تو اسے خبر دی گئی کہ امام حسینؑ کربلا میں شہید کر دیے گئے یہ سن کر انتہائی غم واندوہ کے عالم میں اپنے شہر و دیار کا رخ کیا۔ ۴۸

داستان طرماح پر تحقیقی نگاہ

یہ داستان چند زاویوں سے قابل تحقیق ہے، کیونکہ طرماح کے بارے میں موجود روایات میں سے یہ روایت جسے ہم نے امام حسینؑ سے ملاقات کے عنوان پر ذکر کیا ہے مستند و صحیح روایت ہے ورنہ دیگر روایات کا بیان ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ بہر حال طرماح کی یہ داستان مندرجہ ذیل چند اعتبار سے قابل تردید ہے۔

۱۔ اس روایت کے مطابق طرماح بن عدی چار افراد کے ہمراہ کوفہ سے اس لیے نکلا کہ امام حسینؑ سے ملحق ہو جائے اور راستے میں اونٹ سے مخاطب ہو کر جو رجز پڑھ رہے تھے، مگر امام سے ملاقات کے بعد مذکورہ چار افراد تو رہ گئے اور یہ اجازت لے کر اپنے گھر چلے گئے۔

لیکن بعض تاریخوں میں یہ بھی نقل ہوا ہے: طرماح بھی دیگر چار افراد کی مانند امام کے ہمراہ رہے حتی راستے میں ایک مرتبہ امام نے آواز دے کر فرمایا: کوئی ہے جو راہوں سے اچھی طرح آشنا ہو تو طرماح نے نزدیک آ کر عرض کیا: اے فرزند رسول میں ان راہوں کو خوب جانتا ہوں تو حضرتؑ نے اسے قافلے سے آگے چلنے کا حکم دیا اور وہ آگے آگے یہ رجز جس کے چند ابیات نقل ہو چکے پڑھتے جا رہے تھے۔ البتہ اس روایت میں بعض ابیات ایسے نقل ہوئے ہیں جو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہیں جیسا کہ ہمارے بزرگ استاد شعرانیؒ نے اپنے بعض نوشتہ جات میں فرمایا ہے، جو

وقت نظر سے کام لے وہ بہتر احساس کرے گا کہ یہ اشعار پہلی والی روایات سے زیادہ سازگار ہیں۔۴۹ کیونکہ امام حسینؑ اپنے آپ سے بہتر کی جانب نہیں جارہے تھے، بلکہ یہ طرماح تھے جوخود سے بہتر (امام حسینؑ) کی جانب جارہے تھے، بنابرایں یہ شعر حتی تحلی بالکریم النحر اس بات کی دلیل ہے کہ طرماح کے ساتھ مرد کریم کے قصد سے نکلے تھے اور کوفہ ہی سے خدمت امام کا قصد رکھتے تھے۔

۲۔اس روایت سے استفادہ ہوتا ہے طرماح قبیلہ طی کے رہنے والے عدی بن حاتم طائی کے فرزند تھے، لیکن عدی بن حاتم طائی کے احوال میں نقل ہونے والی دیگر روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ ان کے تین فرزندوں۔طریف ،طرفہ اور مطرف کے علاوہ کوئی اور بیٹا نہیں تھا اسی لیے ''ابوطرفاء'' بھی کہا جاتا تھا اور یہ تینوں فرزند جنگ جمل وصفین میں حضرت علیؑ کی رکاب میں شہید کردیئے گئے، لہٰذا عدی بن حاتم طائی معاویہ اور بنی امیہ کی جانب سے ظلم وتعدی کا شکار رہے اور جب معاویہ نے ان سے پوچھا! تیرے بیٹے کیا ہوئے؟ تو انھوں نے جواب دیا: مار دیئے گئے۔
معاویہ انھیں مزید دکھ دینے کیلئے گویا ہوا:

ماانصفک ابن ابیطالب ان قتل نبوک وبقی له بنوه ''پسر ابوطالب نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا اس نے تیرے بیٹے مروادیئے اور اپنے بیٹوں کو محفوظ رکھا''

عدی بن حاتم طائی جو امیر المومنین علیؑ کے شیعہ اور فدائیوں میں سے تھا سوختہ اور بھرے دل سے بولے!

ماانصفت علیاً اذقتل وبقیت ''یہ میں ہوں جس نے علی کے ساتھ انصاف نہیں کیا کیونکہ وہ شہید ہوگئے اور میں زندہ ہوں''۔

البتہ ایک روایت میں ان کے بیٹے کا نام محمد بھی ذکر ہوا ہے، جبکہ وہ جنگ صفین کے شہداء میں ملتے ہیں۔ بہر حال ان روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے عدی بن حاتم طائی کا طرماح نامی کوئی فرزند نہیں تھا۔ بنا برایں یہ عدی جو طرح کے باپ تھے کوئی اور عدی تھے۔

۳۔مذکورہ روایت میں ہے طرماح امام سے اجازت پاکر اپنے گھر گئے اور بہت جلد لوٹ کر آئے مگر پھر بھی دیر ہوچکی تھی اور مقام ''عذیب الہجانات'' پر انھیں امام کی خبر شہادت سنائی گئی، چنانچہ (مجبوراً)انتہائی غم واندوہ کے عالم میں واپس ہوئے۔

لیکن چند دوسری روایت میں آیا ہے وہ امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا آئے اور وہاں جنگ بھی کی حتی حالت جنگ میں یہ رجز پڑھتے ہوئے:

انیّ طرماح شدیدالضرب وقدوثقت بالاله الربّ

اذا انتضت فی الھیاج غضّی یخشی قرینی فی القتال غلبی

فدونکم فقد قسیت قلبی علی الطغاۃ لو بذاک صلبی

لشکر کوفہ پر حملہ آور ہوئے اور تیس افراد کو واصل جہنم کیا، لیکن اسی اثناء میں ان کے گھوڑے نے خودسر کرتے ہوئے انھیں زمین پر گرادیا جس پر لشکر عمر سعد نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ جبکہ بعض دوسری روایات میں آیا ہے یہ شدید زخمی ہو کر بے ہوشی کے عالم میں لاش ہائے شہداء کے درمیان گرے رہے، چنانچہ بعد میں اہل قبیلہ نے مداوا اور یہ ٹھیک ہو گئے۔ اور اسی طرح بعض مقاتل کے مطابق شب گیارہ محرم یعنی شام غریباں کے بعد رونما ہونے والا یہ واقعہ ان کی زبانی یوں نقل ہوا:

میں شہداء کے لاشوں کے درمیان زخمی حالت میں گرا ہوا تھا مگر میرے ہوش وحواس سالم تھے میں نے اچانک بیس سفید پوش سواروں کو کہ جن سے مشک وعنبر کی بو آ رہی تھی آتے دیکھا وہ ابا عبداللہ الحسینؑ کے جسدِ مبارک پر پہنچے اور ان میں سے ایک نے حسین بن علیؑ کا لاشہ اٹھا کر بٹھایا اور کوفہ کی جانب اشارہ کیا تو سرِ مبارک وہاں آ گیا انھوں نے سرِ حسینؑ کو حلقوم سے پیوست کر دیا پھر اس (چور چور) بدن سے فرمایا: اے میرے لال! تجھے مار دیا؟ کیا یہ لوگ تجھے نہیں جانتے تھے؟ اور انھوں نے تجھ پر پانی بند کر دیا؟ بُنیّ قتلوک وما عرفوک ومن شرب الماء منعوک ... تا آخر

جسے مرحوم استاد شعرانیؒ نے نفس المہموم کے ترجمے کے حاشیے میں نقل اور اسی طرح سے توجیہ کی ہے۔ [۵۰]

۴۔ اسی طرح بعض روایات نے طرماح بن عدی کو امیر المومنین علیؑ کے قاصدوں میں شمار کیا ہے جو معاویہ کی جانب حضرت کے پیغامات لے جایا کرتے تھے اور ان کی شہامت وشجاعت کو یوں ذکر کیا ہے وہ باوقار دمشق میں داخل ہوئے اور دربارِ معاویہ میں فصیح وبلیغ گفتگو کی جو بہرحال بعض جہات سے بعید نظر آتی ہے حتی بعض بزرگوں کے نزدیک مجہولات میں سے ہے۔

لہٰذا ہم اسے نقل کرنے سے گریز کرتے ہوئے اہل مطالعہ کیلئے بحار الانوار (ج ۸، ترجمہ کمپنی) قاموس الرجال اور مرحوم محلاتی کی فرسان الھیجاء وغیرہ کتابوں کا حوالہ پیش کرتے ہیں اور دوبارہ اپنی بحث کی جانب پلٹتے ہیں۔

مقام قصر بنی مقاتل

اس مقام پر امام کی ملاقات عرب کے چند معروف افراد سے ہوئی جو امام نے اتمام حجت کرتے ہوئے انھیں اپنی حمایت کی دعوت دی کیونکہ انھیں امام کی مدد ونصرت کی سعادت حاصل نہیں ہونا تھا، لہٰذا ان میں سے کسی نے حضرتؑ کی حمایت نہ کی، چنانچہ ان میں سے بعض تو مثلاً عبیداللہ بن حر جعفی زندگی بھر پشیمانی کی آگ میں جلتے رہے، کیونکہ یہ عرب کے مشہور بہادر گھڑ سوار تھے اور عثمانی شیعہ شمار کیے جاتے تھے اور

جنگ صفین میں لشکر معاویہ میں تھے، البتہ ان کی مدح میں قیل قال زیدہ پایا جاتا ہے، اسی طرح ان کی زندگی کا خاتم مجہول ہے۔ یہ شہادت امیر المومنین کے بعد کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے مگر خود اسکے بقول کوفہ سے اس لئے نکل تھا کہ کہیں مجبوراً حسین بن علیؑ کی نصرت نہ کرنا پڑے۔ بہر حال تاریخ نگاروں کے مطابق امام کا اس مقام پر ان سے اتفاقاً سامنا ہوا۔ کہتے ہیں جب امام اس مقام پر وارد ہوئے تو یہ پہلے ہی سے خیمہ لگائے بیٹھے تھے اور در خیمہ پر ایک خوبصورت گھوڑا بندھا ہوا تھا اور خیمے کے آگے زمین پر نیزہ گڑا تھا جو اس کی علامت تھی کہ صاحب خیمہ مشہور شخصیت ہے، چنانچہ اسی علامت نے امام حسینؑ کی توجہ مبذول کروائی۔ حضرت نے صاحب خیمہ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرتؑ کو بتایا گیا یہ خیمہ عبیداللہ بن حر جعفی کا ہے۔ امام نے اصحاب میں سے حجاج بن مسروق کو اس کی جانب روانہ کیا۔

انھوں نے ابن مسروق کو دیکھ کہا: کیا بات ہے؟

حجاج بن مسروق نے جواب دیا: خدا نے تیرے لئے کرامت بھیجی ہے۔

وہ بولے: کیسی کرامت؟

حجاج نے کہا:

یہ حسین بن علی ہیں جنھوں نے تجھے اپنی مدد کیلئے طلب کیا ہے، تا کہ تجھے حسینؑ کی رکاب میں ان کے دشمنوں سے مقابلہ کی سعادت نصیب ہو اور اگر اس راہ میں مارے بھی گئے تو مقام شہادت پر فائز شمار کیے جاؤ گے۔

عبیداللہ نے کہا:

معذرت چاہتا ہوں، میں تو کوفہ سے نکلا ہی اس لئے ہوں کہ کہیں حسینؑ کوفہ آجائیں اور مجھے ان کی مدد کرنا پڑ جائے، کیونکہ آنجناب اب کوفے میں کوئی مددگار نہیں رکھتے، وہاں کے لوگ دنیا سے دھوکہ کھا بیٹھے ہیں اور حکومت کے سیم وزر اور اسکی وحشت جبر نے انھیں خرید لیا ہے۔

حجاج بن مسروق امام کی خدمت میں واپس آئے اور عبیداللہ بن حر جعفی کی تمام گفتگو منتقل کر دی، لیکن امام حسینؑ اپنے چند اصحاب کو ساتھ لے کر اسکے خیمے کی جانب تشریف لے گئے۔ وہ خود بعد میں اپنے ساتھیوں سے اس انداز میں نقل کرتے ہیں:

''میں نے آج تک حسین بن علیؑ جیسا عظیم انسان نہیں دیکھا، وہ سب سے زیادہ پُرکشش اور جاذب انسان تھے، میں آج تک کسی فرد پر اتنا دل سوختہ نہیں ہوا جتنا حسینؑ پر اس وقت ہوا جب وہ راہ چل رہے تھے اور بچوں نے ان کے گرد حلقہ باندھا ہوا تھا، میری نگاہوں نے ریش مبارک کو دیکھا جو سیاہ پرندے کی طرح سیاہ تھی تو میں نے عرض کی: یہ سیاہی اصلی ہے یا خضاب؟

تو حضرتؑ نے فرمایا:

اے فرزند حُر! میری داڑھی بہت جلد سفید ہوگی تب اس جملے سے میں سمجھا کہ خضاب ہے۔"

بہرحال امام نے عبیداللہ بن حر جعفی کو اپنی نصرت کی دعوت دی، لیکن وہ سعادت سے محروم امام کو لبیک نہ کہہ سکے لیکن جب گفتگو ختم ہوگئی اور حضرتؑ وہاں سے تشریف لے جانے لگے تو انھوں نے عرض کیا:

"میں ابھی موت کیلئے آمادہ نہیں ہوں لیکن اپنے اس قیمتی گھوڑے کو آپؑ کی خدمت میں ہدیہ کرنا چاہتا ہوں، بخدا یہ ایسا جانور ہے کہ جب بھی میں نے اس پر سوار ہوکر کوئی شے طلب کی مجھے وہ فوراً نصیب ہوئی اور جب بھی اس پر سوار ہوکر چلا ہوں تو کسی نے اتنی توانائی نہیں پائی کہ وہ مجھ تک آپہنچے، چنانچہ اسے آپؑ کی نذر کرتا ہوں۔"

امام نے فرمایا:

"مجھے تمہارے گھوڑے اور تلوار کی ضرورت نہیں، لیکن اگر تو میری مدد کرنی پر حاضر نہیں ہے تو میری اس نصیحت پر عمل کر کہ اتنا دور ہوجا کہ نہ تو ہماری آواز سن سکے اور نہ ہی دشمن سے ہمارا مقابلہ دیکھ سکے کیونکہ بخدا جو بھی میری غربت اور صداء استغاثہ کو سنے اور میری مدد نہ کرے خدا اسے اوندھے منہ جہنم دھکیل دے گا۔"

عبیداللہ نے سر جھکا دیا اور آہستہ سے گویا ہوئے جوان کی شرمساری پر حکایت کر رہا تھا ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ ۵۱

اسی طرح اس مقام (قصر بنی مقاتل) پر عمرو بن قیس مشرقی نامی ایک شخص سے امام کی ملاقات ہوئی جو اپنے چچازاد بھائی کے ہمراہ اس مقام پر قیام پذیر تھا۔ یہ دونوں امام کو دیکھ کر حضرتؑ کے نزدیک آئے اور آپؑ کو سلام کیا۔ امام نے ان سے دریافت کیا کہ کیا ہماری نصرت کیلئے آئے ہو؟

عمرو بن قیس نے جواب دیا:

نہیں، میں بال بچوں والا ہوں اور پھر ہمارے ساتھ لوگوں کے اموال و امانتیں ہیں جنھیں مالکوں تک پہنچانا ضروری ہے، جبکہ آپؑ کے ساتھ چلنے کا انجام واضح ہے اور اسی طرح مدد کرنے سے عذر خواہی کرنے لگے۔

امام نے انھیں نصیحت کی اور فرمایا:

انطلقا فلا تسمعا لی واعیة، ولا تریا لی سواداً، فانّه من سمع واعیتنا او رأی سوادنا فلم یجبنا أو یغثنا کان حقاً علی اللہ عزّوجلّ أن یکبّه علی منخریه فی النار "اتنی دور چلے جاؤ کہ میری صدائے غربت نہ سن سکو اور ہمارے لشکر کی سیاہی اور جھلک نہ دیکھ سکو کیونکہ جو بھی میری صدائے غربت سنے یا میری لشکر کی سیاہی و جھلک دیکھے مگر ہماری مدد نہ کرے تو پھر خدا کو حق حاصل ہے کہ اسے الٹے منہ جہنم

میں گرا دے۔"

حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی فضیلت

واقعۂ کربلا کی بہت سی روایات عقبہ بن سمعان سے نقل ہوئی ہیں جو امام حسینؑ کے اصحاب میں سے تھے وہ فرماتے ہیں:

قصرِ بنی مقاتل میں آخری شب تھی، امام نے وہاں سے پانی ذخیرہ کر کے چلنے کا حکم دیا، لہٰذا حکم پر عمل کرتے ہوئے سفر کا آغاز کیا، لیکن ابھی کچھ ہی دور چلے تھے کہ امام پر غنودگی طاری ہوئی اور نیم خوابی کی حالت میں بیدار ہوتے ہوئے دو یا تین بار کلمہ استرجاع زبانِ مبارک پر جاری فرمایا:

انّاللہ وانّاالیہ راجعون، والحمدللہ ربّ العالمین

یہ سن کر علی بن الحسینؑ جو اپنے گھوڑے پر سوار کچھ فاصلے پر تھے، بابا کے نزدیک آئے اور انہی جملات کو دھراتے ہوئے فرمایا: بابا جان! قربان جاؤں، آپ نے حمد الٰہی اور کلمہ استرجاع کیوں زبان پر جاری کیا!

فرمایا: میرے بیٹے! مجھے نیند کا معمولی سا جھونکا آیا تو کیا دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار میرے آگے چلتے ہوئے کہہ رہا ہے: القوم یسرون والمنایاتسری الیھم "یہ لوگ جا رہے ہیں، جبکہ موت ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔" میں اس منظر کو دیکھ کر سمجھا کہ شاید ہماری جان (روح) تھی جو خبر موت سنا رہی تھی۔

علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا: لااراک اللہ سوءاً ألسناعلی الحق "خدا آپؐ کی خیر رکھے، کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟"

فرمایا: بلی والّذی الیہ مرجع العباد کیوں نہیں مجھے اس خدا کی قسم جس کی جانب سب کو لوٹ کر جانا ہے، ہم حق پر ہیں۔

علی بن الحسینؑ نے عرض کی:

یاأبت اِذاً لانبالی ،غوت محقّین "بابا جان! پھر ہمیں موت کا کیا خوف ہم حق پر جان دین گے۔"

امام نے ان کیلئے دعائے عافیت کی اور فرمایا:

جزاک اللہ من ولدخیرماجزی ولدّاعن والدہ "خدا تمہیں جزائے خیر دے ایسی بہترین جزاء جو ایک فرزند کو باپ کی طرف سے مل سکتی ہے۔" ۵۲

آخری قیام کربلا میں

ماہ محرم الحرام ۶۱ھ کی شب دوم تمام رات حضرتؑ نے تا طلوع فجر سفر کیا فقط ایک مقام پر اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ صبح ادا کی مگر فوراً ہی سوار ہو کر اسی طرح اپنے سفر کو جاری رکھا۔ یہی وہ وقت تھا جب لشکرِ حر نے

اپنی تمام سعی وکوشش اس امر میں صرف کیں کہ کسی طرح امام کا کاروان دائیں سمت جو کوفہ تھی حرکت کرے لیکن امام نے بے اعتنائی برتتے ہوئے بائیں جانب اپنی سواریوں کا رُخ رکھا البتہ یہ کشمکش کئی بار ظاہر ہوئی، لیکن اس دوران کوفہ کے محاذی علاقے (جن علاقوں سے جانا ممکن تھا) گزر گئے اور کربلا کا راستہ شروع ہو گیا اور اس طرح یہ قافلہ اپنی آخری قیام گاہ پر آ پہنچا۔ اس ہنگام لوگوں نے اچانک ایک سوار کو دیکھا جو کوفہ کی سمت سے آ رہا تھا اور اسے دیکھ کر سب لوگ رُک گئے اور اس کا انتظار کرنے لگے۔ اس نے آ کر حُر کو سلام کیا اور عبید اللہ بن زیاد کا نامہ پیش کیا جس کا مضمون یہ تھا:

اما بعد فجعجع بالحسين يبلغک کتابی ويقدم عليک رسولی ولا تنزله الاّ بالعراء فی غير حصن وعلی غير ماء وقد امرت رسولی ان يلزمک فلايفارقک حتی تاتينی بانفاذک امری

''میرے قاصد کے ذریعے خط پانے کے بعد حسین بن علیؑ پر سختی وتندی سے کام لو اور اسے بے آب وگیاہ زمین پر اُتار دو، یاد رہے میرا یہ قاصد اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے گا جب تک تم اس پر عمل نہ کر لو۔''

حُر نے عبید اللہ ابن زیاد کا خط پڑھ کر اسے جوں کا توں امام اور آپؑ کے اصحاب کیلئے نقل کر دیا اور انھیں سختی سے خطاب کرتے ہوئے کہا: آپ حضرات اسی مقام پر قیام کریں۔

امام حسینؑ کے اصحاب نے کہا: اگر ایسا ہی ہے تو ہمیں غاضریہ، نینویٰ یا شفیہ پر اُترنے دیا جائے؟

حر نے کہا: نہیں میں اس چیز کی اجازت نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ امیر کا جاسوس دستور پر عمل دیکھنے کیلئے رُکا ہے۔ اس وقت زہیر بن قین نے آگے بڑھ کر کہا: اے فرزند رسول! آئندہ اس سے زیادہ سختی درپیش ہے، لہٰذا اس وقت ان لوگوں سے جنگ کرنا آسان تر ہے اور اگر کچھ تامل کیا تو آئندہ آنے والے لشکروں سے جنگ ہمارے بس کی بات نہیں۔

امام نے فرمایا: میں جنگ کا آغاز نہیں کروں گا۔

چنانچہ منقول ہے زہیر نے کہا:

پھر ہمیں اجازت دیں کہ فرات کے کنارے موجود اس قریئے میں اتریں جو ہمارے لیے محکم قلعہ ثابت ہو سکتا ہے اور اگر یہ لشکر اس امر میں مانع ہوا تو ہم انھیں جواب دیں گے، کیونکہ اسکے بعد ان سے جنگ مشکل ہو جائے گی۔

حضرتؑ نے دریافت کیا: اس قریئے کا نام کیا ہے؟

زہیر نے کہا: اس کا نام ''عقر'' ہے۔ ۵۳

---

۵۳ عقر کے معنی کھجور کے درختوں کو سروں سے کاٹنا اور اونٹ کو گرا کر اسے نحر کرنے کیلئے اسکے دست وپا کو کاٹنا ہیں۔

امام نے فرمایا: اللھم انیّ أعوذ بک من العقر "خداوند سے عقر سے پناہ مانگتا ہوں۔"

اس طرح حضرتؑ نے دوم محرم الحرام بروز جمعرات ۶۱ھ اس مقام پر ٹھہرنے کا حکم دیا، جبکہ دوسری روایت میں ہے امام حسینؑ نے حر سے فرمایا: اے حُر! ہمیں کچھ دور اور چلنے دیا جائے۔

چنانچہ کچھ ہی فاصلے پر امام کا قافلہ سرزمین کربلا میں داخل ہوا اس مقام پر حُر اور اسکے لشکر نے امام کو مزید آگے بڑھنے سے روکا تو حضرتؑ نے پوچھا: یہ کونسا علاقہ ہے؟

انھوں نے عرض کی! اسے "کربلا" کہتے ہیں۔

یہ سن کر حضرتؑ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا:

اللھم انیّ اعوذ بک من الکرب والبلاء "خدایا میں کرب (اندوہ) اور بلاء (مشکلات) سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ ۵۴"

لہوف میں نقل ہونے والی روایت میں ہے، حضرتؑ نے مزید فرمایا:

ھاھنا محطّ رکابنا و دمائنا و محلّ قبورنا، بھذا حدّثنی جدّی رسول اللہ "یہی ہمارے اترنے کی جگہ ہے یہاں ہمارا خون بہایا جائے گا اور ہماری قبریں بنائی جائیں گی کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کی خبر جد رسول اللہؐ نے مجھے دی ہے۔" ۵۵

کربلا میں امام کا پہلا خطاب

تاریخ نگاروں کا بیان ہے، جب امام حسینؑ سرزمین کربلا میں داخل ہوئے تو اپنے بھائیوں، بیٹوں اور اہل خاندان کو جمع ہونے کا حکم دیا اور جب وہ سب اکٹھا ہو گئے تو ان پر نگاہ مبارک ڈالتے ہوئے فرمایا:

اللھم انّا عترۃ نبیّک محمّد قد اُخرجنا و طُردنا و اُزعجنا عن حرم جدّنا و تعدّت بنو امیۃ علینا، اللھم فخذلنا بحقنا و انصرنا علی القوم الظّالمین "خداوندا! ہم تیرے نبیؐ کا خاندان ہے، ہمیں اپنے جد کے حرم سے باہر نکال کر بے سروسامان وطن سے دور کر دیا ہے اور بنی امیہ نے ہم پر ظلم روا رکھا ہے۔ اے خدا! تو ہی ان سے ہمارا حق لے اور ہمیں ظالموں پر نصرت عطا فرما۔"

پھر اپنے اصحاب کی جانب رخ کیا اور فرمایا:

النّاس عبید الدّنیا، والدّین لَعِق علی السنتھم یحوطونہ مادرّت معایشھم فاذا محّصوا بالبلاء قلّ الدّیانون "لوگ دنیا کے پست و ذلیل غلام ہیں اور دین ان کے نزدیک چاٹنے اور چوسنے کی شے ہے، لہٰذا جب تک یہ (دین) مزہ دیتا ہے اسے روکے رکھتے ہیں اور جہاں بھی یہ (دین) آزمائش و امتحان کا سبب قرار پایا وہاں دیندار کم ہو جاتے ہیں۔"

اس کے بعد حمد و ثنائے الٰہی انجام دی اور رسول اللہؐ پر درود و سلام کے بعد فرمایا:

امابعد فقدنزل بنامن الامر ماقدترون ،وانّ الدنیاقدتغیّرت وتنکّرت وأدبر معروفھاولم یبق منھاالاّ صبابۃ کصبابۃ الاناء ،وخسیس عیش کالمرعی الوبیل ، ألاترون الی الحقّ لایعمل بہ والی الباطل لایتناھی عنہ لیرغب المؤمن فی لقاء اللہ ،فانّی لااری الموت الاّ سعادۃ والحیاۃ مع الظالمین الاّبرما

''ہمارے مقابل ایک ایسا امر ہے جسے تم لوگ دیکھ رہے ہو اور یہ سچ ہے کہ دنیا دگرگوں ہوگئی ہے، اس کی خوبیاں پلٹ گئی ہیں گویا تہِ ظرف (گدلا) بچا ہوا پانی ہے جسے پھینک دیا جاتا ہے اور یہ (دنیا) ناگوار اور خطرناک چراگاہ کی مانند ہوگئی ہے، کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ حق (غریب ہوگیا اس) پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے نہیں روکا جاتا۔ یہی وہ موقع ہے جب مومن کو خداوند سبحان کے دیدار کا مشتاق ہونا چاہیے، بے شک میں (اس وقت) موت کی سعادت کے علاوہ کچھ نہیں دیکھ رہا اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزار غم واندوہ کے علاوہ کچھ نہیں۔'' ۵۵

اس موقع پر زہیر بن قین اپنے مقام سے کھڑے ہوئے اور عرض کی:

سمعنایابن رسول اللہ مقالتک ،ولو کانت الدنیالنا باقیۃ وکنّا فیھامخلّدین لآثرناالنھوض معک علی الاقامۃ فیھا ''اے فرزند رسولؐ! ہم نے آپ کا کلام سنا لہٰذا اگر یہ دنیا ابدی وپائیدار ہوتی یعنی ہم ہمیشہ اس میں رہتے تب بھی آپؑ کی منتخب شدہ راہ کو انتخاب کر کے اس میں ضرور قیام کرتے۔ (چہ جائیکہ دنیا کے بیزودگزار ایام)

زہیر قین کے بعد بُریر بن خضیر کھڑے ہوئے اور عرض کی:

یابن رسول اللہ لقدمنّ اللہ بک علینا أن نقاتل بین یدیک تقطّع فیک اعضاء ناثمّ یکون جدّک شفیعنا یوم القیامۃ ''اے فرزند رسولؐ! خدا نے ہم پر احسان کیا ہے کہ آپؑ کے ساتھ یہ موقع نصیب ہو رہا ہے کہ آپؑ کی راہ میں اعضائے بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں پھر آپؑ کے جد قیامت میں ہماری شفاعت کریں گے۔''

ان کے بعد نافع بن ھلال اور اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی اصحاب کھڑے ہوئے اور ہر ایک نے اپنی وفاداری اور استقامت کا اظہار ان ہی الفاظ میں کیا۔

حواشی وحوالہ جات

۱ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۰۴۔

۲ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۰۳۔

۳ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۰۔

۴ حیاۃ الامام الحسینؑ باقر شریف قرشی ج ۲ ص ۳۱۱۔

۵ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۸۔

۶ نقل از تاریخ ابن عساکر ج ۱۳ ص ۶۷۔

۷ اور ۸ [کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۸۔

۹ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۳۔

۱۱ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۵۔

۱۲ اگر یہ روایت صحیح ہو تو معلوم نہیں کہ ابن عباس کی اس تشبیہ سے کیا مراد ہے کہ انھوں نے شہادت امام حسینؑ کو قتل عثمان کے ساتھ مشابہ جانا چنانچہ یا تو وہ عثمانی تھے یا پھر اس جملے سے کوئی خاص مقصد رکھتے تھے۔ واللہ اعلم

۱۳ حیاۃ الامام الحسینؑ باقر شریف ج ۳ ص ۲۵، ۲۷۔

۱۴ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۲ بہ نقل از کتاب الدر المسلوک، ج ۱ ص ۱۰۹۔

۱۵ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۹، البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۶۹ جو حدیث تاریخ بن اثیر اور ابن عساکر سے نقل کی گئی ہے اس میں "فرم لامۃ" نقل ہوا ہے، حیاۃ الامام الحسینؑ، باقر شریف ج ۳ ص ۴۳۔

۱۶ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۸، البدایۃ والنھیۃ ج ۸ ص ۱۶۹۔

۱۷ لہوف ص ۵۳ احقاق الحق ج ۱۱ ص ۵۹۸ کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۰۴۔

۱۸ صاحب نفس المھموم اپنے استاد محدث نوری سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: نواویس کے بارے میں کفعمی کے حاشیے پر لکھا ہے کہ یہ شہر نینو کے غرب شمال پر نصاریٰ کا ایک قبرستان ہے جہاں اب جناب حُر بن یزید ریاحی کا مزار مقدس ہے۔

۱۹ ارشاد مفید (مترجم) ج ۲ ص ۶۷۔

۲۰ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۵۰۔

۲۱ ارشاد (مترجم) ج ۲ ص ۶۸۔

۲۲ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۶۱۔

۲۵ رشاد (مترجم) ج ۲ ص ۶۹۔

۲۶ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱۸۔

۲۷ نقل از رجال بحر العلوم ج ۴ ص ۸۴۔

۲۹ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۵۷۔

۳۰۔ رشاد شیخ مفید (مترجم) ج ۲ ص ۷۱۔

۳۱۔ حیوۃ الامام حسینؑ ج ۳ ص ۶۴۔

۳۲۔ رشاد مفید مترجم ج ۲ ص ۷۲۔

۳۳۔ وقعۃ الصف ص ۱۲۳۱۵۹ حیوۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۶۲، ۷۰ پر رجوع کریں۔

۳۴۔ کامل التواریخ، ابن اثیر ج ۳ ص ۴۱، رشاد شیخ مفیدؒ ج ۲ ص ۷۳۔

۳۵۔ ارشاد مفید (مترجم) ج ۲ ص ۷۴۔

۳۶۔ حیوۃ الامام الحسین ج ۳ ص ۶۷۔

۳۷۔ بحار ج ۴۴ مقتل الحسین مقرم ص ۱۷۸۔

۳۸۔ فرسان الہیجاء ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۵۲۔

۳۹۔ فرسان الھیجاء ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۵۲۔

۴۰۔ مناقب ج ۴ ص ۹۵ مقتل مقرم ص ۱۷۶۔

۴۱۔ ارشاد مفیدؒ ج ۲ ص ۷۵، ۷۴۔

۴۲۔ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۷۱، حاشیہ۔

۴۳۔ مقتل مقرم ص ۱۸۱ نقل از کامل الزیارات۔

۴۴۔ یعسوب ایک بہت چھوٹا سا پرندہ ہے جسکے چار نازک پر اور ایک باریک سی دم ہوتی ہے یہ اکثر پانی پر اڑتا ہے اور اپنی دم اس پر مارتا ہوا جاتا ہے، عرب بارک چیزوں کو اس پرندے کی دم یا خود اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔

۴۵۔ ارشاد مفید ج ۲ ص ۷۸، ۸۲۔

۴۶۔ کامل التواریخ ج ۴ ص ۴۸۔

۴۷۔ نقل از امالی شیخ صدوق مجلس ۳۰، مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۲۶ مثیر الاحزان ابن نما۔

۴۸۔ کامل التواریخ ج ۴ ص ۵۰ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳۰۔

۴۹۔ جملہ اس بیت کا ہے۔ حتّی تحمّی بدلکریم النحر. النساجدالحرّ رحیب الصلر.

۵۰۔ ترجمہ نفس المہموم ص ۹۸]

۵۱۔ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۰ مقتل ابی مخنف ص ۱۷۶۔

۵۲۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۷۶۔

۵۳۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۹۲ حیوۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۱۹۱ اور حیاۃ الحیوان دمیری ج ۱ ص ۶۰ پر نقل ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا: ذات کرب وبلاء ''یعنی یہ سرزمین اندوہ ومشکلات کی حامل ہے اور فرمایا میرے بابا علیؑ جنگ صفین کی غرض سے تشریف لے جا رہے تھے تو اس مقام پر جبکہ میں انکے ہمراہ تھا حضرتؑ نے کچھ دیر قیام فرمایا اور اس زمین کا نام پوچھا اور جب بتایا گیا فرمایا: ھا ھنا محط رحالھم و ھا ھنا مھراق دمائھم ''انکے بار و توشہ اترنے کی جگہ یہی ہے اور اسی مقام پر ان کا خون بہے گا۔'' جب میں بابا سے اس بات کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا: خاندانِ مصطفیؐ کے کچھ

لوگ یہاں اُتریں گے۔

۵۴ مقتل الحسین مقرم، ص ۱۹۲۔

۵۵ تاریخ طبری کے مطابق امامؑ نے یہ خطبہ مقام ذوحسم پر حُر بن یزید کے لشکر سے ارشاد فرمایا جبکہ بعض دیگر تاریخوں کے مطابق یہ خطاب چار محرم الحرام کو جب عمر بن سعد کربلا پہنچا ارشاد فرمایا۔ ہم نے اس کو لہوف، عقد فرید، حلیۃ الاولیاء اور مجمع الزوائد سے لے کر اختیار کیا ہے، مقتل مقرم ص ۱۹۴ پر رجوع کیا جا سکتا ہے۔

تیرھواں باب

کربلا میں کیا گزری؟

عبیداللہ بن زیاد کے نام حر بن یزید ریاحی کا خط

جیسا کہ گذشتہ بحث میں بیان ہوا امام حسینؑ اپنے اصحاب اور اہل خاندان کے ہمراہ دو محرم الحرام ۶۱ ھ کو کربلا میں داخل ہوئے جس کی اطلاع حُر بن یزید ریاحی نے تاریخ کے معروف مجرم عبیداللہ بن زیاد کو پہنچائی، چنانچہ عبیداللہ نے امام حسینؑ کے نام ایک ایسا خط لکھا جسے نقل کرتے ہوئے قلم حیا کھاتا ہے، کیونکہ اسلام کا دعویدار پیغمبر اسلامؐ کے فرزند کو وہ نہیں لکھ سکتا جو ابن زیاد نے امام حسینؑ کو لکھا، البتہ اس خط کا مفہوم دو جملوں میں یوں پیش کیا جا سکتا ہے:

''میں (ابن زیاد) یزید کی جانب سے اس بات پر مأمور ہوں کہ تجھے قتل کیے بغیر چین سے نہ بیٹھوں یا پھر تو (امام حسینؑ) یزید کا یا میرا حکم مان لے۔''

یہ خط اتنا شرم آور اور بے حیائی پر مشتمل تھا کہ امام حسینؑ نے اس پڑھ کر فرمایا:

لاافلح قوم اشتروا مرضات المخلوق بسخط الخالق

''وہ قوم کبھی فلاح و رستگاری نہیں پا سکتی جو مخلوق کی خوشنودی کو غضب الٰہی کے بدلے خریدے۔''

جب نامہ رساں نے جواب مانگا تو حضرتؑ نے فرمایا:

ماله عندی جواب لانّه حقّت علیه کلمة العذاب

''اس خط کا کوئی جواب نہیں کیونکہ خط لکھنے والے کیلئے عذاب الٰہی حتمی ہے۔''

چنانچہ نامہ بر نے واپس آ کر امام حسینؑ کے جملات عبیداللہ سے نقل کیے تو اس نے سخت غصے کے عالم میں ابن سعد کو حکم دیا کہ وہ امام حسینؑ سے جنگ کرنے کیلئے کربلا روانہ ہو جائے۔

امام حسینؑ سے جنگ کیلئے عمر بن سعد کا انتخاب

عمر بن سعد، سعد بن وقاص کا فرزند تھا جو (سعد بن وقاص) اسلام میں اچھے ماضی کا حامل شمار کیا جاتا ہے کیونکہ سعد ان چند مسلمانوں میں سے تھا جس نے بعثتِ پیغمبرؐ کے پہلے سالوں میں اسلام قبول کیا اور

اسلام کی وجہ سے سختیوں اور مشکلات کا شکار رہا اسی نے ایران پر مسلمانوں کی فتح و نصرت کے بعد شہر کوفہ کی بنیاد رکھی ،لیکن بعد میں دوسرے بہت سے اصحاب پیغمبر کی طرح اس نے بھی دنیا سے محبت کرتے ہوئے امیر المومنینؑ کی بیعت سے ہاتھ اٹھ لیا۔بہر حال ۵۵ھ یا ۵۸ھ ق میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔

عمر بن سعد اگر چہ اپنے والد کی شخصیت اور نام و شہرت کی وجہ سے اسلامی معاشرے میں پہچانا جاتا تھا،لیکن خود ذاتی طور پر بزدل اور دنیا پرست انسان تھا اور اس کے علاوہ حضرت رسولؐ اور امیر المومنینؑ سے نقل شدہ روایات میں اس کی مذمت بھی ملتی ہے یعنی یہ کسی خاص شخصیت کا مالک نہیں تھا۔[۱] بنابرایں کہا جاتا ہے سعد بن وقاص اپنے اس بیٹے سے خوش بھی نہ تھ لہذا اسی روایت کے مطابق اس نے عمر سعد کو اپنے ارث سے محروم رکھا اور اس دنیا سے یہ وصیت کر کے گیا کہ اسے میری مراث سے کچھ نہ دیا جائے۔[۲] عمر بن سعد کے بارے میں گذشت صفحات پر گزر چکا کہ یہ کوفہ میں مقیم بنی امیہ کے طرفداروں میں سے تھے اور جب مسلم بن عقیلؑ کوفہ تشریف لائے اور وہاں اپنی فعالیتوں کا آغاز کیا تو اسی نے یزید ابن معاویہ کو خطوط کے ذریعے تمام گزارشات منتقل کیں۔امام حسینؑ ابھی سرزمین کربلا میں وارد نہیں ہوئے تھے کہ ابن زیاد نے عمر سعد کو کوفہ سے چار ہزار کا لشکر دے کر شہر ''دشتبہ'' کی جو صوبہ ہمدان کا ایک شہر تھا کی آزادی کیلئے (جسے دیلمان نے حملے کے ذریعے قبضہ لیا تھا) رے کی حکمرانی دے کر روانہ کیا تھا،چنانچہ عمر سعد ابھی اپنے لشکر کے ساتھ ''حمام اعین'' (کوفے کے جوار میں) کیمپ لگائے رے جانے کی تیاری کر رہا تھا۔اُدھر امام کی جانب سے عبید اللہ بن زیاد کے اس رذیلانہ خط کا جواب نہ ملنے پر ابن زیاد سخت ناراض ہوا اگر چہ وہ جنگ کرنے کا ارادہ مکمل کر چکا تھا،لیکن اب تک کسی مناسب سپہ سالار کی تلاش میں تھا جو اس کے نزدیک اس کام سے عہدہ برآ ہو سکے۔بنابرایں بلا فاصلہ عمر بن سعد کو طلب کیا اور کہا:

''پہلے حسین بن علیؑ سے جنگ کرنے جاؤ جب وہاں سے فارغ ہو جاؤ تب رے پر حکومت کرنے جانا۔''

البتہ اس انتخاب کی علت بھی واضح ہے کہ عبید اللہ بن زیاد ایسے انسان کا اس کام کیلئے تقرر چاہتا تھا جو کہ

---

[۱] اسکے بارے میں ایک روایت رسول اللہؐ سے نقل ہوئی ہے،آپؐ نے فرمایا: یکون مع قوم یاکلون الدنیا بالسنتھم کماتلحس الارض البقرۃ بلسانھا ''یہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوگا جو اپنی زبانوں سے دنیا کو ایسے چاٹ رہے ہوں گے جیسے گائے اپنی زبان سے زمین چاٹتی ہے'' امیر المومنینؑ سے نقل ہے آپ نے فرمایا:ویحک یابن سعد اکیف بک اذاقمت مقاماً تخیرفیہ بین الجنّۃ والنافتختار النار ''اے ابن سعد تجھ پر وائے ہوتو اس وقت کیا ہوگا؟جب تجھے ایسے مقام پر کھڑا کر دیا جائے گا کہ جنت و دوزخ کا انتخاب تیرے اختیار ہوگا مگر تو دوزخ کو انتخاب کرے گا۔''

نام وشہرت کا حامل ہوتی کہ یہ جرم اسکے کاندھوں سے قدرے کم ہو جائے۔

بہرحال عمر بن سعد نے کہا: ''ٹھیک ہے لیکن حکومت رے واپس کرنا ہوگی۔''

اس بات پر عمر بن سعد کو سخت تذبذت کا شکار کیا، لہٰذا کچھ دیر کیلئے سوچ وفکر میں ڈوبتا چلا گیا اور سوچ کر جواب دینے کی غرض سے ایک شب کی مہلت مانگ کر وہاں سے چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ لینے لگا تو سب نے اسے کربلا جانے سے منع کیا من جملہ وہاں موجود افراد میں اس کا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ تھا جس نے کہا:

تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں حسینؑ بن علیؑ سے جنگ کرنے پر نہ جانا، کیونکہ اس کام میں خدا کی نافرمانی بھی ہے اور قطعِ رحم بھی۔ خدا کی قسم اگر ساری دنیا اور اس میں موجود مال ومنال تمہاری ملکیت میں ہو اور وہ تم سے چھین لیا جائے تب بھی اسی سے کہیں بہتر ہے کہ خونِ حسینؑ میں رنگین ہاتھوں کے ساتھ خدا کے دیدار کیلئے جاؤ۔

عمر بن سعد نے جواب دیا: ایسا ہی کروں گا۔

لیکن اس تمام اضطراب وتذبذب کے باوجود جس نے ساری رات اسے سونے نہ دیا بالآخر اپنے باپ سعد بن وقاص کی طرح حب دنیا کا گرفتار ہوا اور اپنے بیدار وجدان اور نفس لوامہ کا جواب جو دیگر مشیروں کی طرح مسلسل کربلا جانے سے روک رہا تھا اور جو ضمیر اس کی راہ میں مانع تھا اس شعر سے جواب دیا جسے صبح گاہ گنگناتا ہوا اپنے گھر سے باہر نکلا:

واترک ملک الرّی والرّی منیتی	أم ارجع مأثوماً بقتل حسین
وفی قتله النار التی لیس دونها	حجاب وملک الری قُرّة عین ۳

۳ آیا حکومتِ رے جو میری دیرینہ آرزو ہے اسے چھوڑ دوں پھر قتل حسین کا گناہ کمانے چلا جاؤں البتہ قتل حسین پر دوزخ نصیب حال ہوگی جس کی بہرحال مجھے پروا نہیں لیکن حکومتِ رے میرے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ البتہ اس مقام پر عمر بن سعد سے منسوب شدہ اور بھی شعر ملتے ہیں۔

حسین بن عمی والحوادث جمّة	لعمری ولی فی الرّی قرّة عین
الا انّما الدنیا لبرّ معجلّ	وما عاقل باع الوجود بدین
فان صدقوا فیما یقولون اننی	أتوب الی الرحمن فی سنتین
وانی سأحتار التی لیس دونها	حجاب وتعذیب وغلّ یدین
لعل الله العرش یغفر زلّتی	ولو کنت فیها اظلم الثقلین
یقولون انّ الله خالق جنّة	ونار وتعذیب وغُلّ یدین
وان کذبوا فزنا بریّ عظیمة	وملک عظیم دائم الحجلین

اور عبید اللہ بن زیاد کے پاس جا کر اطلاع دی کہ میں کربلا جانے کیلئے تیار ہوں چنانچہ اسی روز اپنے چار سپاہیوں کے ہمراہ کربلا روانہ ہوا۔ ۴

جیسا کہ محدث قمیؒ نے نفس المہموم میں ذکر کیا ہے اور مندرجہ بالا تاریخی حوالوں سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے عبید اللہ بن زیاد کا امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر اس قدر رنجیدہ اس لئے تھا کہ امام حسینؑ نے اس کے روانہ کردہ خط کو جواب کے قابل نہ جانا، لہذا وہ سخت غیض وغضب کی حالت میں عمر بن سعد کو امام حسینؑ سے جنگ کیلئے روانہ کرتا ہے، جبکہ فقط جواب کا نہ دینا اتنے بڑے اقدام کا سبب نہیں ہوسکتا اور یہ بات بعید نظر آتی ہے، کیونکہ امام حسینؑ دو محرم الحرام ۶۱ھ کو کربلا میں داخل ہوئے اور عمر بن سعد تین محرم الحرام یعنی دوسرے روز کربلا میں وارد ہوا۔ ۵ پھر یہ کیسے ممکن ہے اس مختصر مدت میں حر بن یزید ریاحی نے عبید اللہ کو خط لکھا ہو اور عبید اللہ نے حر کا خط پا کر امام حسینؑ کے نام خط روانہ کیا اور امام نے جواب دینے سے انکار کیا، عبید اللہ نے عمر سعد کو کربلا کی پیشکش کی، اس نے ایک رات مہلت مانگی ... بہرحال ایک دن ورات میں یہ ماجرا بعید نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

عمر سعد کا کربلا میں وارد ہونا اور باقی ماجرا

درہرحال سعد وقاص کا بیٹا چار ہزار لشکر کے ساتھ یا اس سے زیادہ کربلا میں وارد ہوا اور سب سے پہلا فیصلہ یہ کیا کہ کسی کو امام کے پاس بھیج دے، اسی لئے اپنے ساتھیوں میں سے عزرۃ بن قیس احمسی ۶ سے کہا:

حسینؑ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کس لئے یہاں آئے ہو؟ اور تمہارا کیا مقصد ہے؟

عزرۃ جو خود ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے امام کو دعوت دے کر بلایا تھا، لہذا اسے شرم آرہا تھا کہ کس طرح امام کے سامنے جائے، چنانچہ جانے سے معذرت طلب کی۔ پھر عمر بن سعد نے یکے بعد دیگرے

اگر ان اشعار کی نسبت عمر بن سعد کی جانب درست ہے تو پھر قیامت، بہشت و دوزخ پر اسکا اعتقاد نہ ہونا اور اس کا کفر بخوبی ظاہر ہے اور یہ ان کی کم عقلی کی دلیل ہے جو کہ خود کو عقل مند تصور کرتے ہوئے کہتا ہے:

وماعاقل باع الوجود بدین، نعوذ باللہ ''وہ عاقل نہیں جو اپنا وجود دین یا دَین (یعنی ادھار کا سودا) پر فدا کرے۔''

لیکن کتاب ہذا کے محترم پڑھنے والے قارئین کو یہ جاننا چاہیے کہ اگر انسان دیندار اور مذہبی ہو تب بھی ہوائے نفس کی پیروی اور دل وشہوت کی اطاعت اسے اس مقام پر لا کھڑا کرتی ہے جہاں وہ انسان اپنے ضمیر کو قانع کرنے کیلئے ایسے ہی کلمات زبان پر جاری کرتا ہے اور اپنے غیر شرعی اعمال کی توجیہ تراشتا ہے جو کہ بہرحال ہوائے نفس کی پیروی اور نامشروع خود پسندی کے آثار میں سے ایک ہے پھر انسان اپنا او سیدھا کرنے کیلئے دینی مسلمات کا انکار کرنے لگتا ہے یا کم از کم شک وتردید کا شکار ہوجاتا ہے، البتہ اس بارے میں آیات، روایات اور بہت سے شواہد وامثال ہم نے اپنی کتاب ''کیفر گناہ'' میں یک مستقل بحث ''گناہ انسان کو حد کفر پر لے جاتا ہے'' ذکر کیا ہے، لہذا شائقین کیلئے اس موضوع پر معلومات جمع کی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

کئی افراد کو جانے کا حکم دیا، مگر وہ سب کے سب دعوت دہندگان میں سے تھے، لہٰذا ہر ایک نے جانے سے گریز کیا۔ تب کثیر بن عبداللہ شعبی نامی ایک شخص جو بے باکی، خونریزی اور حرمت شکنی میں معروف تھا اپنے مقام سے اٹھا اور بولا: میں جاؤں گا اور اگر حکم دیں تو حسین بن علیؑ کو دھوکے سے قتل بھی کر سکتا ہوں۔ عمر بن سعد نے کہا: میں انھیں قتل کرنے کا نہیں، بلکہ فقط ان کے آنے کا مقصد جاننا چاہتا ہوں۔ کثیر حکم پا کر خیام امام کی جانب روانہ ہوا۔

شیخ مفیدؒ کے مطابق جب وہ خیام حسینی کے نزدیک آیا تو ابوثمامہ صیداوی نے (جو کہ امام حسینؑ کے اصحاب میں سے تھے) حضرتؑ سے آ کر عرض کیا:

یا حضرتؑ، خدا آپؑ کے امر کو بخوبی انجام دے۔ اے اباعبداللہ! بدنام زمانہ اور قتل و غارتگری میں معروف شخص کثیر بن عبیداللہ شعبی آپؑ کی سمت آ رہا ہے۔

یہ کہہ کر اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور اس سے کہا:

اگر مزید آگے جانا چاہتا ہے تو تلوار اسی جگہ رکھنا ہوگی۔

اس نے جواب دیا: میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا ورنہ واپس چلا جاتا ہوں۔

ابوثمامہ نے کہا: پس میں تیری تلوار کا قبضہ تھامے رہوں گا، یہاں تک کہ تو اپنی بات پہنچا دے۔

کہا: قسم بخدا! تیرا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچنے دوں گا۔

ابوثمامہ نے کہا: اگر ایسا ہے تو پھر عمر بن سعد کا پیغام مجھے سنا کر چلا جا، میں خود حسین بن علیؑ تک پہنچا دوں گا، کیونکہ تو اپنے کرتوتوں کی وجہ سے قابل اعتماد آدمی نہیں......

بہر حال کچھ دیر تک ان دونوں میں تو تو میں میں ہوتی رہی اور بالآخر کثیر بن عبداللہ پیغام دیئے بغیر عمر بن سعد کی طرف پلٹ گیا اور سارا ماجرا اس سے جا کر نقل کیا۔ اس وقت عمر بن سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بلا کر کہا:

اے قرہ! تجھ پر نفرین ہو، جا اور حسینؑ سے پوچھ کر آ کہ وہ کیوں آئے ہیں؟ اور وہ کیا چاہتے ہیں؟

قرہ امام حسینؑ کے نزدیک آیا اور جب حضرتؑ نے اسے آتے ہو دیکھا تو اپنے اصحاب سے فرمایا:

کیا اس شخص کو جانتے ہو؟ تو حبیب بن مظاہر گویا ہوئے:

جی ہاں یہ قبیلہ حنظلۂ تمیم سے اور یہ ہماری بہن کی اولاد میں سے ہے البتہ میں اسے خوش عقیدہ انسان تصور کرتا تھا مجھے توقع نہیں تھی کہ یہ اس معرکے میں حاضر ہوگا (اور آپ سے لڑنے آئے گا)

وہ جب نزدیک آیا اور عمر بن سعد کا پیغام حضرتؑ کو سنایا تو امام نے فرمایا:

تمہارے ہی شہر کے لوگوں نے مجھے دعوت دی ہے پس اگر میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاتا

ہوں۔

پھر حبیب بن مظاہر نے فرمایا:

اے قرۃ! تجھ پر وائے ہو تو ان ستمگروں کے پاس جارہے ہو؟ (یہیں حسینؑ کے پاس رہ جانا) بلکہ تجھے اس انسان (حسین بن علیؑ) کی نصرت کرنا چاہیے، کیونکہ خدا نے اسی کے بزرگوں کے ذریعے تجھے ہدایت جیسی طاقت سے نوازا ہے۔

قرۃ نے حبیب سے کہا:

ابھی تو مجھے اپنے صاحب کے پاس جا کر جواب پہنچانے دو پھر اس بارے میں بھی سوچوں گا۔

چنانچہ عمر بن سعد کے پاس جا کر امام حسینؑ کا جواب نقل کیا، عمر بن سعد نے کہا:

خدا سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ہمیں ان کے ساتھ جنگ وقتال سے آسودہ رکھے۔ اور عبیداللہ بن زیاد کے نام اس مضمون کا خط روانہ کیا:

"بسم اللہ الرّحمن الرّحیم امابعد! میں جوں ہی حسین بن علیؑ تک پہنچا تو فوراً اپنے نمائندے کو بھیج کر ان سے بیان آنے کا مقصد دریافت کیا جس پر حسینؑ کا جواب یہ ہے کہ ان شہروں کے لوگوں نے اپنے نمائندوں کے ذریعے مجھے دعوت دی ہے، لیکن اگر میرا آنا ناگوار ہے یا ان کے خیالات بدل چکے ہیں تو میں واپس جانے کیلئے تیار ہوں۔"

حسان بن قائد عیسی کہتا ہے، جس وقت عمر بن سعد کا نامہ عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں میں پہنچا میں وہاں موجود تھا اس نے خط پڑھ کر کہا: اب کیونکہ ہمارے چنگل میں پھنس گیا ہے تو بھاگنا چاہتا ہے مگر اس کیلئے ہرگز فرار نہیں (یہ کہہ کر) عمر بن سعد کے نام خط لکھا:

"امابعد تیرا خط موصول ہوا جس کے مضمون سے آگاہی کے بعد تحریر ہے کہ حسینؑ اور اسکے تمام ساتھیوں کو بیعت یزید کی دعوت دے، چنانچہ اگر اس نے بیعت کر لی تو پھر سوچوں گا کیا کیا جائے۔ والسلام۔"

جب یہ خط عمر بن سعد کے ہاتھ پہنچا اسے پڑھ کر اپنے آپ سے بولا: "مجھے ڈر ہے ابن زیاد ہمارا مخالف ہو"

ایک اور نامہ عمر بن سعد کو ملا جس میں تحریر تھا:

"حسین بن علیؑ پر پانی بند کردو، چنانچہ اس متقی اور ذکی انسان یعنی عثمانؓ کے ساتھ بھی ایسا ہوا تھا۔"

عمر بن سعد نے خط پا کر فوراً عمر بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ نہر فرات پر بیجا، تا کہ پانی اور حسینؑ کے درمیان حائل ہو جائے، یہ واقعہ امام حسینؑ کی شہادت سے تین روز قبل رونما ہوا، اسی دوران عبداللہ بن حصین ازدی جو قبیلہ بجیلہ سے تھا، با آواز بلند پکارا:

اے حسین کیا اس پانی کو نہیں دیکھ رہے جو آسمان کی طرح صاف وشفاف نظر آرہا ہے، قسم بخدا ایک قطرہ بھی تمہیں نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ پیاس کی شدت سے اپنی جان دے دو۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اللھم اقتله عطشا ''خداوندا! اسے پیاسا دنیا سے اٹھا اور ہرگز معاف نہ فرما۔''

حمید بن مسلم کہتا ہے:

''خدا کی قسم میں نے واقعہ کربلا کے بعد اس شخص کو اس وقت دیکھا جب وہ سخت بیمار تھا (اس خدا کی قسم جو عبادت کے لائق ہے) میں نے دیکھا وہ بیماری میں فقط پانی پیتا تھا، یہاں تک پانی سے اس کا پیٹ پھول جاتا اور پھر اوغیوں کے ذریعے اس پانی کو تڑپ کر نکالتا اور کچھ ہی دیر بعد پیاس پیاس کی آوازیں لگاتا اسے پانی دیا جاتا مگر وہ پہلے والا عمل دھرا کر دوبارہ پیاسا ہو جاتا اسی حالت میں اس نے جان دے دی۔ خدا اس پر لعنت کرے۔''

کوفہ میں کیا گزرا؟

تاریخ نویسوں کا بیان ہے، عمر بن سعد کو کربلا روانہ کر کے عبید اللہ بن زیاد نے دستور دیا اہل کوفہ کو مسجد میں جمع کیا جائے، تاکہ ان سے خطاب کرے، چنانچہ عبید اللہ نے اہل کوفہ کو اپنے خطاب میں امام حسینؑ سے جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور یزید بن معاویہ کے (خودساختہ) فضائل بیان کیے اسکے بعد حصین بن نمیر، حجاز بن ابجر اور شمر بن ذی الجوشن میں سے ہر ایک کو کئی کئی ہزار سوار و پیادہ کا لشکر دے کر کربلا روانہ کیا، لوگوں امام حسینؑ سے لڑنے پر آمادہ کرنے والوں میں سرفہرست سمرۃ بن جندب جو خود فروختہ انسان تھا، جس کا ماضی تاریخ اسلام میں بنی امیہ کی نوکری وغلامی کے علاوہ جھوٹ بولنے میں مشہور ہے۔

البتہ امام حسینؑ کے خلاف جانے والے لوگوں میں بعض اہل نفاق اور دورو انسان مثلاً شبث بن ربعی و ...مرہ بھی تھے جنھوں نے بیماری وغیرہ کا بہانہ کرتے ہوئے کوفہ سے فرار کرنا چاہا، تاکہ نہ امام حسینؑ کے ...تھ دیں اور نہ ہی بنی امیہ کی طرفداری کریں، لیکن پسر مرجانہ عبید اللہ بن زیاد کی خباثت وشیطنت نے ...سب کو میدان میں اتار دیا۔ اس نے ایسا رعب اور عجیب وحشت نافذ کر دی تھی سوائے حقیقی مسلمانوں ...سچے جانثاروں کے جو کسی قیمت پر بھی بنی امیہ کے ساتھ معاملہ کرنے پر تیار نہ تھے، کسی میں دم نہیں تھا ...راہ فرار اختیار کر سکے۔ (یعنی ہر فرد کو واضح ہوتا تھا کہ وہ یا حسین بن علیؑ کا ساتھ دے یا پھر بنی امیہ کا، تیسری کوئی راہ ...تھی۔)

...ن زیاد نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمرو بن حرث کو کوفے میں اپنا جانشین بنا کر خود اپنے خاص ...اد کے ہمراہ ''نخیلہ'' جو کہ کوفہ کی لشکر گاہ تھی چلا گیا تاکہ نزدیک سے تمام سپاہیوں، سالاروں اور اپنے ...خواروں پر نظارت رکھ سکے اور دوسری جانب کربلا کیلئے دستور صادر کیا کہ شخصیات، قبائلی بزرگ، تجار

اور جو بھی اسلحہ اٹھانے پر قادر ہے وہ کوفہ میں رہنے کا حق نہیں رکھتا، چنانچہ فوراً "نخیلہ" حاضر ہوں اور اگر کوئی آج کے بعد کوفہ میں دیکھا گیا تو اس کا خون مباح ہے اور چند افراد کو مثلاً کثیر بن شہاب، محمد بن اشعث قعقاع بن سوید اور اسماء بن خارجہ کو مأمور کیا کہ وہ کوفہ میں گشت کریں اور یہ پیغام ایک ایک تک پہنچا دیں۔
بنابرایں اس پیغام کے بعد سب لوگ نخیلہ میں جمع ہو گئے۔ اس دستور پر سختی کا یہ عالم کہ لکھا ہے، ہمدان یا شام کا رہنے والا ایک شخص ارث لینے کوفہ آیا تو عبید اللہ کے سپاہیوں نے اسے پکڑ کر عبید اللہ تک پہنچا دیا اور اس نے بغیر سوال کیے اسکے قتل کا حکم جاری کر دیا، چنانچہ اس واقعے نے سب کے دل ہلا کر رکھ دیئے اور اب کسی میں جرأت باقی نہ رہی کہ وہ کوفہ میں ٹھہر جائے۔ ۷

دوسرا ایک کام یہ کیا کہ لوگوں کے درمیان جاسوس چھوڑ دیئے تا کہ وہ امام حسینؑ سے ہمدردی اور ان کی مدد کا ارادہ رکھنے والوں کی پہچان کر سکیں، جبکہ اس جرم گرفتار شدگان کیلئے سخت سزا کا اعلان کیا، لہٰذا لکھا ہے عبد اللہ بن یسار نامی ایک شخص کو جو امام حسینؑ کی مدد کیلئے لوگوں کو دعوت دے رہا تھا گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا ۸ اسی طرح تمام خشکی والے اور دریائی راستوں پر پہرا بٹھا دیا گیا، تا کہ راستوں کو کنٹرول کیا جا سکے۔

سپاہیوں کا فرار کرنا

بہر حال یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جنھوں نے خود کو سپاہ ابن زیاد میں شمار کروایا اور فوجی لباس پہن کر آمادۂ رزم نظر آ رہے تھے وہ کوفے سے باہر نکل کر یا کسی بہانے کا استعمال کرتے یا موقع پا کر کسی بھی سمت فرار کر جاتے تھے۔

معروف تاریخ دان بلاذری کے مطابق کوفے کے بہت سے سپہ سالار ہزار سپاہیوں کو لے کر نکلتے مگر کربلا پہنچتے پہنچتے چار یا تین سو حتی اس سے بھی کم سپاہی باقی رہ جاتے تھے وہ لوگ یا تو کسی سمت فرار کر جاتے یا پھر مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے کربلا میں امام کی فوج سے ملحق ہو جاتے تھے۔

دشمن کی تعداد

تاریخ کا بیان ہے، عبید اللہ بن زیاد نے ہر ممکن طریقے سے اہل کوفہ کو امام حسینؑ کے خلاف جمع کیا اور عمر بن سعد کی روانگی کے بعد ہر آن ایک نیا دستہ کسی نہ کسی معروف شخص کی سالاری میں کربلا روانہ کیا جا تا رہا یہاں تک کہ شب عاشور بہت بڑی فوج امام حسینؑ کے مقابل کربلا میں جمع ہو گئی تھی جس کی تعداد، اسی ہزار حتی اس سے بھی زیادہ لکھی گئی ہے، ۹ جبکہ مشہور تعداد تیس ہزار فوجیوں کی ہے جسے امام جعفر صادقؑ کے علاوہ دیگر آئمہؑ سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ ۱۰ اور اسی نفری سالاروں میں عمر بن سعد (سردار کل) حر بن

۱۰ متن حدیث سے شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب امالی میں امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے اس طرح ہے:
"و روی ابو عبد اللہ الصادقؑ: ان الحسین دخل علی اخیہ الحسنؑ فی مرضہ الذی استشھد فیہ

یزید،شبث بن ربعی، شمر بن ذی الجوشن، حصین بن نمیر حجار بن ابجر اور عمر بن حجاج وغیرہ کے نام لکھے گئے ہیں ۔اسی طرح اسلحہ کے عنوان سے ملتا ہے،عبیداللہ بن زیاد نے اپنا دارو مدار اپنی اس شیطانی فوج کے اسلحے پر خرچ کر دیا تھا، چنانچہ نقل ہوا ہے،دس روز سے زیادہ کوفے کے تمام اسلحہ ساز کا دیگر عبیداللہ کی فوج کیلئے تیر، نیزہ، بھالہ برچھی اور تلوار وغیرہ کی ساخت وساز میں شب و روز لگاتار کام کرتے رہے۔

لشکرِ امام کی تعداد

امام حسینؑ کے ساتھیوں کی تعداد کے بارے میں تاریخ نگار اختلاف نظر رکھتے ہیں، چنانچہ سب سے زیادہ تعداد مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذھب میں پانچ سو سوار ایک سو پیادہ افراد لکھی ہے۔[1] البتہ مسعودی کے علاوہ کسی اور نے یہ تعداد نہیں لکھی، جبکہ ایک اور قول کے مطابق جسے عمارہ دھنی نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے ،امام حسینؑ کے ساتھیوں کی تعداد پینتالیس سوار اور سو پیادہ افراد پر مشتمل تھی ۔بہرحال یہ قول علمائے اہل سنت سے نقل ہوا ہے۔[2] جبکہ ابن شہر آشوب مناقب میں نقل کرتے ہیں کہ وہ بہتر افراد تھے کہ جن میں تیس سوار اور باقی پیادہ مجاہد تھے۔اس کے علاوہ چند اور بھی قول پائے جاتے ہیں جو امام کے اصحاب کی کم وبیش مجموعی تعداد اتنی ہی ذکر کرتے ہیں اور شاید یہ قول صحیح ہو کہ ان کی تعداد، اسی تھی جن میں

فلما رأی ما بہ بکی ، فقال لہ الحسنؑ : ما یبکیک یا اباعبداللہؑ ؟ قال : ابکی لما صنع بک فقال الحسن: ان الذی اوتی الی سم اقتل بہ و لکن لا یوم کیومک یا ابا عبداللہؑ و قد ازدلف الیک ثلاثون الفاً یدعون انہم من امۃ جدنا محمدؐ و ینتحلون دین السلام فیجتمعون علی قتلک و سفک دمک و انتہاک حرمتک و سبی ذراریک و نسائک و انتہاب ثقلک فعندھا تحل ببنی امیۃ اللعنۃ و تمطر السماء رمادا و دماو یبکی علیک کل شیء حتی الوحوش فی الفلوات و الحیتان فی البحار "

امام صادقؑ فرماتے ہیں:امام حسینؑ اپنے بھائی امام حسنؑ کی عیادت کیلئے تشریف لائے (کہ جس تکلیف میں امام حسنؑ کی شہادت واقع ہوئی) لیکن جوں ہی بھائی کی حالت دیکھی تو بے ساختہ آنسو جاری ہوئے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:اے حسینؑ کیوں رو رہے ہو؟

امام نے فرمایا:اے بھائی آپؑ پر گزرنے والی مصیبت پر رو رہا ہوں۔

امام حسنؑ نے فرمایا: جو مجھ پر گزر رہی ہے وہ زہر کا اثر ہے اور اسی تکلیف میں میری شہادت واقع ہوگی لیکن اے بھائی !کوئی دن تمہارے دن سے بڑھ کر نہیں کہ جس دن تیس ہزار افراد تم پر حملہ کریں گے جو اپنا تعلق ہمارے جد کی امت سے ظاہر ہوں گے اور خود کو مسلمان شمار کرتے ہوں گے،وہ لوگ تمہیں مارنے تمہارا خون بہانے،حرمت شکنی کرنے،مال لوٹنے اور عورتوں و بچوں کو اسیر بنانے کیلئے جمع ہوں گے اور وہ ایسا وقت ہوگا جب بنی امیہ پر لعنت حلال ہو جائے گی اور آسمان سے خاک و خون برسے گا اور تمام موجودات حتی صحرائی وحشی اور دریائی مخلوق تم پر گریہ کناں ہوگی۔"

مالی شیخ صدوقؒ کی ستر ویں مجلس میں امام سجادؑ سے اسی طرح کی ایک اور روایت نقل ہوئی ہے۔(امالی صدوق مجلس ۳۰)

سے اٹھارہ بنی ہاشم اور باقی اعوان وانصار

(رضوان اللہ تعالیٰ علیھم ویا لیتنا کنّا معھم فنفوز فوزاً عظیما) [۱۴۳]

اور ہم روز عاشورہ کے واقعات میں ان تمام بزرگوں، دلاوروں اور سالاروں کے نام تحریر کریں گے۔

حبیب بن مظاہر کا بنی اسد سے مدد طلب کرنا

بحارالانوار، مقتل خوارزمی اور انساب الاشراف میں نقل ہوا ہے:

''جب حبیب بن مظاہر نے دیکھا روز بروز عمر بن سعد کے لشکر میں اضافہ ہو رہا ہے، مگر امام حسینؑ کے اصحاب وہی چند افراد ہیں، امام کی خدمت میں آ کر عرض کی:

انّ ھاھنا حیاً من بنی اسد اعراباً ینزلون بالنھرین ولیس بینناوبینھم الاّ روحة، افتأذن لی فی اتیانھم ودعائھم لعلّ اللہ أن یجذبھم الیک نفعاً ویرفع عنک مکروھاً

''یہاں نزدیک ان کے دو نہروں کے درمیان بنی اسد کے قبائل آباد ہیں جبکہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک شب کے فاصلہ سے زیادہ مسافت نہیں، لہٰذا اگر اجازت ہو تو ان کے پاس جا کر انھیں آپؑ کی نصرت کی دعوت دوں شاید خداوند متعال ان کے ذریعے آپؑ کو فائدہ پہنچائے یا پھر ان کی وجہ سے آپؑ سے کوئی کراہت دور ہو جائے۔''

امام نے اجازت دی چنانچہ حبیب ابن مظاہر نے انھیں جا کر دعوت دی تو ان میں سے نوے افراد امام کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوئے مگر وہ افراد جب کربلا کی سمت روانہ ہوئے تو ان ہی میں سے کسی شخص نے عمر بن سعد سے جا کر مخبری کی، چنانچہ ابن سعد نے لشکر بھیج کر ان پر حملہ کروایا۔

بنابرایں اکثر افراد شہید ہو گئے اور زندہ بچنے والے باقی چند افراد اپنے قبیلہ میں واپس لوٹ گئے، اس طرح حبیب بن مظاہر مایوسانہ انداز میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرتؑ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ [۱۴۴]

شدت پیاس

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا عمر بن سعد نے کربلا آتے ہی نہرِ فرات پر قبضہ کر لیا تھا تاکہ لشکرِ امام حسینؑ پیاسا رہے، چنانچہ دشمن کی یہ حرکت سبب بنی کہ اصحاب و اولادِ امام حسینؑ پر شدت پیاس عارض ہونے لگی خود امام نے کلنگ اٹھایا اور خیام مخدرات کے عقب میں جنوبی سمت نو یا دس قدم دور زمین کھودی تو سب نے دیکھا کہ میٹھا اور شفاف پانی بہنا لگا، چنانچہ سب نے پانی پیا اور وہاں سے اپنی اپنی مشکیں پُر کیں مگر جب سب نے پیاس بجھائی تو وہ پانی ایسے ناپید ہوا گویا یہاں پانی کا وجود ہی نہ تھا۔ اس واقعے کو ''مدینۃ المعاجز'' میں امام حسینؑ کے معجزات میں شمار کیا گیا ہے، مگر جب یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے عمر بن سعد کو خط لکھا:

''میں نے سنا ہے حسین بن علیؑ کنویں کھود رہا ہے اور اپنی آل واصحاب کو سیراب کر رہا ہے، چنانچہ میرا خط پاتے ہی فوراً کسی ایسے طریقے کو اختیار کو جس کی وجہ سے وہ کنویں کھودنے پر قادر نہ ہو سکے اور دیکھو! ہر اس رویے کو اپنانا ہوگا جس کے سبب وہ پیاسے رہیں اور یاد رکھو ان کے ساتھ وہی کرنا ہوگا جو انھوں نے عثمانؓ کے ساتھ کیا تھا''

ابن سعد نے اسی وقت مختلف طریقوں سے پانی کی تنگی میں اضافہ کیا۔ محمد بن طلحہ اور علی بن عیسیٰ اربلی کہتے ہیں، جب پیاس کی شدت انتہائی درجہ کو پہنچ گئی تو امام حسینؑ کے اصحاب میں سے بریر بن خضیر ہمدانی نے جو زہد و تقویٰ میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے، حضرت کی خدمت میں آ کر عرض کی:

اے فرزند رسول! مجھے اجازت دیں کہ عمر بن سعد کے پاس جا کر پانی کے بارے میں کچھ گفتگو کروں شاید کہ وہ اپنے کیئے پر پشیمان ہو جائے۔

امام نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے۔

پس بُریر ہمدانی عمر بن سعد کے نزدیک پہنچے، مگر جب اسے سلام نہ کیا تو ابن سعد نے کہا:

اے ہمدانی! تجھے کس چیز نے سلام کرنے سے باز رکھا؟ کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟ اور کیا تیرے نزدیک میں خدا اور رسولؐ کی معرفت نہیں رکھتا؟

بُریر ہمدانی نے کہا:

''اگر مسلمان ہوتا تو کبھی خاندان رسول سے جنگ کرنے اور انھیں قتل کرنے نہ آتا اور نہ ہی آبِ فرات کو جس سے سگ وخوک پی رہے ہیں حسین بن علیؑ اور ان کے اہل خاندان پر بند کرتا، تو انھیں پانی پینے نہیں دے رہا ہے، جبکہ وہ شدتِ پیاس سے نیم جان ہو چکے ہیں اور پھر بھی یہ گمان کرتا ہے تجھے خدا اور رسول کی معرفت حاصل ہے؟۔''

عمر بن سعد نے سر جھکا کر کہا:

اے ہمدانی! قسم بخدا! میں خوب جانتا ہوں کہ انھیں اذیت و آزار دینا حرام ہے مگر۔

دعانی عبیداللہ من دون قومہ ... الی خطّۃٍ فیھا خرجتُ لحینی
أأترکُ ملکَ الرّی والرّی رغبۃٌ ... أم ارجعُ مظلوماً بقتلِ حُسینٍ
فو اللہِ لا ادری وانّی لواقفٌ ... علٰی خطرٍ لا ارتضیہ ومَینٍ
وفی قتلہ النّارُ الّتی لیس دُونھا ... حجابٌ وملکُ الرّی قُرّۃُ عینٍ

''عبیداللہ بن زیاد نے اپنی قوم میں سے مجھے انتخاب کیا ہے اور میں نے بھی یہاں آنے میں دیر نہ کی، مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ حکومت رے چھوڑ دوں یا حسینؑ کو مار دوں؟ قسم بخدا مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ

میں کیا کرر ہا ہوں، اگر ماروں تو جہنم نصیب ہو گی اور ملکِ ''رے'' بھی مجھے دیا جائے گا۔''
اے ہمدانی! مجھے نظر نہیں آتا کہ حکومتِ ''رے'' کسی اور کے ہاتھ دے دوں۔ اس پر بُریرامام حسینؑ کی جانب لوٹ کر آئے اور حضرتؑ سے کہا: عمر بن سعد حاضر ہے کہ آپؑ کو حکومت کے بدلے بیچ دے۔

حضرت عباسؑ اور نافع بن ہلالؒ کا پانی لانا

ابو جعفر طبری اور ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

''جب امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب پر تشنگی اپنے کمال تک پہنچ گئی تو عباس بن علیؑ نے اپنے بھائی کو بلایا اور انھیں بیس سوار اور بیس پیادہ افراد بیس مشکیں دے کر فرات کی جانب روانہ کیا وہ دستور پر سررات کی خاموش فضا میں فرات کے کنارے پہنچے جن کے آگے آگے نافع بن حلال بجلی تھے۔ کسی کی آمد کو محسوس کر کے عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: کون ہے؟

نافع بن ہلال نے اپنا نام لیا۔

ابن حجاج نے کہا: اے بھائی خوش آمدید کہتا ہوں کیوں آئے ہو؟

کہا: میں آیا ہوں تا کہ یہ پانی ہوں جو ہم پر بند کر دیا ہے۔

ابن حجاج نے کہا: ضرور پیو اور خود کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔

نافع نے کہا: خدا کی قسم جب تک حسینؑ اور اصحابِ حسین پیاسے ہیں میں ہرگز پانی نہیں پیوں گا۔

اب عمرو اور اسکے سپاہی متوجہ ہوئے کہ ماجرا کیا ہے تو اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا: ہمیں یہاں اس لئے بٹھایا گیا ہے کہ یہ لوگ پانی نہ لے جا سکیں۔ اس پر عمرو بن حجاج کے ساتھی نزدیک ہوئے تو جناب عباسؑ اور نافع بن ہلال نے اپنے پیادہ ساتھیوں سے کہا کہ مشکوں کو بھر دیا جائے، سب نے مشکیں پُر کیں، لیکن اب حجاج کے ساتھیوں نے رکاوٹ ڈالنا شروع کی تو حضرت عباسؑ اور نافع بن ہلال نے ان پر حملہ کیا اور انھیں اس وقت تک روکے رکھا جب تک مشکیں اٹھانے والے دور نہ ہو گئے اور سوار ان کی حفاظت میں پیچھے پیچھے چلنے لگے تو پیادوں نے سواروں سے کہا کہ تم لوگ عمرو بن حجاج کے لشکر کا مقابلہ کرو ہم پانی کو مقصد تک پہنچا دیں گے، وہ عمرو بن حجاج کے لشکر کی جانب روانہ ہوئے، آپس میں مختصر جنگ ہوئی جس میں عمرو بن حجاج کے ایک سپاہی کو جس کا تعلق صداء قبیلے سے تھا زخم لگا جسے وہ معمولی سمجھ کر لڑتا رہا مگر بعد میں وہی زخم اس کی موت کا سبب قرار پایا اور اُدھر امام کے اصحاب پانی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔''

امام کا عمر بن سعد سے مذاکرہ

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں تحریر کرتے ہیں:

''جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ عمر بن سعد لعنۃ اللہ علیہ کی مدد کیلئے اوپرتل سرزمین کربلا پر لشکر پر لشکر آرہے ہیں اور ان کی تعداد ہماری دشمنی میں بہت تیزی سے بڑھتی جارہی ہے تو امام نے اپنے افراد میں کسی کو بطور قاصد عمر بن سعد کی جانب روانہ کیا کہ میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ پس رات کے وقت دونوں کی ایک طولانی گفتگو ہوئی جسکی جزئی اطلاع امام حسینؑ اور عمر بن سعد کے علاوہ کو نہ تھی، چنانچہ گفتگو کے بعد عمر بنس عدا نے خیمے میں آیا اور وہاں بیٹھ کر عبید اللہ بن زیاد کے نام خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا:

امابعد! بتحقیق خدا نے آتش (جنگ) خاموش کردی اور پریشانی برطرف کردی ہے، اس نے امت کی اصلاح اس طرح کردی کہ حسین بن علیؑ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ جہاں سے آئے ہیں اسی جگہ لوٹ جائیں یا پھر رُود کے کنارے ایک عام مسلمان کی طرح تنہا زندگی گزار دیں (یعنی وہ کسی سے سروکار نہیں رکھنا چاہتے) یا پھر خود یزید کے پاس جا کر اسکی بیعت کریں اور پھر دونوں جو چاہیں اسے انجام دیں۔

بہرحال میرے اس عہدوپیمان میں تیری خوشنودی اور امت کی اصلاح شامل ہے...'' ۱۵

لیکن گذشتہ صفحات پر گزرنے والی روایات وواقعات کی روشنی میں یہ بات ہم پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ امام حسینؑ کسی قیمت پر حاضر نہیں تھے یزید کی بیعت کریں۔ طبری اور بعض دوسرے اہل قلم نے عقبہ بن سمعان سے نقل کیا ہے:

''میں امام حسینؑ کے ساتھ مدینے سے مکے اور پھر مکے سے کربلا تک حتی امام کی شہادت تک تمام مقامات پر ان کے ساتھ ساتھ رہا، میں نے حضرتؑ کے وہ تمام خطبات سنے جو آپؑ نے راستوں میں مختلف مقامات پر ارشاد فرمائے لیکن حضرتؑ نے ایک دفعہ بھی اس بات کی طرف اشارہ نہیں فرمایا کہ میں یزید کی بیعت کرسکتا ہوں۔''

بنابرایں عمر بن سعد نے یہ آخری جملہ اپنی جانب سے اضافہ کیا ہے، تاکہ شاید یہ قائلہ (قصہ) اسی مقام پر تمام ہوجائے اور امام حسینؑ کے ساتھ زدوخورد اور قتل وغارتگری سے محفوظ رہا جائے، کیونکہ پہلے بیان ہوچکا کہ عمر بن سعد امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے پر زیدہ خوش نہیں تھا اور چاہتا تھا، کسی طرح خونریزی تک بات نہ پہنچے۔ بہرحال یہ وہ بات ہے جو اکثر اہل تاریخ نے لکھی ہے۔

مگر اس روایت میں جیسا کہ بیان ہوا متن مذاکرہ یعنی امام حسینؑ اور عمر بن سعد کے درمیان کیا گفتگو ہوئی

ذکر نہیں اور دیگر تاریخی کتب مثلاً طبری و ابن اثیر میں بھی یہ تو ذکر ہوا کہ دونوں کے درمیان ایک طولانی گفتگو ہوئی مگر وہ گفتگو کیا تھی کسی کو علم نہیں، ہاں بعد میں لوگوں نے اپنے اپنے خیالات ظاہر کرتے ہوئے مختلف تفسیریں پیش کیں۔ [۱۶]

مقتل مقرم میں ہے، امام نے عمرو بن قرظہ انصاری کو عمر بن سعد کی جانب پیغام دے کر روانہ کیا کہ وہ آج رات مجھ سے ملاقات کرے، چنانچہ جب رات آئی تو ہر ایک اپنے اپنے بیس سواروں کے ہمراہ بالمقابل آ کھڑے ہوئے، حضرتؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

عباس، علی اکبر اور عمرو بن قرظہ کے علاوہ سب لوگ دور چلے جائیں۔

یہ دیکھ کر عمر بن سعد نے اپنے افراد سے کہا:

فرزند حفص اور میرے غلام کے علاوہ سب لوگ دور چلے جائیں۔

تب امام حسینؑ نے عمر بن سعد سے فرمایا:

اے پسر سعد تجھ پر وائے ہو کیا اس خدا سے خوف نہیں کھاتا جس کی جانب پلٹ کر جانا ہے؟ کیا تو میرے ساتھ جنگ کرنا چاہتا ہے جب کہ تو خوب جانتا ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں؟ جان لے کہ رضائے پروردگار میرے ساتھ رہنے میں ہے۔

عمر بن سعد نے کہا: مجھے اپنا گھر برباد ہونے کا ڈر ہے۔

امام نے فرمایا: اسے میں بنا کر دوں گا۔

پسر سعد نے کہا: مجھے اپنے اہل و عیال کا ڈر ہے۔

حضرتؑ نے کچھ نہ کہا اور پلٹ کر جاتے ہوئے فرمایا:

خدا ایسے فرد کو ظاہر کرے جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کر جائے، جبکہ قیامت میں تیری بخشش کی کوئی امید نہیں اور مجھے امید ہے اب عراق کی تھوڑی ہی گندم تیرے نصیب میں لکھی ہے۔

ابن سعد نے طنز کرتے ہوئے کہا: میرے لیے جو ہی کافی ہے۔

کامل التواریخ میں ابن اثیر کا بیان ہے کہ امام حسینؑ اور عمر بن سعد کے درمیان یہ مذاکرہ چار مرتبہ تکرار رہا تب پسر سعد نے عبید اللہ کو یہ خط لکھا تھا۔ [۱۷]

بہر حال شیخ مفیدؒ مزید لکھتے ہیں:

جب ابن زیاد نے اس خط کو پڑھا تو کہنے لگا یہ خط لوگوں کی نسبت خیر خواہی اور دل سوزی کو ظاہر کرتا۔ (یعنی اس میں تحریر کردہ پیش کش کو قبول کرنا چاہتا تھا) اچانک شمر بن ذی الجوشن۔ لعن اللہ علیہ۔ جو اس وقت وہاں موجود تھا گویا ہوا:

کیا حسینؑ کی پیشکش کو قبول کرے گا، جبکہ وہ اب تیری سرزمین پر آچکا ہے؟ بخدا اگر وہ اس سرزمین سے بغیر تیرے ہاتھ میں دیئے چلا گیا تو پھر ایسا قدرت مند ہوجائے گا کہ موجودہ صورتحال کے برخلاف تُو ناتواں نظر آئے گا۔ پس اس پیشکش کو ہرگز قبول نہ کر، کیونکہ یہ (تیری) سستی و کاہلی کی علامت ہے، بلکہ اسے مجبور کر کہ وہ خود اپنے اصحاب کے ہمراہ تیرے آگے گردن جھکا دے، چنانچہ اس وقت سزا دینا تیرا حق اور معاف کردینا تیرے ہاتھ میں ہوگا۔

ابن زیاد نے کہا:

تیرا خیال بہت عمدہ ہونا یہی چاہیے، لہٰذا اب پسرِ سعد کے نام خط لکھ رہا ہوں جسے تو لے کر جائے گا: حسینؑ اپنی پیش کش قبول کروانے کے بجائے ہماری پیشکش پر اپنے اصحاب کے ہمراہ تسلیم ہوجائے پس اگر وہ بات مان لے تو میرے پاس لے آنا اور اگر تسلیم نہ ہو تو جنگ کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں! اور اگر عمر بن سعد حسینؑ کے ساتھ جنگ کرنے پر تیار نہ ہو تو میں تجھے سردارِ کل بناتا ہوں چنانچہ سب سے پہلے عمر بن سعد کا سر میری جانب بھیجنا۔

اُدھر ایک دوسرا خط عمر بن سعد کے نام تحریر کیا:

''میں نے کب اجازت دی تھی کہ حسینؑ کے پاس جا کر کسی قسم کا مصالحہ کرو اور خود کو جنگ سے رُک جانے کی تلقین کرے، اس کی جانب سے عذر تراشی کرے اور میرے اور اسکے درمیان ثالثی کا کردار ادا کرے (یہ تجھے جنگ کرنے بھیجا گیا تھا) دیکھ! اگر حسینؑ اور اسکے اصحاب میرے حکم پر تسلیم نہ ہوں تو انھیں میری جانب بھیج دے اور اگر یہ بھی قبول نہ کریں تو حسینؑ پر حملہ کر کے اسے انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالے، کیونکہ اس کا انجام یہی ہونا چاہیے اور جب حسینؑ قتل کردیا جائے تو اسکے لاشے پر گھوڑے دوڑائے جائیں، کیونکہ وہ سرکش و ستمگر ہے اور میں نہیں سمجھتا اسکے مرنے کے بعد یہ کام نقصان آور ہو، لیکن کیونکہ میں نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا تھا اگر میں نے حسینؑ کو قتل کیا تو اس کی لاش کیساتھ ایسا ہی کروں گا۔ پس اگر تو نے اس دستور پر عمل کیا تو تجھے پیروی اور بہادری کا تمغہ عطا کروں گا اور اگر تجھے یہ شرائط منظور نہ ہوں تو پھر ہم سے اور ہمارے لشکر سے ساتھ اٹھا کر اسے شمر کے حوالے کردے، کیونکہ ہم نے اسے اپنے کاموں کا امیر بنایا ہے۔ والسلام۔''

شمر وہ خط لے کر عمر بن سعد کے پاس آیا جسے پڑھ کر عمر بن سعد نے کہا:

وائے ہو تیرے حال پر آخر تجھے کیا ہوا ہے؟ خدا تجھے میرے اوپر یہ بلا ڈھانے کی وجہ سے ذلیل و خوار کرے، قسم بخدا مجھے گمان ہے تو میری پیشکش کے قبول ہونے میں ضرور مانع

ہوا ہوگا اور جس اصلاح کی ہمیں امید تھی تو نے اسے تباہ کردیا، خدا کی قسم حسینؑ کے آگے جھکنے والو انسان نہیں ہوں، کیونکہ اسکے باپ علیؑ بن ابیطالب کی جان اسکے سینے میں ہے اور یاد رکھ وہ ذلیل وخوار ہونا نہیں جانتا!

شمر نے کہا: مجھے فقط اتنا بتا کیا تو فرمانِ امیر کو انجام دیتے ہوئے اسکے دشمن سے لڑے گا یا نہیں؟ اور اگر جواب منفی ہے تو کنارہ پکڑ اور لشکر میرے حوالے کر!

عمر بن سعد نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ میں امارتِ لشکر دینے کے بجائے یہ سب کام خود انجام دوں گا اور تجھے پیادہ پا لشکر کا سردار بناتا ہوں۔

عمر بن سعد نے نو محرم الحرام بروزِ جمعہ امام حسینؑ سے جنگ کا آغاز کیا۔ اس وقت شمر لشکرِ حسینی کے مقابل کھڑا ہو کر بولا: میرے خواہرزادگان کہاں ہیں؟ (وہ جناب ام البنین کے چار فرزندوں یعنی حضرت امام حسینؑ کے بھائیوں کو پکار رہا تھا کیونکہ ام البنین قبیلہ بنی کلاب سے تھیں اور شمر کا تعلق بھی اسی قبیلے سے تھا لہٰذا بھانجے کہہ کر پکار رہا تھا۔)

جناب عباس اپنے تینوں بھائیوں یعنی جعفر، عبداللہ اور عثمان فرزندانِ علیؑ کے ہمراہ ظاہر ہوئے اور فرمایا: کیا چاہتا ہے؟۔ شمر نے کہا: اے میرے بھانجو میں تمہیں امان دیتا ہوں۔

ان چاروں بھائیوں نے کہا:

تجھ پر اور تیری امان پر خدا کی لعنت ہو، کیا ہمیں امان ہے مگر فرزندِ رسولؐ کیلئے کوئی امان نہیں؟

پھر عمر سعد کی آواز آئی، اے لشکرِ خدا! سوار ہو جا تمہیں بہشت مبارک ہو؟ پھر لشکر تیار ہونے لگا اور غروب کے نزدیک امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب پر حملہ کیا۔ اس وقت امام اپنے خیمے کے باہر تلوار کی ٹیک لگائے سر زانو پر رکھے، آنکھیں بند کیے تشریف فرما تھے کہ بہن نے خروش لشکر کی صدا سنی تو بھائی سے آکر کہا:

اے بھائی! کیا آپؑ شور شرابہ اور دشمن کی خروش کی آواز نہیں سن رہے؟ امام نے سر زانو سے اٹھا کر فرمایا: اے بہن! ابھی ابھی رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھ رہا تھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا:

(اے حسین) تم ہمارے پاس آرہے ہو؟

بہن نے (یہ سن کر) منہ پر تماچہ مارا اور پکار کہا: وائے ہو مجھ پر!

امام نے فرمایا: اے بہن! تم پروائے نہیں، بلکہ صبر کرو، خدا رحم کرے گا۔

جناب عباسؑ نزدیک آئے اور عرض کی آقا لشکر نزدیک آچکا ہے، حضرتؑ نے اپنے مقام کو چھوڑ کر جناب عباسؑ سے فرمایا:

اے بھائی! تم میری جگہ سوار ہو کر جاؤ (یا فرمایا میری جان تجھ پر قربان سوار ہو) اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ اور وہ ہماری جانب کیوں آ رہے ہیں؟

جناب عباس بیس سواروں کے ہمراہ کہ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے دشمن سے نزدیک ہوئے اور فرمایا: تم لوگ کیا چاہتے ہو اور تمہارا کیا ارادہ ہے؟ سپاہیوں نے جواب دیا: حاکم کا دستور ہے یا اس کے آگے تسلیم ہو جاؤ ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے، جناب عباس نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو پھر جلدی نہ کرو بلکہ کچھ دیر ٹھہر جاؤ تاکہ میں تمہارا پیغام حسین بن علیؑ تک پہنچا دوں، انھوں نے کہا: جاؤ اور ہمارے لئے حسینؑ کا جواب لے کر آؤ۔ جناب عباسؑ تنہا امام حسینؑ کی جانب روانہ ہوئے جبکہ زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر دیگر بیس افراد کے ہمراہ اسی مقام پر دشمن کے مقابل ٹھہرے رہے اور انھیں وعظ و نصیحت اور امام حسینؑ سے جنگ نہ کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

ادھر جناب عباسؑ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرتؑ کو دشمن کا پیغام سنایا، حضرتؑ نے فرمایا:

''اگر ممکن ہو تو ان لوگوں سے ایک رات کی مہلت مانگو کیونکہ میں آج کی رات دعا، نماز اور تلاوتِ قرآن میں بسر کرنا چاہتا ہوں اور تمہیں معلوم ہے مجھے نماز، دعا اور تلاوتِ قرآن سے کتنا شغف ہے۔''

پس جناب عباسؑ نے عمر بن سعد کی جانب سے تعینات سردار سے ایک رات کی مہلت طلب کی، وہ عمر بن سعد کے پاس گیا اور واپس آ کر لشکر کو لوٹ جانے کا حکم دیا اور اصحاب سے کہا: پس اگر کل ہمارے آگے تسلیم ہو گئے تو ہم تمہیں عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جائیں گے ورنہ ہم تمہیں چھوڑنے والے نہیں ہیں اور یہ کہہ کر واپس ہوئے۔

غروب تاسوعا

شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں:

امام نے غروب کے وقت اپنے اصحاب کو جمع کیا جس کی روایت امام زین العابدینؑ نقل فرماتے ہیں:

''اگرچہ میں مریض تھا مگر میں نے خود ان لوگوں سے نزدیک گیا تاکہ دیکھ سکوں حضرتؑ کیا فرماتے ہیں، چنانچہ میں نے حضرتؑ کو فرماتے ہوئے سنا:

اثنی علی اللہ أحسن الثناء وأحمده علی السرّاء والضرّاء، اللهم انّی احمدک علی أن کرّمتنا بالنبوّة وعلّمتنا القرآن، وفقّهتنا فی الدین وجعلت لنا أسماعا وأبصارا وأفئدة فاجعلنا من الشاکرین اما بعد فانّی لا أعلم أصحاباً أوفی ولا خیراً من أصحابی، ولا أهل بیت أبرّ ولا أوصل من أهل بیتی، فجزاکم الله عنی خیراً ألا وانّی لأظنّ یومنا من هؤلاء، الا وانّی قد أذنت لکم

فانطلقوا جمیعاً فی حلّ لیس علیکم منّی ذمام ،ھذا اللّیل قد غشیکم فاتّخذوہ جملاً

''خدا کا بہترین شکر بجالاتا ہوں اور اسی کی ہر سختی وراحتی میں حمد کرتا ہوں کہ اس نے ہمیں نبوت کے ذریعے کرامت بخشی ،قرآن کی تعلیم دی ،دین کا علم عطا کیا ،اس نے ہمیں سماعت و بصارت سے نوازا اور کھلے دل عطا کیے اور اس نے ہمیں شکر گزاروں میں قرار دیا۔

اما بعد! بے شک میں اپنے باوفا اصحاب جیسے اصحاب کا سراغ نہیں رکھتا اور ان سے بہتر کا علم نہیں رکھتا ،اسی طرح میں نے اپنے گھر والوں سے زیادہ مہربان اور شائستہ گھرانہ نہیں دیکھا ،خدا میری جانب سے تمہیں بہترین اجر وثواب عطا کرے اور آگاہ ہو جاؤ اب مجھے اس قوم سے مدد و نصرت کی کوئی امید نہیں ۔اے ساتھیو! آگاہ ہو جاؤ میں تم سب کو جانے کی اجازت دیتا ہوں لہذا ہر ایک آزادانہ طور پر جا سکتا ہے، کیونکہ میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھا رہا ہوں چنانچہ اس (رات کی) مہلت کو غنیمت جانتے ۔ہوئے اسے اپنا مرکب قرار دو اور جہاں جانا پسند کرو چلے جاؤ۔'' ۱۸

اگر قارئینِ محترم آل واصحاب امام حسینؑ کا مقائیسہ پیغمبر اسلامؐ علیؑ اور امام حسنؑ سے کریں تو ضرور ملاحظہ کریں گے اصحابِ پیغمبرؐ میں منافقوں اور نامنا سب لوگوں کی بڑی تعداد موجود تھی اور حضرتؑ کے اصحاب میں اشعث بن قیس ،خوارجِ نہروان اور دیگر افراد کی بڑی نفری تھی ۔اسی طرح اصحاب امام حسنؑ میں عبداللہ بن عباس کے علاوہ ان لوگوں کی تعداد جنھوں نے حضرتؑ کے زانو پر خنجر مارا اور لباس و جامہ لوٹ لیا حتی بیویوں میں رسولِ اللہؐ کی بعض ازواج اور امام حسنؑ کی زوجہ جُعدہ بن اشعث کو دیکھنے کے بعد امام حسینؑ کے آل ،ازواج اور اصحاب کو دیکھا جائے کہ جنھوں نے اس پُرخطر سفر میں پھر شبِ عاشورہ ،روزِ عاشورہ حتی بعد از شہادت کس انداز میں وفاداری کا ثبوت دیا، یہاں تک کہ امام حسینؑ کی زوجہ جناب رباب تو ایک سال تک زیرِ آفتاب سوگ میں بیٹھی رہیں اور اسی غم واندوہ میں زندگی سے رخصت لی ۔بنابریں اس تجزیے کے بعد امام حسینؑ کی یہ گفتار (میں نے اپنے اصحاب باوفا جیسے اصحاب کا سراغ نہیں رکھتا) بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔

مگر حضرتؑ کے تمام بھائیوں ،بیٹوں ،بھتیجوں اور جناب عبداللہ بن جعفر کی اولاد نے ایک زبان ہو کر کہا:

''ہم ایسا کیوں کریں گے کیا ہم آپؑ کے بعد زندہ رہنا چاہتے ہیں؟ خدا ہمیں وہ دن ہرگز نہ دکھائے۔''

اس بات کا اظہار کرنے والوں میں سب سے پہلے حضرت عباسؑ تھے پھر یکے بعد دیگرے تمام اہل خاندان نے اسی طرح کے جملات زبان پر جاری کیے۔

امام نے فرمایا: اے اولاد مسلم! تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ مسلم مار دیے گئے، لہٰذا میں تمہیں واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں واپس چلے جاؤ۔

انھوں نے بھی جواب دیا:

"سبحان اللہ! لوگ ہمارے بارے میں کیا کہیں گے؟ یہی کہ ہم نے اپنے بزرگ آقا اور چچا کو جو بہترین چچا تھا، چھوڑ دیا اور ایک تیر بھی انکے دشمن کی جانب نہ پھینکا اور نہ ہی نیزہ کا استعمال کیا اور اپنی تلواریں چھوڑ آئے اور انھیں کیا معلوم کہ ان کی جان پر کیا گزری! نہیں نہیں قسم بخدا ہم ایسا نہیں کریں گے، بلکہ اپنے جان و مال اور اہل وعیال آپؑ پر قربان کردیں گے اور آپؑ کی رکاب میں جنگ کریں گے آپ جہاں جائیں گے ہم ساتھ ساتھ رہیں گے۔ خدا آپؑ کے بعد ہماری زندگیوں کو زشت و پلید بنادے۔"

پھر مسلم بن عوسجہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

"کیا ہم آپؑ کو چھوڑ جائیں؟ لیکن اتنا بتائیے کہ ہمارے پاس بارگاہِ ایزدی میں لے جانے کیلئے کیا عذر ہے؟ اے حسینؑ! جان لیں قسم بخدا آپؑ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپؑ کے دشمنوں کے سینوں میں نیزے نہ مادلوں اور یہ تلوار جو میرے ہاتھ میں ہے اسے ان پر نہ چلاؤں اور اگر ہتھیار چھن گئے تو پھر پتھروں سے حملہ کروں گا تاکہ خدا دیکھ لے کہ ہم نے اسکے پیغمبرؐ کی حرمت کا کیسے پاس رکھا۔ ۱۹ قسم بخدا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مار دیا جاؤں گا پھر زندہ کر کے جلایا جاؤں گا اور پھر زندہ کر کے (مجھے دوبارہ جلایا جائے گا اور) میری راکھ ہوا کے سپرد کردی جائے گی اور یہی کام ستر مرتبہ دھرایا جائے تب بھی آپؑ کی نصرت سے باز نہیں آؤں گا اور میں ایسا کیوں نہ کروں جبکہ موت کا ایک ہی مرحلہ ہے، لیکن اسکے بعد ملنے والی کرامتیں بے پایاں ہیں۔"

پھر زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"قسم بخدا! میں یہ چاہتا ہوں کہ قتل ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں یہاں تک کہ یہ عمل ہزار مرتبہ دھرایا جائے مگر خدا میرے اس حال کی وجہ سے آپؑ اور آپؑ کے خاندان کو بچالے۔"

اسی طرح دیگر اصحاب نے بھی پے در پے ایسی گفتگو کی جو اپنی پائیداری و فداکاری کی نشانی تھی، پھر امام نے ان سب کا شکریہ ادا کیا اور خدا سے ان کے اجر وثواب کا سوال کرتے ہوئے اپنے خیمے کی جانب تشریف لے گئے۔

بقول محدث قمیؒ سچ ہے کہ یہ اولیاء الٰہی ان دو بیتوں کو اپنا زبان حال قرار دے چکے تھے:

شاهاں اربه عرش رسانم سر بر فضل　　　مملوک این جنابم و محتاج این درم

گر بر کنم دل از تو بر دارم از تو مهر
این مهر بر که افکنم این دل کجا برم

کتاب لہوف میں نقل ہے، اسی دوران محمد بن بشیر حضرمی نامی امام حسینؑ کے ایک صحابی کو اطلاع دی گئی کہ ان کا بیٹا ''رے'' کی سرحد پر گرفتار کرلیا گیا ہے، انھیں سخت پریشانی لاحق ہوئی اور حضرتؑ سے کہا:

میرے لئے یہ انتہائی سخت ہے کہ وہ میری زندگی میں اسیر رہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: تم میری بیعت سے آزاد ہو، لہٰذا جا کر اس کی آزادی کا سامان کرو۔

انھوں نے کہا:

لا واللہ لا افعل ذالک أکلتنی السباع حیاً ان فارقتک ''قسم خدا کی میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا صحرائی درندے زندہ زندہ مجھے کھائیں اگر میں تم سے ہاتھ اٹھاؤں۔''

امام نے جواب سن کر پانچ عدد جامہ جن کی قیمت ایک ہزار درہم تھی انھیں دیتے ہوئے فرمایا:

پس ان لباسوں کو اپنے دوسرے بیٹے کے حوالے کرو تا کہ وہ اس کی رہائی کے اسباب فراہم کرے۔

بعض روایات میں آیا ہے، جب امام نے اصحاب کی صفا و اخلاص اور وفاداری و ایثار کو ملاحظہ کیا تو فرمایا:

''کل میں اور آپ سب مار دیئے جائیں گے اور میرے علی (زین العابدین) کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہے گا۔''

اصحاب نے یہ سن کر اس عظیم الٰہی فیض درک کی خاطر خدا کی حمد و سپاس ادا کی، چنانچہ امام نے اعجاز سے حجاب ہٹا کر جنت میں موجود ان سب کے مقامات دکھائے اسی طرح انھیں مستقبل کی خبروں سے آگاہ فرمایا۔ [20]

شب عاشورا؛ امام اور اصحاب امام کی آخری رات

خدا جانتا ہے وہ رات اہل بیتِ رسولؐ اور حرم حضرتؑ کے پاسداروں پر کسی گزری اور وہ پُر خطر رات جس کے بارے میں شیخ مفیدؒ امام زین العابدین سے نقل کرتے ہیں:

''میں اس رات کہ جسکے دوسرے روز میرے پدر گرامی شہید کردیئے گئے اپنے خیمے میں بیٹھا تھا اور میری پھوپھی اماں جناب زینبؑ میری تیمارداری کررہی تھیں اس وقت میرے بابا حسین بن علیؑ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے جہاں جوین غلام ابوذر حضرتؑ کی تلوار کو صیقل دے رہے تھے اور وہاں دنیا کی بے وفائی پر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

یا دھر اف لک من خلیل — کم لک بالاشراق و الاصیل
من صاحب او طالبٍ قتیل — و الدھر لا یقنع بالبدیل
و انّما الامر الی الجلیل — و کلّ حیٍّ سالکٌ سبیلی

فارسی میں ان اشعار کا ترجمہ یوں نقل کیا ہے:

اف بہ تو ای روزگار یار ستمگر — چند بہ صبح و پسین چہ گرگ تناور
بر کنی از یار و دوست افسر و ھمسر — نیست قناعت تو را بہ اندک و کمتر
کار ھمانا است سوی حضرت داور — ھر کہ بود زندہ راہ من رود آخر

حضرتؑ جب ان اشعار کو دو یا تین بار تکرار کر چکے تب میں متوجہ ہوا حضرتؑ کیا فرما رہے ہیں، چنانچہ گریہ گلوگیر ہوا لیکن میں گریہ روکا اور خاموش ہوگیا، مگر میری پھوپھی جو میری مانند وہ اشعار سن رہی تھیں خاتون ہونے کی وجہ سے اور خواتین کا دل نازک اور نرم ہوتا ہے نہ رہ سکیں اور بے تابانہ اسی سر برہنہ حالت میں اپنی جگہ سے اُٹھی اور حضرتؑ کی جانب دوڑیں اور فرمایا:

واثکلاه لیت الموت أعدمنی الحیاة ،الیوم ماتت امیّ فاطمة وأبی علیّ وأخی الحسنؑ یاخلیفة الماضین وثمال الباقین ''اے کاش مجھے موت آ گئی ہوتی آج (ایسا) دن ہے کہ نہ میری ماں فاطمہؑ اور نہ میرے بابا علیؑ اور نہ ہی میرے بھائی حسن زندہ ہیں۔ اے مرنے والوں کے باز ماندگان، اے باز ماندگان کے دادرس۔''

امام نے کی جانب دیکھ کر فرمایا:

اے بہن! شیطان تم سے شکیبائی و صبر نہ چھین لے (یہ فرما کر) حضرتؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا:

لو ترِک القطا لَنام ''اگر مرغ قطا کو اسکے آشیانے میں چھوڑ دیا جاتا تو وہ (آسودہ خاطر ہوکر) سو جاتا۔''

پھوپھی زینبؑ نے فرمایا: وائے ہو میرے حال پر آپ ناچاری سے خود کو موت کے سپرد کر رہا ہے یہ میرے دل کو زیادہ دکھاتی ہے اور مجھ پر زیادہ سخت ہے۔ (یہ فرما کر) اپنے منہ پر طمانچہ مارا اور گریہ کرتے ہوئے گریباں چاک کیا اور زمین پر گر کر بے ہوش ہوگئیں۔ امام نے پانی کی چھینٹوں سے ہوش دلایا اور فرمایا:

ایھا یا اختاہ اتّقی اللہ وتعزّی بعزاء اللہ، واعلمی انّ أھل الأرض یموتون وأھل السماء لایبقون، وانّ کلّ شیء ھالک الاّ وجھہ اللہ الّذی خلق الخلق بقدرتہ، ویبعث الخلق ویعیدھم، وھو فرد وحدہ، جدّی خیر منّی، وأبی خیر منّی وامّی خیر منّی، وأخی خیر منّی، ولی ولکلّ مسلم برسول اللہ (ص) أسوة فعزّاھا بھذا ونحوہ، وقال لھا: یااخیّة انّی اقسمت علیک فابرّی قسمی، لاتشقّی علیّ جیباً، ولا تخمشی علیّ وجھاً، ولاتدعی علیّ بالویل والثبور اذاأناھلکت

اے بہن! خود کو سنبھالا و، آرام رہو، تقویٰ اور پرہیز گاری کو ساتھ رکھو اور خدا نے جس صبر و شکیبائی کو تمہارے لئے قرار دیا ہے اس پر بردباری سے کام لو۔

اے بہن! تمام اہل زمین کو بالآخر مرنا ہے اور اہل سماء کو بھی باقی نہیں رہنا اور بے شک سب ہلاک

ہو جائیں مگر اس خدا کو بقاء ہے جس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا، وہی لوگوں کو اٹھائے گا اور وہی دوبارہ پلٹائے گا اور بے شک وہی وحدہ لاشریک اور بے مثل و بے ہمتا ہے۔

اے بہن! میرے جد رسول اللہؐ مجھ سے بہتر تھے، میرے بابا علیؑ مجھ سے افضل، میری ماں فاطمہؑ مجھ سے اعلیٰ وارفع اور میری بھائی (حسنؑ) مجھ سے اچھے تھے (مگر یہ سب دنیا سے چلے گئے) میرے اور تمام مسلمانوں کیلئے رسول اللہؐ کی ذات کو نمونہ عمل ہونا چاہیے اور انہی الفاظ سے اپنی بہن کو تسلی دیتے رہے اور فرمایا:

''اے بہن! تمہیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک بات پر عمل کرنا! دیکھ میرے قتل کے بعد نہ اپنا گریبان چاک کرنا اور نہ ہی منہ پر طمانچہ مارنا اور نہ ہی اپنے لئے ویل (وائے) اور ثبور (ہلاکت) کو طلب کرنا (یعنی دیگر عرب خواتین کی طرح واویلا اور واثبورا نہ کہنا)۔''

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

''اس کے بعد میرے بابا پھوپھی اماں کو میرے خیمے میں لے کر آئے اور انھیں میرے پاس بٹھا دیا پھر اپنے اصحاب کے پاس جا کر فرمایا: اپنے خیموں کو ایک دوسرے کے خیموں سے نزدیک کر لو اور طنابوں کو اس طرح پیچیدہ کر لو کہ حملہ کے وقت ایک ساتھ جواب دے سکو اور خیموں کو اس طرح نصب کر دو کہ دشمن کے دائیں بائیں اور مقابل قرار پاؤ اور دشمن کیلئے فقط راہ رہ جائے یہ فرما کر حضرتؑ اپنے خیمے میں تشریف لے گئے اور تمام رات نماز، دعا اور استغفار میں مشغول رہے اور اسی طرح آپؑ کے اصحاب باوفا بھی عبادت میں مصروف رہے۔''

ضحاک بن عبداللہ کا بیان ہے:

''اس رات عمر بن سعد کی جانب سے چند سوار مامور تھے کہ وہ ہم سے باخبر رہیں، چنانچہ ان میں سے ایک کا امام کے خیمے سے گزر ہوا تو اس نے حضرتؑ کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴾ ''اور خبردار یہ کفار یہ نہ سمجھیں کہ ہم جس قدر راحت و آرام دے رہے ہیں وہ ان کے حق میں بھلائی ہے، ہم تو صرف اس لیئے دے رہے ہیں کہ جتنا گناہ کر سکیں کر لیں ورنہ ان کیلئے رسوا کن عذاب ہے۔ (آل عمران ۱۷۸)

اس سوار نے مزاح کرتے ہوئے کہا: خدائے کعبہ کی قسم ہم نیک و پرہیزگار لوگ ہیں جو تم سے جدا ہو گئے ہیں۔

بریر بن خضیر نے اس سے کہا: اے فاسق (نابکار)! خدا تجھے نیک لوگوں میں قرار دے؟

وہ (انتہائی بے شرمی سے) بولا: تو کون ہے؟

بریر نے کہا: میں بریر بن خضیر ہوں۔

بہر حال ایک دوسرے کو دشنام دے کر جدا ہو گئے۔

امالی شیخ صدوق میں نقل ہوا ہے:

''حضرتؑ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے تمام خیموں کے گرد خندق کھود کر اس میں ایندھن جمع کریں، تا کہ وقت ضرورت اسے جلایا جاسکے اور اس طرح دشمن آسانی سے نزدیک نہ ہونے پائے۔''

ایک اور روایت جو اس کے بعد آئے گی واضح ہوتی ہے کہ روز عاشورا جب امام حسینؑ اپنے اصحاب کے ہمراہ جنگ میں مصروف تھے امام کے دستور کے مطابق ایندھن کو جلا دیا گیا تا کہ ان کے ذہن بچوں اور روں کی جانب سے مطمئن رہیں۔ اسی روایت سے ان چھوٹے چھوٹے بچوں اور مستوروں کی پیاس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو تشنگی اور بھوک کی شدت میں خیموں کے گرد جلنے والی اس آگ نے چند برابر اضافہ کر دیا ہوگا جسے محتشم کاشانی نے یوں نظم کیا ہے:

زان تشنگان هنوز به عیّوق می رسد　　فریادالعطش زبیابان کربلا

''کربلا کے بیابان سے ان تشنہ دھانوں کی صدائے العطش اب تک آ رہی ہے۔''

ایک اور روایت کے مطابق:

وبات الحسین واصحابه تلک اللیلة ولهم دویّ کدویّ النحل مابین راکع وساجدو قائم وقاعد

''امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب نے یہ رات اس طرح گزاری کہ خیموں سے دعا، نماز، تلاوت قرآن کی آوازیں آ رہی تھیں اور کوئی حالتِ رکوع میں تھا تو کوئی قیام وقعود میں اور مناجات کرنے والے مختلف آوازیں کانوں سے ایسے ٹکرا رہی تھیں گویا یہاں زنبورِ عسل کا گھر ہو۔'' [۲۱]

امام نے خواب دیکھا

ابن آشوب وغیرہ نے نقل کیا ہے، ہنگام سحر حضرتؑ کو معمولی نیند آئی تو آپؑ نے بیدار ہو کر فرمایا:

کیا تم لوگ جانتے ہو میں نے کیا خواب دیکھا؟

عرض کیا! اے فرزند رسولؐ آپؑ ہی بتائیں کیا دیکھا ہے؟

امام نے فرمایا:

میں نے دیکھا کہ کتوں نے مجھ پر حملہ کیا اور ان میں سے ہر ایک مجھے زخمی کرنا چاہتا ہے، مگر ان میں سے ایک کتا ابلق و چتکبرا ہے جس کے حملے دیگر کتوں سے زیادہ سخت ہیں۔ مجھے گمان ہے کہ ان

لوگوں میں سے جو میرے قتل کا مرتکب ہوگا وہ شخص برص کے داغ رکھتا ہے، پھر مزید خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اسکے بعد نانا رسول خدا کو ان کے چند اصحاب کے ہمراہ دیکھا جو فرمار ہے تھے: اے میرے بیٹے! تُو شہید آل محمدؐ ہے، اہل آسمان اور ملکوت اعلیٰ کے باسی وہاں تیری آمد پر خوشحال ہیں اور شب آئندہ تو میرے پاس افطار کرے گا، جلدی کر اور دیکھ یہ فرشتۂ الٰہی تیرے خون کو جمع کرنے کیلئے آیا ہے۔

پھر امام نے فرمایا:

یہ تھا وہ خواب جو میں نے دیکھا ہے، لہٰذا اب قصہ تمام ہو رہا ہے اور ہمارا کوچ نزدیک ہو چکا ہے اور اب اس میں کوئی تردید نہیں ہونا چاہیے۔ ۲۲

امام حسینؑ سے چند افراد کا ملحق ہونا

کتاب لہوف، عقد الفرید اور تاریخ یعقوبی وغیرہ سے نقل ہوا ہے، شب عاشورا جب جنگ ہونا قطعی ہو گیا بائیس یا تیس افراد لشکرِ عمر بن سعد کو چھوڑ کر امام کے ساتھ ملحق ہوئے۔ واللہ اعلم۔ ۲۳ بعض روایات میں آیا ہے، شب عاشورا اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے اور آپؑ نے تمام خیموں کے گرد گشت فرمایا اور وہاں کی ناہموار زمین کو خوب اچھی طرح ملاحظہ فرمایا کہ کہیں دشمن نے کمین گاہ نہ بنا رکھی ہو۔ ۲۴

حواشی وحوالہ جات

۳۔ [حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۱۰۶]

۴۔ [بعض روایت میں ہے: عبید اللہ نے نو ہزار کا لشکر دے کر عمر بن سعد کو کربلا روانہ کیا۔]

۵۔ [مقتل ابی مخنف ص ۱۸۳، ارشاد شیخ مفید (مترجم) ج ۲ ص ۸۶]

۶۔ [ارشاد مفید میں عزرۃ کی بجائے عروۃ ذکر ہوا ہے لیکن دوسرے تواریخ میں عزرۃ ہے۔]

۷۔ [حیاۃ الامام حسینؑ ج ۳ ص ۱۷، نفس المھموم ص ۱۰۸ کا حاشیہ]

۸۔ [حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۱۱۸]

۹۔ [یہ اقوال مختلف ساتھ حیاۃ الامام الحسین ج ۳ ص ۱۲۰ پر موجود ہیں۔]

۱۱۔ [مروج الذھب ج ۲ ص ۹۰]

۱۲۔ [البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۱۹۸]

۱۳۔ کتاب اثبات الوصیۃ ص ۱۲۶، تہران سنگی میں روایت نقل ہے: خداوند متعال نے حضرت آدمؑ کی خلقت سے قیامت تک اپنے دین کی حفاظت ہزار افراد کے وسیلے سے کی ہے جب تفصیل دریافت کی گئی تو امام نے فرمایا تین سو تیرہ اصحاب حضرت طالوت تین سو تیرہ بدر کے مجاہد، تین سو تیرہ اصحاب حضرت قائم آل محمدؑ اور باقی اکسٹھ افراد اصحاب امام حسینؑ تھے جو امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے چنانچہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کے اعوان وانصار کی تعداد اکسٹھ افراد پر مشتمل تھی۔ واللہ اعلم۔

۱۴۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۶ سے نقل شدہ اس روایت کے الفاظ میں اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ مذکورہ بالا عبارت مقتل خوارزمی اور انساب الاشراف سے نقل کی گئی ہے۔]

۱۵۔ [ارشاد مفید، مترجم ج ۲ ص ۸۹]

۱۶۔ [کامل التواریخ، ابن اثیر ج ۴ ص ۵۴]

۱۷۔ [کامل التواریخ ج ۴ ص ۵۵]

۱۸۔ [بعض روایات میں آیا ہے کہ امامؑ نے اسی خطاب میں **فجزاکم اللہ عنی خیراً** کے جملے کے بعد فرمایا: "**و قد اخبرنی جدّی رسول اللہ بانّی سأساق الی العراق فأنزل أرضاً یقال له: عمورا و کربلا وفیها استشهد وقد قرب الموعد. الا و انّی أظنّ یوما من هؤلاء الاعداء غداً وانّی قد أذنت لکم فانطلقوا جمیعاً فی حلّ لیس علیکم منی ذمام، وهذا اللیل قد غشیکم فاتخذوه جملاً، ولیأخذ کلّ رجل منکم بید رجل من أهل بیتی، فجزاکم الله جمیعاً خیراً! وتفرّقوا فی سوادکم و مدائنکم فانّ القوم انّما یطلبوننی ولو اصابونی لذهلوا عن طلب غیری**" مقتل مقرم ص ۲۱۳]

۱۹۔ [بعض روایات میں یہاں سے زہیر بن قین کے جملات تک کی گفتگو سعید بن عبداللہ حنفی سے منسوب کی گئی ہے، حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۴ ص ۱۶۸ مقتل مقرم ص ۲۱۳ اور مقتل مقرم میں اس روایت کو شیخ مفید کی نقل کردہ روایت کے ذیل

میں نقل کیا ہے اگرچہ احتمال ہے کہ شیخ مفیدؒ کی کتاب ارشاد سے یہ نسخہ لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم]

۴۰ [مقتل مقرم ص ۲۱۵ ترجمہ نفس المہموم ص ۱۱۶، ۱۱۷]

۴۱ [بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۹۴]

۴۲ [بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳ مقتل مقرم ص ۲۲۰]

۴۳ [بحار الانوار، نفس المہموم، مقتل مقرم]

۴۴ [مقتل مقرم ص ۲۱۸]

چودھواں باب

امام کے اصحاب وانصار کی شہادت

تاریخ اسلام میں خاندان پیغمبرؐ اور اس مظلوم گھرانے کے شیعوں پر امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کی شہادتوں کے روز سے بڑھ کر کوئی اور اندوہ اور مصیبت نہیں گزرا، چنانچہ مورخین میں سے کسی ایک کا قول ہے:

"بتحقیق شہادت امام حسینؑ سے زیادہ کوئی برا کام نہیں ہوا" [1]

امام زین العابدینؑ سے نقل ہوا ہے، ایک روز جب آپؑ کی نگاہ جناب عباسؑ کے فرزند عبیداللہ پر پڑی تو گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

مامن یوم اشدّعلی رسول الله (ص)من یوم احد،قتل فیه عمّه حمزةبن عبدالمطلب اسد الله و اسد رسوله،وبعده یوم مؤتة قتل فیه ابن عمّه جعفربن ابیطالب ثم قال:ولایوم کیوم الحسین (ع) ازدلف الیه ثلاثون الف رجل یزعمون انّهم من هذه الامّة،کلّ یتقرّب الی الله عزوجل بدمه و هو بالله یذکره فلایتّعظون،حتی قتلوه بغیاًوظلماًوعدواناً ثمّ قال :رحم الله العباس فلقد آثروأبلی و فدی أخاه بنفسه حتی قطعت یداه ،فابدل الله عزّوجلّ بهماجناحین یطیربهامع الملائکة فی الجنّة کماجعل لجعفربن ابی طالب علیه السلام وانّ لعباس عندالله عزّوجلّ منزلة یغبطه بهاجمیع الشهداء یوم القیامة [2]

"رسول اللہؐ پر روز احد سے زیادہ سخت دن کوئی نہ تھا جب آپؐ کے چچا جناب حمزہ عبدالمطلب جو شیر خدا و رسول تھے ہوئے پھر ایک سخت دن جنگ موتہ کا تھا جس میں آپؐ کے چچا زاد بھائی جناب جعفر طیار بن ابوطالب شہید ہوئے۔

پھر امام نے فرمایا:

(مگر) روز حسینؑ سے بڑھ کر کوئی دن نہیں جب تیس ہزار لوگ جو خود کو اس امت کا فرد شمار کرتے تھے اور اس مظلوم کی جانب حملہ آور تھے اور (تعجب یہ کہ) ہر ایک خون حسینؑ بہا کر تقرب الٰہی

حاصل کرنا چاہتا تھا، جبکہ امام تھے کہ انھیں خدا یاد دلا رہے تھے، لیکن وہ لوگ حضرتؑ سے بے اعتنا تھے یہاں تک کہ اس مظلوم امام پر ستم ڈھاتے ہوئے انھیں دشمنی کی وجہ سے مار دیا۔

پھر فرمایا:

خدا کی رحمت ہو حضرت عباسؑ پر جنھوں نے ایثار، وفاداری اور استقامت کا ثبوت دیا اور اپنی جان بھائی پر قربان کر دی یہاں تک کہ دو ہاتھ قلم ہو گئے تو خدا نے ان ہاتھوں کے عوض جناب جعفر طیار کی مانند انھیں دو پر عطا کیے تا کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کر سکیں اور بے شک خدا کے نزدیک جناب عباس کا ایسا مقام ہے جس پر تمام شہداء رشک کریں گے۔"

حدیث میں ہے، عبداللہ بن سنان روز عاشورا امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا امام کے چہرۂ اقدس پر اشکوں کے آثار ظاہر ہیں اور غم واندوہ کی حالت میں تشریف فرما ہیں۔ اس نے سبب گریہ دریافت کیا تو امام نے فرمایا: کیا تمھیں خبر ہے آج کے دن امام حسینؑ کو قتل کر دیا گیا۔ پھر اسے دستور دیا آج کا دن غم واندوہ کی حالت میں گزارے اور اس روز کو روزِ مصیبت قرار دے۔ [۳]

امالی شیخ مفیدؒ میں امام علی رضاؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

انّ یوم الحسین اقرح جفوننا و أسبل دموعنا ، و اذلّ عزیزنا بأرض کرب وبلاء ، اورثنا الکرب والبلاء الی یوم الانقضاء فعلی مثل الحسین فلیبک الباکون ، فانّ البکاء علیه یحطّ الذنوب العظام " " ثم قال (ع) : کان أبی اذا دخل شهر المحرّم لا یری ضاحکاً و کانت الکآبة تغلب علیه حتی یمضی منه عشرة ایام ، فاذا کان یوم العاشر کان ذلک الیوم یوم مصیبته و حزنه و بکائه ویقول : هو الیوم الّذی قتل فیه الحسین (ع)

"بتحقیق شہادت امام حسینؑ نے ہماری آنکھیں مجروح کر ڈالیں، ہمارے آنسو جاری کر دیے، ہمارے عزیزوں کو اس بیابانِ کربلا میں بے یار و مددگار کر دیا اور ہمارے لیے قیامت تک کیلئے غم واندوہ چھوڑ گئی پس حسینؑ جیسے وجود پر رویا جائے کیونکہ حسینؑ پر رونا بڑے گناہوں کو دھو دیتا ہے۔

پھر فرمایا:

میرے والد گرامی کا انداز یہ تھا کہ جوں ہی ماہ محرم شروع ہوتا کوئی انھیں خوش وخنداں نہیں دیکھتا تھا اور حضرتؑ کے چہرے سے مصائب ودکھ کے آثار عیاں رہتے اور جب روزِ عاشورا آتا تو مسلسل گریہ کناں رہتے اور فرماتے یہی وہ روز ہے جب حسینؑ کو شہید کیا گیا۔" [۴]

مالی شیخ صدوقؒ اور عیون اخبار رضا میں ریان بن شبیب روایت کرتے ہیں:

"میں ماہ محرم کی پہلی تاریخ کو امام علی رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت نے فرمایا: اے شبیب

! کیا تم روزے سے ہو؟ عرض کی: نہیں۔ پھر امام نے روزِ عاشورا اور اس روز امام حسینؑ پر آنے والی جانکاہ مصیبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

یاابن شبیب انَ المحرّم ھو الشھر الّذی کان أھل الجاھلیّة فیمامضی یحرّمون فیه الظلم و القتال لحرمته فماعرفت ھذه الامّة حرمتشھرھا ولاحرمة نبیّھا،لقدقتلوافی ھذاالشھر ذرّیته،وسبوانساء ه، وانتھبوا ثقله فلاغفر اللّٰہلھم ذلک أبداً.یاابن شبیب ان کنت باکیا:لشیء فابک للحسین بن علیّ بن أبیطالب (ع)فانّه ذبح کمایذبح الکبش،وقتل معه من أھل بیته ثمانیة عشررجلاً،مالھم فی الأرض شبیھون،ولقدبکت السّماوات السبع والأرضون لقتله،ولقدنزل الی الأرض من الملائکة أربعةآلاف لنصره ،فوجدوه قد قتل،فھم عندقبره شُعث غُبر الی أن یقوم القائم،فیکونون من أنصاره ،وشعارھم "یالثارات الحسین .یاابن شبیب لقدحدّثنی أبی،عن أبیه، عن جدّه أنّه لمّا قتل جدّی الحسین أمطرت السماء دماًوتراباًأحمر،یاابن شبیب ان بکیت علی الحسین حتّی تصیر دموعک علی خدّیک غفر اللّٰہلک کلّ ذنب أذنبته صغیرا کان أوکبیراً،قلیلاًکان أو کثیراً.یاابن شبیب ان سرّک أن تلقی اللّٰہ عزّوجلّ ولاذنب علیک ،فزُر الحسین (ع)،یاابن شبیب ان سرّک أن تسکن الغرف المبنیّةفی الجنّة مع النبیّ صلّی اللّٰہعلیه وآله فالعن قتلة الحسین.یاابن شبیب ان سرّک أن یکون لک من الثواب مثل مالمن استشھدع الحسین فقل متی ماذکرته "یالیتنی کنت معھم فأفوزفوزاًعظیماً.یاابن شبیب ان سرّک ان تکون معنافی الدرجات العُلی من الجنان ،فاحزن لحزننا،وافرح لفرحنا،وعلیک بولایتنا فلوأنَّ رجلاتولّی حجراًلحشره اللّٰہمعه یوم القیامة ۵

اے پسرِ شبیب! ماہِ محرم کا زمانۂ جاہلیت میں اتنا احترام تھا کہ ماضی میں لوگ اس ماہ میں جنگ و ستم کو حرام جانتے تھے، مگر اس امت نے تو اس مہینے کا احترام باقی رکھا اور نہ ہی حرمتِ رسول کا پاس، انھوں نے اولادِ رسول کو قتل کیا، ان کی خواتین کو اسیر بنایا اور مال و منال کو لوٹ لیا، خدا انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

اے فرزندِ شبیب! اگر کبھی گریہ کرنا چاہو تو حسینؑ بن علیؑ پر گریہ کرنا، کیونکہ بے شک وہ گوسفندوں کی مانند ذبح کردیئے گئے ۶ اور ان کے ساتھ ان ہی کے خاندان کے اٹھارہ ایسے مرد مار دیئے گئے جن کی دنیا میں کوئی مثال نہ تھی اور جن کی شہادت پر ساتوں آسمانوں اور زمینوں نے گریہ کیا اور چار ہزار فرشتے ان کی نصرت کیلئے نازل ہوئے مگر پھر بھی انھیں مار دیا گیا اور اسی لیے وہ (فرشتے)

---

۶ بعض نے کہا ہے حضرتؑ کی یہ تشبیہ شاید اس لیے تھی کہ روزانہ ہزاروں گوسفند ذبح کر دیئے جاتے ہیں اور یہ کام لوگوں کیلئے اتنا معمولی ہوتا ہے کہ کسی کو بالکل گھبراہٹ اور پریشانی لاحق نہیں ہوتی اسی طرح امام حسینؑ کو بھی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے قتل کر دیا گیا گویا ان کیلئے یہ کام بہت ہی معمولی تھا۔

تا قیام قائم پریشان بالوں کے ساتھ گرد آلود کیفیت میں قبر حسینؑ پر بیٹھے رہیں گے، تا کہ حضرت قائم کی مدد کریں ان کا نعرہ "یالثارات الحسین" ہوگا۔ ۷

اے پسر شبیب! میرے والد نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ جب میرے جد حسین بن علیؑ شہید کیے گئے تو آسمان نے خونِ سرخ خاک گریہ کیا اور اے پسرِ شبیب! اگر حسینؑ پر گریہ کروگے تو یاد رکھو جب تک چہرے پر آنسو رہیں گے خدا تیرے ہر چھوٹے بڑے اور کم و زیاد تمام گناہ بخش دے گا۔

اے پسر شبیب! اگر چاہتے ہو خدا سے ملاقات کیلئے اس حالت میں جاؤ کہ تمہارے تمام گناہ معاف ہو چکے ہوں تو حسینؑ کی زیارت کرو۔ اے پسرِ شبیب! اگر چاہتے ہو کہ جنت میں رسول خداؐ کے پڑوس میں تمہارا گھر ہو تو حسینؑ کے قاتلوں پر لعنت بھیجو۔

اے پسرِ شبیب! چاہتے ہو کہ حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے والوں کا اجر و ثواب تمہیں بھی نصیب ہو تو زبان پر یہ فقرہ دھرایا کرو: یالیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیماً

اے پسرِ شبیب! اگر ہمارے ساتھ جنت کے اعلیٰ مقامات میں رہنا چاہتے ہو تو ہمارے غم میں محزون اور ہماری خوشی میں خوشحال رہو اور دیکھو! ہماری ولایت و محبت کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دینا، کیونکہ اگر کوئی پتھر کو بھی چاہتا ہوگا تو بخدا قیامت میں اسی کے ساتھ اسے محشور کرے گا۔

اس جرم کی ننگ آفرینی کیلئے یہی کافی ہے کہ جس جس کا اس ہولناک حادثے میں ہاتھ آلود تھا وہ منہ چھپائے پھر رہا تھا اور اپنے کیے کا بوجھ دوسرے کی گردن پر ڈال رہا تھا، یہاں تک کہ پوری تاریخ بنی امیہ کے نمک خوار و وفاداران کے ہر جرم کو لباس توجیہ پہنا دیتے ہیں، مگر اس مسئلے میں اتنی جرأت نہ رکھ پائے کہ قتل حسینؑ کی نسبت یزید بن معاویہ کی جانب دیں، بلکہ اسے خون سے بچانے کیلئے عبیداللہ ابن زیاد کی گردن پر بوجھ ڈال دیتے ہیں۔

لشکر کی صف آرائی

امام حسینؑ نے نماز صبح کے بعد اپنی مختصر فوج سے خطاب فرمایا اور انھیں دشمن کے مقابل صبر و استقامت کی تلقین کی پھر اپنے لشکر کی یوں صف آرائی فرمائی کہ زہیر بن قین کو میمنہ، حبیب ابن مظاہر کو میسرہ کا امیر بنایا اور سردارِ کل ابوالفضل العباسؑ کی منتخب فرمایا جیسا کہ اہل تاریخ میں مشہور ہے اور گذشتہ صفحات پر بھی اس کی جانب بھی اشارہ کیا گیا، حضرتؑ کے اعوان و انصار کی تعداد بہتر تھی جن میں سے بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ ۸

۸ مندرجہ تعداد ارشاد شیخ مفید، اعلام الوریٰ، روضۃ الواعظین، تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، اخبار الدول قرمانی اور اخبار

عمر بن سعد نے بھی اپنے لشکر کی صف آرائی شروع کی جن کی تعداد بنا بر مشہور تیس ہزار تھی اور اپنے لشکر کیلئے میمنہ اور میسرہ کا تعین کیا، شیخ مفید اور دوسروں کے بقول لشکر کے میمنہ کو امیر عمرو بن حجاج اور میسرہ شمر بن ذی الجوشن کے سپرد کیا اور عروۃ بن قیس کو سوارِ لشکر کا سردار اور شبث بن ربعی کو پیادہ لشکر کا سالار مقرر کیا جبکہ پرچمِ جنگ اپنے غلام درید کے سپرد کیا۔

حضرت امام زین العابدینؑ سے حدیث نقل ہے آپؑ نے فرمایا:

جب صبحِ عاشورا دشمن کا لشکر امام حسینؑ کے مقابل آیا تو آپؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

اللّٰهم أنت ثقتي في كلّ كرب وأنت رجائي في كلّ شدّة، وانت لي في كلّ أمر نزل بي ثقة وعدّة، كم من همّ يضعف فيه الفؤاد، وتقل فيه الحيلة، ويخذل فيه الصديق، ويشمت فيه العدوّ أنزلته بك وشكوته اليك رغبة مني اليك عمّن سواك ففرّجته عنّي و كشفته، فأنت وليّ كلّ نعمة، وصاحب كلّ حسنة و منتهى كلّ رغبة

"بارالٰہا! تو ہی ہر غم واندوہ میں میرا سہارا ہے اور ہر سختی میں میری امید تجھ سے وابستہ ہے، تو ہر پیش آنے والی مشکل میں ڈھارس اور میرے لئے ساز و سامان فراہم کرنے والا ہے، کیونکہ کتنے ہی غم و آلام ہیں جن کی وجہ سے دل مرجاتے ہیں، راہ و چارہ گم ہو جاتا ہے، دوست و مددگار نا کام ہو جاتے ہیں اور دشمن شاد و خنداں نظر آتا ہے، لہٰذا میں اپنی اس مشکل کو تیری بارگاہ میں لایا ہوں اور اس کی شکایت تجھ سے کر رہا ہوں، کیونکہ مجھے تیرے علاوہ کسی سے کوئی توقع نہیں اور تو نے (گذشتہ) ان غموں کو مجھ سے دور کر کے مجھے گشائش عطا کی، چنانچہ تو ہی ہر نعمت کا صاحبِ اختیار، ہر نیکی کا مالک اور ہر آرزو و امید کی انتہا ہے۔"

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

"اس وقت دشمن نزدیک آ چکا تھا اور خیامِ حسینی کا گھیراؤ کرنے لگا، انھوں نے خندق اور اس میں روشن آتش کو دیکھا تو شمر بن ذی الجوشن نے بلند آواز میں کہا: اے حسینؑ! قیامت کی آگ سے پہلے آگ جلا دی؟

امام نے پوچھا: یہ کون ہے؟

پھر خود ہی جواب دیا: شاید شمر بن ذی الجوشن ہے!

الطّوال دینوری (مقتل مقرم، ۲۲۵) کے مطابق۔ جبکہ چند اقوال اور بھی نقل کیے گئے ہیں جن میں سے تعداد بہتر کے قول کو ہم نے انتخاب کیا ہے یہ اقوال مقتل مقرم کے حاشیے پر نقل کیے گئے ہیں مثلاً بیس افراد مقتل مقرم، ساٹھ افراد (حیاۃ الحیوان میری) بہتر افراد اثبات الوصیۃ مسعودی، پینتالیس افر، دسوار اور تقریباً سو افراد پیادہ ہوف و مثیر الاحزان، ستر افراد، مختصر تاریخ الدول ذہبی۔

اصحاب نے جواب دیا:جی ہاں وہی ہے۔
حضرتؑ نے جواب دیا:اے بکریاں چرانے والے کے بیٹے!تو آتش جہنم کیلئے لائق تر ہے۔
مسلم بن عوسجہ نے چاہا ایک تیر سے اس کا کام تمام کردیں۔
مگر امام نے انھیں روک دیا۔
مسلم نے عرض کی!مجھے اجازت دیں کہ اس کو ماردوں،کیونکہ یہ فاسق خدا اور اسکے نیک بندوں کا دشمن ہے اور خدا نے اس وقت اس کا مارنا آسان قرار دیا ہے؟
امام نے فرمایا:اسے مت مارو کیونکہ مجھے ان سے جنگ کا آغاز پسند نہیں۔
اس وقت امام نے دستور دیا میرا اونٹ تیار کیا جائے،تا کہ اس پر سوار ہو کر سب کو دیکھ سکوں۔
چنانچہ امام نے اس پر سوار ہو کر دشمن سے خطاب فرمایا:
یاأیهاس اسمعوا قولي ولاتعجلوا حتّى أعظكم بمايحقّ لكم عليّ ،وحتّى أعذر اليكم،فان أعطيتموني النصف كنتم بذلك أسعد،وان لم تعطوني النصف من أنفسكم فاجمعوا رأيكم"ثمّ لايكن امركم عليكم غمّة ثمّ اقضوا اليّ ولاتنظرون انّ وليّ الله الّذي نزّل الكتاب وهويتولّى الصالحين

''اے لوگو!ذرا غور سے میری بات سنو:اور جلد نہ کرو تا کہ تمہارے لیے نصیحت کا حق جو میری گردن میں ہے اسے ادا کروں اور اپنے بارے میں بھی تم سے کچھ کہوں،چنانچہ اگر انصاف پسند ہوئے تو سعادت مند ہو جاؤ گے اور اگر انصاف سے کام نہیں لینا چاہتے ہو تو(کم از کم)اچھی طرح دیکھ تا کہ خود اپنے اوپر غم واندوہ کا سبب قرار نہ پاؤ پھر جو چاہتے ہو انجام دینا اور بالکل مہلت نہ دینا،کیونکہ میرا ولی وسر پرست وہ خدا ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہی نیک لوگوں کا حامی و مددگار ہے۔''

ابن اثیر جزری اپنی کتاب کامل التواریخ میں اس خطاب کو نقل کرتے وقت لکھا ہے:
ناگہاں خیام امام حسینؑ سے بچوں اور بی بیوں کا صدائے گریہ بلند ہوا تو آپؑ نے جناب عباسؑ اور جناب علی اکبرؑ کو روانہ کیا تا کہ وہ انھیں تسلی دے سکیں اور دشمن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
لعمري ليكثرنّ بكاتو هنّ ''مجھے اپنی جان کی قسم ان کا گریہ بہت بڑھ جائے گا۔''
جب صدائے گریہ بند ہوا حضرتؑ نے اپنا قطع ہو جانے والا خطاب دوبارہ شروع کیا،حمد وثنائے پروردگار کے بعد پیغمبر خداؐ،اس کے فرشتوں اور انبیائے الٰہی پر درود بھیجا۔یہاں شیخ مفیدؒ کے بقول[1] فلم يسمع متكلّم قط قبله و لابعده ابلغ في منطق منه امام کے اس خطاب سے قبل اور نہ ہی بعد میں کسی متکلم نے ایسا خطاب سنا اور نہ دیکھا پھر فرمایا:

امّابعدفانسبوی فانظروامن أناثمّ ارجعواالی نفسکم وعاتبوهافانظرواهل یصلح لکم قتلی وانتهاک حرمتی ؟ ألستُ ابن بنت نبیّکم وابن وصیّه وابن عمّه وأوّل المؤمنین المصدّق لرسول الله (ص)بماجاء به من عند ربّه أولیس حمزةسیدالشهداء عمّی ؟أولیس جعفرالطیّارفی الجنّةبجناحین عمّی ؟أولم یبلغکم ماقال رسول الله (ص) لی ولاخی :هذان سیّداشباب أهل الجنّة،فان صدّقتمونی بماأقول وهو الحقّ؟واللّٰه ماتعمّدت کذباً منذعلمت انّ الله یمقت علیه أهله،وان کذّبتمونی فانّ فیکم من ان سئلتموه عن ذلک أخبرکم ،سَلُوا جابر بن عبدالله الأنصاری ،وأباسعیدالخدری،وسهل بن سعد الساعدی،وزیدبن أرقم،وانس بن مالک،یخبروکم انّهم سمعواهذه المقالةمن رسول الله(ص)لی ول أخی،أمافی هذحاجزلکم عن سفک دمی؟

''پس اے گو!تم میرے حسب ونسب اور میری ذات پہ ذرا سوچو اور دیکھو میں کون ہوں؟ تب اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر خود اپنی مذمت کرو اور سوچو کیا میرا قتل اور میری حرمت شکنی تمہارے لیے مناسب ہے؟ کیا میں بنت پیغمبر کا بیٹا اور انکے وصی کا فرزند نہیں ہوں جو رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی اور رسول خداؐ پر نازل ہونے والی تمام چیزوں پر ایمان لانے والوں میں پہلے شخص ہیں؟ کیا حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا جعفر طیار جنھیں خدا نے جنت میں پرواز کرنے کیلئے دو پر عطا کیے میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم لوگوں تک میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ کا یہ قول نہیں پہنچا، آپؐ نے فرمایا: یہ دونوں جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں؟ پس اگر تم میرے سخن کی تصدیق کرتے ہو تو حق بھی یہی ہے اور اگر میری جانب جھوٹ کی نسبت دینا چاہتے ہو تو تمہارے درمیان ضرور ایسے افراد موجود ہیں جو میری اس بات کی تصدیق کریں گے (جاؤ) پوچھو! جابر بن عبد اللہ انصاری سے ابوسعید خدری سے، سہل بن سعد ساعدی سے، زید بن ارقم سے اور انس بن مالک سے، تا کہ وہ تمہیں آگاہ کریں کہ انھوں نے یہ قول میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے بارے میں رسول خداؐ سے سنا ہے، کیا یہ قول رسولؐ میرا خون بہانے سے تمہیں نہیں روک رہا؟

اس وقت چند سنگ دل اور بے ایمان لوگوں نے یہ جانا کہ کہیں حسین بن علیؑ کے یہ کلمات خفتہ ضمیروں کو بیدار نہ کردیں، لہٰذا بے معنی اور نامربوط الفاظ کے ذریعے کلام امام کو قطع کرنے لگے من جملہ شمر بن ذی الجوشن نے گستاخانہ انداز میں کہا:

هويعبدالله علیٰ حرف ان کان یدری مایقول ؟''میں ایک بات پر اللہ کی عبادت کروں مگر جانوتو سہی وہ کیا کہہ رہے ہیں؟

جناب حبیب بن مظاہر نے شمر کے ان جملات کو سن کر فرمایا:

واللہ انیّ لأراک تعبداللہ علیٰ سبعین حرفاً وانااشھدانک صادق ماتدری مایقول

اے شمر! تُو سچ کہہ رہا ہے، کیونکہ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تو ستر باتوں پر خدا کی عبادت کرتا ہے اور بے شک خدا نے تیرے دل پر (حق سے دوری کی) مہر لگا دی ہے، لہٰذا تو حسین بن علیؑ کی بات نہیں سمجھ سکتا۔

امام نے دوبارہ لب کشائی کرتے ہوئے فرمایا:

فان کنتم فی شکّ من ھذاأفتشکّون انّی ابن بنت نبیکم؟فواللّٰہ مابین المشرق والمغرب ابن بنت نبیّ غیری فیکم ولافی غیرکم ،ویحکم أتطلبونی بتیل منکم قتلتہُ/أومالٍ لکم استھکتہُ؟أوبقصاص جراحۃ؟فانکنوا الایکلّمونہ فنادی:یاشبث بن ربعی ،ویاحجّاربن أبجر ،ویا قیس بن الاشعث،ویایزیدبن الحارث،ألم تکتبوا الیّ :ان قدأینعت الثمار واخضر الجنّات ،و انّماتقدم علیٰ جندلک مُجنّدۃ؟

’’ اگر تمہیں میری اس بات پر تردید ہے تو گویا یہ بھی شک کی بات ہوگی کہ میں بنتِ پیغمبر بیٹا ہوں؟ قسم بخدا تمام مشرق و مغرب میں نہ تمہارے درمیان اور نہ ہی کسی اور مقام پر میرے علاوہ نواسۂ رسول کوئی اور نہیں! وائے ہو تم پر کیا میں نے تمہارے کسی فرد کو قتل کیا ہے جس کا خون بہا تم مجھ سے لے رہے ہو؟ یا میں نے کسی کا مال لوٹا ہے؟ یا تم مجھ سے کسی جراحت کا قصاص چاہتے ہو؟ امام کے اس سخن پر جب کسی میں جرأت گویائی نہ رہی تو حضرتؑ نے فرمایا: اے شبث بن ربعی، اے حجّار ابن ابجر اور اے قیس بن اشعث اور یزید بن حارث کیا تم لوگ نہ تھے جنھوں نے مجھے خط لکھا کہ میوے آمادہ اور باغ سرسبز ہو چکے ہیں اور آپ کیلئے یہاں لشکر آمادہ ہیں؟

بہر حال روز عاشورا امام حسینؑ کے چند مختلف خطاب نقل ہوئے ہیں، چنانچہ ایک خطاب یہی تھا جسے شیخ مفیدؒ اور ابن اثیر نے نقل کیا ہے[11] اور یہی خطاب اہل سنت کے محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔[12] البتہ مذکورہ خطاب سے زیادہ جامع اور (ہماری نگاہ میں) پُر معنی خطبہ وہ ہے جس سے سید ابن طاؤس نے لہوف میں اور علی بن شعبہ نے تحف العقول[13] میں اور ابن عساکر دمشقی نے جو اہل سنت کے معروف دانشور ہیں تاریخ دمشق میں مندرجہ ذیل الفاظ سے نقل کیا ہے:

وأحاطوا بالحسین من کلّ جانب جعلوہ فی مثل الحلقۃ،فخرج حتّی أتی الناس فاستنصتم فأبوا أن ینصتوا حتّی قال لھم :ویلکم ماعلیکم أن تنصتوا الیّ فتسمعوا قولی،وانماأدعوکم الی سبیل الرّشاد،فمن أطاعنی کان من المرشدین،ومن عصانی کان من المھلکین،وکلّکم عاص لأمری غیرمستمع قولی فقدمُلئت بطونکم من الحرام وطُبع علی قلوبکم ،ویلکم ألاتنصتون ؟ ألاتسمعون؟فتلاوم أصحاب عمربن سعدبینھم وقالو اأنصتوالہ.فقام الحسین (ع)ثم قال : تبّاًلکم

أیتھا الجماعة وترحا،أفحین استصر حتمو نا ولهین متحیّرین فأصرخناکم مُرجفین.سللتم علینا سیفاًفی رقابنا،وحششتم علینانار اًاقتدهناهاعلی عدوّکم وعدوّنا،فاصبحتم البأعلی اولیائکم ویداً علیهم لأعدائکم،بغیرعدل أفشوه فیکم،ولاأمل أصبح لکم فیهم .الاّ الهرام من الدّنیا أنالوکم، و کسیس عیش طمعتم فیه،من غیرحدثٍ کان منّاولارأی تفیّل لنا،فهّلا لکم الویلات ذکر تمونا وترکتمونااتجهّزتموهاوالسیف لم یشهر،والجأش طامن ،والرأی لم یستحصف،ولکن أسرعتم علینا کطیرةالذباب ،وتداعیتم کتداعی الفراش .فقُبحاًلکم ،فانّماانتم من طواغیت الأمّة و شذاذ الاحزاب،ونَبَذةالکتاب،ونفثةالشطان،وعصبةالآثام،ومهرّفی الکتاب ومطفی ٔالسنن و قتلة أولاد الانبیاء و مُبیری عترةالأوصیاء،ومُلحقی ألعهاربالنسبومؤذی المؤمنین وصراخ أئمة المستهزئین الذین جعلواالقرآن عضین.وأنتم ابنَ حرب وأشیاعه تعتمدون،وایّاناتخاذلون،أجل والله الخذل فیکم معروف،وشَجَت علیه عُروقکم،وتوارثته اصولکم وفروعکم،وثبتت علیه قلوبکم وغشیت صدورکم ،فکنتم أخبث شیٔ شجاًللناظروأکلةلغاصب،ألالعنةاللهعلی النّاکثین الذین ینقضون الأیمان بعدتوکیدها،وقدجعلتم اللهعلیکم کفیلاًفأنتم واللهھم.ألاانّ الدعی ابن الدعیّ قدر کزبین اثنتین ،بین السّلةوالذلّة،هیهات منّاالذلّةأبی اللهذلک ورسوله ،وحجور طابت ،و حجورطهرت،وانوف حمیّةونفوس أبیّة لاتؤثرمصارع اللّئام علی مصارع الکرام ،الاقدأعذرت وأنذرت ،ألاانی زاحف بهذه الأسرة،علی قلّة العدد،وخذلةالأصحاب ثم أنشأیقول:

فان نَهزِم فهزّامون قدماً | وان نُهزَم فغیرمُهزَّمینا
وماان طبنّاجبن ولکن | منایاناودولةآخرینا

ألاثمّ لاتلبثون بعدهاالاکریث مایرکب الفرس ،حتّی تدوربکم الرحی،عهدٌعهده الیّ أبی عن جدّی "فأجمعوأمرکم وشرکاءکم ثمّ کیدونی جمیعاًفلاتنظرون،انّی توکّلت علی اللهربّی وربّکم مامن دابّةالاّ هوآخذٌبناصیتهاانّ ربّی علی صراطٍ مستقیم

"جب وہ لوگ امام حسینؑ کے گرد حلقہ وار جمع ہو گئے تو آپؑ نزدیک ہوئے اور انھیں خاموش رہنے کیلئے فرمایا، تا کہ امام ان سے خطاب فرمائیں، مگر حضرتؑ کی بات پر توجہ نہ دی گئی تو آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تم پر! کیسے نقصان میں گر رہے ہو، اگر میری بات سنی تو وہ سوائے تمہاری ہدایت کے اور کچھ نہیں چنانچہ میری بات کو قبول کرے گا وہ ہدایت یافتگان کے زمرے میں شمار ہو گا اور جس نے نافرمانی کی وہ نابودشدگان میں سے قرار پائے گا اور اس وقت میری بات نہ سننے اور (ہماری) اطاعت سے سرپیچی کا سبب یہ ہے کہ تم لوگوں کے دل حرام چیزوں کی عادت کر چکے ہیں اور ان پر مہر لگ چکی ہے، وائے ہو تم پر آخر میری بات کیوں نہیں سن رہے ہو؟

اس وقت لشکر یزید کے چند افراد نے اپنے ہی لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا: ہم حسین بن علیؑ کی

بات کیوں نہیں سن رہے؟ آخر سنیں تو سہی وہ کیا کہتے ہیں؟

پس حضرتؑ ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! نابودی اور شر تمہارا مقدر بنے کیونکہ جب تم متحیّر اور سرگرداں تھے اور مجھے دادرسی کیلئے پکار رہے تھے تو میں نے تمہاری دعوت قبول کرتے ہوئے خود کو تمہارے نزدیک پہنچایا مگر تم نے جو تلوار ہماری حمایت میں رکھی تھی وہی اب ہمارے اوپر چلا رہے ہو اور وہ آتش جو ہم نے اپنے اور تمہارے دشمن کیلئے روشن کی تھی وہ ہمارے لیے استعمال کر رہے ہو۔

تم اپنے دوستوں کے مقابل ضد پر اتر آئے ہو اور اپنے ہی دشمن کے ہاتھوں بہترین انداز میں استعمال ہو رہے ہو، جبکہ ان لوگوں (بنی امیہ) نے نہ تو تمہارے درمیان عدل وانصاف کو قائم کیا اور نہ ہی یہ لوگ تمہارے لیے خیر کی امید ثابت ہو سکتے ہیں ہاں تمہیں دنیا کے حرام فائدوں میں سے کچھ حصہ نصیب ہوگا اور اس دنیا کی پست و چندروزہ زندگی جس کی تمہیں تمنا ہے ضرور ملے گی، جبکہ ہم نے نہ تو کوئی بدعت انجام دی ہے اور نہ ہی ہم سے کوئی خطا سرزد ہوئی ہے پس (وائے ہو تم پر) جب تم ہمیں نہیں چاہتے تھے اور ہمیں چھوڑ چکے تھے اور ان (دشمن) کے کام آ رہے تھے اور جب تلواریں رکھی ہوئی تھیں فکریں خام اور دل سکون میں تھے تو تم لوگ ہماری جانب بڑھ بڑھ کر آ رہے تھے اور اب مکھی [۱۴] مچھروں کی مانند ایک دوسرے سے الجھ رہے ہو تمہیں نابودی مبارک ہو، کیونکہ تم لوگ اس امت کے باغی اور گردنکش ہو۔

تم مختلف ٹولیوں کے وارث، تارکین کتاب خدا، شیطان کے حامی، گناہوں کے بال و پر، کتابِ خدا کو بدلنے والے، سنتوں کو توڑنے والے، اولادِ انبیاء کے قاتل، عترت اوصیاء کو نابود کرنے والے اور زنازادوں سے رشتہ ناتہ جوڑنے والے ہو۔ [۱۵]

تم مؤمنین کو ستانے والے اور ایسے رہبروں کی آواز ہو جو (رسول اللہؐ کی) ہنسی اڑاتے تھے اور جو قرآن کو پارہ پارہ کرتے تھے۔ [۱۶] تم لوگوں نے پسر حرب (معاویہ) اور اس کے پیروکاروں پر اعتماد کیا اور ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔

قسم بخدا سچ کہا گیا ہے کہ خوار کرنا تمہاری شناخت ہے اور یہ عادت تمہارے رگ و پے میں سما چکی ہے اور تمہاری یہ عادت تنہ و شاخوں کی طرح باہم پیوستہ ہے اور جس پر تمہارے دل (پھل کی طرح) لگے ہوئے ہیں اور جن سے تمہارے سینے چھپے ہوئے ہیں، بہر حال تم ایسے زشت و پلید وجود رکھتے ہو جو باغبان کیلئے گلوگیر ہونے والا نوالہ اور غاصبوں کیلئے بہترین خوراک ہو سکتا ہے۔

ہاں خدا کی لعنت ہو ان لوگوں پر جو پیمان شکنی کرتے ہوں اور جو ایمان کو محکم کرنے کے بعد اسے

توڑ دیتے ہیں، جبکہ خدا نے جنھیں تمہارا کفیل قرار دیا ہے تم بھی ان ہی جیسے ہو، آگاہ ہو جاؤ حرام زادہ بن حرام زادہ نے دو چیزوں پر اصرار کیا ہے وہ چاہتا ہے (ہم) یا تو تلوار اٹھائیں یا پھر ذلت برداشت کریں، مگر یاد رکھو ہم ذلت قبول نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ اور اس کا رسول روک چکا ہے اور اسی طرح پاک دامن لوگ، غیرت مند سر اور اعلیٰ نفوس عزت کی موت کو پست لوگوں کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ! میں نے تمہارے اوپر ہر طرح کی راہِ عذر و فرار کو بند کر دیا ہے اور میں نے تمہیں برحذر کر دیا ہے، البتہ میں ان ہی کم تعداد افراد کی مدد سے اور دوسروں کی بے وفائی کے باوجود لڑوں گا۔ اس کے بعد فرقہ بن مسیک کے اشعار کا سہارا لیا۔ (جس کا ترجمہ ہے):

''اگر ہم جیت گئے تو جتنا ہماری قسمت ہے اور اگر مغلوب ہو گئے تب بھی گویا ہم ہارے نہیں اور ڈرنا ہماری عادت نہیں، لیکن ہمارا قتل دوسرے لوگوں کی حکومت کو نزدیک کر دے گا۔''

بہر حال جان لو کہ اس واقعہ کے چند ہی ایام بعد تمہارے اوپر چرخِ ایام پلٹ جائے گا، کیونکہ مجھ سے یہ وعدہ والد گرامی نے میرے جد رسول اللہؐ کے حوالے سے کیا تھا (یعنی مجھے علم ہے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے) بس جاؤ اور اپنے شرکاء کے مشورہ کے بعد مجھ سے دشمنی نکالنا شروع کرو اور مجھے بالکل مہلت نہ دو اور میں اپنے اور تمہارے پروردگار پر توکل کرتا ہوں کیونکہ کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا اختیار اس کے دستِ قدرت میں نہ ہو۔ بے شک میرا رب راہِ مستقیم پر ہے...'' [۱۷]

اس کے بعد حضرت امام حسینؑ سے چند اور نفرین آمیز جملات نقل ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

موت کی حقیقت پر کلام امام

اگرچہ موت کی حقیقت پر بہت کچھ کہا گیا ہے، مگر روز عاشورا ان سخت و دشوار ساعتوں میں امام حسین کا اپنے اصحاب سے اس موضوع پر کلام کرنا خاص اہمیت کا حامل ہے۔ شیخ صدوقؒ نے معانی الاخبار میں موت کے موضوع پر ایک خاص باب تحریر کیا ہے، جس میں آئمہ معصومینؑ سے دس احادیث نقل کی ہیں چنانچہ امام زین العابدینؑ سے مروی ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں:

وقال عليّ بن الحسين (ع) لمّا اشتدّ الأمر بالحسين بن علي بن أبي طالب (ع) نظر اليه من كان معه ، فاذا هو بخلافهم لأنّهم كلّما اشتدّ الأمر تغيّرت ألوانهم وارتعدت فرائصهم ووجلت قُلوبهم ، و كان الحسين (ع) وبعض من معه من خصائصه تشرق الوانهم وتهدى جوارحهم وتسكن نفوسهم ، فقال بعضهم لبعض: اُنظروا لايبالي بالموت !فقال لهم الحسين (ع): صبراً بني الكرام ، فما الموت الاقنطرة تعبر بكم عن البؤس والضرّاء الى الجنان الواسعة والنعيم الدائمة، فأيّكم يكره أن ينتقل من سجنٍ الى قصر ، وما هو لأعدائكم الا كمن ينتقل من قصر الى سجن وعذاب . انّ أبي

حدّثنی عن رسول اللہ(ص)انّ الدنیاسجن المؤمن و جنّۃ الکافر والموت جسرھؤلاء الی جنّاتھم وجسرھؤلاء الی جحیمھم ،ماکَذبت ولاکُذبت

''جب امام حسینؑ پر مصیبت بڑھنے لگی تو آپؑ کے اصحاب نے دیکھا کہ امام حسینؑ کی حالت ان کے برخلاف ہے، کیونکہ جب بھی حالات سخت ہوئے تو اصحاب امام حسینؑ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور لرزہ طاری ہونے لگتا اور وہ گھبرا رہے ہوتے ہیں مگر امام حسینؑ اور آپؑ کے چند خاص اصحاب کے چہرے چمک رہے تھے اعضاء بدن استوار تھے اور انکے دل اطمینان کی کیفیت میں تھے (یہ دیکھ کر) بعض اصحاب بعض سے کہہ رہے تھے وہ دیکھو! حسین بن علیؑ کو موت سے کوئی خوف نہیں :

امام نے فرمایا:

اے کریم زادو! صبر و بردباری سے کام لو کیونکہ موت ایک پل سے بڑھ کر کوئی اور شے نہیں جو تمہیں سختیوں اور دشواریوں سے نکال کر رکھے ہوئے باغوں اور جاوید نعمتوں کی جانب منتقل کر دیتی ہے تم میں سے کون ہے جو زندان سے نکل کر محلوں میں منتقل ہونا پسند نہ کرتا ہو؟ ہاں مگر تمہارے دشمنوں کیلئے موت گویا محل سے نکل کر زندان اور عذاب کی جانب سفر کرنا ہے۔

بتحقیق میرے جد رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

بے شک دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے بہشت ہے اور موت مومن کیلئے بہشت کی جانب پُل ہے اور کافر کیلئے دوزخ کی جانب پُل کی مانند ہے، یاد رکھو نہ میں نے تم سے غلط کہا ہے اور نہ ہی مجھ سے غلط کہا گیا ہے۔'' [18]

حُر بن یزید ریاحی کی توبہ اور اس کا امام سے ملحق ہونا

اہل تاریخ کا بیان ہے، جوں ہی دونوں لشکروں کی صف آرائی مکمل ہوگئی تو حر بن یزید ریاحی نے عمر بن سعد سے آ کر کہا: کیا واقعی اس شخص (حسینؑ) سے جنگ کرنا ہے؟

عمر بن سعد نے یہ سوچ کر کہ کہیں حر امتحان نہ لے رہا ہو اور ابن زیاد کو میرے خلاف گزارش نہ پہنچا دے فوراً کہا: ہاں جنگ کریں گے اور اس جنگ کی انتہا سروں اور بازوں کے گرنے پر ہوگی!۔

حر نے کہا: کیا ان کی (حسینؑ کی) پیش کش تم راضی نہ تھے؟۔

اب عمر بن سعد متوجہ ہوا کہ پہلے سوال کا مفہوم معترضانہ تھا، تو جواب دیا: اگر میرے ہاتھ میں اختیار ہوتا تو ضرور قبول کرتا مگر تیرے امیر (ابن زیاد) نے قبول نہ کیا۔

حر نے یہ سن کر خود کو لشکر سے علیحدہ کیا اور اپنے قبیلے کے ایک فرد سے جس کا نام قرۃ بن قیس تھا کہا: کیا آج اپنے گھوڑے کو پانی دیا ہے؟ قرہ نے کہا نہیں۔

حُر نے کہا: تو کیا پانی نہیں پلاؤ گے؟

قرہ کا بیان ہے:

قسم بخدا حر یہ چاہتا تھا کہ جنگ سے ہاتھ اٹھاتے ہوئے میں اسے نہ دیکھوں، لہٰذا مجھے اس مقام سے دور کرنا چاہتا تھا، مگر میں اس کے ارادے کو نہ سمجھ سکا اور پانی پلانے کی غرض سے اسے وہاں چھوڑ گیا قسم بخدا اگر حر اپنے مدعی کو کھل کر بیان کرتا تو میں اسکے ہمراہ امام حسینؑ کے پاس چلا جاتا۔

پس حر آہستہ آہستہ امام حسینؑ کی جانب جا رہا تھا کہ مہاجرین اوس نے (جو کہ عمر بن سعد کے لشکر میں تھے) حر سے کہا:

اے حر کیا ارادہ رکھتے ہو؟ کیا ان (حسینیوں) پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟

حر نے کوئی جواب نہ دیا، اس وقت اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔ مہاجرین میں سے ایک نے کہا: بخدا تیری اس حالت نے مجھے شک و تردید میں ڈال دیا ہے، کیونکہ میں نے کسی بھی جنگ میں ایسا نہیں پایا بلکہ جب بھی مجھ سے پوچھا گیا کہ کوفے میں دلیر ترین فرد کون ہے تو میں تیرا نام زبان پر لاتا تھا۔ پس اے حُر! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟

حُر نے کہا:

انیّ واللہ أخیّر نفسی بین الجنّة والنّار، فواللہ لااختار علی الجنّة شیئاً ولو قطّعت وحرّقت

''قسم بخدا میں خود کو جنت و دوزخ کے درمیان محسوس کر رہا ہوں اور ہرگز جنت پر کسی شے کو ترجیح نہیں دوں گا اگرچہ اس کے عوض مجھے ٹکڑے ٹکڑے جلا دیا جائے۔''

یہ کہہ کر حر نے اپنی خواتین کو خیام حسینی میں پہنچایا اور انتہائی شرمساری کی حالت میں امام حسینؑ کے مقابل کھڑے ہو کر کہا:

''اے فرزند رسولؐ! میں وہی ہوں جس نے آپؑ کا راستہ روکا اور گھیر کر اس سرزمین پر پہنچایا، میرا گمان تھا کہ آپؑ کی پیشکش قبول ہو جائے گی اور آپؑ کو یہ دن نہ دیکھنا پڑے گا، قسم بخدا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ قصہ یہاں تمام ہوگا تو ہرگز ایسا نہ کرتا اور اب میں اپنے کیے پر پشیمان خدا کے حضور توبہ کرتا ہوں: (اے حسینؑ!) کیا میری توبہ قبول ہے؟''

گشت از لشکر چو قطری راه دور | شد چو موسیٰ جانب خرگاه طور
لیک بودش پای دررفتن به گِل | سخت بود از روی شاه دین خَجِل
در تفکر آنکه چون عُذر آورد | با کدامین دیده شه را بنگرد
باز کرد از شرم دستار سرش | هم بدان پوشید چهر انورش

باچنین هیئت سَرِ آزادگان بوسه زدبرپای شاه انس و جانّ
گفت من حُرّم که ره بربسته ام برتوقلب نازکت بشکسته ام
رنجه کردم حال اطفال تورا اول آشفتم زکین قلب تورا
زینب زارتورا ترسانده ام کودکانت رابدن لرزانده ام
حال ازکرده پشیمان گشته ام تخم امیدی به خاطر کِشته ام
کن شفاعت ازمن ای سبط رسول توبه ام راتاکه حق سازدقبول

بعض خوش سلیقہ شاعروں نے سعدی شیرازی کی زمین پر مخمس کہے ہیں:

حُربگفتاکه شهاباغم و آه آمده ایم سویت ای خسروبی خیل وسپاه آمده ایم
رسته زابلیس وبه درگاه اله آمده ایم مابدین درنه پی حشمت وجاه آمده ایم
ازبدحادثه اینجابه پناه آمده ایم

به خداوندکه بیزارم ازاین فرقهٔ زشت زانکه ازحبّ ولای تومرابودسرشت
تُخم مِهرت زازل بردل من خالق کِشت سبزهٔ خط تودیدیم وزبُستان بهشت
به طلب کاری این مهرگیاه آمده ایم

منم آن کس که نمودم به توظلم اول بار ره گرفتم به توای پادشه بی کس ویار
شرمسارم من ازآن کردهٔ خودبادل زار آبرومی رودای ابرخطاپوش ببار
که به دیوان عمل نامه سیاه آمده ایم

گرچه سرباقدم غرق به تقصیروخطاست لیک چشمم سویت ای خسرواقلیم صفاست
گرببخشی توگناه من دلخسته رواست لنگرحلم توای کشتی توفیق کجاست
که دراین بحرکرم غرق گناه آمده ایم

امام نے حر سے فرمایا:

خدا تیری توبہ ضرور قبول کرے گا، کچھ دیر ہمارے پاس بیٹھ۔

مگر حر نے کہا:

اگر اجازت ہو تو کچھ دیر ان (لشکر یزید) سے لڑنے کیلئے جاؤں اسکے بعد آپؑ کے ساتھ بیٹھوں گا۔

امام نے فرمایا:

تم پر خدا کی رحمت ہو جاؤ جیسا چاہو انجام دو

اس وقت حر نے اپنے سابقہ ساتھیوں کے مقابل کھڑے ہو کر کہا:

یااهل الكوفه لِاُمّكم الهُبل والعِبر ،أدَعَوتُم هذاالعبدالصالح حتّى اذاجائكم أسلمتموه وزعمتم أنكم قاتلو أنفسكم دونه ثُمّ علوتم عليه لتقتلوه وامسكتم بنفسه وأخذتم بكظمه واحطتم به من

کلّ جانب لتمنعوه التوجّه فی بلاد الله العریضة،فصار کالا :سیر فی أیدیکم،لایملک لنفسه نفعاً ولاتدفع عنها ضراً،وجلأتموه ونسائه وصبیته وأهله عن ماء الفرات الجاری،یشربه الیهود والنصاری والمجوس،وتمرغ فیه خنازیر السواد وکلابه،فهاهم قد صرعهم العطش،بئس ما کلّفتم محمداًفی ذریته لاسقاکم الله یوم الظمأ ؟

''اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں، کیاتم نے اس عظیم شخصیت کو بلا کر نہیں کہا تھا کہ دشمن کے مقابل اس کی مدد کریں گے اور اب نہ فقط اس کی نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے، بلکہ اس کے مقابل کھڑے ہوگئے اور سب اسے مارنا چاہتے ہو؟ اور اس پر عرصہ حیات کو تنگ کردیا ہے اور چار جہات سے اس کا محاصرہ کررکھا رہے ہو؟ گویا ایسا اسیر تمہارے قبضے میں آیا ہے جو نہ خود کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی کسی نقصان سے دور رہ سکتا ہے اور وہ آبِ فرات جسے یہودی ،مجوسی اور نصاریٰ پی رہے ہیں اور جس میں سیاہ سگ اور خوک نہا رہے ہیں تم نے وہ پانی اسکے بچوں، خواتین اور اہل خاندان پر بند کردیا ہے یہاں تک کہ تشنگی نے انھیں بے حال کررکھا ہے (مجھے) تعجب ہے تم لوگ محمدؐ کا کیسا احترام ان کی اولاد کی نسبت کررہے ہو، خدا تمہیں روز تشنگی (محشر) سیراب نہ کرے۔''

اس وقت دشمن کے تیر اندازوں نے حر پر حملہ کیا مگر حر خود کو بچا کر امام کے نزدیک آ کھڑے ہوئے۔

آغاز جنگ اور پہلا حملہ

باقر شریف قرشی اپنی کتاب حیاۃ الامام الحسینؑ میں تہذیب التہذیب سے روایت کرتے ہیں:

اس وقت تیس افراد عمر بن سعد کے لشکر سے نکل کر امام حسینؑ کے لشکر سے ملحق ہوئے جس پر عمر بن سعد کو بن خوف لاحق ہوا کہ کہیں تزلزل کی وجہ سے جانے والوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہوجائے، لہٰذا جنگ کے آغاز کا ارادہ کیا اور اپنے غلام ''درید'' سے جس کے ہاتھ میں پرچم تھا کہا:

اے درید! پرچم نزدیک لا، وہ نزدیک ہوا تو خود عمر بن سعد نے تیر کمان میں چھوڑ کر لشکر سے مخاطب ہوا: گواہ رہنا میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے حسینؑ کی جانب تیر پھینکا ہے، اس کے بعد پورے لشکر نے امام حسینؑ کی جانب تیر اندازی شروع کی ادھر امام کے لشکر میں شاید ہی کوئی ہو جسے اس حملے کا تیر نہ لگا ہو۔

امام حسینؑ نے یہ دیکھ کر اپنے اصحاب سے فرمایا:

قوموا رحمکم الله الی الموت الّذی لابُدّمنه فانّ هٰذهِ السهام رسل القوم الیکم

''اے میرے ساتھیو! تمہارا خدا تم پر رحم کرے، قیام کرو، یاد رکھو موت سے کسی کو فرار نہیں یہ تیر ہیں جو ان لوگوں کی جانب سے تمہارے طرف آرہے ہیں۔''

دشمن کے اس حملے کا نتیجہ گرد و خاک بیٹھ جانے کے بعد یہ سامنے آیا کہ امام حسینؑ کے پچاس ساتھی مقام شہادت پر فائز ہوئے ہیں۔

عبداللہ بن عمیر کلبی کا جہاد

اس کے بعد زیاد بن ابیہ کا غلام یسار اور عبید بن زیاد کا غلام سالم میدان میں آئے اور مبارزہ طلب کرنے لگے جس پر حبیب بن مظاہر اور بریر بن خضری جانا چاہتے تھے، مگر امام نے انھیں اجازت نہ دی تو عبداللہ بن عمیر کلبی جو اپنے قبیلے میں شجاع اور شریف انسان تھے اور قد و ہیکل وجیہ ہونے کے علاوہ طاقت در بازو رکھتے تھے اور یہ اپنے زوجہ اُمِ وہب کے ہمراہ کوفہ سے امام حسینؑ کی نصرت کیلئے آئے تھے اور حضرتؑ سے اجازت مانگی امام نے اجازت دی تو وہ میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ یسار نے انھیں دیکھ کر کہا: تو کون ہے؟ ابن عمیر نے اپنا تعارف کروایا تو یسار نے کہا: ہم تجھے نہیں جانتے، لہذا ہم سے لڑنے کیلئے حبیب یا بُریر کو آنا ہوگا۔

ابن عمیر کلبی نے یہ سن کر کہا:

یاابن الفاعلة وبک رغبة من مبارزة احدمن النّاس، ومایخرج أحدالاّ وهو خیرٌ منک

''اے زن بدکارہ کے بیٹے! تیری کیا حیثیت جو اپنی مرضی سے حریف طلب کر رہا ہے جو بھی تجھ سے جنگ کرنے آیا ہے یقیناً وہ تجھ سے بہتر ہے۔''

عبداللہ بن عمیر نے یہ کہہ کر حملہ کیا اور کچھ ہی دیر میں اسے زیر کر دیا مگر ابھی سنبھلے ہی تھے کہ سالم نے حملہ کیا یہ دیکھ کر اصحاب امام نے ابن عمیر کو متوجہ کیا انھوں نے دشمن کے وار کو روکنا چاہا تو بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ کر گریں مگر اس مجاہد نے ایسا جواب دیا کہ پہلے کی طرح یہ دوسرا بھی واصلِ جہنم ہوا اور اس طرح ابن عمیر یہ رجز پڑھتے ہوئے امام کی جانب لوٹ آئے۔

ان تنکرونی فأناابن الکلب　　　　انی امرءٌ ذومرّۃ وغضب

ولست بالخوّار عندالنکب

''اگر مجھے نہیں جانتے تو سنو! میں خاندان کلب سے ہوں اور میں ناگوار اور سخت حالات میں بھی محکم اور مطمئن رہنے والا ہوں اور ایسے میں کبھی سُست و ناتواں نہیں ہوتا۔''

اہل تاریخ اور ارباب مقاتل کا بیان ہے، اس وقت ابن عمیر کی زوجہ ہاتھ میں لکڑی اٹھا کر ابن عمیر تک پہنچیں اور کہا:

فداک أبی و امیّ ٍقاتل دون الطّیبین ذریّة محمدٌ ''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں (اے ابا عبداللہ!) ان طیّب و طاہر اولادِ رسولؐ کیلئے جنگ کرو۔''

عبداللہ نے بہت چاہا کہ انھیں خیمے تک پہنچا دیں مگر ام وہب نے اپنے شوہر کے کپڑے سختی سے پکڑے ہوئے تھے اور یہ کہہ رہی تھیں، میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گی جب تک تم اس راہ میں شہید نہ ہو جاؤ۔

امام نے اس خاتون کو آواز دے کر فرمایا:

جزیتم عن أهل بيت نبيّكم خيراً ارجعي فانّه ليس على النساء قتال "تمہیں خاندان پیغمبرؐ کی جانب سے اجر مبارک ہو مگر اے محترمہ الوٹ آ کیونکہ خواتین سے جہاد ساقط ہے۔"

تب ام وہب خیمہ گاہ کی طرف لوٹ کر آ ئیں۔

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس وقت عمرو بن حجاج نے اپنے لشکر کے ہمراہ لشکر امام کے میمنہ پر حملہ کیا مگر جوں ہی یہ لوگ نزدیک ہوئے حضرتؑ کے لشکر نے زانوں پر بیٹھ کر اپنے نیزے ان کی جانب دراز کیے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر عمرو بن حجاج کے گھوڑے ٹھہر گئے، چنانچہ یہ لوگ مجبوراً واپس ہونا چاہتے تھے، مگر لشکر امام نے تیروں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں عمرو بن حجاج بہت سے ساتھی زخمی ہو کر گرنے لگے۔ پس (عمر بن سعد کے لشکر سے) عبداللہ بن خوزہ نامی شخص نکلا اور چاہتا تھا کہ لشکر امام سامنے جائے تو اسکے ساتھیوں نے پکار کر کہا: تیری ماں عزاداری کرے کہاں جا رہا ہے؟ وہ بولا: میں اس مہربان و شفیق خدا کے پاس جا رہا ہوں جس کی شفاعت قبول ہے امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا: یہ ابن خوزہ تمیمی ہے، حضرتؑ نے فرمایا: پروردگارا! اسے آتش (جہنم) عطا کر۔ اسی دوران اچانک اس کا گھوڑا سرکش ہوا اور وہ اسے لے کر ایک ایسے تنگ مقام سے گزرا کہ ابن خوزہ گھوڑے سے گرنے لگا مگر اس کا ایک پیر رکاب میں پھنسا رہ گیا اور دوسرا ہوا میں لہراتا ہوا نظر آ رہا تھا، مسلم بن عوسجہ آگے بڑھے اور معلق پیر کو تلوار کے ایک وار سے کاٹ دیا مگر گھوڑا اسی سرکشی میں اسکے سر کو پتھروں سے پٹختا ہوا ایک سمت سے دوسری سمت لے جا رہا تھا، یہاں تک کہ دوزخ کے راہی کو خدا نے بیدریغ واصل جہنم کیا۔''

البتہ ایک روایت میں ہے جب یہ شخص امام کے نزدیک آیا تو حضرتؑ نے فرمایا: تو کیا چاہتا ہے؟ وہ بے شرم بولا: البشر بالنار جہنم کی بشارت دیتا ہوں۔ امام نے فرمایا:

كلاّ انيّ اقدم على ربّ رحيم وشفيع مطاع "نہیں ایسا نہیں، بلکہ میں تو اپنے مہربان و شفیع پروردگار کی جانب جا رہا ہوں جس کی شفاعت قبول ہے۔" 19

خیال ہے، شیخ مفیدؒ سے نقل شدہ روایت میں کچھ کمی رہ گئی ہے ورنہ شاید مکمل روایت اس طرح ہے

۔بہر حال شیخ مفیدؒ اور دیگر اہل تاریخ کا بیان ہے اس واقعے کے بعد میدان جنگ گرم ہوا اور دونوں کی طرف کے کئی افراد کام آئے۔

تن وتنہا مقابلے

عبدالرزاق مقرم لکھتے ہیں:

جب امام کے اصحاب نے دیکھا ان کے بہت سے ساتھی شہید ہو چکے ہیں تو دو دو اور چار چار افراد کی صورت میں اجازت طلب کرنے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ من جملہ سیف بن حارث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع جو آپس میں چچازاد بھائی ہونے کے علاوہ ایک ماں سے تھے۔ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گریہ کرنے لگے۔

حضرتؑ نے فرمایا:

مایبکیکما انیّ لأرجوأن تکونابعدساعة قریریالعین ''کیوں رو رہے ہو مجھے یقین ہے کچھ ہی دیر بعد تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں گے۔''

انھوں نے عرض کی:

جعلنا اللہ فداک ماعلی انفسناتبکی ولکن نبکی علیک ،نراک قداحیط بک ولانقدرأن ننفعک ''خدا ہمیں آپؑ پر قربان کردے ہم اپنے نہیں بلکہ آپؑ کیلئے رو رہے ہیں کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں دشمن کا آپؑ پر حلقہ تنگ ہوتا جارہا ہے مگر ہماری جانب سے آپؑ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔''

امام نے ان دونوں کیلئے دعا کی اور یہ مجاہد حضرتؑ کے نزدیک جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ من جملہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن، عروۃ غفاری کے فرزند تھے جنہوں نے آگے بڑھ کر جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ایسے ہی شیر دل عمرو بن خالد صیداوی اور ان کا غلام سعد، جابر بن حارث سلمانی اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے مل کر اہل کوفہ پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے دل لشکر میں اتر گئے، مگر کچھ ہی دیر میں لشکر یزید اور ان اصحاب امام حسینؑ میں سخت کشمکش ہوئی جس پر حضرتؑ نے اپنے بھائی جناب عباسؑ کو نصرت کیلئے میدان روانہ کیا، انھیں دشمن کے نرغے سے نکال کر لائے مگر زخمی حالت میں ابھی لشکر امام کے نزدیک پہنچے تھے کہ دشمن نے دوبارہ حملہ کیا جس کے نتیجے میں وہ مجاہد شہید ہو گئے۔

اس واقعے کے بعد جوانان بنی ہاشم اور امام حسینؑ کی شہادت تک کے واقعات حتیٰ بعض باقی ماندہ اصحاب کی شہادت کے بارے میں تاریخ و مقاتل کا بیان مختلف ہے۔ بہر حال خیال ہے، عبدالرزاق مقرم کی کتاب مقاتل مقرم کی ترتیب زیادہ مناسب ہے، البتہ بعض دیگر کتب میں مثلاً شیخ مفیدؒ زیدہ

معتبر ہے فقط بات اتنی ہے کہ انھوں نے مختصر و مجمل تحریر کیا ہے۔[۲۰] بہر حال ہم واقعات اب نقل کریں گے وہ مقتل مقرم ہی کے مطابق ہوں گے، جبکہ ضرورت کے مطابق دوسری اور کتابوں و روایات سے تفصیل و اضافات پیش کرنے کیلئے مدد لیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

امام کا استغاثہ و استنصار

عبدالرزاق مقرم کا بیان ہے، جب امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کے جنازے دیکھے تو ریش مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اشتدّ غضب الله على اليهود اذجعلوا له ولداً،واشتدّ غضبه على النصارى اذجعلوه ثالث ثلاثة،واشتدّ غضبه على المجوس اذعبدواالشمس والقمر دونه،واشتدّ غضبه على قوم اتّفقت كلمتهم على قتل ابن بنت نبيّهم،اما والله لااجيبهم الى شى ءٍ ممّا يريدون حتّى القى الله وأنامخضب بدمى .ثمّ صاح:امامن مُغيث يغيثنا! امامن ذابّ يذبّ عن حرم رسول الله

”خشم و غضب الٰہی یہودیوں پر اس وقت سخت ہوا جب انھوں نے خدا کیلئے فرزند قرار دیا اور نصاریٰ پر غضب پروردگار اس وقت ہوا جب وہ اسے تیراخدا تصور کرنے لگے اور مجوسیوں پر اس لیئے کہ وہ خدا کے بجائے ماہ و خورشید کو خدا ماننے لگے اور ان پر غضب الٰہی سخت ہے جو دختر پیغمبرؐ کے فرزند کو مارنے پر متحد ہو گئے ہیں قسم بخدا میں انھیں کوئی جواب نہیں دوں گا یہاں تک کہ خون میں رنگیں اسی ریش کے ساتھ خدا سے ملاقات کروں۔“

اس کے بعد بآواز بلند فرمایا:

کیا کوئی فریادرس نہیں جو حرم رسول اللہؐ سے دشمن کو دفع کرے!

جب مستورات نے امام کے ان کلمات کو سنا تو انکے نالہ و شیون میں اضافہ ہونے لگا، البتہ اس وقت دو مددگار یعنی سعد بن حارث اور اسکا بھائی ابوالحتوف امامؑ کے استغاثہ اور بی بیوں کے گریہ پر لشکر یزید سے نکل کر خود لشکر یزید پر حملہ کیا، مگر کچھ دیر جنگ کرنے کے بعد شہید ہو گئے۔

امام کے میمنہ پر دشمن کا حملہ

ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے:

امام کے ساتھی ایک ایک کر کے میدان میں جاتے اور مبارزہ طلب کر کے بآسانی انھیں واصل جہنم کر دیتے تھے یہاں تک کہ دشمن کی بڑی تعداد کو فی النار کیا اس وقت عمرو بن حجاج نے جو عمر بن سعد کے خاص افراد میں سے تھے اپنے لشکر سے خطاب کیا:

کیا تم لوگ جانتے ہو کن لوگوں سے مقابلہ ہے؟ تقاتلون فرسان المصر والبصائر وقوماً مستميتين

لا یبرز الیھم احدمنکم الاقتلوہ علیٰ قلتھم ''تم کوفے کے ایسے گھوڑ سواروں اور اہل علم و دانش سے لڑ رہے ہو جنھوں نے زندگی سے ہاتھ دھولیا ہے اور موت سے سمجھوتہ کر رکھا ہے، چنانچہ تم میں سے جو بھی ان سے لڑنے جائے گا اس کا انجام یہی ہوگا گویا یہ چند لوگ ہم سب کو مار سکتے ہیں۔''

اور حکم دیا کہ سب ایک ساتھ حملہ کریں۔

دشمن نے حکم پا کر امام کے میمنہ پر حملہ کیا، امام کے اعوان نے زانوں پر بیٹھ کر اپنے نیزوں کا رخ ان کی جانب کیا مگر اس کیفیت نے آتے ہوئے گھوڑوں کو خوف زدہ کر دیا اور وہ اپنے سواروں کو لے کر بھاگنے لگے امام کے اصحاب نے تیروں سے ان پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں کچھ فی النار ہوئے اور باقی بھاگنے میں کامیاب ہوئے۔

شہادتِ مسلم بن عوسجہ

اس کے بعد عمرو بن حجاج نے فرات کی سمت سے امام کے لشکر پر حملہ کیا جس کا جواب دینے کیلئے مسلم بن عوسجہ چند افراد کے ہمراہ میدان میں آئے اور دشمن سے ایسی گھمسان کی جنگ کی کہ بقول تاریخ دانوں کے پچاس افراد کو خاک و خون میں ملا کر ہلاک کر دیا مگر خود اتنا زخمی ہو چکے تھے کہ بے حالی سے زمین پر گر گئے اور جب گرد چھٹی تو اصحاب امام نے دیکھا مسلم زخموں سے چور زمین بوس ہیں مگر ابھی ان کی جان میں رمق باقی ہے تو امام حسینؑ جناب حبیب بن مظاہر کے ہمراہ ان کی بالین پر تشریف لائے اور فرمایا:

رحمک اللہ یامسلم، منھم من قضیٰ نحبہٗ ومنھم من ینتظر ومابدّلوا تبدیلا [1] ''یعنی خدا آپ پر رحمت نازل کرے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے وعدے پر خوش ہیں اور ان میں سے بعض منتظر ہیں جو کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں پا رہے۔''

جناب حبیب بن مظاہر نزدیک آئے اور ان سے فرمایا:

عزّ علیّ مصرعک یامسلم ابشر بالجنۃ ''میرے لیے دشوار ہیں کہ میں تمھیں اس حال میں زمین پر گرا دیکھوں (مگر) اے مسلم تمھیں جنت مبارک ہو!

جناب مسلم بن عوسجہ نے نحیف آواز میں کہا: خدا تمھیں بھی خیر کی خبر سنائے۔

جناب حبیب نے فرمایا: اگر مجھے علم نہ ہوتا کہ بہت جلد تم سے ملحق ہونے والا ہوں تو ضرور کہتا کہ وصیت کرو تا کہ میں ان پر عمل کروں۔

جناب مسلم نے فرمایا: اے حبیب میں تمھیں اس شخص (حسین بن علی) کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ (انھیں تنہا نہ چھوڑنا) اپنی جان قربان کر دینا۔

جناب حبیب نے فرمایا: أفعل وربّ الکعبۃ ''رب کعبہ کی قسم ایسا ہی کروں گا۔

ادھر عمر بن سعد کے لشکریوں نے شور مچایا ہم نے مسلم کو مار ڈالا۔

شبث بن ربعی نے انتہائی ناراضگی سے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا: تمہاری مائیں عزاداری کریں مجھے افسوس ہے مسلم بن عوسجہ جیسا آدمی مارا جائے اور تم خوشی منا رہے ہو؟ اس نے اسلام کی راہ میں فتح آذربائیجان کے موقع پر ایسی تلواریں چلائی ہیں کہ چھ مشرکوں کو یک دم ہلاک کیا۔

زیارت ناحیہ مقدسہ میں آیا ہے:

السَّلاَمَ عَلـى مُسْلـم بـن عَوسَجة الأسدی القائلُ للحسینِ وَاذِنَ لَهُ فی الانصراف: اَنَحْن نُخلّی عَنک وَبِـم نعتذر عندالله من اَداء حَقّک لا والله، حتّی اکسر فی صدورهم رُمحی هذا، وَاضربهم بسیفی ماثبتَ قائمه فی یدی، ولا اُفارِقک وَلولم یَکن مَعی سلاح اُقاتلهم به لقذفتهُم بالحِجارة وَ لم اُفارقک حتّی اَموتَ معک، وکُنت أوّل من شَری نفسه، واوّل شهید شهدالله وقضی نَحبه فَفُزتَ بِربّ الکعبة، شَکَر الله استقدامک ومواساتک

زیارت ناحیہ سے استفادہ ہوتا ہے، مسلم بن عوسجہ اصحاب امام حسینؑ میں سے پہلے شہید ہیں اور ان کیلئے لکھا ہے، عظیم اور شریف النفس شخصیات میں سے تھے، وہ راتوں کو عبادت میں گزارتے اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے، کوفے کی شجاع افراد میں سے تھے، جناب مسلم بن عقیل کی کوفہ آمد پر ان کے ساتھی اور مالیات واسلحہ کے وکیل تھے اور جناب حبیب بن مظاہر کے ہم قبیلہ تھے۔

بعض مقاتل سے ظاہر ہوتا ہے جب حبیب بن مظاہر کو معلوم ہوا امام حسینؑ کربلا آ چکے ہیں تو وہ نصرت کی غرض سے اپنے گھر سے باہر آئے تو ایک پنساری کی دکان پر مسلم بن عوسجہ کو دیکھا تو جناب حبیب نے دریافت کیا:

اے مسلم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کہا: مہندی خرید رہا ہوں تا کہ اس کا خضاب کروں!

حبیب نے کہا: کیا نہیں جانتے ہو امام حسینؑ کربلا میں وارد ہو چکے ہیں جلد کرو تا کہ خود کو ان تک پہنچائیں اور ان کی مدد کریں۔

مسلم نے دیر نہیں کی اور با حبیب کے ساتھ کربلا کی سمت حرکت کیا اور خود کو امام حسینؑ تک پہنچایا۔

شہادت عبداللہ بن عمیر کلبی

اس واقعہ کے بعد شمر بن ذی الجوشن نے اپنے لشکر کے ہمراہ امام حسینؑ کے میسرہ پر حملہ کیا، مگر امام کے صحاب نے خوب جواب دیا یہاں تک کہ انھیں فرار ہونے پر مجبور کر دیا البتہ اس معرکہ میں عبداللہ بن عمیر کلبی کا جو دشمن سے انتہائی جرأت کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے اور ان کے انیس سوار اور بارہ پیادہ فراد کو اصل جہنم کر چکے تھے ہانی بن شبیث ربعی حضرمی سے مقابلہ ہوا۔ اس نے عبداللہ کلبی کا دائیں بازو قلم

کردیا اور بکر بن حی نامی ایک دشمنی نے ان کا پیر کاٹ دیا اور اس طرح اس مجبور انسان کو بے دردی کے ساتھ شہید کردیا گیا۔

ان کی زوجہ ام وہب اس منظر کو دیکھ کر جنازے پر پہنچیں اور اپنے شوہر کا خون صاف کرتے ہوئے فرمایا:

هنیئًالک الجنّة اسئل الله الّذی رزقک الجنّة ان یصحبنی معک "تمہیں بہشت مبارک ہو میں اس خدا سے سوال کرتی ہوں جس نے تمہیں جنت عطا کی کہ مجھے بھی تمہارے ساتھ ملحق کردے۔"

شمر بن ذی الجوشن نے جو اس ماجرا کو دیکھ رہا تھا اپنے غلام رستم سے کہا: جا اور اس (عورت) کے سر پر گرز مار آ و اور، اس ظالم نے شمر کی اطاعت میں اپنی پوری طاقت سے گرز مارا جس کی تاب نہ لا کر زوجہ اپنے شوہر کے نزدیک گری اور شہید ہوگئی۔ اس کے بعد عمر بن سعد کے سپاہیوں نے عبداللہ کلبی کا سرتن سے جدا کر کے خیام امام حسینؑ کی جانب پھینکا جہاں ابن عمیر کی والدہ نے خیمے سے نکل کر اپنے بچے کا سر زمین سے اٹھایا اور اس کا خون صاف کرنے لگیں پھر کچھ دیر خیمہ کی چوب سے سہارا لیا اور مقتل کی جانب روانہ ہوئیں، مگر حضرتؑ نے واپس بلا کر ان سے فرمایا: آپ پر خدا کا رحم و کرم نازل ہو مگر آپ سے جہاد ساقط ہے۔ یہ سن کر دکھیا ماں نے واپس لوٹتے ہوئے کہا: اللهم لاتقطع رجائی "خداوندا میری امید کو نہ توڑنا"

امام نے فرمایا: خدا آپ کی امیدوں کو پورا کرے۔

شمر کی شرم آور حرکت

پھر شمر خیام امام حسینؑ کی جانب روانہ ہوا اور نیزے سے حملہ کرتے ہوئے کہا:

آگ لگائی جائے تاکہ اس گھر کو جلا کر راکھ کردوں۔ یہ سن کر خواتین کا صدائے گریہ بلند ہوا۔

امام نے شمر سے فرمایا: اے پسر ذی الجوشن! تو میرے گھر وخاندان کو جلانے کیلئے آگ طلب کررہا ہے؟

وہاں موجود شبث بن ربعی جو خود شمر کے ساتھیوں میں سے تھا اس بے شرمی پر بولا:

اے شمر! کیا تو اتنا پست فطرت انسان ہے کہ خواتین کو خوف زدہ کررہا ہے؟ میں نے تو کبھی ایسی بات سنی ہے اور نہ ہی تجھ جیسا پست انسان دیکھا ہے!۔ شمر نے مجبوراً واپسی کا راستہ اختیار کیا۔

شہادتِ ابوالشعثاء

طبری اور دیگر اہل قلم کا بیان ہے:

ابوالشعثاء، جس کا نام یزید بن زیاد تھا، عمر بن سعد کے لشکر میں آیا تھا وہ تیر اندازی میں ایک خاص مہارت رکھتا تھا، لیکن ان سے جدا ہو کر لشکر امام میں شامل ہوا[21] اور اپنی مہارت کا استعمال دوزانو بیٹھ کر اس

طرح دکھائی کہ اس ہدایت یافتہ انسان نے سوتیر عمر بن سعد کی جانب پھینکے، چنانچہ اس نے اپنے فن سے پانچ افراد کو واصل جہنم کیا اور امام حسینؑ مسلسل اس کیلئے دعا فرما رہے تھے:

اللّھم سدّد رمیتہ واجعل ثوابہ الجنۃ "اے خدا تیر پھینکنے میں اسے اور طاقت عطا فرما اور اس کا اجر وثواب جنت کی صورت میں عطا فرما۔"

اور جب اس مجاہد کے تیر ختم ہوگئے تو تلوار لے کر میدان میں گئے اور نو افراد، بلکہ ایک روایت کے مطابق انیس افراد کو فی النار کیا اور بالآخر جہاد کرتے کرتے جام شہادت نوش کیا۔ صاحب فرسان الھیجاء نے ابوفراس کے قصیدے کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے، اس مجاہد نے دشمن کے چالیس افراد قتل کیے تب جا کر خود جام شہادت نوش کیا۔

ابوثمامہ صیداوی کا نماز زیادہ رکھنا

ابن اثیر اور دیگر صاحبان قلم نے لکھا ہے، ابوثمامہ صیداوی نے جن کا اصلی نام عمرو بن عرو تھا جو اصحاب امام حسینؑ میں سے تھے آسمان کو دیکھ کر احساس کیا کہ زوال کا وقت ہو گیا ہے، لہٰذا وقت نماز ہو چکا ہے چنانچہ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

نفسی لک الفداء انیّ اریٰ ھؤلاء قداقتربوا منک، لا واللہ لاتُقتل حتّی اُقتل دونک واُحبّ ان القی اللہ وقدصلیّت ھٰذہِ الصلوٰۃ الّتی دنا وقتھا

"میری جان آپؐ پر قربان ہو! مولا میں دیکھ رہا ہوں یہ لوگ آپؐ سے نزدیک ہوتے جا رہے ہیں، لیکن قسم بخدا جب تک میں زندہ ہوں آپؐ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، لیکن دل چاہتا ہے خدا کی ملاقات سے قبل جس نماز کا وقت آ پہنچا ہے اسے ادا کروں۔"

امام نے آسمان کی جانب سر اٹھا کر فرمایا:

ذکرت الصّلاۃ جعلک اللہ من المصلین الذّاکرین، نعم ھذا اوّلُ وقتھا "تم نے نماز کو یاد رکھا، خدا تمہیں نماز گزار (خدا کے) ذاکروں میں شمار کرے، ہاں یہ نماز کا اول وقت ہے۔"

پھر فرمایا: ان سے کہو کہ کچھ دیر جنگ روک دیں تا کہ ہم نماز ادا کریں! دشمن کی جانب سے حصین بن تمیم کی آواز آئی! تمہاری نماز قبول نہیں۔

اس پر حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا:

زعمت انّھا لاتقبل من آل الرّسول وتقبل ملک یاحمار "تیرے خیال میں خاندان رسول کی نماز قبول نہیں ہوگی مگر تجھ جیسے گدھے کی نماز قبول ہوگی؟"

شہادت حبیب بن مظاہر

حصین بن تمیم نے یہ جواب سن کر حبیب بن مظاہر پر حملہ کیا۔ جناب حبیب نے اپنا دفاع کرتے ہوئے اس کے گھوڑے پر وار کیا، گھوڑے نے سوار کو زمین پر گرا دیا مگر حصین کے ساتھیوں نے اسکا ساتھ دیا اور اسے بچا کر لے گئے۔ جناب حبیب امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن دغا طلب کیا اور وہ میدان میں جاتے وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انیٓ حبیب وابی مظاھر — فارس ھیجاء وحرب تسعر

وانتم عندالعدید اکثر — ونحن اعلی حجّۃ واقھر

''میرا نام حبیب اور میرے والد کا نام مظاہر ہے، میں جنگ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں گھوڑ سوار کرتا ہوں تم تعداد میں اگر چہ ہم سے زیادہ ہو مگر ہم برھان وحجت میں تم پر غالب ہیں۔''

مندرجہ روایت کے مطابق انھوں نے بہتر بدبختوں کو سوئے دوزخ روانہ کیا [۲۲] اس وقت بدیل بن مریم نامی ایک دشمن نے جناب حبیب پر حملہ کیا اور ان پر تلوار کا ایک سخت وار کیا اور بنی تمیم کے ایک شخص نے پہلے کی مدد کرتے ہوئے جناب حبیب بن مظاہر پر ایک نیزہ مارا جس کے سبب وہ زمین پر گرے مگر ابھی سنبھل کر اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے سرِ مبارک پر پوری طاقت سے تلوار ماری جس پر حبیب دوبارہ گرے ہی تھے کہ ایک تمیمی نے سرتنِ اطہر سے جدا کر دیا۔ امام خبر شہادت سن کر انتہائی غمزدہ ہوئے اور فرمایا:

عندالله اَحْتَسِبُ نفسی وحُماۃِ اَصْحابی ''اپنا اور اپنے اصحاب کا اجر وثواب خدا سے مانگتا ہوں۔''

بعض دیگر مقاتل میں ہے امام نے فرمایا:

اللہ دَرُّکَ یاحَبیب لَقَدْ کُنْتَ فاضِلاً تَخْتم القرآنَ فی لَیْلَۃٍ واحِدۃ ''اے حبیب! خدا تم پر رحمت نازل کرے تم کیسے صاحبِ فضیلت انسان ہو کہ ایک رات میں قرآن پورا کر لیتے تھے۔'' [۲۳]

شہادتِ حر بن یزید ریاحی

جناب حبیب بن مظاہر کے بعد حر بن یزید ریاحی میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انیّ اناالحُرّ ومأوی الضیف — اضرب فی اعناقکم بالسیف

عن خیر من حل منًی والخیف — اضربکم ولااری من حیف

''میں حر ہوں جو اپنے مہمان کی پناہ گاہ ہے جو اپنی تلوار سے تمہاری گردنوں کو اس کی حمایت میں اپنے محکم وار سے مارے گا جو خود مجھ سے ہے اور مجھے اس کام میں کوئی خوف وہراس نہیں۔''

حُر بن یزید ریاحی سے یہ رجز بھی نقل ہوا ہے:

آلیت لااقتل اقتلا ولن اصاب الیوم الاّمقبلا
اضربھم بالسیف ضرباً معضلا لاناکلاً عنھم و لامعلّلا
احمی الحسین الماجدالمؤمّلا لاحاجزاً عنھم و لامبدّلا

''میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک کسی کو نہ ماروں خود نہیں مروں گا اور اگر کوئی مجھ سے لڑنا چاہتا ہے تو میں تنہا لڑوں گا میں بے مثال ضربت ماروں گا، کیونکہ ان سے بالکل نہیں ڈرتا میں حسینؑ کی حمایت کرتا ہوں جو عظیم المرتبت انسان ہے اور میں حسینؑ کی حمایت میں کسی بھی رکاوٹ کو اہمیت نہیں دیتا۔''

زہیر بن قین پشت پناہی کرتے ہوئے ان کے ساتھ لڑ رہے تھے، چنانچہ اگر ان میں سے کوئی ایک گر جاتا تو دوسرا حملہ کر کے اس کی جان بچاتا۔ گویا یہ سلسلہ جہاد بہت دیر تک جاری رہا، یہاں تک کہ حر کا گھوڑا سر و کان اور پیشانی کی جانب سے زخمی ہوا اس کی ٹھوڑھی سے خون بہہ رہا تھا، اس وقت حر نے معروف عرب شاعر عنترہ کے اشعار پڑھنا شروع کیے:

مازلت ارمیھم بغرۃ نحرہ والبانہ حستی تسربل بالدّم

''میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک میرا گھوڑا خون میں تر نہ ہو جائے۔''

حصین بن تمیم اور یزید بن سفیان سے کہا: یہی وہ حر ہے جس کے قتل کی خواہش تیرے دل میں ہے ۲۴ جا اور اب اسے مار دے۔ یزید نے گھوڑا دوڑایا حُر کے سامنے جا کھڑا ہوا اور بولا! اے حُر کیا مجھ سے جنگ کرے گا؟ حر نے کہا: ہاں اور یہ کہہ کر ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ حصین بن تمیم کہتا ہے گویا یزید بن سفیان کی جان حُر کے ہاتھ میں تھی جب چاہے لے لے مگر اس وقت ایوب بن مسرح نامی ایک شخص نے حُر کی طرف تیر مارا جو حُر کے گھوڑے کو لگا اور اپنے سوار کو زمین پر گرا دیا، لیکن حُر نے ہمت نہ ہاری اور تلوار ہاتھ میں لیئے شیر کی مانند کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر حملہ کرتا رہا یہاں تک کہ ابن شہر آشوب کے مطابق دشمن کے چالیس سے زیادہ افراد زمین پر گرائے تب عمر بن سعد کے پیادہ سپاہیوں نے مل کر ان پر حملہ کیا اس طرح زخموں سے چور یہ مجاہد زمین پر گرا اصحاب امام حسینؑ حُر کو اٹھا کر اس مخصوص خیمے میں لائے جہاں جنازے لائے جا رہے تھے۔ امام حر کے زخمی بدن پر جس میں ابھی جان باقی تھی تشریف لائے اور اپنے مبارک اور شفیق ہاتھوں سے پیشانی کا خون صاف کرتے ہوئے فرمایا:

أنت الحر کماسمّتک اُمک اُمک، وأنت الحرّ فی الدّنیاو الآخرۃ

''تیری ماں نے تیرا نام حُر صحیح رکھا ہے، اے حر! تو دنیا و آخرت میں حُر و آزاد ہے۔''

بعض دوسری تاریخوں میں مندرجہ ذیل مرثیہ امام سے نقل ہوا ہے:

لنعم الحُرُ حُرُ بنی ریاح صبور عندمشتبک الرماح
ونعم الحُرّاذ واسیٰ حسیناً وجادبنفسہ عندالصباح

"کتنا عظیم ہے یہ حُر جو قبیلہ بنی ریاح کا رہنے والا ہے جو نیزے کھا کر بھی خوددار اور تحمل کرنے والا ہے اور کتنا عظیم ہے حُر کہ جب حسینؑ پر جان فدا کر رہا تھا تو سخاوت مندانہ انداز میں وقت صبح جانسونپی۔" ۲۵

جبکہ بعض اہل قلم نے ان اشعار کی نسبت امام کے بعض اصحاب یا امام سجادؑ کی جانب دی ہے۔ واللہ اعلم

بقیہ داستان اور نماز کی ادائیگی

جیسا کہ ذکر ہوا اس ہنگام جنگ میں حضرتؑ کے دو اصحاب جناب حبیب بن مظاہر اور جناب حُر بن یزید ریاحی دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، لیکن امام نے اپنے باقی اصحاب کے ہمراہ نماز (خوف کی صورت میں نماز) ادا کی چنانچہ اہل تاریخ کا بیان ہے زہیر بن قین اور سعد بن عبداللہ حنفی دفاع کی خاطر حضرتؑ کے آگے کھڑے ہوئے البتہ بعض اہل تاریخ کا بیان ہے امام نے یہ نماز فرادیٰ اور اشاروں سے ادا کی۔ ۲۶

بہرحال اہل قلم اور ارباب مقاتل کی اکثریت نے یہی لکھا ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفی نے اپنے سر و سینہ اور صورت کو امام اور اصحاب امام کی سپر بنا رکھا تھا تاکہ وہ لوگ نماز ادا کر سکیں لیکن جب زخموں سے چور اور بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا تو تحمل کی انتہا پر مزید کھڑے نہ رہ سکے اور زمین پر یہ کہتے ہوئے گر گئے:

اللهم العنهم لعن عاد وثمود، وابلغ نبيّک منّی السلام، وابلغه مالقيت من الم الجراح، فانّی اردت بذلک ثوابک فی نصرة ذرّية نبيّک صلی الله عليه وآله

"اے خدا! تو انھیں قوم عاد و ثمود کی طرح اپنی رحمت سے دور کر دے اور اپنے نبی پر میری جانب سے درود بھیج اور یہ درد و زخم جو مجھے نصیب ہوئے ہیں انھیں پیغمبرؐ تک پہنچا دے، کیونکہ اس کام سے میرا ہدف فرزند رسولؐ کی نصرت کرنا تھا اور اپنا رخ امام حسینؑ کی جانب موڑ کر کہا:

أوفيت يابن رسول الله ؟ کیا میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا؟

امام نے فرمایا: نعم انت امامی فی الجنة "تم نے وعدہ وفا کر دکھایا اور تم جنت کیلئے مجھ سے آگے ہو۔"

اس کے بعد ان کی روح بدن سے پرواز کر گئی اور وقت ان کے بدن پر تیرہ تیروں کا مشاہدہ کیا گیا، لیکن یہ تیر ان ضربتوں کے علاوہ تھے جو اس واقعے سے پہلے ان کے بدن پر وارد ہو چکے تھے۔

رضوان الله تعالیٰ عليه وسلامه وبرکاته وعلی من استشهد معه

تیراندازوں کو حکم ابن سعد

یہاں پر لکھتے ہیں:

عمر بن سعد نے اپنے تیراندازوں کو بلا کر حکم دیا، لشکر امام حسینؑ پر حملہ کریں لیکن لشکر یزید کے گھوڑے (لشکر امام کی جانب سے دکھائے جانے والے) نیزوں کو دیکھ کر بے قابو ہو جاتے اور اس طرح لشکر یزید شکست خوردہ واپس لوٹ جاتا تھا مگر فقط ضحاک بن عبداللہ شرقی اور اسکا گھوڑا تھا جو باقی بچے، چنانچہ وہ خود کہتا ہے:

جب ہمارے گھوڑے میدان سے بھاگ جاتے تھے تو میں نے بھی اپنا گھوڑا اپنے ایک دوست کے خیمے میں لاکر باندھ دیا۔ ۲۷ اور یہیں سے معرکۂ کربلا اپنے سخت ودشوار موڑ پر پہنچا اور اب جو بھی میدان میں جاتا امام سے وداع ہوکر جاتا تھا (گویا وہ موت کو دیکھ رہا ہوتا تھا) اور میدان میں جاتے وقت ہر مجاہد کا یہ جملہ ہوا کرتا تھا:

السلام علیک یابن رسول اللہ

اور حضرتؑ بھی انھیں رخصت کرتے وقت فرماتے: علیک السلام

اور فرماتے تھے: ونحن خلفک ''ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں''

اور یہ آیہ شریفہ تلاوت فرماتے:

﴿وَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

شہادت ابوثمامہ صیداوی

ابوثمامہ صیداوی جن کا نام وتذکرہ گزشتہ صفحہ پر گزر چکا ہے یہ وہی شخصیت ہے جو جناب مسلم بن عقیل کی کوفہ آمد پر ان کیلئے اسلحہ اور حربی ابزار وآلات کی خوب شناخت رکھتے تھے ۲۸ اور جب جناب مسلم نے قیام فرمایا تو انکے بڑے لشکر کی سپہ سالاری انکے سپرد تھی اور جس رات جناب مسلم نے خود کو پنہاں کیا تو یہ بھی اسی رات اپنے قبیلے میں پنہاں تھے اور شہادت جناب مسلم کے بعد عبیداللہ بن زیاد نے بہت تلاش کیا مگر ابوثمامہ نافع بن ہلال کے ہمراہ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے امام حسینؑ سے جا ملے اور اپنی شہادت تک امام حسینؑ کی خدمت میں وفادار رہے۔

تاریخ نویسان کہتے ہیں:

ابوثمامہ نماز پوری کرنے کے بعد میدان میں آئے اور کچھ اشعار سے دشمنان خدا اور رسول خدا سے جنگ کا آغاز کیا۔ بہرحال بہت دیر کے بعد ابوثمامہ کے چچازاد نے جو عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور ان سے دشمنی رکھتا تھا حملہ کیا جس کے نتیجے میں ابوثمامہ شہید ہوئے۔

شہادت زہیر بن قین وابن مضارب

سلمان بن مضارب جو زہیر بن قین کے چچازاد بھائی تھے، لشکر امام سے باہر آئے اور جنگ کرتے ہوئے

---

۲۸ شیخ مفیدؒ جناب مسلم بن عقیل کی آمد پر کوفہ کے حالات لکھتے ہیں: جب معقل جناب مسلم کے پاس آیا وأمر اباثمامة الصائدی بقبض المال منه وهو الذی كان يقبض اموالهم ومايعين به بعضهم بعضاً ويشتری لهم السلاح وكان بصيراً وفارساً من فرسان العرب ووجوه الشيعة ابوثمامہ کو جناب مسلم نے دستور دیا کہ اس سے مال لے لیں کیونکہ یہ (ابوثمامہ) اموال کی جمع آوری اور مومنین میں اس کی تقسیم کی ذمہ داری رکھتے تھے اور اس مال سے اسلحہ خریدتے تھے کیونکہ وہ عربوں اور شیعہ شخصیات میں ان مسائل میں مہارت رکھتے تھے۔

شہید ہو گئے اور ان کے بعد خود زہیر بن قین بجلی ۲۹ جہاد کیلئے آمادہ ہوئے۔

محدث قمیؒ اپنی کتاب نفس المہموم میں حنظلہ بن اسعد شامی یا کثیر بن عبداللہ شعبی سے جو خود زہیر بن قین کا قاتل تھا نقل کرتے ہیں:

زہیر بن قین روز عاشورا دم دراز اور گھنے بالوں والے گھوڑے پر سوار اسلحہ سے لیس میدان میں آئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

یااهل الکوفة نذارلکم من عذاب اللّٰه نذار، انّ حقّاً علی المسلم نصیحة أخیه المسلم، ونحن الآن اخوة علی دین واحد وملّة واحدة مالم یقع بیننا وبینکم السیف، وانتم للنصیحة منّا اهل، فاذا وقع السیف انقطعت العصمة، وکنّا نحن امّة و انتم امّة، انّ اللّٰه قد ابتلانا و ایّاکم بذریّة نبیّه صلّی اللّٰه علیه و آله ولینظر مانحن وانتم عاملون، انّا ندعوکم الی نصرهم وخذلان الطاغیة عبیداللّٰه بن زیاد فانکم لاتدرکون منهما الاسوء، یسملان اعینکم، ویقطعان ایدیکم وأرجلکم، ویمثّلان بکم ویرفعانکم علی جذوع النخل ویقتلان اماثلکم وقرّائکم امثال حُجر بن عدی واصحابه، وهانی بن عروة واشباهه

"اے لوگو! میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں، کیونکہ بے شک ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق نصیحت و خیر خواہی کرنا ہے اور ہم اب تک ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور جب تک تلواریں نہ چلیں ہم ایک دین اور ایک آئین کے ماننے والے ہیں اور (اسی طرح) تم بھی خیر خواہی کی صلاحیت رکھتے، لیکن جوں ہی ہمارے درمیان تلواروں کا استعمال ہوا اس وقت ہم اور تم دو مختلف امتوں سے ہوں گے، بتحقیق خدا نے تمہارا اور ہمارا امتحان فرزند رسولؐ کے ذریعے لیا ہے، تاکہ وہ (خدا) دیکھے ہم اور تم اس مسئلے میں کیا کرتے ہیں، ہم تمہیں حضرتؑ کی نصرت اور تجاوز گر ابن تجاوز گر یعنی عبیداللہ بن زیاد کو ترک کرنے کی دعوت دیتے ہیں، کیونکہ اس کے ساتھ رہنے میں سوائے برائی کے تمہیں اور کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا، یہ تمہاری آنکھیں نکال دیں گے اور ہاتھ پیر دکاٹ کر تمہاری میتوں کی حرمت پامال کریں گے، درختوں کی شاخوں پر تمہارے جنازے آویزاں کریں گے اور حجر بن عدی کی طرح تمہارے بزرگوں اور قاریانِ قرآن کو مار دیں گے۔" ۳۰

لشکر یزید نے یہ خطاب سن کر زہیر بن قین کیلئے نامناسب الفاظ استعمال کیے اور ابن زیاد کی تعریف کی اور جواباً کہا:

قسم بخدا ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک حسینؑ اور انکے ساتھیوں کو قتل نہ کر دیں یا پھر انھیں ابن زیاد کے حوالے نہ کر دیں۔

زہیر بن قین نے دوبارہ خطاب فرمایا:

یاعباداللہ انّ ولدفاطمة علیہاالسلام أحقّ بالودّوالنصر من ابن سمیّة فان لم تنصروھم فاعیذکم باللہ ان تقتلوھم ،خلّوابین ھذاالرجل وبین ابن عمّہ یزیدبن معاویۃ فلعمری انّ یزیدلیرضی عن طاعتکم بدون قتل الحسین ''اے بندگان خدا! اس میں کوئی شک نہیں فاطمہ زہراؑ کے بیٹا سمیہ کے بیٹے سے کہیں زیادہ مدد ونصرت کالائق ہے اوراگران کی مدد نہیں کرتے تو انھیں قتل کرنے سے خدا کی پناہ مانگو، یزیداور حسینؑ دونوں قریش میں سے ہیں انھیں ان کے حل پر چھوڑ دو، مجھے اپنی جان کی قسم حسینؑ کے قتل نہ ہونے میں یزید تمہاری فرمانبرداری سے زیادہ خوش ہوگا۔''

اس وقت شمر نے زہیر بن قین کی جانب یہ کہہ کر تیر پھینکا: اپنی آواز بند کر، تیرا زیادہ بولنا ہمیں تھکا رہا ہے۔

زہیر نے فرمایا:

یابن البوّال علی عقبیہ ماایّاک أخاطب انّماأنت بھیمة واللہ ماأظنّک تعلم من کتاب اللہ آیتین فابشر بالخزی یوم القیامة والعذاب الالیم ''اے ایڑی پر پیشاب کرنے والے کے فرزند! ۳۱ میں نے تجھے کب مخاطب کیا تھا تو چار پائے جانوروں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا (کیونکہ) خدا کی قسم تو قرآن کی دو آیات کا بھی علم نہیں رکھتا۔''

جب شمر کو منہ توڑ جواب ملا اور اسکے پاس بولنے کو کچھ نہ رہا تو (غصے کی حالت میں بولا) تجھے اور تیرے آقا کو ابھی مارتے ہیں! زہیر نے فرمایا:

أفبالموت تخوّفنی فواللہ للموت معہ أحبُ الیّ من الخلد ''کیا مجھے موت سے ڈراتا ہے، خدا کی قسم میرے نزدیک اس ہستی کے ساتھ مرنا تمہارے ساتھ زندگی جاوید گزارنے سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔''

پھر دوبارہ اہل کوفہ سے فرمایا:

یاعباداللہ لایغرّنکم ھذاالجلف الجافی واشباھہ فواللہ لاتنال شفاعة محمدصلی اللہ علیہ وآلہ قوماً أھرقوادماء ذریّتہ واھل بیتہ وقتلوامن نصرھم وذبّ عن حریمھم ''اے بندگان خدا! یہ اوراس جیسے بداخلاق اور پست افراد کہیں تمہیں دھوکہ نہ دیں کیونکہ قسم بخدا رسول اللہؐ کی شفاعت اس شخص کو ہرگز نصیب نہیں ہوگی جو ان کی اولاد اور اولاد کے مددگاروں کو قتل کرے۔''

اس وقت اصحاب امام حسینؑ میں سے کسی نے آواز دی اے زہیر! امام حسینؑ فرماتے ہیں واپس آجائیں کیونکہ مجھے اپنی جان کی قسم جس طرح مومن آلِ فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی اور دعوت حق انھیں ابلاغ کیا تم نے بھی وہی کام کیا (البتہ) اگر انھیں اس سے کوئی فائدہ پہنچنے والا ہو؟ ۳۲

بالآخر زہیر نے میدان میں جاتے وقت امام کے دوشِ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اقدم هديت هادياً مهدياً فاليوم نَلقى جدّک النّبيا

وحسناً والمرتضی علياً وذاالجناحين الفتی الكمياً

واسدالله الشهيدالحياً

''اے حسین! بڑھو آج تم اپنے جد نبی کریمؐ سے ملاقات کرو گے، حسن و علی اور جعفر طیار و حمزہ سے ملاقات کرو گے۔''

امام نے بھی ان سے فرمایا:

وانا القاهم علی أشرک ''میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے ان کے دیدار کو آ رہا ہوں۔''

اس کے بعد زہیر نے حملہ کیا اور جنگ سخت ہونے لگی تو یہ رجز پڑھا:

انازهير وانا ابن القين اذودكم بالسيف عن حسين

انّ حسيناً احدالسبطين من عترة البرّ التقی الزّين

ذاک رسول الله غيرالمين اضربكم ولااری من شين

''میں زہیر بن قین ہوں جو اپنی تلوار سے تمہیں حسینؑ سے دور کرے گا حسینؑ نبیؐ کی اولاد میں سے ہے، وہ عظیم المرتبت رسول جو بہترین انسان تھے کی اولاد ہے، میں تمہیں ایسے ماروں گا کہ پھر زخم دیکھنے کی مہلت بھی نہ ملے گی۔''

ابن شہر آشوب کی مناقب کے مطابق، جناب زہیر بن قین نے ایک سو بیس افراد کو واصل جہنم کیا تب کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے مل کر حملہ کیا اور انھیں شہید کر دیا۔

امام حسینؑ ان کی بالین پر آئے اور فرمایا:

لايبعدنک الله يازهير ولعن قاتليک لعن الذين مسخوا قردة وخنازير ''خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور نہ رکھے اور تمہارے قاتلوں پر ان کی طرح لعنت کرے جو بندروں اور خنزیروں کی طرح مسخ ہوئے۔''

شہادتِ عمرو بن قرظہ انصاری

عمرو بن قرظہ انصاری وہی شخصیت ہے جو امام حسینؑ کی جانب سے عمر بن سعد تک پیغام رسانی کا کام انجام دے رہے تھے اور ان کے والد گرامی قرظہ انصاری رسول اللہؐ کے اصحاب میں سے تھے جو جنگ احد اور دیگر بہت سی جنگوں میں شریک رہے اور رحلت پیغمبرؐ کے بعد جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علیؑ کی رکاب میں جنگ کرتے رہے اور نہ فقط یہ بلکہ بقول نصر بن مزاحم جنگ صفین میں پرچم انصار انہی کے ہاتھوں میں تھا۔ قرظہ انصاری کے دو فرزند تھے ایک عمرو جو امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے اور دوسرا علی جو عمر بن سعد کے ہمراہ تھا یہ اپنے بھائی عمرو کی شہادت کے بعد لشکرِ دشمن سے باہر آیا اور امام حسینؑ کی شان

میں جسارت کرنے لگا جس پر نافع بن ہلال نے اسے نیزہ مارا جس کی زد میں آ کر وہ زمین پر گرا مگر اسکا ساتھ اسے بچا کر لے گیا۔

عمرو بن قرظہ ان افراد میں سے تھے جو مسلسل امام کی حفاظت کے کام انجام دے رہے تھے، یہ مجاہد امام حسینؑ کی جانب آنے والے ہر تیر کو اپنے بدن پر لے لیتا تھا مگر جب زخم زیادہ ہو گئے تو امام کی جانب رخ کر کے فرمایا: أوفيت يابن رسول الله "اے فرزند رسول! کیا میں جانثاری کی شرط پر پورا اترا ہوں؟" حضرتؑ نے فرمایا:

نعم انت أمامي في الجنة فاقرأ رسول الله مني السلام واعلمه اني في الاثر "ہاں بلکہ تمہاری وفاداری کی علامت یہ ہے کہ جنت کیلئے مجھ سے آگے جا رہے ہو، رسول اللہؐ کو میرا اسلام کہنا اور کہنا حسینؑ بھی آ رہے ہیں۔

بعض مقاتل میں ہے عمرو زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گرے اور شہید ہو گئے، جبکہ بعض دیگر مقاتل میں ہے کہ انھوں نے یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ کیا:

قدعلمت كتيبة الانصار	انىّ ساحمى حوزة الذمار
ضرب غلام غير نكس شار	دون حسين مهجتى و دارى

"گروہ انصار جانتے ہیں میں ناموسِ حسینؑ کا محافظ ہوں میرا مارنا اس جوان کا سا ہے جو ٹھہر کر لڑتا ہے میں بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں میں اور میرا گھرانہ حسینؑ پر فدا ہے۔"

اور ایک بڑی تعداد کو ہلاک کیا اور زخمی حالت میں زمین سیر کر کے شہید ہو گئے۔

شہادت نافع بن ہلال جملی

نافع بن ہلال کے بارے میں جیسا کہ ان کی زندگی نامے میں آیا ہے ایک دلاور، شجاع، صاحب عظمت ہونے کے علاوہ اپنے قبیلے کے رئیس تھے۔ آپ مقام عذیب الہجانات پر امام حسینؑ سے ملحق ہوئے اور کچھ روایات میں من جملہ روایت طبری میں ہے جب امام اور آپؑ کے اصحاب پر پانی بند کر دیا گیا تو جناب ابوالفضل العباسؑ کے ہمراہ فرات پر جانے والے بیس مجاہدوں میں ایک نافع بن ہلال تھے جنھوں نے اس ماجرا میں انتہائی مشقت کا سامنا کیا۔[۳۳]

اسی طرح کہا جاتا ہے انتہائی خوبصورت جوان اور اچھے بدن کے مالک انسان تھے اور تیر اندازی میں خاص مہارت رکھتے تھے انھوں نے چند تیر مسموم کر رکھے تھے اور ان پر اپنا نام لکھ رکھا تھا اور انھیں دشمن کی جانب پھینکتے وقت یہ اشعار پڑھتے تھے:

ارمي بها معلمة افواقها	مسمومة تجري بها اخفاقها

لیملانّ ارضها رشاقها　　　والنفس لاینفعها اشفاقها

''میں وہ تیر مارتا ہوں جو زہر آلود ہو جس سے کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں اور ایسے میں میرا نفس رحم نہیں کھاتا۔''

انہی تیروں سے بارہ دشمنانِ خدا کو فی النار کیا اور بہت سے دشمنوں کو زخمی کیا اور جب تیر ختم ہو گئے تو تلوار نکال کر دشمن پر حملہ کیا، چنانچہ بہت سے لوگ ہلاک کیے اس وقت نافع بن ہلال سے چند رجز نقل ہوئے ہیں من جملہ:

انا الغلام الیمنی الجملی　　　دینی علی دین حسین و علی

اضربکم ضرب غلام بطل　　　ویختم الله بخیر علی

ان اقتل الیوم فهذا املی　　　فذاک رأیی و ألاقی عملی

''میں وہ یمنی جوان ہوں جسکا دین حسین و علی کا دین ہے، میری ضربت شجاع جوانوں کی ہے اور میرے کام کا انجام اچھا ہوتا ہے، چنانچہ آج تمہیں مار ڈالا تو یہی میری تمنا ہے اور اس عمل سے اپنے کردار کی عکاسی کروں گا۔''

لشکر عمر بن سعد نے نافع بن ہلال کا احاطہ کیا اور سب نے مل کر پتھروں اور تیروں سے ان پر حملہ کیا، چنانچہ ان کا ایک بازو شہید ہوا اور انھیں اسیر بنالیا گیا شمر انھیں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عمر بن سعد کی خدمت میں لے گیا۔ عمر بن سعد نے انھیں دیکھ کر کہا: تجھے کس چیز نے اپنی یہ حالت بنانے پر مجبور کیا؟

نافع نے جواب دیا: انّ ربی یعلم ما اردت ''میرا رب بہتر جانتا ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔''

اس وقت ایک شخص نے نافع بن ہلال کے سر و صورت سے خون بہتا دیکھ کر کہا: اپنا حال دیکھ رہے ہو؟

نافع نے کہا: میں اپنے آپ کو سرزنش نہیں کروں گا اور اگر میرا ہاتھ نہ ٹوٹا ہوتا تو کسی میں جرأت نہ تھی کہ وہ مجھے اسیر بناتا۔

اس وقت شمر نے عمر بن سعد سے کہا: اسے قتل کر دیا جائے،

ابن سعد نے کہا: اسے تو لایا ہے اگر چاہتا ہے تو مار دے۔

شمر نے مارنے کی غرض سے تلوار اٹھائی تو نافع نے کہا:

یاشمر لو کنت من المسلمین لعظم علیک أن تلقی الله بدمائنا فالحمد الله الّذی جعل منایانا علی یدی شرار خلقه ''اے شمر! اگر تو مسلمان ہوتا تو یقیناً تیرے لیے گراں ہوتا کہ ہمارے خون سے رنگیں ہاتھ خدا کے پاس لے کر جاتا۔ خدا کا سپاس گزار ہوں کہ اس نے اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں ہماری موت لکھی ہے۔''

شہادتِ غلام ترکی

روایات و مقاتل میں آیا ہے:

ایک ترکی غلام نے روز عاشورا ستر افراد کو واصل جہنم کیا اور بالآخر انتہائی شجاعت دکھاتے ہوئے شہید ہوگیا۔ اس غلام کا نام اور خصوصیات میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے "واضح" اور بعض نے "اسلم" کے نام سے انھیں یاد کیا ہے، جبکہ مناقب ابن شہر آشوب نے کچھ روایات سے استناد کرتے ہوئے انھیں حر بن یزید ریاحی کا غلام جانا ہے، جبکہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ وہ حارث بن مذحجی کے غلام تھے، اسی طرح بحارالانوار اور مقتل خوارزمی نے انھیں امام حسینؑ کا غلام لکھا ہے اور ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ قاری قرآن تھے اور جب میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھ رہے تھے:

البحر من طعني وضربي يصطلي   والجوّ من سهمي ونبلي يمتلي

اذا حسامي في يميني ينجلي   ينشق قلب الحاسد المبجّل

"دریا میرے نیزے اور تلوار کی مار سے جریان پاتے ہیں اور میرے تیر سے ہوا چلتی ہے اور اگر میری تلوار میرے سیدھے ہاتھ میں نظر آجائے تو پھر (دشمن کی) خیر نہیں وہ حاسدوں کا دل جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔"

بہرحال ستر افراد کو مار کر زمین پر گرے اور امام کو پکار، امام ان کے سرہانے تشریف لائے اور اپنا رخسار ان کے رخسار پر رکھا تو غلام نے آنکھیں کھول کر کہا:

مَنْ مثلي وابن رسول الله واضع خدّه على خدي "کون ہے جس کا مقام میرے مقام کے برابر ہے (میرے) رخسار پر فرزند رسول اللہؐ نے رخسار رکھا ہے۔"

پھر معمولی سی مسکراہٹ دکھا کر اپنی جان بارگاہ ایزدی میں پیش کر دی۔

شہادتِ بریر بن خضیر

حضرت بریر بن خضیر ہمدانی امام حسینؑ کے اصحاب خاص، مشائخ تابعین، قاریانِ قرآن اور اصحاب حضرت علیؑ میں سے تھے حتی انھیں سید القراء کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور جب حر بن یزید ریاحی نے امام حسینؑ کا راستہ روکا تو اس وقت امام نے خطاب فرمایا تو یہی بریر تھے جنھوں نے کہا:

والله يابن رسول الله لقد منّ الله بك علينا، ان نقاتل بين يديك، وتقطع فيك اعضاء ُنا ثم يكون جدّك شفيعنا يوم القيامة "اے فرزند رسول! خدا نے آپؐ پر احسان کیا کہ ہم آپؐ کی رکاب میں جہاد کریں اور ہمارے اعضاء و جوارح آپؐ کی راہ میں کاٹے جائیں اور آپؐ کے جد قیامت میں ہماری شفاعت کریں۔"

طبری ابی مخنف سے اور وہ عبدالرحمٰن بن عبدربہ انصاری کے غلام سے ۳۴ (جو خود اصحاب و اعوان امام حسینؑ میں سے تھے اور پہلے یا دوسرے حملے میں شہید ہوئے۔) نقل کرتے ہیں:

''امام حسینؑ نے دستور دیا کہ ایک جگہ پردہ لگایا جائے جس میں نورہ کا ایک ظرف نظافت کیلئے رکھا جائے اور اس میں مشک کو مخلوط کیا جائے چنانچہ پہلے خود امامؑ اس پردہ میں گئے اور اس وقت عبد الرحمٰن اور بریر باہر کھڑے تھے، تا کہ امام کے ان دونوں میں سے کوئی پردہ کیا اندر جائے لہٰذا جوں ہی امام باہر تشریف لائے تو یہ دونوں ایک دوسرے پر مقدم ہونے کیلئے آگے بڑھے تو دونوں کے شانے ٹکرائے یعنی بریر عبدالرحمٰن سے مزاح کر رہے تھے تو عبدالرحمٰن نے کہا: دَعْنا فَوَاللہ ما هذہٖ بساعۃُ باطل ''اے بریر! چھوڑو یہ وقت مزاح کا نہیں۔''

بریر نے جواب دیا:

وَ اللہ لَقَد عَلِمَ قَومی اِنّی ما اَحْبَبْتُ الباطِلَ شاباً وَلا کُهلاً ولٰکِنْ و اللہِ اِنّی لَمُستَبْشِرٌ بِما نَحنُ لا قُونَ وَاللہ انَّ بَیننا وَبَیْنَ الحُورِ العِین اِلّا انَ یَمیلَ هؤلاءِ وَلَودَدْتُ اِنّهم قَد مالوا عَلینا باَسْیافِهم

''خدا کی قسم میری قوم گواہی دے گی کہ میں نہ تو جوانی میں خضولیات کا قائل تھا اور نہ ہی پیری میں لیکن خدا کی قسم مجھے اس وقت جو چیز نظر آ رہی ہے اس پر اتنا خوش ہوں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ قسم بخدا ہمارے اور حور العین کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ تلور سے ہم پر حملہ کریں اور بس جبکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ اس وقت ہم پر حملہ کر دیں۔'' ۳۵

اگر اس حدیث کو معتبر مانا جائے تو مندرجہ ذیل چند مطلب سمجھ میں آتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ اس شب خیموں میں اتنا پانی موجود تھا کہ جس سے تنویر و تنظیف عمل میں آ سکے۔

۲۔ اس حدیث میں نظافت بدن کی اہمیت بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔

۳۔ اصحاب امام میں شہادت پر ایمان اور اس کیلئے آمادگی اس حد تک تھی کہ بارگاہ ایزدی میں جانے کیلئے تطہیر و تنظیف کر رہے تھے۔

هنیئاً لارباب النعیم نعیمهم ولِلعاشق المسکین مایتجرّع

''اہل بہشت کو جو مسکین ہوتے ہوئے عشق کرتے ہیں بہشت مبارک ہو۔''

طبری ابی مخنف سے روایت کرتے ہیں:

یوسف بن یزید، عفیف بن زہیر سے جو خود کربلا میں موجود تھا حدیث نقل کرتا ہے:

یزید بن معقل جو لشکر عمر بن سعد میں تھا باہر آیا اور کہا: اے بُریر! خدا کو اپنی نسبت کیسا پایا؟

بُریر نے فرمایا:

صنع الله بی خیراً وصَنَعَ بِکَ شرّاً "خدا نے میرے ساتھ تو خیر وخوبی کا سلوک رکھا مگر تیرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

یزید بن معقل نے کہا: اگر چہ پہلے جھوٹ نہیں بولتے تھے، مگر اب جھوٹ بول رہے ہو کیا تمہیں یاد ہے ہم ایک روز محلہ بنی سودان سے گزر رہے تھے ہم نے کہا تھا کہ معاویہ گمراہی پر ہے اور علیؑ امام ہدایت ہے؟

بریر نے کہا: میری اب بھی یہی رائے ہے اور ابھی گواہی دیتا ہوں کو تُو گمراہی پر ہے۔

بریر نے کہا: کیا مباہلے کیلئے تیار ہو، تاکہ خدا جھوٹے کو اپنی رحمت سے دور کردے اور راہ باطل پر چلنے والوں کو ختم کردے؟ یزید بن معقل نے قبول کیا۔

چنانچہ دونوں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور خدا سے درخواست کی کہ جو جھوٹا ہے اس پر لعنت کرے، اسے ماردے اور اس کے بعد ایک دوسرے پر حملہ کیا دونوں کی ضربتیں ردوبدل ہوئیں، مگر یزید بن معقل کی ضربت خفیف تھی، للہذا بریر کو کوئی نقصان نہ پہنچا، لیکن بریر کی ضربت اتنی شدید تھی کہ یزید کے کلاہ کو کاٹتی ہوئی اس کے آدھے سر (یعنی دماغ) تک اتر گئی۔

راوی حدیث (عفیف بن زہیر) کہتا ہے:

گویا اب بھی میری آنکھوں میں وہ منظر گھوم رہا ہے، جب بُریر نے جھٹکے سے تلوار نکالی اور فضاء میں گھمارہے تھے، رضی بن مُنقذ عبدی آگے بڑھا اور بریر پر حملہ آور دونوں سر ننگے ایک دوسرے کے مقابل چکر لگا رہے تھے، بُریر نے اسے زمین پر گرایا اور سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے، رضی بن مُنقذ نے اپنے ساتھیوں کو مدد کیلئے پکارا چنانچہ اس کی مدد کیلئے کعب بن جابر آگے بڑھا تو میں (راوی) نے کہا:

هذا بُریر بن خضیر القاری الذی کان یقرئنا القرآن فی المسجد؟ "یاد ہے یہ بریر بن خضیر ہیں جو ہمیں مسجد میں قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔"

مگر کعب نے میری بات پر توجہ نہ دی اور نیزے کے ذریعے ان پر حملہ کیا، بُریر نے جوں ہی نیزے اپنی کمر میں محسوس کی تو فوراً خود کو زمین پر گرادیا اور پھرتی سے دوبارہ اٹھا کر کعب کی ناک اپنے دانتوں سے پکڑلی ادھر رضی بن مُنقذ زمین سے اٹھا اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا، مگر کعب بن جابر اور حضرت بُریر میں کچھ دیر جنگ کے بعد بالآخر کعب نے اسی نیزے سے بُریر کو شہید کردیا۔

یوسف بن یزید نے جب یہ روایت سنی تو عفیف سے کہا:

تُو نے خود یہ ماجرا دیکھا (اور بریر کے حق پر ہونے اور یزید کے جھوٹے ہونے کو خود مشاہدہ کیا؟)

عفیف نے کہا: نعم رأی عینی وَسَمِعَ اُذنی "ہاں میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔" ۳۶

بقیہ داستان یہ ہے کہ کعب بن جابر جب لوٹ کر اپنے گھر گیا تو بیوی یا بہن نے کہا:

اَعَنتَ علی ابن فاطمة وقتلتَ سیّدالقرّاء لقداتیت عظیماً من الامر واللہ لاأکلّمک رأسی کلمةً ابدًا

''تو نے فرزند زہراؑ کے دشمنوں کا ساتھ دیا اور قاری قرآن کو قتل کیا، بے شک تو گناہ عظیم کا مرتکب ہوا ہے، قسم بخدا آج کے بعد میں تجھ سے کلام نہیں کروں گی۔''

مگر کعب نے جواب کے طور پر چند اشعار پڑھنا شروع کیے۔

جو روایات اصحاب امام حسینؑ کی کیفیتِ شہادت کو بیان کرتی ہیں ان سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ بُریر بن خضیر روز عاشورا انہی پہلی ساعتوں میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

شہادتِ حنظلہ شامی

جناب حنظلہ ابن اسعد شامی کا شمار دلاوروں، شیعہ شخصیات اور قاریانِ قرآن میں ہوتا ہے یہ امامؑ کی نصرت کیلئے کوفہ سے کربلا آئے اور امام حسینؑ کے ساتھ انتہائی وفاداری کا ثبوت دیا۔ اس مجاہد نے اپنے سر صورت کو تیروں، نیزوں اور تلواروں کیلئے سُپر قرار دیا اور اپنی شہادت سے قبل کوفے کے نابکار لوگوں سے خطاب فرمایا اور ان لوگوں کیلئے یہ آیات تلاوت فرمائیں:

یٰاقَوْمِ اِنِّیٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِھِمْ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ یٰاقَوْمِ اِنِّیٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ مَالَکُمْ مِنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ ھَادٍ ''اے قوم میں تمہارے بارے میں اس دن جیسے عذاب کا خطرہ محسوس کر رہا ہوں جو دوسری قوموں کے عذاب کا دن تھا، قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور ان کے بعد والوں جیسا حال اور اللہ یقیناً اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا اور اے قوم میں تمہارے بارے میں باہمی فریاد والے دن سے ڈرتا ہوں جس دن تم سب پیٹ پھیر کر بھاگو گے اور اللہ کے مقابلے میں کوئی تمہارا بچانے والا نہیں ہوگا اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے اسکا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔''

اس کے بعد کہا: اے لوگو! حسینؑ کو مت مارو کہیں خدا تمہیں اپنے عذاب میں نہ گھیر لے۔

امام حسینؑ نے ان کے بارے میں دعائے خیر کی اور فرمایا:

رَحِمَکَ اللّٰہُ اِنَّھُمْ قَدِاسْتَوْجَبُوا الْعَذَابَ حِیْنَ رَدُّوْا عَلَیْکَ مَادَعَوْتَھُمْ اِلَیْہِ مِنَ الْحَقِّ وَنَھَضُوْا اِلَیْکَ لِیَسْتَبِیْحُوْکَ وَاَصْحَابَکَ فَکَیْفَ بِھِمُ الْآنَ وَقَدْقَتَلُوْا اِخْوَانَکَ الصَّالِحِیْنَ ''خدا تم پر رحمت نازل کرے انھیں انکے حال پر چھوڑ دو کیونکہ ان پر اس وقت عذاب واجب ہوگا ہے، جب انھوں نے تمہیں جھٹلایا اور تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے خون کو مباح جانا، یہ اب کیا مانیں گے، جبکہ

صالحین کو مار چکے ہیں۔"

حنظلہ نے کہا: اے فرزند رسول! آپؑ سچ کہتے ہیں، کیا مجھے اجازت ہے کہ اپنی آخرت کی جانب روانہ ہو جاؤں تا کہ اپنے بھائیوں سے جاملوں؟

امام نے فرمایا: جاؤ۔ اس شامی کی جانب جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جسے زوال نہیں۔

پس حنظلہ نے عرض کی:

السَّلام عَلَیْکَ یَااَبَاعَبْدِاللہ صَلی اللہ عَلَیْکَ وَعلیٰ اَھْلِ بَیْتِکَ وعرّف بَیْنَنَاوَبَیْنَکَ فِیْ جَنَّتِہٖ

امام نے فرمایا: آمین آمین۔

اسکے بعد جناب حنظلہ میدان میں گئے، جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

شہادت دو جابری جوان

طبری کا بیان ہے:

حنظلہ کی شہادت کے بعد دو جابری جوان گے ۳۷ باہر آئے اور امام کی جانب دیکھتے ہوئے عرض کی:

السلام علیک یا بن رسول اللہؐ۔ امام نے ان کا جواب دیا:

وعَلَیْکُمَاالسَّلام ورحمة الله وبَرکاته "پس وہ دونوں جہاد کیلئے گئے اور شہید ہو گئے۔"

دوسرے مقام پر نقل ہوا ہے:

یہ دونوں جوان امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گریہ کرتے ہوئے عرض کیا:

"آپؑ پر قربان ہو جائیں ہم اپنے اپنے نہیں، بلکہ آپ کیلئے رو رہے ہیں، کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں ان دشمنان خدا نے آپؑ گرد حلقہ تنگ کر دیا ہے۔ اور ہم کچھ نہیں کر سکتے۔"

امام نے ان دونوں کیلئے دعا کی اور انھیں جانے کی اجازت دی چنانچہ دونوں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

شہادت برادرانِ غفاری

ابو مخنف لوط بن یحییٰ دو جابری جوانوں کی شہادت نقل کرنے سے قبل لکھتے ہیں:

جب اصحابِ امام نے دیکھا، امام کا دفاع کرنے پر قادر نہیں تو ان میں سے ہر ایک حصول شہادت کیلئے دوسرے پر مقدم ہونا چاہا من جملہ عبداللہ و عبدالرحمٰن پسرانِ عرزہ غفاری، امام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"اے ابا عبداللہ! آپؑ پر درود و سلام ہو، دشمن ہمارے بجائے آپؑ پر حملہ کرنا چاہتا ہے، لہٰذا ہم چاہتے ہیں آپؑ کے حضور جنگ کریں اور ہماری جانوں کو آپؑ پر قربان کر دیں۔"

امام نے انھیں اجازت دی وہ دونوں میدان میں روانہ ہوئے ان میں سے ایک نے دورانِ جنگ یہ رجز پڑھا:

قَدْعَلِمَتْ حَقًّابنوغِفار — وخِندفٍ بعدبَنی نَزار

لنَضرِبَنَّ مَعْشرالفُجّار — بِكُلِّ عَضْب صَارِمٍ بتّار

یاقوم ذُودُواعن بنی الاحرار — بالمَشْرِفِیّ والقناالخطّار

''بنی غفار، خندف اور بنی نزار سب جانتے ہیں کہ ہم ظالم انسانوں کو مارنے میں کمی نہیں کرتے اور ان پر ہاتھ میں آنے والے ہر ہتھیار سے حملہ کریں گے، اے لوگو! اپنا دفاع کرو، اب آزاد و حُر لوگوں کا حملہ تم پر ہے، آؤ اپنے ہتھیاروں سے دفاع کرو۔''

اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں یہ دونوں شہید ہو گئے۔

شہادت شوذب و عابس بن شبیب شاکری

جناب عابس بن شبیب شاکری قبیلہ بنی شاکر سے تھے، جن کے بارے میں امیرالمومنین علیؑ سے روایت ہے:

بنو شاكر لوتمّت عِدّتُهُمْ الفاً لَعبدالله حقّ عَادَتِهِ اگر قبیلہ بنی شاکر کی تعداد ہزار افراد پر مشتمل ہوتی تو خدا کی عبادت کا حق ادا ہو جاتا۔ ۳۸

جناب عابس، حضرت علیؑ کے اصحاب میں عبادت گزار، تہجد گزار، شب زندہ دار اور ایک بہادر فرد تھے، جناب مسلم بن عقیل کی کوفہ آمد اور قصہ بیعت کے موقع پر جناب عابس کا ایک بے مثال خطاب نقل ہوا ہے (جو اپنے مقام پر ذکر کیا گیا ہے)۔ اسی طرح تاریخ طبری کے مطابق انہی کو جناب مسلم نے اپنا قاصد بنا کر امام حسینؑ کی جانب روانہ کیا تھا اور یوں یہ مجاہد مکے سے کربلا تک امام حسینؑ کے ہمراہ رہا۔ روز عاشورا جب امام کے تمام اصحاب یکے بعد دیگر اجازت لے کر میدان میں جا رہے تھے اور جام شہادت نوش کر رہے تھے، جناب عابس نے اپنے بھائی شوذب کی جانب دیکھ کر فرمایا:

یاشَوْذِبُ مالی نَفسِکَ اَنْ تَصنَع ؟ ''اے شوذب کیا سوچ رہے ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو؟''

شوذب نے بے درنگ جواب دیا:

میں اور کیا چاہوں گا یقیناً تمہارے ساتھ فرزند فاطمہؑ کے حضور جنگ کروں گا یہاں تک کی شہید ہو جاؤں۔

عابس نے کہا:

مجھے تم سے یہی امید تھی، پس اگر یہی سوچ رکھتے ہو تو پھر امام حسینؑ کی خدمت میں جاؤ، تا کہ وہ

تمہیں اپنے دیگر اعوان وانصار میں شمار کریں اور اس طرح مجھے تمہاری مصیبت میں اجر وثواب ملے اگر تمہارے علاوہ کوئی اور میرے پاس ہوتا تو اسے بھی اپنے سے پہلے میدان بھیجتا تا کہ اس کی مصیبت برداشت کرنے کے سبب زیادہ اجر وثواب نصیب ہوتا، کیونکہ آج کا دن حصول ثواب کا بہترین موقع ہے اور پھر عمل وقت تمام اور حساب کا دور شروع ہو جائے۔

چنانچہ شوذب امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن جہاد پا کر میدان میں گئے اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (صلوات اللہ علیہ وعلیٰ اصحابہ)

پھر عابس امام کی خدمت میں آئے اور عرض کی:

یااباعَبْدَاللہ اَماوَاللہِ ماأمسیٰ عَلی وَجہ الارضِ قَریبٌ ولابَعیدٌاعزَّعلیَّ وقلاَحبُّ الیَّ مِنک ،وَ لَو قَد رجتُ علی اَن ادفَع عنک الضَیْمَ والقَتلَ بیشیءٍ اَعَزَّعَلیَّ مِن نفسی وَدمی لَعَمِلتُه ،اَلسَّلام علیک یااباعَبداللہ،اُشہِدُاللہ اَنّی علی ھُداک وھُدی اَبیک

"اے ابوعبداللہ! خدا کی قسم روئے زمین پر (اپنے اور بیگانوں میں) میرے نزدیک آپؑ کے علاوہ کوئی شخصیت عزیز نہیں اور اگر میرے پاس اپنی جان وخون سے زیادہ حیثیت والی کوئی شے موجود ہوتی تو وہ بھی آپؑ کے دفاع میں صرف کر دیتا، سلام و درود ہو آپؑ پر اے حسینؑ! خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ میں آپؑ اور آپؑ کے والد کی راہِ ہدایت پر قائم ہوں۔"

پھر برہنہ تلوار لئے میدان میں روانہ ہوئے جبکہ ان کی پیشانی پر ایک زخم بھی لگا تھا۔

ابی مخنف ربیع بن تمیم ہمدانی سے نقل کرتا ہے، جب میں نے اسے آتے ہوئے دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ وہی دلاور ہے جو کئی اور معرکوں میں شجاعانہ لڑتا رہا ہے، لہٰذا میں نے آواز دی۔

"اَیُّھاالنّاس ھذاالاَسَدالاَسوَد ھذاابنُ شبیب ،لایخرُجَنَّ اِلَیہِ اَحَدٌمِنکُم" ۳۹

"اے لوگو! یہ شیروں کا شیر (یا سیاہ شیر) ہے یہ پسر شبیب ہے خبردار کوئی اس سے لڑنے جائے۔"

اُدھر عابس مسلسل آواز دے، روایات کے مطابق وہ یہ کہہ رہے تھے:

اَلارَجُلُ اَلارَجل "یعنی کوئی مرد ہے کوئی مرد ہے۔" ۴۰

عمر بن سعد نے انتہائی غیظ وغضب کی حالت میں کہا: اس پر پتھر برسائے جائیں۔

عابس نے ان کی اس بزدلی پر اپنا سامانِ حرب اتار پھینکا اور بھم پھرے ہوئے شیر کی مانند حملہ آور ہوئے۔

اس موقع کیلئے یہ اشعار مناسب لکھتے ہیں:

وقت آن آمدکه من عریان شوم — جسم بگذارم سراسر جان شوم
آنچه غیر ازشورش و دیوانگی ست — اندراین ره روی دربیگانگی است
آزمودم مرگ من درزندگی است — چون رهم زین زندگی پایندگی است

اورایک فارسی زبان شاعر نے اس موقع پر کیا خوب کہا ہے:

جوشن زبر فکند که ماهم نه ماهیم — مغفر ز سر فکند که بازم نیَم خروس

بی خود و بی زره به در آمد که مرگ را — در پیش خویش می کشم اینک چه نو عروس

اسی طرح ایک عربی زبان شاعر کہتا ہے:

یُلقِی الرِّماح الشّاجرات بِنحرِه — و یُقیمُ هامَتَه مَقام المِغفَر

ماان یریداذالرماح شجرنَه — دِرعاً سوی سِربا ل طیب المِغفَر

ویقول للطرف اصطبر لشباالقنا — فهدمتَ رکن المجدأن لم تعفر

''اس کے نیزے گردنوں سے جا ملتے ہیں اور اسکا بدن کبھی جھکتا نہیں بلکہ اسکا سینہ اسکی زرہ کا کام انجام دیتا ہے جب اس پر نیزے آتے ہیں تو اس کیلئے گھبرانے کی بات نہیں، بلکہ عطر لگا کر انکے مقابل آ جاتا ہے اور پلکوں سے کہتا ہے اے پلکوں ٹھہرنا اگر تم جھپک پڑیں تو بڑے ستونوں کو گرا دوں گا۔''

وہی (ربیع بن تمیم ہمدانی) راوی مزید کہتا ہے:

قسم بخدا اس شجاع انسان نے دوسو سے زیادہ افراد کو قتل کیا اور میدان سے انھیں بھاگ جانے پر مجبور کیا، مگر دشمن نے انتہائی بزدلی کا ثبوت دیتے ہوئے چار سمتوں سے احاطہ کر کے انھیں شہید کر دیا اور میں نے ان کے سر کو کئی ہاتھوں میں دیکھا جن میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ میں نے اسے مارا ہے مگر عمر بن سعد نے آگے بڑھ کر کہا: کسی ایک نے نہیں، بلکہ تم سب نے اسے مارا ہے۔

شہادتِ جون (غلام ابوذر غفاری)

جون بن ابی مالک، ابوذر غفاری کے آزاد کردہ غلام ہیں، جن کا شمار رسول اللہؐ، امیر المومنین علیؑ اور امام حسنؑ کے اصحاب میں ہوتا ہے، جب جناب ابوذر کو شام اور پھر ربذہ شہر بدر کیا گیا تو جون ان کے ہمراہ تھے، لیکن ان کی شہادت کے بعد مدینے آکر امیر المومنینؑ کی خدمت میں حضرتؑ کی شہادت تک موجود رہے پھر امام حسنؑ اور بترتیب امام حسینؑ کی خدمت کا شرف پایا یہ اسلحہ کی ساخت وساز میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ بنابرایں مقاتل کا بیان ہے، شبِ عاشورا جون ہی امام حسینؑ کے ہتھیاروں کی آپؑ کے خیمے میں اصلاح کر رہے تھے جس کی تصدیق امام زین العابدینؑ سے نقل شدہ روایت سے بھی ہوتی ہے۔[۱۴۱]

سید ابن طاؤس نے اپنی لہوف میں روایت کی ہے:

وہ سیاہ پوست غلام تھے اور جب امام حسینؑ سے اذن جہاد طلب کرنے لگے تو حضرتؑ نے فرمایا: اب تم آزاد ہو اور ہمارے پاس زندہ رہنے آئے تھے لہٰذا ہماری راہ میں گرفتاری مت دو، جون نے عرض کی:

یابنَ رسُل اللـه انا فی الرَّخاء اَلحَسُ قصاعکم وفی الشدّة اَخذُلکم، والله انّ ریحی لَنتن، وانَّ حسبی لَئیم و لَونی لاسْود، فتنفَّسْ علیَّ بالجَنّة، فتطیب ریحی ویشرف حسبی، یُبَیَّض وجهی

،لا و اللہِ لا افارقکم حَتّی تخلُطَ ھذا الدمَ الاسود مع دمائکم

''اے فرزند رسول! سکون و آسائی میں آپؑ کا نمک خوار رہوں مگر سختی و مصیبت میں آپؑ کا ساتھ چھوڑ دوں! قسم بخدا (ٹھیک ہے) میرا بدن بدبودار ہے، حسب مجہول اور میرا رنگ سیاہ ہے لیکن کیا آپؑ مجھے بہشت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں جبکہ میری بدبو دور، حسب پاک اور چہرہ کا رنگ سفید ہو جائے نہیں یا ابن رسول اللہ! میں ہرگز اس وقت تک آپؑ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا جب تک میرا سیاہ (رنگ) خون آپؑ کے خون سے مخلوط نہ ہو جائے۔''

امام نے یہ سن کر جون اذن جہاد دیا تب وہ میدان میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے:

کیف تری الکفارضرب الاسود | بالمشرفی "القاطع المُھنّد
احمی الخیارَمن بنی محمّد | اَذُبُّ عنھم بِاللِّسانِ والید
ارجوبذاک الفوزعندالمورد | من الالہ الواحدالموحّد

اذلاشفیع عندہ کاحمد

''اے کافرو! سیاہ پوست کو تیز تلوار کے ساتھ کیسا دیکھ رہے ہو؟ میں اولاد رسول کی حمایت اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے کروں گا مجھے واحد و تنہا خدا سے امید ہے کہ اس کام کی وجہ سے قیامت میں فلاح بخشے گا کیونکہ اس روز محمد مصطفیؐ کے علاوہ کوئی شافع نہیں۔''

سید ابن طاؤس اور دیگر ارباب مقاتل نے لکھا ہے:

جب جون نے پچیس لعینوں کو واصل جہنم کیا تب راہ خدا میں جام شہادت نوش کیا۔ امام حسینؑ اس مجاہد کی بالین پر تشریف لائے اور بارگاہ پروردگار میں دعا کی:

اَللّٰھم بَیّض وجُھہ و طیّب ریحہ واحشرہُ مع الابرارِ وعرِّف بَینہ وَبَیْنَ محمّدٍو آل محمّدٍ

''اے خدا! اس کا چہرہ سفید، بدن خوشبودار اور اسکے نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما اور اسکے اور محمد و آل محمدؐ کے درمیان آشنائی برقرار فرما۔

شیخ صدوقؒ امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے روایت کرتے ہیں:

دس روز بعد جب بنی اسد باقی ماندہ اجسادِ شہداء کو دفن کرنے کیلئے آئے تو جون کے جسم سے مشک و عنبر کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

شھش فرمود کای عبدوفادار | توازادی ازین میدان پیکار
توتابع آمدی مارابہ راحت | میفکن خویش رادررنج وزحمت
غمین شدجان جَوْن سَخت پیمان | بہ شہ گفت این سخن باچشم گریان
بپروردم بسی بی رنج وزحمت | زباقیماندئہ آن خوان نعمت

نمک نشناسی ای شه ازپلیدی است | فدا گشتن جزای کاسه لیسی است
نسب باشدلئیم وچهره ام تار | تنم بی قدرو کونم همچو مردار
به من منّت نِه ای دادار گردون | که گر ددرشک مُشک نافه ام خون
نمی خواهی که روی تیرنه من | شودچون مِهرروزحشر،روشن
سیه خون راچوسردرجنگ بازم | به خونهای شمامخلوط سازم
اجازت یافت جَوْن باسعادت | روان شدسوی میدانِ شهادت
زهستی،روسوی ملک بقاکرد | شهش آمدببالین ودعاکرد
زتأثیردعای شاه شافع | زجسمش بودبوی مشگ ساطع
تنش دیدندهمچون نقرئه پاک | چوماه افتاده ازافلاک برخاک
بشیرِعشق دادش این بشارت | که خوش بادآن مقامِ کامکارت

شہادتِ انس بن حارث کاہلی

انس بن حارث کاہلی پیغمبرؐ کے اصحاب میں سے تھے، جیسا کہ ابن حجر عقسلانی الاصابہ میں اور جزری اسدالغابہ میں ان سے روایت کرتے ہیں:

میں نے خود رسول اللہ حضرت محمدؐ کو حسین بن علیؑ کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

اِنّ ابنی ھذا(یعنی حسینؑ)یُقتَل بِاَرضٍ یُقَالُ لَھَا کربَلافَمَنْ شَھِدَذٰلِک مِنکم فَلیَنْصُره

میرا یہ بیٹا (حسین) کربلا نامی ایک سرزمین پر قتل کردیا جائے گا، لہٰذا تم میں سے جو بھی اس دن موجود ہو میرے حسینؑ کی مدد کرے۔ ۴۲

یہ دونوں صاحبان قلم لکھتے ہیں:

راوی حدیث انس بن حارث کاہلی امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے اور ان کی مدد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

مرحوم محدّث محلاتیؒ اپنی کتاب فرسان الہیجاء میں نقل کرتے ہیں:

انس بن حارث امام حسینؑ کی جانب سے پیغام لے کر عمر بن سعد کے پاس گئے، مگر جب اسے سلام نہ کیا تو ابن سعد نے کہا: کیا تم ہمیں مسلمان نہیں سمجھتے جو سلام نہیں کیا؟ جب کہ نہ تو ہم نے خدا کا انکار کیا اور نہ ہی رسالت کا!

انس نے کہا: تو خدا کو کیا جانتا ہے اور کتنا حق رسالت ادا کرتا ہے؟ اور کیا تو ادھر فرزند رسولؐ کا خون بہانے نہیں آیا ہے!

عمر بن سعد نے ایک لحظہ کیلئے سر جھکایا اور کہا: قسم بخدا میں جانتا ہوں اس جماعت کو مارنے والا جہنمی

ہے مگر کیا کروں عبید اللہ بن زیاد کی اطاعت بھی ضروری ہے، البتہ اس طرح کا قصہ بریر بن خضیر کے بارے میں بھی نفس المہموم میں نقل ہوا ہے، چنانچہ ممکن ہے دونوں روایات صحیح ہوں اور یہ واقعہ دونوں حضرات کے ساتھ پیش آیا ہو۔ واللہ اعلم۔

بہرحال انس بن حارث نے امام سے اذن جہاد لیا اور مقتل الحسین میں بقول مرحوم مقرم یہ اتنے معمر تھے کہ انھوں نے اپنے ابرو رمال سے اور اپنی کمر عمامہ کھول کر باندھی، تا کہ خمیدہ کمر نظر نہ آئے اور اس تیاری کے بعد میدان روانہ ہوئے حضرتؑ نے انھیں جاتے ہوئے دیکھا اور گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

شَکَرَ اللہ لَکَ یَاشَیخ ''اے میرے بزرگ! خدا آپکا سپاس گزار ہے۔''

روایت میں ہے جب حملہ کیا تو یہ رجز پڑھا:

قَدعَلِمَت کاھِلھاوذودان وَالُخَندَفِیون وقیس غیلان

بِاَنَ قَومِیُ آفة للاقران لدی الوغی وسادة فی الفرسان

''تم جانتے ہو کاھل، زودان، خندفیون اور قیس غلیلا کے تمام قبائل میں میری قوم ان سب پر بھاری ہے اور جنگی میدانوں میں ہم سب کے سردار ہیں۔''

مقرم اور دیگران کے کہنے کے مطابق، اس بڑھاپے اور پیری میں بھی اٹھارہ دشمنانِ خدا کو ہلاک کیا تب زخمی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا۔

معروف شاعر کمیت ان کے بارے میں کہتا ہے:

سوی عصبة فیھم حبیبٌ مُرَمّل قضی نحبه والکاھکی مُعفّر

''سوائے اس گروہ کے جس میں حبیب اور کاھل خون میں غلطاں ہوئے۔''

شہادتِ عمرو بن جنادہ

شہادت جنادہ بن حارث سلمانی انصاری کا تذکرہ گزشتہ صفحات پر گزر چکا کہ وہ ان شیعہ شخصیات میں سے تھے جن کا شمار رسول اللہؐ اور امیر المومنینؑ کے اصحاب میں ہوتا ہے اور وہ جنگ صفین میں علیؑ کے ہم رکاب رہے انہی جنادہ بن حارث کا نو یا گیارہ سالہ فرزند عمرو بن جنادہ تھا جو اپنے ماں ۴۴۳ اور باپ کے ہمراہ کربلا میں موجود تھا وہ اپنے والد کی شہادت کے بعد اپنی والدہ کے حکم پر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، تا کہ اذنِ جہاد لے کر میدان میں جائے، مگر امام نے اجازت نہ دیتے ہوئے فرمایا:

اس جوان کے والد پہلے حملے میں شہید ہو چکے ہیں، لہٰذا شاید اس کی والدہ اس کا جانا پسند نہ کرے۔

عمرو نے عرض کیا!

یابن رسول اللہ اِنَّ اُمِّیُ اَمَرَتنِیُ ''اے فرزند رسولؐ! میرے ماں نے ہی مجھے جہاد کیلئے بھیجا ہے۔''

امام نے یہ سن کر اجازت دی تب عمرو بن جنادہ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں روانہ ہوئے:

اَمیریُ حسینُ ونعم الامیر — سُرور فؤادالبشیر النذیر

عليٌ وفاطمة والده — فهل تعلمون له من نظير؟

له طلعةٌ مِثل شمس الضّحى — له غرّةٌ مثل بلدرِ منير

''حسینؑ میرے امیر ہیں اور وہ کیا بہترین امیر ہیں جو میرے دل کو سکون پہنچاتے ہیں اور ہمارے لیے بشیر و نذیر ہیں اور کیا جس کے پدر و مادر علی و فاطمہ ہوں اسکا کوئی نظیر ہوسکتا ہے جب ان کی آمد ہو تو نصف النہار کا سورج لگتے ہیں اور ان کی پیشانی چودھویں کا چاند لگتی ہے۔''

دشمن سے بہت دیر لڑنے کے بعد شہید ہوئے، مگر افسوس اس سنگ دل ظالموں نے سر تن سے جُدا کر کے خیام امام کی جانب پھینکا اُدھر ماں اس دلخراش منظر کو دیکھ رہی تھی، آگے بڑھی، بیٹے کا سر اٹھایا، چہرے سے خون صاف کیا اور سینے سے لگا کر کہا: اَحسَنتَ یَابُنَیَّ یاسُرورَ قلبی ویَاقرّة عینی

''شاباش اے میرے لال، اے میرے دل کی ٹھنڈک، اے میرے نور چشم۔

اس دوران دشمن کے ایک فرد کو وہاں سے گزرتے ہوئے دیکھا تو اسی سر کو پھینک کر اسکے سینے پر مارا اور نزدیک پڑی ہوئی چوب کو اٹھا کر اسے پر حملہ کیا اور اس وقت یہ رجز پڑھ رہی تھیں:

اَنَاعجوز سیّدی ضعیفة — خاوية بالِيَة نحيفة

اَضرِبُكم بضربةٍ عَنية — دون بني فاطمة الشّريفة

''اے میرے مولا اگر چہ مجھے بوڑھی عورت محسوس کیا جاتا ہے اور میں نے اپنی عمر تمام کر لی ہے اور طاقت بھی نہیں رکھتی مگر پھر بھی دشمن کو مزہ چکھادوں گی اور اولاد فاطمہؑ کا دفاع کرتی رہوں گی۔''

اور اس بڑھاپے کے باوجود دو دشمنان امامؑ کو فی النار کیا، مگر امام نے عمرو بن جنادہ کی والدہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے دستور دیا کہ اس محترمہ کو میدان سے واپس لایا جائے۔ ۴۴

شہادتِ حجاج بن مسروق جعفی

حجاج بن مسروق جعفی امیر المومنینؑ کے شیعوں میں سے تھے جو کوفہ میں سکونت پذیر تھے اور جب انھوں نے سنا کہ امام حسینؑ مدینے سے مکے ہجرت کر رہے ہیں تو انھوں نے بھی خود کو مکے پہنچایا اور وہاں سے پہنچایا اور وہاں سے کربلا میں اپنی شہادت تک امام حسینؑ کے ساتھ رہے یہ اوقات نماز میں امام حسینؑ کے مؤذن تھے۔

مناقب ابن شہر آشوب کا بیان ہے:

انھوں نے امام حسینؑ سے اذن جہاد پا کر وہ بے مثال جہاد کیا جس کے نتیجے میں پچیس افراد کو واصل جہنم اور بہت سے لوگوں کو سخت زخمی کیا۔

مقتل مقرم کے مطابق، حجاج بن مسروق جعفی نے میدان کارزار گرم رکھا، مگر جب ان کا چہرہ خون سے رنگین ہو گیا تو امام کی خدمت میں آ کر یہ اشعار پڑھے:

اَلیوم القی جَدَّک النبِیّا ثُمّ اباک ذالندی علیّا
ذاک الّذی نعرفه الوَصِیّا

"آج آپ کی سخاوت کے ذریعے آپؐ کے جد رسول اللہؐ اور بابا علیؑ کہ جنہیں وصی رسول جانتا ہوں کی زیارت نصیب ہو گی۔"

امام نے فرمایا: وَانا القاهُمَا علیٰ اثرِک "میں تمہارے بعد ان کی زیارت کا شرف پاؤں گا۔"

حجاج دوبارہ میدان روانہ ہوئے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

شہادتِ سوار بن ابی حمیر

زیارت ناحیہ کے اواخر میں یہ فقرہ وارد ہوا ہے:

السّلام علی جَرِیْحِ الْمَاْسُوْرِ سوّاربن ابی حمیر الفهمی الهمدانی

"درود و سلام ہو اس مجروح اور زخمی اسیر سوّار بن حمیر پر"۔

چنانچہ روایات کا بیان ہے:

انھوں نے سخت جنگ کرنے کے سبب انتہائی زخم برداشت کیئے مگر جب زخموں کی شدت سے بے حال ہو کر زمین پر گرے تو دشمن نے انھیں اسیر بنا کر عمر بن سعد کے آگے پیش کر دیا۔ اس نے دستور دیا کہ اسے (سوار کو) مقتل کر دیا جائے، لیکن وہاں موجود ان کی قوم کے افراد نے سفارش کی کہ قتل نہ کیا جائے بلکہ اس ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ عمر بن سعد نے قبول کرتے ہوتے سوّار بن ابی حمیر کو انھی کی قوم کے سپرد کر دیا وہ انھیں اپنے ساتھ لے گئے مگر زخموں کی تاب نہ لا کر چھ ماہ بعد شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔

شہادتِ سوید بن عمرو ابی المطاع

اہل تاریخ کہتے ہیں:

وہ شجاع اور کئی جنگوں میں شرکت کی وجہ سے تجربہ کار ایک معمر انسان تھے جو شریف، عبادت گزار اور کثیر الصلوات مسلمان تھے، روز عاشورا امام کے سامنے جنگ کرتے ہوئے شدید زخمی ہو کر منہ کے بل زمین پر گر گئے دشمن نے گمان کیا کہ وہ مر گئے ہیں، لہٰذا مقابلہ کرنے والے یوں ہی چھوڑ گئے، لیکن جب انھوں نے یہ آواز سنی کہ حسینؑ مار دیئے گئے تو بے تابانہ زمین سے اٹھے اور جوتوں میں چھپائے ہوئے خنجر کو نکال کر دشمن پر حملہ آور ہوئے، مگر دشمن نے ان کے گرد حلقہ باندھ کر انھیں شہید کر دیا۔

مقتل مقرم کے مطابق (امام حسینؑ کے بعد) یہ کربلا کے آخر شہید تھے۔

اور اس طرح اصحاب امام حسینؑ کے بترتیب نام و حالات کے سلسلے کو ایک قصیدے کے ساتھ ختم کرتے ہیں اور شہدائے اہل بیتؑ کا سلسلہ شروع کرتے ہیں، البتہ گذشتہ صفحات پر موجود بحثوں میں ذکر کر چکے، تاریخ اسلام کے ان بزرگ شخصیات کا بیان مقتل مقرم کے مطابق ہے، جبکہ ہمارے تو ان عظیم المرتبت شخصیات کا نام ذکر کرنا بھی مشکل تھا چہ جائے کہ ان کے حق کی ادائیگی کا دعویٰ کریں، چنانچہ اس عجز و ناتوانی کے اقرار کو عربی زبان کے شاعر کی زبان میں یوں پیش کرتے ہیں:

السّابقون الی المکارم و العلیٰ — والحائزون غداًحیاض ٗالکوثر

لولاموارُمھم ووقع نبالھم — لم یسمع الآذان صوت مُکبّر

''یہ (اصحاب امام حسینؑ) خوبیوں اور اچھائیوں میں سب پر سبقت رکھتے ہیں یہ کل حوضِ کوثر کے مالک ہوں گے اور انہی کے تیر و تلوار نے آج آذانوں کو باقی رکھا ہے۔''

اور اسی طرح ایک اور شاعر کہتا ہے:

قَوم اذانُو دوالِدَفعِ مُلِمّۃٍ — والخیل بین مُدعّس ومُکردسٍ

لَبِسُوالقُلُوبَ علی الدّروع کَانّھُم — یتھافتون علی ذھابِ الانفس

''اگر کوئی ان سے پناہ مانگے تو یہ لوگ اپنے گھوڑوں اور ہتھیاروں سے مدد کرتے ہیں یہ اتنے شجاع ہے کہ اپنی زرہ کی حفاظت اپنے دلوں سے کرتے ہیں اور جانفشانی میں ایک دوسرے پر سبقت رکھتے ہیں۔''

اور ان سب جملات سے بالاتر خود امام حسینؑ نے جوان تاریخی سورماؤں کے بارے میں فرمایا کہ جس کے آگے کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی چنانچہ فرمایا:

امابعدفَاِنِی لااَعْلَمُ اَصْحَاباً اَوفیٰ وَلاَخیراً مِنَ اَصْحابِیُ

''میں اپنے اصحاب کی مانند کسی کو بہتر اور باوفا نہیں جانتا۔''

ہاں اس بارے میں ایک عربی زبان شاعر سے یوں مدد لیتے ہیں:

وذووالمُروّۃ والصّفاانَصارُہٗ — لَھُم علی الجیش اللّھام زئیر

طَھُرتْ نُفُوسُھُمْ بطیبِ اصولھا — فعناصرٌطابت لھم وحُجُور

فتمثّلت لھم القصوروماَبِھِم — لَولاتَمثّلُتْ القصورقصور

ماشاقھم لِلْموتِ اِلاّ دعوۃ — الرّحمانُ لاوُلدانھاوالحُور

''اصحاب امام حسینؑ پاک طینت ہیں وہ دشمنوں پر شیروں کی طرح جاتے ہیں، انکے نفس پاک ہیں کیونکہ ان کے اصالت پاک اور یہ پاک آغوشوں میں رہے ہیں، ان پر جنت کے محل ظاہر کر دیئے گئے اور اگر یہ ان محلوں کو نہ دیکھتے جب بھی شجاعت میں کمی نہ لاتے وہ خدا کی دعوت پر شوق شہادت رکھتے ہیں وہ بہشت اور حور و غلمان کے شوق سے نہیں لڑتے۔''

حواشی وحوالہ جات

۱۔ تاریخ الفخری ص ۱۵۵۔
۲۔ امالی صدوق مجلس ۳۰، نمبر ۱۰۔
۳۔ مقتل مقرم ص ۲۲۳۔
۴۔ امالی صدوق، مجلس ۲۷۔
۵۔ امالی صدوق مجلس ۲۷، عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۹۹۔
۷۔ یعنی اے خونِ حسینؑ کا انتقام لینے والو۔
۹۔ کامل التواریخ ج ۴ ص ۶۱۔
۱۰۔ ارشاد ج ۲ (مترجم) ص ۱۰۰۔
۱۱۔ کامل التواریخ ج ۴ ص ۶۱۔
۱۲۔ ملحقات احقاق الحق ج ۱۱ ص ۶۱۷۔
۱۳۔ تحف العقول میں کوفیوں کی جانب لکھے گئے خط کی صورت میں اسے نقل کیا ہے اور جس کا آغاز اس لفظ سے کیا ہے: امابعدفتباً لکم ...
۱۴۔ بعض نسخوں میں (ذباب) کی جگہ "دبا" آیا ہے کہ جس کے معنی ٹڈیوں کے ہیں۔
۱۵۔ امام کا اشارہ زیاد بن ابیہ کی جانب ہے جسے ابی سفیان سے معاویہ نے ملحق کیا، البتہ اس کی مفصل شرح "داستان زندگانی امیر المومنینؑ اور زندگانی امام حسنؑ میں ذکر ہو چکے ہیں۔
۱۶۔ سورہ حجر ۹۰ تا ۹۵ کی طرف اشارہ ہے۔
۱۷۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۸۔۱۰، حیاۃ الامام الحسینؑ باقر شریف ج ۳ ص ۱۹۲ نقل از تاریخ ابن عساکر تحف العقول ص ۲۴۰ وغیرہ میں عبارتوں کا مختصر اختلاف پایا جاتا ہے۔
۱۸۔ معانی الاخبار طبع تہران صدوق ص ۲۸۸۔
۱۹۔ نفس المھموم ص ۱۲۸۔
۲۰۔ فقط مناقب ابن شہر آشوب ہے جس نے "ثم" کے لفظ سے مقاتل کو ذکر کیا ہے جو ترتیب (شہداءؑ) کو ظاہر کرتا ہے، لیکن مجمل مخلوط ہونے کی وجہ سے صرف نظر کرتے ہیں۔
۲۱۔ البتہ بعض روایات کے مطابق یہ مجاہد اس موقع سے بھی پہلے امامؑ سے جاملا تھا (فرسان الھیجاء ص ۲۹۔
۲۲۔ حبیب ابن مظاہر رضوان اللہ علیہ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں، چنانچہ سب سے پہلے یہ کہ وہ اصحاب پیغمبرؐ میں سے تھے، چنانچہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابۃ میں اور اسی طرح کتاب رجال کشی سے استفادہ ہوتا ہے کہ وہ علم منایا وبلایا کے مالک تھے۔
روایت کشی کا متن کچھ اس طرح ہے کہ فضیل بن زبیر کا بیان ہے، ایک روز میثم تمار اپنے گھوڑے پر سوار تھے، حبیب ابن

مظاہران کے استقبال کی غرض سے نزدیک آئے (اتفاقاً ان کا سامنا) بنی اسد کی بیٹھک کے مطابق ہوا جہاں وہ گفتگو کر رہے تھے، چنانچہ یہ دونوں اتنے نزدیک ہوئے کہ گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے مل رہی تھی جناب حبیب بن مظاہر نے کہا: میں ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کا سر پیشانی کی جانب سے بال نہیں رکھتا اور وہ خربوزہ اور کھجور بیچتا ہے اور اسے دارالرزق میں، پھانسی دی جائے گی اور اس کے پہلو پر ضربت لگائی جائے گی (جناب حبیب بن مظاہر کی مراد حضرت میثم تمار کی شہادت تھی) میثم تمار نے کہا: میں بھی ایسے شخص کو دیکھ رہا ہوں جسکا رنگ گورا اور گیسو دراز ہیں جو دختر پیغمبر کی نصرت کرنے گھر سے نکلے گا مگر شہید کردیا جائے اور اسکا سر کوفہ میں جا بجا پھرایا جائے گا۔ اور یہ کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

بنی اسد کے جو لوگ بیٹھک میں بیٹھے یہ باتیں سن رہے تھے بولے! ان دونوں سے زیادہ کاذب نہیں دیکھے۔ اسی اثناء میں حضرت رشید ہجری وہاں سے گزرے اور بنی اسد کے ان لوگوں سے حبیب و میثم کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے ساری گفتگو رشید سے نقل کردی جسے سن کر رشید ہجری نے کہا: خدا برادرم میثم تمار پر رحم و کرم کرے انھوں نے حدیث کا باقی حصہ کیوں نہیں بیان کیا کہ حبیب کا سر لانے والے کو دوسرے ظالموں کی نسبت سو (۱۰۰) درہم زیادہ دیئے جائیں گے۔

انھوں نے رشید کا بیان سن کر کہا: یہ ان دونوں سے زیادہ کاذب نظر آتا ہے۔

راوی کہتا ہے: قسم بخدا کچھ ہی مدت بعد میثم تمار کا سر آویزاں کیا گیا اور سر حبیب کو کوفہ میں لایا گیا اور جو کچھ کہا تھا وہ سچ نکلا۔

اعیان الشیعہ میں روایت ہے کہ: "کان حبیب من السبعین الرجال الذین نصروا الحسین (ع) ولقوا جبال الحدید و استقبلوا الرّماح بصدورهم و السّیوف بوجوههم، وهم یعرض علیهم الامان فیأبون ویقولون: لاعذر لنا عند رسول الله (ص) ان قتل الحسین ومنّا عین تطرف حتی قتلوا حوله، ولقد خرج حبیب بن مظاهر الاسدی و هو یضحک، فقال له بریر بن خضیر الهمدانی و کان یقال له: سیّد القرّاء، یاأخی لیس هذه ساعة ضحک؟ قال: فأیّ موضع أحقّ من هذا بالسّرور؟ والله ما هو الآن تمیل علینا هذه الطغاة بسیوفهم فنعانق الحور العین....

وفی مجالس المؤمنین عن روضة الشهداء انّه قال: حبیب رجل ذو جمال و کمال، وفی یوم وقعة کربلاء کان عمره ۷۵ سنة، کان یحفظ القرآن کلّه و کان یختمه فی کل لیلة من بعد صلاة العشاء الی طلوع الفجر.

وفی أبصار العین قال أهل اسیر: انّ حبیباً نزل الکوفه وصحب علیاً علیه السلام فی حروبه کلّها، و کان من خاصته و حملة علومه ....."

حاجی نوریؒ نے دارالسلام میں حاج شیخ جعفر شوشتری سے ایک جاذب داستان نقل کیا ہے کہ: میں جب نجف اشرف سے شوشتر تبلیغ کی غرض سے گیا تو فن خطابت اور ذکر مصائب میں مہارت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے آگے تفسیر صافی کو موعظہ، روایت اور تفسیر آیات بیان کرنے کیلئے پڑھتا تھا اور ایام محرم میں ملا حسین کاشفی کی روضۃ الشہداء کو مصائب بیان کرنے کیلئے پڑھتا تھا لیکن اس انداز کی وجہ سے اپنا مافی الضمیر اور مقصود منتقل نہیں کر پاتا تھا یہاں تک کہ کئی سال اسی انداز میں گزر گئے لیکن حسب سابق محرم کی آمد پر میں خستہ دل شکستہ حالت میں نیند آ گئی تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ

سرزمین کربلا ہے ایک جانب خیام امام حسینؑ نصب ہیں اور دوسری جانب دشمن کی فوج خیمہ زن ہے۔ پس میں امامؑ کے نزدیک گیا تو حضرتؑ نے محبت کا اظہار کرتے ہوئے مجھے اپنے پہلو میں بیٹھایا اور جناب حبیب بن مظاہر کی جانب دیکھ کر فرمایا: اے حبیب! شیخ عفر ہمارے مہمان ہیں۔
اس وقت ہمارے پاس پانی تو نہیں لیکن ستو ضرور ہے لہٰذا اسے مہمان کی خدمت میں پیش کرو۔ حبیب وہ ستو ایک چمچے کے ساتھ لائے اور اسے میرے آگے رکھ دیا پھر میں نے اس میں سے چند کھائے اور فوراً میری آنکھ کھل گئی مگر اس کی برکت سے کچھ ایسے مطالب سے واقف ہوا جو روز بروز بڑھ رہے تھے اور (ان مطالب میں) کسی نے مجھ پر سبقت حاصل نہ کی۔
۲۳۔ اہل تاریخ کا بیان ہے جب ایک تمیمی نے سر حبیبؓ کو تن سے جُدا کیا تو حصین بن تمیم اسکے نزدیک آیا اور کہا: میں اسے مارنے میں تجھ سے زیادہ نزدیک تھا مگر اس نے کہا: نہیں اسے میرے علاوہ کسی نے نہیں مارا اور اس طرح ایک دوسرے سے نزاع کرنے لگے حصین نے کہا: ٹھیک ہے تو حبیب کا سر مجھے دے تا کہ میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں آویزاں کر کے گشت کروں تا کہ یہاں موجود افراد سمجھ لیں کہ میں اسکے قتل میں تیرے ساتھ شریک تھا، البتہ بعد میں تجھے لوٹا دوں گا تا کہ عبید اللہ کے دربار میں تو ہی اسے لے جائے اور انعام حاصل کرے لیکن اس تمیمی نے انکار کیا اور کچھ دیر کی گفتگو کے بعد وہ سر حبیب دینے پر تیار ہوا، اس نے سر حبیب اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اور کچھ دیر تک اپنے لشکر میں گشت کرتا رہا اور پھر اسے اسی تمیمی شخص کے حوالے کر دیا۔ اس تمیمی نے سر حبیب اپنے گھوڑے کی گردن میں باندھ کر رکھا اور جب اسیروں کو کوفہ لے جایا گیا تو یہ اسی کیفیت یعنی گھوڑے کی گردن میں آویزاں سر کو دارالامارہ میں لے جانا چاہتا تھا۔
قاسم بن حبیب نے جو نوجوان تھے دیکھا انکے بابا کا سر لئے جا رہا ہے تو وہ بے پیر اسکے پیچھے پیچھے چلنے لگے یہاں تک کہ وہ تمیمی دارالامارہ میں داخل ہو، لیکن اسے اس جوان پر شک ہوا، لہٰذا اس نے پوچھا: اے جوان! میرا تعاقب کیوں کر رہا ہے؟ قاسم بن حبیب نے جواب دیا: نہیں میرا کوئی خاص مقصد نہیں۔ اس نے کہا: کوئی بات ضرور ہے! قاسم نے جواب دیا: یہ سر جو تیرے ہاتھ میں ہے وہ میرے باپ کا سر ہے کیا وہ مجھے دے سکتا ہے؟ تا کہ اسے دفنادوں۔ جواب دیا نہیں اے جوان! حاکم ہرگز اجازت نہیں دے گا کہ اسے دفنا دیا جائے، دوسرے میں اس قتل کا انعام لینا چاہتا ہوں۔ قاسم نے جواب دیا:
"لکنّ اللہ لایثیبک علی ذالک الاّ أسو ألثواب ،اما و اللہ لقدقتلتہ خیر منک ۔" لیکن خدا تجھے ہرگز اجر نہیں دے گا بلکہ بدترین سزا تمہارے نصیب ہوگی، کیونکہ تو نے اپنے سے بہتر انسان کو قتل کیا ہے اور یہ کہہ کر رونے لگا۔
قاسم بن حبیب کے خیالوں میں یہ واقعہ زندہ رہا یہاں تک کہ جب مکمل جوان ہوا تو ہمیشہ اپنے باپ کے قاتل کی تلاش میں رہا کہ کہیں ملے تو اسے قتل کر ڈالے اور اس طرح اپنے باپ کا انتقام لے سکے۔ بالآخر مصعب بن زبیر کا زمانہ آیا اور مصعب "باجمیراء" اپنے دشمن سے جنگ کرنے گیا تو قاسم بن حبیب اسکے لشکر میں شامل ہوا تو ناگہاں اپنے باپ کے قاتل کو اسکے خیمے میں دیکھا پہنچاننے کے بعد مناسب وقت کا انتظار کیا اور آخر کار ایک رات اسے آرام حالت میں قتل کر دیا۔
۲۴۔ کہتے ہیں: جب حر امام حسینؑ سے ملحق ہوا تو یزید بن سفیان نے کہا تھا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ یہ حسینؑ سے جا ملے گا

تو ایک ہی تیر سے اس کا کام تمام کر دیتا۔ فرسان الہیجاء۔

۲۵۔ سید نعمت اللہ جزائری اپنی کتاب انوار نعمانیہ، ج۳، ص، ۲۶۵، میں بعض موثق افراد سے نقل کرتے ہیں جب شاہ اسماعیل نے بغداد کو فتح کیا تو کربلا گیا اور اس نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ حُر کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے، لہٰذا حکم دیا کہ حُر بن یزید ریاحی کی قبر کھودی جائے چنانچہ جب قبر کھودی گئی تو (سب نے) دیکھا کہ حُر ایسے آرام کر رہے ہیں گویا کسی شہید کو ابھی دفنایا گیا ہو اور دیکھا کہ ان کی پیشانی پر رومال بندھا ہوا ہے۔ شاہ اسماعیل نے اہل تاریخ سنا تھا کہ امام حسینؑ نے حُر کی پیشانی پر خون روکنے کیلئے اپنا رومال باندھا تھا اور انھیں اسی رومال کے ساتھ دفنا گیا تو شاہ اسماعیل نے حکم دیا کہ اسے کھولا جائے۔ چنانچہ جب رومال کھولا گیا لیکن جوں ہی رومال کھولا گیا سرِ مبارک سے تازہ خون ابلنے لگا یہاں تک کی قبر میں خون پھیلنے لگا اور جب اسے دوبارہ باندھا تو خون رک گیا اور جب دوبارہ رومال کھولا گیا تو پہلے والی کیفیت دیکھنے میں آئی حتی دوسرا رومال باندھا گیا مگر خون بند نہ ہوا اور اس طرح حُر کا مقام اور ان کی منزلت تمام افراد پر روشن ہوگئی تب شاہ اسماعیل نے دستور دیا کہ مزار بنایا جائے اور مزار کیلئے خادم معین کیے جو وہاں کی مجاوری کریں۔

ضمنی طور پر یہ جاننا بھی بہتر ہے کہ شیخ حُر عاملی (وسائل الشیعہ اور دیگر بہت سی کتابوں کے مؤلف) کا سلسلہ نسب انہی حُر بن یزید ریاحی سے ملتا ہے لہٰذا اسی سبب انھیں اور دیگر اہل خاندان کو آلِ حُر کہا جاتا ہے البتہ ہم نے شیخ حُر عاملی کی تاب "الایقاظ من الھجعۃ بالبرھان علی الرجعۃ" کے مقدمے میں مرحوم کے خاندان کے بارے میں تفصیل تحریر کیا ہے۔

۲۶۔ مثیر الاحزان، ابن نما، ص، ۴۴۔

۲۷۔ طبری نے ابی مخنف سے روایت کی ہے یہی ضحاک بن عبداللہ مشرقی کہتا ہے میں اور مالک بن نضر ارحبی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرتؑ نے ہماری پزیرائی کی اور ہمارے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے اور جب ہم سے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ تو عرض کی! سلام و دعائے عافیت کیلئے حاضر ہوئے ہیں، تاکہ تجدید عہد بھی ہو جائے اور آپؑ کو خبر دیں اہل کوفہ آپؑ سے جنگ کرنے یہاں آئے ہیں۔ امام نے فرمایا: حسبی اللہ ونعم الوکیل' اور جب ہم نے جانے کی اجازت طلب کی تو امام نے فرمایا: تم ہماری مدد کرنے میں کس چیز کو حائل سمجھتے ہو؟ تو میرے ساتھی مالک بن نضر نے کہا: ایک تو ہم مقروض ہیں دوسرے اہل و عیال کا خیال ہماری راہ میں مانع ہے اور میں نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا، البتہ اس کے باوجود ہمیں اجازت دیں کہ اس وقت تک آپؑ کا ساتھ دیں جب تک آپؑ تنہا نہ رہ جائیں، چنانچہ اس وقت ہمیں جانے کی اجازت ہو لہٰذا اس وقت تک ہم آپؑ کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ امام نے ہماری اس شرط کو قبول کیا، چنانچہ روز عاشور میں امام کے اس وقت تک ساتھ رہا جب تک سوائے دو افراد سوید بن عمرو بن ابی مطاع خثعمی اور بشر بن عمرو حضرمی کے کوئی باقی نہ رہا تو میں نے آ کر عرض کی: اے فرزند رسول! کیا آپؑ کو یاد ہے کہ ہمارے اور آپؑ کے درمیان طے ہوا تھا کہ جب آپؑ تنہا رہ جائیں گے تو مجھے جانے کی اجازت ہوگی؟ امام نے فرمایا: مجھے یاد ہے مگر اتنا بتا کہ تو (عمر بن سعد کے) اس لشکر سے کیسے فرار کرے گا اگر جا سکتا ہے تو مجھے تجھ سے کوئی غرض نہیں۔ ضحاک کہتا ہے جب عمر بن سعد کے لشکر میں گھوڑے ترک کیے جا رہے تھے تو میں نے اپنا گھوڑا کچھ خیموں کے درمیان باندھ دیا تھا اور پیادہ جنگ کر رہا تھا کہ دشمنان امام میں سے دو افراد کو قتل کیا، ایک کا بازو کاٹا اور اس وقت امام نے میرے بارے میں چند بار فرمایا:

لاتشلل ،لایقطع الله یدک ، جزاک الله خیراً من اهل بیت نبیّک صلی الله علیه و آله خدا تیرے ہاتھ سالم رکھے اور تجھے تیرے نبی کے اہل بیتؑ کے سبب بہترین اجر عطا کرے" اس وقت امام نے مجھے جانے کی اجازت دی اور میں وہاں سے نکل کر اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار تیزی سے جا رہا تھا کہ گیارہ سپاہیوں نے میرا تعاقب کیا مگر کثیر بن عبداللہ شعبی ،ایوب بن مسرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے مجھے پہچان لیا اور میں ان کی شفاعت سے جان بچانے میں کامیاب ہوا۔

۲۹ [گزشتہ صفحات پر نقل ہو چکا کہ زہیر بن قین کربلا کی راہ میں امامؑ سے ملحق ہوئے اور شب عاشور انھوں نے امام حسینؑ کی نسبت اظہار محبت کی۔ زیارت ناحیہ مقدسہ میں ملتا ہے کہ "السلام علی زهیر بن قین البجلی القائل للحسین وقداذن لہ فی الانصراف ، لاوالله لایکون ذالک ابداً اترک ابن رسول الله اسیراً فی یدالاعداء وانجو!لااراني الله ذالک الیوم ابداً"۔

۳۰ توجہ رہے کہ زہیر بن قین کا یہ خطاب روز عاشورا کے ابتدائی اوقات میں ہوا ہے، اس وقت امام نے کسی صحابی کو بھیج کر انھیں واپس بلایا اور یہی مطلب انکے اس جملے "نحن الان اخوة..." سے بھی سمجھ میں آتا ہے۔

۳۱ مرحوم استاد شعرانی فرماتے ہیں: یہ جملہ اس بات کی جانب کنایہ تھا کہ کیونکہ صحرا نشین افراد کی ایڑیاں پھٹ جاتی تھیں لہذا بطور علاج وہ اس پر پیشاب کرتے تھے۔

۳۲ نفس المہموم ص۱۲۹، ۱۳۰۔

۳۳ تاریخ طبری، طبع مصر ج۴ ص۳۱۲۔

۳۴ وہ امام اور آپؑ کے اصحاب کی شہادت کے بعد کربلا سے جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا اور کربلا میں اپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کرتا تھا۔

۳۵ تاریخ طبری ج۴ ص۳۲۱ اس ماجرا کے بعد اسی غلام سے نقل ہوا ہے کہ: "ثُمَّ انّ الحسین رکب دابّته ودعا بمصحفٍ فوضعه امامه ،قال :فاقتتل اصحابُه بین یدیه قتالاً شدیداً فلمّارأیت القوم قدصُرِعوا افلتُّ وترکتُهم "اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ماجرا صبح عاشور کا ہے۔

۳۶ طبری ج۴ ص۲۸، ۳۲۹۔

۳۷ گذشتہ صفحات پر ان دونوں کے نام ذکر ہو چکے ہیں یہ دونوں ایک ماں سے تھے ایک کا نام سیف بن حارث بن سریع اور دوسرے کا نام مالک بن عبد بن سریع تھا۔

۳۸ فرسان الہیجاج ا ص۱۸۱ منقول از کتاب صفین نصر بن مزاحم۔

۳۹ بعض نے اسود کو اسد کی جمع شمار کی ہے لیکن بعض من جملہ استاد شعرانی نے "فعَل" کے وزن پر صفت بمعنی سیاہ استعمال کیا ہے لہذا تردید کی وجہ سے دونوں معنی تحریر کیے دیتے ہیں۔

۴۰ بحار الانوار ج۵ ص۲۹، نفس المھموم ص۱۵۰۔

۴۱ مقتل مقرم ص۲۱۵، ترجمہ نفس المھموم ص۱۱۶، ۱۱۷۔

۴۲ اصحابہ ج ا ص۱۸۱ (طبع مصر) اسد الغابہ ج ا ص۱۲۳، اوراس کتاب میں روایت کے جملے یہ ہیں: انّ ابنی هذا یقتل

بأرض من أراضي العراق فمن أدركه فلينصره.''۔

۴۳؎ بعض مقاتل میں ان کی والدہ کا نام ''بحریہ'' بنت مسعود خزرجی نقل ہوا ہے۔

۴۴؎ محدث قمی نفس المہموم میں فرماتے ہیں: ممکن ہے یہ واقعہ مسلم بن عوسجہ کے فرزند سے متعلق ہو، کیونکہ ان کے بارے میں بھی بالکل اسی طرح کا واقعہ نقل کیا گیا ہے واللہ اعلم۔ جبکہ اسی کتاب کے حاشیے میں لکھتے ہیں، ممکن ہے یہ واقعہ مسعود بن حجاج کے بیٹے سے متعلق ہو، کیونکہ زیارت ناحیہ کا فقرہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے ''السلام علی مسعود بن الحجاج وابنه ...''

پندرہواں باب

شہادتِ اہل بیتؑ

سب سے پہلے یہ مطلب بیان کرنا ضروری ہے کہ اصحاب واعوان کی مانند اہل بیتِ امام حسینؑ کی وہ تعداد جو روز عاشورا کربلا میں شہید ہوئے مؤرخین کے نزدیک اختلافی ہے یعنی امام حسینؑ کے اہل خاندان جو کربلا میں شہید ہوئے ان کی تعداد کتب مقاتل میں مختلف نقل ہوئی ہے۔

شہدائے اہل بیتؑ کی تعداد

بعض روایات سے میں آیا ہے، امام حسینؑ کے علاوہ سترہ اہل بیتؑ کے افراد کربلا میں شہید ہوئے، چنانچہ ابن نما مختلف راویوں سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم امام باقرؑ کی خدمت میں شہادتِ امام حسینؑ کا ذکر چھیڑتے تو امام باقرؑ فرماتے:

قُتِلُوا سبعَةَ عَشَرَ انسَاناً کُلُّهُم اُرتَکَضُوا فِي بَطنِ فاطِمَةَ بِنت اَسَدٍ اُمّ عَلِی

''سترہ ان پاک وطاہر انسانوں کو شہید کیا گیا جو سب مادر علیؑ فاطمہ بنت اسد کی نسل سے تھے۔'' [1]

اسی طرح زیارت ناحیہ مقدسہ میں ان سترہ شہداء کے نام ذکر ہوئے ہیں جو انشاءاللہ نقل کیے جائیں گے امالی صدوق میں [2] نقل شدہ روایت کے تحت جنگ صفین کیلئے جاتے وقت سرزمین کربلا سے امیر المومنینؑ کا گزر نقل ہوا ہے جس میں آپؑ نے فرمایا:

وهٰذِهِ اَرضُ کَربٍ وبَلاء یُدفَنُ فیها الحُسین وَسَبعَةَ عَشَرَ رَجُلاً مِن وُلدِي وَوُلدِ فاطِمَة ''یہی وہ کربلا کی سرزمین ہے جس میں حسینؑ کے علاوہ میرے اور فاطمہ کے سترہ فرزند دفن کیے جائیں گے۔''

البتہ شاید فاطمہ سے مراد جیسا کہ گزشتہ روایت میں ذکر ہوا فاطمہ بنت اسد ہیں، لیکن کیونکہ ان سترہ شہداء میں بڑی تعداد امام حسنؑ وامام حسینؑ کی اولاد پر مشتمل ہے، از باب '' تغلیب'' ذکر ہوا ہے۔

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں بھی اسی روایت کے مطابق نقل کرتے ہیں:

امام حسینؑ خاندان کے وہ افراد جو کربلا میں شہید ہوئے سترہ تھے اور ان میں اٹھارویں خود امام حسینؑ تھے، چنانچہ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان (یہ چاروں بھائی بی بی ام البنین کے بطن سے امیر المومنینؑ کے فرزند تھے) عبداللہ اور ابوبکر (یہ دونوں بھائی جناب لیلیٰ بنت مسعود دارمی کے بطن سے امیر المومنینؑ کے فرزند تھے۔) ۳ علی اور عبداللہ (یہ دونوں بھائی امام حسینؑ کے فرزند تھے) محمد اور عون (یہ دونوں بھائی جناب عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے) عبداللہ، جعفر اور عبدالرحمٰن (یہ تینوں بھائی جناب عقیل بن ابی طالب کے فرزند تھے) اور محمد بن ابی سعید بن عقیل۔ ۴

جبکہ ایک قول کے مطابق امام حسینؑ کے ہمراہ شہدائے اہل بیتؑ اٹھارہ افراد پر مشتمل تھے جیسا کہ ریّان بن شبیب سے نقل شدہ روایت میں امام رضاؑ نے ان سے فرمایا:

يَاشبيبُ اِنْ كُنْتَ بَاكِياً لِشَيْءٍ فَابْكِ للحسين بن على بن ابى طالب فانّه ذُبِحَ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ وَقُتِلَ مَعَهُ مِنْ اهْلِ بَيْتِهِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ رَجُلاً، مَالَهُمْ فِي الْاَرْضِ شَبِيهُوْنَ

"اے پسر شبیب! اگر گریہ کرنا چاہو تو حسین بن علی پر گریہ کرنا کیونکہ انھیں گوسفند کی مانند ذبح کیا گیا اور ان کے ساتھ اٹھارہ دیگر اہل خاندان کو جن کا روئے زمین پر کوئی ہمتا نہیں تھا انھیں بھی شہید کردیا گیا۔" ۵

ارشاد شیخ مفیدؒ میں عبداللہ بن ربیعہ حمیری سے روایت ہے:

میں شام میں یزید بن معاویہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں زجر بن قیس داخل محفل ہوا تو یزید نے پوچھا اے زجر کیا خبر ہے؟ ابن قیس نے کہا: مبارک ہو ہم حسین بن علیؑ کو ان کے اٹھارہ افراد خاندان اور ساٹھ اصحاب کے ساتھ قتل کردیا، کیونکہ ہم نے ان سے کہا تھا یا عبیداللہ کے آگے تسلیم ہو جائیں یا پھر ہم سے جنگ کریں.... ۶

ایسی ہی ایک اور روایت شمر بن ذی الجوشن سے بھی نقل ہوئی ہے۔

تیسرا نظریہ: امام حسینؑ کے علاوہ بنی ہاشم کے اکیس افراد کربلا میں شہید ہوئے، چنانچہ اس قول کو ابوالفرج نے اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں انکے اسماء گرامی کے ساتھ نقل کیا ہے جس کے آخری فقرات یہ ہیں:

اولاد ابوطالب میں سے جو کربلا میں شہید ہوئے ان کی اکیس تعداد کے علاوہ باقی تعداد میں اختلاف ہے۔ ۷

البتہ تیسرا قول اکیس غیر مشہور ہے، جبکہ دوسرا قول امام کے علاوہ اٹھارہ ارباب مقاتل میں زیادہ مشہور ہے

جوانان بنی ہاشم کا وداع اور ان کا پہلا شہید

روایات و مقاتل کے مطابق جب امام حسینؑ کے اعوان و انصار شہید ہو چکے تو بنی ہاشم اور اہل بیتؑ کی

شہادتوں کا دور شروع ہوا لیکن شہادتیں پیش کرنے سے قبل یہ تمام جوان ایک جگہ جمع ہوئے تاکہ ایک دوسرے سے وداع ہو، چنانچہ ان جان بکف جوانوں کی الوداعی ملاقات کو تصور کیا جائے تو پتھر دل بھی آنسو بہانے لگتے ہیں جسے فارسی زبان شاعر نے یوں نظم کیا:

آیید تا بگرییم چون ابر در بهاران | کز سنگ ناله خیزد وقت وداع یاران
با ساربان بگویید احوال اشک چشمم | تا بر شتر نبندد محمل به روز باران

اور عرب شاعر کہتا ہے:

لو کنتَ ساعة بيننا ما بيننا | وشهدت كيف نكرّرُ التوديعا
ايقنتَ انّ من الدّموع محدّثا | وعلمت انّ من الحديث دُموعاً

"اگر ہم ہوتے تو ضرور دیکھتے کہ وہ کیسے ایک دوسرے سے رخصت ہو رہے تھے اور یقین ہو جاتا کہ ہمارے آنسو بولتے ہیں۔"

بہر حال بہتر یہ ہوگا کہ اس تاریخی منظر سے ہٹ کر دیگر واقعات کی جانب تحریری سفر جاری رکھیں کیونکہ کسی بھی بیان میں چاہے نثر ہو یا نظم اتنا توانا نہیں کہ اس جانسوز کیفیت کی عکاسی کرے اور اس منظر کا شاہد ہونا ان ہی عشق و ایثار کے مرقعوں مرد و عورت کا نام تھا جنھوں نے اپنے دلوں کو ایمان سے سرشار کر رکھا تھا۔

شہادتِ علی بن الحسینؑ

بہر حال اس جانگداز سماں کے بعد مشہور روایت یہی ہے کہ شہادت و کارزار کیلئے آمادہ ہونے والی پہلی شخصیت حضرت علی بن الحسینؑ تھے جو اذن جہاد پا کر میدان روانہ ہوئے۔ ۸ چنانچہ اس روایت کی تصدیق کیلئے زیارت ناحیہ میں حکم ہے، حضرت علی بن الحسینؑ کی قبر کی طرف اشارہ کر کے یہ فقرہ پڑھیں:

السّلام عليک يا اوّلَ قتيلٍ مِنْ نَسْلِ خَيْرِ سَلِيلٍ مِنْ سُلالةِ ابراهيم الخليل، صلّى الله عَلَيْکَ و عَلىٰ اَبِيْکَ "سلام ہو آپ پر اے شہید اول! جو ابراہیم خلیل اللہ کی ذریت میں بہترین فرد تھے اور درود و صلوٰت ہو آپ پر اور آپ کے والد گرامی پر۔"

محدث قمی نفس المہموم میں لکھتے ہیں:

شہداء اہل بیتؑ میں حضرت علی بن الحسینؑ کا شہید اول ہونا تاریخ طبری، ابن اثیر، ابوالفرج اصفہانی ابوحنیفہ دینوری، شیخ مفید اور سید ابن طاؤس کے نظریات سے مطابقت رکھتا ہے۔

اور استاد شعرانی بھی اس مطلب کی تائید میں فرماتے ہیں:

پیغمبرؐ غزوات میں دوسروں کی نسبت اس شخص کو دشمن کی سمت زیادہ روانہ کرتے تھے جو حضرتؐ سے

نزدیکی رکھتا تھا، چنانچہ امیر المومنینؑ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

تہمت سے بچنے کیلئے اور دوسروں کی (جانثاری میں) تاسی کرنا یہ بادشاہوں اور مملوک کا طریقہ کار نہیں رہا، بلکہ وہ اپنے قرابت داروں کو معرکے سے دور رکھتے ہیں۔

امام حسینؑ نے کربلا میں اپنے اس عزیز ترین فرزند کو راہِ خدا میں قربانی کیلئے پہلے روانہ کیا تاکہ دیگر مجاہدین شہادت کو سنگین محسوس نہ کریں۔لہذا امام حسینؑ اپنے اس عزیز، محبوب اور پیارے بیٹے کو اصحاب واعوان پر بھی مقدم کرنا چاہتے تھے، مگر اصحاب امام یہ کہہ کر رکاوٹ بنتے تھے کہ ہمارے ہوتے ہوئے امام کی اولاد و اہل بیتؑ پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔

مادر جناب علی بن الحسینؑ حضرت لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں، جبکہ جناب لیلیٰ کی والدہ (یعنی جناب علی بن الحسین کی محترمہ نانی) میمونہ بنت ابی سفیان تھیں۔عروہ بن مسعود کا شمار بزرگانِ عرب میں ہوتا ہے، لہذا ان کی شخصیت کے بارے میں بہت سی احادیث اور کئی واقعات نقل ہوئے ہیں، لیکن یہاں خاص مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے ہم انھیں بیان کرنے سے قاصر ہیں وہ ہجرت کے نویں سال مسلمان ہوئے اور حضرت رسول اللہؐ کی اجازت سے اپنی قوم کو مسلمان کرنے کیلئے طائف روانہ ہوئے، مگر انھیں وہاں شہید کر دیا گیا، چنانچہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ مَثَلَ عُروۃَ فِیْ قَوْمِہ مَثَلَ صَاحب یٰس فی قَوْمِہٖ ''بے شک عروہ کی اپنی قوم میں مثال ایسی ہے جیسے صاحبِ یاسین اپنی قوم میں۔'' 9

کیا مادر جناب علی بن الحسینؑ کربلا میں موجود تھیں؟

کیا جناب لیلیٰ مادر جناب علی بن الحسینؑ کربلا میں موجود تھیں یا نہیں؟ چنانچہ اثبات یا انکار کرنے کیلئے دلیل معتبر اور صحیح السند روایت کا فقدان ہے، البتہ ''ریاحین الشریعہ'' میں ایک تاریخ دان سے اور اغانی سے ابوالفرج نے نقل کیا ہے:

ایک اعرابی شتر سوار مدینے سے گزرتے ہوئے جب محلّہ بنی ہاشم سے گزرا تو اسے ایک گھر سے نالہ وفغاں کی ایسی حزین آواز سنائی دی جسے سن کر اونٹ چلتے چلتے رُک گیا اور وہ جانور اسی مقام پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔وہ شخص پشت شتر سے اُتر کر اس گھر کے نزدیک ہوا اور دروازہ پر موجود کنیز کو دیکھ کر کہا: یہ کون رو رہا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ لیلیٰ ہیں جو واقعہ کربلا کے بعد سے اب تک یوں ہی رو رہی ہے۔

البتہ تحقیق یہ ہے کہ مذکورہ روایت اغانی میں موجود نہیں، لیکن بنابر فرض اگر یہ روایت صحت بھی رکھتی ہو تو شاید وہ لیلیٰ بنت مسعود دارمی ہوں جو علی اکبرؑ کی زوجہ محترمہ تھیں، کیونکہ حضرت علیؑ کے دو فرزند عبداللہ اور

ابوبکر جوان کے بطن سے تھے کربلا میں شہید ہوئے (ابتدان کے بارے میں تفصیل آئندہ صفحات پر پیش کی جائے گی) بہرحال صحت وسقم کے باوجود بھی ایسی داستان کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا اور نہ ہی اشعار وزبان حال ۱۰ کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا اور جو مرحوم حاجی نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، وہ بھی اصالت نہیں رکھتا اور جیسا کہ خود نام زبان حال سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اسے کسی مطلب پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

کیا کربلا کے شہید علی بن الحسینؑ، علی اکبر تھے؟

یہ مطلب بھی روایات واحادیث میں اختلاف کی وجہ سے واضح نہیں ہوتا کہ امام حسینؑ کے کربلا میں شہید ہونے والے فرزند کا نام علی اکبر تھا؟ کیونکہ شیخ مفید کے مطابق علی بن الحسین علی اصغر تھے اور علی اکبر کربلا کے بعد بھی زندہ رہے ہیں جن سے امام حسینؑ کی نسل چلی جیسا کہ شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں شہداء کربلا میں جناب عابس بن شبیب کی شہادت کے بعد لکھتے ہیں:

اور اس طرح ایک ایک کر کے ناصران حسینؑ نے اپنی شہادت پیش کیں مگر جب امام حسینؑ کے خاندان کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو حضرتؑ کے فرزند علی بن الحسینؑ آگے بڑھے کہ جنکی مادر گرامی لیلیٰ ۱۱ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں نیز حضرت علی بن حسینؑ اس زمانے میں نہایت حسین وخوبصورت انیس سالہ جوان تھے۔ ۱۲

اسی طرح ایک مقام پر فرزند امام حسینؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام حسینؑ کے چھے فرزند تھے کہ جن میں:

۱۔ علی بن الحسینؑ ''اکبر'' جنکی کنیت ابو محمد اور والدہ کا نام شاہِ زنان بنت یزدجرد۔ (ایران کا بادشاہ)

۲۔ علی بن الحسینؑ ''اصغر'' جو اپنے پدر گرامی کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے جنکی والدہ کا اسم گرامی لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن مسعود ثقفی تھا۔ ۱۳

لیکن ابن ادریس نے اپنی کتاب سرائر میں لکھا ہے:

وہ (پہلے شہید) علی اکبر تھے جو خلافت عثمان کے دور میں متولد ہوئے اور انھوں نے حضرت علیؑ سے بہت سی روایات نقل کی ہیں اور بہت سے عرب شاعروں نے ان کی مدح سرائی کی ہے، چنانچہ ابی عبیدہ اور خلفِ احمر روایت کرتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اشعار جناب علی اکبر کی شان میں لکھے گئے ہیں:

لم تر عین نظرت مثلہ　　من محتف یمشی ولا ناعل

''کسی بھی آنکھ نے چاہے اس کا صاحب صاحبِ نعلین ہو یا برہنہ اس جیسا خوبصورت نہیں دیکھا۔''

یغلی بنیّ اللحم حتی اذا　　انضج لم یغل علی الآکل

''گوشت (غذا) کو پہلے ہی سے آمادہ رکھتا ہے تاکہ مہمانوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔'' (یہ ایک اچھی میزبان کی

صفت ہے کہ وہ غذا ایسی لذیذ پیش کرتا ہے کہ جس میں کچا پن نہیں ہوتا۔)

کان اذااشبّت له ناره یوقدهابالشرف الکامل

''اس کا چولھا مہمانوں اور بھوکوں کیلئے خوب جلتا ہے یہ دنیا کو دین پر اور حق پر باطل کو ترجیح نہیں دیتا۔''

کیمایراهابأس مُرمل اوفردحیّ بالآهل

''اسے درماندہ فقیر اور بے کس وغریب انسان ہی دیکھتا ہے۔''

اعنی ابن لیلی ذی السدی والندی اعنی ابن بنت الحسب الفاضل

''میری مراد جودوسخا کا خدا پسر لیلیٰ ہے جو پاک وطاہر اور ایک باعظمت بی بی کا فرزند ہے (یعنی ان کی والدہ شریف زادی اور اعلیٰ ومشہور خاندان سے وابستہ ہیں۔)''

لایوثر الدنیاعلی دینه ولایبیع الحقّ بالباطل

''کہ جس کے دین پر دنیا اور حق پر باطل اثر انداز نہیں ہوتا۔''

بعد اذاں ابن ادریس کہتے ہیں:

اس بارے میں علماء نسب اور تاریخ واحادیث کے جاننے والوں مثلاً زبیر بن بکار، ابوالفرج اصفہانی بلاذری مزنی لباب اخبار الخلفاء کے مصنف عمری نسابہ کتاب زواجر ومواعظ کے مصنف ابن قتیبہ معارف میں طبری دینوری میں اور دیگر ایسے ہی صاحبان قلم کی نظر اولیت رکھتی ہے۔

محدث قمی مندرجہ بالا ابیات سے جناب علی بن الحسینؑ کا علی اکبر ہونا ظاہر کرتے ہیں جس کی توضیح استاد شعرانی دیتے ہیں:

بعید ہے کہ ایک عرب شاعر (اہل بیتؑ کی شناخت نہ رکھنے) اور ایسے اشعار ایک اٹھارہ سالہ بچے کیلئے کہے اور اسی طرح ابولفرج اصفہانی، مغیرہ بن شعبہ سے معاویہ بن ابی سفیان کا کلام نقل کرتے ہیں جو خود اس بات پر مؤید اور دلیل ہے۔ (البتہ اس کی تفصیل بیان ہوگی)

مرحوم محدث قمی امام جعفر صادقؑ کی لسان مبارک سے ایک زیارت نامہ بطریق ابوحمزہ ثمالی نقل کرتے ہیں، جس سے یہی استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت علی بن الحسینؑ صاحبِ اہل وعیال تھے۔ چنانچہ اس زیارت میں امام فرماتے ہیں: صلّی الله علیک وعلیٰ عترتک واهل بیتک وآبائک وابنائک

اسی طرح معروف تاریخ دان یعقوبی اور مسعودی بھی قائل ہیں کہ علی بن الحسینؑ جناب علی اکبرؑ تھے۔[۱۴]

ان تمام دلائل اور محدثین ومورخین کے اقوال ہونے کے باوجود خود امام حسینؑ کا وقت رخصت جناب علی بن الحسینؑ کیلئے ایک ہاتھ سے اپنی ریش مبارک تھاما اور دوسرے دستِ مبارک کو بلند کر کے فرمایا:

اللّٰهم اشهد علیٰ هؤلاءِ القَومِ فَقَدبَرَزَ اِلَیهِم غُلامٌ ''اے خدا گواہ رہنا میں اس قوم کی جانب ایسے جوان کو بھیج رہا ہوں...''

حتیٰ جیسے محدث قمی کے علاوہ دیگر صاحبانِ نظر نے بھی نقل کیا ہے، چنانچہ واضح سی بات ہے کہ چھبیس یا ستائیس سالہ مرد کو (عربی زبان میں) غلام یعنی جوان سے تعبیر نہیں کیا جاتا وہ بھی کلام معصوم میں۔
اور اسی طرح جناب علی بن الحسینؑ سے منسوب رجز میں یہی ہے:

اناعلی بن الحسین بن علی	نحن وبیت الله اولی بالنبی
اضربکم بالسیف حتی ینثنی	ضرب غلام هاشمی علویّ

''میں علی بن الحسین بن علی ہوں، ہم اور بیت اللہ رسول اللہؐ کے قریب ہیں، اپنی تلوار سے اتنا ماروں گا یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے تب تم جانو گے کہ ھاشمی جوان کیسے مارتا ہے۔''
مگر افسوس بزرگان حدیث کی کتابوں مثلاً ابن شہرآشوب وغیرہ کی عبارتیں اطمینان آور نہیں ہیں (شاید ناسخوں سے یہ کام ہوا ہو) لہٰذا ان کے اقوال پر صد در صد اعتقاد نہیں کیا جا سکتا مثلاً ایک مقام پر ابن شہرآشوب فرزندانِ امام حسینؑ کے بارے میں بطور مسلم لکھتے ہیں:

ابناوئه علی اکبر الشهید امّه برّة بنت عروة بن مسعود ثقفی ، وعلیّ الامام وهو علیّ الاوسط وعلی الاصغر وهما من شهربانویه ۱۵

جبکہ اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر امام زین العابدینؑ کی حالاتِ زندگی کتاب بدع اور کتاب شرح الاخبار سے نقل کرتے ہیں:

...انّ عقب الحسین من ابنه علی الاکبر وانّه هو الباقی وبعد أبیه وانّ امقتول هو الاصغر منهما وعلیه نعوّل فانّ علی بن الحسین کان یوم کربلا من ابناء ثلاثین سنة وانّ محمد الباقر (ع) ابنه کان یومئذ من ابناء خمس عشر سنة و کان لعلی الاصغر المقتول نحو اثنی عشر سنة" ۱۶

تعجب ہے کہ مرحوم علامہ مجلسیؒ نے ان دونوں مختلف اقوال کو بغیر کسی توضیح وتشریح کے نقل کیا ہے۔ ۱۷ یا علی بن عیسی اربلی کشف الغمہ میں شیخ مفیدؒ کی تحریر نقل کرتے ہیں، جبکہ شیخ مفیدؒ کی کتاب ارشاد طبع شدہ مختلف نسخوں میں کچھ اور عبارت نظر آتی ہے۔ بنابرایں یہی تحریر میں اختلاف بداعتمادی کو ایجاد کرتی ہیں۔ ۱۸

جناب علی بن الحسینؑ اور ان کے اہل وعیال پر تحقیق

شیعہ اور اہل سنت کے ان دانشوروں کے مطابق جو قائل ہیں کہ شہید کربلا جناب علی بن الحسینؑ علی اکبر تھے اور وہ عثمان کے دور خلافت میں متولد ہوئے ماننا پڑے گا کہ روز عاشورا جناب علی اکبر کا سن مبارک پچیس سال سے زیادہ تھا، کیونکہ عثمان بن عفان کا قتل ۳۵ ھ ق میں ہوا، جبکہ واقعہ کربلا ۶۱ ہجری میں رونما ہوا، چنانچہ کربلا میں جناب علی اکبر کی عمر چھبیس یا ستائیس سال ماننا پڑے گی اور اس طرح وہ صاحب اہل و عیال بھی ہوں گے جیسا کہ محدث قمی نے بھی اپنی کتاب نفس المہموم ۱۹ میں اسی نظریہ کو انتخاب کرتے

ہوئے اسے دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کیا ہے۔

مؤلف کا خیال ہے:

اگر جناب علی بن الحسینؑ علی اکبرؑ تھے اور وہ عثمان بن عفان کے دورِ خلافت میں متولد ہوئے تھے تو ناچار چھبیس یا ستائیس سال عمر تسلیم کرنا پڑے گی اور اسی طرح ان کے اہل و عیال کو بھی تسلیم کرنا ہوگا کیونکہ روایات و واقعات کے ذریعے ثابت شدہ بات ہے کہ جناب سید السجاد امام زین العابدین کے اہل و عیال کربلا میں موجود تھے حتیٰ امام محمد باقرؑ کا سن مبارک چار سال تھا جنھوں نے کربلا پھر کوفہ اور پھر شام کا سفر کیا، لہٰذا بعید ہے کہ امام حسینؑ اپنے چھوٹے فرزند امام زین العابدینؑ کا عقد کریں مگر بڑے بیٹے علی اکبر کو بغیر شادی (ازدواج) کے ہی رہنے دیں۔۔۔۔ واللہ اعلم

جناب علی بن الحسینؑ کے فضائل و کمالات

اس موضوع پر جس روایت کو ہم پہلا مطلب شمار کر رہے ہیں اسے بعض افراد نے گزشتہ بحث (علی اکبر تھے یا نہیں بلکہ علی اصغر یا اوسط تھے) پر دلیل کے طور پر استعمال کیا ہے اور وہ یہ روایت ہے جسے ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں محمد بن سلیمان سے نقل کیا ہے اور جس کا راوی مغیرہ ہے:

ایک روز معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے افراد کی جانب رخ کر کے کہا: تمہارے نزدیک اس زمانے میں خلافت کا مستحق کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اے امیر آپ کے علاوہ کون ہوسکتا ہے۔

معاویہ نے کہا:

نہیں بلکہ لوگوں میں خلافت کا مستحق علی بن الحسینؑ ہیں جس کے جد رسول اللہ ہیں اور وہ چند صفات یعنی شجاعتِ بنی ہاشم، سخاوت بنی امیہ اور قبیلہ ثقیف کے حُسن و جمال کا مالک ہیں۔

الغرض یہ روائت اگر صحیح السند بھی ہو تب بھی معاویہ کی منصفانہ قضاوت پر دلیل نہیں ہوسکتی، کیونکہ وہ اُن میں سے نہیں جو اتنی سادگی سے اہل بیتؑ کی عظمت کا اقرار کرے، بلکہ (دال میں کالا ہے) وہ اس بہانے سے بنی امیہ کی خود ساختہ فضیلت کو ذہنوں میں منتقل کرنا چاہتا تھا اور یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ علی بن الحسینؑ کا مادری سلسلہ بنی امیہ سے ملتا ہے اور ان کے فضائل میں خاندان امیہ کا بھی دخل ہے، جبکہ تاریخ کے طالب علموں پر پوشیدہ نہیں کہ بنی امیہ کی جس سخاوت کا ذکر معاویہ کر رہا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ معاویہ کا دادا عبدالشمس بنی ہاشم کی دولت پر پلا اور اس کا باپ ابوسفیان اتنا بخیل تھا کہ اپنی زوجہ ہند کو ہاتھ خرچ سے محروم رکھتا تھا، لہٰذا وہ مجبوراً ابوسفیان کے پیسے چراتی تھی اور معاویہ (کی اس غلط بیانی) کا شاید ایک ہدف یہ بھی ہو کہ وہ منصب امامت خاص طور پر امام حسنؑ و امام حسینؑ کی امامت کو کم رنگ اور بے وقعت شمار کرتا تھا۔ بہر طور معاویہ نے قربۃً الی اللہ یہ بظاہر منصفانہ الفاظ زبان پر جاری نہیں کیا کہ اولاد رسولؐ کی فضیلت

بیان ہوجائے ورنہ وہ کبھی اپنے نابکار، شرابی اور ناجائز فرزند یزید کی بیعت پر لوگوں کو مجبور اور نہ اس راہ میں ہر طرح کا فعل انجام نہ دیتا۔

بہر حال علی بن الحسینؑ کے فضائل ومناقب میں بہترین اور جامع جملہ امام حسینؑ کا وہ جملہ ہے جو حضرتؑ نے جناب علی بن الحسینؑ کو میدان روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

اللّٰھم اشھد علیٰ ھؤلاء القوم فقد برز الیھم غلام

اور اس فرزند کی شہادت پر اتنے متاثر ہوئے کہ آپؑ پر انتہائی غم واندوہ کا عالم دیکھا گیا اور وہ منبع رحمت الٰہی بے مثال صبر وتحمل کے باوجود پسر سعد اور قاتلانِ علی بن الحسینؑ پر لعنت کر رہے تھے جو خود کمالات انسانی کے مالک جناب علی بن الحسینؑ کی نسبت امام حسینؑ کی محبت اور الفت پر بہترین دلیل ہے نیز اس کی تفصیلات آئندہ صفحات پر آنے والے موضوع میں ملاحظہ فرمائیں۔

شہادتِ علی بن الحسینؑ

بحار الانوار اور نفس المہموم میں ہے کہ جب علی بن الحسینؑ نے اذنِ جہاد طلب کیا، امام نے ان کی جانب حسرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ [۴۰]

ثمّ نظر الیہ نظر آیسٍ وَاَرخی (ع) عینیہ وبکی ورفعَ شیبتہٗ (سبّابتہٗ خ ل) نحوَ السماءِ وقالَ: اللّٰھمّ اشھد علی ھؤلاءِ القَومِ لقد برز الیھم غلامٌ اشبہُ النّاسِ خلقاً و خُلقاً و منطقاً برسولک، کُنّا اذا اشتقنا الیٰ نبیّک نظرنا الی وجھہِ ، اللّٰھمّ امنعھم برکاتَ الأرض ، وفرّقھم تفریقاً، ومزّقھم تمزیقاً، واجعلھم طرائقَ قِدداً، ولا ترضَ الوُلاۃَ عنھم اَبداً، فانّھم دعونا لِینصُرونا ثمّ عدوا علینا یُقاتلونا

”پھر حسرت بھری نگاہوں سے علی کو دیکھ کر گریہ فرمایا اور اپنی ریش مبارک کو انگشت (شہادت) سے آسمان کی جانب بلند کیا اور فرمایا: اے پروردگار! گواہ رہنا اس قوم کی جانب ایسا نوجوان جا رہا ہے جو اخلاق، گفتار اور حُسن میں تیرے رسولؐ سے تمام لوگوں کی نسبت زیادہ شباہت رکھتا ہے جب ہم پیغمبرؐ کے دیدار کے مشتاق ہوتے تو اس جوان کی زیارت کرتے تھے، اے خدا! انھیں زمین کی برکتوں سے محروم کردے انھیں تتر بتر اور پراکندہ کردے ان کے درمیان اختلاف ڈال تاکہ ہر ایک اپنی راہ اختیار کرے اور حاکموں کو ان سے ناراض کردے کیونکہ انھوں نے مجھے بلایا، دعوت دی کہ میری مدد کریں مگر مدد تو درکنار یہ لوگ مجھ سے جنگ کرنے پر اُتر آئے ہیں۔

مؤلف کہتے ہیں:

امام کی بددعا نے آج تک کوفے والوں کو خیر وبرکت سے دور رکھا ہوا ہے اور منصور دوانقی کے دور میں جب بغداد تعمیر کیا جا رہا تھا اس وقت اہل کوفہ والیانِ عراق کے غیظ وغضب کا شکار تھے اور وہ

انھیں سرکش و نافرمان شمار کر رہے تھے اور اس وقت ان کے درمیان اختلاف اور تفرقہ حد سے گزر چکا تھا اور جب بغداد تعمیر ہو گیا تو حکمران وہاں سے بغداد منتقل ہو گئے اور اس طرح کوفہ تاریخ ویرانے میں تبدیل ہو گیا۔

جیسا کہ گزشتہ صفحہ پر بحث تھی، امام حسینؑ کا اپنے فرزند علی بن الحسینؑ کے بارے میں "غلام" یعنی نوجوان کا لفظ استعمال کرنا بتاتا ہے کہ وہ تازہ خیز جوان تھے اور یہ عبارت شیخ مفیدؒ اور ابن شہرآشوب وغیرہ کے اس نظریے پر تائید کا کام انجام دیتی ہے کہ علی بن الحسینؑ اٹھارہ انیس سالہ جوان تھے اور وہ امام سجادؑ کو "علی اکبر" مانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

شاہِ شہیداں غریق بحر کرامت	گفت بہ اکبر پسر بروبسلامت
می روی ونیست برتو جای ملات	اینکہ تو داری قیامت است نہ قامت
عاقبت این چرخ سفلہ دربدرت کرد	جامہ مرگ ای پسر ھمی ببرت کرد
ھر کہ تماشای رومی چون قمرت کرد	سینہ سپر کرد پیش تیر ملامت

بہرحال اس کلام کے بعد امام حسینؑ عمر بن سعد کی جانب متوجہ ہوئے جو بدعت اور بے سعادت لوگوں پر حاکم تھا اور لعنت کرتے ہوئے فرمایا:

قَطَعَ اللهُ رَحِمَکَ وَلاَ بَارَکَ اللهُ لکَ فِی اَمْرِکَ [۲۱] وَسَلَّطَ عَلَیْکَ مَنْ یَذْبَحُکَ بَعْدِیْ عَلیٰ فِرِاشِکَ کَمَا قَطَعْتَ رَحِمِیْ وَلَمْ تَحْفَظْ قَرَابَتِی مِنْ رَسُولِ الله "خدا تیرا رحم (نسل) منقطع کر دے، تیرے کاموں سے برکت اٹھا لے اور میرے بعد تجھ پر ایسے فرد کو مسلط کر دے جو تجھے تیرے بستر پر قتل کر دے جیسے تو میری اولاد کو قتل کر رہا ہے اور (اے عمر بن سعد) دیکھ تو نے رسول اللہؐ سے میری قرابت کا کوئی خیال نہیں رکھا ہے۔"

چنانچہ یہ بددعا بھی پوری ہوئی اور عمر بن سعد کی نسل منقطع ہوئی اور اس طرح واقعۂ کربلا کے بعد کوفہ پر مختار ثقفی حکم فرما ہوئے اور انھوں نے عمر بن سعد کو قتل کرنے کیلئے ایک شخص روانہ کیا جس نے سوئے ہوئے عمر بن سعد کو قتل کیا اور اس کا سر مختار ثقفی کو لا کر دیا۔

امام نے اس گفتار کے بعد بآوازِ بلند یہ آیت قرآنی تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ اللهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

بہرحال جناب علی بن الحسینؑ کا میدان میں جانا امام حسینؑ پر ان کی رسول اللہؐ سے شباہت کی وجہ سے انتہائی دشوار تھا۔ اس مقام پر فارسی زبان شاعر امام حسینؑ کا زبانِ حال نظم کرتا ہے۔

خدا زسوز دلم آگھی کہ جانم رفت	زجان عزیز ترم اکبر جوانم رفت [۲۲]
شبیہ خاتم پیغمبران زدستم رفت	زبوستان ولایت گلی زدستم رفت

اسی طرح شیخ علی ابن شیخ العراقین سے یہ اشعار نقل ہوئے ہیں:

شه عشاق خلاق محاسن | به کف بگرفت آن نیکومحاسن
به آه وناله گفت :ای داورمن | سوی میدان کین‌شدا کبرِمن
به خُلق وخوی وازرفتاروکردار | بُداین نورسته همچون شاهِ مختار

اس کے علاوہ جودی خراسانی سے زبان حال کے طور پر یہ اشعار نقل ہوئے ہیں:

ای قدرت سروخرامان ورُخت ماهِ تمام | مهربتموده فروغ ازمه رخسارتووام
پیش رویم دمی ای سروخرامان بخرام | اوربه رَه می شدومی گفت حسین درهرگام
حیف ازاین سروخرامان که زپامی افتد | آه کین مرغ خوش الحان زنوامی افتد

اس مقام پر عمّان سامانی یوں لکھتے ہیں:

گفت کای فرزندمُقبل آمدی | آفت جان رهزنِ دل آمدی
کرده ای ازحق تجلّی ای پسر | زین تجلّی فتنه هاداری به سر
راست بهرفتنه قامت کرده ای | وه کزین قامت قیامت کرده ای
گه دلم پیش تو،گاهی پیش اوست | روکه دریک دل نمی گنجدودوست
بیش ازاین بابادلم راخون مکن | زادئه لیلی دلم مجنون مکن
پیش پابرساغرعالم مزن | تیش بردل،سنگ بربالم مزن
همچوچشم خودبه قلب دل متاز | همچو زلف خود پریشانم مساز
پس برفت آن غیرت خورشید وماه | همچونورازچشم ،جان ازجسم شاه

بعض روایات کے مطابق امام حسینؑ نے اپنے اس فرزند کو ایک مخصوص گھوڑے "لاحق" پر سوار کیا۲۴۳ علی بن الحسینؑ بابا کی عطا کردہ سواری پر بیٹھ کر میدان آئے اور یہ رجز پڑھتے ہوئے حملہ کیا۔

أناعليُّ بن الحسين بن عليّ | نحن وبيت الله اَولى بالنبيّ
من شَبَثٍ وشَمِرٍ ذاكَ الدنيي | اضربكم بالسيف حتّى يُنثَني
ضَرَبَ غلامٍ هاشميّ علويّ | ولاازال اليوم أحمي عن أبي

تا الله لايحكُمُ فيناابن الدعيّ

"میں ہوں علی بن الحسینؑ ابن علیؑ قسم بخدا ہم شبث بن ربعی اور پست و پلید انسان شمر۲۴۴ کی نسبت پیغمبر خداؐ سے نزدیک ہیں میں اپنی تلوار کو تم پر چلاتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ ٹیڑھی ہوجائے وہ ایک ہاشمی اور علوی کی ضربت ہوگی اور آج میں اپنے والد کی حمایت میں رہوں گا، قسم بخدا اس پسرِ زنازادے کو ہم پر حکم فرمائی کا کوئی حق نہیں۔"

اور مسلسل ایں سو و آں سو حملہ کرتے اور یکے بعد دیگرے مرکب و راکب زمین پر گرا رہے تھے یہاں تک

کہ اکثر اہل تاریخ کا بیان ہے:

ایک سو بیس سے زیادہ لوگوں کو دوزخ روانہ کیا اور اس وقت جنازوں کی کثرت سے دشمن کے لشکر میں نالہ وفغاں بلند ہوا ادھر اس جوان پر تشنگی نے غلبہ کیا تو پدر گرامی کے نزدیک آئے اور فرمایا:

یَاأبةِ العَطَش قَدْقَتَلنی ،وثِقلُ الحدیدأجهدَنی ،فهل الیٰ شَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ سبِیْلٌ أتقوّی بهاعلی الأعْدَاءِ

''اے بابا! تشنگی نے مجھے مار ڈالا ہے اور ہتھیاروں کے وزن نے مجھے تھکا دیا ہے، کیا ایک گھونٹ پانی مل سکتا ہے تا کہ تازہ دم ہو کر دشمن پر حملہ کروں۔''

شاعر کہتا ہے:

شیربچه ازعطش بیتاب شد	بالب خشکیده سوی باب شد
گفت شاهاتشنگی تا بم ربود	آملم تک سوبت ای دریای جود
بُرده ثقل آهن وتاب هجیر	صبرم ازیادست گیرای دست گیر

شاید جناب علیؑ بن الحسینؑ اپنے بابا (امام حسینؑ) سے کہنا چاہتے تھے کہ یہ دشمن تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا مگر اسلحہ کی سنگینی نے مجھے خستہ کر دیا ہے، لہٰذا اگر پانی کی سبیل ہو جاتی تو اپنی تھکن دور کر کے اس قوم کے جو خدا سے بے خبر ہے قدم اکھاڑ دیتا۔ البتہ علی بن الحسینؑ کا سوال آب بے موقع نہیں تھا، کیونکہ اس سے پہلے بھی امام حسینؑ نے شدید لگاؤ کی وجہ سے اپنے اس فرزند کی خواہشات کو معجزہ کے طریقے سے پورا کیا ہے

چنانچہ مرحوم سید ہاشم بحرانی اپنی کتاب مدینۃ المعاجز میں عبداللہ بن محمد سے روایت کرتے ہیں:

ایک مرتبہ علی بن الحسینؑ نے اپنے بابا امام حسینؑ سے ایسے ایام میں انگور طلب کیے جو انگور کا موسم نہ تھا تو امام نے ستون مسجد پر ہاتھ مارا تو اسی مقام سے انگور اور کیلا ظاہر ہوئے تب آپؑ نے فرمایا:

مَاعِندَاللهِ لأولیائه الکبر ''اللہ کے نزدیک اپنے اولیاء کیلئے کچھ کرنا تعجب کی بات نہیں۔''

بہر حال اس موضوع پر روایات مختلف ہیں لہٰذا ایک روایت کے مطابق امامؑ نے اپنے اس فرزند کی درخواست پر انتہائی اندوہ کی حالت میں فرمایا:

یابُنیَّ یعزُّعلیٰ محمّدوَعلیٰ علی بن أبی طالب وعَلیَّ اَنْ تدْ تد عُوْهُم فلایُجیبُوکَ،وتَستَغیثُ بِهِمْ فلایغیثوکَ ،یابُنَیَّ هَاتِ لِسَانِکَ ... ۲۵ ''اے میرے لال! نانا رسول اللہؐ، بابا علی ابی طالب اور مجھ پر بہت دشوار ہے کہ تم سوال کرے اور وہ جواب نہ دیں، اے میرے لال! ذرا اپنی زبان نزدیک لاؤ...''

چنانچہ روایت میں ہے کہ امام نے علی بن الحسینؑ کی زبان اپنے دھان میں لی اور پھر انگشتر انہیں دیتے ہوئے فرمایا: اسے اپنے منہ میں رکھ کر دشمن سے جنگ کرنے جاؤ۔

اس روایت کے مطابق گویا امام نے علی بن الحسینؑ کے سوالِ آب کا جواب دیا اور بہر طور ان کی تشنگی دور کرنے کا سامان کیا، جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام نے سوال آب سن کر گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

واغوثاہ یابُنَیّ قاتلْ قلیلاً فَمااَسْرَعَ مَاتلقی جَدَّکَ مُحَمَّداًصلّی اللہ علیہ و آلہ فَیَسْقِیکَ بِکَأسِہِ الْأَوْفی شَرْبَۃً لاتظمأبَعْدَھاأَبَدًا "ہائے بے کسی! اے میرے لال، کچھ دیر اور جنگ کرو کیونکہ کتنا نزدیک ہو چکا ہے کہ تم اپنے جد رسول اللہؐ کے دست مبارک سے شربت نوش کرو کہ جس کے بعد کبھی پیاس محسوس نہیں کرو گے۔"

چنانچہ جناب علی بن الحسینؑ یہ رجز پڑھتے ہوئے دوبارہ میدان روانہ ہوئے۔

الحربُ قدبانت لھَا الحقائق | وظھرت من بعلھامصادق
واللہ ربُّ العرش لانفارق | جُموعَکُم أوتغمدالبوارق

"یہ جنگ ہے جو مردوں کے جوہر اور ان کی قلعی کھولتی ہے اور تمہارے تمام دعوے جنگ کے بعد آشکار ہوں گے مجھے رب عرش کی قسم اس وقت تک تمہارے اس کثیر التعداد لشکر سے دور نہیں جاؤں گا جب تک تلواریں نیام میں نہ چلی جائیں۔"

اور اس طرح وہ جوان مصروف کارزار رہا یہاں تک کہ دو بیست افراد دواصلِ جہنم کیے۔ مگر ارباب مقاتل مثلاً شیخ مفیدؒ وغیرہ لکھتے ہیں:

"اہل کوفہ علی بن الحسینؑ کے قتل سے گریز کر رہے تھے شاید اس لیے کہ ان کا مادری سلسلۂ نسب بنی امیہ سے ملتا تھا۲۶ کیونکہ علی بن الحسینؑ کی نانی ابوسفیان کی دختر یعنی یزید کی پھوپھی تھیں، لہٰذا اہل کوفہ شاید یزید کا پاس رکھ رہے تھے۔۲۷ مثلاً ایک اور روایت میں ہے:

جب علی بن الحسینؑ میدان میں آئے تو عمر بن سعد یا کسی اور فرد نے آواز دی! اے علی! تم خلیفۂ وقت یزید سے رشتہ داری رکھتے ہو، لہٰذا اگر چاہو تو تمہیں امان مل سکتی ہے مگر انھوں نے جواب دیا:

لَقَرابَۃُ رَسُوْلَ اللہ اَحقُّ اَنْ تُدْعی "پیغمبرؐ سے رشتہ داری مراعات کی سزاوار ہے!"

یہ شاید ان کا خیال اس لیے کیا جارہا ہے کہ وہ رسول اللہؐ سے شباہت رکھتے تھے اور لوگ رسول اللہؐ کا آئینہ نما سمجھتے ہوئے ان کے قتل پر حیا کر رہے تھے۔

بہر حال علی بن الحسینؑ پیوستہ وار حملے کر رہے تھے اور ان بے شرم و بے حیا کافروں کے کشتوں کے پشتے لگا رہے تھے، یہاں تک کہ مرہ بن منعقذ عبدی نامی ایک شخص نے کہا:

"میں گناہ عرب اپنی گردن پر لیتا ہوں، چنانچہ اگر اس جوان کا سامنا مجھ سے ہوا تو اس کے باپ کو اس کا داغ ضرور دوں گا۔ بعد ازاں یہ علی بن الحسینؑ کے سامنے آیا اور لڑتے لڑتے اپنا نیزہ شبیہ

پیغمبرؐ کی پشت پر مارا جس سے وہ زمین پر گرنے لگے۔"

دوسری روایت کے مطابق اس نے حضرتؑ کے سرِ مبارک پر تلوار ماری جس کے اثر سے سرِ مقدس شگافتہ ہوگیا، اس پر علی بن الحسینؑ نے جھک کر اپنے دونوں ہاتھوں سے گھوڑے کی گردن تھام لی، مگر وہ علی اکبر کو دشمن کی سمت لے گیا ادھر دشمن جو پہلے سے علی بن حسینؑ کی تلواروں سے داغدار ہوئے تھے اس کی تلافی کی اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ۲۸ تمام ارباب مقاتل نے لکھا ہے جب علی بن الحسینؑ گھوڑے سے زمین پر گرے تو آواز دی:

علیک منیّ السّلام یا ابا عبداللہ ھذا جدّی رسول اللہ قد سقانی بکاسہِ الأوفیٰ شَربةً لا أظماُ بعدھا ابداً و ھو یقول: العجلَ العجلَ فإنَّ لکَ کأساً مذخُورَةً حتی تشربَھَا الساعةَ ۲۹

"یا ابا عبداللہ آپؑ پر میرا اسلام ہو، یہ میرے جد رسول اللہؐ ہیں جنھوں نے شربت شیریں سے مجھے ایسا سیراب کیا ہے آئندہ کبھی مجھے پیاس نہیں لگے گی اور وہ فرما رہے ہیں (اے حسینؑ) جلدی کرو تمہارے لیے بھی جام شربت رکھا ہے، آؤ تمہیں سیراب کردیں۔" ۳۰

علی بن الحسینؑ کے اس روح افزا پیغام سے پہلا استفادہ یہ ہوتا ہے کہ گویا وہ اس آیت کی تفسیر میں نقل ہونے والی روایات تصدیق کر رہے ہیں کہ جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ ﴾ "یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے ہیں، ان کیلئے دنیا و آخرت دونوں مقامات پر بشارت اور خوشخبری اور کلمات خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی اور یہی درحقیقت عظیم کامیابی ہے۔" (یونس ۶۴)

روایات کا بیان ہے:

جب انسان مومن اس دنیا سے کوچ کر رہا ہوتا ہے تو حضرت رسول اللہؐ اور حضرت علیؑ اس کی بالین پر آ جاتے ہیں اور اسے اُخروی نعمات کی خوشخبری سناتے ہیں بلکہ مرنے والا اسی لمحے ان نعمات سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ ۳۱

اور دوسرا مطلب جو علی بن الحسینؑ کے اس روح افزا پیغام سے استفادہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب علی اکبرؑ نے اپنے بابا حسینؑ سے سوال آب کیا تھا تو وہ اسے پورا نہ کرسکے، لہٰذا گریہ کناں قلب سوز کے ساتھ اپنے فرزند سے جو کہا تھا وہ اگر چہ دشمنوں کیلئے نفرین تھی مگر درحقیقت دعائیہ جملے تھے، چنانچہ اس کے بعد علی بن الحسینؑ میدان روانہ ہوئے مگر اپنے نفس سے مخاطب تھے کہ یہ کیا سوال تھا جو بابا سے کر دیا اور بہت متاثر تھے کہ آخر کیوں انھیں مجبور کا احساس دلایا، جبکہ میرا فرض تو ان کے غموں کو دور کرنا تھا مگر غموں کو تازہ کر کے آیا ہوں کہ انھوں نے شکستہ دل سے یہ جواب دیا ہے۔

بہر حال مسلسل اسی فکر نے علی بن الحسینؑ کو پریشان کر رکھا تھا، لہٰذا موقع کی تلاش میں تھے کہ کس طرح بابا کو اس دکھ سے نجات دیں۔ پس جوں ہی گھوڑے سے گرے اور منظر کا مشاہدہ کیا تو اپنے تمام زخم و درد بھلا دیئے اور تنہا اسی فکر میں تھے کہ کس طرح سے جلد سے جلد بابا کے دل سے اپنی پیاس کا دکھ درد دور کریں اور اپنی سیرابی کی خبر سنا کر انھیں سکون پہنچائیں حتیٰ اس سے بھی زیادہ خوشی کی بات یہ کہ رسولؐ نے فرمایا:

حسینؑ بھی جلد سے جلد سیراب ہو جائیں گے اور اس طرح علی بن الحسینؑ رسول اللہؐ کے وعدے کو منتقل کر کے اپنے بابا کی شدتِ پیاس کو برطرف کرنا چاہتے تھے۔

بنابراین حضرت علی بن الحسینؑ کے یہ جملات پُر معنی تھے:

علیک مِنیَ السّلام یاأباعبدِالله هذاجدّی رَسُولُ الله ...

امام حسینؑ اپنے بیٹے کی لاش پر

علی الحسینؑ کی نسبت امام حسینؑ کی غیر معمولی محبت والفت کو مدنظر رکھتے ہوئے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس سلام آخر سے امام حسینؑ کی اس پاک ولطیف طینت پر کیا گزرا ہوگا۔ امام کے اس زبانِ حال کو فارسی زبان شاعر یوں نظم کرتا ہے:

سوی لشکر گه دشمن شدی تفت — ندانستم کِرابر دو کجارفت
همی دانم که جسم و جان جانان — مُقطّع گشت چون آیاتِ قرآن
چه رفت از دست شاه عشق دلبند — روان شدازپی گمگشته فرزند
سری بی افسروفرق دریده — به جانان بسته جان وزخودبُریده
فرودآمدزین آن باصلابت — چوپیغمبرزمعراج رسالت
توانائی شدش ازتن ، زسرهوش — گرفت آن پیکرِخونین در آغوش
بگفت باآن چکیده جان عشقش — پس ازتوخاک بردنیاوعیشش

سید ابن طاووس فرماتے ہیں:

فَجَاءَ الْحسینُ حَتّٰی وَقَفَ عَلَیْهِ وَوَضَعَ خَدَّهُ عَلیٰ خَدِّہ "حسینؑ لاشۂ پسر کی جانب آئے اور کھڑے ہو کر جنازے کو خوب دیکھا اور پھر اپنا رخسار علی کے رخسار پر رکھ دیا۔"

حمید بن مسلم کہتا ہے:

اس وقت میں نے خود اپنے کانوں سے حسینؑ کو لاشۂ پسر پر کھڑے یہ فرماتے ہوئے سنا:

قَتَلَ اللهُ قَوْماً قَتَلُوکَ یٰ ابْنَیَّ مَاأَجْرأَهُم علی الرّحمن وَعلیٰ انتِهَاکِ حُرْمَةِ الرَّسُول

''خدا تیرے قاتلوں کو نابود کرے، اے میرے فرزند! یہ لوگ خدا اور اسکے رسولؐ کی حرمت پامال

کرنے پر کتنی جرأت رکھتے ہیں۔"
اس کے بعد حمید بن مسلم مزید کہتا ہے:

وانھَملَتْ عَیناهُ بِالدُّمُوعِ ثُمَّ قَالَ: عَلَی الدُّنْیَا بَعْدَکَ العَفا "اشکوں کا ایک سیلاب امام کی آنکھوں سے جاری ہوا اور فرمایا تیرے بعد اس دنیا پر خاک ہو۔"

زچه روی خویش نموده ای توزخون نگار علی علی — بسرت قسم که ربوده ای زدلم قرار علی علی
ع علی اکبرای گل احمرم علی اکبرای مه انورم — علی ای شبیه پیمبرم شه تاجدار علی علی
علی ای ستاره روشنم علی ای شکوفه گلشنم — بنگر زخون تو دامنم شده لاله زار علی علی

ابوالحسن تھامی عرب مرثیہ گو شاعر کہتے ہیں:

حِکْمُ المَنِیَّةِ فی البَرِیَّةِ جار — ماهٰذِهِ الدُّنیا بِدارِ قَرارِ
فَالْعَیش نومٌ والمَنِیَّة یققظة — والمَرءُ بَینهما خِیالُ سار
یا کَوکَبًا مَاکَانَ أقصرَ عُمرہ — وَکذاتکون کَواکِبُ الأسحار
عَجل الخُسوف الیه قَبل أوانِهِ — فغشاه قَبْلَ مَظَنَّةِ الابدار
انّ الکواکب فی محلّ عُلُوّها — لَتری صغاراً وهی غیرُ صِغار
فَاذانطقتُ فَأنت اوّلُ مَنطقی — واذاسکتُّ فَأنْتَ مضماری! ۳۲

ارشاد شیخ مفیدؒ اور اسی طرح بحارالانوار میں روایت نقل ہوئی ہے کہ اس وقت ایک خاتون کو خورشید تاباں کی طرح خیمے سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا جو شیون وشین کے ساتھ یہ کہتی آ رہی تھیں:

یاحبیباه ، یاثَمَرَةَ فُؤاداه ، یانورعیناه "اے میرے پیارے، اے میرے میوۂ دل، اے میرے نور چشم! تو میں نے دریافت کیا کہ یہ خاتون کون ہے؟"

تو کہا گیا یہ زینب بنت علیؑ ہیں۔ پس زینبؑ گریہ کرتی ہوئی ہوئی آئیں اور خود کو علی بن الحسینؑ کے جنازے پر گرا دیا مگر حسینؑ فوراً آگے بڑھے اور ان کا ہاتھ تھام کر خیمے واپس پہنچایا۔ پھر اپنے جوانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

احملوا اخاکم "آؤ اور اپنے بھائی کا جنازا اٹھالو۔"

چنانچہ بنی ہاشم کے جوانوں نے لاشۂ جوان کو اٹھا کر اس خیمہ کے کنارے لا کر رکھ دیا جس کے سامنے جنگ کر رہے تھے۔

بازبان لابه آن قربان عشق — روبه کیمه کرد کای سلطان عشق
دورعیش وکامرانی شدتمام — وقت مرگ است ای پدربادت سلام
ای پدراینک رسول داورم — دادجامی ازشراب کوثرم

تا ابد گردد از آن پیانه مست | جام دیگر بهر تو دارد به دست
شد ز خیمه تاخت آن دم باشتاب | دید حیران اندر آن صحرا عقاب
گلشنی نو رسته اندام تنش | زخم پیکان غنچه های گلشنش
پس بیامد شاه اقلیم الست | بر سر نعش علی اکبر نشست
سر نهادش بر سر زانوی ناز | گفت کی بالیده سروِ سر فراز
ای درخشان اخترِ برجِ شرف | چون شدی سهمِ حوادث را هدف
ای به طرف دیده خالی جای تو | خیز تا بینم قد و بالای تو
بیش از این بابا دلم را خون مکن | زادهٔ لیلی مرا مجنون مکن
ای نگارین آهوی مشکین من | با تو روشن چشم عالم بینِ من
خیز تا بیرون از این صحرا رویم | تک به سوی خیمهٔ لیلی رویم
رفتی و بُردی ز چشمم تاب خواب | اکبر بی تو جهان بادا خراب
تو سفر کردی و آسودی زغم | من در این وادی گرفتار الم

بعض مقاتل کا بیان ہے کہ جب جناب علی بن الحسینؑ پشت سے زمین پر آئے تو زانوں پر بیٹھ کر آواز دی:

یاأبتاهُ علیک منیَ السّلامُ فهذاجَدّی رسُولُ الله وامیرِ المُؤمنین وهذهِ جَدّتیَ فاطمه الزّهراء وخدیجة الکبری ، وهم یقُولُونَ لَکَ :العجل ،العجل ، وهم مُشتاقُونَ الیکَ ۳۳

''بابا جان! آپؑ پر میرا سلام ہو، یہ میرے جد رسول اکرمؐ اور دادا علیؑ و دادی فاطمہ اور جدہ خدیجہ الکبریٰ سب یہاں موجود مجھ سے فرمار ہے ہیں کہ آپؑ جلدی کریں ہم آپؑ کے مشتاق ہیں۔''

امام لاشۂ پسر پر آئے مگر بقول روای ایسا گریہ فرمار ہے تھے کہ اب تک کسی نے حضرتؑ کو اس طرح روتے نہیں دیکھا ۳۴ ایک اور مقام پر ہے کہ امام نے لاشِ پسر سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أمّاانْتَ یابُنَیَّ لَقدِاستَرَحتَ مِنْ هَمِ الدُّنیاوَغَمّهاوَماأسرَعَ اللُّحوقُ بِکَ ''اے میرا بیٹا! تو نے دنیا کے غم و آلام سے نجات پالی اور دیکھ تجھ سے کتنا جلدی ملاقات لکھی ہے۔'' ۳۵

ای غرقهٔ خون تو نور دو چشم ترمنی | ای پاره پاره تن تو علی اکبر منی
برخیز تا برم به سوی خیمه پیکرت | کی نک ستاره چشم به راهِ تو خواهرت
برخیز کز فراق تو ترسم به اشک و آه | زینب سرِ برهنه در آید ز خیمه گاه

شہادتِ عبداللہ بن مسلم بن عقیل

مؤرخین اور ارباب مقاتل کا بیان ہے کہ شہادت علی بن الحسینؑ کے بعد فرزند مسلم بن عقیل جناب عبداللہ جو امام حسینؑ کے بھانجے جو رقیہ کبریٰ بنت امیر المومنینؑ کے فرزند تھے ۳۶ میدان میں آئے لیکن شہر آشوب اور بعض دیگر مؤلفین انھیں اہل بیتؑ کا پہلا شہید لکھتے ہیں۔ جب وہ میدان میں یہ رجز پڑھتے

ہوئے آئے:

الیوم اَلقی مُسلماً وھُوأبی — وفتیۃ بادواعلیٰ دین النبیّ

لیسوابقوم عرفوابالکذب — لکن خیار و کرام النسب

من ھاشم السادات اھل الحسب

''آج اپنے بابا مسلم اوران ہمت والوں سے ملاقات کروں گا جوجھوٹ اورفریب کی وجہ سے پہچانے نہیں جاتے تھے بلکہ ان کی شناخت ھاشمی خاندان کی عظمت اوراس کاوقارتھا۔''

ابن شہرآشوب اپنی مناقب میں لکھتے ہیں:

تین حملوں میں اس جوان نے اٹھانوے دشمنوں کوواصل جہنم کیاتب کہیں جاکرعمربن صبیح صیداوی اور اسدبن مالک دونوں نے مل کرانھیں شہید کیا۔

ان کی کیفیت شہادت بیان کرتے ہوئے شیخ مفیدؒ اورابن نماوغیرہ لکھتے ہیں:

عمروبن صبیح نے ان کی جانب تیر پھینکا تیرکوآتادیکھ کرجناب عبداللہ بن مسلم نے اپناسروچہرہ بچانے کیلئے اپناایک ہاتھ پیشانی پررکھ لیامگراس تیرنے ہاتھ کو پیشانی سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہ اسے جُدا نہ کرسکے اوراسی اثناء میں دوسرے ظالم نے ان کے سینے پرنیزہ مارا جسکے سبب وہ زمین پرگرتے ہوئے شہید ہوگئے۔

کامل ابن اثیر میں ۶۵ھ ق کے واقعات، مختار ثقفی کاقیام اوران کے ہاتھوں قاتلا حسینؑ کے انجام کولکھاہے:

جب مختار ثقفی نے اپنے کچھ ساتھیوں کوزیدبن ورقاء جنبی یا حبانی کی گرفتاری کیلئے روانہ کیا۔

یہ کہتاہے: میں نے کربلا میں ایک جوان کوتیرماراتواس نے اپنی پیشانی بچانے کیلئے اس پراپناہاتھ رکھ لیا، مگرمیں نے اس کاہاتھ اس کی پیشانی سے جوڑدیا۔وہ جوان عبداللہ بن مسلم تھااورجب وہ تیراسے لگا تواس نے کہا:

اَللّٰھمّ اِنَّھُمْ استقلُّونا واستذَلُّونافاقْتُلْھُمْ ''اے پروردگارانہوں نے ہماری تعدادکوگھٹایااورہمیں خواردذلیل کیاپس توانہیں قتل کرجس طرح انہوں نے ہمیں قتل کیا۔''

اورزیدبن ورقہ نے دوسراتیرعبداللہ بن مسلم کے شکم پرمارا۔وہ کہتاہے جب میں اس دوسرے تیرکے بعد نزدیک گیاتویہ جوان ختم ہوچکاتھا،میں نے شکم میں لگے تیرکونکالااورجب پیشانی پرلگے تیرکوکھینچاتواس کی پیشانی میں ٹوٹ کررہ گئی۔اس پرابن کامل نے (جواس گروہ کاسرکردہ تھا) کہا:

اسے نیزے اورتلواروں سے نہ ماراجائے، بلکہ اسے تیرو سنگ سے مارناہے اوراس طرح اسے زخموں سے چورحالت میں پکڑکرزندہ جلادیاگیا۔[۳۷]

جوانانِ بنی ہاشم اور شہداء اہل بیتؑ کی شہادتوں کو مختلف انداز میں لکھا گیا ہے، چنانچہ مرحوم مقرم مقتل الحسینؑ میں لکھتے ہیں:

عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد فرزندان ابوطالب نے ایک مشترکہ حملہ کیا جس میں عون بن عبداللہ اوران کے بھائی محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار اور عبداللہ الرحمٰن اوران کے بھائی جعفر بن عقیل اور محمد بن مسلم بن عقیل شہید ہوئے، جبکہ حسن بن حسن (مثنیٰ) اس حملے میں شدید زخمی ہوئے اوران کے بعد ابوبکر بن امیرالمومنین جن کا نام محمد تھا اذنِ جہاد پا کر میدان میں آئے اور شہادت کے مقام پر فائز ہوئے، پھر عبداللہ بن عقیل شہید ہوئے اوران کے بعد قاسم بن حسنؑ اوران کے چند بھائی شہید ہوئے۔

لیکن شیخ مفیدؒ نے ان کے نام تحریر نہیں کیے مگر ابن شہرآشوب نے ان کے نام، ان کے رجزوں کے ساتھ تحریر کیے ہیں اوران کے ہاتھوں مارے گئے دشمنوں کی تعداد اور قاتلوں کے نام بھی تحریر کیے ہیں۔

البتہ مرحوم محدث قمی نے اپنی کتاب نفس المھموم میں مرحوم ابن شہرآشوب کی معلومات کے علاوہ کچھ اضافوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ لہٰذا ہم بھی ان شہداء کربلا کی بزرگی ومنزلت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہرایک کا نام، ان کا رجز اور دیگر خصوصیات کو مقاتل وتاریخی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔

شہادتِ جعفر بن عقیلؒ

ابن شہرآشوب لکھتے ہیں: عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد جعفر بن عقیل میدان میں یہ رجز پڑھتے آئے:

انا الغلام الابطحی الطالبی — من معشر فی هاشم من غالب

ونحن حقّاسادة الذوائب — هذاحسین اطیب الاطایب

من عترةِ النّقی الثاقب

''میں ابوطالب کی اولاد میں سے مکہ کا جوان ہوں، میں قوم بنی ہاشم سے ہوں جو فتحیات ہونا جانتے ہیں ہم مشکلات کے پروردہ ہیں، یہ حسینؑ عترت رسول اللہؐ ہیں اور بہترین انسانوں میں سے ایک انسان ہیں۔''

انھوں نے دو یا پھر ایک قول کے مطابق پندرہ سواروں کو قتل کیا، لیکن بالآخر بشر بن خوط ہمدانی نے انھیں شہید کر دیا۔

شہادتِ عبدالرحمٰن بن عقیل

ابن شہرآشوب لکھتے ہیں:

جعفر بن عقیل کے بعد عبدالرحمٰن بن عقیل یہ رجز پڑھتے ہوئے میدانِ مبارزہ میں آئے:

ای عقیل فاعرفوا مکانی | من ہاشم وہاشم اخوانی
کہول صدق سادة الاقران | ہذا حسین شامخ البنیان

''ابن عقیل ہوں میری منزلت کو پہچانو میں ہاشمی ہوں یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں جنکی اصالت و سرشت اعلیٰ ہیں۔''

انھوں نے بھی دیگر مجاہدوں کی طرح سترہ سوار دشمنوں کو واصل جہنم کیا، پھر عثمان بن خالد نے انھیں شہید کر دیا اور اس مجاہد کے بارے میں زیارت ناحیہ میں یہ جملات ملتے ہیں:

السلام علیٰ عبدالرحمن بن عقیل بن أبی طالب ،لعن اللہ قاتلہٗ ورامیہٗ عثمان بن خالدبن أشیم الجھنی

مؤرخین کا بیان ہے، جب مختار ثقفی نے کوفہ میں قیام کیا تو انھوں نے عبداللہ بن کامل کو ذمہ داری سونپی کہ وہ عثمان بن خالد کو کیفر کردار تک پہنچائے، چنانچہ ابن کامل کے ساتھیوں نے عثمان بن خالد اور بشر بن خود کو جو دونوں عمر بن سعد کے اہم سالاروں میں سے تھے گرفتار کر کے واصل جہنم کیا اور ان کی لاشوں کو نذر آتش کر دیا۔

شہادتِ محمد بن عبداللہ بن جعفر

محمد حضرت عبداللہ بن جعفر کے فرزند تھے اور مقاتل الطالبین میں ابوالفرج اصفہانی کے بقول ان کی والدہ خوصاء بنت حفص تھی، چنانچہ ابن شہر آشوب کے مطابق عبدالرحمٰن بن عقیل کے بعد یہ میدن کو روانہ ہوئے، جبکہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

اشکو الی اللہ من العدوان | فعال قوم فی الردی عمیان
قدبدلوا معالم القرآن | ومحکم التنزیل ولتبیان

وأظہروا الکفر الطغیان

''میں خدا سے دشمنوں کی شکایت کرتا ہوں کہ ہمارے دشمن جنگی امور میں معلومات نہیں رکھتے ،انھوں نے قرآن کی تعلیمات محکم و تنزیل کو بدل ڈالا اور کفر اختیار کرتے ہوئے سرکشی پر اتر آئے ہیں۔''

دشمن کے دس افراد کو راہی دوزخ کیا اور پھر عامر بن نہشل تمیمی نے انھیں شہید کر دیا۔

شہادتِ عون بن عبداللہ بن جعفر

محمد بن عبداللہ کے بعد عون بن عبداللہ میدان کو روانہ ہوئے کہ جن کی والدہ زینب بنت علیؑ تھیں وہ جاتے وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے:

ان تنکرونی فانا ابن جعفر | شہید صدق فی الجنان أزہر

یطیر فیھا بجناح اخضر　　　　کفی بھذا شرفاً فی المحشر

''اگر تم نہیں جانتے تو سنو میں پسر جعفر ہوں جو جنت میں چمکنے والا وجود ہے وہ جعفر جو جنت میں سبز پرو ں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں جو ہمارے لیے بہترین شرف ہے اور یہ شرف ہی ہمارے لیے کافی ہے۔''

انھوں نے تین سوار اور اٹھارہ پیادہ دشمنوں کو فی النار کیا اور عبداللہ بن قطنہ طائی نے انھیں شہید کر دیا۔

کچھ حضرت زینبؑ کے فرزند کے بارے میں

زینبؑ کی شرح حال آپؑ کی مادر گرامی فاطمہؑ کی زندگی میں تفصیل کے ساتھ اور آپؑ کی اولاد کا تذکرہ مختصر انداز میں تحریر کر چکے ہیں، چنانچہ آپؑ کی اولاد کے بارے میں مختصر تحریر کے بعد دوبارہ اصل بحث کی جانب توجہ دیں گے۔

اس بارے میں کوئی شک وتردید نہیں کہ علی اللہ بن جعفرؓ کے دو فرزند محمد و عون کربلا میں شہید ہوئے جیسا کہ ذکر کیا گیا جب جناب عبداللہ بن جعفر نے احساس کیا امام حسینؑ مکہ کی جانب واپس نہیں جانا چاہتے، بلکہ عراق کی جانب اپنے سفر کو جاری رکھنا چاہتے ہیں تو اپنے دو بیٹوں کو دستور دیا کہ وہ امام حسینؑ کے ساتھ رہیں اور راہِ جہاد میں ان کے کام آئیں۔لیکن بحث وتحقیق ان دونوں کی والدہ گرامی کے متعلق آیا ہے اور عون بن عبداللہ کی والدہ زینبؑ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اصل اختلاف محمد کی ماں کے بارے میں ہے، چنانچہ جناب ابوالفرج مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں:

محمد بن عبداللہ کی والدۂ گرامی خوصاء بنت حفص تھیں، لیکن کامل بھائی سے نقل ہوا ہے، محمد و جناب عون دونوں شہیدوں کی والدہ جناب زینب تھیں۔ ۳۸

نفس المہموم میں محدث قمی لکھتے ہیں:

عبداللہ بن جعفر کے دونوں فرزندوں کا نام عون تھا، مگر ایک کو عون اکبر اور دوسرے کو عونِ اصغر کہا جاتا تھا، جن میں سے ایک عون کی والدہ جناب زینب تھیں اور دوسرے عون کی والدہ جمانہ (یا جماعہ) بنت مسیّب بن نجبہ فزاری تھیں۔بعد ازاں اتنا مسلم ہے کہ کربلا میں شہید ہونے والے عون کی والدۂ مکرمہ زینبؑ ہیں اور عون اصغر کے متعلق ابوالفرج کا بیان ہے، انھیں حرہ واقم میں مُسرف بن عقبہ کے سپاہیوں نے قتل کیا۔ ۳۹

شہادتِ محمد بن ابی سعید بن عقیل

محمد کے بارے میں بعض اہل قلم کا بیان ہے، وہ فقہاء و مجتہدین میں سے تھے ان کے والدہ ایک کنیز تھیں وہ میدان میں آئے اور امام حسینؑ کی آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے۔ ۴۰ مقاتل الطالبین میں ابوالفرج نے محمد بن علی بن حمزہ سے روایت کی ہے:

ان کا ایک بھائی جعفر بن عقیل کربلا میں شہید ہوئے، جبکہ خود ابوالفرج کہتے ہیں: میری نگاہوں سے کتب انساب میں محمد بن عقیل کا جعفر نامی کوئی فرزند نہیں گزرا۔

شہادتِ عبداللہ بن عقیل

ابولفرج لکھتے ہیں:

ان کی والدۂ مکرمہ کنیز تھیں اور مدائن کے مطابق انھیں، عثمان بن خالد جہنی نے قبیلہ ہمدان کے ایک فرد کے ساتھ مل کر شہید کیا۔

شہادتِ محمد بن مسلم بن عقیل

محمد بن مسلم بن عقیل کی والدہ بھی کنیز تھیں اور امام محمد باقرؑ سے روایت ہے ان کے قاتل ابومریم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی تھا۔

شہادتِ فرزندان امام حسنؑ

ہم اس سے پہلے امام حسنؑ کی زندگی نامہ میں ذکر کر چکے کہ امام حسن مجتبیؑ کے پندرہ بیٹے تھے جن میں سے تین قاسم، عبداللہ اور ابوبکر کربلا میں شہید ہوئے اور ایک فرزند حسن بن حسن (مثنیٰ) کربلا میں شدید زخمی ہوئے جن کا بعد میں معالجہ کیا گیا اور اس طرح وہ کربلا کے حادثے کے بعد بھی زندہ رہے، جبکہ بعض کے نزدیک ابوبکر ہی کو حسن مثنیٰ کہا جاتا تھا۔

شہادتِ ابوبکر بن حسنؑ

مقاتل الطالبین میں ابولفرج اصفہانی کا بیان ہے:

ان کی اور جناب قاسم کی والدۂ محترمہ ایک ہی تھیں جو کربلا میں حضرت قاسم سے پہلے شہید ہوئے لیکن تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر نے جناب قاسم کی شہادت کے بعد ان کی شہادت لکھی ہے۔ [۴۱]

اور ان کے قاتل کا نام عبداللہ بن عقبہ غنوی لکھا گیا ہے۔ مزید لکھتے ہیں:

سلیمان بن قتہ نامی شاعر کے ان اشعار سے مراد بھی جناب ابوبکر بن حسن ہی ہیں: [۴۲]

وعندغنی قطرة من دمائنا ۔ وفی اسد اخری تعدّوتذکر

"قبیلہ غنی میں ابھی ہمارے خون کا ایک قطرہ موجود ہیں جسکا بدلہ لینا ہے اور اسی طرح قبیلہ اسد میں بھی ہمارے خون کا قطرہ موجود ہے جسے بلایا نہیں جا سکتا۔"

زیارت ناحیہ مقدسہ میں بھی آیا ہے:

السّلام علی ابی بکربن حسن الزکی الولی المرمی بالسهم الردی ،لعن الله قاتله بن عقبة الغنوی

جب مختار ثقفی نے کوفہ پر حکومت قائم کی تو انھوں نے عبداللہ بن عقبہ غنوی کی تلاش میں ایک شخص کو روانہ

کیا، چنانچہ جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جزیرہ کی جانب فرار کر گیا ہے تو مختار نے حکم دیا کہ اسکے گھر کو ویران کر دیا جائے۔

شہادتِ قاسم بن حسنؑ

مشہور ہے، جناب قاسم کربلا میں شہید ہوئے تو وہ اتنے چھوٹے تھے کہ ابھی سن بلوغ تک نہیں پہنچے تھے چنانچہ بعض صاحبان قلم کی عبارت کچھ اس طرح ہے:

وهو غلام صغير لم يبلغ ،فلما نظر الحسين اليه قد برز اعتنقه و جعلا يبكيان حتى غشي عليهما ''یعنی وہ اتنے کم سن لڑکا تھے کہ ابھی حد بلوغ تک بھی نہ پہنچے تھے، چنانچہ جب امام حسینؑ نے یہ دیکھا کہ وہ جہاد کیلئے آمادہ ہیں تو اپنے ہاتھ ان کی گردن میں ڈال دیئے اور دونوں نے اتنا گریہ کیا کہ بے ہوش ہو گئے۔'' ۴۳

مقتل ابی مخنف میں نقل ہے، کربلا میں جناب قاسم کی عمر کے چودہ سال گزر چکے تھے۔ ۴۴ اور ارشاد شیخ مفیدؒ، تاریخ طبری اور دیگر کتابوں میں حمید بن مسلم سے جناب قاسم کے بارے میں روایت نقل ہوئی ہے:

خرج الينا غلام كأنّ وجهه شقة قمر ''جو جوان ہماری جانب آیا اسکا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا تھا۔''

بہرصورت جناب قاسم کی تمنائے شہادت اتنی تھی کہ مدینۃ المعاجز میں مرحوم بحرانی نے ابوحمزہ ثمالی سے روایت کی ہے، شب عاشورا جب امام حسینؑ نے اپنے تمام اصحاب کو ایک خیمہ میں کر کے انھیں ان کی خبر شہادت سنائی اور اس وقت ہر ایک صحابی نے اپنے اپنے پر وفاداری کا ثبوت دیا تو حضرت قاسم بھی اپنے مقام سے کھڑے ہوئے اور فرمایا: چچا جان! کیا میں بھی قتل کیا جاؤں گا؟

امام نے پوچھا: یابنی کیف الموت عندک ''اے میرے بیٹے قاسم! موت تمہارے نزدیک کیسی ہے؟''

تو عرض کی: یا عمّ احلی من العسل ''عمو جان! شہد سے زیادہ شیریں''

یہی وہ مقام تھا جب امام نے ان سے فرمایا:

ای والله فداک عمّک انک لأحدمن يقتل من الرّجال بعدان تبلو ببلاء عظيم ''ہاں قسم بخدا تم بھی انہی شہید ہونے والے مردوں میں سے لیکن تم بعد شہادت ایک بڑی مشکل میں مبتلاء ہوں گے۔ ۴۵

روز عاشورا سے متعلق روایات میں آیا ہے امام نے انھیں میدان میں جانے کی اجازت نہ دی مگر جناب قاسم نے خود کو امام کے قدموں پر گرا دیا اور انتہائی التماس کے بعد اجازت لینے میں کامیاب ہوئے:

زسر به شوق شهادت پریده طایر هوشم   عمو فدای تو گردم غلام حلقه به گوشم

نشاندہ برسر آتش مراشماتت اعداء | چگونہ برسر آتش نشینم ونخروشم
به وحش وطیر دهند آب این گروه وبه قاسم | نمی دهند،مگرمن کم ازطُیوروووحوشم
رضامشو که رود کاروانِ خُلدوبمانم | جمالِ حوربنیم می طهوررننوشم

گر جب میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انْ تُنکرونی فأنااِبن الحسن | سبط النبیّ المصطفٰی المؤتمن
هذاحسین کالأسیرِالمرتهن | بین اُناسِ لاسقوا صوبَ المزن

اوراس بچپنے میں ایسی گھمسان کی جنگ کی کہ پینتیس افرادکوفی النارکیااورمناقب میں ہےاس دوران یہ رجز زبان پر جاری تھا:

اِنی اناالقاسم من نسل علی | نحنُ وبیتِ الله أولی بالنبیّ

من شمرذی الجوشن اوابن الدعی

امالی شیخ صدوقؒ میں ہے: جناب علی بن الحسینؑ کی شہادت کے بعد جناب قاسم یہ کہتے ہوئے میدان روانہ ہوئے:

لاتجزعی نفسی فکُلّ فان | الیوم تلقین ذوی الجنان

اس روایت کے مطابق جناب قاسم دشمن کے تین سپاہیوں کوقتل کیا تب دشمن انھیں گھوڑے سے گرانے میں کامیاب ہوااورفتال نیشاپوری کےعلاوہ ارشادشیخ مفیدؒاوردیگرکتب میں حمیدبن مسلم سےروایت ہے:

ایک جوان ہمارے مقابلے کیلئے میدان میں نکل آیا جس کاچہرہ ماہ انور کی طرح چمک رہاتھا،تلوار ہاتھ میں تھی کمر پر پٹکا باندھا ہواتھااوراسکے پیروں میں نعلین تھیں مگرایک نعلین کاتسمہ ڈھیلا تھا حتی مجھے یہ بھی یاد ہے کہ وہ بائیں پیرکی نعلین تھی۔

پس عمربن سعدبن نفیل ازدی (لعنة الله) نے کہا:قسم بخدامیں ضرورحملہ کروں گا۔

میں نے کہا:”سبحان اللہ یہ کیا کام ہے کہ تم کرنا چاہتے ہو؟ جولوگ ان کے اردگرد ہیں وہی کافی ہے۔“

اس نے کہا:قسم بخدامیں ضروراس پرحملہ کروں گا۔پھرحملہ کیا،اسی زودتافت میں اس نے تلوار کاایک زبردست واراس جوان پرمارا،جس کی وجہ سےوہ زمین پرگرااورآوازدی: یاعمّاه!

حمیدبن مسلم کہتاہے:

پس حسینؑ سراٹھاکےاسےغورسےدیکھاپھردوبارہ سراٹھاکراسےدیکھتےہیں اورغضبناک شیرکی مانند دشمن پرحمدکیااورجب عمروبن سعدپروارکیاتواس نےاپناہاتھ سپرکےطورپراستعمال کیا۔امام نےکہنی سےاس کاہاتھ جُداکردیا۔عمرونےساتھیوں کومددکیلئےآوازدی اورامام حسینؑ پیچھےہٹ گئے،چنانچہ سپاہ دشمن کاایک دستہ اسےحسینؑ کےہاتھوں سےرہائی دینےکیلئےدوڑپڑا،لیکن جب گھوڑےتیزی

سے دوڑ پڑے تو گھوڑے عمرو سے ٹکرا گئے جس سے وہ گر گیا اور گھوڑوں نے اسے روند ڈالا اور زیادہ دیر نہیں گزری کہ وہ مر گیا۔لعنة الله و أخزاه۔

راوی کہتا ہے: جب گرد چھٹی تو میں نے دیکھا حسینؑ اس جوان کے سرہانے بیٹھے ہیں اور وہ جوان ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔(یعنی حسینؑ کھڑے تھے اور قاسم جان دے رہا تھا۔) اور امام فرما رہے تھے:

بُعْدًا لِقوم قتلوک وَمَنْ خصمُهُمْ یوم القیامة فیک جدّک ،ثمّ قال : عزّ والله علیٰ عمّک أنْ تَدْعُوْ فلایجیبُک صوته ،هٰذایوم والله كثُرَ واترهُ وقلّ ناصِره "

''یہ قوم جس نے تمہیں مارا ہے خدا کی رحمت سے دور ہے اور تمہارے جد روز قیامت ان لوگوں سے بے زار ہیں پھر فرمایا: قسم بخدا تمہارے چچا پر بہت گراں ہے کہ تم انھیں پکارو اور وہ مدد نہ کر سکیں یا ان کی مدد تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے، آج کینہ واندوہ زیادہ ہیں اور مددگار کم۔''

پس ان کی لاش اس طرح اٹھائی کہ اس جوان کا سینہ حسینؑ کے سینے سے لگا ہوا تھا گویا ابھی دیکھ رہا ہوں کہ اس جوان کے پیر زمین پر خط دے رہے تھے، جبکہ امام حسینؑ نے اسے اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا۔

حمید کہتا ہے: میں نے اپنے نفس سے کہا: آخر حسینؑ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

پس حسینؑ نے اسی انداز میں جنازہ اٹھا کر اپنے فرزند علی بن الحسینؑ کے پہلو میں رکھ دیا کہ جہاں دیگر شہداء اہل بیتؑ کے جنازے رکھے ہوئے تھے۔میں نے دریافت کیا یہ جوان کون ہے؟ تو بتایا گیا: یہ قاسم بن حسن بن علیؑ بن ابیطالب ہے۔

روایت میں ہے، امام حسینؑ نے فرمایا:

خدایا! اس تعداد کو دیکھ لے، انھیں پراکندہ کردے اور اس طرح مار ڈال کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔اے خدا! انھیں ہرگز معاف نہ کرے، اے میرے رشتہ دارو! برداشت کرو، اے میری اہل بیتؑ صبر وشکیبائی اختیار کرو، کیونکہ مصیبت کا دن فقط یہی ہے اور اسکے بعد مصائب وآلام ختم ہو جائیں گے۔

محدث قمی نفس المہموم میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے ایک زیارت طویلہ نقل کرتے ہیں:

السّلامُ علی الْقاسِمِ بنِ الحَسَنِ بنِ عَلِيّ وَرَحْمَةُ اللهِ وبَرکاتُهُ السّلامُ عَلَیکَ یَابْنَ حَبیبِ اللهِ السّلامُ عَلَیْکَ یَابْنَ رَیْحانَةِ رَسُولِ اللهِ السّلامُ عَلَیکَ مِن حَبیبٍ لَمْ یقْضِ مِنَ الدُّنیا وَطَراً وَلَمْ یَشْفِ مِنْ أعْداءِ اللهِ صَدْراً حَتّیٰ عاجَلَهُ الأجَلُ وَفاتَهُ الأمَلُ فَهَنِیئاًلکَ یاحَبیبَ رَسُولِ اللهِ ما أسْعَدَ جَدَّکَ وَأفْخَرَ مَجْدَکَ و أحْسَنَ مُنْقَلَبَکَ

جبکہ نفس المہموم کے مترجم مرحوم شعرانی فرماتے ہیں:

ظاہراً یہ زیارت نامہ خود سید مرتضیٰ نے تحریر کیا ہے، البتہ وہ زیارت نامے اور دعائیں جو آئمہ معصومینؑ سے نقل نہیں ہوئی ہیں انکا ورد شرعی حیثیت کی نیت سے نہ پڑھنا شرط ہے یعنی پڑھنے والا جانتا ہو کہ یہ زیارت یا دعا آئمہ سے صادر نہیں ہوئی اور اسی نیت سے قرائت کرے جیسا کہ شیخ صدوقؒ نے من لایحضرہ الفقیہ میں فاطمہ زہراؑ کی زیارت نقل کرتے ہوئے کہا ہے یہ زیارت مأثور نہیں، بلکہ میرے جملے ہیں، لہٰذا ہر محدث پر ضروری ہے کہ اگر کوئی دعا یا زیارت نامہ اپنی جانب سے نقل کر رہا ہو تو اس کی صراحت کرے ورنہ اس کام کو تدلیس شمار کیا جائے گا جو کہ اضلال کی وجہ سے گناہانِ کبیرہ میں سے ہے اور اگر اس نے صراحت کر دی تو پھر اضلال شمار نہیں کیا جائے گا۔

حسن بن حسن اور قاسم بن حسن کے عقد کا ماجرا

استاد شعرانی نفس المہموم کے ترجمے میں شہادتِ قاسم کے بعد لکھتے ہیں:

(قارئین کو) یہ جاننا ضروری ہے کہ حسن بن حسن (المعروف حسن مثنیٰ) بھی کربلا میں موجود تھے، چنانچہ شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں:

حسن بن حسن اپنے چچا حسینؑ کے ساتھ طف میں تھے اور امام کی شہادت کے بعد دیگر اہل بیتؑ کی طرح اسیر بنائے گئے، مگر اسماء بن خارجہ فزاری کے ہم قبیلہ تھیں۔ اور شاید اسی وجہ سے بعض اہل قلم نے اسماء بن خارجہ کو حسن مثنیٰ کا ماموں لکھا ہے (جبکہ وہ حقیقی ماموں نہ تھا)۔ عمر بن سعد نے کہا: ابی حسان کے بھانجے کو اسی کے سپرد کر دیا جائے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ حسن مثنیٰ شدید زخمی تھے۔

اور روایت کا بیان ہے کہ حسن مثنیٰ نے اپنے چچا امام حسینؑ سے ان کی دو دختروں سکینہ و فاطمہ کی خواستگاری کی تو امام نے فرمایا: جسے چاہو انتخاب کر لو۔ اس پر حسن مثنیٰ نے شرم کرتے ہوئے جواب دینے سے پرہیز کیا۔ تو امام نے فرمایا: فاطمہ کو تمہارے لیے انتخاب کرتا ہوں جو میری ماں فاطمہ زہراءؑ سے زیادہ شباہت رکھتی ہے۔

مرحوم شعرانی اس روایت کے بعد لکھتے ہیں:

حسن مثنیٰ اور فاطمہ بنت حسینؑ کا عقد کربلا سے پہلے، لیکن مدینہ سے ہجرت کے بعد انجام پایا اور اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ فاطمہ بنت حسینؑ کربلا میں نوعروس تھیں اور فاطمہ بنت حسینؑ کی اس وقت نو سال کی عمر تھی، کیونکہ مادر فاطمہ بنت حسینؑ ام اسحاق بنت طلحہ زوجہ امام حسن مجتبیٰؑ تھیں جو امام حسنؑ کی شہادت کے بعد عدہ گزار کر امام حسینؑ کے عقد میں آئیں، لہٰذا فاطمہ بنت حسینؑ کی عمر جوان کے بطن سے امام حسینؑ کی دختر تھیں اس طرح جانی جا سکتی ہیں کہ ان کی ولادت ماہ ربیع الثانی ۵۱ھ سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ پس اگر فاطمہ بنت حسینؑ کا کربلا میں نوعروس کی حیثیت

میں ہونا سمجھ میں آتا ہے، اب چاہے وہ حسن مثنیٰ کی زوجہ تھیں یا قاسم بن حسن کی اور اگر بنابر مشہور تسلیم کیا جائے کہ وہ جناب قاسم بن حسن کی زوجہ تھیں تو مندرجہ ذیل دیئے گئے دو احتمالوں میں سے کسی ایک کو قبول کرنا ہوگا۔

پہلا احتمال: امام حسینؑ کی فاطمہ زوجہ حسن کے علاوہ ایک اور دختر تھیں، جو قاسم بن حسن کے عقد میں آئی، کیونکہ حضرتؑ کی دختران فاطمہؑ وسکینہؑ میں منحصر نہیں، بلکہ کشف الغمہ میں امام حسینؑ کی چار بیٹیاں سکینہ، زینب فاطمہ اور چوتھی دختر کا نام نہیں لکھا، جبکہ شہر بن آشوب امام حسینؑ کی تین دختر لکھتے ہیں۔

دوسرا احتمال: جناب قاسم بن حسن کے عقد میں آنے والی دختر کا نام فاطمہ نہیں تھا اور جن راویوں نے فاطمہ لکھا ہے انھیں غلط ہوا ہے اور اگر حضرت قاسم کا ازدواج ہونا صحیح قرار نہ دیں تو ہمیں یہ کہنا پڑے گا حسن مثنیٰ اور قاسم کے ازدواج میں اشتباہ ہوا ہے، مثلاً کسی راوی نے کسی کتاب میں فاطمہ بنت حسینؑ کا عقد امام حسنؑ کے فرزند سے ہونا پڑھا مگر اپنے ذہن میں خیال کیا کہ امام حسنؑ کے بیٹے سے مراد قاسم ہیں اور اسی طرح نقل کیا ہے۔

بہر حال ہماری نگاہ میں عقد قاسم کا انکار کوئی علت نہیں رکھتا، کیونکہ ملا حسین کاشفی نے روضۃ الشہداء میں عقد جناب قاسم کو نقل کیا ہے اور وہ ہمہ گیر شخصیت کا مالک، عالم اور متبحر فرد تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء کے ہم عصر امیر علی شیر وزیر تھے جو خود علم دوست انسان تھے اور ملا حسینؒ کاشفی شہر ہرات کے باشندے تھے، جہاں کتب ادب تاریخ اور دیگر علمی وسائل اتنے فراواں تھے کہ کبھی کہیں فراہم نہ ہوئے، چنانچہ ملا حسین کاشفی نے وزیر علی شیر کی علم دوستی اور تاریخ سے شغف کی وجہ سے روضۃ الصفاء تحریر کی اور یہ کہنا کہ اس موقع پر ازواج بعید نظر آتا ہے صحیح نہیں کیونکہ ہم پر عیاں نہیں کہ ائمہؑ کے نزدیک کسی فعل کی کیا مصلحت تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ ملا حسین کاشفی سنی عالم تھے تو پہلی بات تو یہ کہ ان کا سنی ہونا قطعی نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے تمام علماء کرام اہل سنت سے روایات نقل کرتے ہیں اسی طرح ابن شہر آشوب نے مناقب میں اکثر روایات اہل سنت سے نقل کی ہیں اور اسی طرح ابو مخنف اور ہشام بن محمد کلبی جو ائمہؑ کے ہم عصر تھے سنی العقیدہ تھے حتی انھوں نے لشکر عبید اللہ کے شریک لوگوں سے روایات نقل کی ہیں، چنانچہ اگر اہل سنت سے روایات لینا درست نہ ہوتا تو احتجاج کے علاوہ ہمارے اتنے علماء دین کا فعل کیسے توجیہ کیا جائے گا۔

یہ تھا استاد شعرانی کی تحریر لیکن بہر حال اکثر اہل تاریخ اور ارباب مقاتل جناب قاسم کی عروسی کو مجہول جانتے ہوئے اسکا انکار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

یہاں پر فارسی زبان کے بعض شعراء کے حضرت قاسمؑ کے بارے میں سراہے گئے مراثی کا ذکر کرتے ہیں:

یکی دُریتیم ازرشتۀ عشق | بر آمدتا که گردد کُشته عشق
به چرخ دلبری بُداولین ماه | به ملک عشق بابش دومین شاه
به عجزولابه ونیکوبیانی | یتیم آسابه صدشیرین زبانی
به خاک پای آن شه سودرحسار | بگفت ای ازتوپیداعرش دادار
غم بی یارت ای داورداد | مرادردیتیمی برده ازیاد
زبرج خیمه برآمدچه قاسم بن حسن | سهیل سرزده گفتی مگرزسمت یمن
زخیمه گاه به میدان کین روان گردید | رخی چه ماه تمام وقدی چه سروچمن
گرفت تیغ عدوسوزرابه کف چه هلال | نموددربَرِخودپیرهن به شکل کفن
میان معرکه جاکردبارُخی چون ماه | شدازجمال دل آرای اوجهان روشن
چنان بکُشت شجاعان نامداران طفل | که زالِ چرخِ وراگفت صدهزاراحسن
ندانم آه درآن دم چه گونه بودحسین | که شاهزاده به خاک اوفتادازتوسن
به خاک ماریه آن آفتاب طلعت را | بغیرسایه شمشیرهانبُدمأمن

ایک اور شاعر کہتا ہے:

چه اعدادیدقاسم راکه درگردن کفن دارد | بگفتندازره تحسین عجب وجه حسن دارد
رخشن چون پرتوافکن شددرآن وادی فلک گفتا: | خوشال حال زمین راکومهی درپیرهن دارد
لبش افسرده همچون گُل زسوزتشنگی امّا | توگویی چشمه کوثردراین شیرین دهن دارد
چه بلبل شورانگیزددرآوازرجزخوانی | به شوق نوگلی کودرمیان انجمن دارد
کشیده تیغ کون افشان زابرودرصف هیجا | توگویی ذوالفقاراندرکف خودبوالحسن دارد
چنان آشوب افکندی درآندصحرازخون ریزی | پس ازحیدرنه درخاطردگرچرخ کهن دارد
چه بی انصاف بودی آن جفاجویان اهن دل | چه جای نیزه وخنجردرآن سیمین بدن دارد
زهرسولشکرعدوان هجوم آوردچون ظلمت | به صیدشاهبازی جمله گوزاغ وزغن دارد
فکندندازسریرزین سلیمان وارآن شه را | بلی اندرکمین دایم سلیمان اهرمن دارد
چه سروقداوزینت گلستان بلاراشد | بگفتاتاب شم اسب کی همچون بدن دارد
مرادریاب یاعمّاه زروی مرحمت اکنون | که مرغ روح شوق دیدن بایم حسن دارد

نیز تبریزی کہتا ہے:

قاسم آن نوباوئه باغ حسن | گوهرشاداب دریای محن
سیزده ساله جوان نونهال | برده ماه چهارده شب رابه سال
درحیافرزانه فرزندحسن | درشجاعت حیدرلشکرشکن

بازبان لابه نزد شاه شد — خواستار عزم قربانگاه شد
گفت شه کسی رشک بستان ارم — خون مکن از فرقت خود این دلم
بوی خون می آید از دامان دشت — نیست کس راز ان امید باز گشت
کسی روا باشد که این رعنا نهال — گرد داز سُم ستوران پایمال
گفت قاسم کسی خدیو مستطاب — ای تو ملک عشق را مالک رقاب
گر چه خود من کودک نو رسته ام — لیک دست از کامرانی شسته ام
من به مهد عاشقی پرورده ام — خون به جای شیر مادر خورده ام
کرده در روز ولادت کام من — باز باشهد شهادت مام من
ننگ باشد در طریق بندگی — بر غلامان بی شهنشه زندگی
زندگی را بی تو بر سر خاک باد — کامرانی را جگر صد چاک باد

رہا عبداللہ بن حسن کا تذکرۂ شہادت تو اسے ہم امام حسینؑ کی ذکرِ شہادت کے ساتھ نقل کریں گے۔

شہادتِ فرزندانِ امیر المومنینؑ

محدثین واہل تاریخ کا بیان ہے، کربلا میں امام حسینؑ کے علاوہ امیر المومنینؑ کے چھے اور فرزند شہید ہوئے جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: ابوالفضل عباسؑ، عبداللہ، عثمان (جو ام البنین بنت حزام بن خالد بن ربیعہ کے بطن سے تھے) [۴۶] محمد (جو ابوالفرج کے مطابق محمد اصغر کے نام سے معروف تھے اور ان کی والدہ کنیز تھے)، ابوبکر (جن کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود ثقفی تھیں)۔

البتہ شیخ مفیدؒ نے محمد کی بجائے ان کا نام عبداللہ رکھا ہے اور مزید کہتے ہیں، ابوبکر اور اس کی والدہ وہی لیلیٰ بنت مسعود ثقفی ہی ہیں۔ [۴۷] ابوالفرج اصفہانی نے بعض مؤرخین سے امیر المومنینؑ کے دو فرزند ابراہیم اور عبداللہ کے نام ذکر کیے ہیں جو دونوں بھائی کربلا میں شہید ہوئے ہیں، لیکن اس قول کو قبول کرنے کی بجائے تنقید کرتے ہیں کہ کتب انساب میں کم از کم ہمیں حضرت علیؑ کے کسی فرزند کا نام ابراہیم نہیں مل سکا اور عبیداللہ بن علیؑ جنگ "مذار" میں مختار ثقفی کے سپاہیوں کے ہاتھوں قتل کیے گئے۔

بہر حال شیخ مفیدؒ اور دیگر صاحبانِ قلم نے لکھا ہے، حضرت عباس بن علی نے جب یہ دیکھا کہ خاندان اور اہل بیت امام حسینؑ کثرت سے شہید ہو رہے ہیں تو اپنے سگے بھائیوں یعنی جناب عبداللہ جناب جعفر اور جناب عثمان سے فرمایا:

اے میرے بھائیو! اٹھو اور شہادت کی جانب قدم بڑھاؤ کیونکہ میں خدا اور رسول کی نسبت تمہاری خیر خواہی اسی میں مشاہدہ کر رہا ہوں اور پھر تمہارے کوئی اولاد بھی نہیں (جو ان کا خیال تمہیں پریشان کرے)

پس وہ جوان میدان کی جانب روانہ ہوئے۔

شہادتِ عبداللہ بن علیؑ

ابولفرج سند کے ساتھ عبیداللہ بن عیاش سے روایت کرتے ہیں۔

کربلا میں عبداللہ بن علیؑ کی پچیس سال عمر تھی اور ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

ابن شہرآشوب اپنی کتاب مناقب میں ان کا یہ رجز نقل کرتے ہیں:

انا ابن ذی النجدۃ والافضال　　ذاک علیّ الخیر ذو الفعال

سیف رسول الله ذو النکال　　فی کل یوم ظاهر الاهوال

"میں صاحب فضل وکرم کا فرزند ہوں جو علی بن ابیطالب اہل خیر وکی ہیں جو رسول اکرم کی تیز و براں تلوار ہے جو ہر روز دشمنوں کیلئے ترس آرزو ہے۔"

ابولفرج اور ابن شہرآشوب اور شیخ مفیدؒ کے بقول انھوں نے گھمسان کی جنگ کی مگر ہانی بن شبث حضرمی نے انھیں لڑتے ہوئے شہید کر دیا۔

جعفر بن علیؑ کی شہادت

عبداللہ کے بعد انکے بھائی جعفر بن علیؑ میدان جہاد میں آئے اور بقول ابن شہرآشوب وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انی انا جعفر ذو المعالی　　ابن علی الخیر ذو النوال

ذاک الوصی ذو السنا و الوالی　　حسبی بعمّی شرفاً و الخال

احمی حسیناً ذا الندی المفضال

ابولفرج اصفہانی کے مطابق وقت شہادت ان کی عمر انیس سال تھی، جبکہ اعیان الشیعہ رجال الشیخ سے نقل ہے روز عاشورا جعفر بن علیؑ کی انتیس سال عمر تھی۔ بہرحال ابولفرج ضحاکِ مشرقی سے نقل کرتے ہیں ان کا قاتل بھی ہانی بن ثبیت حضرمی تھا جبکہ امام باقرؑ سے روایت ہے خولی بن یزید اصبحی ۴۸ نے انھیں شہید کیا اور مناقب ابن شہرآشوب میں ہے خولی نے ایک تیر ان کی جانب پھینکا جوان کی کنپٹی یا آنکھ میں جا کر لگا۔

شہادتِ عثمان بن علیؑ

جناب عثمان بھی میدان آتے وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انی عثمان ذو المفاخر　　شیخی علی ذو الفعال الظاهر

هذا حسین سید الاخیار　　وسیّد الصغار و الاکابر

بعد النبی و الوصی الناصر

مقاتل الطالبین کے مطابق اس وقت ان کی عمر اکیس سال تھی اور خولی اصبحی نے ان پر ایسا تیر مارا جس کی صراحت سے جناب عثمان زمین پر گرے اور اس وقت موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قبیلہ ابان بن دارم کے ایک ظالم نے ان کا سر کاٹ کر شہید کر دیا۔

شہادتِ محمد بن علی (محمد اصغر)

ان کی شہادت بھی عثمان بن علی کی شہادت کی طرح نقل کی گئی ہے، البذا ابعید نہیں کہ روایات میں مغالطہ سے کام لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم

شہادتِ ابوبکر بن علیؑ

ابوالفرج لکھتے ہیں:

ان کا اصلی نام نقل نہیں ہوا، چنانچہ ممکن ہے وہی ابراہیم یا عبداللہ ہوں جو دوسروں نے نقل کی ہے۔

بہر حال شہر آشوب نے ان سے متعلق یہ رجز نقل کیا ہے:

شیخی علی ذو الفخار الاطوال	من هاشم الخیر الکریم المفضل
هذا حسین ابن النبی المرسل	عنه نحامی بالحسام المصقل

تفدیه نفسی من أخٍ مبجّل

''میرے پدر گرامی علیؑ ہیں جو طولانی فضائل و مناقب کے مالک بنی ہاشم کے بہترین سخی اور صاحب فضل ہیں، یہ حسینؑ فرزند نبیؐ ہیں جن کی حمایت میں اپنی صیقل دی ہوئی تلوار سے کروں گا اور میں اپنے محترم بھائی کو نفع پہنچاؤں گا۔''

یہ جوان اس طرح شجاعانہ برسرِ پیکار رہے کہ دشمن کیلئے مشکل بنا دی مگر زجر بن بدر جعفی نے انھیں شہید کر دیا۔

ابوالفرج امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں:

انھیں قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے شہید کیا اور مدائنی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کی لاش ایک گڑھے سے تلاش کی گئی، لہٰذا اُن کے قاتل کا نام نہیں معلوم۔

شہادتِ حضرت ابوالفضل العباسؑ

حضرت امیر المومنینؑ کے زندگی نامے میں حضرت کے بیٹوں کا ذکر کرتے ہیں ہوئے جناب عباسؑ کا زندگی نامہ پیش کیا جا چکا، اسی تحریر کو جناب عباسؑ کی عظمت اور کربلا میں دیگر شہداء کی نسبت خاص مقام و منزلت رکھنے کی وجہ تفصیل کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

جناب عباسؑ کی ولادت جیسا کہ فرسان الہیجاء اور دیگر کتابوں میں ذکر ہوا ہے ۲۶ھ چار شعبان المعظم مدینہ

منورہ میں ہوئی، لہذا وقت شہادت حضرت کا سن مبارک چونتیس سال تھا اور حضرت عباسؑ کی والدۂ گرامی کا نام فاطمہ بنت حزام بن خالد تھا جو قبیلہ بنی کلاب سے تعلق رکھتی تھیں اور ام البنین کی کنیت سے معروف تھیں، جبکہ قاموس الرجال کے مطابق مختلف دانشوروں کا قول ہے کہ ام البنین اس محترمہ کی کنیت نہیں بلکہ اسم گرامی تھا۔ واللہ اعلم

عمدۃ الطالب میں روایت ہے:

حضرت علیؑ نے اپنی برادر گرامی جناب عقیل سے جو ماہر نسب شناس تھے فرمایا:

اُنظُر اِلی اِمرَأۃٍ قَدوَلَدَتہا الفحول لِاَتزوَّجہا فَتلِدَلی غُلاماً فارِساً

''کوئی ایسی خاتون دیکھو جو شجاع گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تاکہ میں اسے اپنے عقد میں لاؤں اور وہ میرے دلیر اور شجاع بیٹا لا سکے۔''

جناب عقیل نے عرض کی: ام البنین کلابیہ سے عقد کریں، کیونکہ میرے نزدیک عرب خاندانوں میں کے خاندان سے بڑھ کر شجاع خاندان نہیں۔

حضرت عباسؑ کے القاب: ابوالفضل، ابوالقربۃ اور خوبصورتی وحسن وجمال کی وجہ سے قمر بنی ہاشم زیادہ معروف ہیں، جبکہ عباس بن علیؑ کے شکل وشمائل بیان کرتے ہوئے ابوالفرج مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں:

وہ خوبصورت اور حسین انسان تھے وہ جب گھوڑے پر سوار ہوئے تو پیر زمین پر لگتے تھے۔ انھیں نے ہاشم کا چاند کہا جاتا تھا وہ روز عاشور الشکر امام حسینؑ کے علمدار تھے۔

حضرت عباسؑ کے فضائل کی جھلک

جس نے بھی کربلا کا جانگداز واقعہ پڑھا ہو یا طف کی غم انگیز داستان سنی ہو اس پر ہرگز عباسؑ کی عظمت، شہامت شجاعت، بہادری، ان کا ایثار اور دیگر فضائل وکمالات پوشیدہ نہیں ہو سکتے مثلاً نو محرم الحرام وقتِ عصر عبیداللہ کی جانب حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں کیلئے امان نامہ لایا گیا تو حضرت عباسؑ نے فرمایا:

لاحاجة لنافی امانکم، امانُ الله خیرٌ مِنْ اَمَانِ ابْنِ سُمیّةَ ''تمہارے امان نامے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں کیونکہ خدا کا امان نامہ پسر سمیہ کے امان نامے سے بہتر ہے۔''

اور شمر سے (جو امان نامہ لانے والا تھا) فرمایا:

لَعَنَکَ اللہ ولَعَنَ اَمَانَکَ اَتُؤمِنُنَا وابْنُ رسولِ اللہ لااَمَانَ لَہُ ؟ ''خدا تجھ پر اور تیرے امان نامے پر لعنت کرے کیا ہمارے لیے امان نامہ ہے مگر پسر رسول اللہ کیلئے کوئی امان نامہ نہیں!'' ۴۹

اور جب امام حسینؑ نے اپنے اصحاب واعوان سے فرمایا:

''میں تمہیں رخصت دیتا ہوں لہذا تم سب لوگ آزاد ہو جہاں جانا پسند کرو چلے جاؤ۔''

تو عباسؑ نے آغازِ سخن کرتے ہوئے فرمایا:

لِمَ نَفْعَلُ ذَالِکَ لِنَبْقَیٰ لا اَرَانَا اللّٰه ذَالِکَ اَبَدًا ''آخر ہم ایسا کیوں کریں کیا ہم آپؑ کے بعد زندگی کی تمنا رکھتے ہیں؟ ہرگز خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے!

جب روز عاشورا آپ نے بے نظیر شجاعت و دلاوری کا اظہار کرتے ہوئے کئی ہزار کے لشکر کو جو نہر فرات پر آہنی دیوار کی طرح کھڑے تھے بھگانے میں کامیاب ہوئے اور جب اپنے گھوڑے کو فرات میں اتارا تو انتہائی تشنگی اور پیاس کے باوجود اپنے بھائی امام حسینؑ اور ان کی پیاسی اولاد سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے ایک گھونٹ بھی پانی نہ پیا اور جو پانی چلو میں لے کر چہرے کے نزدیک لائے تھے اسے دوبارہ فرات میں پھینک دیا اور لبِ تشنہ فرات سے نکل آئے۔۵۰

به دوش آن تشنه لب برداشت مشک و گفت ای دل	بیاد آر از حسین تشنه لب بامن مدارا کن
علی اکبر لبش خشکیده اصغر از عطش درغش	حرام است این چنین بی مهریت ترک تمنا کن
بدریا پانهادو خشک لب بیرون شداز دریا	مروّت بین جوانمردی نگر غیر تماشا کن

اور شاید حضرت عباسؑ کے فضائل و مناقب کا امام حسینؑ کے اس جملے میں خلاصہ کیا جا سکے جسے آپؑ نے جناب عباس سے عصر تاسوعا فرمایا، کیونکہ وہ ایک مختصر سا جملہ ان تمام فضائل مناقب کو جنھیں شیخ مفیدؒ اور دیگر صاحبان قلم نے لکھا ہے اپنے اندر سمو لیتا ہے۔ شیخ مفیدؒ اور دیگران نے نقل کیا ہے، جب عصر تاسوعا عبیداللہ کی جانب سے دستور جنگ عمر ابن سعد کو پہنچا تو اس نے فوج کو حملے کیلئے روانہ کیا اس وقت امام حسینؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؑ سے فرمایا:

اِرْکَبْ بِنَفْسِی اَنْتَ یَااَخِیْ حَتّٰی تَلْقَاهُمْ وَتَقُوْلَ لَهُمْ :مَالَکُمْ وَمَابَدَالَکُمْ وَتَسْئَلُهُمْ عَمَّاجَاءَ بِهِمْ ...

''اے میرے بھائی میری جان تم پر قربان! سوار ہو کر ان کی جانب جا کر پوچھو کہ کیا بات ہے؟ اور ان کا ہماری جانب آنے کا کیا سبب ہے؟''

اسکے بعد جناب عباسؑ کا لشکر عمر بن سعد کے نزدیک آنا اور ان سے گفتگو کرنا جو ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں، اسی طرح امام حسینؑ کا وہ جملہ جو آپؑ نے عباسؑ کی لاش پر فرمایا کیونکہ ایسا جملہ کہیں اور نظر نہیں آتا جو خود حضرت عباسؑ کی عظمت پر گواہ ہے فرمایا:

اَلآنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ ''اب میری کمر ٹوٹ گئی اور بے سہارا ہو گیا۔''

ربپشت زین چه افتادی شکست از بار غم پُشتم	زجا خیزای که دور هر غم بُدی پشت وپناه من
ببالین تو گر دیر آمدم اینک مَرَنج از من	که سویت کوفیان از جهادسو بستند راهِ من
بهر عضوت که آرم دست زان عضوت جدا باشد	کرامین سنگدل کشتت چنین ای بی پناه من
من آن طاقت ندارم کز جمالت دیده بردارم	به زیر تیغ خواهد بود بر رویت نگاه من

اسی طرح ایک عرب زبان شاعر کہتا ہے:

أحَقّ النّاسِ أنْ یُبکی عَلیه — فتی ٌابکی الحُسین ٌبکربلاء
أخوه وابن والده عَلیّ — اَبوالفضلِ المُضرّجِ بالدماء
وَمَنْ واساه لایُثْنیهِ شیءٌ — وجادَلهُ علی عطش بماء ۱۵

''وہ جوان گریہ کا حق دار ہے جس کی شہادت نے کربلا میں حسینؑ کو رُلا دیا تھا یعنی حسینؑ کے بھائی فرزند علیؑ جو خون میں غلطاں تھے اور وہ جسے بھائی کی مدد کرنے سے کوئی چیز نہ روک سکی یہاں تک کہ انتہائی تشنگی میں پانی پا کر بھی منہ سے نہ لگایا۔''

اور وہی رجز جب سیدھا ہاتھ کٹ گیا زبان پر جاری کر کے فرمایا:

وَاللهِ اِنْ قَطَعْتُمو ایَمینی — اِنّی احامی أبداًعن دینی
وعن امامِ صادقِ الیقین — نجلِ النَّبیّ الطّاهرِ الأمین

''خدا کی قسم اگر چہ تم نے میرا دایاں ہاتھ کاٹ دیا تب بھی میں اپنے دین کا اور اپنے امام کا جو صادق الیقین ہے اور طاہر و امین کا فرزند ہے، ہمیشہ دفاع کرتا رہوں گا وہ خدا کی طرف سے مصدق اور صاحب دین نبی صادق ہے۔''

اور جب بائیں ہاتھ کو دشمن نے قلم کیا تو زمین پر آتے ہوئے اپنی زندگی کے ان سخت ترین لمحات میں اعلیٰ ذہنیت اور جذبہ ایمانی کو اس رجز کی صورت میں یوں بیان فرمایا:

یانَفس لاتَخشی مِنَ الکُفّار — وَابشِری بِرَحْمَةِ الجَبّار
مَعَ النّبیّ السَّیّدِ المُختار — مَع جُملة السّادات وَالأطهار
قَدْقَطَعُوا ببَغْیِهم یَساری — فَاَصْلِهِم یارَبِّ حَرَّالنّار

''اے نفس ہرگز کفار سے خوف زدہ نہ ہونا تجھے خدائے جبار کی رحمتوں کی بشارت دیتا ہوں اور سید مختار پیغمبر اور سادات (ائمہ) کی محبت کا مژدہ دیتا ہوں پروردگار! انھوں نے ظلم کے ساتھ میرا بایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ پس ان کو دوزخ کی آگ کا مزہ چکھا دے۔''

منتخب التواریخ میں لکھا ہے، عربی زبان کے مشہور مرثیہ گو شاعر حاج محمد رضا الازری نے قمر بنی ہاشم کی شہادت کی مناسبت سے امام حسینؑ کا زبانِ حال بیان کرتے ہوئے یہ مصرع کہا: یوم ابو الفضل استجار بــه الهدی جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ روز عاشورا وہ روز ہے جس دن امامِ حسینؑ، حضرت عباسؑ کی پناہ میں تھے۔ مگر یہ مصرع کہہ کر گہری سوچ میں ڈوبتے چلے گئے کہ شاید (مغالطہ ہوا) اس کا مطلب صحیح نہ ہو کہ امام حسینؑ جیسا وجود جناب عباسؑ کی پناہ میں کیسے ہوگا، لہٰذا مزید اشعار کہنے سے گریز کیا تو اسی رات امام حسینؑ کی خواب میں زیارت کی کہ آپؑ فرما رہے ہیں: اے شاعر! تو نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے اور مصرع

دوم خود حضرتؑ نے عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے اپنے اس مصرعے میں ضمیمہ کر لو وہ مصرعہ یہ تھا:

والشمس مِنْ کلدِرِ العجاج لثامُها ''اور اس روز خورشید غبار کی تیرگی سے نقاب پوش تھا''

چنانچہ ازری نے اس خواب کے بعد اپنے کلام کو ان اشعار کے ذریعے تمام کیا:

فَمن المُعزّ السِبط بمشهد — يفتي له الاشراف طائطأهامها

وَاَخٍ كَرِيمٍ لم يَخُنه بمشهد — حيث السُّراة كبابهاأقدامها

اَليوم سارَعن الكتاب لب كَبْشها — اليوم غَابَ عَن الهُداةِ اِمامها

اَليوم آل اِلى التفرُّقِ جمعُنا — اليوم حَلَّ عن البُنو دنظامها

اَليوم خَرَّعنِ الهِداية بَدرُها — اليوم غَبَّ عن البلادغمامها

اَليوم نامَت اعينٌ بِكَ لَم تنم — وَتَسهَّدت اُخرى فعزَّ منامها

''کون ہے جو پسر رسولؐ کی عزاداری کرتے ہیں جن کی آمد پر اشراف سر جھکا لیتے ہیں، امام حسینؑ کے بھائیوں نے بھی ان کا خوب ساتھ دیا حتی اس وقت میں جب مشکلات سے پیر اُکھڑ رہے تھے، آج اس گروہ کا سردار (حسینؑ) ان سے جدا ہو گیا اور آج وہ دن ہے جب امام وہادی سے دنیا خیالی ہو گئی آج ہمارا گروہ اور اسکا نظام بگڑ گیا، آج وہ قمر جو ہادی تھا وہ چھپ گیا اور آج بادلِ رحمت غائب ہو گیا، آج کچھ آنکھیں سو رہی ہیں اور کچھ بیدار ہیں۔''

تا تو را سن عنوان به زیر زین بود — کی مرا خوف به دل زین سپه بی دین بود

سر اطفال من آسوده روی نالین بود — همه شب ورد من و زینب و کلثوم این بود

خاطر جمع بخوابید برادر داریم

امام زین العابدینؑ کی زبان سے

شیخ صدوقؒ اپنی کتاب خصال میں سلسلہ سند کے ساتھ امام سجادؑ سے نقل کرتے ہیں آپؑ نے فرمایا:

''رَحِمَ العَبّاسَ يقعْنى ابْنُ عَلِيّ آثَرَوَأبْلى وَفَدى أخاهُ بِنَفْسِهِ حَتّى قُطِعَتْ يَداهُ فَأبْدَلَهُ اللّهُبِهِماجَناحَيْنِ يَطيرُبِهِمامَعَ المَلائكَةِ فِى الجَنَّةِ كَماجَعَلَ لِجَعْفَرِبْنِ اَبى طَالِبِ ،وَاِنَّ لِلْعَبّاسِ عِنْدَاللّهِتَبارَ وَتَعالى لَمَنْزِلَةً يَغْبطُهُ بِهاجَميعُ الشُّهَداء يَوْمَ القِيامَة....'' ۵۲

''خدا عباس بن علیؑ پر رحمت نازل کرے جنھوں نے ایثار سے کام لیا اور بلاء و مصیبت میں مبتلا ہوئے اور انھوں نے اپنی جان بھائی کی راہ میں قربان کر دی یہاں تک کہ انکے دونوں ہاتھ قلم ہو گئے خداوند حکیم نے جن کے بدلے حضرت عباسؑ کو حضرت جعفر طیار کی طرح دو پر عطا کیے، تا کہ وہ فرشتوں کے سات بہشت میں پرواز کر سکیں اور بے شک خدا کے نزدیک جناب عباسؑ کا وہ مقام ہے جس پر روزِ قیامت شہداء رشک کریں گے۔''

عشاق چوں بدر گہ معشوق رو کنند | باآب دیدگان تن خود شستشو کنند
ازتیغ دوست برتنشان زخمی اررسد | آن زخم رابسوزن مژگان رفو کنند
قربان عاشقی که شهیدان کوی عشق | درروزحشررتبه اور آرزو کنند

عباس بن علیؑ کا زیارت نامہ امام صادقؑ کی زبان مبارک سے

شاید عباسؑ کے بہترین فضائل ابن قولویہ کے نقل کردہ اس زیارت نامے میں موجود ہیں جو انھوں نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے جس میں حضرتؑ فرماتے ہیں: جب اس ایثار و شہادت کے مالک کی بارگاہ میں کھڑے ہو تو اس طرح آغاز سخن کرو:

سلام الله وسلام ملائكته وانبيائه المرسلين وعباده الصالحين وجميع الشّهداء الصّديقين والزّاكيات الطّيبات فيماتَغْتَدِئ وتروُحُ عليكَ يَابْنِ امير المؤمنين ”اے امیر المومنین کے فرزند صبح و شام خداوند عالم، اسکے فرشتے، انبیاء و مرسلین، نیک بندے، تمام شہدائے صدیقین، صاحب کردار اور پاک و پاکیزہ لوگ آپؑ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔“

یہاں تک کہ پھر حضرتؑ نے فرمایا:

اَلسَّلامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالعَبْدُ الصَّالِحُ اَلْمُطيعُ اللهِ وَلِرَسُولِهِ ولِأميرالمؤمنينَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ (ع).... اَشْهَدُ وَاُشْهِدُاللهَ اَنَّكَ مَضَيْتَ عَلىٰ مامَضىٰ بِهِ الْبَدْرِيّونَ وَالْمُجاهِدُونَ فى سَبيلِ اللهِ ،اَلْمُناصِحُونَ لَهُ فى جِهادِ اَعْدائِهِ ،اَلْمُبالِغُونَ فى نُصْرَةِ اَوْلِيائِهِ ،اَلذّابُّونَ عَنْ اَحِبّائِهِ،فَجَزاكَ اللهُ اَفْضَلَ الجَزاءِ وَاَكْثَرَالجَزاءِ وَاَوْفَرَالجَزاءِ وَاَوْفىٰ جَزاَاَحَدٍمِمَّنْ وَفىٰ بِبَيْعَتِهِ،وَاسْتَجابَ لَهُ دَعْوَتَهُ وَاَطاعَ وُلاةَ اَمْرِهِ،اَشْهَدُاَنَّكَ قَدْبالَغْتَ فِى النَّصيحَةِ وَاَعْطَيْتَ غايَةَ الْمَجْهُودِ،فَبَعَثَكَ اللهُ فِى الشُّهَداءِ ،وَجَعَلَ رُوحَكَ مَعَ اَرْواحِ السُّعَداءِ،وَ اَعْطاكَ مِنْ جِنانِهِ اَفْسَحَهامَنْزِلاً،وَاَفْضَلَهاغُرَفاً،وَرَفَعَ ذِكْرَكَ فى عِلِّيّينَ وَحَشَرَكَ مَعَ النَّبِيّينَ وَ الصِّدّيقينَ وَالشُّهَداءِ وَالصّالِحينَ،وَحَسُنَ اُولئِكَ رَفيقاً،اَشْهَدُاَنَّكَ لَمْ تَهِنْ وَلَمْ تَنْكُلْ ،وَاَنَّكَ مَضَيْتَ عَلى بَصيرَةٍمِنْ اَمْرِكَ مُقْتَدِياًبِالصّالِحينَ وَمُتَّبِعاًلِلنَّبِيّينَ ....

”سلام ہو آپ اے خدا کے صالح بندے! خدا، اس کے رسولؐ، امیر المومنینؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے پیروکار (ان سب پر خدا کا درود و سلام ہو) سلام ہو آپ پر نیز آپ کے ابدان اور روح پر خدا کی رحمت و برکت اور بخشش شادمانی ہو، میں گواہ ہوں اور خدا کو بھی گواہ قرار دیتا ہوں کہ آپ اسکی راہ پر گامزن رہے جس پر اہل بدر اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے چلے تھے وہ لوگ خدا کے دشمنوں سے جنگ کے وقت خدا کی طرف (آنے کی) نصیحت کرتے تھے جو خدا اور اسکے دوستوں کی مدد کیلئے کوشاں رہتے تھے جو اسکے دوستوں کے حریم کے دفاع میں برسرپیکار ہے۔ پس خدا آپ کو اجر

عطا کرے سب سے اچھا اور سب سے زیادہ فراواں اور وافر اجر عطا کرے، ایک ایسے شخص کی جزاء جس نے اپنی کی ہوئی بیعت سے وفاداری کی اور اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسکے امر کی پیروی کی، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نصیحت کرنے میں پوری کوشش کی اور حدِ کمال تک پہنچتے گئے۔ پس خدا آپ کو شہداء کے ساتھ محشور کرے اور آپ کی روح کو اہل سعادت کی ارواح کے ساتھ جگہ عنایت کرے اور آپ کو اپنی بہشت میں اعلیٰ مقام اور وسیع ترین گھر عطا کرے اور آپ کا ذکر علیین میں بلند رہے، آپ کو شہداء صدیقین اور انبیاء وصالحین کے ساتھ محشور کرے جو رفاقت کے لحاظ سے بہت اچھے ساتھی ہیں، میں گواہی ہوں کہ آپ نے دین کی راہ میں سستی اور دشمن کے مقابل کاہلی نہیں کی اور بے شک آپ جس راہ پر چلے پوری بصیرت اور بینش کامل کے ساتھ چلے اور بہترین لوگوں کی اقتداء اور پیغمبروں کی پیروی کی...."

اور زیارت کے اختتام پر نماز ادا کرنے کے بعد یہ دعا تعلیم فرمائیں:

اَشْهدُ لَقَدْنَصَحْتَ لله ولِرسُولِه ولأخيکَ فنِعْمَ الأخُ المُواسی ...فنعم الصّابِرُ المُجاهِدُ المُحامِیُ النـاصِـرُ والأخُ الـدّافِـعُ عَـنْ اَخِيهِ المجيبُ اِلیٰ طَاعَةِ ربِّهِ ،الرَّاغِبُ فيمازهدَفيهِ غَيْرُهُ مِنَ الثَّوابِ الـجزيـلِ والثّناءِ الجميل "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے بلاشبہ خدا، اسکے رسول اور اپنے بھائی حسینؑ کیلئے نصیحت فرمائی پس کیسے ہمدرد و پارسا بھائی تھے ...پس آپ کیسے اچھے صابر ومجاہد اپنے بھائی کے حامی ومددگار، ان کا دفاع کرنے والے اور خداوند عالم کے حکم پر لبیک کہنے والے ہیں آپ نے ثواب جزیل اور ثنائے جمیل کا مشتاقانہ استقبال کیا کہ جس سے دوسروں نے منہ موڑ لیا تھا۔"

نتوان گفت صفاتش بدو صدعمر یک از صد	که برون است کمالات پسندیده اش از حدّ
جز حسین هیچ کسش قدر ندانست بدانسان	که ندانست کسی قدر علی را بجز احمد
قامتش حسرت وبی وقدش رونق جنّت	تنِ او روح مُجسّم کفِ او فیض مؤبّد

بے شک اگر کوئی اسی زیارت نامے کے چند جملوں پر دقت کرے تو بخوبی جناب عباس کے فضائل و کمالات سے کسی حد تک آگاہ ہو سکتا ہے اور ہمیں مزید بیان سے بے نیاز کر سکتا ہے۔

زیارت ناحیہ مقدسہ

زیارت ناحیہ مقدسہ میں حضرت عباسؑ کا اپنے بھائی امام حسینؑ کی نسبت مقام وفا اس طرح بیان ہوا ہے:

السـلام عـلـى ابـى الـفـضـل الـعـبـاس بن امير المومنين :المُواسی أخاهُ بنَفْسِهِ ،الآخِذُلغَده مِنْ اَمْسِهِ ،اَلفادی لَهُ اَلواقی السّاعی اِلَیْهِ ... "سلام ہو آپ پر اے امیر المومنینؑ کے فرزند ابو الفضل العباس

جس نے اپنی جان کے ذریعے اپنے بھائی سے وفاداری کی اور گزشتہ سے آئندہ کا سامان مہیا کیا جس نے خود کو بھائی پر فدا کر دیا، جس نے اپنی جان کو ان کیلئے سپر قرار دیا اور ان کے تئیں سعی کام انجام دی۔"

عصر حاضر کے ایک دانشور کے الفاظ میں شہادت نامہ

عصر حاضر کے معروف اہل قلم باقر شریف قرشی اپنی کتاب حیاۃ الامام الحسین بن علیؑ میں لکھتے ہیں:

تاریخ انسانیت کے ماضی وحال میں جناب عباسؑ جیسی وہ شخصیت جس نے اپنے بھائی کی نسبت برادری واخوت کی سچی اور ہمہ گیر مثال قائم کی ڈھونڈنے سے نہیں ملتی، بے شک تمام اخلاقی اقدار اور انسانی خصلتوں کو اپنے اندر جگہ دے رکھی تھی۔ اخوت کے روشن وبے مثال نمونے عباسؑ کے ایثار اور ان کی فداکاری میں نظر آتے ہیں، کیونکہ عباسؑ نے بڑے بھائی امام حسینؑ کی نسبت ایثار کرتے ہوئے اپنی جان تک قربان کردی اور سخت ترین آلام ومصائب، الٰہی آزمائشات اور امتحانوں میں مواسات اور ہمدردی کا ثبوت دیا جسے امام سجادؑ نے ایک جملے میں یوں فرمایا: رحم اللہ عمی العباس منعقد آثَرَ وَ اَبلیٰ ۵۳ اور یہ صادقانہ، شگفت انگیز اور تعجب آور اخوت وبرادری ہر زمانے میں بعنوان ضرب المثل استعمال ہوتی رہی ہے، چنانچہ حضرت عباسؑ کے بیٹوں میں سے ایک پوتے فضل بن محمد ۵۴ نے اس بارے میں فرماتا ہے: احق الناس اَن یبکی علیه ...۵۵

مذکورہ دانشور معروف شاعر کمیت کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد مزید تحریر کرتے ہیں:

بے شک حضرت عباسؑ تقویٰ، پرہیزگاری اور دینداری میں بلند مقام رکھتے تھے اور ان کے خوبصورت چہرے سے نور کی شعاعیں صادر ہوتی تھیں، چنانچہ اسی سبب قمرِ بنی ہاشم کا لقب پایا۔ اسکے علاوہ وہ اسلام کے مشہور اور نامور پہلوان اور مجاہد تھے، جب وہ قومی ہیکل اور چوڑی کمر والے گھوڑے پر سوار ہوتے تو ان کے پیر زمین پر خط کھینچتے نظر آتے تھے۔

انھوں نے اپنے پدر گرامی سے صفت شجاعت اور پہلوانوں سے روبرو ہونا ارث میں لیا۔ امام حسینؑ نے واقعہ کربلا میں اپنے لشکر کا سالار انھیں منتخب کیا اور پرچم جنگ ان ہی کو سونپا چنانچہ جناب عباسؑ نے اس ذمہ داری کو خوب انجام دیا یعنی امام کا دفاع کیا اور تاریخ کے سخت ترین معرکہ کو سر کیا اور جب اپنے بھائی امام حسینؑ کو تنہا محسوس کیا جب تمام اعوان وانصار شہید ہو چکے تو رخصت لینے کیلئے حاضر ہوئے تا کہ اپنے نورانی مقام تک جا پہنچیں، مگر امام نے رخصت دینے سے انکار کیا اور درد بھری آواز سے فرمایا:

انت صَاحبُ لِوَائی ! "یعنی تم میرے لشکر کے علمدار ہو!"

ہاں بے شک جب تک، جناب عباسؑ زندہ رہے امام حسینؑ کو ایک خاص ڈھارس اور طاقت

کا احساس رہا کیونکہ وہ تنہا انسان ایک لشکر کی مانند تھا جو امام کے دفاع میں مصروف رہا۔ لیکن عباسؑ نے اصرار کرتے ہوئے عرض کی:

لَقَدْ ضَاقَ صدرِی مِنْ هٰؤلاءِ المنافقین وَاُرِیْدُاَنْ آخُذَثاری منهم "میرا سینہ ان منافقوں سے بغض میں تنگ ہو گیا ہے، لہٰذا اب چاہتا ہوں کہ انتقام لوں!"

ہاں حضرت عباسؑ کا دل بھر چکا تھا اور وہ زندگی سے سیر ہو چکے تھے اور جب اس بہادر انسان نے اپنی آنکھوں کے آگے اُن درخشاں ستارے، بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھا تو علمدار کربلا کا دل سوختہ ہو کر رہ گیا۔ لہٰذا اب امام حسینؑ سے ان پیاسے بچوں کیلئے جن میں زندگی کی کچھ رمق باقی رہ گئی تھی تحصیل آب کی رخصت چاہی چنانچہ اجازت پا کر انسانیت سے مسخ شدہ ان لوگوں کے سامنے آ کر عمر بن سعد سے خطاب کیا:

یابن سعد! هذا حسین ابن بنت رسول الله قَدْقَتلتهُم اصحابه و اهل بیته ، وهٰؤلاء عیالُهُ واَوْلادُهُ عُطاشی فَاسْقُوهُمْ مِنَ الْمَاءِ قَدْاَحْرَق الظماء قُلُوبَهُمْ "اے پسر سعد! یہ حسینؑ، دختر رسولؐ کا فرزند ہے جس کے اصحاب واقارب کو تم نے قتل کر دیا اور اب آل و عیال حسینؑ پیاس سے تڑپ رہی ہے، آؤ انھیں پانی پلا دو، کیونکہ بے شک ان کے دل پیاس کی شدت سے جل رہے ہیں!"

عباسؑ کا خطاب انسانیت سے دور ان لوگوں پر اتنا اثر انداز ہوا کہ بعض لوگوں کے آنسو جاری ہونے لگے اسی وجہ سے وہ پست و خبیث انسان یعنی شمر بن ذی الجوشن نزدیک آیا اور بولا:

یابن ابی تراب لو کان وجه الارض کُلُّه ماءً وهو تحت ایدینا کماسقیناکم منه قطرةً اِلاّ ان تدخلوا بیعة یزید... اس کا ایک قطرہ بھی تمہیں نہیں دیں گے یہاں تک کہ یزید کی بیعت کر لو۔

ابوالفضل العباسؑ اس بداندیش کا جواب سن کر امام حسینؑ کی خدمت میں تشریف لائے، تاکہ امام کو شمر کے خیالات سے آگاہ کریں۔ اس ہنگام خیام حسینی سے بچوں کی صدائے العطش بلند ہوئی۔

عباسؑ نے موڑ کر خیام کی جانب دیکھا تو وہ دلخراش اور غم انگیز منظر دیکھنے کو ملا کہ خشکیدہ لب، پژمردہ ملاہٹ اور پیاس سے بے حال بچوں کو دیکھ کر جناب عباسؑ کا دل آتش ہو گیا اور اعماق دل کے شراروں نے انھیں جلا کر رکھ دیا۔ بنابرایں مشکیزہ کاندھے پر رکھا اور اپنے تندرفتار گھوڑے پر سوار ہو کر شریعہ فرات کو ہدف قرار دیا اور انتہائی شہامت اور بے نظیر بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے گھاٹ پر قبضہ چھڑایا گویا دشمن کو اپنے والد گرامی کا فتح خیبر یاد دلایا اور فرات میں اپنی سواری اتار دی حالانکہ

پیاس کی شدت نے جناب عباسؑ کا کلیجہ شگافتہ کردیا تھا۔ اس وقت آپؑ نے چلو میں پانی لیا اور اپنے چہرے کے نزدیک لائے لیکن اپنے بھائی کی پیاس اور بچوں و مستورات کا خیال آتے ہی پانی دوبارہ نہر میں پھینک دیا اور اپنے آپ سے فرمایا:

یَانفسَ مِنْ بَعْدِالْحسین هُونی   وبَعْدهُ لاکُنتَ ان تکونی

هٰذالحسین وارِدُالمنون   وتشربین بارِدَالمعین

تاالله ماهٰذاافِعَالُ دینی

"میری جان حسین کے بعد کوئی اہمیت نہیں رکھتی لہٰذا اب اسے نابود ہوجانا چاہیے وہ حسین اب شہادت کے قریب ہیں، لیکن تو ٹھنڈا پانی پی رہا ہے قسم بخدا یہ کام میرے دین کے منافی ہے۔"

بے شک انسانیت ہر زمانے اور تاریخ کے ہر موڑ پر ایسی عظیم المرتبت ،فضیلت مآب اور اسلام کے تربیت یافتہ مجاہد پر انتہائی خضوع وفخر وسرفرازی کے ساتھ درود وسلام بھیجتی ہے اور اس بزرگ اور اونچی روح کے مالک جس نے آانسانیت کے تمام نسلوں کو درس عزوشرف دیے کے حضور چمکتی نظر آتی ہے۔

بے شک اس عدیم المثال ایثار نے کہ جس نے زمان ومکان کی ساری حدوں کو توڑ دیا ہے اور ہر جگہ عباسؑ کے کمالات وخصائل کا ڈنکہ بول رہا ہے انھوں نے امامؑ سے اس گہرے لگاؤ اور حقیقی محبت کا ثبوت پانی پر قبضہ کے باوجود پیاسا رہ جانے سے دیا۔ اس سے بڑھ کر وہ کون سا اخلاص وایثار ہوگا کہ جس میں اپنی روح وجان کو بھائی کی جان کے ساتھ اس طرح آمیختہ کردیا ہو کہ پھر سے اپنے اور بھائی کے وجود میں دوگانگی محسوس نہ کرتے ہوں۔

ہاں وہ ہاشمی جوان اس مشک کو بھر کر سوئے خیام روانہ ہوا جوان کے نزدیک اپنی حیات سے کہیں زیادہ گرانقدر تھی پر اسی دوران دشمن سے مقابلہ شروع ہوا کیونکہ انسانی شکل میں موجود ان درندہ صفات لوگوں نے سقائے حرم کے گرد حلقہ باندھنا شروع کیا، تاکہ اہل بیت رسولؐ تک پانی نہ پہنچنے پائے، چنانچہ وہ وقت تھا جب اس شیر بیشہ نے اپنے بازوں کا زور دکھانا شروع کیا، چنانچہ حضرت عباس کی ایک معمولی سی جنبش انھیں ہواؤں میں اڑا دیتی تھی اس وقت آپؑ نے رجز پڑھنا شروع کیا:

لاأرهبُ الموتَ اذالموت رقا   حتّٰی اُواری فی المصالیتِ لَقی

نفسِی لِسبط المصطفی الطُهرِوقا   انیّ اناالعبّاس أغدوبالسقا

ولاأخافُ الشرَّ یَومَ المُلتقی

"موت کی آہٹ سن کر بھی موت سے بالکل خوف زدہ نہیں ہوں چاہے میرا بدن تلوار کی باڑھ میں کھو کیوں نہ جائے میرا نفس فرزند رسول کی سپر ہے، میں عباس سقا ہوں مشکیزہ خیمے تک پہنچا کر دم لوں گا اور مجھے روز قیامت شر کا خوف نہیں ہے۔"

اس وقت اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے اور نہ فقط موت سے خائف نہیں تھے بلکہ خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کر رہے تھے تا کہ اس طرح اپنے آقا و مولا امام حسینؑ جو کہ سماجی انصاف کے عظیم رہبر تھے کے مسلم حق کا دفاع کر سکیں اور اہل پیغمبرؐ کو سیراب کرنے کیلئے مشکیزہ خیمے میں پہنچائیں۔

ادھر لشکر باطل اس بے مثال شجاعت کا مظاہرہ دیکھ کر مضمحل ہونے لگا لہٰذا جناب عباسؑ کے رعب سے میدان چھوڑ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنے لگا کیونکہ وہاں جو شجاعت جناب عباسؑ نے دکھائی وہ قابل توصیف نہیں اور وہ حد تصور سے مافوق تھی چنانچہ انھیں یقین ہو گیا کہ عباسؑ کے آگے مقاومت سے عاجز ہیں۔

مگر اس وقت پست وڈرپوک اور فرومایہ انسان زید بن ورقاء جہنی نے ایک درخت کی اوٹ لے کر بزدلانہ انداز میں اس شیر نر کا دائیں ہاتھ قلم کر دیا اس نے وہ ہاتھ کاٹ دیا جو غریبوں کی مدد اور مظلوموں و درماندہ افراد کی حمایت کرتا تھا، مگر حضرت عباسؑ نے ہاتھ کٹ جانے پر بے اعتنائی رتے ہوئے جہادی سفر کو جاری رکھا اور یہ رجز پڑھتے جا رہے تھے:

والله ان قطعتمو ایمینی انیّ اُحامِیْ اَبَدًاعَنْ دینی ... ۵۶

اور اس رجز کے ذریعے اپنے جہاد اور مقصد کو روشن کر دیا گویا عباسؑ نے بتا دیا کہ وہ دین کے دفاع اور امام مسلمین کی حمایت میں جنگ کر رہے ہیں۔

حضرت ابوالفضلؑ ابھی ان شیطان صفت دشمنوں سے قدرے دور ہوئے تھے کہ اچانک حکیم بن طفیل طائی نے کمین گاہ سے حضرت کا بائیں ہاتھ بھی قلم کر دیا بعض روایات کے مطابق اس وقت حضرتؑ نے مشکیزہ اپنے دہانِ مبارک سے پکڑا تا کہ کسی بھی طرح یہ پانی پیاس سے بے حال اہل بیت رسول تک پہنچ جائے اور وہ اپنا تمام درد جا بجا جسم سے خون بہنا بھلا کر فقط یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح پانی پہنچ جائے یہ وہ وفاداری، محبت اور پوری تاریخ میں ایک انسان کا ایسا ایثار ہے جسے انسانیت پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اور ہدف تک رسائی کی اس سعی و کوشش کے درمیان ایک سنسناتا ہوا تیر مشکیزہ میں آ کر لگا اور اس طرح پانی کے ساتھ عباسؑ کی تمنا بہنے لگی اور وہ شجاعانہ انداز میں بڑھتا ہوا کوہِ غم گرنے سے ٹھہرتا چلا گیا...!

کیونکہ عباسؑ پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے برسنے سے زیادہ پانی کا بہنا دشوار تھا، اس وقت ایک بد بخت ظالم نے جناب کے فرق مقدس پر ایک آہنی گرز مارا جس نے سر کھول کر رکھ دیا اور گھوڑے سے زمین کی طرف آتے ہوئے اپنے بھائی امام حسینؑ کو آخری سلام کیا:

علیک منّی السّلام !اباعبدالله ''اے اباعبداللہ آپؑ پر میرا سلام ہو۔''

اور جب امام نے اس سلام آخر کو سنا تو حضرتؑ کا دل شکستہ ہو کر رہ گیا اور کمر تھام کر گردن جھکائے میدان کی جانب روانہ ہوئے۔ تندرفتار گھوڑے پر سوار دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے بڑھے، تاکہ جلد از جلد بھائی تک پہنچ جائیں مگر جب بھائی کو بھائی نے دیکھا تو آخری لمحات تھے امامؑ نے خود کو جسم شریف پر گرایا اور عباسؑ کے جسم پر اپنا ماتھ و منہ لگانے لگے، جبکہ ایک ہاتھ سے اپنے بہتے ہوئے اشک صاف کر رہے تھے اور اس انسان کی طرح جو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو الفاظ کی صورت میں نکال رہا ہو فرمایا:

اَلْآنَ انْكَسَرَ ظَهْرِیْ وَقَلَّتْ حِيْلَتِیْ!

امام اپنی پُر ارمان آنکھوں سے اس ٹکڑے ٹکڑے بدن کو دیکھ رہے تھے اور بھائی کی وفاداری اور ان کے اخلاص کو یاد کر رہے تھے ہاں فقط ایک تھی جو امامؑ کے قلب کو سکون بہم پہنچا رہی تھی وہ یہ کہ بہت جلد اپنے بھائی عباسؑ سے جا ملیں گے اور فقط چند لمحوں کا غم باقی رہ گیا ہے، مگر یہ چند لمحات امام کیلئے چند سال کی مانند گراں تھے کہ اے کاش اس سے پہلے موت آ گئی ہوتی!

امام حسینؑ مصیبت زدہ اور محزون حالت میں جنازے سے اٹھے مگر جوں ہی قدم آگے بڑھانے کیلئے اٹھایا تو گویا جسم مبارک میں جان نہیں اور غم واندوہ اور آثار ضعف چہرۂ مبارک سے عیاں تھے اس حالت میں خیام کی جانب روانہ ہوئے اور جوں ہی خیموں کے نزدیک پہنچے تو سکینہ نے آگے بڑھ کر بابا کا استقبال کرتے ہوئے پوچھا: این عمی؟ ''میرے چچا کہاں ہیں؟''

امام نے گریہ کرتے ہوئے گلوگیر آواز میں چچا کی شہادت کی خبر سنائی اور جب یہ خبر زینبؑ نے سنی تو بے ساختہ اپنا ہاتھ سینے پر رکھا اور فرمایا: واخاه، واعباساهُ، واضيعتابَعْدَكَ اور امامؑ بھی اپنی ہمشیرہ کے ساتھ نوحہ خوانی کرتے ہوئے فرما رہے تھے: وَاضِيعتابَعْدَكَ يَااباالفضل اے عباسؑ تمہارے بعد ہم برباد ہیں۔

اور امام یہ جملات کیوں نہ فرماتے اس لیے کہ امام جناب عباسؑ کے بعد شدت سے تنہائی کا احساس فرما رہے تھے، کیونکہ ایسا بھائی ساتھ چھوڑ گیا جس نے برادری کے تمام تقاضے پورے کیے اور اس ذمہ داری میں ایک دقیقہ بھی فروگزشت نہ کیا۔

بے حد درود و سلام تجھ پر اور آپؑ کی پسندیدہ اور آموزندہ سیرت پر، جو اس اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے اور جس عظیم راہ کو اپنایا تھا اسے دلیری کے ساتھ طے کیا اور یقیناً آپؑ خداوند متعال کی درگاہ سب سے عظیم اور تابناک اور فداکارترین شہداء میں سے ہیں۔

وسلامٌ علیک یوْمَ وُلِدْتَ، ویوْمَ استشهِدتَ، ويَومَ تُبعثُ حيّاً ۵۷

حضرت عباسؑ کی اولاد

مجموعی طور پر روایات سے یہی استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوالفضلؑ کے دو فرزند عبیداللہ اور فضل تھے جن کی والدہ گرامی جناب لبابہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔ جناب فضل بے اولاد رہے، چنانچہ جناب عباسؑ کی نسل جناب عبداللہ بن عباس سے چلی جو خود اپنے دور کے معروف دانشور تھے جن کے دو فرزند عبداللہ اور حسن تھے اور اسی طرح جناب عبداللہ کے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے عباسؑ کی نسل جناب حسن بن عبیداللہ بن عباس سے چلی جناب حسن کی اولاد میں بہت سے محدثین، دانشوروں اور صاحبانِ قلم کے نام نقل ہوئے ہیں مثلاً عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن امیرالمومنینؑ کے بارے میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

وہ ہارون الرشید کے دور میں بغداد آئے تو ہارون نے ان کا بہت احترام کیا اور اسی طرح ہارون کے بعد مامون ان کا بہت احترام کیا کرتا تھا۔

خطیب بغدادی مزید لکھتے ہیں: وہ علم و فضل کے مالک اور فصیح شاعر تھے، علویوں کا عقیدہ تھا کہ آپ اولاد ابوطالب میں زبردست اور ماہر ادیب و شاعر ہیں۔

عمدۃ الطالب میں آیا ہے، عباس بن حسن اپنے والد کے بڑے فرزند تھے اور ان کا جلیل القدر سادات کرام میں شمار ہوتا تھا۔ بخاری کے بقول میں نے بنی ہاشم میں ان جیسا اچھی اور تیز زبان کا مالک انسان نہیں دیکھا۔

صاحب منتخب التواریخ کا بیان ہے، حسن بن عبیداللہ کے فرزندوں میں سے ایک جعفر بن فضل بن حسن ہیں جن کا لقب غریب تھا اور ان کی آرام گاہ شیراز میں ہے اور وہاں حاجی غریب کے نام سے معروف ہے۔

جناب عباسؑ کی نسل میں ایک فرزند جن کا نام عبیداللہ بن علی بن ابراہیم بن حسن بن عبیداللہ بن عباس ہے، ان کے بارے میں زبیر بن بکار کہتے ہیں:

وہ ایک دانشور، علم و فضل کے مالک اور سخاوت مند فرد تھے جنھوں نے ساری زندگی سفر میں گزاری اور فقہ اہل بیت پر "جعفریہ" نامی ایک کتاب تالیف کی اور بالآخر مصر کے سفر میں ۳۱۲ھ ق وفات پائی۔

جناب عباسؑ کی اولاد میں ایک نام جناب ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ ہے جو منتخب التواریخ کے مطابق قزوین میں شہید کیے گئے اور شاید مدفن بھی وہیں ہے۔ اسی طرح ایک اور فرزند جناب حمزۃ بن قاسم بن علی بن حمزۃ بن حسن بن عبیداللہ ہیں، جنکی قبر حلّہ کے قرب میں واقع ہے۔

جناب عباسؑ کے بعض مراثی

اس مرثیے کو آپؑ کی والدہ جناب ام البنینؑ سے نسبت دی جاتی ہے:

لاتدعُوَنّی ویک امَ البنین — تذکّرونی بلیوث العرین
کانت بنون لی ادعی بهم — والیوم اصبحت ولامن بنین
اربعة مثل نسور الربی — قدواصلوا الموت بقطع الوتین
تنازع الخرسان اشلاء هم — فکلّهم امسوا صریعاًطعین
یالیت شعری أکمااخبروا — بأنَ عَباساًقطیع الیدین

"اے میری بہنو! مجھے ام البنین نہ کہو مجھے میرے شیر یاد آتے ہیں، کبھی میرے بیٹے زندہ تھے تو میں ام البنین تھی اب تو ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں (ہائے) میرے چار شیر تھے اور اب سب ہی گلہ کٹائے پڑے ہیں یہ اس وقت شہید ہوئے جب بھوک و پیاس نے ان کے جوڑ و بند تک خشک کردیئے تھے، کاش مجھے علم ہوتا کہ میرے عباسؑ کے بازو قلم کر دیئے تھے۔"

اثر طبع میرزا محمد تبریزی

چونکه نوبت بربنی هاشم رسید — ساخت سازِجنگ عباسِ رشید
مَحرم سِرُّو علمدار حسین — دروفاداری عَلَم درنشأتین
درشجاعت یادگار مرتضی — داده برحکمِ قضادست رضا
خواست درجنگ عذورُخصت زشاه — گفت شاهش کسی علمدار سپاه
چون علم گرددنگون در کارزار — کارلشکر بابدازوی انفطار
گفت تنگ است ای شَهِ خوبان دلم — زندگی باشدازاین پس مُشکلم
زین قفس برهان من دلگیررا — تابکی زنجیر بایدشیررا
گفت شه چون نیست زین کارت گریز — این زپا افتادگان را دست گیر
جنگِ کین بگذار آبی کن طلب — بهر این افسردگانِ خشک لب
گفت سمعاً ای امیر انس و جان — گر چه باشد قطرهٔ آبی به جان
شد به سوی آب تازان با شتاب — زد سمند باد پیما را به آب
بی محاباجرعه ای در کف گرفت — چون به خویش آمد دمی ، گفت ای شگفت
تشنه لب در خیمه سبط مصطفی — آب نوشم من زهی شرط وفا
زادهٔ شیر خدا با مشک آب — خشک لب ازآب بیرون زد رکاب

گنج اسرار عمان سامانی

روز عاشورا به چشم پُر ز خون — مشگ بر دوش آمد از شط چون برون
شد به سوی تشنه کامان رهسپر — تیر باران بلا را شد سپر
آنقدر بارید بروی تیر تیز — مشگ شد بر حالتِ او اشک ریز
آنقدر بارید بر وی چشم مشگ — تا که چشم مشگ خالی شد زاشک

تا قیامت جرعه نوشان ثواب | می خورند از چشمۂ آن مشگ آب

از شیخ العراقین

صف دشمن دریدی همچو کرباس | بیامدبرسربالین عباس
فرود آمدزین آن باجلالت | چه پیغمبرزمعراج رسالت
به دامن بر گرفت آنگه سرش را | همی بوییدخونین پیکرش را
بر آورداز دل تفدیده آهی | که سوزانیدازمه تابه ماهی
بگفتش کسی سپه دار قبیله | زمرگ تومرا کم گشت حیله
شکستی پشتم ای شمشادقامت | نمی یابددرستی تاقیامت

ایک اور شاعر نے اس انداز سے مرثیہ پڑھا ہے:

چون عمود آهنین فرقش شکافت | بازبن ملجم سرحیدرشکافت
کشتی اسلام شدبی بادبان | غُلغله افتاددرهفت آسمان
گردغم برعالم امکان نشست | پشت شاه کربلادرهم شکست
قبلنه اهل وفاازصدرِزین | سرنگون افتادبرروی زمین
نالهٔ "أدرک أخا"زوشدبلند | برسرش آمدامام ارجمند
دیدآن بدرتمامش متخسف | درمیان خاک وخون یاللاسف
منفصل اعضای اوازهمدگر | همچه آیاتِ کتابِ دادگر
بسته ازخون نقش دراوراق او | "لَنْ تَنالُوا البِرَّ حَتّی تُنفِقوا"
گفت ای پشت وپناه ویاورم | ای علمدارسپاه ولشکرم
آه ازین قامتِ دلجوی تو | حیف ازاین دست واین بازوی تو
رفت ازبی دستیت کارم زِدست | ازغم مرگ توپُشت من شکست
ای دریغاشدامیدم ناامید | بی برادر گشتم وقدمَ خمید

حواشی وحوالہ جات

۱ ["ارتکض"، جنبش اور حرکت کرنے کے معنی میں ہے جس کا التزامی معنی کیا ہے۔]

۲ [امالی صدوق مجلس ۸۷ ج۵]

۳ [ارشاد مفید میں "مسعود ثقفی" نقل ہوا ہے جبکہ دیگر روایات کے مطابق بھی فرزندان امیر المومنینؑ کے بارے میں اختلاف ہے حتیٰ وہ شیخ مفیدؒ کی گفتار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے بھول چوک ہوئی ہے بنابرایں ہماری تحریر کو بھی صحیح مانا جائے اور ارشاد کی بھی اصلاح کی جائے۔]

۴ [کعب بن مالک ان شہداء کے بارے میں نظم کرتا ہے:

قوم علی بنیانھم من ہاشم — فرع أشمّ وسوددما ینقل

قوم بھم نظر الالہ لخلقہ — وبجدّھم نصر النبی المرسل

بیض الوجوہ تری وجوہ اکفّھم — تندی اذا اعتذر الزمان الممحل

"یہ وہ لوگ ہیں جن کی اصل بنیاد اونچی ہے جنکے جد ہاشم ہیں جو پاک وطاہر تھے ان کی طہارت کسی کی نہیں بلکہ عطائی ہے خدانے انہی (جیسے لوگوں) کی وجہ سے باقی مخلوق پر کرم کیا اور خدا کے ان کے جد نبی اکرمؐ کیلئے نصرت بھیجی، ان کے چہرے بھی نورانی اور ہاتھ بھی کھلے ہیں حتیٰ قحط کے زمانے میں بھی ان کا کرم جاری رہتا ہے۔"

ایک اور عربی زبان شاعر کہتا ہے۔

قوم اذا اقتحموا العجاج رایتھم — شمسًا وخلت وجوھم اقماراً

من یعدلون برفلھم عن سائل — عدل الزمان علیھم او جاراً

واذا الصریخ دعاھم لملمّۃ — ذلّوا النفوس وفارقوا الاعمارا

"یہ وہ لوگ ہیں جو گرد وخاک اور تاریک فضاء میں بھی ماہ وخورشید کی طرح چمکتے ہیں بہر حال میں سائل ان کے در سے جھولی کرے جاتا ہے اور اگر کوئی مشکلات کا ستایا انسان انھیں پکارے تو یہ اس کیلئے جان تک دے دیتے ہیں۔"

۵ [امالی صدوق مجلس ۲۷ عیون اخبار الرضا ج ۱ ص ۲۹۹]

۶ [ارشاد ج ۲ ص ۱۲۲]

۷ ["فجمیع من قُتل یوم الطفّ من وُلد ابی طالب، سوی من یختلفہ فی امرہ اثنان وعشرون رجلاً" مقاتل الطالبین، چاپ سنگی طہران ص ۳۷]

۸ [ترجمہ مقاتل الطالبین ص ۷۷]

۹ [اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۰۶]

۱۰ [زبان حال میں من جملہ آیت العظمیٰ شیخ محمد حسین غروی نے مرحوم کمپانی سے ان کے دیوان میں نقل کیا ہے، چنانچہ چند اشعار ان کے اخلاص وعظمت کی وجہ سے نقل کرتے ہیں:

لسان حال لیلای جگر خون — عقول ماسوا را کردہ مجنون

بیابلبل که تاباهم بنالیم — کهماافسرده وشودیده حالیم

زتوگل رفت وارماگل عذاری — زتوافغان وازماآه وزاری

توراوصل گل دیگرامیداست — بهاردیگرازبهرتوعیداست

ولکن گل عذارم رابه دل نسیست — بهاردیگری مارااَمل نسیست

گلی ازگلشن من رفت برباد — که تامحشرنخواهدرفت ازیاد

دریغ از سروبالای رسایش — دریغ ازگیسوان مشگ سایش

هزاران حیف کان گیسوی مشگین — به خونِ فرقِ سر گردیدرنگین

هزاران حیف کان خورشیدِخاور — میان لجّته خون شدشناور

بیای عندلیب گلشنِ ما — ببین ظلمت سراشدمنزلِ ما

بیای نوگلِ گلزارمادر — بکن رحمی به حالِ زارمادر

زتوگل رفت وازماگل عذاری — زتوافغان وازماآه وزاری

توراوصل گل دیگرامیداست — بهاردیگرازبهرتوعیداست

ولکن گل عذارم رابه دل نسیست — بهاردیگری مارااَم نسیست

گلی ازگلشن من رفت برباد — که تامحشرنخواهدرفت ازیاد

دریغ ازسروبالای رسایش — دریغ ازگیسوان مشگ سایش

هزاران حیف کان خورشیدِخاور — میان لجّته خون شدشناور

بیای عندلیب گلشنِ ما — بین ظلمت سراشدمنزلِ ما

بیای نوگلِ گزارمادر — بکن رحمی به حالِ زارمادر

توراباشیرئه جان پسروریدم — دریغاکزتوجان ودل بریدم

ندانستم که مرگ ناگهانی — عنان گیردتورادرنوجوانی

به همت می توان ازجان گذشتن — ولیکن ازجوان نستوان گذشتن

جواناسوی مادریک نظرکن — زسوزِناله زارم حذرکن

اسی طرح دیگر مرثیہ نگار شاعروں مثلاً جودی، جوہری، عندلیب کاشانی، میرزا حسین کرمانی خاکی، وغیرہ نے جناب لیلی کے انتہائی دردآور اشعار نظم کیے ہیں البتہ ان کے ذکر سے گریز کرتے ہوئے عرض ہے کہ شائقین حضرات ان کے دیوان اشعار، مرحوم محدث محلاتی کی فرسان الہیجا یا حاج ملا ہاشم خراسانی کی منتخب التواریخ کی طرف رجوع کریں۔

۱۰ [بعض نسخوں میں ابی قرۃ ثقاف نقل ہوا ہے۔

۱۱ [ارشاد (مترجم) ج ۲ ص ۱۰۹، ۱۱۰۔

۱۲ [ارشاد (مترجم) ج ۲ ص ۱۳۷۔

۱۳ [تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۷۸، مروج الذهب ج ۳ ص ۹۱]

۱۵ [مناقب ابن شہرآشوب ج۴ص۷۷طبع قم]

۱۶ [مناقب ابن شہرآشوب، ج۴،ص۷۶،۱۷۱(ان دونوں عبارتوں کا ترجمہ اسی بحث کے اختتام پر آئے گا)]

۱۷ [بحارالانوار،طبع بیروت ج۴۵ص۳۲۹،۳۳۰]

۱۸ [کشف الغمہ ج۲ص۲۵۱،ارشاد شیخ مفیدؒ ج۲ص۱۳۷]

۱۹ [نفس المھموم ص۱۶۷]

۲۰ [بعض روایات کا بیان ہے: جب علی بن الحسینؑ نے مدیان جانا چاہا تو بی بیوں نے ان کے گرد حلقہ باندھ کر کہا: ارحم غُربتنا لاطاقة لناعلیٰ فِراقِک "ہماری غربت و بے کسی پر رحم کرو کیونکہ ہم تمہاری جدائی کی تاب نہیں رکھتے۔" مگر علی بن الحسینؑ نے ان کا جواب دیئے بغیر راہِ جہاد اختیار کیا البتہ یہ مطلب معتبر و معروف مقاتل میں نہیں ملتا،ہذا ممکن ہے یہ روایت خودساختہ ہو اسی لیے علی بن الحسینؑ نہ تو بی بیوں کے درمیان گئے اور نہ ہی جناب زینبؑ اور بی بی سکینہ اتنی بے تاب تھیں کہ ایسا کلام زبان پر جاری کرتیں۔ واللہ اعلم

۲۱ [ایک دوسری روایت میں ہے آپؑ نے فرمایا: قَطَعَ اللہ رَحِمَکَ کَمَاقَطَعتَ رَحِمِیَ وَلَمْ تَحْفَظْ قَرابتی مِن رسولِ الله ،وسلّط علیک "یعنی اس روایت میں اور ہماری نقل کردہ روایت میں فقط تقدم وتأخیر پایا جاتا ہے ورنہ اصل روایت میں کوئی اختلاف نہیں۔]

۲۲ [یہ اشعار جناب علی بن الحسینؑ کی مادر گرامی جناب لیلیٰ کا زبان ہے:

ای خدا آرام جانم می رود	هیجده ساله جوانم می رود
ای خدا شبها بروز آورده ام	تاچنین رعنا جوان پرورده ام
ای خدا آگاهی ازسوزدلم	تیره شد شمع شب افروزدلم]

۲۳ [مقتل مقرم ص۲۵۷]

۲۴ [قَمِر بروزن کتف،مرحوم استاد شعرانی نفس المہموم کے حاشیے پر لکھتے ہیں: قَمِر کَتِف کے وزن پر صحیح تلفظ ہے،لیکن قَمِر جَبَر کے وزن پر زیادہ استعمال ہوتا ہے اور گمان ہے کہ قاموس سمیتین بہ نے شمر ہی لکھا ہے۔]

۲۵ [بحارالانوار ج۵ص۴۳۔]

۲۶ [مقتل مقرم ص۲۵،حیاۃ الامام الحسینؑ باقر شریف ج۳ص۲۴۴۔]

۲۷ [ہاں درست ہے جب انسان خدا اور اسکے دین سے دوری اختیار کر کے ہواوہوس کی اس حد تک پیروی کرنے لگے کہ یزید جیسے شراب خوار و پست انسان کا لحاظ رکھے مگر خداوند یزل ولایزال کو بھلا دے۔ نعوذ باللہ من خزی الدنیاوعذاب الآخرۃ۔]

۲۸ [فقطّعُوه بسیُوفهم ارباً ارباً]

۲۹ [مقتل مقرم ص۲۶۰،بحارالانوار ج۴۵ص۴۴۔]

۳۰ [جودی خراسانی اس مناسبت سے اشعار کہتے ہیں:

بابابیا که تیغ جفاساخت کارِمن	برگی نچیده گشت خزان نوبهارمن

بابازپاافتادم وجانم به لب رسید | دست اجل گرفت زکف اختیارمن
قاتل مرا رخنجر کین پاره پاره کرد | رحمی نکرد برمژنه اشکبارمن]

۳۱ [مزید آگہی کیلئے اس آیت کی تفسیر میں موجود روایات پڑھی جاسکتی ہیں مثلاً تفسیر برھان اور تفسیر نورالثقلین پر رجوع فرمائیں۔]

۳۲ [ان اشعار کا مفہوم فارسی اشعار میں یوں نظم کیا گیا ہے:

چه زود بودای پسر، که همچو کوکب سحر | غروب کردی ازنظر،اجل بشددچارتو
اگر کنم تکلّمی ،کلام اوّلم توی | سکوت اگر کنم دمی ،دلست داغدارتو
چسان به خیمه رونم ،چه ناله وفغان کنم | چه چشم خوّن فشان کنم ، زروی گلعذارتو]

۳۳ [فرسان الہیجاء ج ا ص ۳۰۴]

۳۴ [نفس المہموم میں روضۃ الصفاء سے منقول ص ۱۶۵]

۳۵ [فرسان الہیجاء ج ا ص ۳۰۵]

۳۶ [فرسان الہیجاء ج ا ص ۲۵۴ کے مؤلف عبداللہ بن مسلم بن عقیل کے ترجمہ میں غلطی سے کہا ہے: امام حسینؑ عبداللہ بن مسلم کو بہت چاہتے تھے اب شاید یہ چاہت اور محبت بھانجے ہونے کے سبب تھی یا پھر داماد ہونے کی وجہ سے، کیونکہ عبداللہ کی زوجہ سکینہ بنت الحسینؑ تھیں جبکہ میں نے ریاحین الشریعہ جلد سوم میں اس پر اعتراض کیا ہے اور مصعب بن زبیر ان کے دوسرے شوہر تھے لیکن یہی ریاحین الشریعہ کے مؤلف سکینہ بنت الحسینؑ کے احوال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ان کے پہلے شوہر عبداللہ بن حسن تھے کہ جس کی دیگر مؤلفین نے بھی تائید کی ہے مثلاً اعلام الوریٰ میں طبرسی ص ۲۱۳، ابو فرج اپنی کتاب اغانی ج ۱۶ ص ۱۴۹ پر لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حسن انکے شوہر تھے۔ بہر حال اس مغالطے کا سبب ناموں میں شباہت اور ان دونوں کا کربلا میں شہید ہونا ہوسکتا ہے۔ بہر حال عبداللہ بن حسن کا بنت الحسینؑ سے فقط عقد ہوا اور وہ زفاف کے مراسم سے پہلے کربلا میں شہید ہوگئے جس کی تفصیل پیش کی جائے گی۔]

۳۷ [کامل التواریخ، ابن اثیر ج ۳ ص ۳۳۲]

۳۸ [منتخب التواریخ ص ۲۷۵]

۳۹ [نفس المھموم ص ۱۶۸]

۴۰ [البتہ بعض تاریخ نویسوں کے مطابق یہی محمد بن عقیل ہیں۔ واللہ اعلم]

۴۱ [تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۳۲ کامل ج ۴ ص ۷۵،]

۴۲ [تاریخ طبری میں امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ بنی اسد میں عبداللہ بن حسن کا خون ہے یعنی حرملہ بن کاہل اسدی نے انھیں شہید کیا ہے۔]

۴۳ [بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴]

۴۴ [منتخب التواریخ ص ۲۶۶]

۴۵ [مدینۃ المعاجز ص ۲۶۱]

۴۶ [خالد بن ربیعہ جناب ام البنین کے دادا تھے جو عرب کے ان معروف شاعروں میں سے تھے جنھوں نے معلقات سبعہ (سات منظوم کلام کہے اور انھیں خانہ کعبہ پر معلق کیا جاتا تھا) لکھے ہیں۔]

۴۷ [جبلہ دختر جناب عقیل کے اس مرثیے سے جو انھوں نے امام حسینؑ کی شہادت پر لکھا ہے:

عین الجودی بعبر قو عویل　　　　واندبی ان ندبت آل الرسول

ستة کلهم لصلب علی　　　　قد اصیبو او خمسة لعقیل

''آنکھو! اگر کبھی گریہ کرنا چاہو تو آل رسول پر گریہ کرنا اور ان پر رو کر سخاوت دکھاؤ۔''

استفادہ ہوتا ہے حضرت علیؑ کے چھ فرزند (مع الحسین) کربلا میں شہید ہوئے۔]

۴۸ [استاد شعرانی فرماتے ہیں خولی (بضم خاء) خولی غلط ہے بلکہ خاء اور واو پر زبر اور ''یاء'' پر تشدید لگانا صحیح ہے یعنی خوَلیّ درست تلفظ ہے جَدَلیّ کے وزن پر پڑھا جائے۔]

۴۹ [ایک دوسری روایت کے مطابق جناب عباسؑ نے فرمایا: ''تَبَّتْ یَدَاکَ وَبِئْسَ مَا جِئْتَنَا بِهِ مِنْ اَمَانِکَ یَا عَدُوَّ اللهِ أَتَأْمُرُنَا أَنْ نَتْرُکَ اخانا و سیدنا الحسینؑ ونَدْخُلَ فِی طَاعَةِ اللُّعَنَاءِ و أَوْلَادِ اللُّعَنَاءِ؟'' مردہ باد! اے دشمن خدا یہ کیسی امان ہے جو تو لایا ہے، کیا ہمیں یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور آقا حسینؑ کو چھوڑ کر ملعون ابن ملعون کی اطاعت میں آجائیں؟ منتخب التواریخ ص ۲۵۸]

۵۰ [بحار الانوار میں یوں نقل ہوا ہے: ''فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ یَشْرَبَ غُرْفَةً مِنَ الْمَاءِ ذَکَرَ عَطَشَ الْحُسَینِؑ وأَهلَ بَیْتِهِ فرمی الماء ومَلَأَ الْقِرْبَةَ'' جس کا ترجمہ ذکر ہو چکا ہے۔

ایک عرب شاعر نے اس بارے میں یوں لکھا ہے:

بذلتَ أباعباس نفساً نفیسة　　　　لِنَصْرِ حُسین عَزَّ بالجدّ عن مِثل

أبیت التذاذ الماء قبل التذاذه　　　　فحُسن فِعال المرءِ فرعٌ علی الاصل

فأنت أخو السِّبطَین فی یوم مَفخر　　　　وفی یوم بذلِ الماء أنتَ أبو الفضل

اور یہ اشعار فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں:

پُر کرد مشک و پس کفی از آب بر گرفت　　　　می خواست تا که نوشد از آن اب خوشگوار

آمد بیادش از جگر تشنهٔ حسین　　　　چون اشک خویش ریخت ز کف آب خوش

شد بالبان تشنه ز آب روان برون　　　　دل پرزجوش و مشک بدوش آن بزرگوار

کردند جمله حمله بر آن شبلِ مرتضی　　　　یک شیر درمیانهٔ گرگان بی شمار

یک تن کسی ندیده و چندین هزار تیر　　　　یک گل کسی ندیده و چندین هزار خار]

۵۱ [مقاتل الطالبین ص ۸۱، ۸۲ آئندہ صفحات پر بیان ہوگا کہ یہ اشعار جناب عباسؑ کی نسل سے ایک بزرگ شخصیت کے نظم کردہ ہیں یعنی محمد بن فضل بن عبیداللہ بن عباس۔]

۵۲ [خصال صدوق ج ۱ ص ۶۸]

۵۳ [یہ حدیث چند صفحات قبل اپنے ترجمے کے ساتھ نقل ہو چکی ہے۔]

۵۴ [وہ فضل بن محمد بن حسن بن عبید اللہ بن عباس ہیں۔]

۵۵ [یہ شعر کا جملہ باقی اشعار کے ساتھ ذکر ہو چکا۔]

۵۶ [یہ اشعار گزشتہ صفحات پر بیان ہو چکے ہیں۔]

۵۷ [حیاۃ الامام الحسین ج ۳ ص ۲۶۳، ۲۶۹]

سولہواں باب

شہادتِ امام حسینؑ

بقول محدث قمیؒ یہ باب ایسا غم انگیز ہے کہ اس کا مطالعہ اشک فشانی کا باعث بنتا ہے اور قلوب مومنین میں آتشِ فروختہ کر دیتا ہے۔ والی اللہ المشتکی وھو المستعان محتشم کاشانی کہتے ہیں:

گر خوانمش قیامت دنیا بعید نیست — این رستخیز عام که نامش محرّم است

گویا طلوع می کند از مغرب آفتاب — کاشوب در تمامی ذرّات عالم است

در بارگاہِ قدس که جای ملال نیست — سرهای قدسیان همه بر زانوی غم است

روایاتِ اہل بیتؑ میں اس روز کی مصیبت کو اعظم المصائب نام دیا گیا ہے اور رسول اللہؐ کے یوم رحلت، امیر المومنینؑ کے روز شہادت اور فاطمہ زہراؑ اور دیگر آئمہؑ کے ایام شہادت سے زیادہ اس روز کو بڑا جانا گیا ہے۔ بقول باقر شریف وہ کمر شکن کثیر مصیبتیں جو امام حسینؑ نے روز عاشورا مختلف اوقات میں تحمل کیں وہ دنیا کے کسی مصلح ور ہنما نے برداشت نہ کیں من جملہ وہ مصائب جو امام نے برداشت کیے۔

ا۔ اہل بیت کی خواتین، دختروں اور رسول اکرمؐ کے معصوم بچوں کا ہر آن اپنے عزیزوں کا خون میں آغشتہ دیکھنا اور بار بار جنازوں کو دیکھ کر نالہ وفغاں، فریاد و ماتم بپا کرنا جسے دیکھ کر پتھر دل بھی آب ہو جائے، چنانچہ سید حیدر حلی کہتے ہیں:

له الله مفطورٌ من الصبر قلبه — ولو كان من صمّ الصفا لتفطّرا

"اللہ نے اس کا دل صبر سے بنایا ہے اور اگر سخت پتھر سے بنا ہوتا تو ٹوٹ جاتا۔"

سید بحر العلوم فرماتے ہیں:

تلك الرزايا لو انّ القلب من حجر — اصمّ كان لاد ناهنّ ينفطر

مگر اس غم سے بڑھ کر امام کیلئے یہ غم تھا کہ آئندہ بعد از شہادت ان بچوں اور بی بیوں کو اسیر بنایا جائے گا امام جیسی غیور اور غیرت مند شخصیت کو انتہائی اضطراب تھا کہ یہ مسخ شدہ جانوران مستورات کے ساتھ کیا سلوک روا رکھیں گے، کیونکہ امام اس فکر کے آثار ان بی بیوں اور بچوں کے چہروں سے مشاہدہ فرما رہے

تھے، لہٰذا ناچار تھے کہ انھیں مختلف الفاظ و انداز میں آئندہ سے مطمئن کریں اور تسلی و تشفی کے ذریعے دلداری کریں۔

۲۔ پیاسے بچوں کی صدائے العطش اور ان میں سے بعض کا شدت پیاس سے نڈھال ہو کر جا بجا زمین پر گرنا جسے محتشم یوں نظم کرتے ہیں:

زان تشنگان هنوز بعیوق می رسد	فریاد العطش زبیابان کربلا بودند
دیو و دد همه سیراب و می مکید	خاتم زقحط آب سلیمان کربلا

ایک اور شاعر ان الفاظ میں کہتا ہے:

مگر به کرب وبلا آب قیمت جان بود	که از عطش به فلک ناله یتیمان بود
کفن دریغ مگر بود بهر شاه شهید	که تا سه روز تنش روی خاک عریان بود
گلوی جمله تر از آب خوشگوار فرات	به حلق خشک علی اصغر آب پیکان بود
ز آب و نان همه سیر روز کربلا تا شام	سکینه تشنه آب و گرسنه نان بود

حتیٰ خود امام جو ہر ایک کی پیاس کی فکر میں تھے خود انتہائی درجہ کے پیاسے تھے، چنانچہ روایت ہے جبریل امینؑ نے آدم ابوالبشرؑ سے روز عاشورا کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لوتراہ یا آدم وھو یقول : واعطشاہ و اقلّة ناصراہ ،حتّٰی یحول العطش بینه وبین السماء کالدخان ۔[۲]

''اے آدم اگر آپ انھیں اس حال میں دیکھ لیتے کہ جب وہ ہائے پیاس، ہائے مددگار کہہ رہے تھے، یہاں تک کہ پیاس اتنی بڑھ گئی کہ ان کی آنکھوں سے سوائے دھندلاہٹ کے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا...''

ایسی صورت میں ان ننھے ننھے بچوں کی پیاس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۳۔ امام حسینؑ کا اپنے بھائیوں، بیٹوں، اعوان و انصار اور بھانجوں بھتیجوں کے ٹکڑے ٹکڑے بدن اور خون آلود اجساد اور قطاروں کی صورت میں جا بجا چنے گئے دیکھا۔

۴۔ ان تمام باوفا اصحاب و عزیز و اقارب کی جدائی جن کے ایثار و خلوص کی تطہیر روئے زمین پر نظر نہیں آتی اور اب وہ مخلص و ہمدرد ساتھی امام کو چھوڑ کر جا چکے ہیں اور فقط چند بچے اور مستورات باقی رہ گئی ہیں جبکہ ان سے بھی چند لحوں بعد دوری ہو جائے گی۔ اس منظر کو عرب شاعر نظم کرتا ہے:

یقولون انّ الموت صعب علی الفتی	مفارقة الاحباب و الله اصعب

''کہتے ہیں کہ موت جوان پر سخت و دشوار ہوتی ہے جبکہ قسم بخدا احباب سے مفارقت زیادہ دشوار ہے۔''

ہاں ان تمام مشکلات و مصائب کا برداشت کرنا بغیر ایمان اور خدا پر توکل کے ناممکن ہے بے شک ایسے موقع پر سکون و اطمینان قلب پانے کیلئے یادِ خدا وہ واحد سہارا ہے جسے خود ذات احدیت نے تعلیم دیا:

الابذکر الله وتطمئین القلوب

اس مقام پر فارسی زبان شاعر نے مخمس لکھی ہے:

جلوئہ خورشیداز جمال حسین است — چشم فلک مات درجلال حسین است

علم وحکم حرفی از کمال حسین است — معنی خلق حسن خصال حسین است

گوهرانسان حسین وجوهراحسان

تنگ میان رابه عزم کشته شدن بست — پای فشردو کشیدازسروجان دست

راحت مردم به جست وپیکرخودخَست — زخم دل خلق بست ودست خوداشکست

الله که اینسان بودفتوّت انسان

آنکه دلش بالقای حق شده مأنوس — کسی کنداندیشه ازاسارت ناموس

فکرت ماپیش اواست فکرت معکوس — برخودوناموس کی خوردغم وافسوس

آنکه خدایش مکلّف است ونگهبان

عبداللہ بن عمار نامی ایک شخص سے روایت نقل ہوئی ہے:

فوالله مارأیتُ مکثوراً قدقُتل اولاده واصحابه أربط ُجاشاً منه ،ولاامضی جناناً منه ،ووالله مارایت قبله ولابعده مثله "قسم بخدا میں نے ایسے شخص کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کبھی دیکھا جسے دشمن کی کثیر تعداد نے گھیر رکھا ہو اور اسکے یار و مددگار بھی مارے جا چکے ہوں مگر وہ مطمئین اور شجاعت کے بھرپور انداز میں کھڑا ہو۔"

شہادتِ شیرخوار

بحارالانوار، نفس المہموم اور دیگر مقاتل میں آیا ہے، جب امام حسینؑ کے تمام انصار و اقارب شہید ہو چکے اور آپؑ تنہا رہ گئے تو میدان میں آ کر فرمایا:

هل من ذابّ عن حَرَمِ رسول الله ؟هل مِنَ مُوَحِّدٍیخاف الله فینا؟هل من مغیثٍ یرجو الله فی اِغاثتنا؟ "کیا کوئی ہے جو حرم رسول اللہ کو دشمنوں سے بچائے کیا کوئی خدا پرست ہے جو ہماری راہ میں خدا سے ڈرتے ہوئے ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی فریادرس ہے جو ثواب کی خاطر ہماری کمک کرے؟"

جب امام کا استیغاثہ خیموں میں بیبیوں نے سنا تو نالہ و فغاں کی صدائیں بلند ہونے لگیں، امام درخیمہ پر تشریف لائے اور جناب زینبؑ سے فرمایا:

ناولینی ولدی الصغیر حتّی اودعَهٗ میرے ننھے بچے کو لاؤ تا کہ میں اسے وداع کروں۔

مگر جوں ہی اس بچے کو گود میں لیا، تا کہ پیار کریں حرملۃ بن کاہل اسدی کا تیر بچے کو ذبح کرتا ہوا گزر گیا۔

اس مقام پر عرب شاعر یوں لکھتا ہے:

ومنعطفاًھوی لتقبیلِ طفله　　　فقبّل منه قبله السهم منحراً

''بوسہ دینے کیلئے جھکے تھے مگر تیر نے ان سے پہلے بوسہ لے لیا۔''

اس وقت امام حسینؑ نے زینبؑ سے فرمایا: اسے گود میں لو پھر اپنے دونوں ہاتھوں میں اس بچے کا بہتا ہوا خون لیا اور اسے آسمان کی جانب کرتے ہوئے فرمایا:

هَوَّن عليّ مانَزَلَ بی انه بعین الله ''جو چیز اس مصیبت کو میرے لئے آسان کر رہی وہ یہ کہ خدا دیکھ رہا ہے۔

ابوالفرج اور دیگر اہل قلم لکھتے ہیں:

اس شیر خوار بچے کی والدہ گرامی امری القیس بن عدی کلبی تھیں (البتہ وہ معروف شاعر و ادیب امری القیس بن حجر کندی ان سے ہٹ کر ہیں) جو حضرت سکینہ کی بھی والدہ تھیں اور یہ وہی حضرت رباب ہیں جن کے اور سکینہ کے بارے میں امام حسینؑ نے فرمایا:

لعمرک اننی لاحبّ داراً　　　تکن فیهاالسکینة والرباب

اجهماوابذل جلّ مالی　　　ولیس لعاتب عندی عتاب

''مجھے تیری جان کی قسم اس گھر کو دوست رکھتا ہوں جس گھر میں رباب اور سکینہ نامی (خواتین) ہوں میں ان دونوں کو عزیز رکھتا ہوں اور ان کیلئے اپنا مال خرچ کرنے میں مجھے کوئی باک نہیں اور اس بارے میں کسی کو میری مذمت کا بھی حق حاصل نہیں۔'' [۳]

یہ وہی رباب ہیں جو اسارت کے بعد مدینہ واپس آئیں، مگر ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہیں اور جب بھی کوئی مدینہ کی شخصیات میں سے ان کی خواستگاری کیلئے آیا تو رباب نے یہی فرمایا:

ماکنت لاتّخذحمواًبعدرسول الله ''رسول اللہؐ کے بعد کسی کو اپنا خسر نہیں بنا سکتی۔''

جبکہ بعض اہل تاریخ کا قول ہے، آپ کربلا کے بعد دوبارہ مدینہ نہ آئیں بلکہ کربلا ہی میں قبر امام کی مجاوری کرتی رہیں اور تا حیات سائے میں نہ بیٹھیں اور اس طرح غم واندوہ اور فراق شوہر واولاد کا غم انھیں ایک سال کے اندر کھا گیا۔ ابوالفرج لکھتے ہیں:

وہ اپنے زمانے کی فاضل ترین خاتون تھیں اور یہ اشعار جو امام حسینؑ کا مرثیہ ہے انہی سے نقل ہوا ہے:

انّ الذی کا نوراًیُستضاء به　　　بکربلاقتیلٌ غیرمدفون

سبط النبی جزاک اللهُ صالحة　　　عنّاوجنّبت خسران الموازین

قدکنت لی جبلاًصعباًألوذبه　　　وکنت تصحبنابالرحم والدین

من للیتامی، ومن للسائلین ومن　　　یُغنی ویأوی الیه کلّ مسکین

والله لاابتغی صهراً بصهرکم　　حتّی أغیَّب بین الرم والطین ۴

"وہ جونور تھا اور لوگ اس سے ضیاء پاتے تھے اسے کربلا میں قتل کر دیا گیا اور اسے دفن تک نہ کیا، اے رسول اللہؐ کے نواسے خدا تمہیں جزائے عظیم عطا کرے اور تمہارا ترازو وزنی رہے، بے شک تم ایک ایسا پہاڑ تھے جس سے میں سہارا لیا کرتی تھی اور تم تھے کہ جو دین اور رحم کی وجہ سے ہمارا ساتھ دیتے تھے اب کون ہے جو یتیموں اور بے سہارا لوگوں کا سہارا بنے؟ اب کون ہے جس کی جانب مسکین و پریشان حال لوگ رجوع کریں؟ قسم بخدا میں تمہارے بعد کسی سے عقد نہیں کروں گی یہاں تک کہ خاک و گل میں پنہاں ہو جاؤں!" ۵

شیخ مفید لکھتے ہیں:

امام حسینؑ اپنے خیموں کے آگے تشریف فرما تھے کہ کسی نے آپؑ کے چھوٹے فرزند عبداللہ کو گود میں دیا امام نے بھی اسے اپنی آغوش میں لیا کہ اچانک بنی اسد کے ایک فرد نے اس بچے کو ایسا تیر مارا جو اسے ذبح کرتا چلا گیا:

هل راحم یرحم الطفل الصغیر فقد　　جفّ الرّضاع ومالطفل مصطبر
هل من نصیرٍ مُحام أواخی حسب　　یرعی فماحاموا ومانصروا

"کوئی ہے جو اس چھے بچے پر رحم کھائے کیونکہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور قرار نہیں پا رہا، کوئی ہے جو ہماری حمایت کرے۔"

هل راحم یرحم الطفل الصغیر فقد　　جفّ الرضاع ومالطفل مُصطبر
هل من نصیرٍ مُحام أواخی حسب　　یرعی فماحاموا ومانصروا
شاه در گفتار و کودک گرمِ خواب　　که زنوک ناوکش دادندآب
در کمان تیری نهاده حرمله　　او فتاداندر ملائک غُلغله
جست چون تیراز کمانِ شوم او　　پرزنان بنشست بر حلقوم او
شه کشیدآن تیرو گفت ای داورم　　داوری خواه از گروه کافرم
نیست این نوباوئه پیغمبرت　　ازفصیل ناقه کمتر دربرت

ہشام بن محمد کلبی سے روایت کرتے ہیں:

امام حسینؑ نے جب اپنے چھوٹے بچے کو دیکھا کہ وہ شدت پیاس سے گریہ کر رہا ہے تو اسے لے کر چلے اور قوم اشقیا سے فرمایا:

یاقوم ان لم ترحمونی فارحموا هذا الطفل "اے لوگو! اگر مجھ پر رحم نہیں کھاتے تو اس بچے پر رحم کھاؤ؟"

پر افسوس اس وقت دشمن کی جانب سے پانی کی جگہ ایک تیر آیا جس نے اسے ذبح کر کے رکھ دیا۔

امام حسینؑ نے اس منظر کو دیکھ کر گریہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:

اللّٰھم احکم بیناوبین قوم دعونالینصر ونافقتلونا ''اے خدا ہمارے اور ان کے درمیان تو فیصلہ کر جنھوں نے مجھے دعوت دی کہ میری مدد کریں گے اور اب مجھے قتل کر رہے ہیں۔''

اس وقت آسمان سے ہاتف غیبی کی آواز آئی:

دعہ یاحسین فانّ لہ مُرضعاً فی الجنّة ''اے حسین! بچے کو رکھ دو ہم نے بہشت میں اس کیلئے ایک دودھ پلانے والی مقرر کر دی ہے۔''

ابن نما کے مطابق امام نے اس بچے کا جنازہ بھی دیگر شہداء کے ساتھ رکھ دیا، جبکہ محمد بن طلحہ مطالب السئول میں کتاب الفتوح سے نقل کرتے ہیں، امام حسینؑ کا ایک چھوٹا بچہ تھا جسے ایک ظالم نے تیر سے شہید کیا تو امام نے اپنی تلوار سے قبر کھودی، اس پر نماز پڑھی اور دفنا دیا:

شه آمدبر کفش طفل صغیری	عیان شددر کنارمه ستاره
بگفتاباسپه گرمُجرمم من	ندارد جرم طفل شیرخواره
چوابن سعدبشنیداین سخن را	به تیر اندازختن کردی اشاره
زشصت حرمله تیری رهاشد	زگوخش تابگوشش گشت پاره

زیارت ناحیہ میں آیا ہے:

السلام علی عبدالله بن الحسين الطفل الرضيع ،المرمىّ الصريع ، المتشحّط دماً المصعّدمه في السماء المذبوح بالسهم في حُجرابيه ، لعن الله راميه حرملة بن كاهل الاسدى وذويه

کیا طفل رضیع علی اصغر تھے؟

اب تک جو کچھ پڑھا یا سنا گیا اسکے مطابق کسی روایت یا مقتل میں علی اصغر کے نام سے اس شیر خوار کا نام نہیں ملتا، چنانچہ روایات و تاریخی کتب میں یا فقط عبداللہ بن الحسین ذکر ہوا ہے یا پھر طفل (بچہ) اور طفل الرضیع (شیر خوار بچہ) کا لفظ استعمال ہوا ہے یا پھر دونوں لفظ (عبداللہ طفل الرضیع) استعمال ہوئے ہیں جیسا کہ زیارت ناحیہ کی عبارت بھی اسی کے مطابق ہے، البتہ علماء قدیم کی کتابوں میں فقط ابن شہر آشوب کی مناقب میں (جبکہ وہ بھی غیر واضح ہے) شہادت جناب علی بن الحسین اکبر کے بعد لکھتے ہیں:

فبقي الحسين وحيداً وفي حُجره على الاصغرفأصاب حلقه ، فجعل الحسينؑ يأخذالدم من نحره فيرميه الى السماء فمايرجع منه شي ء ... [۶]

یعنی فقط اسی کتاب میں اس شیر خوار کا نام عبداللہ بن الحسین نقل نہیں ہوا ہے بعض نے (مثلاً منتخب التواریخ) احتمال دیا ہے وہ شیر خوار علی اصغر تھے اور عبداللہ ان کا دوسرا نام یا پھر لقب تھا، کیونکہ کربلا میں عبداللہ کے علاوہ کوئی شیر خوار بچہ نہ تھا۔ فرسان الھیجاء کے مؤلف نے حدائق الودیعہ سے نقل کیا ہے:

امام حسینؑ کا یہ بچہ آپؑ کی زوجہ ام اسحاق بنت طلحہ کے بطن سے روز عاشورا متولد ہوا تو امامؑ نے اسکا نام عبداللہ رکھا اور گود میں لے کر اپنی زبان چسا رہے تھے کہ اچانک عبداللہ بن عقبہ غنوی یا ھانی بن ثبیت نے تیر مار کر اس بچے کو شہید کر دیا۔ واللہ اعلم

بہر حال چند مرثیوں کے ساتھ اس تحقیق کا اختتام کرتے ہیں:

عشق بازی کار هر شیّاد نیست — این شکار دامِ هر صیّاد نیست
عاشقی را قابلیت لازم است — طالب حق را حقیقت لازم است
عشق از معشوقه اول سرزند — تا به عاشق جوته دیگر کند
تا بحدّی که بر دهستی ازاو — سرزند صد شورش و مستی ازاو
شاهد این مدّعی خواهی اگر — بر حسین و حالت او کن نظر
روز عاشورا در آن میدان عشق — کرد رو را جانب سلطان عشق
بار الها این سَرَم این پیکرم — این علمدار رشید این اکبرم
این سکینه این رقیّه این رباب — این عروس دست و پا در خون خضاب
این منُ و این ذکر یارب یاربم — این منُ و این ناله های زینبم
این منُ و این ساربان این شمر دُون — این تن عریان میان خاک و خون
پس خطاب آمد ز حق کی شاه عشق — ای حسین ای یکه تازِ راه عشق
گر تو بر من عاشق ای مُحترم — پرده بر چین من بتو عاشق ترم
غم مخور که من خریدار تو اَم — مشتری بر جنس بازار تو اَم
هر چه بودت داده ای در راهِ ما — مرحَبا صَلمرحَبا خود هم بیا
خود بیا که می کشم من نازتو — عرش و فرشم جُمله پا اندازِ تو
لیک خود تنها یا در بزم یار — خود بیا و اصغرت راهم بیار
خوش بود در بزم شاهان بلبلی — خاصه در منقار او برگ گلی
خود تو بلبل گل علی اصغرت — زود تر بشتاب سوی داورت

جودی خراسان نے علی اصغر کی مرثیہ میں کہا ہے:

اصغرا گر ز عطش تشنه و بی تاب شدی — بروی دست پدر خوب تو سیراب شدی
شمر رحمی نه اگر بر دل بی تابت کرد — نوک تیر ستم حرمله سیرابت کرد
گفت پیکان چه بگوش تو که مدهوش شدی — چه شنیدی که به یک مرتبه خاموش شدی
هَوَسم بود هم آواز بمادر باشی — نقل مجلس شب دامادی اکبر باشی
بُد امیدم که تو اُم یار بهر حال شوی — بزبان آی و هم صحبت اطفال شوی
سینه بگداخت از این غم که تو با این دلِ ریش — دست و پای نزدی در دم جاندادن خویش

امام حسینؑ کی اہل حرم سے آخر رخصت

نفس المہموم نے مقاتل سے نقل کیا ہے:

جب امام حسینؑ نے اپنے بہتر اصحاب و اقارب کے جنازے اٹھا لیے تو خیمہ گاہ کا رخ کیا اور آواز دی:

یاسکینہ ،یافاطمہ ،یازینبؑ ،یاام کلثوم علیکن منّی السلام

جب امام کا سلام آخر، آپؑ کی بیٹی سکینہ نے سنا تو پکار کر کہا:

یاابۃ استلمت للموت بابا جان کیا مرنے کیلئے تیار ہو رہے ہو؟

امام نے جواب دیا: کیف لایستلم للموت من لاناصرله ولامعین "وہ کیسے موت کو گلے نہ لگائے جس کا کوئی یار و مددگار باقی نہ رہا ہو"

حضرت سکینہؑ نے فرمایا: رُدّناالی حرم جدّنا "ہمیں (مدینہ) حرم جد میں پہنچادیں۔"

امام نے فرمایا: هیهات لوتُرک القطاالنام! "اگر یہ مرغ قطا کو اسکے حال پر چھوڑ دیتے تو وہ سو جاتا۔"

چنانچہ بچوں اور خواتین کی رونے کی شور و شرابہ بلند ہوا، پھر امام نے انھیں خاموش کیا۔ اسی مقتل میں ہے، امام اس وقت ام کلثوم کے نزدیک آئے اور ان سے فرمایا:

اُوصیک یااُخیه بنفسک خیراً وانّی بارزٌ الی هؤلاء القوم "اے بہن! اب خود کو سنبھالنا کیونکہ اب میں اس قوم سے جہاد کرنے جا رہا ہوں۔"

اسکے بعد حضرت سکینہ نالہ و فریاد کرتی ہوئیں اپنے بابا کی جانب بڑھیں، امام نے آگے بڑھ کر انھیں سینہ سے لگایا، کیونکہ امام انھیں بہت چاہتے تھے اور ان کے آنسو اپنے دست مبارک سے پونچھتے ہوئے فرمایا: ؎

سیطولُ بَعدی یاسکینة فاعلمی	منکِ البکاءِ اِذاالحمام دهانی
لاتحرّقی قلبی بدمعکِ حَسرة	مادام منّی الروح فی جُثمانی
فاذاقُتلتُ فأنت اولی بالّذی	تاتینه یاخیرةالنسوان

"اے سکینہ جان لو کہ تمہیں میرے بعد بہت گریہ کرنا ہے، للہذا ابھی اس وقت گریہ نہ کرو کیونکہ تمہارا رونا مجھے پریشان کر دیتا ہے اور جب میں قتل کر دیا جاؤں تو بیٹی سکینہ! ضرور میرے جنازے پر آنا، کیونکہ عورتوں میں تم اس کام کیلئے زیادہ حق رکھتی ہو اے خواتین میں منتخب روزگار۔" ۸

اس غم انگیز منظر کی تصویر کشی کیلئے آئندہ صفحات پر اشعار و مراثی موجود ہیں۔

امام کا پرانا لباس طلب کرنا

اہل تاریخ نے لکھا ہے:

امام حسینؑ اپنی عمر کے آخری لمحات میں درِ خیمہ پر تشریف لائے اوروں سے پُرانا لباس زیر قبا پہننے کیلئے طلب کیا تا کہ بعد شہادت دشمن پرانا لباس دیکھ کر بدن کی بے حرمتی نہ کرے۔ پس ایک کُرتا امام کو پیش کیا گیا مگر حضرتؑ نے اسے زیب تن کرنے سے انکار کیا اور فرمایا یہ اہل ذلت کا کُرتا ہے، پھر دوسرا کُرتا لایا گیا تو آپؑ نے اسے چند جگہ سے پارہ کیا اور اسے زیر قبا پہن کر چلے، مگر ان تمام اہتمام کے باجود ان پست فطرت لوگوں نے تن اطہر سے وہ بھی اتار لیا۔

وصال شیرازی کہتے ہیں:

لباس کهنه بپوشیدزیرپیرهنش	که تابرون نکندخصم بدمنش زتنش
لباس کهنه چه حاجت که زیرِسُمّ ستور	تنی نه نبود که پوشندجامه یاکفنش
که گفت ازتن اوخصم برکشیدلباس	لباس کی بوداوراکه پاره شدبدنش

ایک اور شاعر کا کلام ہے:

ازهمه عالم گذشت وکردقناعت	پیرهن کهنه خواست شاه ولایت
گفت به زینب بیارتاکه بپوشم	بلکه برهنه نمانداین قدوقامت
گرچه برون آورندازتنم آنرا	لیک بودحُجّتی بروزقیامت

روایت ہے، جب امام ان بے دینوں سے جنگ کیلئے روانہ ہوئے تو حضرتؑ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

کفرالقوم وقِدماً رغبوا	عن ثواب الله ربُّ الثقلین
قتلوا القوم علیّاًوابنه	حسن الخیر کریم الابوین
حنقاًمنهم وقالوااجمعوا	احشروا الناس الی حرب الحسین
یاالقوم من اُناس رذّل	جمعوا الجمع لاهل الحرمین
ثمّ صاروا وتواصوا کلّهم	باجتیاحی لرضاء الملحدین
لم یخافوا الله فی سفکِ دمی	لعبیدالله نسل الکافرین
وابن سعدقدرمای عنوة	بجنود کوکوف الهاطلین
لالشی ٍکان منّی قبل ذا	غیرفخری بضیاء الفرقدین
بعلیّ الخیرمن بعدالنبی	والنبیّ القرشیّ الوالدین
خیرة الله من الخلق أبی	ثمّ امّی فاناابن الخیرتین
فضّة قدخلصت من ذهب	فاناالفضّه وابن الذهبین
من له جدّ کجدّی فی الوری	اوکشیخی فاناابن العلَمین
فاطم الزهراء امّی وابی	قاصم الکفر ببدر و حُنین
عبَدَ الله غلاماً والعزّی معاً	وعلیّ کان صلّی القبلتین

يعبدون اللّات و العزّى معاً — وعليّ كان صلّى القبلتين
فأبي شمسٌ و امّي قمرٌ — فانا الكوكب و ابن القمرين
و له في يوم اُحد وقعة — شفّت الغلّ بفضّ العسكرين
ثمّ في الاحزاب و الفتح معاً — كان فيها حتف اهل الفيلقين
في سبيل الله ماذا صنعت — اُمّة السوء معاً بالعترتين
عترة البرّ النبيّ المصطفىٰ — وعليّ الورد يوم الجحفلين

''اس قوم نے کفر کیا اور دو جہاں کے پروردگار کے اجر و ثواب سے دور ہوئے، انھوں نے میرے بابا علیؑ اور ان کے فرزند حسنؑ کو جو ماں باپ دونوں کی طرف سے کریم تھے قتل کر دیا انھوں نے حسینؑ سے کینہ کی وجہ سے اس تمام قوم کو جنگ کیلئے جمع کیا ہے، یہ اہل بیت رسولؐ سے جنگ کرنے وہ لوگ جمع ہوئے ہیں جو ذلیل و پست لوگ ہیں، یہ ایک دوسرے کی مدد اسلیئے کر رہے ہیں تا کہ یزید اور اسکے افراد رضایت حاصل کریں، یہ میرا خون بہانے سے خوف خدا نہیں رکھتے، ابن سعد جیسے بارش برس رہی ہو مجھ سے لڑنے کیلئے فوج لایا ہے، ان کی یہ جنگ مجھ سے فقط اس لیے ہے کہ میں علیؑ و رسولؐ دونوروں سے ہوں، کیونکہ میرے والد علیؑ اور جد رسولؐ قریشی ہیں، میرے ماں باپ بہترین خلائق ہیں اور میں ان بہترین خلائق کا فرزند ہوں، میں دو طلاؤں سے دو طلاؤں سے مادر چاندی ہوں، کون ہے جو میرے جد جیسا جد رکھتا ہو اور میرے والد جیسا باپ رکھتا ہو، فاطمہؑ میری ماں ہیں اور میرے بابا نے بدر و حنین میں کفر کی کمر توڑ ڈالی تھی اور میرے والد اس وقت عبادت الٰہی کرتے تھے جب قریش بت پرست تھے اور لات و عزیٰ کی عبادت کرتے تھے میرے والد نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے میری ماں قمر اور بابا خورشید ہیں اور میں ان دونوں کا ستارہ ہوں، روز اُحد میرے والد کا یہ مقام تھا کہ انھوں نے کفار سے مقابلہ کیا اور مومنین کو سرور پہنچایا اور جنگ احزاب اور فتح مکہ کے وقت اپنے (مسلمان) اور دشمن کے لشکر میں بہادری کے اعتبار سے حریف نہیں رکھتے تھے، اب ان تمام فضائل کے بعد سوچو میں کیا ہوں اور اس امت نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ کون سی عترت عترتِ رسول و علی جو ساقی کوثر ہیں سے بڑھ کر ہو سکتی ہے۔''

پھر جب برہنہ شمشیر دستِ مبارک میں تھی اور شہادت کیلئے آمادہ ہوئے تو دشمن کے مقابل کھڑے ہو کر فرمایا:

انا ابن عليّ الطهر من آل هاشم — كفانا بهذا مفخر اُحين افخر
و جدّي رسول الله اكرم من مشي — و نحن سراج الله في الخلق يزهر
و فاطم امّي من سلالة احمد — و عمّي يُدعى ذو الجناحين جعفر
و فينا كتابُ الله انزل صادقاً — و فينا الهدى و الوحي بالخير يذكر
و نحن امان الله للناس كلّهم — نُسِرُّ بهذا في الانام و نُجهر

ونحن ولاة الحوض تسقي ولاتنا بكأس رسول الله ماليس ينكر
وشيعتنافي الناس اكرم شيعة ومبغضنايو القيامة يخسر

''میں علی مطہر جو آلِ ہاشم میں سے ہیں کا بیٹا ہوں اور فخر کرنے کے وقت ہمارے لئے یہی افتخار کافی ہے، میری جد دنیا کے بہترین فرد ہیں اور ہم ہدایت کے روشن چراغ ہیں، میری مادر فاطمہ آل احمد ہیں اور میرے چچا جعفر صاحبِ دو پَر ہیں، ہم پر کتاب خدا نازل ہوئی اور ہدایت و رہنمائی ہمارے پاس ہے اور جبریل ہمارے نازل ہوتے تھے، ہم خلق پر خدا کی امان ہیں جنھیں سب مخفی وظاہر مانتے ہیں، ہم حوضِ کوثر کے متولی ہیں تاکہ خلقِ خدا کو سیراب کریں، ہمارے شیعہ بہترین افراد ہیں اور ہمارا دشمن قیامت میں شرمسار ہیں۔''

علامہ مجلسی بحارالانوار میں محمد بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں:

ابوعلی سلامی اپنی تاریخ میں مندرجہ ذیل ان ابیات کو امام حسینؑ کی جانب نسبت دیتے ہیں کہ یہ کلام خود امام حسینؑ کا ہے:

فان تكن الدنياتعدُّ نفيسة فانّ ثواب الله اعلى وأنبل
وان يكن الابدان للموت انشأت فقتل امرء بالسيف في الله افضل
و ان يكن الارزاق قسماًمقدّراً فقلّة سعي المرء في الكسب اجمل
وان تكن الاموال للترك جمعها فمابال متروك به المرء يبخل

''اگر دنیا کی کوئی اہمیت ہے تو جان لو خدا کا ثواب اس سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اگر بدن مرنے کیلئے ہیں تو پھر راہِ خدا میں تلوار کے ساتھ مرنا افضل ہے، اگر رزق معین ہو چکا ہے تو اس کیلئے معمولی سی کوشش ہی کافی ہے، اگر مال دنیا میں ہی رہ جائے گا تو پھر جو چیز رہ جانے والی ہے اس سے بخل کیوں کرتا ہے۔''

البتہ مرحوم شعرانی ان اشعار کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں مندرجہ بالا عبارت میں احتمال ہے یہ تمام اشعار دوسرے شاعروں نے امام حسینؑ کے زبانِ حال کے طور پر کہے ہوں، کیونکہ ایسے واقعات کا زبان حال لکھنا رسم ہے۔

جنگ اور دشمن پر حملہ

امام حسینؑ میدان جہاد میں تشریف لائے اور مبارز طلب کیا، مگر جو بھی حضرتؑ کے سامنے آیا فوراً حضرتؑ کی شمشیر سے روانہ دوزخ ہوا، یہاں تک کہ بڑے پیمانے پر قتل ہوئے پھر آپ نے دشمن کے میمنہ (دائیں جانب) پر یہ رجز پڑھتے ہوئے حملہ کیا:

الموت خيرٌ من ركوب النار والعارأولىٰ من دخول النار

پھر میسرہ (بائیں جانب) پر اس رجز کے ساتھ حملہ کیا:

أنا الحسين بن علي　　　آليت أن لا انثني
أحمي عيالات أبي　　　امضي على دين النبي

علامہ مجلسی بحار الانوار میں چند راویوں سے نقل کرتے ہیں:

فو الله ما رأيتُ مكثوراً قطّ قد قُتل ولده واهل بيته وصحبه أربط جاشاً منه، وان كانت الرجال لتشدّ عليه فيشدّ عليها بسيفه فتنكشف انكشاف المعزى اذا شدّ فيها الذئب ولقد كان يحمل فيهم وقد تكملوا ألفاً فينهزون بين يديه كأنّهم الجراد المنتشر ثمّ يرجع الى مركزه وهو يقول : لاحول ولاقوّة الا بالله العلي العظيم "قسم بخدا ایسا شخص جس کے تمام اصحاب و اقارب شہید ہو چکے ہوں اور دشمن کی کثیر تعداد نے اسے گھیر رکھا ہو مگر وہ مطمئن و پُر سکون کیفیت میں کھڑا ہو نہیں دیکھا لوگ اس پر حملہ کرتے تھے اور جب وہ اپنی شمشیر سے حملہ کا جواب دیتا تو دشمن بکریوں کی مانند دائیں بائیں فرار ہوتے ہوئے دکھائی دیتے تھے اور جب وہ حملہ کرتا تو اس کا دشمن ہزاروں کے باوجود بکھری ہوئی ٹڈیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا اور وہ پلٹ پلٹ کر اپنے مقام پر آتا اور یہ جملہ تکرار کرتا تھا: لاحول ولاقوّة الا بالله العلي العظيم۔" [۹]

سروش اصفہانی متوفی ۱۲۸۵ اس بارے میں کہتے ہیں:

از دشت کارزار بر انگیخت رستخیز　　　درهم شکسته خصم و گرفته رهِ گریز
گه حمله بُرد سوی یمین، گه سوی یسار　　　گفتی که حیدراست به کف ذوالفقار یز
دریای موج کیز درود دشت از سپاه　　　چون نوح، شاه در دل دریای موج خیز
کامدندا بدو که چنین گر کنی نبرد　　　باتو کرا بود بجهان طاقت ستیز
باقوّت ولایت اگر تیغ می زنی　　　از تیغ تو کند ملک الموت احتریز
تو از برای کشته شدن در ره خدا　　　سوی عراق بار سفر بستی بی حجیز
باید برند پردگیان تو را به شام　　　بی پرده بر فراز شترهای بی جهیز
گردی تو کُشته و بسر کشته تو، خاک　　　ریزد سکینه بر سر گیسوی مشک بیز
خواهی اگر شفیع مُحبّان شوی به حشر　　　بر عهد خود وفا کن و خون بیش از این مری[ز]
گفتا به عهد همچو منی کیسی بود خلاف　　　شمشیر خویش کرد پس آنگاه در غلاف

مسعودی کی اثبات الوصیۃ میں روایت نقل ہے، امام حسینؑ نے دشمن کے ایک ہزار آٹھ سو افراد کو واصل جہنم کیا، جبکہ شہر آشوب کے مطابق امامؑ مسلسل لڑتے رہے، یہاں تک دشمنوں کے ایک ہزار نو سو پچاس افراد واصل جہنم کیے اور یہ تعداد زخمیوں کے علاوہ ہے یہی وہ وقت تھا جب عمر بن سعد نے اپنی فوج سے کہا:

الويل لكم اتدرون لمن تقاتلون ؟ هذا ابن الانزع البطين، هذا ابن قتّال العرب، فاحملوا عليه من كل جانب "تم پر لعنت ہو! کیا جانتے ہو تمہارا مقابلہ کس انسان سے ہے؟ یہ "انزع البطین"، علی بن

ابیطالب کا بیٹا ہے۔'' ۱؎
یہ عربوں کے قاتل کا بیٹا ہے، لہٰذا اس پر ہر جانب سے حملہ کرو۔
اس وقت چار ہزار دشمن نے اپنی کمانوں میں تیروں کو جوڑا اور ایسے رخ سے تیروں کی بارش ہونے لگی کہ وہ امام حسینؑ اور اہل حرم کے درمیان حائل تھے۔ امام حسینؑ نے اس حملہ کو دیکھ کر فرمایا:

یاشیعة آل ابی سفیان ان لم یکن لکم دین و کنتم لاتخافون المعادفکونوااحراراً فی دنیاکم و ارجعوالی احسابکم اذ کنتم اعراباً ''اے آل ابوسفیان کی پیرو جماعت اگر تم دین نہیں رکھتے اور تمہیں روزِ جزا کا خوف نہیں ہے تو کم ازکم اس دنیا میں آزاد مرد بن کر رہو اور اگر عرب ہو تو اپنی اصالت کا مظاہرہ کرو۔''

شمر نے کہا: اے پسر فاطمہ! کیا کہہ رہے ہو؟
امام نے فرمایا:

اقول :اناالذی اقاتلکم وتقاتلونی ، والنساء لیس علیھنّ جناح ، فامنعوا عتاتکم عن التعرّض لحرمی ما دمت حیاً ''میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم سے لڑ رہا ہوں تم مجھ سے لڑ رہے ہو اور ان خواتین کا کوئی قصور نہیں۔ پس جب تک میں زندہ ہوں اپنے سرکشوں کو اہل حرم پر تعرض سے روکے رکھوں۔ ۱؎

شمر نے کہا: اے حسین! یہ تمہارا حق ہے، پھر اپنے لشکریوں کو آواز دی، حسین کے حرم سے دور ہو جاؤ اور فی الحال خود حسین کو نظر میں رکھو، مجھے اپنی جان کی قسم وہ ہر جہت سے عظیم ہے۔
فارسی زبان شاعر نے اس روز کے ان تمام واقعات کو جو ان کی ذلتوں اور زبوں حالی کا ثبوت دیتے ہیں یوں نظم کیا ہے:

می سوخت درلهیب تبی آتشین ،زمین	می ساخت پایه های گروری نوین ،زمان
خورشیدهمچو کشتی آتش گرفته ای	باعشق وباحقیقت وایثارتوأمان

۱؎ (انزاع اسے کہتے ہیں جسکے سر پر آگے کی جانب سے بال نہ ہوں (یعنی خالی ہو) اور ''بطین'' اسے کہتے ہیں جس کا شکم اُبھرا ہوا ہو یہ دو لفظ حضرت علیؑ کے اوصاف میں شمار کیے جاتے ہیں، لہٰذا بعض اس کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ وہ شرک و بت پرستی سے انزاع یعنی پاک تھے اور ان کا دل وسینہ علم وایمان سے ''بطین'' یعنی پُر تھا البتہ عمر بن سعد کا یہ جملہ تعریف میں نہیں، بلکہ تنقیص و مذمت میں تھا، چنانچہ قتال العرب کہہ کر بدرواحد وحنین میں ان کے مارے جانے والے اجداد کو یاد دلا کر کینہ ابھارنا چاہتا تھا (خدا، ملائکہ اور تمام لوگ اس پر لعنت کریں) کیونکہ ہر منصف مزاج اور اسلام شناس انسان جانتا ہے کہ حضرت علیؑ نے کسی عرب کو بے سبب قتل نہیں کیا۔ مارے جانے والے لوگ وہ تھے جو کسی صورت بت پرستی اور شرک وکفر سے ہاتھ نہیں اٹھا رہے تھے ورنہ علی ابن ابیطالب کی ذات اتنی کریم ورؤف تھی کہ وہ خواہ مخواہ کسی کے سر کا بال توڑنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔)

می ساخت خون وتیغ وشهامت حماسه ای
با عشق وبا حقیقت وایثار تو اُمان

آزادی وفضیلت ،یک سو به هم قرین
خودرأی ورذالت ، آنسوبه هم قرآن

یکسوی ،اوج رایت مردان جاں به کف
یکسوی موج لشکرخونخوار وجاستان

درعرصه نبردتنی چندجان به کف
چون کوه دربرابر دریای بیکران

مردی به پای خواست که افتلزپای ظلم
جانی زدست رفت که مانده به جاجهان

درنیمروزگرم که هرلحظه می گداخت
درزیر آفتاب گدازنده جسم وجان

یک مردمانده بودو کران تاکران عدو
یک تیرمانده بودو جهان تاجهان نشان

دراین چنین دمی بسوی خیمه گاه او
آنجاکه داده بودبه نوباوگان امان

لشکربه پیش تاخت که یابدغنیمتی
جزاین نبودمقصدآن لشکر گران

آن شاهازاوج فضیلت چوبازدید
این گونه موج آتش وخون رادرآشیان

برپای خاست ازدل دریای پرزخون
افراشت قامتی که قیامت کندعیان

فریادزد:بهوش ارنیست دین تورا
آزاده باش وتوسن آزادگی بران

این خرین کلام خداوندعشق بود
آن دم که می گذشت ازای تیره خاکدان

یہ وقت تھا جب ان بے حیا اور انسانیت سے بے بہرہ لوگوں نے اس عظیم انسان کے گرد حلقہ تنگ کر دیا اس وقت امام پر پیاس کا غلبہ ہوا اور ان ظالموں سے سوال کر رہے تھے اور جب بھی سمت فرات اپنے گھوڑے کو لے کر جاتے تو دشمن مشترکہ حملے کے ذریعے امامؑ کی راہ میں رکاوٹ ڈالتا۔

نہر فرات میں

ابومخنف، جلودی سے نقل کرتے ہیں:

اس وقت امام نے اعور سلمی اور حجاج بن زبید پر جو چار ہزار سپاہیوں کے ہمراہ گھاٹ پر قابض تھے حملہ کیا اور معمولی سی محنت کے بعد انھیں وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کیا اور جب اپنے گھوڑے کو فرات میں اتارا تو گھوڑے نے اپنا منہ پانی کی جانب جھکایا تو امام نے اپنی سواری سے فرمایا:

أنت عطشان وانا عطشان ،والله لاذقتُ الماء حتی تشرب ''تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں مگر دیکھ میں اس وقت تک پانی لبوں کو نہیں لگاؤں گا جب تک تو پانی نہ پی لے!''

گھوڑے نے امام کا کلام سمجھتے ہوئے پانی نہ پیا اور سر اٹھا لیا، گویا امام کا کلام کو سمجھ لیا۔

امام نے فرمایا: میں بھی پیوں گا پی لے! یہ فرما کر پانی اٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا کہ اچانک کسی سوار نے آواز لگائی:

یااباعبدالله تتلذذبشرب الماء وقدهتک حرمک ''تم پانی پی رہے ہو ادھر تمہارے حرم کو لوٹ

لیا گیا۔"

امام نے یہ سن کر بے تابی کے ساتھ گھوڑا دوڑایا، دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے خیام کا رخ کیا اور دیکھا کہ اہل حرم صحیح وسالم ہیں۔

اسی طرح یہ روایت بحارالانوار اور مناقب شہر بن آشوب نے بھی ابی مخنف سے نقل کیا ہے اور ابن حجر ہیتمی سے یوں نقل ہوا ہے:

اگر دشمن نے حضرتؑ کو فریب ودھوکہ نہ دیا ہوتا اور وہ بزرگوار پانی پی لیتے تھے پھر کسی میں اتنی طاقت نہ تھی کہ حسینؑ سے مقابلہ کرتا، کیونکہ یہ وہ شجاع انسان تھے جو اگر ڈٹ جائے تو پہاڑ ہٹ سکتا ہے، مگر اسکے قدم نہیں اکھڑ سکتے اور کسی میں اتنی توانائی نہیں پائی جاتی تھی کہ ان کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکے۔۱۲

جبکہ بعض دانشوروں نے اس روایت کی صحت ودرایت میں تردید کرتے ہوئے کہا:

مقام امام اس سے کہیں بالاتر ہے کہ دشمن انھیں فریب دے سکے اگر چہ جلودی اخباریوں کے درمیان مشہور شخصیت ہیں اور امیر المومنینؑ کا قول ہے:

لا استغفل عن مكيدة "اگر مقام امامت سے قطع نظر رکھا جائے تب بھی امام کی فطانت و ہوشیاری قابل انکار نہیں۔"

پھر تجرید میں خواجہ کا قول اور اس کی شرح میں علامہ حلی کا قول نقل کرتے ہیں اور بالآخر اس روایت پر اعتراض کرتے ہیں۔۱۳

سید مقرم مقتل الحسینؑ کے حاشیہ پر اس روایت کی ضمانت لینے سے خود کو مبرا ظاہر کرتے ہیں، مگر پھر بھی انھوں نے اس کی توجیہ میں پوری کوشش انجام دی ہے۔۱۴ واللہ اعلم۔

بہر حال علامہ مجلسی جلاء العیون میں نقل کرتے ہیں:

امام حسینؑ ایک بار پھر اہل حرم سے رخصت لینے کیلئے خیمہ گاہ تشریف لائے اور انھیں صبر واستقامت کی نصیحت کے ساتھ ان سے اجر وثواب کا وعدہ کیا اور فرمایا:

استعدوا للبلاء واعلموا انّ الله حافظكم وحاميكم وسينجيكم من شرّ الاعداء ويجعل عاقبة امركم الى خير، ويعذّب اعاديكم بأنواع البلاء، ويعوّضكم عن هذه البلية بأنواع النعم الكرامة، فلاتشكوا ولاتقولوا بأنفسكم ماينقص من قدركم

"بلاء ومصیبت کیلئے آمادہ ہوجاؤ، یقین رکھو کہ خدا تمہارا نگہبان اور پشت پناہ ہیں اور وہ تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات عطا کرے گا اور آخر کار تمہارے حق میں خیر وخوبی ہوگی اور تمہارے

دشمنوں پر مختلف طریقوں سے عذاب نازل کرے گا اور تمہیں ان مصائب کے تحمل پر نعمتیں اور کرامتیں عطا کرے گا۔ پس ہرگز اپنی زبان پر شکوہ نہ لانا کہیں وہ تمہارے مقام کو کم نہ کر دے۔''

مقتل کی معتبر کتابوں میں آیا ہے:

ان کلمات کے بعد امام دوبارہ میدان کی جانب بڑھے اور اس وقت زینبؑ بھائی کے پیچھے پیچھے چلیں، تاکہ انھیں تنہائی کا احساس نہ ہو اور لجام فرس ورکاب تھام کر بھائی کو سوار کیا، ان کے گلوئے مبارک پر بوسہ لینے کیلئے رکنے کی درخواست کی یا امام کی بیٹی سکینہ کا آنا اور گھوڑے سے اترنے کی درخواست کرنا اور کہنا کہ مجھے یتیموں کی طرح پیار کریں، البتہ اور بہت سے وہ مطالب جنھیں خطیب وذاکرین اس وقت کی مناسبت سے پڑھتے ہیں روایات میں ذکر نہیں لیکن مرثیہ گو شاعروں نے ان بعض مصائب کو نظم کیا ہے۔

شمش تبریزی کہتے ہیں:

عزم میدان چون شهِ عُشاق کرد — شورشی درجملهٔ آفاق کرد
خواست تاآیدسوی میدان کین — کودکان وبانوانِ دل غمین
جملگی برگِردذاتش گشته جمع — همچنان پروانه اندرگِردشمع
بایکایک زان زنان وکودکان — کردتودیع وپس آنگه شدروان
ناگهان آن دخترشیرین زبان — آمدوبگرفت بربابا عنان
گفت کسی باب یتیمان ازوفا — برسرم دستی بکش بهرخدا
شه بشددلخستهزان رفتارِاو — دادپاسخ این چنین گفتاراو
زاشک حسرت بردلم آتش مزن — شعله برجانم ازاین خواهش مزن
تاکه باشددرتنم روح وروان — بهرمن منماتوزاری وفغان
چون که رفتم زین جهان سوی جنان — شدسرم از کینه برنوک سنان
جسم پاکم راچو اندر قتلگاه — سرجدادیدی برآرازسینه آه

مرحوم عمان سامانی کہتے ہیں:

خواهرش برسینه وبرسرزنان — رفت تاگیردبرادرراعنان
سیلِ اشکش بست برشه راه را — دودِآهش کردحیران شاه را
درقفای شاه رفتی هرزمان — بانگ مهلاًمهلاًش برآسمان
کئی سوارِ سرگران کم کن شتاب — جان من لختی سبکترزن رکاب
تاببوسم آن رخ دلجوی تو — تاببویم آن شکنج موی تو
زشه سراپاگرم شوق ومستِ ناز — گوشهٔ چشمی بدان سو کردباز

دیدمشکین موی ازجنس زنان | برفلک دستی ودستی برعنان
زن گومرد آفرین روزگار | زن مگوبنت الجلال اُختِ الوقار
زن مگوخاک درَش نقش جبین | زن مگودست خدادر آستین
پس زجان برخواهراستقبال کرد | تارُخش بوسدالِف رادال کرد
همچون جان خودرادرآغوشش کشید | این سخن آهسته درگوشش دمید
کسی عنان گیرِمن آیازینبی | یاکه آهِ دردمندان درشبی
جانِ خواهردرغمم زاری مکن | باصدابهرم عزاداری مکن
پیش پایِ شوقِ زنجیری مکن | راهِ عشق است این عنان گیری مکن
باتوهستم جانِ خواهرهم همسفر | توبه پااین راه کوبی من به سر
خانه سوزان راتوصاحب خانه باش | بازنان درهمرهی ردانه باش
معجرازسرپرده ازرخ وامکن | آفتاب وماه رارسوامکن
هست برمن ناگواروناپسند | ازتوزینب ،گرصداگرددبلند
هرچه باشدتوعلی رادختری | ماده شیرا،کی کم ازشیرنری
بازبان زینبی شاه آنچه گفت | باحسینی گوش زینب،می شنفت
باحسینی لب هرآنچ اوگفت راز | شه به گوش زینبی بشنیدباز
کوی عشق آری زبان خواهدزعشق | فهم عشق آری بیان خواهدزعشق
بازبان دیگراین آوازنیست | گوش دیگرمحرمِ این رازنیست

حضرت کے مرثیہ خوان اور ذاکرین کرام سے گزارش

جیسا کہ عرض کیا گیا،بعض اوقات ذاکرین عظام اور مرثیہ خوان اور شاعرانِ اہل بیتؑ اس خاندان سے محبت اور گہرے لگاؤ کی وجہ سے اہل بیتؑ پر ڈھائے گئے مصائب سے دل سوختہ ہوکر ایسے اشعار بیان کرتے ہیں جو درحقیقت ان کے تہہ دل سے تر واش کرتے ہیں جبکہ قلم وزبان فقط وسیلہ ہوتا ہے،لیکن شاید بے توجہی سے ان کی نسبت آئمہ یا ان کے اقارب کی جانب دے دیتے ہیں درحالیکہ وہ زبان حال ہوتا ہے ما قال (جو کہا ہے) نہیں ہوتا ،کیونکہ احادیث وروایات میں اسکا کوئی اثر نہیں۔اس طرح مرثیہ خوان یا سامعین یہ سمجھتے ہیں کہ ضرور کوئی روایت یا حدیث ہوگی جو شاعر نے اسے نظم کیا ہے،لیکن ایسا نہیں ہوتا۔بنابرایں تمام ذاکرین کرام،مرثیہ خوان اور مداحوں سے نہایت مؤدبانہ عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں جس کلام پر روایت موجود نہ ہو اسے زبانِ حال سے تعبیر کرنے سے گریز کریں تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ثواب کی بجائے گناہ کے مرتکب ہوں۔

کثرت جراحات

صاحب مناقب روایت کرتے ہیں:

جب عمر بن سعد نے مشتر کہ حملہ کا دستور دیا تو ایک سو اسی نیزہ بردار اور چار ہزار تیر انداز ایک دم امام پر حملہ آوار ہوئے، لہذا طبرسی امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں:

امام حسینؑ کے بدن مبارک پر تینتیس اور چونتیس تلواروں کے زخم موجود تھے۔

ایک اور روایت میں امام محمد باقرؑ نے فرمایا:

جب امام حسینؑ شہید ہوئے، حضرتؑ کے جسم اطہر پر مجموعی طور پر تین سو بیس نیزوں، تلواروں اور تیروں کے زخم دیکھے گئے۔ ایک اور قول کے مطابق تین سو ساٹھ زخم تھے، ایک روایت سے مستفاد ہے تینتیس ضربتوں کے علاوہ تیروں اور نیزوں کے زخم بھی تھے اور حضرتؑ کی زرہ میں کانٹوں کی مانند تیر پیوستہ تھا البتہ روایت میں ہے: وہ سب تیر بدن کے اگلے حصے اور چہرۂ اقدس پر تھے۔ ۱۵

دشمن کی انتہائی جسارت

مجلسیؒ بحار الانوار میں ارباب مقاتل سے روایت کرتے ہیں:

اس وقت امام استراحت کیلئے کچھ دیر ٹھہر گئے، کیونکہ جنگ نے آپؑ کے جسم مبارک کو چور چور کر دیا تھا مگر اس ایستادہ حالت میں ایک پتھر امامؑ کی پیشانی پر آ کر لگا۔ ۱۶ جس کے لگتے ہی خون ابلنے لگا تو امام نے چاہا کہ دامن سے چہرہ صاف کریں، ۱۷ کہ ناگاہ زہر آلود سہ شعبہ تیر امام حسینؑ کے سینے یا روایت کے مطابق قلب مبارک پر آ کر لگا تو امام کی زبان سے فوراً یہ جملات صادر ہوئے:

بسم الله وبالله وعلى ملة رسول الله

پھر اپنا چہرہ آسمان کی جانب بلند کر کے فرمایا:

الهی انک تعلم انهم يقتلون رجلاً ليس على وجه الارض ابن نبی غيره

''اے خدا تو جانتا ہے یہ اس شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ جس کے علاوہ روئے زمین پر فرزند رسول کوئی اور نہیں۔''

اور یہ فرما کر اپنی کمر سے تیر اکا پھل کھینچ کر نکالا جس کے نکلتے ہی خون ابل ابل کر نکلنے لگا، امام نے اس خون سے چلو بھرا اور اسے آسمان کی جانب پھینکا مگر اس فون کا ایک قطرہ بھی واپس نہ آیا۔ پھر دوبارہ اس زخم پر ہاتھ رکھا اور اپنے اس خون سے سر و صورت کو رنگین کیا اور فرمایا:

میں ایسے حال میں رہوں گا یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی زیارت اسی خونی خضاب میں کروں گا اور

ان سے کہوں گا کہ یا رسول اللہؐ مجھے فلاں اور فلاں نے قتل کیا۔

فارسی زبان شاعر ان لمحات کو یوں بیان کرتا ہے:

به مرکز باز شد سلطانِ ابرار	که آساید دمی از رزم پیکار
فلک سنگی فکند از دست دشمن	به پیشانی آن وَجه الله اَحسن
چو زد از کینه آن سنگ جفارا	شکست آینه ٔ ایزد نمارا
که گلگون گشت روی عشق سرمد	چو در روز احد روی محمد
به دامان کرامت خواست آن شاه	که خون از چهره بزداید بنا گاه
دلِ روشنتر از خورشید روشن	نمایان شد ز زیر ابر جوشن
یکی الماس وش تیری ز لشکر	گرفت اندر دل شه جای تاپر
لج از پشت پناه اهلِ ایمان	عیان گردید ز هر آلوده پیکان
مقام خالق یکتای بی چون	ز زهر آلوده پیکان گشت پر خون
سنان زد نیزه بر پهلو چنانش	که جنب الله بِدرید از سنانش
بدیدار دلارا رایت افراشت	سمند عشق بار عشق بگذاشت
به شکرِ وصلِ فخرِ نسلِ آدم	برو افتاد و می گفت اندر آن دم
ترکت الخلق طُرّاً فی هواکا	وأیتمتُ العِیال لکی اراکا
فلو قطّعتنی فی الحُبّ ارباً	لَمَا حسنّ الفؤاد الی سواکا

شہادتِ عبداللہ بن حسن

شیخ اور سید ابن طاؤس لکھتے ہیں:

اس وقت دشمن کا لشکر کچھ دیر کیلئے ٹھہر گیا اور امام کو ان کے حال پر چھوڑ دیا لیکن کچھ ہی دیر بعد دوبارہ حملہ کیا اور امام کے گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے، اس وقت عبداللہ بن حسن ایک خردسال بچہ خیمہ گاہ سے دوڑتا ہوا آیا اور امام حسینؑ کے نزدیک آ کر کھڑے ہو گیا جبکہ زینبؑ نے بہت چاہا کہ اسے بلائیں اور امام نے بھی سے فرمایا:

بہن اسے کسی طرح یہاں سے لے جاؤ، مگر وہ بچہ رکا رہا اور کہنے لگا:

لاوالله لاافارق عمّی "قسم بخدا ہر گز اپنے چچا کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

اس وقت ابجر بن کعب (ایک اور روایت کے مطابق حرملہ بن کاہل) نے اپنی تلوار بلند کی اور پورے زور سے امام حسینؑ کے بدن مبارک پر مارنے لگا تو عبداللہ بن حسن نے کہا:

ویلک یابن الخبیثه اتقتل عمّی "تجھ پر وائے ہو اے زنِ خبیثہ کے پسر، کیا تو میرے چچا کو مار

رہا ہے؟"

لیکن اس خبیث نے بے اعتنائی برتتے ہوئے تلوار مارنا ہی چاہا تھا کہ عبداللہ بن حسن نے آگے بڑھ کر اپنے ننھے ہاتھ بڑھا دیئے، تا کہ تلوار کا وار امام کے بدن پر پڑنے سے روک سکے، مگر اس برندہ تلوار نے بچے کے دونوں ہاتھ اس طرح کاٹ دیئے کہ وہ کھال میں آویزاں ہو گئے، ہ وقت تھا جب بچے نے ماں کو پکارا امام نے بچے کو اپنی آغوش میں لیا اور فرمایا:

اے میرے بھتیجے! صبر کر اور اسے اپنے لئے خیر و بھلائی شمار کر، تا کہ خدا تجھے تیرے صالح، نیک اور عظیم المرتبت اجداد سے ملحق کر دے۔

سید ابن طاووس فرماتے ہیں: اس وقت حرملہ نے عبداللہ بن حسن کو ایک تیر مارا جس کی تاب نہ لا کر شہید ہو گیا۔

ظاہری طور پر عبداللہ بن حسن کی شہادت کا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا، جب امام ابھی اپنے گھوڑے پر سوار تھے، جبکہ بعض روایات حتی خود اس مذکورہ روایت سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس وقت امام حسینؑ زمین پر تھے جیسا کہ مقتل مقرم نے بھی یہی نقل کیا ہے، یہ جانسوز منظر اس اوقت رونما ہوا جب امام زین سے زمین پر آ چکے تھے۔ واللہ اعلم

امام گھوڑے پر نہ رہ سکیں

سید ابن طاؤس کہتے ہیں:

جب امام حسینؑ پر آنے والے زخم سنگین ہو گئے تو صالح بن وھب مزنی نے آپؑ کی پشت مبارک پر ایسا نیزہ مارا کہ جس کے بعد آپؑ کا گھوڑے کی زین پر ٹھہرنا ناممکن ہو گیا اور اپنے دائیں جانب سے زمین کی طرف آئے اور فوراً کھڑے ہو گئے۔ مُقبل نامی فارسی زبان شاعر لکھتا ہے:

دُریگانهٔ دریای مجمع البحرین	به خون طپیدهٔ کرب وبلاامام حسین
نه ذوالجناح دگرتابِ استقامت داشت	نه سیّدالشهداء برجدال طاقت داشت
هواز جور مخالف چو قیرگون گردید	عزیزفاطمه ازاسب سرنگون گردید
بلندمرتبه شاهی زصدرزین افتاد	اگرغلط نکنم عرش برزمین افتاد

سید فرماتے ہیں: اس وقت حضرت زینبؑ خیمہ گاہ سے باہر تشریف لائیں اور پکار کر فرمایا:

وا اخاه ، واسيداه ،واهل بيتاه ، ليت السماء اطبقت على الارض وليت الجبال تدكدكت على السهل "کاش آسمان زمین پر گر جاتا، کاش پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اس جنگل پر گر جاتے۔"

شمر نے لشکر کو آواز لگائی: کس کا انتظار کر رہے ہو؟

چنانچہ اس وقت جو جس کے ہاتھ میں آیا امام حسینؑ پر مار رہا تھا۔ زرعہ بن شریک نے امام کے شانہ پر وار کیا، ایک دوسرے ظالم نے امام کے دوسرے سانے پر وار کیا جس کے سبب امام منہ کے بل زمین پر گرے، مگر اس وقت زخموں نے امام کو اتنا بے حال کر دیا تھا کہ کبھی اٹھتے اور کبھی گر جاتے تھے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں پہلو بدلتے، اسی عالم میں سنان بن انس نے امام کے (سینے اور گردن کے درمیان) ترقوہ پر نیزہ مارا اور پھر اسے کھینچ کر حضرتؑ کے سینے پر مارا، ایک تیر امام کے گلوئے مبارک پر مارا جس کے سبب امام زمین پر نشستہ حالت میں بے تاب ہونے لگے اور اس تیر کو اپنی انگلیوں میں دبا کر نکالا اور گلے سے بہتے ہوئے خون کو چلو میں بھر کر اسے اپنی ریش وصورت پر یہ کہتے ہوئے ملنا شروع کیا:

هكذا ألقى الله مُخضباً بلمي ، مغصوباً عليّ حقي ''میں خدا سے اسی خونی خضاب کی حالت میں حالانکہ انھوں نے میرا حق غصب کیا ہے، ملاقات کروں گا۔''

مصیبت عظمیٰ اور فاجعۂ کبریٰ

ایسے بے رحمانہ حملوں کے بعد، جب امام اپنے آخری لمحات گزار رہے تھے، عمر بن سعد نے اپنے دائیں جانب کھڑے ہوئے ایک شخص سے کہا: تجھ پر لعنت ہو! گھوڑے سے اترے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

خولی بن یزید اصبحی سر امام کو جدا کرنے کیلئے آگے بڑھا، مگر اس کا بدن کانپنے لگا اور الٹے پاؤں واپس آ گیا۔ سنان بن انس گھوڑے سے اترا اور حضرتؑ کی گردن پر تلوار رکھتے ہوئے کہا: میں یہ جانتے ہوئے کہ تو فرزند رسولؐ ہے اور ماں باپ کے حوالے سے بہترین خلائق ہے، تیرا سر کاٹ رہا ہوں اور یہ کہتے ہوئے امام کا سر تن سے جدا کر دیا۔ [۱۸]

ابن شہر آشوب اور محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں:

جب امام حسینؑ پر کثرت جراحت کی وجہ سے غشی طاری ہونے لگی تو شمر نے آواز دی: کیوں کھڑے ہو تمہیں کس کا انتظار ہے؟ زخموں اور تیروں نے اس کو حال سے بے حال کر دیا ہے، لہٰذا جلدی کرو اور ایک مشترکہ حملہ میں اس کا کام تمام کرو۔

---

[۱۸] اسی سنان بن انس کے بارے میں لکھا ہے: جب مختار ثقفی نے کوفہ میں خروج کیا تو انھوں نے سپاہیوں کا ایک گروہ اسکی تلاش میں روانہ کیا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بصرہ فرار کر گیا ہے، مختار نے حکم دیا کہ اسکا گھر تباہ و برباد کر دیا جائے اور بصرہ کی جانب جا کر اسے تلاش کریں مگر وہ جب بصرہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ قادسیہ کی جانب گیا ہے اور بالآخر قادسیہ سے گرفتار کر کے کوفہ لایا گیا۔ مختار نے حکم دیا کہ اسکے ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں اور حکم دیا کہ اسکے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں اسکے بعد حکم دیا کہ ایک تیل سے بھری دیگ کو آگ پر رکھ کر اسے کھولا جائے اور اس ظالم کو اس میں پھینک دیا جائے چنانچہ یہ ظالم اس طرح واصل جہنم ہوا۔ (بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۷۵)

توحصین بن نمیر نے ایک تیر امام کے لب مبارک پر مارا اور ابوایوب غنوی نے حضرتؑ کے حلق پر تیر مارا اور زرعہ بن شریک نے امام کے شانے پر تلوار کا وار کیا اور سنان بن انس نے حضرتؑ کے سینے پر نیزہ مارا اور صالح بن وہب نے حضرتؑ کے نشیمن گاہ پر نیزہ مارا جس کے سبب امام اپنے دائیں جانب زمین پر گرے اس وقت عمر بن سعد حضرتؑ کے نزدیک ہوا، ادھر زینبؑ خیمہ گاہ سے باہر آئیں اور پکار کر کہا:

لیت السماء انطبقت علی الارض ''کاش آسمان زمین پر آجاتا۔''

اور عمر بن سعد کو مخاطب قرار دے کر فرمایا:

یاعمر بن سعأیقتل ابوعبدالله و انت تنظر الیه ''اے عمر ابن سعد! ابوعبداللہ الحسین کو مار رہے ہیں اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے؟''

اس جملہ پر عمر بن سعد کے بے ساختہ آنسو نکلے، مگر اس نے بغیر جواب دیئے اپنا منہ زینبؑ کی جانب سے موڑ لیا۔

شیخ مفید روایت نقل کرتے ہیں:

جب زینبؑ نے دیکھا عمر بن سعد جواب نہیں دے رہا تو دیگر افراد کو مخاطب قرار دیا اور فرمایا:

أمافیکم مسلم؟ ''کیا تمہارے درمیان کوئی مسلمان نہیں؟''

مگر میان شمایک نفر مسلمان نیست خداپرست مگر اندرین بیابان نیست

اس وقت امام مظلوم نشستہ حال میں تھے اور جسم مبارک پر قیمتی لباس تھا، لیکن دشمن کے لوگوں میں آپؑ کے جانب بڑھنے کی جرأت نہ تھی تو شمر نے پکار کر کہا:

تم لوگوں پر وائے ہو! اب کس کا انتظار ہے اسے مار ڈالو!

روایت کے آخری جملات میں ہے خولی بن یزید آگے بڑھا، تاکہ حضرتؑ کا تن سر سے جدا کرے، لیکن اس کا پورا بدن کانپنے لگا اور الٹے پاؤں واپس آگیا، اس طرح سنان بھی اس کام پر اس کام پر حاضر نہ ہوا تب شمر آگے بڑھا اور امام حسینؑ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

ایک اور روایت کے مطابق یہ ظالم حجاج بن یوسف کے زمانے تک زندہ رہا چنانچہ ایک روز حجاج بن یوسف نے اپنے دربار میں موجود لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا: جس نے بنی امیہ کی کوئی خدمت کی ہو وہ بیان کرے تو مختلف لوگوں نے اپنی اپنی خدمات بیان کیں تو اس وقت سنان بن انس اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: میں حسینؑ کا قاتل ہوں۔ حجاج نے کہا: واقعاً بڑی خدمت ہے اور یہ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر جا رہا تھا کہ راستے میں اسکی زبان بند ہوگئی اور عقل زائل ہوتی چلی گئی اور باقی زندگی اس طرح گزری کہ یہ جہاں بیٹھا ہوتا تھا وہیں کھاتا اور اسی جگہ کو خراب کرتا تھا یہاں تک کہ اسی کثافت میں واصل جہنم ہوا (حاشیہ ترجمہ نفس المھموم، ص، ۱۹۵)۔

بعض روایات میں ہلال بن نافع سے نقل ہوا ہے کہ وہ کہتا ہے:

کنت واقفاً نهو الحسين وهو يجود بنفسه ،فوالله مارأيت قتيلاً قطّ مضمخاً بدمه احسن منه وجهاً ولاانور ،ولقد شغلني نور وجهه عن الفكرة في قتله ، فاستقى في هذه الحال ماءً فابو اأن يسقوه ''میں حسینؑ کے نزدیک کھڑا تھا لیکن انکے چہرہ کا نور مجھے قتل کرنے سے روک رہا تھا، اس وقت انھوں نے پانی مانگا مگر کسی نے پانی نہ دیا، قسم بخدا میں نے کسی قتل ہونے والے کو جس کا چہرہ خون میں آغشتہ اتنا خوبصورت نہیں دیکھا'' ۱۹

روایت میں ہے، جب امام حسینؑ پر وقت تنگ ہونے لگا تو آپؑ خدا سے راز و نیاز میں مشغول ہو گئے حضرت انتہائی مشکل وقت میں یہ مناجات فرما رہے تھے:

صبراً على قضائك يارب لااله سواك ياغياث المستغيثين مالي ربّ سواك ،ولامعبود غيرك ، صبراًعلىٰ حكمك ياغياث من لاغياث له ،يادائماً لانفادله ،محيي الموتى ، ياقائماً على كلّ نفس بما كسبت ، احكم بيني وبينهم وأنت خير الحاكمين ''اے بارالھا! تیری قضاوقدر پر صابر ہوں، اے معبود تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اے اس کی فریاد سننے والے جس کی کوئی فریاد نہ سنے، اے دائم وہمیشہ رہنے والے جس کا کوئی منتہی نہیں۔
اے مردوں کو زندہ کرنے والے! اے ہر اس پر قائم جس نے زندگی کو اپنے کاموں میں صرف کیا' میرے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر کیونکہ تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔''

مناقب میں ہے، عمر بن سعد نے امام کو اس حال میں دیکھ کر اپنے ساتھیوں میں سے ایک سے جو کہ اس کی دائیں جانب کھڑا تھا غصہ کی حالت میں کہا: گھوڑے سے اتر اور حسین کا کام آسان کر دے۔

پس خولی بن یزید اصبحی آگے بڑھا اور امام کا سر تن سے جدا کر دیا، بعض اہل قلم کا کہنا ہے، شمر و سنان امام کے نزدیک آئے، اس وقت امام کے بدن میں آخری رمق باقی تھیں اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اپنی زبان کو دہانِ مبارک میں گردش دے رہے تھے اور پانی طلب کر رہے تھے۔ شمر نے اس نقل شدہ جسارت کے بعد سنان سے کہا: اسکے سر کو قفا (پشت گردن) سے جدا کر دے۔ مگر سنان نے جواب دیا: میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ جواب سن کر شمر نے خشمگین حالت میں زمین پر بیٹھے ہوئے امام کا سر جدا کر دیا۔

ان روایات کے مطابق جو مختلف انداز میں نقل ہوئی ہیں کسی معین فرد کو امام حسینؑ کا قاتل نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ جس کا ذکر ہوا ہے امام حسینؑ کے قاتل کے بارے میں تین قول نقل ہوئے:

۱۔ خولی بن یزید اصبحی ۲۔ سنان بن انس نخعی ۳۔ شمر بن ذی الجوشن

جبکہ باقر شریف کچھ اور اقوال نقل کرتے ہیں جن کے مطابق بعض قائل ہیں خود عمر بن سعد قاتل امام

حسینؑ ہے۔ دوسرے ایک قول کے مطابق حصین بن نمیر یا مہاجر بن اوس امام حسینؑ کا قاتل تھا۔ [20] البتہ یہ اقوال ضعیف ہیں جبکہ مشہور وہی تین مذکورہ اقوال ہیں۔ بہر حال خدا ان سب پر لعنت کرے اور مسلسل ان پر اپنا عذاب نازل کرتا رہے اور انھیں ہرگز معاف نہ کرے:

ای اشک ماتمت به رخ ملت آبرو — وی از طفیلِ خونِ تو اسلام سرخ رو
دین را تو زنده کردی و خود کُشته گشته ای — وی یافته زفیض تو دین نبی عُلو
گر آب را به روی تو بستند کوفیان — آوردی آب رفته اسلام را به جو
بی پرده اهل بیت تو گشته شتر سوار — لکن نمودی پردهٔ اسلام را رفو
شد گردن تمام جهان بسته پیش تو — آن دم که گشت عابد، زنجیر بر گلو
در رتبهٔ امامت تو گفتگو نماند — زینب چه بایزید لعین کرد گفتگو
جانم همیشه جانب صحرای کربلای است — یارب بر آر آنچه به دل دارم آرزو

گھوڑے نے کیا کیا؟

زیارت ناحیہ مقدسہ میں آیا ہے:

واسرع فرسک شارداًالی خیامک قاصداًمحمحماًباکیاً،فلمارأین النساء جوادک مخزیّاًبرزن من الخدور،ناشرات الشعور،علی الخدود لاطمات ،الوجوه سافرات،وبالعویل داعیات ،وبعدالعزّ مذلّلات،والی مصرعک مبادرات،والشمر جالس علی صدرک ''آپؑ کا گھوڑا شتاب خیمہ گاہ کی جانب خبر رسانی کیلئے گریہ کناں روانہ ہوا اور جب وں نے آپؑ کی سواری اس حال میں دیکھی کہ زین ڈھلی ہوئی ہے اور گھورا غم سے بے حال ہے تو پردے سے اس طرح باہر نکل آئیں کہ ان کے بال پریشان تھے، رخساروں پر طمانچے مار رہی تھیں، چہروں کا رنگ پھیکا ہو چکا تھا اور گریہ فغاں کر رہی تھیں اور عزت واحترام پانے والیاں خوار و پریشاں آپؑ کے مقتل کی جانب بڑھیں تو انھوں نے دیکھا شمر آپؑ کے سینے پر بیٹھا ہے۔''

ابن شہر آشوب اور محمد بن ابی طالب لکھتے ہیں:

امام جوں ہی اس بے کسی کے عالم میں زین سے زمین پر آئے تو اس گھوڑے نے فریاد و فغاں کی اور اس طرح بے چینی کا اظہار کیا کہ بار بار اپنا سر زمین پر پٹختا تھا یہاں تک کہ کچھ دیر بعد یہ گھورا خیمہ گاہ کے نزدیک اپنی جان دے بیٹھا۔

جلودی سے نقل ہوا ہے، جب امام زین سے زمین پر آئے تو امام کے گھوڑے نے اس قدر چیخ و پکار کیا اور ہنہنایا اور اپنا سر زمین پر مارا یہاں تک کہ خیمہ کے قریب مر گیا۔ جلودی سے نقل ہوا ہے جب امام زمین پر آئے گھوڑا امام سے دفاع کرتا رہا، کئی سواروں کو گرایا، کئی پیادوں کو زخمی کیا چنانچہ لکھا ہے چالیس دشمنان

دین کو اس گھوڑے نے قتل کیا اور بالآخر خون امام سے اپنا سر و چہرہ رنگین کیا اور اسی حالت میں اونچی آواز سے ہنہناتا ہوا، اپنے پیر زمین پر مارتا ہوا خیمہ گاہ کی طرف چل پڑا۔

ابی مخنف سے نقل ہوا ہے، گھوڑا ہمہمہ کناں اور ہنہناتا ہوا خیمہ گاہ کی جانب جا رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا:

الظليمة الظليمة من امة قتلت ابن بنت نبيها "ہائے ستم، ہائے ظلم اس امت نے نبی کے نواسے کو مار دیا"

وہاں موجود لوگوں نے اس منظر کو دیکھ کر انتہائی تعجب کا اظہار کیا، انھوں نے دیکھا جب گھوڑا خیمہ گاہ کی جانب روانہ ہوا تو کربلا کی سرزمین اس کی چیخ و پکار سے گونج رہی تھی جیسے ہی خیموں کے قریب پہنچا حضرت زینبؑ نے حضرت سکینہ سے فرمایا: سکینہ اٹھو اپنے بابا کا استقبال کرو۔

حضرت سکینہ خیمہ سے باہر آئیں تو کیا دیکھا کہ زین کھلا ہوا ہے، گھوڑے کے بال و خون سے رنگین ہیں، لجام بے صاحب ہے اور کھڑا رو رہا ہے تو تڑپ کر کہا:

واقتيلاه، واحسيناه، وامحمّداه، واعلياه، وافاطمتاه، واغربتاه، وابُعدسفراه، واكرباه ... [۲۱]

دوسری روایت میں ہے، جب حضرت ام کلثوم نے گھوڑے کو دیکھا تو اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر پکاریں:

وامحمداه، واجدّاه، وانبياه، واابا القاسماه، واعلياه، واجعفراه، واحمزتاه، واحسناه

هذاحسين بالعراء، صريع بكربلاء، مجزور الرأس من القفاء، مسلوب العمامة والرداء

اور یہ کہتے ہوئے زمین پر گر پڑیں اور بے ہوش ہو گئیں۔ [۲۲]

عشقِ حق ازبُرج زین شدسرنگون	ماہ وطین سیماب سان شدبی سکون
ذوالجناح شاهِ دین ازدودِآه	این سپهرنیلون کردی سیاه
الظليمةالظليمة وِردِاو	برخيام شاهِ دين بنهادرو
دختران ازیک سو،ازیک سوزنان	بررکاب وبرسُش بوسه زنان
پایمال بوسه ازسرتابه دِم	پیکرش درزیربوسه گشت گم
زینب محزون رهِ میدان گرفت	ازفروغ اورکوہ تابان گرفت
بربلندی شدکه بیندشاه را	برسرنی دیدخونین ماه را

منتخب طریحی سے نقل ہوا ہے، جب امام حسینؑ سرزمین کربلا پر شہید ہو گئے تو امام کی یہ سواری بلند و اونچی آواز میں گریہ کر رہی تھی اور وہاں پڑے ہوئے دشمنوں کے لاشوں سے گزر رہی تھی کہ اچانک عمر بن سعد نے اپنے لشکریوں کو آواز دی: اس گھوڑے کو کسی طرح رام کرو اور میرے پاس لے کر آؤ، کیونکہ یہ رسول خداؐ کی سواری ہے۔ [۲۳]

چنانچہ اسکے ساتھیوں نے کمند ڈالی مگر جوں ہی کوئی نزدیک ہوتا تو گھوڑا اس پر اپنے سموں اور دانتوں سے

حملہ کرتا تا کہ دشمن اس سے دور ہو جائے، یہاں تک کہ اس نے ایک بڑی تعداد کو زمین پر گرایا، بہت سے گھوڑسواروں کو ان کی سواری سمیت واژگون کیا بالآخر مجبور ہو کر عمر بن سعد نے آواز دی: اسے اسکے حال پر چھوڑ دو، تا کہ دیکھیں یہ کیا کرتا ہے؟ اور اس طرح دشمن کی فوج نے اسے چھوڑ دیا۔

بعدازاں جب امام کے گھوڑے نے خود کو آزاد پایا تو مقتل کا رخ کیا اور وہاں ایک لاشہ پر آہستہ آہستہ گیا جیسا کہ گویا اپنی کھوئی ہوئی کوئی شے تلاش کر رہا ہے کہ اچانک اسے امام حسینؑ کا لاشہ نظر پڑا تو اپنے آقا کو اس حال میں دیکھ کر جسم مبارک کی خوشبو سونگی پھر اپنے دھان سے جگہ جگہ بدنِ مبارک پر بوسے دیئے اور اپنی پیشانی کو امامؑ کے بدن اطہر سے مس کرتے ہوئے عجب انداز میں گریہ کیا اور شیھہ کر رہا تھا جو وہاں موجود افراد کیلئے تعجب اور تھا۔ عبداللہ بن قیس کہتے ہیں:

> میں نے اس گھوڑے کو خیمہ گاہ کی جانب اس طرح جاتے ہوئے دیکھا کہ لوگ اسے راستہ دے رہے تھے اور کسی میں جرأت نہیں تھی کہ اس کے نزدیک ہو جاتا، وہ وہاں سے فرات کی جانب گیا اور تیزی سے فرات کی گہرائی میں اترتا چلا گیا، لہٰذا آج تک کوئی نہ جان سکا کہ وہ کہاں گیا اور اس کا کیا بنا؟ ۴۴

مرحوم استاد شعرانی نفس المھموم کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

اس گھوڑے کا نام ذوالجناح معروف ہے البتہ روضۃ الشھداء کے علاوہ دیگر وہ کتابیں جو آج ہماری دست رسی میں ہیں ان میں یہ نام نہیں ملتا، لیکن یہ بات پہلے بھی عرض کی گئی ہے کہ قدیمی بہت سے کتب ہم تک نہیں نہیں پہنچ سکی ہے، لہٰذا کسی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کتابوں کے تمام موضوع و مطلب موجودہ کتب میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ ابن ندیم نے اپنی تالیف ''کتاب فہرست'' میں ۳۷۷ھ تین چار ہزار تاریخی کتابوں کے نام قلم بند کئے ہیں جن کے مصنفین معتبر افراد تھے، لیکن آج شاید ان میں سے تیس کتابیں بھی ہماری دسترس میں نہ ہوں، بنابرایں کسی بات کے عصر حاضر میں نہ ملنے کو کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے، جبکہ ملا حسین کاشفی ایک متبحر عالم دین تھے۔ ابواسحاق اسفراینی سے منسوب مقتل میں جس کوئی اور معتبر مقتل نہیں اس گھوڑے کا نام میمون لکھا ہے اور کہتا ہے: یہ رسول اللہؐ کے گھوڑوں میں سے تھا۔ ۴۵

مقتل مقرم میں آیا ہے:

> جب یہ گھوڑا در خیمہ پر آیا تو عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینبؑ امام حسینؑ کی قتل گاہ کی جانب بڑھیں، جہاں آپؑ نے عمر بن سعد کو اپنے لشکر کے ہمراہ اس حال میں کھڑا دیکھا کہ امام حسینؑ جان دے رہے تھے تو اسے پکار کر کہا:

ای عمر بن سعد أیقتل ابو عبدالله و أنت تنظر الیه عمر بن سعد کے اشک جاری ہوئے، مگر اس نے رخ موڑ لیا۔ جب جواب نہ پایا لشکر سے خطاب فرمایا: ویحکم أمافیکم مسلم ...(تا آخر)

چنانچہ ان قرائن سے معلوم ہوتا ہے امام حسینؑ کے گھوڑے کا خیمہ گاہ پر آنا شہادت امام کے بعد نہیں بلکہ پہلے تھا...واللہ اعلم

امام کے لباس کو بھی لوٹ لیا

لشکر یزید کی پستی و رزالت کا یہ عالم تھا کہ امام حسینؑ کے سر اقدس کو جدا کرنے کے فوراً بعد، آپؑ کے ہتھیار اور لباسِ تن کو جدا کرنے کے درپے ہوئے، چنانچہ اہل تاریخ کا بیان ہے امام حسینؑ کے پیراہن کو اسحاق بن حیوہ حضرمی نامی ایک شخص نے لوٹا، مگر جوں ہی اس بے شرم نے اسے پہنا تو بلا فاصلہ اسے کوڑھ کا مرض لاحق ہوا اور سر کے بال گرنے لگے، حدیث میں ہے اس کُرتے پر ایک سو دس نیزوں تلواروں اور تیروں کے نشان موجود تھے۔

اور امام کا پاجامہ ابحر بن کعب تمیمی نے لوٹا، چنانچہ اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ زمین گیر ہوا اور اس کے پیر اس طرح خشک ہوئے کہ وہ ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ حضرتؑ کا عمامہ اخنس بن مرثد یا ایک روایت کے مطابق جابر بن یزید نے لوٹا مگر جوں ہی اس نے اپنے سر پر باندھا دیوانہ ہو گیا۔ حضرتؑ کی نعلین پاک اسود بن خالد نے لوٹیں اور انگوٹھی بجدل بن سُلیم نے اس بے رحمی سے اتاری کہ نہ اترنے پر حضرتؑ کی انگشت مبارک کاٹ ڈالی۔ تاریخ کا بیان ہے، جب مختار ثقفی کے حکم سے اسے گرفتار کیا گیا تو اسکے ہاتھ پیر کاٹ کر یوں ہی چھوڑ دیا گیا یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر واصل جہنم ہو۔ حضرتؑ کی زرہ عمر بن سعد نے قبضائی، مگر مختار ثقفی کے حکم سے جس نے عمر بن سعد کو قتل کیا وہ زرہ اسے بخشی گئی۔ اور حضرتؑ کی تلوار جمیع بن خلق یا اسود بن حنظلہ نے لوٹی (البتہ یہ تلوار ذوالفقار نہیں تھی اور نہ ہی وہ انگشتر جسے بجدل نے اتارا رسول اللہؐ کی مخصوص انگشتر تھی جو انبیاء کرام کی میراث کے طور پر آئمہؑ کے اختیار میں رہی کیونکہ اس مطلب پر امام صادقؑ کی ایک حدیث میں صراحت پائی جاتی ہے۔) حتی بعض روایات اور زیارت ناموں کے مطابق بدنِ اطہر پر جو تھا اسے اتار لیا گیا من جملہ زیارت مقدسہ ناحیہ میں یہ جملات پائے جاتے ہیں:

...السلام علی المقطوع الوتین ،السّلام علی المحامی بلامعین ، السّلام علی الشیب الخضیب ،السّلام علی الخدّالتریب ،السّلام علی البدن السلیب ،السلام علی الثغر المقروع بالقضیب ...

اس جانگداز تحریری حصے کو نیر تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار (کہ جن کے بارے میں ایک دانشور کا قول ہے کہ فارسی و عربی میں لکھے گئے امام حسینؑ کے مراثی میں ان اشعار سے زیادہ دقت آمیز اور منظم اشعار کم دیکھنے میں آئے ہیں) پر ختم کرتے ہیں:

ای زداغ توروان خونِ دل ازدیدئہ حور | بی توعالم همه ماتمکده تالفخۂ صور
به تماشای تجلای تومدهوش کلیم | ای سرت سَرِّاَنَااللہ و سنان نخلۂ طور
دیده هماگوهه دریاشوودریاهمه خون | که پس ازقتل جوتومنسوخ شدآیین سرور
دیرِترساوسرِسبطِ رسول مدنی | وای اگرطعنه به قرآن زند،انجیل وزبور
تاجهان باشدوبوده است که داده است نشان | میزبان خفته به کاخ اندرومهمان به تنور
سربی تن که شنیده است به لب آیهٔ کهف | یاکه دیده است به مشکاۃ تنور آیهٔ نور
جان فدای توکه اس حالت جانبازی تو | درصف مایه ازیادبشدشیون وشور
قدسیان سربه گریبان به حجاب ملکوت | حوریان دست به گیسوبرپریشان زقصور
غرق دریای تحیّرزلبِ خشک تونوح | دست حسرت به دل ازصبرتوایّوب صبور
کوفیان دست به تاراج حرم کرده دراز | آهوان حرم ازواهمه درشیون وشور
انبیامحوتماشاوملائک مبهوت | شمرسرشارتمنّاوتوسرگرم حضور

تاراجی خیام اور جو کچھ عورتوں اور بچوں کے پاس تھا غارت کرلیا

ابوریحان بیرونی سے نقل ہوا ہے کہ کتاب آثارالباقیہ میں آیا ہے:

ان لوگوں نے حسینؑ کے ساتھ وہ کیا جو کسی قوم نے اپنے بُرے لوگوں کے ساتھ بھی نہ کیا ہوگا حسینؑ کو قتل کرنا، تلواروں، نیزوں اور پتھروں کا استعمال، گھوڑوں کے سموں سے اجساد کی پامالی اور تاراج کرنا وغیرہ۔ ۲۶

بے شک انسان جب تاریخ کربلا کو پڑھتا ہے تو ابوریحان بیرونی کی گفتار اس پر بخوبی روشن ہو جاتی ہے، چنانچہ ارباب مقاتل لکھتے ہیں:

امام حسینؑ کے سراقدس کو جدا کرنے کے بعد خیموں کو آگ لگادی، جو کچھ خیموں میں نظر آیا اسے تاراج کرنے لگے، لباسوں، چادریں، مخدرات کے زیورات، بچوں کے لباس حتیٰ گوشوارے اور بچیوں کے خلخال زبردستی اتار رہے تھے۔

حمید بن مسلم راوی ہے:

میں دیکھ رہا تھا ان مکرمہ خواتین میں سے ایک طاہرہ خاتون کو ان بے شرموں کو چادروں پر کشمکش کر رہی تھی اور بالآخر وہ ظالم چادریں اتارنے میں کامیاب ہو گیا۔ ۲۷

مقتل مقرم میں ملتا ہے:

ایک ظالم نے ام کلثوم کا گوشوارہ ایسے کھینچا کہ کان کی لو پھٹ گئی ایک اور بے رحم نے جب فاطمہ بنت الحسینؑ کے خلخال چھینے تو رونے لگا۔

فاطمہؑ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ تو کہا اس لئے رو رہا ہوں کہ میں رسول خداؐ کی بیٹیوں کو لوٹ رہا ہوں۔ فاطمہ نے فرمایا: پھر لوٹ کیوں رہا ہے؟

تو کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی اور نہ لے جائے!

میں نے یہ بھی دیکھا کہ ایک شخص عورتوں کو نیزوں ان پر مار رہا تھا اور وہ عورتیں ایک دوسرے کا سہارا لے رہی تھیں اس نے ان سے چادر نقاب اور دیگر جو کچھ تھا چھین لیا۔ اسی لوٹ مار میں ایک شخص نے فاطمہ بنت الحسین کو دیکھا اور ان کی طرف لوٹنے کی غرض سے بڑھا تو وہ گریزاں ہوئیں مگر اس ظالم نے نیزے سے حملہ کیا، فاطمہ بے ہوش ہو کر زمین پر گریں اور جب ہوش آیا تو ام کلثوم کو اپنے سرہانے پایا جو گریہ کر رہی تھی۔[۲۸]

اس حد تک ظلم روا رکھا گیا کہ ایک عورت نے جو اپنے شوہر کے ہمراہ لشکر عمر بن سعد میں موجود تھی جب یہ منظر دیکھا تو میدان میں نکل آئی اور پکار کر اپنے لشکر سے کہا:

یاآل بکربن وائل أتسلب بنات رسول الله الاحکم الاّ الله یالثارات رسول الله

''اے خاندان بکر بن وائل! کیا رسول اللہ کی بیٹیوں کو بھی لوٹنا روا ہے؟ (مگر) اے خونِ رسول اللہ کے حق دار و خدا کے حکم پر کوئی حکم نہیں!''

یہ سن کر اس کا شوہر نزدیک آیا اور اسے خیمہ میں لے گیا۔

فقط خدا ہی جانتا ہے کہ ان عفیفہ اور معصومہ خواتین اور بچوں پر کیا گزری اور ان اسیروں کی قافلہ سالار زینبؑ نے کیا کیا دیکھا اور کیا کیا برداشت و تحمل کیا؟ کیونکہ کسی قلم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس خونبار منظر کی عکاسی تحریری صورت میں پیش کر سکے۔

بہر حال اس دل سوختہ شاعر نے اس حال کو یوں نظم کیا ہے:

چو کار شاه و لشکر بر سر آمد	**سوی خرگه سپه غارتگر آمد**
به دست آن گروه بی مروّت	**به یغما رفت میراث نبوّت**
هر آن چیزی که بُد در خرگهِ شاه	**فتاد اندر کفِ آن قوم گمراه**
زدند آتش همه آن خیمه گه را	**که سوزانید دودش مهر و مه را**
به خرگه شد محیط آن شعلهٔ نار	**همی شد تا به خیمه شاه بیمار**
بستول دوّ بین شه در تلاطم	**نمودی دست و پای خویشتن گم**
گهی در خیمه و گاهی برون شد	**دل از آن غصه اش دریای خون شد**
من از تحریر این گم ناتوانم	**که تصویرش زده آتش به جانم**
مگر آن عارف پاکیزه نیرو	**در این معلی بگفت ان شعر نیکو**

اگر دردم یکی بودی چه بودی　　　وگر غم اندکی بودی چه بودی

حمید بن مسلم اور دوسرے راویوں سے نقل ہوا ہے:

وہ پست فطرت اور بے شرم لوگ خیام امام حسینؑ کی لوٹ مار کے بعد ان خیام کو آگ لگاتے ہوئے امام زین العابدینؑ جو اس وقت مریض تھے کہ خیمے پر پہنچے تو اس وقت شمر یا بہ روایت ایک دوسرے ظالم نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے کہا: سبحان الله کیا بیمار کو بھی مارو گے؟ وانه لمابه اس کی بیماری ہی اس کیلئے بہت ہے اور اس طرح میں ان کے قتل میں مانع بنا۔

اخبار الدول قرمانی سے نقل کرتے ہیں:

شمر نے امام سجادؑ کے قتل کا ارادہ کیا تو زینب سامنے آ گئیں اور فرمایا:

اے شمر اگر اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے قتل کر۔

شمر نے یہ سن کر قتل کرنے سے گریز کیا۔

ارشاد شیخ مفید میں آیا ہے:

عمر بن سعد خیام کے نزدیک آیا خواتین نے اسے دیکھ کر گریہ شروع کیا اس پر عمر بن سعد نے حکم دیا کہ اب کوئی ان کے خیموں میں داخل نہ ہو اور نہ ہی کوئی اس بیمار سے معترض ہو، خواتین نے یہ دیکھا تو عمر بن سعد سے کہا:

اے ابن سعد! ہماری چادریں بھی لوٹا دی جائیں، ابن سعد نے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہا: جس نے جو لوٹا ہے واپس کر دے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: قسم بخدا کسی ایک شخص نے بھی جو لوٹا تھا واپس نہ کیا۔ (اور اس کی بات پر اعتنا نہ کیا) پس عمر بن سعد نے انہی میں سے چند نفری دستے کو سر خیام کھڑا کیا، تا کہ دوبارہ کوئی بے حرمتی نہ کرے۔

بہر حال اس جانگداز موضوع کو ان اشعار کے ساتھ ختم کرتے ہیں:

گیرم حسین سبط رسول خدانبود　　　گیرم که نور دیدهٔ خیر النسانبود

گیرم نبود سینهٔ او مخزن علوم　　　آخر زمهر بوسه گه مصطفی نبود

گیرم به زعم نسل زنا، بود کافری　　　برهیچ کافر این همه عدوان روانبود

گیرم نبود عترتِ او عترتِ رسول　　　گیرم حریم کبریانبود

آتش بر آشیانهٔ مرغینمی زند　　　گیرم که خیمه خیمهٔ آل عبانبود

بدن مطہر کو سم اسپاں سے پامال کیا گیا

طبری اور دوسرے ارباب تاریخ نے لکھا ہے:

جب عمر بن سعد وں کے خیمہ گاہ ہو کر اپنے لشکر میں آیا تو انھیں مخاطب کر کے کہا:

مَن ینتدب للحسین فیوطی الخیل صدرہ وظہرہ؟ کون ہے جو حسین کے بارے میں میرے دستور پر عمل کرے اور اپنے گھوڑے سے اس کے بدن کو پامال کر کے آئے؟

یہ سن کر دس ایسے پست فطرت افراد باہر آئے جو اس انتہائی ظالمانہ دستور پر عمل کرنے کیلئے آمادہ تھے، چنانچہ تاریخ نے ان کے یہ نقل کئے ہیں: اسحاق بن حیوۃ (یہ وہی ظالم ہے جس نے امام کا پیراہن لوٹا تھا) اخنس بن مرثد، حکیم بن طفیل، عمرو بن صبیح صیداوی رجاء بن منقذ عبدی، سالم بن خیثمہ جعفی، واخط بن ناعم، صالح بن وہب جعفی، ھانی بن ثبیت حضرمی، اسید بن مالک، (لعنہم اللہ فی الدارین) اور اس طرح یہ لوگ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور امام حسینؑ کے لاشے کو پامال کرنا شروع کیا۔

راوی کہتا ہے، یہ دس افراد جب کوفہ پہنچے، تو ان میں سے اسید بن مالک نے عبید اللہ بن زیاد سے کہا:

نحن رضضنا الصدر بعد الظهر بكلّ يعبوب شديد الاسر

”ہم ہیں جنھوں نے اپنے بھاری بھر کم گھوڑوں کے سخت سموں سے حسینؑ کا لاشہ پامال کیا“

عبید اللہ نے یہ سن کر بہت ہی معمولی سا انعام دیا اور ابو عمر زاہد سے نقل ہوا ہے، ہم نے ان دس افراد کے نسب تلاش کئے تو معلوم ہوا کہ یہ سب حرام زادے اور ولد الزنا تھے۔ جب مختار ثقفی نے قیام کیا تو ان دس افراد کو کر کے ان کے ہاتھ پیر باندھنے کا حکم دیا اور دستور دیا کہ ان کے بدن پر گھوڑے دوڑائے جائیں اور ایسا ہی ہوا یہاں تک کہ وہ واصل جہنم ہوئے۔

وصال شیرازی کہتے ہیں:

لباس کهنه بپوشید زیر پیرهنش | که تا برون نکند خصم بلمنش زتنش
لباس کهنه چه حاجت که زیر سمّ ستور | تنی نماند که پوشد جامه یا کفنش
نه جسم یوسف زهرا چنان لگد کوب است | کزان توان به پدر بر دبوی پیرهنش
دها کجا که نماید تلاوت قرآن | مگر که روح قدس ساخت حرفی از دهنش
که گفت از تن او خصم بر کشید لباس | لباس کسی بود او را که پاره شدیدنش

عرب شاعر یوں کہتا ہے:

وایّ شهیدٍ اصلتِ الشمسُ جسمه | ومشهدُها من اصله متولّد
وایّ ذبیح داست الکیل صدره | وفرسانها من ذکره تتجمّد
الم تک تدری انّ روح محمد | کقرآنه فی سبطه متجسّد

لثارت علی فرسانہاوتمرّدت　　ماالتھم ثاروابھاوتمرّدوا

''وہ شہید کون ہے جس کا بدن اس سورج نے گم کردیا جوخوداس شہید کے جد کی وجہ سے خلق ہوا، وہ شہید کون ہے جس کے بدن کو گھوڑوں نے پامال کیا، جبکہ ان کے سوار اس کے نام سے ڈرتے تھے، کیا جانتے ہو روح رسول اللہؐ اور روح قرآن ان فرزند حسین میں موجود ہے، اگر گھوڑے جان لیتے کہ ان کے سم رسولخداؐ پر پڑ رہے ہیں تو وہ اپنے سواروں کو گرا کر ان پر یہ پیر مارتے۔''

مصباح کفعمی میں روایت ہے، سکینہ بنت الحسینؑ فرماتی ہیں:

جب میرے بابا شہید ہوگئے تو میں ان سے پلٹ کر رو رہی تھی کہ اسی حالت میں مجھے غش آ گیا تو اس وقت میں نے بابا کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

شیعتی ماان شربتم ریّ عذب فاذکرونی　　اوسمعتم بغریب اوشہیدفاندبونی

''اے میرے شیعوں جب ٹھنڈا پانی پیو تو مجھے یاد رکھنا، اور اگر کبھی غریب یا شہید کا ذکر ہو تو مجھ پر گریہ کرنا۔''

پس میں فوراً روتی ہوئی لاشہ پدر سے جدا ہوئی اور اپنے سر وصورت پر طمانچے مار رہی کہ اچانک ھاتف کی آواز آئی:

بکت الارض والسماء علیه　　بدموع غزیرة ودماء

یبکیان المقتول فی کربلاء　　بین غوغاء اُمّة ادعیاء

منع الماء وھومنع قریب　　عین ابکی الممنوع شرب الماء

''زمین وآسمان نے اس پر آنسو اور خون بہایا ہے، یہ دونوں اس پر رو رہے ہیں جسے کربلا میں ان پست فطرت اور مجہول النسب انسانوں نے قتل کردیا اور اسے پانی سے محروم رکھا درحالیکہ وہ فرات کے نزدیک تھا، اے میری آنکھ اس پر گریہ کر جسے پیاسا مار دیا گیا۔''

وقت شہادت امام کا سن مبارک

شیخ مفید اور دیگر شیعہ وسنی علماء کا بیان ہے، وقت شہادت امام حسینؑ کی عمر بنا بر مشہور اٹھاون سال تھی البتہ اور اقوال بھی پائے جاتے ہیں مگر مشہور یہی مذکورہ قول ہے۔[۲۹] اور جیسا کہ ذکر ہو چکا سال شہادت ۶۱ ھ تھا

امام حسینؑ کے ساتھیوں میں کچھ زندہ رہے

یہ جاننا بھی بہتر ہے، اہل تاریخ کے مطابق کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ آنے والے چند اعوان وانصار ایسے تھے جو واقعہ کے بعد تک زندہ رہے، وہ یہ تھے:

ا۔ عقبہ بن سمعان جو جناب رباب بنت امرئ القیس یعنی امام حسینؑ کی زوجہ محترمہ کے غلام تھے جنھیں اسیر بنا کر عمر بن سعد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ان سے پوچھا تو کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں ایک غلام ہے اس نے یہ سن کر انھیں آزاد کردیا۔

۲۔ مرقع بن ثمامہ، انھیں بھی اسیر بنالیا گیا تھا پھر جب ان کے قبیلے والوں نے عمر بن سعد سے ان کیلئے امان مانگی تو ابن سعد نے انھیں پسر زیادہ تک پہنچادیا اور سارا ماجرا انکے بارے میں بیان کیا تو عبیداللہ ابن زیاد نے انھیں بحرین ملک بدر کردیا چنانچہ یہ اسی جگہ سکونت پذیر ہوئے۔

۳۔ مسلم بن ریاح، یہ امامؑ کے ساتھ آیا اور کربلا میں امامؑ کی خدمت و دیکھ بال کا فریضہ انجام دیتا تھا مگر حضرتؑ کی شہادت کے بعد وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا، چنانچہ اس نے کربلا کی کچھ واقعات کو نقل کیا ہے۔

۴۔ حسن بن الحسن، اس سے قبل بھی روز عاشورا کے واقعات اور فرزندان امام حسنؑ کے واقعات میں ذکر ہوچکا انھیں زخمی حالت میں اسیر کیا گیا مگر اسماء بن خارجہ فزاری کے وساطت سے جن کی ان سے رشتہ داری تھی ابن سعد کے لشکر میں قتل نہ ہوئے اور انھیں معالجہ کیلئے کوفہ لایا گیا اور بعد میں مدینہ پہنچے۔

۵، ۶، ۷، ۸۔ عمر بن الحسن، قاسم بن عبداللہ، محمد بن عقیل اور زید بن الحسن کے بارے میں بھی بعض اہل تاریخ کا کہنا ہے کہ یہ کربلا میں موجود تھے مگر شہید نہ ہوئے۔

اس حصے کا تتمہ

امام حسینؑ کی اولاد اور ازواج

واقعہ کربلا کی عظمت، اس تاریخی قیام کی آفاقیت اور شہادت امام حسینؑ کے وسیع تر فلسفہ نے تمام تاریخ نویسوں اور روایانِ حدیث کو اتنا معروف رکھا کہ انھوں نے حضرتؑ کی اولاد وازواج کے بارے میں بہت کم تحقیق پیش کی حتی بعض بزرگ و معتبر محدثین من جملہ ابن شہرآشوب اور علی بن عیسیٰ اربلی جیسے بزرگوں کا بیان (جسے گزشتہ صفحات پر جناب علی بن الحسینؑ کے ذکر شہادت میں عرض کیا گیا) بھی ابہام آور ہے، لہٰذا وہ پوری طرح قابل استفادہ نہیں۔ بہرحال اس مقام پر بھی ان بزرگوں کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی بضاعت و فہم کے مطابق تحقیق پیش کریں گے۔

الف۔ شیخ مفیدؒ متوفی ۴۱۳ھ اپنی کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں:

امام حسینؑ کی چھے اولاد تھی:

۱۔ علی بن الحسینؑ اکبر کہ جن کی کنیت ابومحمد اور والدہ کا اسم گرامی شاہ زنان یزدجرد تھا جو شاہ ایران کی دختر تھیں۔

۲۔ علی بن الحسینؑ اصغر جو کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کی والدہ گرامی لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں۔

۳۔ جعفر بن الحسینؑ جنکے کوئی اولاد نہ تھی، ان کی والدہ قبیلہ قضاعہ کی ایک خاتون تھیں اور جعفر اپنے والد گرامی امام حسینؑ کی ظاہری حیات ہی میں انتقال کر گئے تھے۔

۴۔ عبداللہ بن الحسینؑ شیر خوار جو کہ کربلا میں شہید ہوئے شہید ہوئے۔

۵۔ سکینہ بنت الحسینؑ جن کی اور عبداللہ بن الحسینؑ کی والدہ حضرت رباب بنت امرئ القیس بن عدی کلابی تھیں۔

۶۔ فاطمہ بنت الحسینؑ جن کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبیداللہ تھیں۔ ۳۰

شیخ طبرسی (متوفی ۵۴۸ھ ق) بھی اپنی کتاب اعلام الوری میں تقریباً اسی قول کو انتخاب کرتے ہیں۔ ۳۱

ب۔ ابن شہر آشوب (متوفی ۵۸۸ھ) اپنی مناقب میں امام حسینؑ کا شرح حال تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام حسینؑ کے بیٹوں کے نام یہ تھے:

علی اکبر شہید جن کی والدہ برہ ۳۲ بنت عروہ بن مسعود ثقفی ہیں، علی امامؑ (علی اوسط) اور علی اصغر کہ جن دونوں کی والدہ شہر بانو ہیں، محمد اور عبداللہ شہید کہ ان دونوں کی والدہ رباب بنت امرئ القیس ہیں اور جناب جعفر جن کی والدہ قبیلہ قضاعہ کی ہے۔ اسی طرح امام حسینؑ کی بیٹیوں میں سکینہ جن کی والدہ رباب بنت امرئ القیس ہیں اور فاطمہ کہ جن کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ اور زینب بنت الحسینؑ کے نام نقل ہوئے ہیں۔ ۳۳

ابن شہر آشوب ایک اور مقام پر امام سجادؑ کے حالات نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کتاب بدع و کتاب شرح اخبار کے مؤلفین کا بیان ہے، امام حسینؑ کی اولاد جناب علی اکبر سے چلی جو اپنے بابا کے بعد قید حیات میں رہے اور وہ علی جو کربلا میں شہید ہوئے علی اصغر تھے اور یہی نظریہ قابل اعتماد بھی ہے، کیونکہ علی اکبر بن الحسینؑ زین العابدین کربلا میں تیس سال کی عمر رکھتے تھے، جبکہ آپ کے فرزند امام باقرؑ وہاں پندرہ سال کی عمر رکھتے تھے اور علی اصغرؑ جو کہ کربلا میں شہید ہوئے وہ بارہ سال کا سن رکھتے تھے۔ اسی طرح زیدیہ بھی قائل ہیں امام حسینؑ کی نسل جناب علی اصغر سے چلی جو کربلا میں سات سال کے تھے، جبکہ بعض محققین کا بیان ہے وہ کربلا میں چار سال کے تھے اور اہل نسب نے بھی اسی نظریہ کو قبول کیا ہے۔ ۳۴

ج۔ علی بن الحسین اربلی متوفی ۶۴۳ھ ق اپنی کتاب کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کمال الدین کا بیان ہے:

امام حسینؑ کے چھے بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ علی اکبر علی اوسط (امام زین العابدینؑ)، علی اصغر، محمد، عبداللہ اور جعفر جو کہ جن میں سے علی اکبر علی اصغر اور عبداللہ کربلا میں اپنے بابا کے ساتھ شہید ہوئے اور بیٹیوں

میں حضرت زینب، جناب سکینہ، جناب فاطمہ وغیرہ کے نام نقل ہوئے ہیں۔
قابل توجہ بات یہ ہے: چوتھی بیٹی کا نام نقل نہیں کیا، جس کی جانب خود علی بن عیسی اربلی متوجہ تھے اور عبد العزیز حافظ جنابذی سے روایت کرتے ہیں، امام حسینؑ کی چھے اولاد تھی جن میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں اور بیٹوں کے ذکر میں فقط لکھتے ہیں: وہ علی اکبر و علی اصغر تھے اور اسی طرح بیٹیوں میں فقط حضرت سکینہ اور حضرت فاطمہ کا نقل کرتے ہیں۔ پھر مؤلف مذکور شیخ مفیدؒ کا کلام نقل کرتے ہیں: (جو شیخ مفید کی کتاب ارشاد سے کھلا اختلاف رکھتا ہے) اور آخر میں لکھتے ہیں:
شیخ مفیدؒ اور حافظ جنابذی کے اقوال کے مطابق امام حسینؑ کے دو فرزند تھے کہ جن دونوں کا نام علی تھے، جبکہ مشہور یہ ہے اس نام سے امام کے تین بیٹے تھے اور حضرتؑ کی تمام نسل امام زین العابدینؑ سے چلی۔ ۳۵
یاقوت حموی اپنی کتاب معجم البلدان میں شام کے ایک شہر "حلب" کی توصیف کرتے ہوئے کہتے ہیں اس شہر کے مغرب میں کوہِ جوشن کے دامن میں محسن بن الحسینؑ کی قبر ہے جو عراق سے شام جاتے ہوئے اسیروں کی گزرگاہ تھی اور یہ بچہ شاید وہاں شہید ہوا ہے۔ (یا پھر سقط شدہ بچہ ہے جسے دفن کر دیا گیا ہے۔) ۳۶
جیسا کہ ان محدثین اور بزرگان دین کے کلمات سے یہی روشن ہوتا ہے امام حسینؑ کے بعد سلسلۂ امامت آپؑ کے فرزند امام زین العابدینؑ سے چلا (البتہ حضرت کی زندگانی پر مشتمل ایک کتاب پیش کریں گے) اور دوسرے بیٹے یا اپنے بابا کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے یا پھر (جعفر بن الحسین) حیات پدر ہی میں انتقال کر گئے اور مشہور قول کی بناء پر حضرتؑ کی دو بیٹیاں جناب فاطمہ اور جناب سکینہ تھیں۔

حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ

فاطمہ بنت الحسینؑ اسلام کی ایک باعظمت اور صاحب فضیلت خاتون ہیں۔ شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں حُسن کی وجہ سے انھیں حور العین کہا جاتا تھا۔ ۳۷ یہ وہی محترمہ خاتون ہیں جن سے ایک روایت کے مطابق امام حسینؑ نے روز عاشورہ اپنی آخر وصیتیں فرمائیں اور انھیں ہی سے فرمایا: امام زین العابدینؑ تک امامت کے ودائع اور وصیتیں منتقل کریں، چنانچہ اصول کافی اور بصائر الدرجات میں سلسلہ سند کے ساتھ ابی الجارود امام باقرؑ سے روایت کرتے ہیں:
جب امام کا وقت شہادت آیا تو آپؑ نے بڑی بیٹی جناب فاطمہ کو بلا کر ایک تہ (لپٹا) شدہ خط دیا اور اپنے ظاہری و باطنی امور کی وصیت فرمائی، کیونکہ اس وقت امام زین العابدینؑ ایسے سخت مریض تھے کہ افاقہ کی امید نہ تھی۔ پس فاطمہ بنت الحسینؑ نے وہ نامہ امام زین العابدینؑ کے سپرد کیا جو ہم تک پہنچا ہے۔
ابی الجارود کہتے ہیں: میں نے عرض کی اس نامے میں کیا تحریر تھا؟
حضرتؑ نے فرمایا: قسم بخدا اس میں اولاد آدم کی ضروریات جو قیامت تک پیش آئیں گی درج ہیں۔ ۳۸

البتہ امام حسینؑ کی وصیت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، آپؑ نے کس سے وصیت فرمائی، چنانچہ ایک قول مندرجہ بالا ہے اور ایک قول کے مطابق ام سلمہ سے وصیت فرمائی اور تیسرے قول کے مطابق حضرت زینبؑ سے اپنی وصیت فرمائی۔ ۳۹

علماء اہل سنت نے بھی فاطمہ بنت الحسینؑ کے باب میں فضائل ومناقب پر مشتمل بہت کچھ لکھ ہے مثلاً ابن حجر، تہذیب التہذیب میں ۴۰ اور سنن ترمذی، ابی داؤد، نسائی اور ابن ماجہ ان سے کئی روایات نقل کرتے ہیں۔ یافعی مرآت الجنان میں حضرت فاطمہ کی وفات ۱۱۰ھ ق میں لکھی ہے، ۴۱ جبکہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں فاطمہ کی عمر تقریباً نوے سال ذکر کی ہے۔ ۴۲ اسی طرح ابن سعد اپنی کتاب طبقات اور ابن عماد نے شذرات میں، طبری نے اپنی کتاب تاریخ میں اور دیگر بہت سے علماء اہل سنت نے اپنی اپنی کتابوں میں فاطمہ بنت الحسینؑ کے بہت زیدہ فضائل وکمالات نقل کیے ہیں۔ ۴۳

عقد فاطمہ بنت الحسینؑ کے بارے میں ابوالفرج اپنی کتاب اغانی میں مستند روایت نقل کرتے ہیں:

جس میں حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب (حسن مثنیٰ) اپنے چچا امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے فاطمہ بنت الحسینؑ کی خواستگاری کریں۔ حضرتؑ نے فرمایا: مجھے تم سے یہی انتظار تھا اور ہاتھ پکڑ کر انھیں اندرون خانہ لے گئے اور فرمایا: میری ان دو بیٹیوں یعنی فاطمہ اور سکینہ میں سے جسے چاہو انتخاب کرلو تو حسن مثنیٰ نے فاطمہ کو انتخاب کیا، جبکہ ایک روایت کے مطابق شرم مانع ہوئی لہٰذا گردن جھکادی اور چچا کو جواب نہ دیا تب حضرتؑ نے خود اپنی بیٹی فاطمہ کو ان کیلئے انتخاب کیا اور فرمایا: میری یہ بیٹی میری مادر گرامی فاطمہ زہراؑ سے زیادہ شباہت رکھتی ہے اور اس طرح امام حسینؑ فاطمہ کو حسن مثنیٰ کے عقد میں لائے۔ ۴۴

ارشاد شیخ مفیدؒ میں بھی اسی قول کو انتخاب کرتے ہوئے مزید لکھا ہے:

حسن مثنیٰ پینتیس سالہ عمر میں اس دار فانی کو وداع کہا اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت الحسینؑ نے اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ نصب کروایا اور ایک سال تک اس میں معتکف رہیں وہ دن میں روزہ رکھتی تھیں اور راتوں کو عبادت میں مشغول رہتیں اور ایک سال تمام ہونے کے بعد انھوں نے وہاں سے خیمہ ہٹوایا۔ ۴۵

منتخب التواریخ میں آیا ہے:

فاطمہ بنت الحسینؑ کے بطن مبارک حسن مثنیٰ کے تین بیٹے دنیا میں آئے، چنانچہ ان میں سے ایک بیٹے کا نام عبداللہ بن محض دوسرے ابراہیم الغمز اور تیسرے بیٹے کا نام حسن مثلث تھا، جبکہ ابی نصر بخاری سے نقل ہوا ہے حسن مثنیٰ کے ان تین بیٹوں کے علاوہ فاطمہ کے بطن سے دو بیٹیاں بنام زینب وام کلثوم بھی تھیں۔ ۴۶

جیسا کہ چند صفحات قبل ذکر ہوا حسن مثنیٰ اپنی زوجہ فاطمہ بنت الحسینؑ کے ہمراہ واقعہ کربلا میں تھے اور زخموں سے چور بے ہوش ہونے کے سبب دشمنوں کے ہاتھوں اٹھالیے گئے وہ کوفہ لے گئے وہاں ان کا مداوا ہوا اوراس طرح صحت یاب ہوکر واپس مدینہ چلے گئے۔ انہی فاطمہ بنت الحسینؑ سے روز عاشورا کے واقعات میں روایت ہے:

میں در خیمہ پر کھڑی اپنے بابا، بھائی عزیزو اقارب اور بابا کے انصار کے لاشے دیکھ رہی تھی کہ ان پر گھوڑے دوڑائے جارہے ہیں اور کھڑے سوچ رہی تھی کہ یہ ظالم ہمارے ساتھ اب کیا کریں گے، کیا یہ لوگ ہمیں بھی مار ڈالیں گے یا اسیر بنائیں گے۔ اسی عالم میں ایک سوار کو دیکھا جو اپنے نیزے کی اَنی سے خواتین کی چادریں اتار رہا ہے، ان کے دست بند، خلخال اور گوشوارے حتی جو تھا وہ لوٹ رہا ہے اور وہ خواتین ایک دوسرے کی پناہ لے رہی ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں:

واجداہ وابتاہ، واعلیاہ واقلۃناصراہ واحسناہ ... ! کیا یہاں کوئی نہیں جو ہمیں پناہ دے، کیا یہاں کوئی نہیں جو ہمارے دشمن کو ہم سے دور کرے یہ وہ وقت تھا جب میرا دم سینے میں اٹکا ہوا تھا اور لرزا بر اندام تھی اس خوف سے کہ دشمن کہیں میری سمت نہ آجائے پھوپھی اماں جناب ام کلثوم کو تلاش کر رہی تھی، مگر اسی عالم میں وہ سوار میری جانب بڑھا تو میں نے خود کو محفوظ رکھنے کیلئے وہاں سے گریز اختیار کیا، لیکن وہ سوار تھا اور میں پیادہ اس نے میرے شانوں کے درمیان نیزہ مارا تو میں بے ہوش ہوکر زمین پر گری، اس نے پہلے میرے سر سے چادر اتاری پھر گوشوارے اتارے اور مجھے اس حال میں سر سے خون بہہ رہا تھا زمین پر گرا کر فرار ہوگیا اور جب میں ہوش میں آئی تو پھوپھی جان ام کلثوم کو دیکھا جو میرے سرہانے کھڑی گریہ کر رہی تھی مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر فرمایا: اٹھو فاطمہ چلو کر دیکھیں ان خواتین اور تیرے بیمار بھائی پر کیا گزری؟ میں نے زمین سے اٹھ کر کہا: پھوپھی جان کیا کوئی کپڑا ہے جس سے اپنا سر چھپاؤں۔ پھوپھی نے فرمایا:

یابنتاہ وعمتک مثلک! میری بیٹی تیری پھوپھی کا حال بھی تجھ جیسا ہے میں نے تب دیکھا کہ ان کا سر بھی برہنہ ہے اور بدنِ نازین دشمن کے تازیانوں سے نیل گون اور سیاہ ہو رہا ہے اور ابھی ہم خیموں تک نہ پہنچے تھے کہ جو کچھ ان میں تھا وہ سب لٹ چکا تھا اور میرا بیمار بھائی منہ کے بل زمین پر نڈھال پڑا تھا اور اس میں شدت پیاس اور بیماری کی وجہ سے ہلنے تک کی سکت نہ تھی وہ ہمیں دیکھ کر رہ رہے تھے اور ہم انھیں دیکھ کر۔ [47]

کوفہ میں حضرت فاطمہؑ کا خطبہ

احتجاج طبرسیؒ اور سید ابن طاؤس کی کتاب لھوف میں امام موسیٰ بن جعفرؑ سے اور امام اپنے آباء واجداد سے

نقل کرتے ہیں جب اسیرانِ کربلا شہر کوفہ میں داخل ہوئے تو فاطمہ بنت الحسینؑ نے فصاحت و بلاغت سے بھرپور خطبہ ارشاد فرمایا جس کا متن یہ ہے:

اَلحمدُللهِ عددالرمل والحصی ،وَزِنَةَ العَرشِ اِلی الثری ،اَحمَدُهُ واُؤمِنُ بِه وَاتوکّلُ عَلَیه ،واَشهدُاَن لااله الاّالله وَحده لاشریکَ له وانّ محمَّداً عَبدُه و رَسُولُه.وانّ اولادَه ذُبِحوا بِشطّ الفُراتِ،مِن غیرِ ذَحلٍ و لاتُراث.اَللّهمّ اِنّی اَعوذُبکَ اَن افتری علیک،وَاَن اَقول علیک خلافِ ماانزلتَ مِن اَخذِ العُهودِ وَ الوَصِیّةِلِعَلیّ بنِ ابی طالبٍ المَغلوبِ حَقّه المَقتُولِ مِنْ غیرِ ذنبٍ"کماقُتِلَ وَلَدُهُ بالامس "فی بیتٍ مِنْ بُیوتِ اللهِ تعالیٰ،فیهِ مَعشرٌمُسلِمَةٌ بِأَلسِنَتِهم ،تَعساً لِرُؤُوسِهم مادَفَعتْ عَنهُ ضَیماًفی حَیاتِه و لاعِندَمَماتِه حَتّی قَبَضهُ اللهُ تعالیٰ اِلَیهِ مَحمودَالنَقیبَة،طیبَ العَریکَة ،مَعروفَ المَناقِبِ،مشهورَالمَذاهبِ،لَمْ یأخُذْهُ فی الله سُبحانه لومَةُ لائِم،ولاعَذلُ عاذِلٍ،هَدیتَه اللّهمّ لِلاِسلامِ صَغیراًوَحَمِدتَ مناقبَهُ کبیراً،وَلم یَزَل ناصِحاًلکَ وَلِرَسُولِکَ،زاهِداًفی الدُّنیاغَیرَحریصٍ عَلَیها،راغِباًفی الآخِرة،مُجاهِداًلکَ فی سَبیلِکَ ، رَضیتَه فاختَرتَه وَهَدیتَه اِلی صِراطٍ مُستَقیم.

اَمابعد یااَهلَ الکُوفة،یااهلَ المَکرِوَالغَدرِوَالخُیَلاء ،فاِنّااَهلُ بَیتٍ اِبتَلانااللهُ بِکُم،وَابتَلاکُم بِنا فَجَعلَ بَلاءَ نا حَسَناً،وَجَعَلَ عِلمَهُ عِندَناوَفَهمَهُ لَدَینا،فَنحنُ عَیبَةُ عِلمِه ،وَوِعاءُ فَهمِهِ وَحِکمَتِه ،وَحُجَّتِه عَلَی الأرضِ فی بِلادِهِ لِعِبادِهِ،اَکرَمَنااللهُ بِکَرامَتِه،وَفَضَّلَنابِنَبیِّه مُحمّدٍصَلّی اللهُ عَلَیهِ وآله عَلی کَثیرٍمِمَّن خَلَقَ اللهُ تَفضیلا.

فَکَذّبتُموناوَکَفَّرتُمونا،وَرَأیتُم قِتالَناحَلالاً،وَاَموالَنانَهباً،کَاَنّنااَولادُتُرکٍ اَوکابُل،کَماقَتَلتُم جَدَّنا بالأمسِ،وَسُیوفُکُم تَقطُرمِن دِمائنااَهلَ البَیتِ لِحِقدٍمُتَقَدّم،قَرَّت لِذلِکَ عُیُونُکم،وَفَرِحَت قُلُوبکم اِفتراءً عَلَی اللهِ،وَمَکراًمَکَرتُم،واللهُ خَیرُالماکِرین،فَلاتَدعُونَکم اَنفُسُکم الی الجَذَلِ بِمااَصَبتُم مِن دِمائِنا،وَنالَت اَیدیکُم مِن اَموالِنا،فَاِنّ مااَصابَنامِنَ المَصائِبِ الجَلیلةِ،وَالرَّزایاالعَظیمةِ"فی کِتابٍ مِنْ قَبلِ اَنْ نَبرَأَها،اِنّ ذلِکَ عَلَی اللهِ یَسیر،لِکَیلاتَأسَواعَلیٰ مافاتَکُم وَ لاتَفرَحُوابِماآتاکُم،وَاللهُ لایُحِبُّ کُلَّ مُختالٍ فَخُور.

تَبّاًلَکُم فانتَظِرواالَّعنَةَ وَالعَذاب،فَکَأنّ قَدحَلّ بِکُم وَتَواتَرَت مِنَ السَّماءِ نَقِماتٍ،فَیُسحِتَکُم بِعَذابٍ وَیُذیقَ بَعضَکُم بَأسَ بَعضٍ ثُمّ تُخَلَّدونَ فی العَذابِ الألیمِ یَومَ القِیامَةِ بِماظَلَمتُمونا،اَلالَعنَةُ اَلالَعنَةُ اللهِ عَلَی الظّالِمین.

وَیلَکُم،اَتَدرُونَ اَیّةُ یَدٍطاعَنَتنامِنکُم؟وَاَیّةُ نَفسٍ نَزَعَتْ اِلیٰ قِتالِنا؟اَم بِاَیّةِ رِجلٍ مَشَیتُم اِلَینا؟تَبغُونَ مُحارَبَتَنا قَسَتْ قُلُوبُکُمْ وَغَلُظَتْ اَکبادُکُم،وَطَبَعَ اللهُ عَلی اَفئِدَتِکُم ،وَخَتَمَ عَلی سَمعِکُم وَبَصَرِکُم وَسَوَّلَ لَکُمُ الشَّیطانُ وَاَملیٰ لَکُمْ ،وَجَعَلَ عَلی بَصَرِکُم غِشاوَةً فَاَنتُم لاتَهتَدون.تَبّاًلَکُم یااَهلَ الکُوفة اَیّ تُراتٍ لِرَسُولِ اللهِ قِبَلَکُم،وَذُحُولٍ لَهُ لَدَیکُم،بِماعَنَدتُم بِأخیهِ عَلیّ بنُ اَبی طالبٍ جَدّی

وَبَنِیهِ وَعِتْرَتِهِ الطیبین الاخیار، وافتخر بذلک مُفتخرُکم.

نَحنُ قتلْنا علیّاً وبَنی علیّ بِسُیُوفٍ هِندِیّةٍ وَرِماح

وَسَبینا نساءَ هُم سَبیَ تُرک ونَطَحْناهُمْ فَأَیَّ نِطاح

بِفیکَ اَیُّها القائِل الکثکث والاَثْلَبُ اِفْتَخرتَ بقتل قومٍ زکّاهُمُ اللهُ وَطَهَّرهُم وَاَذْهَب عنهُم الرِّجس فاکظم وَاَقْعِ کما اَقعی اَبُوکَ فانما لکلّ امْری ءٍ ما اکتَسَبَ .وماقدّمتْ یداہ حسدْ تمُوناوَیْلاً لَکُم علی مافَضَّلَنااللہ تُعالی ،ذٰلِکَ فضْلُ اللہ یُؤْتِیهِ مَنْ یَشاءُ واللہ ذوالفضْلِ العظیم ،وَمَن لَمْ یَجْعَلِ اللہ لهُ نُوراًمِنْ نُور.

فارْتَفَعَت الاَصواتُ بالبُکاءِ والنحیب وَقالوا:حَسْبُکَ یاابْنَةَ الطّاهِرین فَقدحَرقْتَ قُلوبناواَنضجْتَ نُحورَناواَضْرَمْتَ اَجوافنافسکتت ۴۸

خدا کا شکر کنکریوں،سنگریزوں اور عرش سے فرش تک فضا میں اڑنے والے ذرات کے برابر ادا کرتی ہوں اور میں اس خدا پر ایمان اور توکل رکھتی ہوں اور گواہی دیتی ہوں کہ اسکے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ اپنا ہرگز شریک نہیں رکھتا اور گواہی دیتی ہوں حضرت محمد مصطفیٰؐ اسکے خاص بندے اور رسول ہیں وہ پیغمبرؐ کہ جن کی اولاد کا سر فرات کے کنارے بے جرم و خطا قلم کر دیا گیا۔

اے خدا! تیری جانب جھوٹ وافتراء کی نسبت دیتے سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیرا نازل کردہ (قرآن) اور وہ عہد و وصیت جو تو نے علی بن ابیطالب کیلئے تھا کے خلاف بولنے سے تیری پناہ مانگتی ہوں کہ جس کا حق چھین کر اسے بھی اسی طرح بے گناہ قتل کر دیا گیا جسے روز گذشتہ اسکے فرزند کو خدا کے گھروں میں سے ایک گھر میں مار دیا گیا جہاں ظاہری مسلمان تھے،ان کے سروں پر ننگ و عار ہو کہ جنھوں نے نہ اسکی زندگی میں اور نہ ہی شہادت کے وقت اس سے ظلم و ستم کو روکا یہاں تک کہ خداوند متعال نے اسکی مقدس روح کو اپنی جانب بلا لیا،اسکا اخلاق نیک،کردار پسندیدہ تھا اور وہ صاحب مناقب و فضائل تھا جبکہ اسکی راہ و روش سب پر واضح تھی اور وہ تیری راہ میں کسی کی ملامت و سرزنش سے خوف کھانے والا نہیں تھا' تو نے (اے خدا) اسے بچپنے میں اسلام کی جانب ہدایت کی اور بزرگی و فضائل و مناقب سے نوازا اور اس نے تیری اور تیرے رسول کی راہ میں خیر خواہی سے کام لیا یہاں تک کہ تو نے زاھد دنیا اور آخرت کی جانب عاشق و راغب اپنی راہ کے مجاہد کو اپنے پاس بلا لیا اور اسے اپنی خوشنودی کے ساتھ پسندیدہ قرار دیا اور اسے راہ مستقیم کی ہدایت فرمائی۔

اور تم اے اہل کوفہ! اے فریب کار لوگو،دغل باز اور دھوکہ دینے والے لوگو! ہم وہ خاندان ہے جسے خدا نے تمہارے ساتھ آزمایا اور ہمارا امتحان کو کامیاب قرار دیا اور اس خدا نے اپنے علم و فہم کو ہمارے درمیان قرار دیا،کیونکہ ہم اس کا علمی خزانہ اور اسکے فہم و حکم کا مقام ہیں اور ہم روئے زمین پر موجود تمام شہروں

میں موجود اس کے بندوں پر اس کی جانب سے حجت ہیں، خدا نے ہماری کرامت سے ہمارا اکرام کیا اور پیغمبرؐ کی وجہ سے اپنے تمام بندوں پر ہماری برتری کو آشکار کیا مگر تم لوگوں نے ہمیں جھٹلا کر ہماری تکفیر کی اور ہمارے قتل کو حلال جانا اور ہمارے اموال کو اسطرح لوٹا گویا ہم فرزندانِ ترک و افغان ہیں ہم نے کچھ مدت قبل ہمارے جد (علیؑ) کو شہید کیا اور تمہاری تلواروں سے ماضی کا کینہ ہمارے خون کی صورت میں ٹپک رہا ہے تمہاری آنکھیں ان اعمال پر ٹھنڈک پائیں اور دل خوش ہوں کہ خدا پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور اس ذات اقدس کے ساتھ مکر و فریب کر رہے ہو جبکہ خدا خیر الماکرین ہے۔ خبردار ہمیں مار کر اور ہمارا مال لوٹ کر خوش نہ ہونا کیونکہ یہ مصائب اور سنگین آلام جو ہم تک پہنچے ہیں وہ خدا کی جانب سے ہماری آزمائش تھی۔

﴿فی کتاب من قبل ان نبرأھا انّ ذالِکَ علی اللہ یسیر لکیلا تأسوا علیٰ مافاتکم و لا تفرحو بما آتاکم و اللہ لایُحبّ کل مختالٍ فخور﴾

مردہ باد اے اہل کوفہ! خدا کی لعنت اور اسکے عذاب کا انتظار کرو گویا وہ (لعنت و عذاب) تم تک آ پہنچا ہے اور عقوبت و نقمت ابھی پے در پے آسمان سے نازل ہو کر تمہیں اپنے اندر لپیٹ رہی ہے اور (بہت جلد) تم آپس کے اختلافات اور باہمی جنگ و جدال میں گھرتے چلے جاؤ گے اس وقت ہم پر کیے ہوئے مظالم کا بدلہ قیامت کے روز دردناک عذاب کی شکل میں تمہارے شامل حال ہوگا خدا کا عذاب ظالموں پر ہو۔

وائے ہو تم پر! کیا جانتے ہو ہم پر کس ہاتھ نے نیزہ اٹھایا، کون ہمارے ساتھ جنگ کرنے آیا اور ہمارے خلاف کی انداز اختیار کیا' تمہارے دل سخت ہو چکے ہیں، ان پر مہر لگ چکی ہے، تمہارے کان و آنکھیں بند ہو چکی ہیں اور شیطان نے خوب تمہیں دھوکہ دے کر تمہاری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، تاکہ تم راہِ ہدایت نہ پاسکو۔

اے اہل کوفہ والو تم پر لعنت ہو! آخر رسول اللہؐ تمہارا کون سا خون بہایا تھا جسکے جرم میں تم نے ان سے انتقام یہ ہے (اتنے بڑے جرم کے مرتکب ہوئے ہو) وہ دشمنی جو انکے بھائی اور میرے جد علی بن ابیطالب اور ان کے فرزند سے تھی جو پیغمبرؐ کی پاک و طاہر عترت تھے تمہارے دلوں میں بغض و عناد کی صورت میں پروان چڑھ رہی تھی اور افسوس اپنے اس کئے پر فخر بھی کر رہے ہو کہ ہم نے ھندی تلواروں اور نیزوں سے علی اور اولاد کو قتل کر دیا اور ان کی خواتین کو ترک اسیروں کی طرح اسیر بنالیا اور کا جنگ تھی جو ہم نے ان سے کی!

خاک و خاشاک اور پتھر ہو اس منہ پر جو یہ کہہ رہا ہے، کیا تو ان لوگوں کے قتل پر فخر و مباہات کرتا ہے

جنھیں خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا اور ہر طرح کی نجاست و پلیدی کو ان سے دور رکھا لعنت ہو تجھ پر اور تیرے خاندان پر اور بے شک ہر انسان کی قیمت وہی شے ہے جو اس نے حاصل کی ہے تمہیں ہم سے خدا کی دی ہوئی فضیلتوں پر حسد تھا، وائے ہو تم پر یہ خدا کی دی ہوئی برتری تھی جسے دینے میں اسے اختیار حاصل تھا اور ہر فضیلت و کمال خدا کیلئے ہے چنانچہ جس کیلئے وہ نورِ ہدایت قرار نہ دے وہ کوئی نور نہیں رکھتا۔"

اس وقت گریہ و فغاں بلند ہوا اور وہ کہنے لگے:

اے بنتِ طاہرین بہت ہے بس اب ٹھہر جاؤ تم نے ہمارے دل کباب کر دیئے، ہمارے سینوں کو جلا کر رکھ دیا اور ہمارے پورے وجود میں آگ لگ رہی ہے۔" تب فاطمہ بنت الحسینؑ نے سکوت اختیار کیا۔

بہر حال اہل تاریخ نے لکھا ہے:

فاطمہ بنت الحسینؑ جناب حسین مثنیٰ کی وفات کے بعد عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان سے عقد کیا اور اسکے بعد آپ کے بطن سے محمد دیباج متولد ہوئے، لیکن بعض محققین مثلاً مرحوم مقرم نے اس عقد کو قبول نہ کرتے ہوئے اسے آلِ زبور کی جعلیات میں سے قرار دیا۔ ۴۹

یہ جاننا بھی بہتر ہے جناب ابوالفرج نے اپنی کتاب اغانی میں محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان بن عفان کے حالات زندگی نقل کئے ہیں جو خود مرحوم ابوالفرج کے نقل کردہ فضائل و مناقب اور فاطمہ بنت الحسینؑ کی شان و منزلت کے ساتھ سازگار نہیں ہیں، لہٰذا شاید مرحوم مقرم کا تردّد بے جا نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ اعلم ۵۰

ابی بکر بن حسین بن عمر صراغی (متوفی ۸۱۶ھ) کی تالیف کردہ کتاب تحقیق النضرة الی معالم دار الھجرة میں فاطمہ بنت الحسینؑ کے کرامات نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: جب ولید بن عبدالملک نے حکم دیا کہ ازواج رسولؐ کے حجرے گرا کر انھیں مسجد کا حصہ کر دیا جائے تو فاطمہ بنت الحسینؑ حرہ مدینہ تشریف لے گئیں اور وہاں گھر تعمیر کروانے کا حکم دیا اور فرمایا: یہاں ایک کنواں کھودا جائے مگر کنواں کھودنے پر اس جگہ ایک سخت پتھر ظاہر ہوا جو زمین کھودنے میں مانع تھا، چنانچہ تمام ماجرا سے بیان کیا گیا۔ وہاں تشریف لائیں، وضو انجام دیا اور وضو کا باقی ماندہ پانی اس پتھر پر ڈالا جو سبب بنا کہ پتھر آسانی سے شکستہ ہو جائے اور اس طرح کنواں کھودنے میں حائل مشکل برطرف ہوئی اور اس کنویں سے پانی نکلا جسے لوگ تبرک کے طور پر لیتے تھے اور لوگوں نے اس کنویں کا نام زمزم رکھا۔ ۵۱

حضرت سکینہ بنت الحسینؑ

سکینہ امام حسینؑ کی دختر تھیں جو فاطمہ بنت الحسینؑ سے چھوٹی تھیں اور اس حضرت سکینہ کے بہت سے

فضائل وکمالات نقل کیے گئے ہیں خاص طور پر فصاحت و بلاغت میں عدم المثال تھیں ۔ابوالفرج کی اغانی میں اور دیگر کتابوں میں اس معظمہ کا نام امینہ یا آمنہ نقل ہوا ہے، لہٰذا سکینہ ان کا نام نہیں بلکہ لقب تھا۔ امام حسینؑ کے نزدیک جناب سکینہ اور آپ کی والدہ رباب بنت امری ٔالقیس کا خاص مقام تھا، چنانچہ امام حسینؑ سے منسوب یہ اشعار ان دونوں خاتون کیلئے نقل ہوئے ہیں:

لَعَمرُک اِنّنی لَاُحبّ داراً　　　　تکونُ بِہ سکینۃَ و الرّباب

اُحبّھماوابْذِل جُلّ مالی　　　　ولیس لعاتِبٍ عندی عتاب ۵۲

کتاب اغانی میں روایت ہے:

امری ٔالقیس بن عدی یعنی جناب رباب کے پدر بزرگوار عمرؓ بن خطاب کے زمانے میں مسلمان ہوئے اور حضرت عمرؓ نے شام میں موجود قضاعہ کے لوگوں پر انھیں امیر بنایا، چنانچہ جب وہ راہی شام ہونے لگے تو امیر المومنینؑ نے کی بیٹیوں کی خواستگاری کی اور امری ٔالقیس کے محیاہ، سلمٰی اور رباب تین بیٹیاں تھیں، چنانچہ انھوں نے محیاہ امیر المومنینؑ کو، سلمٰی امام حسنؑ اور رباب امام حسینؑ کو دی گئیں ۔۵۳

لیکن اس روایت کا وجود بعید نظر آتا ہے، کیونکہ اسکے علاوہ یہ نام ہمیں کسی اور مقام پر بھی نہیں ملے اور نہ ہی امام علیؑ اور آپؑ کے بیٹوں کی ازواج میں یہ نام شامل ہیں۔

حضرت سکینہ ظاہر حسن و جمال کے علاوہ معنوی کمالات سے بھی آراستہ تھیں، چنانچہ ابوالفرج کہتے ہیں : وہ اہل مزاج اور خوش طبیعت تھیں اور کہا جاتا ہے ان کا گھر شاعروں، قریش کے بزرگوں اور ادیبوں کا مرکز تھا۔۵۴ اور گاہے بگاہے اس زمانے کے مشہور شاعر فرزدق، کثیر، جمیل، نصیب، احوص اور دیگر بی کے پاس آ کر اپنے اپنے اشعار سناتے اور فیصلہ کرتی تھیں کہ کس نے اچھا لکھا ہے حتیٰ اپنے قصیدوں کی اصلاح ان سے لیا کرتے تھے۔ ۵۵

اور حضرت سکینہ کے پہلے شوہر عبداللہ بن حسن بن علیؑ تھے جو کربلا میں شہید ہوئے (جس کی تفصیل گذشتہ صفحات پر ذکر ہو چکی) پھر چند سال بعد مصعب ابن زبیر کے عقد میں آئیں اور ان کے قتل کے بعد عبداللہ بن عثمان خزامی کے عقد میں اور ان کے بعد آخر میں زید بن عمرو بن عثمان کے عقد میں آئیں۔۵۶ چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں نقل ہوا ہے ۱۱۷ھ ق میں آپ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔۵۷

امام حسینؑ کی ازواج

اہل تاریخ نے امام حسینؑ کی پانچ ازواج ذکر کی ہیں۔

۱۔ شہر بانو بنت یزدگرد جو امام زین العابدینؑ کی مادر گرامی تھیں البتہ شہر بانو کے حالات زندگی انشاء

اللہ امام زین العابدین کے حالات زندگی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔

۲۔ لیلیٰ بنت مرہ بن عمرو بن مسعود ثقفی جو جناب علی بن الحسینؑ شہید کربلا کی مادر گرامی تھیں، چنانچہ حضرت لیلیٰ کے حالات زندگی ہم نے علی بن الحسینؑ کے داستانِ شہادت ذکر کرتے ہوئے نقل کیے ہیں اور نیز اس بحث کی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ آیا حضرت لیلیٰ واقعہ کربلا میں موجود تھیں یا نہیں؟ اور اسی طرح ابوالفرج اصفہانی اور دیگر دانشوروں کے اقوال نقل ہوئی کہ جس میں جناب لیلیٰ کی والدہ (یعنی جناب علی بن الحسینؑ کی نانی) میمونہ ابوسفیان کی بیٹی تھی، لہٰذا علی بن الحسینؑ کا مادری نسب ابوسفیان سے ملتا ہے اور شاید اسی سبب معاویہ نے ان کے بارے میں وہ جملہ کہا تھا۔ ۵۸

۳۔ حضرت رباب بنت امری القیس جو حضرت سکینہ اور عبداللہ کی مادر گرامی تھیں اور جیسا کہ ذکر ہو چکا یہ خاتون اور ان کی دختر سکینہ امام حسینؑ کی نگاہ میں خاص مقام رکھتی تھیں حتی امام حسینؑ نے ان دونوں کے بارے میں اشعار کہے جو نقل ہو چکے ہیں اور اغانی میں ابوالفرج نقل کرتے ہیں:
شہادت امام حسینؑ کے بعد حضرت رباب نے حضرت امام حسینؑ کے بارے میں یہ اشعار کہے:

اِنّ الّذی کان نوراً یُستضاء به	بِکربلاء قتیل لٌ غیرُ ملفون
سبطُ النّبی جزاکَ الله صالحةً	عنّا،وجُنّبت خُسران الموازین
قد کُنت لی جبلاً صعباً الوذبه	و کُنت تصبحنابالرّحم والدّین
مَن للیتامی و من للسائلین و من	یُغنی ویاوی الیه کلّ مسکین
والله لاابتغی صِهراً بِصهرِکُم	حتّٰی اُغیّب بین الرّمل و الطین

"بے شک وہ ایسا نور تھا جس کی ضیاء سے لوگ بہرہ مند ہوتے تھے اسے کربلا میں قتل کر دیا گیا اور دفن تک نہ کیا تو پسر رسول تھا خدا تجھے جزائے خیر عطا کرے اور ضرر و زیان سے محفوظ رکھے۔ بے شک (اے حسینؑ) تم میرے لئے ایک کوہ (پہاڑ کی مانند تھے) جس کا میں سہارا لیا کرتی تھی اور آپ اپنے دین پر عمل پیرا تھے اور ہم سے انتہائی محبت اور حسن سلوک رکھتے تھے آپ کے بعد اب کون ہے جو یتیموں مسکینوں اور فقیروں کی دستگیری کرے اور انھیں پناہ دے کرماً و اقرار پائے۔ خدا کی قسم ان کے بعد میں ہرگز عقد نہیں کروں گی یہاں تک کہ ریت و خاک میں دفن کر دی جاؤں۔"

جیسا کہ ان اشعار میں ذکر ہوا ہے، آپ تا آخر حیات یوں ہی سوگوار رہیں اور کسی کی بھی خواستگاری قبول نہ کی، چنانچہ ابن اثیر کامل میں لکھتے ہیں کہ جناب رباب بھی دیگر اسیروں کے ساتھ کربلا سے شام لائی گئیں اور پھر وہاں سے مدینہ تشریف لائیں جہاں اشراف قریش میں سے بہت سے شخصیات نے آپ کی خواستگاری انجام دی مگر آپ نے جواب دیا:
ماکُنتَ لاتّخذَ حمواً بعدرسُول الله "میں رسول اللہؐ کے بعد کوئی خسر انتخاب نہیں کروں گی۔"

حضرت رباب (واقعہ کربلا کے بعد) ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہیں اور اس مدت میں کبھی زیر سایہ نہ بیٹھیں جس نے آپ کو حال سے بے حال کر دیا اور بالآخر انتہائی دکھ و آلام کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئیں، البتہ بعض نے نقل کیا ہے کہ جناب رباب ایک سال تک قبر امام حسینؑ ہی پر رہیں اور جب مدینہ لوٹ کر آئیں تو وہاں اس غم کی تاب نہ لا کر وفات پائی۔ ۵۹

تمقام فرہاد مرزا سے نقل ہوا ہے، ابن زیاد کے دربار میں جب رباب کی نگاہیں امام حسینؑ کے سر پر پڑیں تو فوراً اسے گود میں اٹھا کر بوسہ دیا اور عجیب انداز میں آتش بار آہوں کے ساتھ زار و قطار گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

واحسیناً فلستُ اَنسیٰ حُسیناً — اقصَدَتُه اَسِنّة الاَعداء

غادروه بکربلاء صریعاً — لاسَقَی الله جانبی کربلاء ۶۰

''ہائے حسین! میں آپ کو ہرگز فراموش نہیں کر سکتی کہ جسے دشمنوں کے نیزوں نے اپنا ہدف قرار دیا اور خاک کربلا پر گرا دیا خدا اس سرزمین کو سیراب نہ کرے۔''

مرحوم کلینی اپنی کتاب کافی میں (باب مولد الحسین بن علیؑ) مصقلہ طحان سے نقل کرتے ہیں کہ امام صادقؑ نے فرمایا: شہادت امام حسینؑ پر ان کی زوجہ محترمہ رباب مجلس عزا کا اہتمام کیا جس میں خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی اور اس میں آپ کی کنیزوں نے بہت گریہ کیا یہاں تک کہ ان کے آنسو خشک ہو گئے مگر ایک کنیز ایسی تھی جو مسلسل گریہ کر رہی تھی، چنانچہ یہ دیکھ کر حضرت رباب نے اسے بلایا اور دریافت کیا کہ تو کیسے اب تک گریہ کناں ہے؟ تو اس نے جواب دیا: میں جب روتے روتے بے حال ہوگئی تو قاووت (چنے اور شکر کا شربت جو مجالس عزا میں پلایا جاتا ہے) کا بنا ہوا شربت پی کر آئی تھی تو حضرت رباب نے دستور دیا وہ شربت تیار کیا جائے، تا کہ ہم دوبارہ گریہ کر سکیں۔ ۶۱

۴۔ جناب ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ جو فاطمہ بنت الحسینؑ کی مادر گرامی تھیں یہ امام حسینؑ سے قبل امام حسنؑ کے عقد میں تھے جن سے حسین بن حسن اور طلحہ بن حسن متولد ہوئے تھے اور بعض روایات کے مطابق آپؑ کا یہ کام امام مجتبیٰ کی وصیت کے تحت تھا جو انہوں نے اپنے بھائی سے فرمایا:

اے حسینؑ! میں اس خاتون سے راضی ہوں لہٰذا اسے میرے بعد اس گھر سے نہ جانے دینا۔ ۶۲

۵۔ امام حسینؑ کی ایک زوجہ قبیلہ قضاعہ سے متعلق تھیں جو جعفر بن الحسینؑ کی والدۂ گرامی تھیں، چنانچہ ان کا ذکر گذشتہ صفحات پر نقل ہو چکا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ [بحارالانوار ج۴۴ص۲۴۵]

۲۔ [بحارالانوار ج۴۴ص۲۶۹]

۳۔ [مقاتل الطالبین (ترجمہ) ص۸۷]

۴۔ [اغانی]

۵۔ [ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے جناب رباب کی محبت طرفینی تھی یعنی امامؑ بھی انھیں چاہتے تھے۔]

۶۔ [مناقب ابن شہرآشوب طبع قم ج۴ص۱۰۹]

۷۔ [مقتل کے عبارت کا متن اس طرح ہے:" فاقبلت سکینہ وھی صارخة وکان یحبّھا حبّاً شدیداً فضمّھا الی صدرہ ومسح دموعھا وقال ..."]

۸۔ [مرحوم استاد شعرانی فرماتے ہیں یہ اشعار امام کے ہوں یا کسی اور نے امامؑ کا زبان حال نظم کیا ہو دونوں صورتوں میں مناسبت رکھتے ہیں کیونکہ سکینہ طولانی عمر پاتی ہیں اور معاشرہ میں عظیم خاتون کی حیثیت میں روشناس ہوئیں کہ خواتین میں ان جیسا کوئی صاحب شرف وکمال اور ادیب وشاعر نہیں گزری جن کا گھر اہل فضل وشعر کا مرکز تھا حتی لوگ ان سے، نعم واکرام کی توقع رکھتے تھے اور ان کی ملاقات کیلئے دور دراز کا سفر طے کرتے تھے۔]

۹۔ [بحارالانوار ج۴۵ص۵۰ اور اس طرح کی ایک اور روایت شیخ مفید نے اپنی کتاب ارشاد ج۲ص۱۱۶ پر حمید بن مسلم سے نقل کی ہے۔]

۱۱۔ [ایک عرب شاعر نے امام کے اس کلام کو نظم کیا ہے:

قال اقصدونی بنفسی واترکوا حرمی   قدحان حسینی وقدلاحت لوائحه]

۱۲۔ [حیاۃ الامام الحسینؑ ج۳ص۲۸۰ پر صواعق المحرقہ ص۱۱۸ سے نقل ہوا ہے۔]

۱۳۔ [ترجمہ نفس المھموم ص۱۹۰]

۱۴۔ [مقتل مقرم ص۲۷۵]

۱۵۔ [مناقب ج۴ص۱۱۰]

۱۶۔ [ایک روایت میں ہے وہ تیر تھا جسے ابوالجنوب نے امام حسینؑ کی پیشانی پر مارا۔]

۱۷۔ [متن روایت کچھ اس طرح کہ:" فبینماھو واقف اذأتاه حجر فوقع فی جبهة ،فاخذ الثواب لیمسح الدّم عن وجهه ،فأتاه سهم محدّد مسموم له ثلاث شعب ،فوقع السهم فی صدره وفی بعض الروایات علی قلبه . ." جسکا بعض مترجمین نے یوں ترجمہ کیا ہے. پس امامؑ نے اپنی قمیص کا دامن زرہ اٹھا کر باہر نکالا تا کہ جو خون آپؑ کے چہرہ اور آنکھوں میں جارہا تھا اسے صاف کریں کہ ناگاہ مسموم سہ شعبہ تیر حضرتؑ کے سینے پہ یا قلب مبارک پر آ کر لگا اور جس کا پھل پشت مبارک پر نکل آیا (ناسخ التواریخ) ایک اور مترجم نے لکھا امام نے بند زرہ کھولے تا کہ نیچے سے قبا کا دامن اٹھا کر آنکھوں میں جاتا ہوا خون صاف کریں۔" (چہاردہ معصوم، جواد فاضل)

مرحوم استاد شعرانی لکھتے ہیں: عربی میں ''ثواب'' فارسی میں جامہ (کپڑا) اسے کہتے ہیں جسے بُن گیا ہو اگر چہ نہ اسے سیا گیا ہو اور نہ پہنا گیا ہو یعنی فقط کپڑا جو ابھی جامہ تن نہیں بنا ہے لہذا شاید امامؑ نے رومال مانند کپڑا خون صاف کرنے کیلئے نکالا اور قبا کا دامن کہنا درست نہیں ہوسکتا کیونکہ دامن اٹھانے سے جسم عریان نظر آتا ہے جسکا تصور امام کیلئے معقول نہیں جبکہ اس پر کوئی قانع کنندہ دلیل بھی موجود نہیں (کہ امام نے زرہ کھول کر قبا کا دامن باہر نکالا ہو) اور نہ ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ برہنہ بدن پر وہ سہ شعبہ تیر آکر لگا بلکہ وہ ایسا تیر تھا جس نے تیر کو پھاڑ کر بدن مبارک پر اثر کیا البتہ یہ کام اس لیے ممکن ہوا کہ امامؑ کا دست مبارک خون صاف کرنے میں مصروف تھا اور آتے ہوئے تیر کو سپر نہ دکھا سکے ورنہ یہ کام ہر ایک کی توان میں نہ تھا چنانچہ وہ تیر آیا...... (مترجم نفس المھموم کا حاشیہ)

لیکن اگر روایت میں ''فاخذ ثوبا'' ہوتا تو شاید استاد کا ترجمہ و تشریح بغیر کسی شک و شبہ کے قابل قبول ہوتی مگر ''ثوب'' پر ''الف لام'' کا آنا جو الف لام عہد کہلاتا ہے استاد کے کیئے ہوئے معنی کو مشکل بنا دیتا ہی جو بہر حال اہل فن پر پوشیدہ نہیں واللہ اعلم۔]

۱۹ [مقتل مقرم ص ۲۸۲]

۲۰ [حیاۃ الامام الحسینؑ، باقر شریف ج ۳ ص ۲۹۳]

۲۱ [اسرار الشھادۃ ص ۴۳۶]

۲۲ [نفس المھموم ص ۱۹۸]

۲۳ [اس روایت کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے: کتنے پست لوگ تھے جو رسول خداؐ کی سواری کے قدر دان تھے اور انھیں رسول خداؐ کی سواری کی حفاظت کا خیال تھا لیکن رسول اکرمؐ کا پارۂ تن، میوۂ دل اور گل نبوی کو اس بے دردی کے ساتھ قتل کیا کہ وہ پانی مانگ رہے تھے اور یہ ایک گھونٹ دینے پر تیار نہ ہوئے۔]

۲۴ [اسرار الشھادۃ ص ۴۳۶]

۲۵ [ترجمہ نفس المھموم ص ۲۰۱ اور لغت نامہ دھکدہ کے علاوہ فرہنگ معین میں بھی امامؑ کے اس گھوڑے کا نام جس پر آپؑ کربلا میں سوار تھے ذوالجناح تھا۔]

۲۶ [نقل از آثار الباقیۃ ص ۶۳۲۹ لیدن]

۲۷ [نفس المھموم ص ۱۹۹]

۲۸ [مقتل مقرم ص ۳۰۰، ۳۰۱]

۲۹ [ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۳۶، حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۲۹۶]

۳۰ [ارشاد شیخ مفیدؒ (مترجم) ج ۲ ص ۱۳۷]

۳۱ [اعلام الوری طبع صدوق تہران ص ۲۵۰، ۲۵۱]

۳۲ [برۃ شاید جناب لیلیٰ کا لقب تھا۔]

۳۳ [مناقب، طبع قم ج ۵ ص ۷۷]

۳۴ [مناقب ج ۴ ص ۱۷۴]

۳۵ [کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۵۰ تا ۲۵۲]
۳۶ [معجم البلدان (طبع بیروت) ج ۲ ص ۲۸۴]
۳۷ [ارشاد شیخ مفید (مترجم) ج ۲ ص ۲۲]
۳۸ [بصائر الدرجات باب ۱۳ جزء ۱۳ اصول کافی (مترجم) ج ۲ ص ۸۵]
۳۹ [قاموس الرجال ج ۱ ص ۸]
۴۰ [تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۲]
۴۱ [مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۲۳۴]
۴۲ [تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۲]
۴۳ [طبقات ج ۸ ص ۴۷۴، شذرات ج ۱ ص ۱۳۹، تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۶۷]
۴۴ [اغانی ج ۱۶ ص ۱۴۲]
۴۵ [ارشاد (مترجم) ج ۲ ص ۲۲]
۴۶ [ریاحین الشریعہ ج ۳ ص ۲۸۳]
۴۷ [بحار الانوار طبع بیروت ج ۴۵ ص ۶۰]
۴۸ [احتجاج طبرسی ص ۱۶۴، لھوف ص ۱۲۷]
۴۹ [حاشیہ مقتل مقرم ص ۳۱۴]
۵۰ [ترجمہ مقاتل الطالبین ص ۱۹۵، ۱۹۶ پر رجوع کریں۔]
۵۱ [حاشیہ مقتل مقرم ص ۳۱۴]
۵۲ [اغانی، ابو الفرج ۱۶ ص ۱۳۶]
۵۳ [اغانی، ابو الفرج ج ۱۶ ص ۱۴۵]
۵۴ [ایضاً]
۵۵ [اغانی ج ۱۶ ص ۱۶۱ کے بعد]
۵۶ [اغانی ج ۱۶ ص ۱۳۹]
۵۷ [منتخب التواریخ ص ۲۴۴]
۵۸ [اسی کتاب کا پانچواں باب ملاحظہ فرمائیں۔]
۵۹ [کامل ج ۴ ص ۸۸]
۶۰ [ریاحین الشریعہ ج ۳ ص ۳۱۵]
۶۱ [اصول کافی طبع تہران اسلامیہ ج ۲ ص ۴۹۰]
۶۲ [منتخب التواریخ ص ۲۴۱]

سترہواں باب

امام حسینؑ کے مختصر فضائل اور آپؑ کے اخلاق کی جھلک

یہاں ضروری سمجھتے ہیں بعد از شہادت رونما ہونے والے واقعات و حادثات اور اسارت اہل بیتؑ کی غم انگیز داستان سے قبل امام حسینؑ کے ذکر شدہ فضائل و مناقب کے علاوہ چند فضائل ذکر کر کے باقی ماندہ واقعات کی جانب رخ کریں۔

امام حسینؑ کی امامت

زندگانی امیر المومنین علیؑ اور آپؑ کے فرزند بزرگ امام حسن مجتبیٰ کی زندگانی پر مشتمل تاریخ میں تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر بحث ہو چکی ہے کہ ہم شیعوں کے نزدیک نبوت کی طرح مسئلہ امامت بھی عقل و نقل دلائل کی روشنی میں بہت اہمیت کی حامل ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وحی الٰہی اور نص پیغمبر خداؐ کے ذریعے حضرتؐ کے بعد اور پھر ہر امام کے بعد دوسرا امام جو خود چند یا ایک واسطے کے بعد وحی الٰہی تک پہنچا ہے تعین ہو اور اس بارے میں عوام کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنا نظریہ دیں اور نہ ہی اہل حل و عقد کا اجماع کارگر ہے اور اسی طرح شوریٰ یا پہلے والے خلیفہ کا اپنے بعد کسی کو دینی رہنما کے طور پر روشناس کروانا درست نہیں۔

(مزید آگاہی کیلئے بہتر ہوگا کہ زندگانی امیر المومنینؑ میں رہبر و ولایت کی بحث حصہ پنجم پر رجوع کیا جائے۔)

بارہ اماموں کی امامت، انکے نام اور خصوصیات کے بارے میں رسول اللہؐ کی احادیث موجود ہیں جنھیں الانصاف نامی کتاب جو مرحوم شعرانی کی تالیف ہے اس میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (اور جس کا فارسی ترجمہ مؤلف ہذا نے پیش کیا ہے) یا مرحوم شیخ حر عاملی کی تالیف کردہ کتاب "اثبات الھداۃ فی النص علی الائمۃ الاثنی عشر من الاشراف" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، فقط مرحوم شعرانی الانصاف میں تین سو ساٹھ احادیث جنھیں علماء اہل سنت اور علماء شیعہ نے اس بارے میں جمع کیا نقل کی ہے اور پھر اسی کتاب میں مخالفین کے شبہات کا جواب دیا ہے بارہ اماموں پر عامہ (اہل سنت) سے نقل شدہ روایات کے علاوہ امام حسینؑ کو تمام دیگر احادیث میں بھی امام سوم کے طور پر یاد کیا گیا ہے اور اس بارے میں حضرت رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ سے روایات نقل ہوئی ہے اور وہ روایات جن میں امام حسنؑ نے اپنے بعد بعنوان امام وقت امام حسینؑ کا تعارف کروایا اور

انھیں امامت کے مخصوص مواریث سپرد کیے

حضرت رسول اسلامؐ کی کثیر روایات میں سے اس موضوع پر من جملہ روایت جو آپؐ نے امام حسنؑ وامام حسینؑ کے بارے میں فرمایا: ابنای هذان امامان قاما أو قعدا [1]

''میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں چاہے قیام کریں یا سکوت کر کے بیٹھ جائیں۔''

اس بارے میں دیگر بہت سی روایات زندگانی امام حسنؑ میں نقل کی گئی ہیں جن کا تکرار مقصود نہیں، لیکن من جملہ وہ روایت جو مرحوم کلینی نے اپنی کتاب کافی اور مرحوم طبرسی نے اپنی کتاب اعلام الوریٰ میں سلسلۂ سند کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے:

جب امام حسنؑ کی شہادت نزدیک ہوئی تو جناب قنبر کو بلا کر فرمایا: محمد حنفیہ کو میرے پاس لے آؤ، چنانچہ جب محمد حنفیہ تشریف لائے تو امام حسنؑ نے ان سے ارشاد فرمایا:

یامحمدبن علی اماعلمت انّ الحسین بن علی بعدوفاع نفسی ومفارقة روحی جسمی امام من بوری وعندالله فی الکتاب الماضی وراثة النبی أضافها الله له فی وراثة ابیه وامه [2]

''اے محمد حنفیہ! کیا جانتے ہو میری وفات کے بعد جب میری روح وبدن میں مفارقت ہو جائے گی تو میری بعد خدا کے نزدیک موجود گذشتہ کتاب اور وراثت پیغمبری میں حسین ابن علی امام وقت ہیں، خداوند متعال نے ان کیلئے اس مقام کو پدر و مادر کے ارث کے علاوہ قرار دیا ہے۔''

انہی کتابوں میں دیگر بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں، لیکن ہم اسی روایت پر اکتفاء کرتے ہیں۔

امام حسینؑ کے چند معجزات

یہ مطلب بھی اپنے مقام یعنی کلامی کتب اور اصول اعتقادات میں ثابت ہو چکا ہے امام معصوم اور دینی پیشوا معجزوں اور خارق العادہ کاموں پر قدرت رکھتا ہو چنانچہ ائمہ معصومین میں سے ہر ایک امام کے معجزات، کرامات اور ان کے خارق العادہ کام روایات اور تاریخی کتابوں میں ذکر ہو چکے ہیں۔ امام حسینؑ کے بارے میں بھی بحارالانوار، اثبات الھداۃ اور مدینۃ المعاجز، سید ہاشم بحرانیؒ بہت سے معجزات نقل ہوئے ہیں، جبکہ فقط مدینۃ المعاجز میں ایک سو نوے معجزات بیان ہوئے ہیں، چنانچہ ہم تبرک کے طور پر چند معجزات مرحوم شیخ حر عاملی کی کتاب اثبات الھداۃ (جس کا ترجمہ آیت اللہ جنتی نے پیش کیا ہے) جلد پنجم سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ شیخ طوسی تہذیب میں ایوب ابن اعین سے اور وہ امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک خاتون نے طواف کرتے ہوئے اپنا ہاتھ چادر سے نکالا تو اس کے نزدیک موجود ایک شخص نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا تو خداوند متعال انکے دونوں ہاتھوں کو چسپاں کر دیا اور اس طرح طواف

رک گیا، لوگ جمع ہونے لگے، حکومتی کارندوں کو علم ہوا تو انھوں نے فقہاء کو بلا کر مسئلہ کا حل طلب کیا تو جواب دیا گیا کہ مرد کا ہاتھ کاٹا جائے، کیونکہ جرم کا ارتکاب مرد نے کیا ہے، حاکم وقت نے کہا کہ کیا یہاں اولادِ رسولؐ میں سے کوئی موجود ہے؟ بتایا گیا کہ ہاں شبِ گذشتہ حسینؑ ابن علیؑ تشریف لائے ہیں، حاکم نے قاصد روانہ کیا اور امام کو دعوت دی، آپؑ تشریف لائے تو حاکم نے عرض کی دیکھیں ان دونوں پر کیا گزر رہی ہے؟

امامؑ نے روبہ قبلہ ہو کر دست بہ دعا بلند کیا اور کچھ دیر دعا کرنے کے بعد ان دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے سے جدا کر دیئے۔ حاکم نے کہا: کیا اس مرد کو اس جرم پر سزا دی جائے؟ حضرتؑ نے فرمایا: نہیں۔

اس روایت کو ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں تہذیب سے نقل کیا ہے۔ [۳]

۲۔ شیخ صدوق اپنی کتاب کمال الدین اور اتمام النعمہ میں محمد بن علی بن الحسین سے روایت نقل کرتے ہیں، ابن عباس فرماتے ہیں:

امیر المومنینؑ نے مجھے کربلا کی کچھ مقدار ہرن کی پشم دیتے ہوئے فرمایا:

اے ابن عباس! اس سے اگر خونِ تازہ ابلتے دیکھو تو جان لینا کہ حسینؑ کو کربلا میں شہید کر دیا گیا ہے۔

ابن عباس روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک روز میں جب نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا اس پشم سے خون بہہ رہا ہے اور میری آستین رنگین ہو گئی ہے یہ دیکھ کر میں بے ساختہ گریہ کرنے لگا اور کہا کہ قسم بخدا حسینؑ شہید ہو گئے، قسم بخدا علیؑ کی کوئی حدیث غلط ثابت نہیں ہوئی ہے انھوں نے مجھ سے جو کچھ کہا وہ سب پورا ہے۔

مزید کہتے ہیں:

میں نے مدینہ منورہ کو حباب آب کی مانند دیکھا کہ جس میں کچھ موجود نہ ہو، اسکے بعد سورج طلوع ہوا تو وہ کسوف کی حالت میں تھا اور میں مدینہ کی دیواروں کو خون میں رنگین دیکھ رہا تھا، چنانچہ سر پکڑ کر گریہ کرتے ہوئے بیٹھ گیا اور کہہ رہا تھا قسم بخدا حسینؑ کو مار دیا گیا تو اس عالم میں ایک گوشہ سے آواز آئی: اے آلِ پیغمبر صبر کرو رسول اکرمؐ کا چھوٹا سا بچہ شہید کر دیا گیا ہے اور روح الامین گریہ کناں زمین پر آ چکے ہیں اور جب خبر شہادت آئی تو معلوم ہوا کہ یہ وہی روز تھا۔ [۴]

۳۔ نیز شیخ صدوق کتاب امالی میں عبد اللہ بن منصور (جو زید بن علیؑ کے فرزندوں کے برادر رضاعی تھے) سے روایت کرتے ہیں امام جعفر صادقؑ نے امام حسینؑ کی خبر شہادت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جب امام حسینؑ عراق کی جانب سفر کر رہے تھے تو درمیانِ سفر ایک شخص نے امامؑ سے پوچھا: مدینہ

چھوڑنے کا سبب کیا تھا؟

حضرتؑ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر بنی امیہ نے ہتک حرمت کی، میں نے اس پر صبر کیا، انھوں نے میرا مال ضبط کیا میں نے اس پر بھی صبر کیا اور اب وہ میرا خون بہانا چاہتے تھے، مگر میں نے برداشت کیا۔ قسم بخدا وہ مجھے قتل کریں گے جسکے عوض خداوند متعال انھیں ذلیل وخوار کرے گا، ان پر برندہ تلوار لٹکائے گا اور ایسے لوگوں کو ان پر مسلط کرے گا جو انھیں ذلیل وخوار کر کے چھوڑیں گے۔

وہ مزید روایت کرتے ہیں:

امام حسینؑ نے کربلا پہنچ کر ارشاد فرمایا: قسم بخدا یہ دن غم و آلام کے ہیں اور یہ سرزمین وہی ہے جہاں ہمارا خون بہے گا اور ہمارے خیمے لوٹے جائیں گے۔ اس وقت آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اٹھو اور اس پانی سے سیراب ہو جاؤ، کیونکہ یہ تمہارا آخری توشہ ہے، وضو کرو، غسل کر کے نئے جامے تن کرو، کیونکہ وہی تمہارا کفن قرار پائیں گے۔ پھر خیموں کے گرد خندق کھدوائی اور اس میں آگ روشن کروائی تاکہ دشمن کے حملے کی سمت معین ہو جائے۔ عمر بن سعد کے ایک فرد نے آکر دیکھا کہ خندق میں آگ جلائی گئی تو حضرتؑ سے گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا:

اے حسین! آتش مبارک ہو کہ جسکی جانب، بہت جلد جانے والے ہو۔

امام نے فرمایا: خدایا اسکی قسمت میں دنیا و آخرت کی آگ لکھ دے۔ ابھی امامؑ نے دعا ہی کی تھی کہ اس کا گھوڑا سرکش ہوا اور اسے آگ میں گرا دیا گیا جو وہیں جل کر راکھ ہو گیا۔ کچھ ہی دیر بعد ایک اور سوار آیا اور امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کو مخاطب کر کے بولا: آپ فرات دیکھ رہے ہو اس کی موجیں شکم ماہی کی طرح کیسے نظر آرہی ہے، قسم بخدا! تمہیں اسکا ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہوگا یہاں تک کہ شربت مرگ پیو۔

امام حسینؑ نے یہ سن کر فرمایا:

خدایا انہی ایام میں اسے پیاس کے سبب مار دے۔ راوی کہتا ہے وہ پیاس کی شدت سے بے حال ہو کر گھوڑے سے زمین پر اس طرح گرا کہ خود کو پیچھے آنے والے گھوڑوں کے سموں سے نہ بچا سکا اور تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ اسکے بعد لشکر یزید سے ایک اور محمد ابن اشعث نامی دشمن آیا اور بولا: اے حسینؑ! تجھے رسولخداؐ سے وہ کونسی نسبت ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔

امام نے فرمایا: خدایا آج ہی محمد ابن اشعث کو ایسا ذلیل وخوار کر دے کہ پھر عزت نصیب نہ ہو چنانچہ کچھ ہی دیر بعد اسے ضرورت (حاجت) پیش آئی، لہٰذا وہ لشکر سے دور قضائے حاجت کیلئے گیا جہاں اس کی شرم گاہ پر بچھو نے ڈنگ مارا اور اس طرح وہ برہنہ حالت میں اس دنیا سے رخصت

ہو کر واصل جہنم ہوا۔

۴۔ قتل امام حسینؑ پر وارد ہونے والی ایک حدیث میں آیا ہے: اس روز بیت المقدس کا جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے تازہ خون ابلتا تھا اور وہاں لوگوں نے دیکھا کہ سورج کی روشنی در و دیوار پر سرخ پر دوں کی مانند محسوس ہو رہی ہے۔

۵۔ شیخ طوسی اپنی کتاب مجالس واخبار میں ابو عبداللہ ناصح کی کنیز قریبۃ سے روایت نقل کرتے ہیں: ہمارے آشنا افراد سے ایک شخص کربلا میں دشمن حسینؑ میں شامل تھا وہ جب وہاں سے لوٹ کر آیا تو اپنے ہمراہ ایک شتر اور کچھ مقدار زعفران لے کر آیا مگر اس نے جوں ہی زعفران کو پیسنا شروع کیا وہ جل کر راکھ ہوگئی اور زعفران میں سے جو بھی عورت اسے اپنے ہاتھ پر ملتی فوراً کوڑھ کی مریض ہو جاتی، پھر جب اونٹ کو نحر کیا گیا تو جس جگہ بھی چاقو لگاتے وہ جگہ خراب ہونے لگتی اور جب اسکی کھال اتارنے لگتے تو وہ جگہ جلنے لگتی اور جب اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگتے تو وہاں سے آگ نکلتی اور جب دیگ کے نیچے آگ جلاتے تو وہ دیگ میں آجاتی۔ بہر حال اس گوشت کو جب کاسہ میں ڈالتے تو گوشت جلنے لگتا، میں نے اس اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر کاٹنا شروع کیا تو جوں ہی ضرب لگاتی تو وہاں سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے تھے۔

۶۔ شیخ ابو علی حسن ابن محمد بن حسن طوسی اپنی کتاب امالی میں یوحنای نصرانی سے نقل کرتے ہیں: میں موسیٰ ابن عیسای ہاشمی سے ملاقات کیلئے گیا تو میں نے دیکھا وہ دیوانہ ہو چکا ہے اور تکیہ کے سہارے سے بیٹھا ہے اور اسکے نزدیک طشت رکھا ہے جس میں اسکے اندرونی اعضاء نظر آرہے ہیں میں نے وہاں موجود لوگوں سے ماجرا دریافت کیا تو انھوں نے کہا یہ ایک ساعت قبل بالکل صحیح وسالم بیٹھا تھا کہ اچانک حسینؑ کا تذکرہ شروع ہوا تو موسیٰ نے کہا: رافضی انکے بارے میں غلو کرتے ہیں اور ان کی تربت (خاک کربلا) کو دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس وقت بنی ہاشم کا ایک فرد یہاں موجود تھا اس نے دفاع کرتے ہوئے کہا: میں خود سخت مریض تھا اور کسی دوا دارو سے افاقہ نہیں ہو رہا تھا تو میرے ماموں نے خاک کربلا چاٹنے کی نصیحت کی، لہٰذا میں نے جب اسے کھایا تب شفایاب ہوا ہوں یہ سن کر موسیٰ نے کہا اس خاک میں سے کچھ باقی ہے تو مجھے لا کر دے وہ فوراً گیا اور تربتِ حسینؑ لے کر آیا اور اسکے حوالے کر دی مگر اس نے شفا چاہنے والوں کی تحقیر اور توہین کی غرض سے اس خاک کو اپنے مقعد پر لگایا جوں ہی وہ خاک وہاں لگائی تڑپ کر آگ آگ اور طشت طشت پکارنے لگا اور جب ہم طشت لائے تو یہ سب چیزیں اسہال کی صورت میں باہر نکلی ہیں میں نے طشت میں بغور دیکھا تو جگر، دل، تلی اور پھیپھڑوں کے ٹکڑے موجود تھے اور اس طرح

وہ صبح گاہ سے پہلے مر گیا اور اس واقعہ کے بعد یوحنا جو کہ نصرانی تھا ہمیشہ امام حسینؑ کی زیارت کیلئے جاتا رہا اور آخری عمر میں مسلمان بھی ہو گیا۔

۷۔ عمر بن فرج سے نقل ہوا ہے: متوکل نے مجھے قبر حسینؑ خراب کرنے کیلئے روانہ کیا میں نے وہاں پہنچ کر حکم دیا کہ گائے، بھینس قبر حسینؑ پر باندھی جائیں مگر جب گائے لائی گئیں میں نے انکے آگے بڑھ جانے کے بہت جتن کیے، مار مار کر لکڑیں توڑ دیں مگر قسم بخدا وہ جانور قبر حسینؑ پر نہ گئیں۔

۸۔ ابراہیم بن دیزج سے نقل ہوا ہے متوکل نے مجھے قبر حسینؑ کی تخریب و تغیر کیلئے کربلا روانہ کیا، میں اپنے چند خاص غلاموں کے ہمراہ وہاں پہنچا اور ہم نے قبر کھودی تو کیا دیکھا کہ تازہ قبر ہے جس پر حسینؑ کا بدن رکھا ہے میں نے اس بدن سے مشک کی خوشبو پھوٹتے ہوئے محسوس کی تو میں نے حکم دیا اسے ایسے ہی چھوڑ دیا جائے اور خاک قبر پر ڈال دی جائے اور دستور دیا کہ پانی چھوڑ کر اس پر ہل چلایا جائے لیکن ہلوں میں جتے ہوئے بیل جب مقام قبر پر پہنچے تو خود بخود رک جاتے اور وہاں سے واپس ہونے لگتے تھے۔

۹۔ نیز ابراہیم دیزج سے روایت ہے: متوکل نے مجھے کربلا جانے کا حکم دیا تا کہ قبر حسینؑ پر ہل چلایا جائے اور میں اسے منہدم کر کے قبر کے آثار مٹا دوں، چنانچہ میں اپنے افراد کے ہمراہ بیل و کلنگ لے کر وقت عصر کربلا میں وارد ہوا لیکن خستگی کی وجہ سے میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ قبر حسینؑ پر ہل چلائیں خود سو گیا، ناگاہ شور شرابے کی آوازیں سنائی دیں، مجھے غلاموں نے بیدار کیا جس پر میں گھبرا کر اٹھا اور ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے کہ تعجب آور ہے۔ میں نے کہا کیا چیز ہے؟ وہ بولے مقام قبر پر کچھ لوگ ہیں جو ہمیں نزدیک ہونے نہیں دیتے اور ہم پر تیر اندازی کر رہے ہیں، چنانچہ میں نے تحقیق کی خاطر نزدیک جا کر دیکھا تو ایسا ہی تھا۔

کہتے ہیں یہ واقعہ مہینے کی تیرھویں رات کو رونما ہوا، میں نے حکم دیا ان پر تیر اندازی کرو مگر جو تیر ان کی جانب جاتا وہی پھینکنے والے کو آ کر لگتا اور اسے مار ڈالتا، اس منظر نے ہمیں بہت وحشت زدہ کر دیا تھا اور جب ہم وہاں سے لوٹ کر آئے، تو ہمیں قتل متوکل کی خبر سننے کو ملی۔

۱۰۔ محمد بن حسن صفار اپنی کتاب بصائر الدرجات میں صالح بن میثم سے روایت کرتے ہیں:

حبابہ والبیہ کہتا ہے: امام حسینؑ کی زیارت کیلئے جایا کرتا تھا کہ اچانک میری آنکھوں میں برص کے داغ نکلنے لگے لہذا کئی روز تک امام حسینؑ کی زیارت سے محروم رہا، تو امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے میرے بارے میں دریافت کیا، تو انھوں نے آگاہ کیا کہ حبابہ والبیہ کی آنکھوں میں فلاں مرض ہو گیا ہے۔ آپؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا پھر چلیں اس کی عیادت کی جائے، میں مسجد میں

بیٹھا تھا کہ امام حسینؑ اپنے اصحاب کے ہمراہ داخل مسجد ہوئے اور مجھ سے فرمایا: اے حباب! ہمارے پاس کیوں نہیں آ رہے؟ میں نے اپنی آنکھوں سے کپڑا اٹھایا اور عرض کی: یہ علت میرے آنے میں مانع تھی۔ حضرتؑ نے اپنا لعاب دہن میری آنکھوں میں ملا اور فرمایا خدا کا شکر بجالا اس نے تیری علت دور کر دی ہے میں فوراً سجدہ میں گر گیا، حضرتؑ نے فرمایا: سر اٹھا کر آئینہ میں دیکھ تو میں نے آئینے میں دیکھا، تو اس بیماری کا کوئی اثر باقی نہ تھا۔ بس خدا کا شکر ادا کیا۔

۱۱۔ ایک روایت میں نقل ہوا ہے: جب امام حسینؑ نے اپنی غربت کو ملاحظہ کیا تو کرتا طلب کیا جسے پھن کر جگہ جگہ سے چاک کیا کہ کہیں دشمن اسے اتار کر نہ لے اور جب شہید ہوئے تو ابحر ابن کعب نے وہ چاک چاک شدہ کرتا بھی نہ چھوڑا اور حضرتؑ کا بدن بغیر لباس کے چھوڑ گیا، لیکن وہ اس حرکت کے بعد ساری زندگی اس عذاب میں مبتلا رہا کہ اسے ہاتھ گرمیوں میں خشک ہو جاتے اور سردیوں میں ان سے پیپ اور خون رستا تھا اور وہ یوں ہی واصل جہنم ہوا۔

سید ابن طاؤس نے اس روایت کو اسی طرح دلوی کے بغیر نقل کیا ہے۔

۱۲۔ طبرسیؒ فرماتے ہیں: ابن زیاد نے امام حسینؑ کے سر مقدس کو کوچوں اور قبیلوں میں پھرائے جانے کیلئے روانہ کیا۔ زید ابن ارقم سے نقل ہے میں ایک گھر کی چھت پر تھا چنانچہ جب نیزہ پر سوار امام کا وہ سر میرے قریب سے گزرنے لگا تو میں نے سنا کہ سر امام حسینؑ یہ آیت تلاوت کر رہا ہے:

''کیا گمان کرتے ہو کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری آیات میں سے عجیب ہیں؟'' میں نے کہا: اے فرزند رسول خدا! قسم بخدا آپؑ کا سر عجیب تر ہے۔ اس حدیث کو شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب ارشاد میں بغیر راوی کے ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ ابن شہر آشوب صفوان میں مہران سے نقل کرتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا:

امام حسینؑ کے حیات ظاہری میں دو عورتیں ایک بچے پر اختلاف کر رہی تھیں کہ یہ میرا ہے۔ امام حسینؑ نے مدعی اول سے فرمایا: بیٹھ جا، جب وہ بیٹھ گئی تو فرمایا اس سے قبل کہ خدا تیرے راز کو فاش کر دے حقیقت بتا دے، اس عورت نے امام حسینؑ سے کہا: یہ مرد میرا شوہر ہے اور یہ بچہ اس کا فرزند ہے اور میں اس دوسرے مرد کو نہیں جانتی، حضرتؑ نے اس بچے کی جانب رخ کر کے فرمایا: اے بچے باذن اللہ بول اور بتا یہ عورت کیا کہہ رہی ہے، بچہ گویا ہوا: میں نہ اس مرد سے ہوں اور نہ ہی اُس مرد سے، بلکہ میرا باپ فلاں قبیلہ کا چرواہا ہے۔ امام حسینؑ نے دستور دیا اس عورت کو سنگسار کیا جائے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

اس کی ماں کے بعد پھر کسی نے اس بچے سے سخن نہیں سنا۔ اس حدیث کو سید ولی بن نعمۃ اللہ نے

اپنی کتاب مجمع البحرین میں مناقب ابن شہر آشوب سے اسی طرح نقل کیا ہے۔
۱۴۔ شیخ مفیدؒ سالم ابن ابی حفصہ سے روایت نقل کرتے ہیں: عمر بن سعد نے واقعہ کربلا سے قبل امامؑ سے کہا: ہمارے گرد ایسے بھی کم عقل افراد موجود ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ میں آپؑ کو قتل کروں گا۔ امام نے فرمایا: وہ کم عقل و بے خرد نہیں، بلکہ سمجھدار لوگ ہیں اور میرے لیے خوشی کا سبب ہے کہ تجھے میرے اور عراق کا کچھ ہی گندم کھانے کو ملے گا۔ ۵

امام کی عبادت گزاری

۱۔ تاریخ نویسوں کا بیان ہے: امام حسینؑ اپنا اکثر وقت نماز پڑھنے میں صرف کرتے تھے چنانچہ امام زین العابدینؑ سے اس سوال کے جواب میں روایت نقل ہوئی ہے: آپؑ کے والد کی اولاد کم کیوں ہے؟ تو امام نے فرمایا: میرے بابا ہر شب ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں، لہٰذا ان امور کیلئے فراغت نہیں پاتے تھے۔ ۶

طبری عبداللہ ابن زبیر سے نقل کرتے ہیں: جب انھوں نے امام حسینؑ کی خبر شہادت سنی تو کہا:

اما واللہ لقد قتلوہ طویلاً بالیل قیامہ، کثیراً فی النہار صومہ "قسم بخدا اس کو مار دیا گیا جسکا راتوں میں قیام طولانی تھا اور دنوں میں روزے زیادہ تھے۔" ۷

۲۔ پندرہ سے زیادہ روایات اہل سنت کی مختلف کتابوں میں نقل ہوا ہے، امام حسینؑ نے پچیس حج پیادہ انجام دیئے اور آپؑ کی سواریاں پیچھے پیچھے چلتی تھیں اور جب رکن حجر الاسود پر پہنچے تو اس کو پکڑ کر فرماتے:

الھی انعمتنی فلم تجدنی شاکراً وابتلیتنی فلم تجدنی صابراً فلاانت سلبت النعمة بترک الشکر ولا ادمت الشدة بترک الصبر الھی مایکون من الکریم الا الکرم "خداوندا! تو نے مجھے نعمتیں عطا کیں مگر تو نے مجھے سپاس گزار نہیں پایا اور مجھے بلاؤں میں مبتلا کیا مگر بردبار نہیں پایا لیکن اے خدا تو نے میری سپاس گزاری نہ کرنے پر نہ تو نعمتوں کا سلسلہ بند کیا اور نہ میری بے صبری پر بلاؤں میں اضافہ کیا، اے خدا کریم تم سے سوائے کرم کے کوئی اور توقع نہیں..." ۸

زمخشری کی ربیع الابرار سے نقل ہوا ہے، امام حسینؑ طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے نزدیک نماز ادا کرتے پھر اپنا رخسار مقام ابراہیم پر رکھ کر گریہ فرماتے اور بار بار اس دعا کو پڑھتے:

عبیدک ببابک، خویدمتک ببابک سائلک ببابک مسکینک ببابک ۹ "تیرا حقیر بندہ تیرے دروازے پر حاضر ہوا ہے، تیرا چھوٹا خدمت گذار تیرے در پر ہے، تیرا سائل تیرے در پر ہے اور تیرا مسکین تیرے در پر کھڑا ہے۔"

۳۔ابن صباغ مالکی اپنی کتاب فصول المھمہ میں روایت کرتے ہیں کہ امام حسینؑ جب بھی نماز کیلئے قیام کرتے تو آپؑ کا رنگ زرد پڑ جاتا اور جب سبب دریافت کیا جاتا تو فرماتے: ماتدرون بین یدی من اریدأن اقوم ''کیا جانتے بھی ہو میں کس کے حضور کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔'' [1]

۴۔مناقب شہرابن آشوب میں نقل ہوا ہے کہ حضرت امام حسینؑ سے عرض کی گئی:

مااعظم خوفک من ربک ''آپؑ کے دل میں خوف خدا کتنا ہے؟'' تو آپؑ نے فرمایا:

لایامن یوم القیامة الامن خاف الله فی الدنیا ''روز قیامت اس شخص کے علاوہ کوئی امان میں نہیں ہوگا جو دنیا میں خوف خدا رکھتا ہو۔''

۵۔مذکورہ کتاب میں عیون المجالس سے روائت ہوئی ہے: انس ابن مالک امام حسینؑ کے ہمراہ مکہ جا رہے تھے تو جب جناب خدیجہ کی قبر پر پہنچے تو امامؑ گریہ کرنے لگے اور انس سے فرمایا مجھے تنہا چھوڑ دو... میں پنہان ہو کر دیکھ رہا تھا امامؑ نے وہاں بہت زیادہ نمازیں پڑھیں اور خدا سے یہ کہہ رہے تھے:

یاربّ یارب انت مولاه	فارحم عبیدالله الیک ملجاه
طوبی لمن کان خادماً أرقاً	یشکوالی ذی الجلال بلواه
ومابه علّة ولاسقم	اکثرمن حبّه لمولاه
اذااشتکی بثّه وغصّته	اجابه الله ثمّ لبّاه
اذاابتلی بالظلام مبتهلاً	اکرمه الله ثمّ ادناه

''اے پروردگار اے پروردگار تو ہی میرا مولا ہے لہٰذا اپنے حقیر بندے پر رحم کیونکہ اس کی پناہ گاہ تو ہے خوشحال ہے وہ انسان جو خدمت گزار اور بیدار ہے اور خداوند ذوالجلال سے اپنی بلاؤں کا تذکرہ کرنے پر بغیر کسی رنج و درد کے فقط اپنے پروردگار کی شدت محبت کے ساتھ اور جب بھی وہ اپنے رنج و درد کا ذکر اپنے رب سے کرے تو وہ اسکا جواب دے اور اسکی درخواست پر لبیک کہے اور جب بھی تاریکی سے دوچار ہو اور تضرع وانکساری کے ساتھ در خدا پر جائے تو خدا اسکا اکرام کرتے ہوئے اپنے نزدیک کر لے گا۔''

اس وقت ان اشعار کا جواب میں نے ایک آواز کی صورت میں سنا جو کہہ رہی تھی:

لبیک عبدی وأنت فی کنفی	وکلّماقلت قدعلمناه
دعاک عندی یجول فی حجب	فحسبک السترقدسفرناه
لوهبّت الریح من جوانبه	خرّصریعاً لماتغشّاه
سلنی بلارغبة ولارهب	ولاحساب انیّ اناالله

''ہاں میرے بندے میری حمایت تیرے ساتھ ہے اور جو کچھ تو نے کہا وہ سب جانتا ہوں، میرے

فرشتے تیری آواز کے مشتاق رہتے ہیں اور یہ تیری جو ہم اں سے کی وہ کافی ہے، تیری دعا مجھ تک آنے کیلئے پردوں سے گزرتی تھی لیکن اب وہ پردے میں نے ہٹا دیئے ہیں لہذا تیرے لیے کوئی پردہ نہیں گویا اگر اسکی جانب ہوا چلے تو وہ زمین پر گر جائے کیونکہ وہ خود سے بے خود ہو چکا ہے، بغیر کسی خوف وہراس اور بغیر کسی حساب وکتاب کے جو مانگنا چاہتا ہے مانگ میں وہی تیرا خدا ہوں۔"

۶۔ اخطب خوارزمی کی مقتل الحسینؑ میں لکھا ہے: مراسیل میں تشریح سے روایت ہے ایک روز مسجد رسول اللہؐ (مدینہ) میں داخل ہوا تو میں نے وہاں حسینؑ ابن علیؑ کو دیکھا جو گریہ کرتے ہوئے خدا سے یہ مناجات کر رہے ہیں:

سَیِّدی وَمَولایَ أَلِمَقامِعِ الحدیدِ خَلَقْتَ اعضائی ،أم لِشُربِ الحَمیمِ خَلقتَ امعائی ،اِلٰهی لَئِن طالَبتَنی بِذُنُوبی لَاُطالِبَنَّکَ بِکَرَمِکَ،وَلَئن حَبَستَنی مَعَ الخاطئین لَاُخبِرَنَّهُم بِحُبّی لک ،سَیِّدی اِنَّ طاعَتی لاتَنفَعُکَ ،وَمَعصِیَتی لاتَضُرُّکَ ،فَهَبْ لی مالایَنفَعُکَ ،واغفِرلی مالایَضُرُّکَ فَاِنَّکَ أرحَمُ الرّاحِمین "اے میرے مولا وآقا کیا میرے ان اعضاء کو آہنین گرزوں کے لیے بنایا تھا اور کیا شراب حمیم (جہنم) کیلئے میرے معدے اور آنتوں کو خلق کیا تھا؟ اے خدا اگر تو نے مجھے میرے گناہوں کی وجہ سے گرفتار کیا تو میں تیرے لطف وکرم کا مطالبہ کروں گا، اے میرے آقا و مولا! بے شک میری اطاعت وفرمانبرداری تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور نہ میری نافرمانی و معصیت تجھے کوئی نقصان پہنچاتی ہے پس جو چیز تجھے فائدہ نہیں دیتی مجھے بخش دے اور جو چیز تجھے نقصان نہیں پہنچاتی اس سے مجھے معاف کر دے بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔"

مقام اخلاق پر چند روایات

الف۔ تواضع

عیاشی اپنی تفسیر میں مسعدة بن صدقہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں فقیر روٹی کے ٹکڑے ایک کپڑے پر رکھ کر کھا رہے تھے جوں ہی ان کی نگاہ امام حسینؑ پر پڑی تو کہنے لگے: هَلُمّ یابن رسول الله "اے فرزند رسول تشریف لایئے" امامؑ ان کے ساتھ خاک پر بیٹھ گئے اور اس روٹی میں سے چند لقمے تناول کیے۔ [11]

اور اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمایا:

﴿ انّ الله لایحبّ المستکبرین ﴾ "بے شک خدا مغرور افراد کو پسند نہیں کرتا۔"

اور ان فقیروں سے فرمایا: آیا جس طرح میں نے تمہاری دعوت قبول کی تم بھی میری دعوت قبول کرو گے؟ انھوں نے کہا: جی فرزند رسول اللہؐ ہم ضرور قبول کریں گے اور حضرتؑ کے ساتھ بیت امام حسینؑ کی

جانب روانہ ہوئے۔ امامؑ نے دستور دیا کہ جو غذا آمادہ کی گئی تھی وہ ان کو پیش کی جائے۔[۱۲]

ب۔ سخاوت

ابن شہرآشوب اپنی کتاب مناقب میں نقل کرتے ہیں ایک عربی شخص شہر مدینہ میں داخل ہوا اور اس نے دریافت کیا کہ اس شہر میں کریم ترین شخص کون ہے؟ اسے امام حسینؑ کا پتہ بتایا گیا وہ حضرتؑ کی تلاش میں مسجد آیا تو اس نے دیکھا کہ امامؑ نماز میں مصروف ہیں۔

پس یہ امامؑ کے برابر میں کھڑا ہوا گیا اور یہ اشعار پڑھنے لگا:

لم یخبِ الآن مَنْ جاکَ ومَن　　حَرّکَ مِن دونِ بابِکَ الحلقة
انتَ جوادٌ وانتَ جوادٌ وأنتَ معتمدٌ　　ابوکَ قَدکانَ قاتِلُ الفسقة
لولاالّذی کانَ مِن اَوائِلکم　　کانت علیناالجحیمُ مِنطبقة

''جس نے بھی تجھ سے امید لگائی اور تیرے دروازے کی زنجیر ہلائی وہ ناامید نہ ہوا، آپ ہی سخی اور پناہ گاہ ہیں آپؑ ہی کے والد تھے جنھوں نے فاسقوں کو قتل کیا، بے شک اگر آپؑ کے بزرگ نہ ہوتے تو جہنم نے ہمیں گھیر رکھا تھا۔''

امام نے سلام نماز کے بعد جناب قنبر سے فرمایا: حجاز کی رقم میں سے کچھ باقی ہے؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں چار ہزار درہم باقی ہیں، فرمایا جاؤ اور انھیں لے کر آؤ کیونکہ ہم سے زیادہ اس مال کا مستحق اس وقت میرے نزدیک ہے۔ امامؑ نے اس رقم کو کپڑے میں لپیٹ کر دروازے کی اوٹ سے اس عربی کے ہاتھوں میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے رکھ دی تا کہ وہ خجل نہ ہو۔

خذهافانیّ الیکَ معتذرٌ　　واعلم بأنیّ علیکَ ذوشفقة
لَوکان فی سیرناالغداة عصا　　امستْ سماناعلیکَ مُندَفقه
لکِنّ ریب الزّمان ذُوغیرَ　　والکفَّ منّی قلیلةُ النفقه [۱۳]

''میرے عذر کے ساتھ مجھ سے قبول کر کہ میں تجھے چاہتا ہوں، اگر آج ہمارے ہاتھ میں حکومت وقدرت ہوتی تو میں جود و کرم کا آسمان تجھ پر گرا دیتا، لیکن کیا کروں کہ حالات کے بدلنے سے ہمارے ہاتھوں کی بخشش کم ہوگئی ہے۔''

راوی کہتا ہے اس عربی نے رقم لے کر گریہ شروع کیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا:

لعلکَ استقللتَ مااعطیناکَ ؟قال : لاولکن کیف تأکل التراب جُودَکَ

''شاید ہماری عطا کو قلیل جانا ہے؟ اس نے عرض کی: نہیں بلکہ اس پر رو رہا ہوں کہ یہ خاک آپؑ کے جود و سخا کو کھا جائے گی۔'' [۱۴]

اسی کتاب میں شعیب ابن عبدالرحمن خزاعی سے روائت ہے روز عاشورا امام حسینؑ کی پشت مبارک پر

مخصوص نشان (زخم) دیکھے گئے تو امام زین العابدینؑ نے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

هذا ممّا كانَ يَنقُل الجراب على ظهره الى منازل الارامل واليتامى والمساكين "یہ ان بوریوں کے نشان ہیں جو راتوں کو اٹھا کر بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کے گھروں پر لے جاتے تھے۔"

اسی طرح امام (حسینؑ) سے روایت ہے کہ فرمایا:

صحّ عِندي قول النبي "افضَلُ الاعمالِ بعدالصّلاةادخال السُّرورفي قَلْبِ المومنِ بِمَالااثم فيه "حضرت رسول اللہؐ کی یہ گفتار میرے نزدیک بالکل درست ہے کہ آپؐ نے فرمایا: نماز کے بعد بہترین کام دل مومن کو اس چیز سے خوشحال کرنا ہے کہ جس میں گناہ نہ ہو۔"

پھر حضرتؑ نے مزید فرمایا: میں نے ایک غلام کو دیکھا جو ایک کتے کو غذا دے رہا تھا، سبب دریافت کیا۔

تو اس نے جواب دیا: اے فرزند رسولؐ! میں اپنا غم واندوہ دور کرنے کیلئے اس جانور کو خوشحال کر رہا ہوں، کیونکہ میرا مالک یہودی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس سے جدا ہو جاؤں۔

امام نے دوسو درہم اس یہودی مالک کے پاس لے کر گئے تا کہ اس غلام کو خرید سکیں۔

یہودی مالک نے امام سے کہا:

یہ غلام آپؑ کے قدموں پر نثار اور یہ باغ بھی اسی کو بخشتا ہوں اور یہ رقم آپؑ کو لوٹا رہا ہوں۔

امام نے فرمایا:

میں یہ مال تجھے بخشتا ہوں اس پر یہودی نے کہا: اور یہ (آپؑ کا بخشا ہوا مال) میں اس غلام کو بخشتا ہوں۔

امام نے فرمایا: میں اس کو آزاد کرتا ہوں اور یہ سب اسی کو بخشتا ہوں۔

زن یہودی نے جب یہ ماجرا دیکھا تو گویا ہوا:

میں مسلمان ہوتی ہوں اور اپنا مہر اپنے شوہر کو بخشتی ہوں، یہودی بولا! میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اور یہ اپنا گھر اپنی زوجہ کو بخشتا ہوں۔ [15]

علی بن عیسیٰ اربلی اپنی کتاب کشف الغمہ میں انس ابن مالک سے روایت کرتے ہیں:

میں امام حسینؑ کی خدمت میں تھا کہ ایک کنیز نے بطور ہدیہ آپؑ کو ایک پھول پیش کیا اور آپؑ نے اس سے فرمایا: انتِ حرّة لوجه الله "تجھے راہ خدا میں آزاد کرتا ہوں۔"

میں نے عرض کیا: اس نے ایک بے قیمت پھول پیش کیا اور آپؑ نے اسے آزاد کر دیا؟

امام نے فرمایا: ہمارے پروردگار نے ہماری تربیت کیلئے وقت یہی فرمایا:

﴿ واذاحُيّيتُم بتحيّةٍ فحيُّوا بأحسنَ منها اَوْرُدُّوها ﴾ "جب بھی تمہیں کوئی ہدیہ پیش کرے تو تمہیں چاہیے کہ اس سے بہتر ہدیہ دو یا پھر اسے لوٹا دو" [16]

بحارلانوار میں اخطب خوارزم (عالم اہل سنت) کی جامع الاخبار میں حدیث نقل ہوئی ہے:

ایک عربی شخص نے امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی! میں نے ایک کامل دیت اور خونبہا اپنی گردن پر لیا ہے لیکن اسکی ادائیگی پر عاجز ہوں اور خود سے کہہ رہا تھا کہ اسکا سوال کسی کریم سخی شخص سے کروں گا اور خاندان رسول اللہؐ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں دیکھا۔

امام نے فرمایا: اے عرب بھائی! میں تجھ سے تین سوال کروں گا اگر ایک کا جواب درست دیا تو مال کا ایک سوم حصہ تجھے دوں گا اور اگر دو کے جواب صحیح دیئے تو مال کا دوسوم حصہ دوں گا اور اگر تمام جواب درست دیئے تو دیت کی ساری رقم تجھے دے دوں گا۔

عربی نے عرض کی: یابن رسول الله أمثلک یسئل عَنْ مِثلي ،وأنتَ مِنْ اهل العلمِ والشرف ؟
اے فرزند رسول اللہ! کیا آپؑ جیسا مجھ جیسے سے سوال کرے گا جبکہ آپؑ تو اہل علم وشرف ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: ہاں میں نے اپنے جد رسول اللہؐ سے سنا ہے:

المعروف بِقَدَرِ المَعْرِفَةِ ہر کار خیر کی اہمیت (وقیمت) اس کے انجام دینے والے کی معرفت کے مطابق ہے۔

عربی نے عرض کیا:

پوچھیے اگر جواب کی توانائی ہوئی تو ضرور دوں گا ورنہ آپؑ سے سیکھوں گا۔ و لا قوّ الّا بالله

امام نے فرمایا: أيّ الاعمالِ أفضل ؟" کونسا عمل دوسرے عمل پر فضیلت رکھتا ہے؟"

عربی نے جواب دیا: الایمان بالله "خدا پر ایمان۔"

امام نے دوسرا سوال کیا: فما النّجاة مِنَ الهلكة ؟ ہلاکت و نابودی سے نجات کا راستہ کیا ہے؟

عربی نے جواب دیا: الثقة بالله خدا پر اعتماد

امام نے تیسرا سوال کیا: فمایُزيّن الرجل ؟ مرد کی زینت کیا ہے؟

عربی نے جواب دیا: علم معه حلم علم ودانش جسکے ساتھ حلم و بردباری ہو۔

امام نے فرمایا: اگر ایسا نہ ہو تو؟

عربی نے عرض کی: مال مَعهُ مُرُوّةٌ مال وثروت جسکے ساتھ انصاف ومروت پائی جائے۔

امام نے فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو؟

عربی نے عرض کی: فقرٌ معه صبر فقر و تنگدستی کہ جسکے ہمراہ صبر و شکیبائی ہو۔

امام نے فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو؟

عربی نے عرض کی: فصاعقةٌ تنزل من السماء فتُحرِقُه فانّه اهل لذلک

اگر یہ سب نہ ہوتو پھر آسمان سے بجلی گرے اور شخص کو جلا کر خاکستر بنا دے کیونکہ وہ اسکا مستحق ہے۔
جواب سن کر امام مسکرائے اور پیسوں کی تھیلی کہ جس میں ہزار دینار تھے اسے دی اور اپنی انگشتر بھی جس کے نگینے کی قیمت دوسو درھم تھی عطا کر دی اور فرمایا:

یااعرابی اعطِ الی غرمالک واصرف الخاتم فی نفقتک "اے عرب! یہ طلائی دینار طلب کار افراد کو دے دے اور یہ انگشتر اپنے اخراجات کیلئے رکھ لے۔"

عربی نے امام کے عطایا لیتے ہوئے کہا: اللہ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

یہ حدیث احقاق الحق میں اہل سنت سے چند مختلف سندوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ ۱۷

ابن شہر آشوب اپنی کتاب مناقب میں روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمن سلمٰی نے امام حسینؑ کی اولاد میں سے کسی کو سورہ محمد کی تعلیم دی اور جب اس بچے نے امام کو سورہ محمد سنائی تو آپؑ نے سکھانے والے کو ایک ہزار دینار، ایک ہزار لباس اور اسکا منہ دروں سے پُر کر دیا اور جب اعتراض ہوا تو فرمایا: کیا یہ دینار وغیرہ اس (تعلیم سورہ محمد) کی برابری کر سکتے ہیں اور اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:

اِذاجَادَتِ الدُّنیاعلیکَ فجُدبِهَا | علی النّاسِ طُرّاً قَبْلَ اَنْ تفلّت
فلاالجودُ یُفنیهااِذاهی اَقبلَتْ | وَلاالبُخل یبقیهااِذاماتولّت

"جب تجھے دنیا عطا کی جائے تو اس سے پہلے کہ وہ تیرے ہاتھوں سے چلی جائے اسے بخش دے کیونکہ اگر وہ دنیا تیری جانب متوجہ ہے تو تیرے بخش دینے سے کم نہیں ہوگی اور اگر لوٹ رہی ہے تو تیرے بخل سے کبھی نہیں رکے گی۔" ۱۸

استقلال، استقامت، شجاعت اور امامؑ کی اعلیٰ ظرفی

ہم گذشتہ صفحات پر مختلف مناسبتوں سے امام حسینؑ کی گفتار و اقوال نقل کیے ہیں جو حضرتؑ کی روحانی شخصیت، اعلیٰ ظرفی اور بے مثال شجاعت پر حکایت کرتی ہیں یہاں ان میں سے چند بغیر کسی شرح و توضیح دیئے قارئین محترم کیلئے نقل کرتے ہیں۔

جب حاکم مدینہ ولید نے حضرتؑ کو بلایا، تاکہ یزید کیلئے آپؑ سے بیعت حاصل کرے تو حضرتؑ نے فرمایا:

یاامیر انّااهل البیت النبوّة ومعدن الرساله ومختلف الملائکه وبنافتح الله وبناختم الله ویزید رَجلٌ فاسقٌ شاربُ الخمر قاتلُ النفسِ المُحترمة "معلن بالفسق ومثلی لایبایع مثله ۱۹

اور جب لشکر حُر سے ملاقات ہوئی تو خطاب فرمایا:

الاترون اِنّ الحقّ لایُعمل به والی الباطِلِ لایُتناهی عنه ؟لِیرغَبُ المومن فی لِقاء ربّه حقاًفانّی لااَری اَلْمَوت اِلّاسعادۃ والحیاۃَ مَعَ الظّالمینَ اِلّابَرماً ... ۲۰

اورروز عاشورادشمن کے اس بے ضمیر لشکر سے فرمایا:

الاانّ الداعیَ بن الداعیَ قدرکزبینَ الثنتین :بین السلّۃِ والذلّۃِ ،یأبی الله ذالِکَ ورسولُہٗ والمُؤمِنونَ ، وحُجورٌ طابَتْ وطَهُرت ،وأنوفٌ حمیۃ،ونفوس أبیه من أن نؤثرطاعۃ اللّئام علیٰ مصارعِ الکِرام ۲۱

اوراسی طرح فرمایا:

موتٌ فی عِزٍّ خیرٌ مِنْ حَیاۃٍ فی ذُلٍّ.

نخست فلسفہ قتل شاہ دین ایں است   کہ مرگ سرخ بہ اززندگی ننگین است

اور یہ شعرامام حسینؑ سے منسوب ہے کہ آپؑ نے روز عاشورافرمایا:

الموتُ خیرٌ من رکوب العار   والعارُ اولی من دُخول النار

"ذلت کی زندگی سے (عزت کی) موت بہتر ہےاوردوزخ کی زندگی سے ننگ عاربہتر ہے۔"

اسی طرح آپؑ نے روز عاشورا کے خطاب میں ارشادفرمایا:

والله لااعطیکم بیدِی اِعطاءَ الذّلیل ولااَ فِرُّفرارَالعبیدانّی عُذتُ بربیّ وربّکم اَن تُرجمون ... ۲۲

اورامامؑ کی شجاعت وبہادری کے بارے میں اس قول کوبھی ملاحظہ کرے جو کہہ رہاتھا:

فوالله مارأیتُ مکثوراً قطّ قدقتل ولده واخوته واهل بیته ... تاباآخر ۲۳

اس مقام پر بہتر سمجھتاہوں کہ اہل سنت کے کسی ایک دانشور کی گفتار سے استفادہ کرتے ہوئے اس بحث کوتمام کریں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: تاریخ کی باعظمت شخصیت جس نے دنیا کودرس دیا کہ ذلت وپستی کی زندگی پر غیرت،عزت اورتلوار کی موت کوترجیح دیں وہ ابی عبد الحسینؑ تھے کہ جنھیں آپؑ کے اصحاب کے ہمراہ عمر بن سعد کی جانب سے امان نامہ پیش کیا مگر اس عظیم انسان نے شرافت مندانہ موت کوپسرِ سعد کے اہانت امیز امان پر ترجیح دی..." ۲۴

ابن نباتہ کہتے ہیں:

الحسین الذی رأی القتل فی العزّ   حیاۃ والعیش فی الذلّ قتلاء

"حسین وہ ہے جس نے عزت کی موت کوزندگی جانااورذلت کی حیات کوقتل جانا ہے۔"

اورسید حیدر حلی شاعر اہل بیتؑ امام حسینؑ کی ہمت وغیرت کواپنے اشعار میں یوں نظم کرتے ہیں:

طمعت ان تسومه القوم ضیماً   وأبی الله والحسام الصنیع

کیف یلوی علی الدنیّۃ جیداً   لسوی الله مالواه خضوع

ولدیه جاش اردُ من الدرع لضمأی القناوھنّ شروع
وبه یرجع الحفاظ لصدر ضاقت الارض وھی فیه تضیع
فأبی أن یعیش الاعزیزاً اوتجلّی الکفاح وھو صریع

''لوگ حسینؑ کو حقیر دکھانا چاہتے تھے مگر خدا اور تلوار نے ایسا نہیں ہونے دیا، حسینؑ کس طرح بُرے لوگوں کے آگے گردن ختم کرتا جبکہ اُسکی گردن خدا کے حضور ختم ہونے والی ہے، حسینؑ کا صبر واستقامت زرہ سے زیادہ مضبوط ہے، حسینؑ نے عزت کے بغیر زندگی کو قبول نہ کیا اور آخری وقت تک صاحب عزت رہے۔''

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

لقدمات لکن میتة ھاشمیّة لھم عرفت تحت القناالمتقصد
کریم ابی شمّ الدنیّة انفه فاشممه شوک الوشیج المسدّد
وقال :قفی یانفس وقفة وارد حیاض الردی لاوقفة المتردّد
رأی انّ ظھر الذلّ اخشن مرکباً من الموت حیث الموت منه بمرصد
فآثران یسعی علی جمرة الوغی برجل ولایعطی المقادة عن ید

''حسینؑ مر گئے مگر بنی ہاشم کی موت کو شمشیر و نیزہ جانتے ہیں کہ وہ کیسی ہوتی ہے، یہ حسینؑ کون ہے؟ یہ وہ ہیں جنھوں نے ذلت کی بُو تک نہ سونگھی یہاں تک کہ موت کو گلے لگالیا اور حسینؑ نے فرمایا: اے میرے نفس! ایسے فرد کی طرح استقامت دکھا جو مرنے کی غرض سے جاتا ہے زندہ رہنے کیلئے نہیں، حسینؑ نے دیکھا کہ آگ پر چلنا آسان ہے لیکن یزید کی بیعت کرنا ناممکن ہے۔''

اسی طرح فارسی زبان شاعر جناب صادق سرور امام حسینؑ کی وصف میں لکھتے ہیں:

ماه من تابیدو شدتابان رخ خورشیدازاو نازم آن ماھی که خورشیدفلک تابیدازاو
نازم آن روزی که درتاریخ ایّام بزرگ درتجلّی ماه ازاو،خورشیدازاو،ناھیدازاو
دیدئه حق بین بباید تابیندروی حق ورنه حق گوید که بایدروی حق پوشیدازاو
دیدئه حق بین گشاوطلعت حق بازبین تاتوهم نادیده بگشای لب تمجیدازاو
آنکه زادومُردآیین ستم ازادنش آنکه جان دادوجھان شدزنده وجاویدازاو
آنکه باطل ازکسی نشنیدوخودجزحق نگفت بی خیال ازآنکه باطل حرف حق نشنیدازاو
آنکه باخودبوستان معدلت راآب داد وانکه بنیان ستم بی شاخ وبن گردیدازاو
آنکه پرچمداری اسلام راباخون خرید تابه پاگشت وعَلَم شدپرچم توحیدازاو
عاقبت دیدی که ظالم پیش سرنهاد گرچه قدافراشت درآغازوسرپیچیدازاو
دولت حق دولت خاص حسین بن علی است دولتی کزمکرمت دولت بسی زاییدازاو

اور دوسرا شاعر کہتا ہے:

خلق درظلّ خودی محوتو درنور خدا | عاشقان درتومقیمندمقام تو کجاست
دشمنت کشت ولی نورتو خاموش نشد | آری آن جلوه که فانی نشودنور خداست
بیرق سلطنت افتاد کیان راز کیان | سلطنت سلطنت توست که پاینده لواست
نه بقاکر دستمگر،نه به جاماندستم | ظالم ازدست شدوپایه مظلوم بجاست
دولت آن یافت که درکوی شماگشت مقیم | آن بقاراست نه برقامت هربی سروپاست
زنده رازنده نگویند که مرگش زقفاست | بلکه زنده است شهیدی که حیاتش زقفاست

امام حسینؑ کے حکیمانہ کلمات

گذشتہ ابحاث میں بالخصوص کربلا کے واقعات بیان کرتے ہوئے حضرت امام حسینؑ کے خطاب اور آپؑ کے انسان ساز اور آموزندہ کلمات نقل کیے گئے، لہٰذا یہاں اُن سے ہٹ کر چند حکمت آمیز اقوال کے ذریعے اس حصے کو تمام کرتے ہیں۔

شیخ صدوق اپنی کتاب امالی میں امام سجادؑ سے نقل کرتے ہیں امام حسینؑ سے کہا گیا کہ آپ نے کیسے صبح کی؟ فرمایا:

اصبحت ولی ربّ فوقی ،والنارامامی والموت یطلبنی والحساب مُحدقاً بی ،وأنامُرتھنٌ بعملی لا أجدمااُحبُّ،ولاادفع ماکره ،والاموربیدغیری فان شاء عذّبنی وان شاء عفی عنّی ،فایّ فقیرٍ افقرمنّی ''اس حال میں صبح کا آغاز کیا کہ میرا پروردگا میرے سر پر ہے، آتش جہنم میرے مقابل ہے، موت میری تلاش میں ہے، حساب نے مجھے جکڑ رکھا ہے اور میں اپنے اعمال کی گرفت میں ہوں اور میں جسے چاہتا ہوں اسے نہیں پا رہا اور جسے نہیں چاہتا اس سے دوری نصیب نہیں ہو رہی اور میرے امور دوسرے کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ اگر چاہے تو عذاب کرے اور چاہے تو معاف کردے، لہٰذا کون ہے جو مجھ سے زیادہ نیازمند ہے۔''

کیسی عبادت بہتر ہے؟

علی ابن شعبہ اپنی کتاب تحف العقول میں امام حسینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ امامؑ نے فرمایا:

اِنّ قوماً عبدوا الله رغبةً فتلک عبادةالتجّار ، وانّ قوماً عبدوا الله رھبةًفتلک عبادةُ العَبید ،وانّ قوماً عبدوا الله شکراً فتلک عبادة الاحراروھی أفضل العبادة

''بے شک بہت سے لوگ اللہ کی عبادت کسی حاجت ورغبت کی وجہ سے کرتے ہیں جبکہ یہ عبادت تاجروں اور سوداگروں کی عبادت ہے اور بہت سے لوگ اللہ کی عبادت خوف وہراس کی وجہ سے کرتے ہیں، جبکہ یہ غلاموں کی طرز عبادت ہے، لیکن کچھ لوگ ازروئے شکرگزاری عبادت کرتے

ہیں اور یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے، جو بہترین عبادت ہے۔"

کسے حاجتوں سے آگاہ کریں؟

علی بن شعبہ اپنی کتاب تحف العقول میں روایت کرتے ہیں ایک شخص امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ اپنی حاجت بیان کرے۔

امام نے فرمایا: اے انصاری بھائی! سوال کے ذریعے اپنی آبروریزی نہ کر، بلکہ مجھے خط کی صورت میں لکھ کر دے انشاء اللہ تعالیٰ تیری خوشی کا سامان فراہم کروں گا۔

اس انصاری نے اپنی ضرورت کو اس طرح لکھا:

"اے اباعبداللہ الحسینؑ میں نے فلاں شخص سے پانچ سو دینار بعنوان قرض لئے تھے اور اب وہ تقاضا کر رہا ہے، لیکن میرے پاس رقم نہ ہونے کی وجہ سے التماس ہے کہ مجھے اس شخص سے مزید مہلت لے کر دیں۔"

امام حسینؑ خط پڑھ کر گھر تشریف لے گئے اور واپس آ کر ایک ہزار دینار کی تھیلی اسے عطا کرتے ہوئے فرمایا: پانچ سو دینار سے قرض ادا کرنا اور باقی پانچ سو دینار اپنی زندگی کے اخراجات کیلئے رکھ لینا اور آخر میں فرمایا:

لاترفع حاجتک الاالی أحدثلاثة: الی ذی دین او مروّة او حسب، فامّاذو الدّین فیصون دینہ، وامّاذو المروّة فانّه یستحیی لمروّته واماذو الحسب فیعلم انّک لم تکرم وجهک ان تبذله له فی حاجتک فهویصون وجهک أن یردّک بغیر قضاء حاجتک "اپنی حاجتوں کو ان تین افراد کے علاوہ کسی کے آگے بیان نہ کرنا: دیندار، صاحبِ مروت اور صاحب حسب ونسب، کیونکہ دیندار اپنے دین کی حفاظت کرے گا (اور تمہیں محروم نہیں کرے گا) اور صاحب مروت کیلئے شرم آور ہوگا کہ وہ تمہاری حاجت پوری نہ کرے اور صاحب حسب ونسب جانتا ہے کہ تم یوں ہی اپنی حاجب اس کے پاس لے کر نہیں گئے ہو، لہٰذا وہ اپنی آبرو بچانے کیلئے تمہیں خالی ہاتھ نہیں لوٹائے گا۔

غیبت، ظلم اور گناہ کی مذمت

امام حسینؑ نے اس شخص سے جو آپؑ کے حضور کسی دوسرے شخص کی غیبت کر رہا تھا فرمایا:

یاهذا کفّ عن الغیبة فانّها اُدام کلاب النار "اے شخص غیبت کرنے سے پرہیز، کیونکہ یہ جہنمی کتوں کی غذا ہے۔"

اور اپنے فرزند حضرت علی بن الحسینؑ سے فرمایا:

ای بنی ایّاک وظلم من لایجدعلیک ناصراً الاّالله جلّ وعز "اے میرے فرزند! اس پر ظلم کرنے

سے بچو جو خدا کے علاوہ تمہارے مقابل کوئی مددگار نہیں رکھتا۔"

اور گناہ و معصیت کی مذمت میں فرمایا:

من حاول أمراً بمعصیة اللہ کان افوت لما یرجو واسرع لما یحذر "جو کسی شے کے حصول کیلئے نیرنگی سے کام لے اور خدا کی نافرمانی کے ذریعے اسے حاصل کرنا چاہے تو اس طرح حاصل شدہ شے جلد ہاتھ سے دھو بیٹھے گا اور جس چیز سے ڈرتے ہوئے فرار اختیار کرے گا وہ ضرور اسے آن لے گی۔"

سلام کی تاکید

ایک شخص امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیے بغیر آپؑ کی خیریت دریافت کرنے لگا کہ اے فرزند رسولؐ! آپؑ کے کیا حال ہیں، اللہ آپؑ کو صحت و سلامتی سے ہمکنار رکھے؟

امامؑ نے فرمایا:

السّلام قبل الکلام "گفتگو سے قبل سلام کرنا چاہیے۔"

اور فرمایا:

لاتاذنوا الأحدٍ حتی یسلّم "کسی کو بھی سلام سے پہلے گفتگو کی اجازت نہ دو۔"

اور اسے بارے میں مزید ارشاد فرمایا:

للسّلام سبعون حسنة،تسع وستّون للمبتدی وواحدة للرّاد "سلام کیلئے ستر نیکیاں اور جزائے خیر لکھی گئی ہیں، چنانچہ انہتر پہل کرنے والے کو اور ایک جواب دینے والے کو نصیب ہوگی۔"

نیز ارشاد فرمایا:

البخیل بالسّلام [۲۵] "بخیل وہ ہے جو سلام کرنے سے بخل کام لے۔"

کس چیز میں خیر دنیا و آخرت پائی جاتی ہے؟

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے وہ اپنے پدر گرامی امام زین العابدینؑ سے روایت نقل کرتے ہیں، اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے امام حسینؑ کے نام خط لکھا: اے میرے مولا و آقا! مجھے دنیا و آخرت کی خیر سے آگاہ فرمائیں؟ امامؑ نے جواباً تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم أمّا بعد فانّ من طلب رضی اللہ بسخط النّاس کفاہ اللہ امور النّاس، ومن طلب رضی النّاس بسخط اللہ وکلہ اللہ الی النّاس والسّلام [۲۶] "بسم اللہ الرحمن الرّحیم جو خدا کی خوشنودی کو لوگوں کی ناراضگی کے عوض حاصل کرے خدا تمام لوگوں کو اس کا محتاج بنادے گا اور جو شخص لوگوں کی خوشنودی غضب الٰہی کے عوض حاصل کرے خدا اسے لوگوں پر چھوڑ دے گا۔ والسلام"

کیونکہ نامہ نویس اہل کوفہ میں سے تھا تو شاید امامؑ نے اس جواب کے ذریعے اپنے خونچکاں قیام کی جانب بھی اشارہ فرمایا:

اے اہل کوفہ! ابن زیاد اور یزید ابن معاویہ جیسوں کی رضایت کی خاطر خود کو جہنمی اور بدبخت مت بناؤ۔

ترکِ گناہ پر حضرتؑ کا موعظہ

روایت میں ہے ایک شخص امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں گناہگار انسان ہوں اور خود کو گناہ و معصیت الٰہی سے محفوظ نہیں رکھ سکتا، لہٰذا مجھے وعظ فرمائیں۔

امام نے فرمایا:

افعل خمسة اشياء و اذنب ماشئت ،فاوّل ذلک :لاتأكلي رز الله و اذنب ماشئت،و الثاني :اخرج من ولاية الله و اذنب ماشئت ،و الثالث :اطلب موضعاًلايراک الله واذنب ماشئت ،و الرابع : اذا جاء ملک الموت ليقبض روحک فادفعه عن نفسک و اذنب ماشئت و الكامس :اذاادخلک مالک فی النّارفلاتدخل فی النار و اذنب ماشئت "پانچ کام انجام دے پھر اس کے بعد جتنا دل کرے گناہ کرے، پہلا یہ کہ اللہ کا رزق کھانا چھوڑ دے پھر جو چاہے کرے۔ دوسرا یہ کہ اللہ کی ولایت و حکومت سے خارج ہو جا پھر جو چاہے انجام دے، تیسرا یہ کہ ایسی جگہ تلاش کر جہاں خدا تجھے نہ دیکھ رہا ہو پھر جو چاہے گناہ انجام دے، چوتھا یہ کہ جب ملکوت الموت تیری روح قبض کرنے آئے تو اسے خود سے دور کر دینا پھر جو چاہے انجام دے، پانچواں یہ کہ جب فرشتہ تجھے دوزخ میں ڈالنے لگے تو دوزخ میں مت جانا پھر جو چاہے گناہ انجام دے۔"

کارِ خیر کی سفارش

علی بن عیسی اربلی اپنی کتاب کشف الغمہ میں امام حسینؑ کا یہ خطبہ نقل کرتے ہیں:

ايهاالناس نافسوافي المكارم .

وسارعوافي المغانم.

ولاتحسبوابمعروف لم تعجلوا.

واكسبواالحمدبالنجح ،ولاتكتسبوابالمطل ذمّاً.

فمهمايكن لأحدعنداحدصنيعة له رأى انه لايقوم بشكرهافالله له بمكافاته فانّه أجزل عطاء أواعظم اجراً.

واعلمواانّ حوائج الناس اليكم من نعم الله عليكم فلاتملّوا النعم فتحور نقماً.

واعلمواانّ المعروف مُكسب حمداًومُعقب اجراًفلورأيتم المعروف رجلاًرأيتموه حسناً جميلا

تُسرّ الناظرین ،ولو رأیتم اللؤم رأیتموہ سمجاًمشوّھاًتنفر منه القلوب وتغضّ دونه الابصار.

ایّھاالناس من جادساد،ومن بخل رذل.

وان اجود الناس من اعطی من لایرجوہ ،

وانّ أعفی الناس من عفاعن قدرۃ.

وان أوصل الناس من وصل مَن قَطعه .

والاصول علی مغارسھابفروعھاتسموا،فمن تعجّل لأخیه خیراًوجدہ اذاقدم علیه غداً،ومن أراداللہ تبارک وتعالی بالصنیعة الی أخیه کافأہ بھافی وقت حاجته ،وصرف عنه من بلاء الدنیاماھواکثرمنه .

ومن نفّس کربة مؤمن فرّج اللہ عنه کرب الدنیاوالآخرۃ ،ومن احسن أحسن اللہ الیه ،واللہ یحبّ المحسنین .

''اے لوگو!ایک دوسرے پر نیکیاں کرنے میں سبقت اختیار کرواور زندگی کی غنیمتوں میں سرعت سے کام لو اور ان کا دھائے خیر کو شمار نہ کرو جو تمہارے حساب میں نہیں لکھے گئے اور اپنی ستائش کامیابی کے ذریعے حاصل کرو اور اپنے لئے امروز و فردا کرنے سے سرزنش و مذمت کو تہیہ نہ کرو۔ پس جب بھی کسی کو کسی سے نیک کام برآوردہ کروانا مقصود ہو مگر حاجت مند سپاس گزار نظر نہ آئے تو (جان لو کہ) خدا اس سے کہیں زیادہ اجر و ثواب عطا کرے گا اور جان لو کہ تمہاری جانب لوگوں کے مسائل و مشکلات کا آنا اللہ کی نعمتوں میں سے ہے، پس نعمتوں کے حصول میں سستی سے کام نہ لینا ورنہ نعمت عذاب میں تبدیل ہو جائے گی اور جان کہ کار خیر کا نتیجہ تعریف و ستائش اور بہتر اجر ہے اور اگر کار خیر کو مجسم دیکھنا چاہو تو ایسے خوبصورت شخص کو دیکھو گے کہ جسکا دیدار سرور آور ہے اور اگر بُری و بدی کو مجسم دیکھنا چاہو تو ایسے بدشکل شخص کو دیکھو گے جس سے دل متنفر اور آنکھیں روگرد ان ہیں۔اے لوگو! صاحبِ بخشش اور صاحبِ کرم ہی سید و سردار ہے اور جو بخل اختیار کرتا ہے وہ پستی و ذلت میں اتر جاتا ہے، بہترین سخی وہ ہے جو قدرت کے باوجود عفو گذشت سے کام لے، تعلقات و دوستی قائم کرنے والوں میں بہترین شخص وہ ہے جو ان سے تعلقات اپنائے جنھوں نے تعلقات توڑے ہیں، جڑیں شاخوں کے ذریعے بلند ہوتی ہیں، پس جو شخص اپنے دینی برادر کی نسبت کار خیر میں جلدی کرے وہ کل بروز قیامت دیکھے گا کہ خداوند متعال نے مشکل وقت کیلئے اس کار خیر کی بہترین پاداش قرار دی ہے اور جتنی بھی دنیاوی بلائیں ہوں انھیں دور کر دے گا اور جو کسی مومن کے غم و اندوہ کو برطرف کرے خدا اسکے غموں کو دنیا و آخرت میں برطرف کرے گا اور جو نیکی اور بھلائی انجام دے خدا اس کے ساتھ نیکی کرے گا اور خدا تو نیکی و بھلائی کرنے والوں

کو پسند کرتا ہے۔

حضرتؑ کا ایک اور خطاب

نیز اسی کتاب میں امام حسینؑ سے روایت ہے آپؑ نے ارشاد فرمایا:

انّ الحکم زینة ، والوفاء مروّة، والصلّة نعمة، والاستکبار صلف، والعجلة سفه ،والسفه ضعف، والغلو ورطة، ومجالسة اهل الدناء شرّ ومجالسة اهل الفسق ریبة "بے شک بردباری وحلم زینت، وفا مردانگی، تعلقات نعمت ہے اور خود کو بزرگ بنانا زیادہ روی وتجاوز ہے، اسی طرح جلد بازی سفاہت (نادانی) اور سفاہت ناتوانی ہے اور غلو گڑھا ہے، پست لوگوں کی محبت شر اور فاسقوں کی محبت تہمت آور ہے۔"

تقوائے الٰہی کی سفارش

تحف العقول میں امام حسینؑ سے روایت ہے آپؑ نے تقوائے الٰہی کی سفارش کے بارے میں فرمایا:

اوصیکم بتقوی الله فانّ الله قد ضمن لمن اتّقاه أن یحوّله عما یکره الی مایحبّ ، ویرزقه من حیث لایحتسب ، فایّاک ان تکون ممّن یخاف علی العباد من ذنوبهم ویأمن لاعقوبة من ذنبه ، فانّ الله تبارک وتعالی لایخدع عن جنّته ولاینال ماعنده الابطاعته ان شاء الله

"تمہیں تقویٰ الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ خدا نے متقی و پرہیز گار شخص کی ضمانت لی ہے کہ اسے بدحالی سے خوشحالی میں منتقل کردے اور ایسے مقام سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں تھا۔ پس اس بات سے بچو کہ کہیں ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو دوسروں کے گناہوں سے ڈرتا ہے مگر اپنے کیفر گناہ سے بے خیال اور آسودہ ہے اور بے شک خدا اسکی جنت کے بارے میں فریب کھانے والوں میں سے نہیں اور کوئی شخص سوائے اطاعت وفرمانبرداری کے قرب الٰہی حاصل نہیں کرسکتا۔"

خداوند کا سپاس گزار ہوں کہ اس نے سید وسالار شہداء امام حسینؑ کی زندگانی پر مشتمل کتاب تالیف کرنے اور اس تمام کرنے کی توفیق مجھ جیسے بے بضاعت کو عطا فرمائی اور امید ہے دیگر اوقات کی طرح آئندہ بھی اس عظیم توفیق سے سرفراز رکھے تاکہ یہ تالیفات قیامت میں مجھ گنہگار کے کام آسکیں اور خداوند کریم مجھ فقیر و نیازمند سے ایسی توفیقات سلب نہ کرے۔

والحمدالله اولاً و آخراً۔

۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۳ ہجری قمری

سید ہاشم رسولی محلاتی

حواشی وحوالہ جات

۱ اور ۲ [اصول کافی کتاب الحجہ باب الاشارۃ والنص علی الحسین بن علیؑ، بحار الانوار ج ۴۴ ص ۱۷۵، اثبات الھداۃ ج ۵ ص ۱۶۹، ۱۷۴]

۳ [التھذیب ج ۵ طبع نجف ص ۴۷۰]

۴ [اثبات الھداۃ ج ۵ ص ۱۷۸]

۵ [امّا انّہ تقرّ عینی أنک لاتأکل من برّ العراق بعدی الاقلیلاً]

۶ [عقد الفرید، ابن عبدربہ اندلسی ج ۲ ص ۲۲۰، احقاق الحق ج ۱۱ ص ۴۱۸، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱۹]

۷ [تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۷۳]

۸ [حیاۃ الامام الحسینؑ، باقر شریف ج ۱ ص ۱۳۲]

۹ [احقاق الحق ج ۱۱ ص ۴۲۳]

۱۰ [فصول المھمہ ص ۱۸۳]

۱۱ [مناقب ابن شہر آشوب اور زمخشری کی ربیع الابرار میں یہ روایت کچھ مختلف طور پر نقل ہوئی ہے کہ امام ان کے ساتھ یہ فرما کر نہ بیٹھے: لو لاانّہ صدقہ لاکلتُ معکم اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو ضرور کھاتا۔ پھر فرمایا: ثمّ قال: قوموالی منزلی، فاطعمھم و کساھم وأمرھم بدراھم تم سب لوگ میرے گھر چلو پس انھیں پس انھیں کھانا کھلایا، لباس دیا اور دستور دیا کہ انھیں درہموں کی تھیلی دی جائے۔]

۱۲ [تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۵۷]

۱۳ [علامہ شیخ محمد تقی شوشتری اپنی کتاب الاخبار الدخیلہ میں کہتے ہیں کہ دوسرے شعر کا پہلا مصرع تحریف شدہ ہے چنانچہ صحیح یوں ہوگا لو کان فی عصانا الغداقسیر کیونکہ امثال عرب میں ملتا ہے: لو کان فی العصاسیر "سیر" اس کھال کو کہتے ہیں کہ جو مسافر کی عصا کے ساتھ باندھی جاتی ہے تاکہ خواب خفی کے وقت مسافر زمین پر گر نہ جائے پھر کہتے ہیں کہ اس طرح ہمیں اس تکلف کی جو بحار الانوار میں اسکے معنی کیلئے بیان کیا گیا ہے ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم]

۱۴ [میں اس لئے رو رہا ہوں کہ آپؑ جیسے سخاوت مند افراد کیوں اس دنیا سے چلے جائیں اور مٹی میں دفن ہو جائیں اور کیوں یہ جود و سخا زمین سے رخت سفر باندھ لے۔]

۱۵ [مناقب آل ابی طالب ج ۴ ص ۷۵]

۱۶ [کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۰۶ اسی طرح کی ایک اور روایت ابن صباغ مالکی نے جو معروف سنی عالم ہیں اپنی کتاب فصول المھمہ (ص ۱۵۹ طبع نجف) میں نقل کی ہے۔]

۱۷ [ملحقات احقاق الحق ج ۱۱ ص ۴۴۲، ۴۴۳]

۱۸ [مناقب ج ۴ ص ۶۶]

۱۹ [آٹھواں باب میں اسکا ترجمہ بیان ہو چکا ہے۔]

۲۰ [آٹھویں باب میں ترجمہ ملاحظہ کریں۔]

۲۱ [تیسرا باب ملاحظہ ہو]

۲۲ [تیسرا باب ملاحظہ ہو]

۲۳ [چھٹا باب ملاحظہ ہو]

۲۴ [حیاۃ الامام الحسینؑ، باقر شریف، ج۱ص ۱۱۴]

۲۵ [تحف العقول ص ۲۴۵]

۲۶ [بحار الانوار ج ۷۵ ص ۱۲۶]

فہرست

مؤلف کے مختصر حالاتِ زندگی ۵

پہلا باب

ولادت ۹
ام فضل نے خواب دیکھا ۱۰
قصۂ ولادت اور انتخاب اسم ۱۰
ولادت کے بعد ۱۰
لسانِ پیغمبر سے ذکر شہادت ۱۱
فرشتے کی شفایابی ۱۲
حواشی اوور حوالہ جات ۱۴

دوسرا باب

ایام نونہالی میں ماں، باپ اور نانا کا سایہ ۱۷
۱۔ حسین منی وانا من حسین ۱۷
۲۔ امام حسینؑ کی محبت پر ایک بہترین حدیث ۱۸
۳۔ حضرت یوسف سے امام حسینؑ کی شباہت ۱۹
۴۔ حضرت جابرؓ سے ایک روایت ۲۱
۵۔ ابو ہریرہ سے ایک روایت ۲۱
۶۔ رسول خداؐ اپنی زبان اور انگشت مبارک ۲۲
۷۔ امام حسینؑ کی نسبت پیغمبر اسلامؐ کا
اظہار محبت ۲۴
۸۔ امام حسینؑ اور انکے محب جنتی ہیں ۲۷
۹۔ ایک قابل توجہ حدیث ۲۸
۱۰۔ یہ بھی ایک اور دلچسپ روایت ۲۸
حواشی اور حوالہ جات ۳۰

تیسرا باب

رحلت رسول خداؐ سے شہادت امیر المومنینؑ تک ۳۳
وقت رحلت حسنینؑ کی سفارش ۳۳
فراق مادر ۳۴
ماں کا جنازہ ۳۵
آخری رسومات ۳۶
ماں کی شہات کے بعد ۳۷
میرے بابا کے منبر سے اتر آ! ۳۸
عثمان کا دورِ حکومت ۳۹
فتح ایران، افریقا و دیگر واقعات میں حسنینؑ کی شرکت
پر اہل تاریخ میں سے چند ایک کا اظہار خیال ۴۰
حضرت ابوذرؓ کی جلاوطنی کا غم انگیز واقعہ ۴۲
قتل عثمانؓ کی داستان ۴۳
والد کی حکومت کے دوران ۴۴
امیر المومنین سے لوگوں کی بیعت کا دن ۴۴
رکاب پدر میں ناکثین، قاسطین اور مارقین
سے جنگ ۴۵
جنگ صفین و نہروان میں ۴۶
امام حسینؑ سے امیر المومنین کی وصیت ۴۸
جامع اور درس آموز وصیت ۵۰
پدر بزرگوار کے آخری مراسم ۵۴
حواشی اور حوالہ جات ۵۵
چوتھا باب، شہادتِ پدر کے بعد ۵۹
صلح امام حسنؑ پر امام حسینؑ کا موقف ۵۹

معاویہ سے صلح امام حسینؑ کا موقف ۶۲
جعدہ بن ہبیرہ کا امام حسینؑ کے نام خط ۶۴
دو نکات کے ذریعے اختلاف روایات کا حل....۶۵
صلح کے بعد، اور مدینہ واپسی ۶۷
شہادت امام حسنؑ کا غم انگیز ماجرا...........۶۸
حواشی وحوالہ جات...........۷۰

پانچواں باب

بھائی کی شہادت کے بعد.........۷۳
کتب اہل سنت میں معاویہ کا کردار.........۷۴
حدیث کا ماتم ۷۵
معاویہ کے دیگر جرائم بطور اختصار شراب نوشی....۷۵
معاویہ کی سود خواری.......... ۷۷
حکم رسولؐ کے خلاف اپنے باپ کے زنازادہ کو
خود سے نسبت دینا ۷۷
حدود الٰہی کا تعطل.......... ۸۱
بروز بدھ نماز جمعہ کا انعقاد........۸۱
یزید کی ولی عہدی........۸۳
شکار کا عاشق ۸۴
یزید کو بندروں سے بہت پیار ومحبت........۸۵
یزید ہمیشہ شراب میں مست رہتا تھا.........۸۶
کفر کا اظہار یزید اپنی زبانی ۸۹
تین سالہ خلافت میں تین بے مثال ہولناک
حادثات ۸۹
یزید کی بے دینی اور حرمت شکنیوں کے اسباب
کیا تھے؟ ۹۰
ان گناہوں کا بڑا ذمہ دار معاویہ تھا.......۹۱
حواشی اور حوالہ جات ۹۳

چھٹا باب

یزید کی ولی عہدی ۹۷
معاویہ کو مشورہ دینے والا پہلا شخص.......۹۷
زیاد بن ابیہ سے معاویہ کا اس معاملہ میں رائے
طلب کرنا ۱۰۰
کیوں معاویہ نے اس ہولناک جنایت اور فساد
کی جڑ کو مسلمانوں پر تحمیل کیا؟.......۱۰۱
اس شیطانی ہدف تک پہنچنے کیلئے معاویہ نے
کوئی کسر نہیں چھوڑی.........۱۰۲
خطیبوں اور شاعروں کو خریدا.........۱۰۳
خوف وہراس ودہشت اور مخالفین کا قتل........۱۰۴
مخالفین کی جلاوطنی، خوف ورعب اور طاقت
کا استعمال ۱۰۵
مختلف شہروں میں نامہ رسانی اور مفصل سیمینار کا
انعقاد.........۱۰۶
ایک نکتہ پر توجہ ۱۰۹
معاویہ کے بیعت یزید لینے کے بعد کیا ہوا.......۱۱۰
امام حسینؑ کے نام معاویہ کا خط ۱۱۲
امام حسینؑ کا دندان شکن جواب ۱۱۲
امام نے اس خط کے ذریعے اپنے موقف کا
اعلان کر دیا ۱۱۶
امام اموال حکومت ضبط کر کے معاویہ کو خط لکھا....۱۱۷
منیٰ میں عظیم اجتماع سے خطاب ۱۱۸
مرگ معاویہ ۱۲۴
مرتے وقت یزید کو معاویہ کی وصیت ۱۲۵

حاشیہ وحوالہ جات ۱۲۸

ساتواں باب

یزید کی ننگین حکومت کے دوران سے قیام

امام حسینؑ تک ۱۳۳

حاکم مدینہ ولید کے نام یزید کا خط ۱۳۳

ولید کا مروان سے مشورہ ۱۳۴

امام حسینؑ مجلس ولید میں ۱۳۵

مروان بن حکم کو بہتر پہچانیں ۱۳۷

بقیہ داستان ۱۴۰

امام کا جواب قیام کی تحریک کو بھی واضح و روشن

کرتا ہے ۱۴۱

یزید کے فسق و کفر پر علماء اہلسنت کا بیان ۱۴۱

دوسرے روز امام کی مروان بن حکم سے گفتگو ۱۴۴

شب دوم امام حسین کا مدینہ سے خروج ۱۴۵

شب خروج جو خواب امام نے دیکھا اور اس کی

صحت وسقم ۱۴۷

امام حسینؑ کا وصیت نامہ ۱۴۹

سوئے مکہ امام کی روانگی ۱۴۹

حواشی وحوالہ جات ۱۵۱

آٹھواں باب

امام حسینؑ کے مقدس قیام کے علل واسباب پر بحث

وگفتگو اور اس سے مربوط روایات پر تحقیق ۱۵۵

شرعی ذمہ داری؛ حکم الٰہی اور احساس جوابدہی ۱۵۷

نتیجہ بحث ۱۶۰

ایک اور اہم سوال کا جواب ۱۶۱

کیا امام کا ہدف حکومت تشکیل دینا تھا ۱۶۳

نظریہ کا تحلیل و تجزیہ ۱۶۷

ایک نکتہ دلچسپ اہم ۱۷۲

حضرتؑ کے زیارت نامہ سے تائید مدعا ۱۷۳

امام کا اپنی اور یاران کی شہادت سے باخبر ہونا ۱۷۴

شہادت امام حسینؑ پر تاویل آیات ۱۷۴

پیغمبر اسلامؐ سے نقل شدہ روایات ۱۷۶

امیر المومنین علیؑ سے منقول روایات ۱۷۶

اُم سلمہ سے منقول روایات ۱۷۸

ابن عباسؓ سے منقول روایات ۱۸۱

عائشہؓ سے روایات ۱۸۲

ام الفضلؓ کی روایات ۱۸۲

امیر المومنین علیؑ منقول روایات ۱۸۴

خود امام حسینؑ سے منقول روایات ۱۸۶

اب تک جو کچھ قیام امام حسینؑ کی پہلی علت

کے بارے میں ذکر ہوا کا خلاصہ ۱۸۷

سخن محمد عبدہ ۱۸۸

سخن استاد محمد عبد الباقی ۱۸۸

سخن علائلی ۱۸۹

حواشی وحوالہ جات ۱۹۲

نواں باب

مکہ مکرمہ کی جانب روانگی اور اسکے بعد رونما

ہونے والے واقعات ۱۹۷

عبد اللہ بن مطیع عدوی سے امام کی ملاقات ۲۰۲

مکہ میں امام کی آمد ۲۰۳

امام کی مکہ آمد پر متعدد ردعمل ۲۰۴

یزید نے کیا کیا؟ ۲۰۴

الف۔حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کی معزولی...... ۲۰۴
ب۔ابن عباس کے نام یزید کا خط........... ۲۰۵
ابن عباس کا جواب........... ۲۰۶
عبداللہ بن زبیر کی امام حسینؑ اور بنی ہاشم کی
نسبت دشمنی........... ۲۰۶
عبداللہ بن زبیر کے بارے میں ایک ضروری
تذکرہ اور توضیح........... ۲۰۸
بحث کا بقیہ حصہ........... ۲۱۰
اہل کوفہ کے دعوت نامے........... ۲۱۱
کوفہ میں سلیمان بن صرد کے گھر میں شیعوں کا
اجتماع........... ۲۱۲
اُس وقت عراق کے حالات........... ۲۱۵
بصرہ کے حالات........... ۲۱۶
امام حسینؑ کا بصرہ کے بزرگوں اور سرداروں کے
نام خط........... ۲۱۷
احنف بن قیس کا جواب........... ۲۱۸
یزید بن مسعود نہشلی کا جواب........... ۲۱۹
حواشی و حوالہ جات........... ۲۲۲

دسواں باب
سفیر امام حسینؑ مسلم بن عقیلؑ کی کوفہ روانگی اور
وہاں سے رونما ہونے والے واقعات امام کا
اہل کوفہ کے خطوط کا جواب........... ۲۲۵
مسلم بن عقیل کی شخصیت........... ۲۲۶
مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی........... ۲۲۷
کوفہ میں حضرت مسلم کا داخلہ........... ۲۲۹
عابس بن شبیب شاکری کی گفتگو........... ۲۲۹
اہل کوفہ کا بیعت اور حضرت مسلمؑ کا امام حسین
کو خط لکھنا........... ۲۳۰
حاکم کوفہ کا ردعمل........... ۲۳۱
بنی امیہ کے طرفدار تنگ ودو میں پڑ گئے........... ۲۳۲
یزید کا اضطراب اور سرجون سے مشورہ........... ۲۳۳
عبیداللہ بن زیاد کی بصرہ سے کوفہ روانگی........... ۲۳۳
عبیداللہ بن زیاد کا کوفہ میں داخلہ........... ۲۳۴
عبیداللہ بن زیاد کا اہل کوفہ سے خطاب........... ۲۳۵
ہانی بن عروہ کے گھر حضرت مسلم کا پہنچنا........... ۲۳۶
شریک بن اعور کی بیماری اور مسلم بن عقیل کی
مردانگی کی ایک داستان........... ۲۳۷
ابن زیاد حضرت مسلم کی خفیہ ٹھکانے کی
تلاش میں........... ۲۳۹
ابن زیاد کا ہانی بن عروہ کو گرفتار کرنا........... ۲۴۱
قیام مسلم بن عقیلؑ........... ۲۴۷
طوعہ کے دروازے پر........... ۲۴۹
اس شب کوفے میں کیا گزری؟........... ۲۵۱
مشہور شیعہ شخصیات کی گرفتاری اور عوام کیلئے
پرچم امان........... ۲۵۳
ایک یاددہانی اور ایک سوال........... ۲۵۳
بحث کا بقیہ حصہ........... ۲۵۴
جناب مسلم کے ساتھ ابن زیاد کا مکالمہ اور
شہادت........... ۲۵۹
ہانی بن عروہ کی شہادت........... ۲۶۱
حاشیہ و حوالہ جات........... ۲۶۵

گیارہواں باب

کوفہ اور اس شہر کے لوگوں کے حالات مسلم اور
ہانی کی شہادت کے بعد..................... ۲۶۷
کوفہ میں شدید وحشت خوف وہراس کا عالم... ۲۶۸
بڑے پیمانے پر گرفتاریاں اور شیعوں سے
زندانوں کا پُر ہونا..................... ۲۶۹
ابن زیاد کوفہ والوں پر کیسے مسلط ہوا؟.......... ۲۶۹
الف۔ دشمن کی دھوکہ دہی اور فریب کاری...... ۲۷۰
اہل کوفہ کی سستی نفسیات دورُوئی، دنیا پرستی اور ان
میں سے اکثر کی بے وفائی..................... ۲۷۶
امام حسنؑ کے ساتھ کیا کیا؟..................... ۲۸۲
حضرت زید بن علیؑ کے ساتھ کیا کیا؟.......... ۲۸۳
عبداللہ بن عمر کا جملہ..................... ۲۸۴
خود عمرؓ بن خطاب کا جملہ..................... ۲۸۵
اہل کوفہ کی بے وفائی پر ایک مثال..................... ۲۸۵
ثانی زہراء زینبؑ کا اہل کوفہ سے خطاب...... ۲۸۶
کوفی سماج میں عدم وحدت اور سیاسی ناپختگی... ۲۸۶
کوفہ مختلف قبائل کی ہجرت گاہ..................... ۲۸۷
کوفہ کی قومیں..................... ۲۸۷
کوفے کے ادیان و مذاہب..................... ۲۸۸
خوارج کا اجتہاد اور ان کے جرائم..................... ۲۸۹
بنی امیہ کے طرفدار..................... ۲۹۱
کوفہ میں دیگر ادیان کے پیروکار..................... ۲۹۲
دین یہود..................... ۲۹۲
لشکر کوفہ میں مختلف قبائل..................... ۲۹۳
ایک سوال کا جواب..................... ۲۹۴
حواشی وحوالہ جات..................... ۲۹۷

بارھواں باب

عراق کی جانب امام حسینؑ کا سفر..................... ۲۹۹
عراق کا انتخاب کیوں؟..................... ۲۹۹
کوفہ کی جانب سفر پر ممانعت..................... ۳۰۲
عبداللہ بن زبیر..................... ۳۰۲
عمرو بن سعید اشدق..................... ۳۰۳
عبداللہ بن عمر بن خطاب..................... ۳۰۴
عبداللہ بن عباسؓ..................... ۳۰۶
محمد بن حنیفہ..................... ۳۰۷
عبداللہ بن جعفر..................... ۳۰۸
عراق کی جانب سفر میں حضرتؑ کے روایات... ۳۱۱
مکے میں امام حسینؑ کا خطبہ..................... ۳۱۱
تاریخ سفر اور عمرہ کی ادائیگی..................... ۳۱۲
مکے سے امام حسینؑ کی روانگی..................... ۳۱۳
معروف شاعر فرزدق سے ملاقات..................... ۳۱۴
مقام تنعیم..................... ۳۱۵
عبیداللہ ابن زیاد کے نام یزید کا خط..................... ۳۱۶
ابن زیاد کے نام ولید بن عتبہ کا خط..................... ۳۱۶
مقام حاجز سے اہل کوفہ کے نام امام حسینؑ
کا خط..................... ۳۱۶
عبداللہ ابن مطیع عدوی..................... ۳۱۹
زہیر بن قین بجلی کا ملحق ہونا..................... ۳۲۰
مقام خزیمیہ..................... ۳۲۲
مقام زرود جہاں جناب مسلمؑ کی خبر شہادت
پہنچی..................... ۳۲۳

مقام زبالہ ۳۲۴
مقام بطن عقبہ ۳۲۵
مقام شراف ۳۲۶
مقام بیضہ ۳۳۰
مقام رہیمہ ۳۳۱
مقام عذیب الہجانات ۳۳۲
داستان طرماح پر تحقیقی نگاہ ۳۳۴
مقام قصر بنی مقاتل ۳۳۶
حضرت علی بن الحسینؑ کی فضیلت ۳۳۹
آخری قیام کربلا میں ۳۳۹
کربلا میں امام کا پہلا خطاب ۳۴۱
حواشی وحوالہ جات ۳۴۳

تیرھواں باب

کربلا میں کیا گزری؟ ۳۴۷
عمر سعد کا کربلا میں وارد ہونا اور باقی ماجرا ۳۵۰
سپاہیوں کا فرار کرنا ۳۵۴
لشکر امام کی تعداد ۳۵۵
حبیب ابن مظاہر کا بنی اسد سے مدد
طلب کرنا ۳۵۶
شدت پیاس ۳۵۶
حضرت عباسؑ اور نافع بن ہلالؒ کا پانی لانا ۳۵۸
امام کا عمر بن سعد سے مذاکرہ ۳۵۹
غروب تاسوعا ۳۶۳
شب عاشور: امام اور اصحاب امام کی آخری
رات ۳۶۶
امام نے خواب دیکھا ۳۶۹
امام حسینؑ سے چند افراد کا ملحق ہونا ۳۷۰
حواشی وحوالہ جات ۳۷۱

چودھواں باب

امام کے اصحاب وانصار کی شہادت ۳۷۳
لشکر کی صف آرائی ۳۷۶
موت کی حقیقت پر کلام امام ۳۸۳
حر بن یزید ریاحی کی توبہ اور اس کا امام سے
ملحق ہونا ۳۸۴
آغاز جنگ اور پہلا حملہ ۳۸۷
عبداللہ بن عمیر کلبی کا جہاد ۳۸۸
تن وتنہا مقابلے ۳۹۰
امام کا استغاثہ اور استنصار ۳۹۱
امام کے میمنہ پر دشمن کا حملہ ۳۹۱
شہادت مسلم بن عوسجہ ۳۹۲
شہادت عبداللہ بن عمیر کلبی ۳۹۳
شمر کی شرم آور حرکت ۳۹۴
شہادت ابوالشعثاء ۳۹۴
ابوثمامہ صیداوی کا نماز یاد رکھنا ۳۹۵
شہادت حبیب بن مظاہر ۳۹۶
شہادت حر بن یزید ریاحی ۳۹۶
بقیہ داستان اور نماز کی ادائیگی ۳۹۸
تیر اندازوں کو حکم ابن سعد ۳۹۸
شہادت ابوثمامہ صیداوی ۳۹۹
شہادت زہیر بن قین وابن مضارب ۳۹۹
شہادت عمرو بن قرظہ انصاری ۴۰۲
شہادت نافع بن ہلال جملی ۴۰۳

شہادت غلام ترکی ۴۰۵
شہادت بریر بن خضیر ۴۰۵
شہادت حنظلہ شبامی ۴۰۸
شہادت دو جابری جوان ۴۰۹
شہادت برادران غفاری ۴۰۹
شہادت شوزب و عابس بن شبیب شاکری ۴۱۰
شہادت انس بن حارث کاہلی ۴۱۴
شہادت عمرو بن جنادہ ۴۱۵
شہادت حجاج بن مسروق جعفی ۴۱۶
شہادت سوار بن ابی حمیر ۴۱۷
شہادت سوید بن عمرو ابی المطاع ۴۱۷
حواشی و حوالہ جات ۴۱۹

پندرھواں باب

شہادت اہل بیتؑ ۴۲۵
شہدائے اہل بیتؑ کی تعداد ۴۲۵
جوانان بنی ہاشم کا وداع اور ان کا پہلا شہید ۴۲۶
شہادت علی بن حسینؑ ۴۲۷
کیا مادر جناب علی بن الحسینؑ کربلا میں موجود تھیں؟ ۴۲۸
کیا کربلا کے شہید علی بن الحسینؑ علی اکبر تھے؟ ۴۲۹
جناب علی بن الحسینؑ اور ان کے اہل و عیال پر تحقیق ۴۳۱
جناب علی بن الحسینؑ کے فضائل و کمالات ۴۳۲
شہادت علی بن الحسینؑ ۴۳۳
امام حسینؑ اپنے بیٹے کے لاش پر ۴۳۹
شہادت عبداللہ بن مسلم بن عقیل ۴۴۱
شہادت جعفر بن عقیل ۴۴۳
شہادت عبدالرحمٰن بن عقیل ۴۴۳
شہادت محمد بن عبداللہ بن جعفر ۴۴۴
شہادت عون بن عبداللہ بن جعفر ۴۴۴
کچھ حضرت زینبؑ کے فرزند کے بارے میں ۴۴۵
شہادت محمد بن ابی سعید بن عقیل ۴۴۵
شہادت عبداللہ بن عقیل ۴۴۶
شہادت محمد بن مسلم بن عقیل ۴۴۶
شہادت فرزندان امام حسنؑ ۴۴۶
شہادت ابوبکر بن حسنؑ ۴۴۶
شہادت قاسم بن حسنؑ ۴۴۷
حسن بن حسن اور قاسم بن حسن کے عقد کا ماجرا ۴۵۰
شہادت فرزندان امیرالمومنین ۴۵۳
شہادت عبداللہ بن علیؑ ۴۵۴
جعفر بن علیؑ کی شہادت ۴۵۴
شہادت عثمان بن علیؑ ۴۵۴
شہادت محمد بن علیؑ ۴۵۵
شہادت ابوبکر بن علیؑ ۴۵۵
شہادت حضرت ابوالفضل العباسؑ ۴۵۵
حضرت عباسؑ کے فضائل کی جھلک ۴۵۶
امام زین العابدین کی زبان سے ۴۵۹
عباس بن علیؑ کا زیارت نامہ امام صادقؑ کی زبان مبارک سے ۴۶۰
زیارت ناحیہ مقدسہ ۴۶۱

عصر حاضر کے ایک دانشور کے الفاظ میں
شہادت نامہ............................ ۴۶۲
حضرت عباسؑ کی اولاد...................... ۴۶۷
جناب عباسؑ کے بعض مراثی.................. ۴۶۷
حواشی وحوالہ جات......................... ۴۷۰

سولہواں باب

شہادت امام حسینؑ.......................... ۴۷۷
شہادتِ شیر خوار........................... ۴۷۹
کیا طفل رضیع علی اصغر تھے؟.................. ۴۸۲
امام حسینؑ کی اہل حرم سے آخر رخصت........... ۴۸۴
امام کا پرانا لباس طلب کرنا................... ۴۸۴
جنگ اور دشمن پر حملہ....................... ۴۸۷
نہر فرات میں.............................. ۴۹۰
حضرت کے مرثیہ خوان اور ذاکرین کرام
سے گزارش............................... ۴۹۳
کثرتِ جراحات............................ ۴۹۴
دشمن کی انتہائی جسارت..................... ۴۹۴
شہادت عبداللہ بن حسن...................... ۴۹۵
امام گھوڑے پر نہ رہ سکیں.................... ۴۹۶
مصیبت عظمیٰ اور فاجعہ کبریٰ.................. ۴۹۷
گھوڑے نے کیا کیا؟......................... ۵۰۰
امام کے لباس کو بھی لوٹ لیا.................. ۵۰۳
تاراجی خیام اور جو کچھ عورتوں اور بچوں کے
پاس تھا غارت کرلیا......................... ۵۰۴
بدن مطہر کو سم اسپاں سے پامال کیا گیا.......... ۵۰۷
وقت شہادت امام کا سن مبارک................ ۵۰۸
امام حسینؑ کے ساتھیوں میں کچھ زندہ رہے... ۵۰۸
امام حسینؑ کی اولاد اور ازواج................. ۵۰۹
حضرت فاطمہ بنت الحسینؑ.................... ۵۱۱
کوفہ میں حضرت فاطمہ کا خطاب............... ۵۱۳
حضرت سکینہ بنت الحسینؑ.................... ۵۱۷
امام حسینؑ کی ازواج........................ ۵۱۸
حواشی وحوالہ جات......................... ۵۲۱

سترھواں باب

امام حسینؑ کے مختصر فضائل اور آپؑ کے
اخلاق کی جھلک............................ ۵۲۵
امام حسینؑ کی امامت....................... ۵۲۵
امام حسینؑ کے چند معجزات................... ۵۲۶
امام کی عبادت گزاری....................... ۵۳۲
مقام اخلاق پر چند روایات.................... ۵۳۴
استقلال، استقامت، شجاعت اور امام
کی اعلیٰ ظرفی.............................. ۵۳۸
امام حسینؑ کے حکیمانہ کلمات................. ۵۴۱
کیسی عبادت بہتر ہے؟........................ ۵۴۱
کسے حاجتوں سے آگاہ کریں؟.................. ۵۴۲
غیبت، ظلم اور گناہ کی مذمت.................. ۵۴۲
سلام کی تاکید............................... ۵۴۳
کس چیز میں خیر دنیا وآخرت پائی جاتی ہے؟.. ۵۴۳
ترکِ گناہ پر حضرت کا موعظہ.................. ۵۴۴
کار خیر کی سفارش........................... ۵۴۴
تقوائے الٰہی کی سفارش...................... ۵۴۶
حواشی اور حوالہ جات........................ ۵۴۷